رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ.

اے اللہ! اسے (معاویہ کو) ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے ہدایت لوگوں تک پہنچا

(سنن الترمذی: رقم 3842)

اَلْاَجْوِبَۃُ الشَّافِیَۃُ لِمَنْ اِعْتَرَضَ عَلَی الْاَمِیْرِ مُعَاوِیَۃَ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن کا جواب

اس میں قاری ظہور احمد فیضی کی کتب، مرزا جہلمی اور شاہ حسین گردیزی کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے

تحقیق و تحریر

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب:	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن کا جواب
تالیف:	ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی رحمہ اللہ
نظر ثانی:	نقاد العصر جناب فیصل خان
تصحیح:	علامہ فرحان قادری، جناب ارسلان اصمعی
کمپوزنگ:	اشفاق کمپوزر، کراچی
ناشر:	مکتبہ اہل سنت حیدر آباد

ڈسٹری بیوٹرز

پروگریسو بکس اردو بازار لاہور	042-37352795
مکتبہ دار السلام بھاٹی گیٹ لاہور	0321-9725765
مکتبہ غوثیہ پرانی سبزمنڈی کراچی	021-34926110
احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی	051-5551167
اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی	051-5536111

فہرست

	عنوانات	صفحہ
❁	انتساب	39
❁	علماء حق پر کیوں شان معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنا لازم ہے؟	41
❁	سبب تالیف	42
❁	عقیدہ اہل سنت و جماعت	44
❁	ابتدائیہ	45
❁	قاری ظہور احمد فیضی کی تحریر کا منہج اور اسلوب	46
❁	مقدمۃ التحقیق	48
❁	سند کی اصطلاحی تعریف	49
❁	متن کی لغوی تعریف	49
❁	متن کی اصطلاحی تعریف	49
❁	سند کی اہمیت پر اہل سنت کا موقف	50
❁	امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا فرمان	50
❁	امام مطر الوراق رحمہ اللہ کا فرمان	50
❁	امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فرمان	50
❁	امیر المومنین امام شعبہ رحمہ اللہ کا فرمان	51
❁	امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان	51
❁	امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا فرمان	51
❁	امام یزید بن زریع رحمہ اللہ کا فرمان	52
❁	امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کا فرمان	52

❁	امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان	52
❁	امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا فرمان	53
❁	امام حاکم کا فرمان	53
❁	امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کا فرمان	54
❁	امام ابن اثیر رحمہ اللہ کا فرمان	54
❁	حاصل کلام	54
❁	تاریخی روایات کے قبول کرنے کے اصول	55
❁	اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور تاریخی مرویات کی استنادی حیثیت	57
❁	تاریخ طبری کے آثار کا منہج	61
❁	تاریخ طبری میں کذاب راویوں کی روایات	62
❁	محمد بن سائب بن بشر ابوالنصر الکلبی الکوفی پر جرح	62
❁	ہشام بن محمد الکلبی پر جرح	64
❁	واقدی کی روایات کی حیثیت جرح وتعدیل کی روشنی میں	65
❁	علامہ ذہبی کے نزدیک واقدی کا مقام	66
❁	حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدی واقدی کا مقام	67
❁	واقدی کا اخبار صحیحہ کی مخالفت	68
❁	سیف بن عمر الکوفی الاسیدی پر جرح	69
❁	ابومخنف لوط بن یحییٰ متروک رافضی	71
❁	قاری ظہور احمد فیضی کی ابومخنف سے اظہار ہمدردی	72
❁	جواب	73
❁	ابن کثیر کا ابومخنف کو شیعہ کہنا	73
❁	ابومخنف کے بارے ابن عدی کی رائے	74
❁	ہیثم بن عدی پر محدثین کرام کی جرح	75

۞	محمد بن اسحاق کے بارے اصولی مؤقف	77
۞	شیعہ راوی کی روایت سے استدلال کی علمی حیثیت	79
۞	کیا صرف حب اہل بیت ہی تشیع ہے؟	79
۞	تشیع کی اقسام	79
۞	علامہ ذہبی کی تحقیق	79
۞	حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق	80
۞	غیر غالی شیعہ	80
۞	غالی شیعہ	81
۞	غیر غالی رافضی (غالی تشیع کا اطلاق)	81
۞	غالی رافضی	81
۞	تشیع کی اقسام، باعتبار بدعت	81
۞	تشیع صغریٰ، تشیع خفیف کے طبقات	82
۞	علت اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والے صحابہ کی تنقیص کرنا	82
۞	علت دوم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین پر تفضیل	84
۞	علت سوم	86
۞	شیعہ داعی الی البدعۃ کی روایت کا حکم	87
۞	علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا قول	88
۞	حافظ ابن حجر عسقلانی کا مختار مذہب بیان کرنا	89
۞	شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق	89
۞	عرب محقق دکتور محمود الطحان کی تحقیق	90
۞	شیعہ کی روایت داعی یا غیر داعی کی شرط؟	90
۞	عرب عالم احمد غماری کے بدعتی راوی پر اشکال کے جواب	91
۞	حریز بن عثمان کے بارے میں تحقیق	91

۞	حریز بن عثمان کا ناصبیت سے رجوع	91
۞	عمران بن حطان کے بارے تحقیق	92
۞	عمران بن حطان السدوسی کی خارجیت سے توبہ	92
۞	شبابہ بن سوار کے بارے میں تحقیق	92
۞	شبابہ بن سوار کا ارجاء سے رجوع	92
۞	عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی کے بارے تحقیق	93
۞	عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی کا رجوع	93
۞	شیعہ راوی سے استدلال کیوں؟	94
۞	جواب	94
۞	شیعہ راوی کی فضائل اہل بیت میں روایات کی تحقیق	95
۞	جواب	95
۞	سند کے ساتھ متن کا بھی فرق ملحوظ خاطر رہے	96
۞	تعدد طرق یا کثرت شواہد کی بحث	97
۞	متعدد اسانید کے مجموعے پر تحقیق	98
۞	کثرت طرق اور محدث زیلعی حنفی کا قول	98
۞	کثرت طرق کے بارے میں علامہ سیوطی کا موقف	98
۞	محدث کوثری اور کثرت طرق کی حیثیت	99
۞	محدث ابن صلاح اور کثرت طرق کی حیثیت	99
۞	حافظ ابن کثیر کی کثرت طرق پر رائے	99
۞	محدث طیبی کی تحقیق	100
۞	ضعف خفیف کا تعدد طرق میں قبول ہونا	100
۞	ضعف شدید تعدد طرق میں بھی مقبول نہیں	101
۞	ضعیف حدیث میں متابعت کی شروط	103

متابع یا شواہد ہونے کے باوجود بھی عدم قبولیت	104
نتیجہ	104
کثرت طرق وشواہد پر غماری کا تضاد	105
شاذ اقوال سے استدلال کی حیثیت	105
لغت میں شاذ کا مطلب ومعنی	106
فقہاء اور شاذ کی تعریف	106
فقہاء کے نزدیک پہلی تعریف	106
فقہاء کے نزدیک دوسری تعریف	106
فقہاء کے نزدیک تیسری تعریف	106
اصولیین اور شاذ کی تعریف	107
اصولیوں کے نزدیک شاذ کی پہلی تعریف	107
اصولیوں کے نزدیک شاذ کی دوسری تعریف	107
اصولیوں کے نزدیک شاذ کی تیسری تعریف	108
اصولیوں کے نزدیک شاذ کی چوتھی تعریف	108
شاذ اقوال کا اطلاق کن صورتوں میں ہوتا ہے؟	108
شاذ اقوال سے استدلال کرنا باطل ومردود	109
حضرت ابوالدرداء ﷜ کا فرمان	109
حضرت معاذ بن ﷜ جبل کا فرمان	109
حضرت ابن عباس ﷜ کا فرمان	111
حضرت سلیمان التیمی شاذ قول کے بارے میں رائے	111
علامہ ابن عبدالبر کی تحقیق	112
حضرت ابراہیم بن ادھم کا شاذ قول کے خلاف قول	112
امام اوزاعی کا علماء کے شاذ اقوال پر حکم	112

❁	امام طحاوی کا شاذ اقوال سے استدلال کرنے سے منع کرنا	113
❁	علامہ شاطبی کے نزدیک علماء کی غلطیوں پر ان کی تشنیع کرنی چاہیے	113
❁	علامہ ذہبی کا مجتہدین کی خطاء سے استدلال کرنے پر تنبیہ	114
❁	محدث ابن صلاح کا شاذ اقوال سے استدلال کرنے پر زندیق کا اطلاق	114
❁	علامہ ابن رجب حنبلی کا علماء کی غلطیوں سے استدلال پر نقد	114
❁	شاذ اقوال پیش کرنے پر علماء کی طرف سے گرفت	114
❁	محدث دارمی کی تحقیق	115
❁	صحابہ کرام کے بارے سلف خلف کی رائے	117
❁	امت کے بہترین لوگ	117
❁	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان	117
❁	سند کی تحقیق	118
❁	آقا ﷺ کے ساتھ ایک لمحہ گزارنا چالیس سال کی عبادت سے بہتر ہے	118
❁	سند کی تحقیق	119
❁	اصحاب رسول کو برا کہنے والے کی عبادت قبول نہیں	119
❁	تخریج الحدیث	120
❁	امت کے بہترین لوگ	121
❁	تمام امتوں سے بہتر	121
❁	صحابہ کرام کو نبی ﷺ کے لیے منتخب کیا گیا	122
❁	میرے صحابہ کو برا نہ کہو	123
❁	روایت کا سبب بیان	123
❁	غیر صحابی میرے صحابہ کو گالی نہ دے	124
❁	علامہ سخاوی رحمہ اللہ کی تحقیق	124
❁	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان	124

۞	شکر رنجی دین میں نقصان کا باعث نہیں	124
۞	صحابہ کرام کی ذلات کے باوجود ان کا احترام واجب ہے	125
۞	علامہ ہیثمی کا روایت کی تصحیح کرنا	125
۞	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان	126
۞	صحابہ کرام کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین	126
۞	امام حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان	126
۞	امت کے سب سے زیادہ نیک دل	126
۞	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان	127
۞	حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا فرمان	128
۞	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت	128
۞	حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا فرمان	129
۞	سند کی تحقیق	130
۞	امام ابو حفص عمر بن سلیم رحمہ اللہ کا فرمان	130
۞	اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا	130
۞	سند کی تحقیق	131
۞	امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ کا فرمان	131
۞	سب سے پختہ عمل	131
۞	سند کی تحقیق	132
۞	امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ کا فرمان	133
۞	جو صحابہ کرام پر حرف گیری کرتا ہے ان کی توبہ نہیں	133
۞	صحابہ کرام پر حرف گیری اہل بدعت کا شعار ہے	133
۞	دو خصلتیں	134
۞	صحابہ کرام سے محبت	135

۞	سند کی تحقیق	135
۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا	135
۞	قاری ظہور احمد فیضی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے گستاخیاں	137
۞	موصوف فیضی کی جانب سے کثیر علماء ائمہ اسلام کی تردید و تغلیط اور بے باکیاں	142
۞	ظہور احمد فیضی کی طرف سے اغیار کے لئے محبت نامے	159
۞	قاری ظہور احمد فیضی کے الاحادیث الموضوعہ میں کیے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات	163
۞	الزام نمبر 1: امیر شام کے بارے خاص احتیاط	164
۞	جواب	164
۞	لعن کا معنی	164
۞	شرح مقاصد کی عبارت کا جائزہ	165
۞	ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جائزہ	165
۞	کیا بغاوت و خروج باعث لعن ہے	165
۞	جواب	165
۞	ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کا جائزہ	165
۞	جواب	166
۞	ملا علی قاری کی تردید انہی کے کلام سے	166
۞	شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جائزہ	167
۞	جواب	167
۞	کیا فتاویٰ عزیزی معتبر ہے؟	168
۞	اہم نکات	168
۞	خلاف واقعہ	169
۞	امام ابو بکر اسماعیلی رحمہ اللہ	170
۞	امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ	170

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ	171
شیخ الاسلام، ابوعثمان اسماعیل صابونی ؒ	172
امام محمد بن محمد الغزالی ؒ، علامہ ابن حزم،	172
حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ، علامہ بدالدین العینی ؒ	173
الزام نمبر 2: رضی اللہ عنہ، کہنا کیسا؟	175
جواب	175
کیا کوئی صحابی بھی ادنیٰ ہوتا ہے؟ حضرت علی ؓ کی عظمت کا اقرار	176
حضرت معاویہ ؓ کا اہل بیت کی تعظیم کرنا	178
امام حسن ؓ کی فضیلت اور معاویہ ؓ	179
امام حسین ؓ کی فضیلت اور معاویہ ؓ	179
اصحاب رسول ﷺ کے لیے حضرت امیر معاویہ ؓ پردہ ہیں	180
الزام نمبر 3: شرف صحابیت پر اعتراض	181
جواب	181
سند کی تحقیق	181
پہلی علت	181
روایت کا شان ورود	183
جواب	184
روایت کی اسنادی حیثیت	184
حضرت مقداد ؓ کے قول کا پس منظر	184
الزام نمبر 4: اہل دنیا اور حب معاویہ ؓ	187
جواب	187
روایت کی اسنادی حیثیت	187
الزام نمبر 5: سب وشتم کا الزام	189

۞	جواب	189
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	190
۞	صحیح مسلم میں موضوع روایت	191
۞	جواب	192
۞	تاریخ نکاح سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	193
۞	کیا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا 6 ہجری یا 7 ہجری میں نکاح ہوا؟	193
۞	7 ہجری میں نکاح کے متعلق رائے	193
۞	6 ہجری میں نکاح کی رائے	194
۞	فتح مکہ کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح والی آراء	195
۞	ایک اور اعتراض	196
۞	صحت حدیث میں آقا کی گستاخی	197
۞	جواب	197
۞	علامہ ابن قیم کا فیصلہ	197
۞	امام بیہقی کی تحقیق	198
۞	حافظ ابن کثیر کی تحقیق	199
۞	الزام نمبر 6: حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں	201
۞	جواب	201
۞	کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کوئی صحیح حدیث نہیں؟	201
۞	پہلا جواب	202
۞	دوسرا جواب	205
۞	تیسرا جواب	208
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	211
۞	امام ابن عساکر	213

۞	قاضی شوکانی	213
۞	امام ابن عراقی	214
۞	مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں شان معاویہ	214
۞	جواب	215
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	215
۞	امام نسائی رحمہ اللہ کی شہادت کے واقعہ کی تحقیق	217
۞	امام نسائی رحمہ اللہ کا قول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں	218
۞	شان معاویہ میں مستقل کتب ورسائل	220
۞	جواب	220
۞	قول ابن راہویہ کے مؤیدین	223
۞	جواب	223
۞	إِنَّهُ فَقِيه	225
۞	جواب	226
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	226
۞	حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول	229
۞	جواب	229
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	229
۞	الزامی جواب	230
۞	امام حاکم کا قول	230
۞	جواب	231
۞	علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق	232
۞	قاضی شریک کا قول	234
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	235

❁	امام اعمش کا قول	239
❁	جواب	239
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	240
❁	الزام نمبر7: حیات مرتضوی میں ان کے متبعین پر مظالم	242
❁	جواب	242
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	243
❁	ابن عبد البر کی اسانید کا جائزہ	244
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	245
❁	تاریخ طبری کی سند	248
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	249
❁	الزام نمبر8: بیعت معاویہ بیعت ضلالت ہے	250
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	250
❁	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول کی تحقیق	251
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	252
❁	کیا معترض امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول مانتے ہیں؟	252
❁	قاتل اگر فقیہ بھی ہو تو اس سے حساب ہوگا؟	253
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	254
❁	الزام نمبر9: مسلم خواتین کو لونڈی بنانا اور انہیں بازار میں برائے فروخت کھڑا کرنا	255
❁	جواب	255
❁	مصنف ابن ابی شیبہ کی سند	256
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	257
❁	الزام نمبر10: مکہ مکرمہ، مدینہ اور یمن وغیرہ پر افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنا	260
❁	جواب	260

❁	روایت کی اسنادی حیثیت	260
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حق بات کہنے سے ڈرنا	261
❁	اصل حقیقت	262
❁	الزام نمبر 11: گروہ معاویہ پر ضلالت کا الزام	264
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	264
❁	الزام نمبر 12: حصول مملکت اور دنیا طلبی کا الزام	266
❁	جواب	266
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	267
❁	جواب	269
❁	الزام نمبر 13: دنیوی سلطنت اور فرعون کا الزام	271
❁	جواب	271
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	272
❁	الزام نمبر 14: امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت فاجعہ کو مصیبت کیوں نہ سمجھنا	274
❁	جواب	275
❁	اعتراض	276
❁	اعتراض کا تحقیقی جائزہ	277
❁	بقیہ کی تدلیس التسویہ کا ثبوت	277
❁	ناصر الدین البانی کے شاگرد کی تصریح	279
❁	علت قادعہ	280
❁	اہم نکتہ: الزامی جواب	280
❁	الزام نمبر 15: امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پر خوش ہونا	282
❁	جواب	282
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	283

❁	الزام نمبر16: امام حسن رضی اللہ عنہ کو انگارہ کہنے والے کو ڈانٹنے کی بجائے پیسے دینا	285
❁	الزامی جواب	285
❁	غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی کا جواب قاضی مظہر حسین دیوبندی کی تحریر سے	285
❁	جواب	286
❁	الزام نمبر17: ممانعت نبوی ﷺ کے باوجود سونا، ریشم اور درندوں کی کھالوں کا استعمال	288
❁	جواب	288
❁	الزام نمبر18: انصار کے بارے میں نصیحت نبوی ﷺ کے باوجود ان پر دوسروں کو ترجیح دینا	290
❁	جواب	291
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	291
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار سے سلوک	292
❁	الزام نمبر19: میزبان مصطفی ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر جفا کرنا اور بے اعتنائی کر کے ان کی توہین کرنا	293
❁	جواب	293
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	294
❁	الزام نمبر20: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سلوک کا اعتراض	295
❁	جواب	295
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	296
❁	الزام نمبر21: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سلوک	298
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور انصار صحابہ سے محبت کی حدیث	299
❁	الزام نمبر22: سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رویہ کا الزام	301
❁	جواب	302
❁	الزام نمبر23: نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت پر خاموش رہنا	304

۞	جواب	305
۞	امام سبکی کی طرف ایک تاویل کی نسبت کا الزام	306
۞	الزام نمبر 24: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سود کا الزام	308
۞	جواب	309
۞	علامہ ابن قیم کی تحقیق	310
۞	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان پر حرف گیری	311
۞	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر سود کھانے کا الزام	311
۞	الزام نمبر 25: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جہالت کا الزام	313
۞	جواب	314
۞	جلیل القدر صحابہ تک حدیث کا نہ پہنچنا	314
۞	جہالت کا فتویٰ کس کس پر	317
۞	الزام نمبر 26: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابی کی تکذیب کا الزام	321
۞	جواب	321
۞	صحابہ کرام کی روایت حدیث میں احتیاط	321
۞	اعتراض سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر	322
۞	نکتہ: معزولی میں سختی	322
۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا روایت حدیث میں احتیاط	323
۞	امام شافعی کی تحقیق	323
۞	ناگواری کی وجوہات	324
۞	کسی حدیث کو نہ ماننے کے اسباب	324
۞	کیا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بھی انصاری صحابی کی تکذیب کی	325
۞	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے رویہ پر اعتراض	326
۞	جواب	326

۞	روایت کی اسنادی حیثیت	327
۞	جواب	329
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	330
۞	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گورنروں پر گرفت	330
۞	ابوالحسن سندھی کا مسلک	331
۞	الزام نمبر 27: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے انکار کا الزام	332
۞	جواب	332
۞	امام شافعی رحمہ اللہ کا روایت پر کلام	332
۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خبر کی مخالفت کی یا خبر دینے والی کی؟	332
۞	کیا صحابہ کرام مخالف قرآن تھے؟	333
۞	شاہ حسین گردیزی صاحب کا احادیث سے استدلال	334
۞	شاہ حسین گردیزی صاحب کی فتوی باز ملا کے بارے میں رائے	334
۞	موصوف فیضی کا الزام	335
۞	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علمی اختلاف	336
۞	علامہ الباجی المالکی کے قول پر تحقیق	337
۞	جواب	337
۞	الزام نمبر 28: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ذاتی رائے کا الزام	338
۞	بمقابلہ نصوص شرعیہ ذاتی رائے سے رجوع	338
۞	جواب	338
۞	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فتوی کے لیے بعض صحابہ کرام کو مخصوص کیا	339
۞	حق کی طرف رجوع کرنے دو طریقے	340
۞	جواب	340
۞	ربا یا ربا الفضل کی بحث	341

❁	جواب	341
❁	دوسری روایت میں رجوع کا تذکرہ نہیں	343
❁	حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایات	344
❁	حضرت ابوسعید الخدری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ	345
❁	جواب	345
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	346
❁	رجوع کا ذکر نہیں	346
❁	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رجوع کی روایات کی اسنادی حیثیت	347
❁	جواب	348
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	348
❁	کیا یہی تحقیق ہے	349
❁	کیا رجوع ثابت ہے؟	349
❁	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا یا نہیں	350
❁	حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا مؤقف	350
❁	الزام نمبر 29: صحابہ کرام کو دھمکیاں دینا	351
❁	جواب	351
❁	روایت میں بیان کردہ اجتماع کب ہوا؟	353
❁	کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حکومت کے طالب تھے اور نہ ملنے پر شکوہ کیا؟	355
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد؟	356
❁	باپ کے حوالہ کا مطلب	358
❁	متعلقہ معاملہ کی نوعیت	359
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا	361
❁	الزام نمبر 30: اپنے سے سابق بعض صحابہ کرام غصے کے ساتھ پاگل کہنا	363

۞	جواب	363
۞	روایت کی حیثیت	363
۞	الزام نمبر31: حدیث نبوی ﷺ کو فساد کی بات کہنا	365
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	365
۞	قول بخاری فیہ نظر کا مطلب	366
۞	الزام نمبر32: رشوت لینا دینا	367
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	368
۞	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کا الزام	368
۞	جواب	369
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	370
۞	متن روایت کا مفہوم	370
۞	حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے رشوت کا تبادلہ	370
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	372
۞	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ	373
۞	الزام نمبر33: حضرت عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما پر فسادی کا الزام	374
۞	جواب	375
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	377
۞	الزامی جواب	378
۞	الزام نمبر34: باطل طریقے سے مال کھانا	379
۞	روایت کی حیثیت	379
۞	الزام نمبر35: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مال حاصل کرنے کا الزام	381
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	382
۞	ابن ابی شیبہ کی روایت کی تحقیق	383

۞	روایت کی اسنادی حیثیت	383
۞	مسند الحارث کی سند کی تحقیق	383
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	384
۞	الاستیعاب کی سند کی تحقیق	384
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	385
۞	الاستیعاب کی دوسری سند کی تحقیق	385
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	386
۞	طبقات ابن سعد کی سند کی تحقیق	386
۞	ابن عدی کی روایات کی تحقیق	387
۞	تاریخ طبری کی روایات کی تحقیق	389
۞	انساب الاشراف کی روایت کی تحقیق	390
۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا	391
۞	الزام نمبر 36: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر دنیوی لالچ دینے کا الزام	393
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	394
۞	الزام نمبر 37: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہرقل و قیصر کی سنت کا الزام	395
۞	ابن ابی بکر کو رشوت	395
۞	جواب	395
۞	مستدرک حاکم کی روایت	396
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	397
۞	تفسیر ابن کثیر کی سند کا جائزہ	397
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	398
۞	الزام نمبر 38: قتل ناحق	400
۞	ہادی مہدی قتل ناحق	400

❁	جواب	400
❁	حضرت حجر بن عدی پر مظالم کا اعتراض	400
❁	جواب	401
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	402
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حجر بن عدی کے معاملہ کی تحقیق	404
❁	بیت المال کے اموال پر معارضہ	405
❁	والی کوفہ پر کنکر پھینکنا	405
❁	ازالہ شبہات	408
❁	روافض کی طرف سے اس مسئلے کی تائید	410
❁	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمودات	410
❁	سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ارشادات	412
❁	سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرمودات	413
❁	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تاثرات	415
❁	الزام نمبر 39: بیعت کے لیے دھمکیاں اور جھوٹ بولنے کا الزام	420
❁	یزید کی بیعت اتنا آسان	420
❁	جواب	420
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	421
❁	الاوائل کی سند	424
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	424
❁	الزام نمبر 40: شراب پینا	425
❁	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کا الزام اور اس کا جواب	426
❁	روایت کا چند زاویوں سے تحقیقی جائزہ	426
❁	پہلا زاویہ سند کے اعتبار سے	426

۞	دوسرا زاویہ مذکورہ روایت کا متن کے لحاظ سے تحقیقی جائزہ	428
۞	تیسرا زاویہ درایت کے لحاظ سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ	430
۞	چوتھا زاویہ معانی کے اعتبار سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ	432
۞	پانچواں زاویہ فقہی طریقہ سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ	432
۞	چھٹا زاویہ حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعاون کا تحقیقی جائزہ	432
۞	ساتواں زاویہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں	434
۞	کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی	435
۞	آٹھواں زاویہ مذکورہ روایت میں موجود مشروب کا تحقیقی جائزہ	435
۞	نبیذ کا استعمال سلف صالحین کی نظر میں	436
۞	کیا سلف صالحین نبیذ کو خمر بھی کہتے تھے؟	437
۞	امام نسائی رحمہ اللہ کا فرمان کہ صحابہ کرام اسلام کا دروازہ ہیں	438
۞	الزام نمبر 41: عیدین سے قبل کی بدعت کا مرتکب ہونا	439
۞	جواب	439
۞	الزام نمبر 42: تکبیرات عیدین میں کمی	440
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	440
۞	حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا عمل	441
۞	حضرت سالم رحمہ اللہ تابعی کا عمل	441
۞	حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا عمل	442
۞	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل	442
۞	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل	442
۞	ابن بطال رحمہ اللہ کی تحقیق	443
۞	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیق	443

❁	الزام نمبر 43: خطبہ عید کو نماز عیدین پر مقدم کرنا	445
❁	بدعت برائے لغت	445
❁	جواب	445
❁	دیگر روایات	446
❁	امام قرطبی کی تحقیق	449
❁	خطبہ عیدین کو مقدم کرنے پر اعتراض	450
❁	جواب	450
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	450
❁	مروان کا خطبہ عید کو صلوٰۃ پر مقدم کرنا بدعت تھا؟	451
❁	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل	452
❁	سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل	452
❁	سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عمل	453
❁	الزام نمبر 44: مساجد کے ممبروں پر سب وشتم اور لعنت کرنا کرانا	455
❁	جواب	455
❁	گورنر کا سب وشتم کرنے کا الزام	458
❁	ایک ملاقات کی مار	458
❁	جواب	458
❁	روایت کی اسنادی حیثیت اور مروان کے پیچھے نمازیں پڑھنا	459
❁	راوی عمیر بن اسحاق کی توثیق کے دلائل کا علمی جائزہ	460
❁	امام ابن معین رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی توثیق کا جواب	461
❁	امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ قرار دیا کا جواب	470
❁	سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کا سب کرنا، ایک منقطع روایت	472
❁	نوٹ	474

الزام نمبر45: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا الزام	475
تاریخ طبری کی روایت کا تحقیقی جائزہ	477
الاستیعاب کی روایت کا تحقیقی جائزہ	477
الزام نمبر46: امام حسن بصری رحمہ اللہ کی ناراضگی کا الزام	479
الاستیعاب کی سند کی تحقیق	479
الانساب کی روایت کا تحقیقی جائزہ	481
امام حسن بصری رحمہ اللہ کے مشہور قول کی تحقیق	482
گورنر معاویہ کی برہمی کی تحقیق	484
روایت کی اسنادی حیثیت	485
الزام نمبر47: قتل حجر بن عدی کا الزام	490
روایت کی اسنادی حیثیت	490
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول	491
انساب الاشراف کی سند کا تحقیقی جائزہ	494
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر قتل حجر کا الزام	496
روایت کی اسنادی حیثیت	498
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا	500
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے اعمال پر استغفار کرنا	501
الزام نمبر48: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رگ ہدایت کا طعنہ	504
جواب	504
روایت کی اسنادی حیثیت	504
سب وشتم کا طعنہ	505
مساجد کے منبروں پر سب وشتم اور لعنت کرنا کرانا	506
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان کا اعتراف	507

۞	علامہ ابو العباس القرطبی کا بیان	508
۞	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت کا اقرار	508
۞	الزام نمبر 49: یزید کی ولی عہدی میں قرآن وسنت اور خلفاء راشدین کی خلاف ورزی کرنا	510
۞	یزید کی تقرری سنت یا بدعت؟	510
۞	جواب	510
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	511
۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سنت کی تبدیلی کا الزام	512
۞	راویت کی اسنادی حیثیت	514
۞	ولی عہد کی محبت کا الزام	522
۞	جواب	523
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	523
۞	صحابی رسول جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول	525
۞	صحابی رسول ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کا قول	526
۞	صحابی رسول ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول	526
۞	صحابی رسول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول	526
۞	خواہش نفسانی کا الزام	527
۞	جواب	527
۞	الزام نمبر 50: یزید کی ولی عہدی کی خواہش کا الزام	529
۞	یزید کی ولی عہدی: خواہش یا سنت؟	529
۞	جواب	529
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	529
۞	خواہش کا الزام	530
۞	جواب	530

۞	روایت کی اسنادی حیثیت	530
۞	جناب فیضی اور ابن ابی زیاد کی روایت کا موضوع ہونا	532
۞	الزام نمبر 51: تحریری معاہدہ کی تحقیق	533
۞	اتباع سنت یا منافی ایمان؟	533
۞	جواب	533
۞	خواہش کا متبع بھی قابل مدحت؟	534
۞	جواب	534
۞	پہلی روایت کی اسنادی حیثیت	535
۞	دوسری روایت کی اسنادی حیثیت	536
۞	تیسری روایت کی اسنادی حیثیت	537
۞	الزام نمبر 52: نکاح کے بعد اور وطی سے قبل بیوی کے پورے جسم کا معائنہ کرانا	538
۞	کیا عورت کی شرم گاہ کو دیکھنا جائز ہے؟	538
۞	جواب	538
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	539
۞	الزام نمبر 53: بیوی کی شرم گاہ کے نیچے تل کی وجہ سے طلاق دے دینا	540
۞	جواب	540
۞	روایت کی اسنادی حیثیت	540
۞	الزام نمبر 54: جسم پر تل کی وجہ سے یزید کی ماں میسون کا غیبی خبر دینا	542
۞	جواب	542
۞	الزام نمبر 55: فقط میسون کی خبر کی وجہ سے اپنی تازہ منکوحہ کو طلاق دے ڈالنا	543
۞	جواب	543
۞	الزام نمبر 56: آدمیوں کا خصی کرانا	544
۞	کیا مرد کو خصی کرنا جائز ہے؟	544

❁	جواب	544
❁	الزام نمبر 57: قرآن مجید کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل کتاب کو راز دار بنانا	546
❁	امیر شام اور اہل کتاب	546
❁	جواب	546
❁	امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کی تحقیق	547
❁	الزام نمبر 58: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عیسائی درباری کا الزام	551
❁	جواب	551
❁	علم طب عہد عباسی میں	552
❁	الزام نمبر 59: نصرانی طبیب سے مسلمانوں کے سربرآوردہ لوگوں کو زہر دلا کر انہیں راہ سے ہٹانا	554
❁	جواب	555
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	555
❁	الزام نمبر 60: عیسائیوں کا اقتدار میں شرکت کا الزام	560
❁	عیسائیوں کی اقتدار بنو امیہ میں شرکت	560
❁	جواب	560
❁	الزام نمبر 61: میسون کے نصرانی ہونے کا اعتراض	561
❁	کیا ام یزید (میسون) مسلمان تھی؟	561
❁	جواب	561
❁	صلح الامام الحسن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات	563
❁	خلاصہ جواب	564
❁	انجینیر مرزا محمد علی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات	566
❁	انجینیر مرزا محمد علی کا تعارف اور اس کے عقائد	567
	تعلیمی لیاقت	567

۞	مسلم علمی کتابی فرقے کا اعلان	567
۞	بنوامیہ خاص کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا منبروں پر گالیاں دلوانے کا الزام	570
۞	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت اور اس کا تحقیقی جائزہ	570
۞	عربی لفظ ،سب، کا معنی ومفہوم احادیث کی روشنی میں	572
۞	پہلی مثال	573
۞	وضاحت	574
۞	دوسری مثال	574
۞	تیسری مثال	574
۞	چوتھی مثال	575
۞	پانچویں مثال	575
۞	وضاحت	576
۞	نوٹ	577
۞	سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان	579
۞	راوی ابومعاویہ	582
۞	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت	584
۞	حدیث عبداللہ بن ظالم کی تضعیف کرنے والے محدثین	586
۞	حدیث عبداللہ بن ظالم کی تخریج	589
۞	منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی کی روایت	589
۞	حصین بن عبدالرحمٰن السلمی الکوفی کی روایت	597
۞	ترجیح	599
۞	ائمہ فن کی تصریح	601
۞	علامہ احمد شاکر کا تساہل	602
۞	علامہ احمد شاکر کے تساہل کی وجہ	604

۞	حدیث عشرہ کی صحیح سند	608
۞	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت	610
۞	وضاحت	611
۞	انتہائی اہم ترین بات	613
۞	حضرت ام سلمہ کی رضی اللہ عنہا طرف منسوب روایت	614
۞	حجر بن عدی کے حوالے سے مرزا جہلمی کے اعتراضات کے جوابات	622
۞	حجر بن عدی کے قتل کے ساتھ تعلق رکھنے والی ضعیف روایات	624
۞	مرزا کی پہلی دلیل	625
۞	مرزا کی دوسری دلیل	626
۞	مرزا کی تیسری دلیل	627
۞	مرزا کی چوتھی دلیل	628
۞	مرزا کی پانچویں دلیل	628
۞	مرزا کی چھٹی دلیل	629
۞	مرزا کی ساتویں دلیل	629
۞	مرزا کی آٹھویں دلیل	630
۞	مرزا کی نویں دلیل	631
۞	مرزا کی دسویں دلیل	632
۞	مرزا کی گیارہویں دلیل	633
۞	مرزا کی بارہویں دلیل	634
۞	مرزا کی تیرہویں دلیل	635
۞	مرزا کی چودہویں دلیل	635
۞	کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلوایا	641
۞	سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟ روایات کا جائزہ	641

❁	بقیہ بن ولید کی تدلیس تسویہ کا ثبوت	643
❁	ایک بہانے کا رد	650
❁	بقیہ کی روایت پر ایک شبہ کا جواب	651
❁	بقیہ کی روایت منعن ہونے کی وجہ سے نامقبول ہے	652
❁	امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا	654
❁	دلیل نمبر 1	655
❁	اس راوی پر جرح کرنے والے محدثین	656
❁	اس راوی کی تعدیل کرنے والے محدثین	658
❁	حدیث سفینہ سے مرزا جہلمی کا باطل استدلال	666
❁	حدیث سفینہ کی تخریج	669
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کا الزام اور اس کا جواب	672
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بغض علی کی وجہ سے آہستہ تلبیہ کہلوانے کا الزام	672
❁	حضرت معاویہ پر قتل کرنے اور باطل طریقہ سے مال کھانے کا مرزا جہلمی کا الزام	675
❁	روایت کی حیثیت	676
❁	اللہ معاویہ کا پیٹ نہ بھرے، سے مرزا کے باطل استدلال کا جواب	677
❁	حضرت معاویہ کا سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ سلوک	688
❁	جواب	688
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	689
❁	سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سلوک کا اعتراض	689
❁	روایت کی اسنادی حیثیت	690
❁	کیا معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتے تھے؟	692
❁	روایت میں بیان کردہ اجتماع کب ہوا؟	693
❁	کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حکومت کے طالب تھے اور نہ ملنے پر شکوہ کیا؟	695

۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد؟	697
۞	باپ کے حوالہ کا مطلب؟	698
۞	یہ اجماع کس مسئلہ کے متعلق تھا؟	699
۞	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا	701
۞	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنگ صفین میں دعائے قنوت پڑھنے کی تحقیق	703
۞	جواب	703
۞	گیہوں کا صدقہ فطر ایک صاع یا نصف صاع؟	707
۞	مذکورہ حدیث سے ماخوذ نتائج اور ان کا فساد	709
۞	نصف صاع گندم صدقہ فطر کے متعلق احادیث و آثار	713
۞	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل	715
۞	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات اور ان کے جوابات	720
۞	اعتراض نمبر 1 اور اس کا جواب	720
۞	اعتراض نمبر 2 اور اس کا جواب	721
۞	اعتراض نمبر 3	721
۞	جواب	722
۞	اعتراض نمبر 4 اور اس کا جواب	723
۞	درایت کے اعتبار سے	725
۞	تکاثر انیہ میں شاہ حسین گردیزی صاحب کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات	726
۞	کتاب تکاثر انیہ کا تعارف	727
۞	کتاب تکاثر انیہ سے پیدا ہونے والے باطل نظریات	727
۞	تکاثر انیہ میں شاہ حسین گردیزی صاحب کے تضادات	728
۞	تضاد نمبر 1	729

❁	تضاد نمبر 2	729
❁	تضاد نمبر 3	730
❁	تضاد نمبر 4	731
❁	تضاد نمبر 5	732
❁	تضاد نمبر 6	732
❁	شاہ حسین گردیزی صاحب کی علامہ تفتازانی رحمہ اللہ سے بغاوت	733
❁	شاہ حسین گردیزی اور کتاب تفتازانیہ	736
❁	جواب	738
❁	جنگ صفین حضرت علی ؓ وحضرت معاویہ ؓ میں جنگ کی حقیقت	739
❁	کیا جنگ صفین کی روایتیں قابل اعتماد ہیں؟	739
❁	ابو مخنف لوط بن یحییٰ پر تحقیق	739
❁	ابو مخنف کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ کی رائے	741
❁	جنگ جمل اور صفین کے درمیانی عرصہ میں کیا اہم واقعات پیش آئے؟	742
❁	حضرت علی ؓ اپنا دارالحکومت کوفہ کیوں منتقل کیا؟	743
❁	باغیوں کے نقطہ نظر سے صوبہ شام کی کیا اہمیت تھی؟	743
❁	حضرت معاویہ ؓ نے حضرت علی ؓ کی بیعت کیوں نہیں کی؟	745
❁	حضرت عمرو بن العاص ؓ حضرت معاویہ ؓ سے کیسے ملے؟	746
❁	اس وقت اکابر صحابہ کرام ؓ کا رجحان کیا تھا؟	747
❁	باغیوں کا اہل شام کے خلاف کیا منصوبہ تھا؟	748
❁	حضرت علی ؓ نے باغیوں کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کی؟	753
❁	حضرت علی ؓ نے باغیوں کے حملے میں ان کا ساتھ کیوں دیا؟	754
❁	کیا حضرت معاویہ ؓ کا قصاص عثمان کا طریقہ درست تھا؟	755
❁	جنگ صفین میں کیا حالات پیش آئے؟	756

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ میں کیسے شہید ہوئے؟	758
جنگ بندی کیسے ہوئی؟	762
جنگ صفین کے خاتمے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تاثرات	767
کیا جنگ صفین سے بیرونی قوتوں نے فائدہ اٹھایا؟	770
واقعہ تحکیم	772
فیصلہ کرنے والے کون تھے اور ان کا تعین کیسے ہوا؟	772
کیا صلح کا معاہدہ لکھا گیا تھا؟	774
باغیوں نے صلح کے اس معاہدے کے سلسلے میں ردعمل کیا تھا؟	777
صلح کے اس معاہدے کے بعد دونوں افواج واپس چلی گئیں	779
واقعہ تحکیم کی روایات کس حد تک درست ہیں؟	780
واقعہ تحکیم صحیح تفصیلات کیا ہیں؟	789
واقعہ تحکیم کے بعد کے واقعات	790
کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حجاز و یمن میں فوج کشی کی؟	790
کیا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا؟	795
جنگ صفین اور سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	796
اعتراض نمبر 1، کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے؟	800
جواب	800
اس وقت کے حالات کیا تھے	800
مشاجرات صحابہ کے متعلق اہل سنت کا موقف	801
مشاجرات کے متعلق سوالات کا جواب نہیں دیا جائے	802
مشاجرات صحابہ کا حکم	803
حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تحقیق	804
کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے؟	804

۞	تقتله الفيئة الباغيه، کے الفاظ کی تحقیق صحیح بخاری کی روشنی میں	804
۞	حافظ فربری کا نسخہ	805
۞	حافظ نسفی کا نسخہ	805
۞	حافظ نسوی کا نسخہ	806
۞	حافظ بزدوی کا نسخہ	806
۞	حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور مخالف ان کو جہنم کی طرف کیا یہ حدیث رسول ہے؟	814
۞	حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے استدلال مخالفین اہل سنت کا وطیرہ ہے	819
۞	حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مصداق کون؟	819
۞	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیث عمار کے مصداق نہیں ہیں	819
۞	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی گواہی	820
۞	صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث عمار کو بنیاد نہیں بنایا	820
۞	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قول میں ضلالت، باطل، فاسق اور ظالم کا اطلاق و معنی	824
۞	مرویات میں لفظ ضلالت کا استعمال	824
۞	مرویات میں لفظ باطل کا استعمال	825
۞	مرویات میں فاسق اور ظالم کا اطلاق	825
۞	لفظ ضلالت پر لغوی بحث	826
۞	لفظ فسق پر لغوی بحث	827
۞	لفظ ظالم پر لغوی بحث	827
۞	باطل، ضلالت کے معنی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	828
۞	باغی پر ظالم، جور اور فاسق کا اطلاق	829
۞	شاہ حسین گردیزی صاحب کا اعتراض اور اس کا تحقیقی جواب	831
۞	بغاوت کیا ہے اور باغی کون ہوتا ہے؟	831

بغاوت کی لغوی تعریف	831
بغاوت کی اصطلاحی تعریف	833
فقہائے احناف اور بغاوت کی تعریف	833
فقہائے مالکیہ اور بغاوت کی تعریف	835
فقہائے شافعیہ اور بغاوت کی تعریف	835
فقہائے حنابلہ اور بغاوت کی تعریف	837
فقہائے جعفریہ اور بغاوت کی تعریف	838
باغی گروہ کون تھا؟	839
حضرت معاویہ ؓ کا مقصد کیا تھا	846
ہر بغاوت بری نہیں ہوتی	846
امام دحیم کا فیصلہ فیئۃ الباغیہ کے بارے میں	846
الفیئۃ الباغیۃ، سے اہل شام کو مراد لینے والوں پر امام دحیم رحمہ اللہ کا فیصلہ	847
حضرت معاویہ ؓ نے حضرت عثمان ؓ کے قصاص کے لیے آواز کیوں اٹھائی	848
حضرت معاویہ ؓ صورتاً باغی تھے	849
کیا بغاوت صرف حضرت معاویہ ؓ نے کی تھی؟	850
متکلمین اہل سنت اور لفظ باغی کا اطلاق	858
باغی کا اطلاق کس معنی میں	858
امام ابن الہمام رحمہ اللہ کی تصریح	859
امام ابن نجیم المصری رحمہ اللہ کی تصریح	859
علامہ بدر الدین العینی رحمہ اللہ کی تصریح	859
علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ کا موقف	860
امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تصریح	861
علامہ عبد اللطیف سندھی رحمہ اللہ کی تصریح	861

❁	اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی تصریح	861
❁	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہا جائے	862
❁	حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	863
❁	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کی نظر میں	866
❁	علماء حق پر کیوں شان معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنا لازم ہے	867
❁	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	868
❁	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے مؤقف کی تحقیق	869
❁	جواب	870
❁	اعتراض نمبر 2۔حضرت علی رضی اللہ عنہ قتال کا حکم	877
❁	جواب	877
❁	پہلی سند کا تحقیقی جائزہ	877
❁	دوسری سند کا تحقیقی جائزہ	881
❁	جواب	881
❁	تیسری سند کا تحقیقی جائزہ	885
❁	جواب	885
❁	چوتھی سند کا تحقیقی جائزہ	885
❁	جواب	886
❁	پانچویں سند کا تحقیقی جائزہ	889
❁	جواب	889
❁	قاسطین، ناکثین، اور مارقین روایت کے ضعیف وموضوع ہونے پر محدثین کی آراء	892
❁	اعتراض نمبر 3	895
❁	کیا حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے؟	895
❁	جواب	895

❁	طبقات ابن سعد کی روایت	902
❁	جواب	903
❁	الاحاد والمثانی کی روایت	904
❁	جواب	904
❁	تاریخ الاوسط للبخاری کی روایت	906
❁	جواب	906
❁	اعتراض نمبر 4	914
❁	جواب	914
❁	شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مالک بن حارث الاشتر نخعی	915
❁	حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے تاثرات	916
❁	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مالک الاشتر کے بارے تاثرات	916
❁	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مالک اشتر کے بارے تاثرات	917
❁	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مالک اشتر کے بارے تاثرات	917
❁	مالک اشتر کا اقرار کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا	918
❁	مالک اشتر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ	921
❁	مختار ثقفی کذاب	923
❁	شیعہ کی کتب سے مختار ثقفی کے بارے اہل بیت کی رائے	927
❁	مختار ثقفی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو غداری سے بیچنا چاہتا تھا	927
❁	مختار ثقفی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا	928
❁	حضرت زین العابدین مختار ثقفی پر لعنت بھیجتے تھے	928
❁	محمد بن ابی بکر کا قتل اور تاریخی حقائق	929
❁	اعتراض کا مدلل جواب	929
❁		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو اپنے
والدین کے نام انتساب کرنے کی سعادت
حاصل کرتا ہے جن کا احسان میں ساری زندگی نہیں اتار سکتا
ان کی تربیتِ صالحہ کے نتیجہ میں راقم کو مسلک اہل سنت کی خدمت
کی توفیق ملی ، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطاء فرمائے
آمین

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

قاری ظہور احمد
فیضی کی کتب کا
علمی و تحقیقی جائزہ

علماءِ حق پر کیوں شانِ معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنا لازم ہے؟

حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ الْعَبَّاسُ بْنُ يُوسُفَ الشِّكْلِيُّ ، قال : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُهَلَّبِ الزُّهْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ السَّاحِلِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ ، وَالْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ ، قَالَا : حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا حَدَثَ فِي أُمَّتِي الْبِدَعُ وَشُتِمَ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ . فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحُسَيْنِ : فَقُلْتُ لِلْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ : مَا إِظْهَارُ الْعِلْمِ ؟ قَالَ : إِظْهَارُ السُّنَّةِ ،

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری اُمت میں بدعتیں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے گا اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی، عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ولید بن مسلم سے دریافت کیا کہ حدیث میں اظہار علم سے کیا مراد ہے، فرمایا: اظہار سنت۔

(1) الشریعہ للآجری: 5/ 292 رقم 2003 (2) الاعتصام للشاطبی: 1/ 77

(3) الجامع الاخلاق الراوی: 4/ 72 رقم 1366 (4) تاریخ دمشق: 54/ 80

سبب تالیف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ اجمعین: أما بعد!

تحقیق کے میدان میں اہمیت اصول اور مسلمہ حوالہ جات کی ہوتی ہے نہ کہ ذاتی خام وخیال کی، چند دنوں قبل ہی ایک دوست نے جناب ظہور احمد فیضی صاحب کی کتاب [الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل معاویۃ] کا تذکرہ کیا، کتاب کے نام سے ایسا لگا کہ شاید اس موضوع پر کوئی تحقیقی یا علمی کتاب ہوگی، مگر مطالعہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جناب فیضی صاحب کو تو اصول حدیث اور اسماء الرجال کی ابتدائی ابحاث کا بھی علم نہیں اور جناب نے ساری کتاب غیر اہل سنت کی کتاب سے بطور سرقہ لکھی ہے اگر ریسرچ اسکالر صاحب کو اس پر اعتراض ہو تو موصوف کی خدمت میں وہ تحریر پیش کردی جائے گی جس سے سرقہ کیا گیا ہے۔

جناب موصوف اپنی دیگر کتابوں میں اپنا مؤقف ثابت کرنے کے لیے الگ اصول پیش کرتے ہیں جبکہ مخالفین کے دلائل پر مختلف اصول پیش کرتے ہیں موصوف نے دعوتِ اسلامی کی طرف سے شائع شدہ کتاب، فیضان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کو ہدف کا نشانہ بناتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کا ایک انبار لگا دیا، جس کی حقیقت کتاب میں ملاحظہ کیجیے گا۔

جناب فیضی کی کتاب کا جواب لکھنا دعوتِ اسلامی کا حق ہے مگر اس کتاب کے لکھنے کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ موصوف فیضی صاحب کو مخالفین مسلک اہل سنت وجماعت بریلوی گمان کرتے ہیں، یا اس مسلک سے تعلق کا تاثر دیا جاتا ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے اور موصوف خود حضرت مولانا راشد رضوی صاحب کے ساتھ مناظرہ میں اس کا اظہار کرچکے ہیں جناب ظہور احمد فیضی صاحب کی عبارات اور تحریر، اہل سنت وجماعت پر حجت نہیں ہیں۔

موصوف نے تحقیق کے نام پر اصول کی جو دھجیاں اڑائی ہیں اس کی مثال نہیں ملتی، مگر ان تمام اعتراضات سے نہ تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرق پڑا اور نہ ہی دعوتِ اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس قادری صاحب مدظلہ العالی کی ذات پر حرف آیا اگر کسی کتاب میں اِکا دُکا روایات پر کچھ اعتراض تھے بھی تو اس کو بیان کرنے سے ناصبی ہونے کا فتویٰ انتہائی قابل مذمت ہے اس مقام پر یہ بحث بھی اہم ہے کہ کسی پر ناصبی کا فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے؟

موصوف نے حضرت محمد الیاس قادری صاحب مدظلہ العالی پر فیضان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مسجد امیر معاویہ، لنگر

معاویہ کے حق میں بولنے پر ناصبیت کا فتویٰ لگایا، ایسے فتویٰ پر اگرچہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکثر نام نہاد ریسرچ اسکالر کا یہ طرہ امتیاز ہوتا ہے کہ وہ مخالفین پر فتویٰ بازی کرتے رہتے ہیں مگر اس مقام پر عوام الناس کے لیے امام ابن المدینی رحمہ اللہ کا قول پیش خدمت ہے۔

محدث علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَدَّادُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ يَقُولُ: ....وَمَنْ قَالَ: فُلَانٌ نَاصِبِيٌّ عَلِمْنَا أَنَّهُ رَافِضِيٌّ. (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: 1/ 166)

ترجمہ: جب کوئی کہے کہ فلاں ناصبی ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ رافضی ہے۔

اور اسی معنیٰ میں امام ابو زرعہ رحمہ اللہ اور ابو حاتم رحمہ اللہ سے بھی اسی کتاب میں یہ قول ملتا ہے اور امام البربهاری نے بھی شرح السنۃ صفحہ 52 میں نقل کیا اور اس کی تفصیل لسان المیزان: 5/ 268 میں مل سکتی ہے۔

محدث علی بن المدینی رحمہ اللہ کے اس قول کے بعد کسی طرح کے تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام کا صوابدیدی اختیار ہے، جناب فیضی صاحب کے تضادات اتنے زیادہ ہیں کہ اس پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے، مگر اس کتاب میں جناب کے تضادات کو صرفِ نظر کرتے ہوئے ان کے دلائل کا تحقیقی جائزہ اور ان کے اعتراضات کا علمی محاسبہ پیش خدمت ہے۔

موصوف معترض نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی اپنی ناکام کوشش ضرور کی ہے مگر ان دلائل کی حقیقت اصول کی روشنی میں قارئین کے سامنے پیش کر دی گئی ہے اور وہ خود نتیجہ اخذ کریں کہ حق کیا ہے؟ موصوف معترض اگر اپنی کتابوں میں موضوع اور متروک روایات پر کام کر لیتے تو بہت بہتر تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت اور ان کی عظمت کا اقرار کتاب میں بحوالہ ثابت کیا گیا ہے جس کا اقرار خود جناب فیضی صاحب نے بھی اپنی کتاب شرح خصائص علی میں کیا ہے جس سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر دشمن خانوادہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بغض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا طعنہ اور الزام غلط ہے۔

اس مقام پر ایک اہم بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دفاع ہے اس لیے فتویٰ باز مفتی یا نام نہاد ریسرچ اسکالر یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مخالفت کرنے والے یا معاویہ والوں نے یہ کتاب لکھی ہے، اس لیے اپنا عقیدہ اور دعویٰ پیش خدمت ہے تاکہ کسی کی مجال نہ ہو کہ ہمیں ناصبی یا مخالفِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا الزام دے سکے

عقیدہ اہل سنت و جماعت

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ علیہ اپنا عقیدہ کچھ یوں لکھتے ہیں:

بالجملہ ہم اہلِ حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پُر نور امیر المؤمنین مولی المسلمین سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے، کہ فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فجار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت ونسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی، یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالےٰ ہم اہلِ توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔ (فتاوی رضویہ:10/ 201)

اعلیٰ حضرت ایک دوسرے مقام پر اپنے عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

رہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اُن کا درجہ ان سب کے بعد ہے، اور حضرت مولیٰ علی (مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی) کے مقام رفیع (مراتب بلند وبالا) وشانِ منیع (عظمت ومنزلتِ محکم واعلا) تک توان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن میں ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبا رفتار (ہوا سے بات کرنے والے، تیز رو، تیز گام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کرسکیں۔

مگر فضل صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) وشرف سعادت خدائی دین ہے (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بر بنائے نفسانیت تھا صاحب ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی، (ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ) ہم تو بحمد اللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامانِ خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امر حق میں ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصًا) الزام بدگویاں اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں سے بری رکھنا منظور ہے۔ (فتاوی رضویہ:29/ 376)

مسلک اہل سنت کے اس عقیدہ کے بیان کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، یہی میرا بھی عقیدہ ہے الحمد للہ، اگر کسی کے ذہن میں کوئی وسوسہ ہے تو اُسے ضرور نظر ثانی کرنی چاہیے۔

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

تحقیق و اختلاف اگر حقائق کے پیش نظر ہوں اس کے نتائج مثبت ہوتے ہیں مگر تحقیق کی منشاء مسلکی حمیت اور کسی کو خوش کرنے کے مقصد سے ہو تو اس سے بگاڑ ہوتا ہے اور اصلاح کا مقصد تام نہیں ہوتا چند لکھاریوں کا وطیرہ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ اتنا بولتے ہیں کہ لوگوں کو بعض اوقات سچ کا گمان ہونے لگتا ہے زمانہ حال ہی کے ایک صاحب قراءت کرتے کرتے لکھاری کے عہدہ تک پہنچے اور جیسے ہی قلم ان کے ہاتھ میں آیا تو انہوں نے اس قلم سے اکابرین اہل سنت پر ہی تبراء کرنے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ایسے لکھاری کے قلم سے نہ تو حضرات شیخین کریمین و دیگر صحابہ کرام کی ذات بابرکات محفوظ رہیں اور نہ ہی کوئی سنی عالم بچا جو دل میں آیا وہ لکھ دیا، چاہے وہ بات سنداً اثابت ہو یا نہ ہو، موصوف کو شاید یہ زعم ہے کہ ان کا جھوٹ اور فریب کسی پر عیاں نہیں، مگر ایسی چالاکیاں اہل علم سے کوئی ڈھکی چھپی نہیں، موصوف نے حب اہل بیت کے نام پر جو تنقیص صحابہ کا سلسلہ خود کو سنی ظاہر کر کے شروع کیا ہے وہ کوئی قابل ستائش امر نہیں، یہ ہیں موصوف قاری ظہور احمد فیضی جن کی ایک کتاب { الاحادیث الموضوعہ فی فضائل معاویہ } کا جواب { الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ } کے نام سے راقم دے چکا ہے۔

موصوف نے ایک مناظرہ میں اپنے آپ کو سنی کہا، مگر شاید سنی کی جامع مانع تعریف سے نابلد ہیں جناب اگر آل انڈیا سنی کانفرنس میں بیان کردہ "سنی" کی تعریف ہی پڑھ لیتے تو ان کو یہ خفت نہ اٹھانی پڑتی، موصوف اپنی کتاب میں جو اعتراضات صحابہ کرام و علماء کرام کے بارے میں کرتے ہیں وہ غیر اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہیں، جس کے جوابات ہمارے اکابرین نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں دیے ہیں، کیونکہ ہمارا مقصد غیر اہل سنت کے وارد کردہ اعتراضات کے جواب دینا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دلچسپی ہے موصوف کیونکہ عوام الناس میں اپنے آپ کو مسلک اہل سنت سے باور کرواتا ہے اس لیے اس کے لایعنی اعتراضات پر کچھ لکھنے کی جسارت کی ہے وگرنہ کوئی خاص ضرورت نہ تھی قاری صاحب اگر اپنے قرآت کے فن پر ہی توجہ دیتے تو بہتر تھا، صحابہ کرام کی ذات گرامی پر کیچڑ اچھال کر شاید موصوف لکھاری بننے کا شوق پورا کرنا چاہتے

ہیں کوئی بات نہیں موصوف اپنے شوق پورا کریں مگر اہل سنت پر اعتراضات کا ان کو علمی و تحقیقی جواب ضرور دیا جائے گا تاکہ عوام الناس کو موصوف کی علمی حیثیت اور حقیقت معلوم ہو سکے۔

قاری ظہور احمد فیضی کی تحریر کا منہج اور اسلوب

قاری ظہور احمد فیضی کی تحریر کا منہج اور اسلوب یہ ہے کہ:

ضعیف و موضوع روایات کو بہت ساری کتب کے حوالہ سے بیان کیا جائے تاکہ قارئین کو ان کے حوالہ جات کی حقیقت معلوم نہ ہو سکے۔

پھر موصوف عبارات سے وہ مفہوم پیش کریں گے کہ جس کا اصل عبارت کے سیاق و سباق سے کوئی ربط نہیں اور نہ ہی اس کی وہ تشریح بنتی ہے۔

حال کے لکھاری بزعم خویش اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ دے کر عوام الناس پر یہ رائے مسلط کرنا چاہتے ہیں کہ اگر فلاں بات غلط ہوتی تو اہل سنت کے علماء نے اسے اپنی کتابوں میں کیوں درج کیا؟ اس کا تفصیلی جواب تو دیا جائے گا مگر اس مقام پر اتنی وضاحت کافی ہے کہ اہل سنت کی کسی بھی کتاب میں کوئی بات لکھنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ مصنف کے نزدیک وہ بات صحیح ہوگی، اگر یہ بات بالفرض تسلیم کر بھی لی جائے تو کسی بھی مصنف کا انفرادی یا چند علماء کی ذاتی رائے کبھی بھی کسی مسلک کے اجتماعی رائے نہیں قرار پاتی بلکہ ایسے اقوال کو شاذ کہا جاتا ہے اور یہ سب پر واضح ہے کہ شاذ رائے کی حیثیت کو مجموعی یا جمہور کا مسلک قرار نہیں دیا جاتا بلکہ ایسے قول کے قائل پر حسن نیت کی وجہ سے [کسی حکم کے بغیر] قول کو رد کر دیا جاتا ہے۔

جب لکھاری کا مطلب احادیث صحیحہ سے نہیں نکلتا تو پھر موصوف تاریخی روایات کا سہارا لیتے ہیں مگر ان میں بھی ضعیف اور بدمذہب راوی ہوتے ہیں جس پر محدثین کرام کی جروحات موجود ہیں اور پھر تاریخی روایات کو ماننے پر زور زبردستی کرتے ہیں جیسا کہ جسٹس غلام علی نے خلافت و ملوکیت کے دفاع میں لکھی کتاب میں اور قاضی اطہر نے اپنی کتاب حضرت علی و حسن رضی اللہ عنہما میں کیا ہے تفصیلی جواب تو اپنے موقع پر دیا جائے گا مگر مختصر اجواب یہ ہے کہ تاریخی کتب میں کسی معاملہ میں استشہاد اور صحابہ کرام پر طعن والی روایات سے استدلال میں فرق ہے، صحابہ کرام کی شان اقدس میں ضعیف تو کجا، صحیح روایات قبول نہیں ہوتی، یہ لوگ بدمذہب راویوں کی بیان کردہ روایات تاریخ کی کتب سے پیش کر کے صحابہ کرام کی ذات کو مطعون کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ایسی روایات کی اول تو پہلے سند ہی نہیں ہوتی، دوم اگر سند موجود ہو تو مجہول اور ضعیف

وکذاب راویوں سے مروی ہوتی ہیں۔

جب ایسی روایات کو ضعیف ثابت کیا جائے تو اپنے حوارین کو خوش کرنے کے لیے اور عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے کہا جاتا ہے کہ روایت ضعیف ہے کوئی موضوع تو نہیں، اس بہانہ کے بابت عرض یہ ہے کہ سند کا ضعیف ہونا ایک الگ معاملہ ہے اور راوی متعدد بار ضعیف ہوتا ہے مگر اس کے بدمذہب ہونے اور روایت کے داعی إلیٰ البدعت ہونے کی وجہ سے روایت موضوع بن جاتی ہے جسے علت قادحہ کہا جاتا ہے، اس کی تفصیل علامہ سیوطی کی کتاب تدریب الراوی میں ملاحظہ کریں ضعیف مرویات اور تاریخی روایات سے سیر کے معاملات جیسے کہ غزوہ اور اس کی تفصیل تو لی جا سکتی ہے مگر مثالب صحابہ اور تنقیص صحابہ میں ایسی روایات ہرگز قبول نہیں ہوتی بلکہ مردود و باطل شمار ہوتی ہیں۔

موصوف کے کس کس جھوٹ اور فریب کو بے نقاب کیا جائے یہ بذات خود ایک حل طلب بات ہے لکھاری صاحب نے اپنی ساری کتاب میں ضعیف اور باطل دلائل سے ہی استفادہ کر کے ایک خاص موقف پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کی حقیقت آپ کتاب میں ملاحظہ کریں گے، موصوف نے امام حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح و بیعت کو صرف صلح اضطراری و مجبوری ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اس موقف کے لیے چند عنوانات قائم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون و مجروح کرنے کی اپنی سابقہ روش پر گامزن رہے ہیں موصوف نے یہ تمام دلائل کس جگہ سے لیے ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، مگر ان دلائل کو اہل سنت کے دلائل قرار دینا ایک بھونڈا مذاق ضرور ہے جس کی وضاحت تفصیل سے بیان ہوگی، اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین

مقدمۃ التحقیق

اہل علم و محققین متقدمین و متاخرین کا یہ منہج رہا ہے کہ وہ احادیث اور آثار کو اصول کے تحت پرکھتے ہوئے تاریخی روایات کے قبول اور عدم قبول کے اصول و ضوابط بھی واضح کرتے ہیں کیونکہ ہر باطل اور گمراہ شخص عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے باطل و مردود قسم کی تاریخی روایات پیش کرتا ہے، ان گمراہ لوگوں کا یہ وطیرہ ہے کہ اپنی کتب میں مرویات کے متن کو تو پیش کرتے ہیں مگر سند کو قصداً چھوڑ دیتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے روایت کے متروک، ضعیف یا موضوع ہونا واضح نہ ہوسکے، اس کے بعد ان گمراہ لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ اہل سنت کے تاریخی مصادر میں سے اپنی پسند کا کوئی بھی حوالہ پیش کر کے یہ چیختے چلاتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ اگر یہ روایت ضعیف یا قابل استدلال نہ ہوتی، تو سنی علماء اس کو اپنی کتب میں نقل ہی کیوں کرتے؟ یا اپنی کتب میں عوام الناس کو دھوکا دیتے ہوئے یہ ڈھول بجاتے ہیں کہ اہل سنت علماء نے اپنی کتب میں فلاں فلاں بات یا واقعہ کو بغیر کسی رد و قدح کے لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس فلاں بات سے کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اگر اختلاف ہوتا تو وہ اپنی تحریر میں اس پر اعتراض ضرور قائم کرتے۔

اب ان تمام خرافات کا مقصد صرف اپنی بدعت و گمراہی کو عوام الناس کے ساتھ خواص پر تھوپنا ہے، اس لیے ادھر ادھر، مارے مارے، پھرتے پھراتے، لوگوں کے ذہن خراب کرنے میں لگے رہتے ہیں، مگر ان تمام خرافات کے مقابلہ میں چند نکات بیان کرنا اہم ہے۔

❁(اول): جب احادیث و مرویات و آثار کو بغیر سند یا سند کے ساتھ ضعیف، واہی اور متروک روایات قبول نہیں تو پھر تاریخی روایات اور وہ بھی مثالب صحابہ کو کیسے سند کے بغیر یا ضعیف، واہی اور متروک سند کے ساتھ قبول کیا جاسکتا ہے؟۔

❁(دوم): تاریخی روایات کے قبول کرنے کے علماء نے جو اصول بنائے ہیں، اس کے تحت ہی ان کو قبول یا رد کیا جائے گا۔

❁(سوم): کسی مؤرخ یا محدث یا محقق کا کسی بھی روایت یا تاریخی واقعہ کو نقل کر کے اس پر رد و قدح یا اعتراض نہ کرنا، اس سے متفق یا مقبول ہونے کا کوئی قاعدہ و اصول نہیں جب تک مصنف اس کی وضاحت نہ کرے، یہ بھی یاد رہے کہ مصنف کی وضاحت کے بعد بھی فوقیت و ترجیح و انحصار سند کے قابل قبول ہونے پر ہوتی ہے، گمراہ لوگ فضائل میں ضعیف روایات کی قبولیت کا بہانہ کر کے ایسی مرویات پیش کرتے ہیں جو کہ

صحابہ کرام کے مثالب یا اعتراضات پر مبنی ہوتی ہیں یا صحابہ کرام کی شان کو گھٹانے پر مبنی ہوتی ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اہل سنت کا یہ متفقہ اصول ہے کہ شان صحابہ میں ضعیف تو کجا صحیح روایات کی تاویل کا اصول قرآن ونصوص کے روشنی میں کیا جاتا ہے، اس لیے ان گمراہ لوگوں کے اس دھوکہ بازی سے بھی ہوشیار ہونا چاہیے، اس لیے قبول واستدلال احادیث وتاریخی آثار کے چند اصول پیش نظر رہنا ضروری ہیں

سند کی اصطلاحی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

والإسنادُ حكايةُ عن طريقِ المَتْنِ.

ترجمہ: اسناد کا اصطلاحی معنی ہے متن کے طریق (راویوں کا سلسلہ) کو بیان کرنا۔

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص41)

متن کی لغوی تعریف

محدث طیبی فرماتے ہیں:

الْمَتْنُ هو ما اكتَنَفَ الصُّلب من الحيوان، وبه شُبِّه المتن من الأرض ومَتُنَ الشيء قَوِيَ مَتْنُهُ، ومِنه حَبْلٌ مَتِين، فَمَتْنُ كلِّ شيءٍ ما يَتَقَوَّمُ به ذلك الشيء ويَتَقَوَّى به، كما أن الإنسان يَتقَوَّم بالظَّهرِ ويَتَقَوَّى به، فَمَتْنُ الحديث ألفاظه التي يَتقوَّم بها المعاني.

ترجمہ: متن سے مراد حیوان کی پشت کا احاطہ ہے اور اسی سے زمین کے سخت حصے کو تشبیہ دی جاتی ہے..... پس متن حدیث سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے معنی قائم ہوتے ہیں۔

(الخلاصۃ فی معرفۃ الحدیث للطیبی: ص27)

اصطلاحی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

والمتن هو غاية ما ينتهي إليه الإسناد من الكلام

ترجمہ: اور متن وہ ہے جس پہ سند کلام کی غایت کا اختتام ہو۔ (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص41)

سند کی اہمیت پر اہل سنت کا موقف

قارئین کے علمی ذوق کے لیے چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں جس میں سلف و صالحین نے سند کے بغیر یا متروک واہی اسانید سے علم حاصل کرنے سے عوام الناس کو باز رکھا ہے۔

(1) امام ابن سیرین رحمہ اللہ (ت 110ھ) کا فرمان

امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم میں اپنی سند سے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، وَحَدَّثَنَا فُضَيْلٌ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ «إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ.

ترجمہ: ہشام بن حسان سے مروی ہے کہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا بلا شبہ (حدیث کا) یہ علم، دین ہے، پس تم ضرور دیکھو کہ تم اسے کس سے حاصل کر رہے ہو۔ (صحیح مسلم: 1/14)

(2) امام مطر الوراق رحمہ اللہ (ت 129ھ) کا فرمان

محدث حاکم روایت بیان کرتے ہیں۔

أَخبرنِي أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُوسٍ الْعَنْزِيُّ قَالَ حدثنا عثمان بن سعيد الدرامي حدثنا يَزِيدُ بْنُ مَوْهِبٍ الرَّمْلِيُّ حدثنا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي شَوْذَبٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ قَوْلِهِ تَعَالَى أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ علم قَالَ إِسْنَادُ الْحَدِيثِ.

ترجمہ: ابن شوذب سے مروی ہے کہ امام مطر الوراق رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ) (الاحقاف: 4) کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد اسنادِ حدیث ہے۔

(المدخل إلى كتاب الاكليل: ص 27)

(3) امام اوزاعی رحمہ اللہ (ت 157ھ) کا فرمان

محدث ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

وَقَرَأْتُ عَلَى خَلَفِ بْنِ الْقَاسِمِ أَنَّ أَبَا الْمَيْمُونِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عُمَرَ الدِّمَشْقِيَّ حَدَّثَهُمْ بِدِمَشْقَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ صَاحِبُ الْأَوْزَاعِيِّ

قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ يَقُولُ مَا ذَهَابُ الْعِلْمِ إِلَّا ذَهَابُ الْإِسْنَادِ.

ترجمہ: عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا امام اوزاعی فرمارہے تھے کہ علم نہیں اٹھے گا مگر جب اسناد کا سلسلہ باقی نہ رہے گا۔ (التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید:1/ 57)

(4) امیر المؤمنین امام شعبہ رحمہ اللہ (160ھ) کا فرمان

محدث حاکم روایت بیان کرتے ہیں۔

سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ بْنَ مُحَمَّدٍ الدُّورِيَّ سَمِعْتُ قُرَادًا أَبَا نُوحٍ يَقُولُ سَمِعْتُ شُعْبَةَ يَقُولُ كُلُّ عِلْمٍ ليس فيه حدثنا أو خبرنا فَهُوَ خَلٌّ وَبَقْلٌ.

ترجمہ: میں نے شعبہ کو کہتے سنا کہ جس علم میں حدثنا اور یا اخبرنا نہیں وہ سرکہ سبزی کی طرح ہے (یعنی ردی اور معمولی علم ہے)۔ (المدخل إلی کتاب الاکلیل: ص29)

(5) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت161ھ) کا فرمان

امام حاکم رحمہ اللہ (ت405ھ) اپنی سند سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت161ھ) کا قول کا بیان کرتے ہیں

أخبرنِي محمد بن يعقوب المقرىء حدثنِي أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفَقِيهُ حدثنِي الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَرَجِ حدثنِي عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ الْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ سِلَاحٌ فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُقَاتِلُ.

(المدخل إلی کتاب الاکلیل: ص29)

ترجمہ: اسناد مؤمن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار ہی نہیں ہوگا تو وہ کس چیز کی مدد سے لڑے گا۔

(6) امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (ت181ھ) کا فرمان

امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم اپنی سند سے امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول بیان فرماتے ہیں:

وقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ أَبِي رِزْمَةَ. قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ. يَقُولُ: «بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ» يَعْنِي الْإِسْنَادَ.

ترجمہ: عباس بن ابی رزمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبد اللہ بن مبارک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اور (اہل بدعت) لوگوں کے درمیان فیصلہ سند سے ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم:1/ 15)

ایک دوسرا قول لکھتے ہیں۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ، يَقُولُ »الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.

ترجمہ: عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سند دین کا حصہ ہے اگر سند نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہتا۔ (صحیح مسلم:1/ 15)

(7) امام یزید بن زریع رحمہ اللہ (ت182ھ) کا فرمان

سَمِعْتُ أَبَا الْوَلِيدِ حَسَّانَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْفَقِيهَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ سُفْيَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ حاتم بن وردا يَقُولُ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ يَقُولُ لِكُلِّ دِينٍ فُرْسَانٌ وَفُرْسَانُ هٰذَا الدِّينِ أَصْحَابُ الْأَسَانِيدِ. (المدخل إلى كتاب ال إكليل: ص30)

ترجمہ: ہر دین کے شہسوار ہوتے ہیں اور اس دین کے شہسوار اصحاب الاسانید ہیں۔

(8) امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (ت198ھ) کا فرمان

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

أنا أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُمَيْرَوَيْهِ، أنا الْحُسَيْنُ بْنُ إِدْرِيسَ، نا ابْنُ عَمَّارٍ، قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ »لَا تَنْظُرُوا إِلَى الْحَدِيثِ وَلَكِنِ انْظُرُوا إِلَى الْإِسْنَادِ فَإِنْ صَحَّ الْإِسْنَادُ وَإِلَّا فَلَا تَغْتَرَّ بِالْحَدِيثِ إِذَا لَمْ يَصِحَّ الْإِسْنَادُ.

(الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب :2/ 102 رقم1301)

ترجمہ: حدیث کی طرف نہ دیکھو بلکہ اسناد پر نظر کرو اگر اسناد صحیح ہے تو ٹھیک ورنہ حدیث سے دھوکا نہ کھاو۔ جب کہ صحیح الاسناد نہ ہو۔ علم نہیں جاتا مگر اسناد کے جانے سے (یعنی اسناد نہ ہونے سے علم باقی نہیں رہتا)

(9) امام شافعی رحمہ اللہ (ت204ھ) کا فرمان

محدث امام حاکم رحمہ اللہ اپنی سند سے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ يَقُولُ سَمِعْتُ الرَّبِيعَ بْنَ سُلَيْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ

الشَّافِعِیَّ یَقُولُ مَثَلُ الَّذِی یَطْلُبُ الْعِلْمَ بِلا حُجَّةٍ مَثَلُ حَاطِبِ لیل یحمل حطب فِیهَا أَفْعَی تَلْدَغُهُ وَهُوَ لا یَدْرِی.

ترجمہ: ربیع بن فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کی مثال جو بلا سند (حدیث) کو طلب کرتا ہے اس کی مانند ہے جو اندھیری رات میں لکڑیاں تلاش کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ جو شخص اندھیری رات میں لکڑیاں تلاش کرتا ہے تو پھر ان لکڑیوں کے علاوہ دیگر چیزیں بھی اٹھالیتا ہے یعنی اندھیرے کی وجہ سے وہ امتیاز نہیں کر پاتا کہ میں لکڑیاں اٹھارہا ہوں یا کوئی اور چیز، یہی مثال اس شخص کی ہے جو حدیث میں کلام کو خلط ملط کر کے پیش کرتا ہے)۔

پھر ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ "بلا حجة" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ نُمَیْرٌ أَبِی الْعَبَّاسِ عَنِ الرَّبِیعِ مَثَلُ الَّذِی یَطْلُبُ الْحَدِیثَ بِلا إِسْنَادٍ.

ترجمہ: یعنی اس شخص کی مثال جو حدیث کو بغیر سند کے طلب کرتا ہے۔

(المدخل إلی کتاب الاکلیل: ص28)

(10) امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (ت 234ھ) کا فرمان

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَیْنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ الْفَضْلِ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِیسَی أَحْمَدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَاذَانَ الْجَوْهَرِیُّ قَالَ: حَدَّثَنِی جَدِّی، قَالَ سَأَلْتُ عَلِیَّ بْنَ الْمَدِینِیِّ عَنْ إِسْنَادِ حَدِیثٍ سَقَطَ عَلَیَّ، فَقَالَ: تَدْرِی مَا قَالَ: أَبُو سَعِیدٍ الْحَدَّادُ؟ قَالَ »الْإِسْنَادُ مِثْلُ الدَّرَجِ وَمِثْلُ الْمَرَاقِی. فَإِذَا زَلَّتْ رِجْلُكَ عَنِ الْمَرْقَاةِ سَقَطْتَ، وَالرَّأْیُ مِثْلُ الْمَرْجِ.

ترجمہ: اسناد زینوں اور سیڑھیوں کی مانند ہوتی ہیں جب تیرا پاؤں سیڑھی سے پھسلے گا، تو تو گر جائے گا اور رائے چراگاہ وسبزہ زار کی طرح ہے (کہ ہر جانور منہ مار لیتا ہے)۔

(شرف أصحاب الحدیث للخطیب البغدادی: ص42)

(11) امام حاکم (ت 405ھ) کا فرمان

امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

فَلَوْلَا الْإِسْنَادُ وَطَلَبُ هَذِهِ الطَّائِفَةِ لَهُ وَكَثْرَةُ مُوَاظَبَتِهِمْ عَلَی حِفْظِهِ لَدَرَسَ مَنَارُ

الْإِسْلَامِ، وَلَتَمَكَّنَ أَهْلُ الْإِلْحَادِ وَالْبِدَعِ فِيهِ بِوَضْعِ الْأَحَادِيثِ، وَقَلْبِ الْأَسَانِيدِ، فَإِنَّ الْأَخْبَارَ إِذَا تَعَرَّتْ عَنْ وُجُودِ الْأَسَانِيدِ فِيهَا كَانَتْ بُتْرًا. (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص6)

ترجمہ: "اگر سند نہ ہوتی، اور سند کے سلسلے میں محدثین کا مذکورہ سخت طرز عمل نہ ہوتا تو اسلام کی علامت مٹ چکی ہوتی، جس کے نتیجے میں ملحدین اور اہلِ بدعت جھوٹی حدیثیں گھڑ کر اور اُلٹی سندیں پیش کر کے دین میں گھس جاتے، کیونکہ احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو ان کی بنیاد ختم ہو کر ناقص رہ جائے گی۔"

(12) امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ (ت 544ھ) کا فرمان

امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاعْلَمْ أَوَّلًا أَنَّ مَدَارَ الْحَدِيثِ عَلَى الْإِسْنَادِ فِيهِ تَتَبَيَّنُ صِحَّتُهُ وَيَظْهَرُ اتِّصَالُهُ.

ترجمہ: پس اولاً تو جان لے کہ حدیث کا دارومدار اس کی سند پہ ہوتا ہے اور سند کے ذریعے ہی حدیث کی صحت اور اتصال کا پتہ چلتا ہے۔ (الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع: ص194)

(13) امام ابن اثیر رحمہ اللہ (ت 606ھ) کا فرمان

امام ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن الإسناد في الحديث هو الأصل، وعليه الاعتماد، وبه تعرف صحة الحديث وسَقَمه.

ترجمہ: اور تو جان لے کہ حدیث میں اصل سند ہے اور اسی پہ اعتماد کیا جاتا ہے اور سند کے ذریعے ہی حدیث کے صحت وسقم کی پہچان ہوتی ہے۔ (جامع الأصول: 1/109)

حاصل کلام:

پیش کردہ اقوال علماء محدثین سے یہ ثابت ہوا کہ سند ہی حدیث کے اثبات کا اولین زینہ ہے اور اگر اسانید نہ ہوتیں تو بدعتی، ملحدین اپنی طرف سے احادیث کو گھڑ کر دین میں داخل کر دیتے۔ اصول یہ ہے کہ اسانید کے بغیر کسی روایات پر دین کے معاملہ میں اعتماد نہیں کیا جاتا۔ بدعتی اور گمراہ لوگوں کی اولین کوشش ہوتی ہے کہ وہ متروک، شدید ضعیف اور موضوع روایات کے ساتھ بغیر سند کے مرویات پیش کر دیں تاکہ ان کا مطبہ نکل سکے۔ مگر تحقیق کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں کہ اسانید کے بغیر روایات کو قبول کیا ہی نہیں جاتا اور اپنے دین میں اعتماد صحیح اسانید پر ہی رکھا جاتا ہے۔ حدیث کے قبول و رد کے معیار پر محدثین نے بہت

تفصیل سے اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے۔

تاریخی روایات کے قبول کرنے کے اصول

احادیث جن پر احکام اور عقائد کے ساتھ فقہی معاملات کا دارومدار ہوتا ہے، اس کے قبول کرنے کے شرائط وضوابط ایک طالبعلم پر بھی مخفی نہیں۔ مگر چند لوگ تاریخی روایات کو ان احکام اور عقائد کے مسلمہ قوانین کو سبوتاژ کرنے کے لیے ایسی ایسی واہیات اور متروک وگھڑی ہوئی اسانید تاریخی کتب سے پیش کرتے ہیں جس سے فقہی معاملات تو ایک طرف مسلمہ عقائد پر بھی حرف آتا ہے۔ انہی تاریخی روایات میں انبیاء کرام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت اطہار، صحابہ عظام کے بارے میں ایسی ایسی مردود و گھٹیا روایات نقل کی گئیں ہیں کہ جس کو شاید پڑھنا بھی ایک مسلمان مناسب نہ سمجھے اس لیے علماء نے تاریخی روایات کو قبول اور رد کرنے کے لیے بھی کچھ اصول متعین کیے ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ ''قاعدة فی المؤرخین نافعة جدا '' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

فان اهل التاریخ ربما وضعوا من اناس ورعوا اناسا اما لتعصب او لجهل او لمجرد اعتماد علی نقل من لا یوثق به اولغیر ذلك من الاسباب والجهل فی المؤرخین اکثر منه فی اهل الجرح والتعدیل و کذلك التعصب قل ان رایت تاریخا خالیا من ذلك واما تاریخ شیخنا الذهبی غفر الله له فانه علی حسنه وجمعه مشحون بالتعصب المفرط لا واخذه الله فلقد اکثر الوقیعة فی اهل الدین اعنی الفقراء الذین هم صفوة الخلق واستطال بلسانه ... فالرأی عندنا ان لا یقبل مدح ولا ذم من المؤرخین الا بما اشترطه اما الأئمة وحبر الامة وهو الشیخ الامام الوالد رحمه الله حیث قال ونقلته من خطة فی مجامعه یشترط فی المؤرخ.

(1) الصدق

(2) واذا نقل یعتمد اللفظ دون المعنی

(3) وان لا یکون ذلك الذی نقله اخذه فی المذ کرة و کتبه بعد ذلك

(4) وان یسمی المنقول عنه

فهذه شروط أربعة فیما ینقله

ویشترط فیہ ایضا لما یترجمہ من عند نفسہ ولما عساہ یطول فی الترجم من النقول ویقصر
(1) ان یکون عارفا بحال صاحب الترجمة علما ودینا وغیرھما من الصفات وھذا عزیز جدا
(2) وان یکون حسن العبارة عارفا بمدلولات الالفاظ
(3) وان یکون حسن التصویر حتی یتصور حال ترجمتہ جمیع حال ذلك الشخص ویعبر عنہ بعبارة لا تزید علیہ ولا تنقص عنہ
(4) وان لا یغلبہ الھوی فیخیل الیہ ھواہ الاطناب فی مدح من یحبہ والتقصیر فی غیرہ بل اما ان یکون مجردا عن الھوی وھو عزیز واما ان یکون عندہ من العدل ما یقھر بہ ھواہ ویسلك طریق الانصاف فھذہ اربع شروط اخری ولك ان تجعلھا خمسة لان حسن تصویرہ وعلمہ قد لا یحصل معھما الاستحضار حین التصنیف فیجعل
(5) حضور التصور زائدا علی حسن التصور والعلم فھی تسعة شروط فی المؤرخ واصعبھا الاطلاع علی حال الشخص فی العلم فانہ یحتاج الی المشارکة فی علمہ والقرب منہ حتی یعرف مرتبتہ انتھی وذکر ان کتابتہ لھذہ الشروط کانت بعد ان وقف علی کلام ابن معین فی الشافعی وقول احمد بن حنبل انہ لا یعر الشافعی ولا یعرف ما یقول.

مفہوم: اہل تاریخ بعض دفعہ کچھ لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے پیش کرتے ہیں ، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر موثوق راوی کے نقل پر اعتمادِ محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے..... اس بارے میں صحیح و صائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ تو کسی مدح کو قبول کیا جائے اور نہ ہی جرح کو، وہ شرائط یہ ہیں:

(1) مؤرخ صادق ہو۔
(2) روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو، نہ کہ روایت بالمعنی پر۔
(3) اس کی نقل کردہ روایت مجلسِ مذاکرہ میں سن کر بعد میں نہ لکھی گئی ہو۔
(4) جس سے نقل کر رہا ہو، اس کے نام کی صراحت کرے۔

(5) اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے۔
(6) تراجم میں کثرتِ نقل کو اختیار نہ کرے۔
(7) مترجم لہٗ کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو۔
(8) حسنِ عبارت کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔
(9) حسنِ تصور والا ہو، یہاں تک کہ مترجم لہٗ کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اُسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرادے۔
(10) ہوٰی پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرے یا تو ہوٰی سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہوٰی کو مغلوب کر کے انصاف پر مجبور کرے (قاعدۃ فی المورخین ص66)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور تاریخی مرویات کی استنادی حیثیت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ہیں:

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتبِ سیر میں کیسے کیسے مجروحوں میں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیر وتواریخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہٖ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شانِ رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق تبیین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ

وزبیر و معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش و مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب وِ واحش اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم وارشاداتِ مصطفی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم واجماعِ اُمت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سُن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ و صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم.... (فتاوی رضویہ:5/565)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں۔

حاش للہ اگر مؤرخین وامثالہم کی ایسی حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملئکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات معادتنا ومولنا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رد بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایت پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ:

از جملہ توقیر وبرآنحضرت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم توقیر اصحاب وبرایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مرایشاں راوحق است مرکسے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ بروے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شو بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزشتہ است واعراض واضراب از اخبار مؤرخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلالت ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن درآنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات

واصوب خارج وعدم ذکر ہیچ یکے از یشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وعمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں بآنحضرت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم یقینی ست وماوارائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشاں رابرائے صحبت حبیبہ خود صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم طریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب این است درعقائد نوشتہ اندلاتذکراحدامنھم الابخیرف ا وآیات واحادیث کہ درفضائل صحابہ عموما وخصوصا واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصرا۔

نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہے اور ان کے لئے دعاوطلب مغفرت کرنی چاہئے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنے والا دلائل قطعہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہُوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان اخبار واقعات سے اعراض کیا جائے جو مؤرخین، جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کرلیا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموما یا خصوصا واردہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصرا۔ت

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

مانقله المؤرخون قلة حياء وادب (مؤرخین کی نقلیں قلت حیاوادب سے ہیں) امام اجل ثقہ مثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں عبداللہ قواریری سے پُوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان عہ (اس کا ذکر میزان میں ہے۔ت) تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معاویہ

رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه میں تصنیف کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے رد میں فرماتے ہیں:

ع :فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال: اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں)

ماله عندی ذنب الاماقد حشانی فی السیرة من الاشیاء المنکرة المنقطعة والاشعار المکذوبة . قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبیدالله القواریری الی این تذهب، قال الی وهب بن جریر ا کتب السیرة قال تکتب کذبا کثیرا ۔منہ(م)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کہاں جارہے ہو انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کیلئے اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲منہ (ت)

ف ۱: مدارج النبوہ مطبوعہ سکھر میں "و آیات کا لفظ نہیں ہے

جمله لعن الله من تخلف عنها هرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشهرستانی فی الملل والنحل ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة وبعضے فارسی نویسان که خود رامحدثین اہل سنت شمرده اند ودرسیر خود ایں جمله را اورده برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیراکه اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث درکتب مسنده محدثین نزد اہل سنت بیافتن حدیث درکتب مسنده محدثین است مع الحکم بالصحة وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است که اصلا عــــہ گوش بآں نمی نہند۔

جملہ "لعن اللہ من تخلف عنہا" کتب اہل سنت میں ہر گز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل اسنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہر گز ناقابل سماعت نہیں۔ (ت)۔الخ (فتاوی رضویہ:5/568)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحریر سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی شان و عظمت قطعی اور یقینی

ہے، اس لیے اس کے برخلاف کسی بھی تاریخی روایت کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ نصوص وقطعیات کے مقابلہ میں ظن قابل حجت نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ اگر تاریخی روایات جو ثقہ راوی سے بھی منقول کیوں نہ ہو وہ واجب التاویل اور موول ہوتی ہے۔ واقدی کی توثیق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا باطل ومردود ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تو کسی ثقہ راوی کی روایت کو شان صحابہ کے خلاف کو قبول نہیں کرتے۔

تاریخ طبری کے آثار کا منہج

مؤرخ طبری اپنی کتاب تاریخ طبری میں روایات کو نقل کرنے کے بارے میں اپنا منہج واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فما یکن فی کتابی هذا من خبر ذکرناه عن بعض الماضین مما یستنکره قارئه، أو یستشنعه سامعه، من أجل أنه لم یعرف له وجها فی الصحة، ولا معنی فی الحقیقة، فلیعلم انه لم یؤت فی ذلك من قبلنا، وإنما أتی من قبل بعض ناقلیه إلینا، وإنا إنما أدینا ذلك علی نحو ما أدی إلینا.

ترجمہ: اس کتاب میں جو بعض ایسی روایات ہیں جنہیں ہم نے پہلے لوگوں سے نقل کیا ہے، جن میں ہماری کتاب پڑھنے والے یا سننے والے اس بنا پر نکارت وعجب سا محسوس کریں گے، کہ اس میں انہیں صحت کی کوئی وجہ اور مطلب ومفہوم میں کوئی حقیقت نظر نہ آئے، تو انہیں جاننا چاہیے کہ ان کو بیان کرنا ہم نے خود اپنی طرف سے نہیں کیا، بلکہ اس کا منبع وہ ناقلین ہیں جنہوں نے وہ روایات ہمیں بیان کیں، اور ہم نے وہ روایات اسی نقل کر دی جس طرق سے وہ ہمیں پہنچیں۔ (تاریخ الطبری:1/ 8)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ نقل عبارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے مندرجات کا اصول کے تحت ثابت ہونا اور خلاف نصوص اور عقائد اہل سنت سے متصادم نہ ہونا ہے۔

یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ عقائد اور شرع کے ثبوت میں صحیح احادیث ہی قابل حجت ہوتی ہیں اسی طرح تاریخ روایات میں اگر کوئی شرعی حکم یا عقیدہ ہو تو اس کا شمار بھی سنت ہوتا مگر تاریخی کتب میں اس عنوان کے تحت مرویات کو قبول اور رد کرنے کے معیار وہی ہوگا جو کہ محدثین یا علماء نے بیان کیے ہیں، عقیدہ اور احکام میں صحیح سند ہی قابل قبول ہوگی، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عظمت صحابہ باب عقائد میں سے ہے، سیر اور

تاریخ کا دوسرا حصہ جس میں غزوہ، سرایا کی تاریخ، ان غزوات میں شامل ہونے والوں کی تعداد، ان غزوہ اور مہمات کے وقت اور مقام جیسے امور کو بطور استشہاد نقل کیا جا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ کسی صحیح روایت یا دیگر ثقہ مغازی و سیر کے امام کے مخالفت نہ ہو، جیسا کہ واقدی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے، سیر و مغازی میں کسی سے بطور استشہاد لکھنے کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ان کی روایات باب عقائد جیسے اہل بیت اطہار و صحابہ کرام کی شان کے خلاف کو بھی قبول کیا جائے، یہ ہی نکتہ ہے جس سے بدمذہب اور گمراہ و بدعتی اپنے باطل مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں

تاریخ طبری میں کذاب راویوں کی روایات

تاریخ طبری پر تحقیق اور دراسہ کرنے والے عرب محققین کے مطابق اپنی تحقیق کرتے ہوئے تاریخ طبری میں کذاب راویوں سے روایات کے اعداد و شمار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(1) محمد بن سائب کلبی کی بارہ (۱۲) روایات،

(2) ہشام بن محمد کلبی کی پچپن (۵۵) روایات،

(3) محمد بن عمر الواقدی کی چار سو چالیس (۴۴۰) روایات،

(4) سیف بن عمر تمیمی کی سات سو (۷۰۰) روایات،

(5) ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی چھ سو بارہ (۶۱۲) روایات،

(6) ہیثم بن عدی کی سولہ (۱۶) روایات،

(7) محمد بن اسحاق بن یسار کی ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) روایات

ان سب کی کل روایات وہ انیس سو نانوے (۱۹۹۹) ہے بدعتی و گمراہ کی طرف سے پیش کرنے والی اکثر روایات اور خصوصًا صحابہ کرام کے خلاف اور ان کی شان و مقام کو گھٹانے والی روایات کی اکثریت انہی متروک راویوں سے مروی ہوتی ہیں، ان کذاب اور جھوٹے راویوں کے متعلق محدثین کی تحقیق ملاحظہ کیجئے

(1) محمد بن السائب بن بشر ابو النصر الکلبی الکوفی پر جرح

محمد بن السائب الکلبی پر متروک، رافضی اور کذاب جیسے سخت ترین جرح محدثین کرام نے کی ہیں۔

(1) امام بخاری فرماتے ہیں۔

تَرَکه یحیی بن سعید وابن مَهْدی. وقال لنا علیؒ: حدثنا یحیی بن سعید، عن سُفیان. قال: قال لی الکلبیؒ: قال لی أبو صالح: کل شیء حدثتك فهو کذب.
(التاریخ الکبیر :1 /283، التاریخ الصغیر :2 /51، الضعفاء الصغیر :ص322)

(2) امام مسلم فرماتے ہیں: متروكُ الحدیثِ. (الکنی:ص111)

(3) امام ابوزرعہ الرازی نے أسامی الضعفاء 289 میں ذکر کیا۔

(4) امام ابوداوٗد کہتے ہیں۔ والکلبی مُتَّهَمٌ. (سؤالاته:3 /204)

(5) امام ترمذی فرماتے ہیں قد ترکه أهل الحدیث، وهو صاحب التفسیر.
(جامع الترمذی: رقم3059)

(6) امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروكُ الحدیث، کوفی. (الضعفاء والمتروکون:539)

(7) محدث دارقطنی نے "الضعفاء والمتروکین":468 ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔

اسی طرح اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

أبو النضر، هو محمد بن السائب الکلبی، المتروك، هو القائل: کل ما حدثت عن أبی صالح کذبٌ. (السنن دارقطنی:4 /130)

محدث دارقطنی نے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: متروكُ. (السنن:4 /220و262. العلل:2 /57)

(8) امام بیہقی لکھتے ہیں۔ متروك. (السنن الکبریٰ:8 /123، 304)

(9) علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ ترکوہ کذبہ۔ (المغنی فی الضعفاء:2 /584 رقم5542)

(10) حافظ ابن قیسرانی لکھتے ہیں۔ متروك الحدیث. (ذخیرۃ الحفاظ:2 /611)

(11) امام ابن عراق لکھتے ہیں۔ کذبه زائدة وابن معین. (تنزیۃ الشریعہ:1 /105)

(12) محدث ابونعیم فرماتے ہیں: احادیث الموضوعه. (الضعفاء:ص210)

(13) محدث ابوحاتم فرماتے ہیں۔

الناس مجتمعون علی ترك حدیثه لا یشتغل به هو ذاهب الحدیث.
(الجرح والتعدیل:7 /271 رقم1478)

(14) حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن سائب کلبی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

متهم بالکذب، ورمی بالرفض۔ (تقریب التهذیب:5901)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی متعدد تصانیف میں محمد بن سائب کلبی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ضعيف". (الإصابة:1/408)، (الفتح:11/439)

"ضعيف إذا انفرد فكيف لو خالف؟!". (العجاب:1/446)

"مشهور بالضعف". (الخصال:ص68)

"ضعيف جدًا". (الفتح:11/309)

"واهي الحديث". (الفتح:10/549)

"واه". (الإصابة:8/251).

"متروك". (الفتح:13/220، 523)، (الإصابة:4/563)

(الكشاف:1/78)، (المطالب:2/355)، (اللسان:3/669 ترجمة: عباد الهنائي)

"متروك بمرة". (المطالب:2/88).

"متروك لا يعتمد عليه". (الفتح:8/439).

"أحد المتروكين المتهمين بالكذب". (النتائج:2/439)

"كذبوه وتركوه وكان أبو أسامة يدلسه". (المهرة:7/10)

"اتهموه بالكذب، وقد مرض فقال لأصحابه: كل شيء حدثتكم عن أبي صالح كذب". (العجاب:1/209)

"اعترف بالكذب". (الإصابة:8/30)

"متروك الحديث بل كذاب". (التلخيص:1/224)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ محمد بن السائب الکلبی متروک اور متہم بالکذب اور رافضی راوی ہے۔

(2) ہشام بن محمد الکلبی پر جرح

ہشام بن الکلبی ہے جو کہ متروک اور رافضی ہے۔

(1) امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروك۔ (میزان الاعتدال رقم 9237)

(2) حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

رافضي، ليس بثقة: یعنی رافضی ہے اور ثقہ نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال رقم 9237)

(3) علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ترکوہ کأبیہ، وکانا رافضیین۔

یعنی ہشام بن الکلبی اپنے باپ کی طرح متروک تھا اور دونوں رافضی تھے۔

(دیوان الضعفاء والمتروکین رقم 4473)

(4) حافظ ابن عراق لکھتے ہیں۔

الأخباری النسابۃ اتھمَ بِالْکَذِب.

یعنی انساب کا اخباری ہے اور کذب سے متہم ہے۔ (تنزیۃ الشریعہ: 1/123)

(5) محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

کان غالیًا فی التشیع، أخبارہ فی الأغلوطات أشھر من أن یحتاج إلی الإغراق فی وصفھا.

(المجروحین: 18/439)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب واحوال، عربوں کے شب وروز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے۔

(فتاوی رضویہ: 5/538)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے واضح کیا ہے کہ کلبی سے انساب واحوال، عربوں کے حالات وسیرت سے لے لیے جاتے ہیں مگر ایسے راویوں سے احکام نہیں لیے جاتے، صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان کے خلاف ہشام بن محمد بن الکلبی کے روایات ہرگز مسموع نہیں، صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن دیگر نصوص کی روشنی میں رکھا جائے گا اور مخالفت میں روایات وتاریخ کو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ کلبی اس حیثیت کا راوی نہیں جن سے احکام لیے جائیں، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انساب واحوال اور عربوں کے حالات ہرگز صحابہ کرام کے آپس کے معاملات اور مثالب کے قبیل سے نہیں، کیونکہ قران وحدیث کی نصوص شان صحابہ کو واضح کرتی ہیں جبکہ اس کے برعکس متروک ورافضی اور علم انساب کے ماہر کی روایت سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(3) واقدی کی روایات کی حیثیت جرح وتعدیل کی روشنی میں

محدث علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن موسى السيرافى حدثنا المغيرة بن محمد المهلبى قال سمعت على بن المدينى يقول الهيثم بن عدى أوثق عندى من الواقدى ولا أرضاه فى الحديث ولا فى الانساب ولا فى شئ.

یعنی: ہیثم بن عدی میرے نزدیک واقدی سے بہتر ہے [واقدی] اور نہ ہی اس کی حدیث، اور نہ ہی انساب اور نہ ہی کسی دوسری چیز پسند ہے۔ (الضعفاء للعقیلی: 4/109)

تاریخی واقعات کی اکثر اسانید میں واقدی کا نام ہوتا ہے، کوئی شاطر بدعتی و گمراہ واقدی کی توثیق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تو کسی ثقہ راوی کی روایت کو شان صحابہ کی روایت کو مرجوع اور موؤل قرار دیتے ہیں اور مثالب صحابہ میں کسی ثقہ راوی کی روایت کو بھی علی الاطلاق تسلیم نہیں کرتے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ثالثاً: امام واقدی کو جمہور اہلِ اثر نے چنین و چناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتبِ فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروك مع سعة علمه (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے، کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) با اینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے۔ (فتاوی رضویہ: 5/538)

اس مقام پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ ایسے راوی جس سے سیر یا مغازی یا تاریخ میں استفادہ کیا گیا ہے تو اس سے قصص انبیاء، اہل بیت اطہار کی شان، مشاجرات، اور عظمت صحابہ کی استثناء محدثین نے برقرار رکھی ہے، خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صحابہ کرام کی شان کے خلاف روایت کو قبول نہیں کیا۔

علامہ ذہبی کے نزدیک واقدی کا مقام

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ الوَاقِدِيَّ ضَعِيفٌ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الغَزَوَاتِ، وَالتَّارِيْخِ، وَنُوْرِدُ آثَارَهُ مِنْ غَيْرِ احْتِجَاجٍ أَمَّا فِي الفَرَائِضِ فَلاَ يَنْبَغِي أَنْ يُذْكَرَ. (سیر اعلام النبلاء: 8/165)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ واقدی ضعیف ہے مگر تاریخ اور غزوات کے باب میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، ہم ان کے آثار کو بیان کرتے ہیں لیکن اس سے استدلال نہیں کرتے، البتہ فرائض واحکام کے باب میں

ان کا نام لینا بھی مناسب نہیں، علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے قول سے واضح ہو گیا کہ واقدی سے تاریخ اور غزوات میں بھی روایات صرف بیان کی جا سکتی ہیں بطور استشہاد نہ کہ بطور احتجاج۔ جبکہ اس کے برعکس بدعتی اور گمراہ قسم کے لوگ واقدی کی بیان کردہ ہر مردود روایت کو فخر سے پیش کر کے اکابرین صحابہ پر طعن کا بہانہ بناتے ہیں۔ جب علامہ ذہبی واقدی کو تاریخ وغزوات [جس کا تعلق صحابہ کرام کے باب سے ہرگز نہیں] میں بھی بطور استشہاد کے قائل ہیں، اس کے بدعتی وگمراہ لوگ صحابہ کرام پر طعن کو تاریخ، مغازی یا غزوات کے قبیل سے شمار کر کے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک واقدی کا مقام

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف تصانیف میں واقدی پر اپنی جرح کو واضح بیان کیا ہے۔

1-محمد بن عمر بن واقد الأسلمي الواقدي. متروك مع سعة علمه.
(تقريب التهذيب رقم 6175)

2-"ليس بمعتمد". (الهدى 417).

3-"لا يحتج به". (فتح الباري 4/73)

4-"لا يحتج به إذا انفرد فكيف إذا خالف؟!". (فتح الباري 8/48)

5-"ضعيف". (المطالب 2/61)

6-"ضعيف" (النكت 2/666)

7-"ضعيف" (فتح الباري 5/166)

8-"ضعيف" (التلخيص 4/191)

9-"غير حجة". (التهذيب 3/617)

10-"معروف بالضعف". (التلخيص 3/278)

11-"حسبك به في الضعف". (المهرة 6/134)

12-"ضعيف جدًا". (المطالب 1/122)

13-"شديد الضعف إذا انفرد فكيف إذا خالف". (فتح الباري 8/157)

14-"على طريقة أهل المدينة في الإنحراف على أهل العراق". (الهدى 443)

15-"واہ". (الدرایة 121/2)

16-"واہ". (الإصابة 565/5)

17-"ليس بحجة وقد تعصب مغلطاى للواقدى فنقل كلام من قواه ووثقه، وسكت عن ذكر من وهاه واتهمه وهم أكثر عددًا وأشد إتقانًا وأقوى معرفة به من الأولين، ومن جملة ما قواه به أن الشافعي روى عنه، وقد أسند البيهقى عن الشافعي: "أنه كذبه"، ولا يقال فكيف روى عنه؟! لأنا نقول: رواية العدل ليست بمجردها توثيقًا، فقد روى أبو حنيفة عن جابر الجعفي، وثبت عنه أنه قال: ما رأيت أكذب منه".

(فتح الباری 113/9)

18-"لو قبلنا قوله فى المغازى مع ضعفه فلا يرد به الأحاديث الصحيحة والله الموفق". (تهذيب التهذيب 126/3)

19-"متروك". (فتح الباری 139/8)

20-"متروك". (التلخيص 339/1)

21-"متروك". (المهرة 260/17)

22-"متروك". (التغليق 286/2)

23-"متروك الحديث". (النكت 722/2)

24-"من الكذابين". (اللسان 707/5). ترجمة: ابن النديم

25-"كذاب". (الإصابة 266/2)

26-"ما كان يستحى من الكذب فسبحان من خذله حتى روى هذه الأشياء المتناقضة". (المهرة 186/4)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف کتب میں تقریباً 26 مقامات پر اس کے متروک وضعیف ہونے کی تصریح ہے، اور ہمارے مہربان اس سے فضائل سے درکنار مثالب صحابہ پر استدلال کر رہے ہیں۔

واقدی کا اخبار صحیحہ کی مخالفت

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْوَاقِدِيُّ إِذَا لَمْ يُخَالِفِ الْأَخْبَارَ الصَّحِيحَةَ وَلَا غَيْرَهُ مِنْ أَهْلِ الْمَغَازِي، مَقْبُولٌ فِي الْمَغَازِي عِنْدَ أَصْحَابِنَا. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: اگر واقدی اخبار صحیحہ کی مخالفت نہ کرے اور اہل مغازی میں سے بھی کسی کی مخالفت نہ کرے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مقبول ہیں۔ (التلخیص الحبیر :2/554)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے قول سے واضح ہوا کہ واقدی پر تاریخ میں بھی اس وقت تک اعتماد نہیں ہو سکتا جب وہ اخبار صحیحہ کی مخالفت نہیں کرتا یا پھر کسی خاص بیان کردہ روایت دیگر ثقہ راویوں اور دوسری صحیح سندوں سے ثابت نہ ہو۔

محدثین کے اقوال سے یہ واضح ہوا کہ واقدی کو جنہوں نے قابل احتجاج سمجھا ہے وہ محدثین بھی اخبار صحیحہ کی مخالفت کرنے پر یا اہل مغازی کے مخالفت پر اس کی روایات کو قابل حجت نہیں سمجھتا۔ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ محدثین کرام نے ایسے متعدد راویوں کی ذکر کیا ہے جو کہ فی نفسہ صدوق وثقہ ہونے کے باوجود حجت نہیں یا پھر احکام میں حجت نہیں۔ اس لیے ایسے بعض راویوں کے ثقہ یا صدوق ہونے کے باوجود ان پر مختلف باب میں احتجاج کے فرق کو جاننا بہت اہم ہے۔ بعض راوی ثقہ ہوتے ہیں مگر ان کا حافظہ وضبط یا دیگر شرائط نہ ہونے کی وجہ سے ان سے عقائد یا احکام میں بھی احادیث نہیں لی جاتیں، مقام صحابہ قران کی نصوص اور احادیث وآثار سے ثابت ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف واقدی کی کسی بھی صحابہ کے خلاف مروی روایت کو قبول کر لیا جائے؟

(4) سیف بن عمر الکوفی الاسیدی پر جرح

محدثین کرام نے سیف بن عمر الضبی پر سخت جروحات کی ہیں۔

(1) محدث ابن معین فرماتے ہیں۔ وھو ضعیف (تاریخ ابن معین للدوری :3/459)

(2) امام ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں۔ ضعیفُ الحدیث. (الضعفاء :2/320)

(3) امام نسائی فرماتے ہیں: ضعیفٌ. (الضعفاء والمتروکون :256)

(4) امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ کوفیٌّ متروکٌ. (برقانی :200)

(5) محدث ابونعیم الاصبہانی لکھتے ہیں۔

سیف بن عمر الضبی الکوفی متھم فی دینہ مرمی بالزندقة ساقط الحدیث لا شیء۔

یعنی سیف بن عمر الضبی الکوفی، دین میں متہم تھا زنادقہ سے متصف تھا، ساقط الحدیث اور کچھ نہیں تھا۔
(الضعفاء للاصبہانی:1/ 91 رقم 95)
(6) علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ ترکوہ واتہم بالزندقۃ. (دیوان الضعفاء:1/ 183 رقم 1845)
علامہ ذہبی اپنے دوسرے تالیف میں لکھتے ہیں۔
له تواليف متروك بالاتفاق. (المغنی فی الضعفاء:1/ 292 رقم 1716)
(7) محدث ابو حاتم فرماتے ہیں۔ متروك الحديث۔
(الجرح والتعدیل:4/ 278 رقم 1198)
(8) محدث حاکم لکھتے ہیں۔ اتهم بالزندقة وهو ساقط في رواية الحديث.
یعنی یہ زندیق ہونے سے متہم ہے اور یہ روایت حدیث میں ساقط ہے
(المدخل الی الصحیح:1/ 145 رقم 76)
(9) محدث ابو العرب نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔
(اکمال تہذیب الکمال:6/ 194 رقم 2329)
(10) محدث ساجی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔
(اکمال تہذیب الکمال:6/ 194 رقم 2329)
(11) محدث عقیلی نے اسے ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔
(اکمال تہذیب الکمال:6/ 194 رقم 2329)
(12) محدث البلخی نے اس ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔
(اکمال تہذیب الکمال:6/ 194 رقم 2329)
(13) محدث ابن حبان اپنی کتاب المجروحین میں نقل کرتے ہیں۔
حدثنا محمد بن عبد الله مكحول، قال: سمعت جعفر بن أبان، يقول: سمعت ابن نمير، يقول: سيف الضبي تميمي، وكان جميع يقول: حدثني رجل من بني تميم، وكان سيف يضع الحديث، وكان قد اتهم بالزندقة.
محدث ابن نمیر کہتے ہیں کہ سیف بن نمیر حدیث گھڑتا تھا اور وہ متہم بالزندقہ تھا۔
(المجروحین:9/ 439 رقم 437)

(14) محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔
اتهم بالزندقة... يروى الموضوعات عن الأثبات.
یعنی متہم بالزندیق تھا اور ثقہ راویوں سے موضوع روایات کرتا تھا۔ (المجروحین: 9/439 رقم 437)
(15) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
ضعيف الحديث عمدة في التاريخ افحش ابن حبان القول فيه.
یعنی یہ حدیث میں ضعیف اور تاریخ میں عمدہ ہے، ابن حبان نے اس کے بارے میں جو کہا وہ فحش ہے۔
(تقریب التہذیب: 2724)
(16) عرب محقق دکتور بشار العواد، حافظ ابن حجر کے کلام پر تعلیقاً لکھتے ہیں۔
بل: متروكٌ، فحديثه ضعيفٌ جدًّا، وإذا كان ابن حبان قد أفحش القول فيه، فابن حجر لم يصِفه بما يستحق، فهو متروك كما قلنا، وحتى أخبارُه في التاريخ ليست بشيء، فقد قال أبو حاتم الرازي: متروك يُشبه حديثه حديثَ الواقدي، وقال البرقاني عن الدارقطني: متروك، وقال أبو داود ويعقوب بن سفيان: ليس بشيء.
(تحریر تقریب التہذیب: 2/100)
بلکہ یہ متروک ہے اور اس کی حدیث سخت ضعیف ہے اور جو ابن حبان نے کہا وہ فحش غلطی ہے تو ابن حجر اس راوی سیف بن عمر پر وہ اطلاق نہیں کر رہے جس کا وہ مستحق ہے، اور وہ متروک ہے جیسا کہ ہم نے کہا اور یہ یہاں تک کہ تاریخ اخبار میں بھی اس کوئی حیثیت نہیں ہے، امام ابو حاتم الرازی نے کہا کہ وہ متروک ہے اور اس کی حدیث واقدی کے مشابہ ہے، امام دارقطنی نے کہا متروک ہے، امام ابو داود اور یعقوب بن سفیان فسوی نے کہا کہ یہ کوئی چیز نہیں یعنی ضعیف ہے، واضح ہوا کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ ضعیف ہے اور جمہور کے نزدیک تاریخ میں بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

(5) ابو مخنف لوط بن یحییٰ متروک رافضی

کتب تاریخ کی اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی گھڑی ہوئی ہیں، لوط بن یحییٰ ابو مخنف کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں۔
(1) علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اخباری، تالف، لا یوثق به. (میزان الاعتدال: 3/419)

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ سَاقِطٌ تَرَكَهُ أَبُو حَاتِمٍ.
(المغنی فی الضعفاء:2/535)
اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ هالك. (المغنی فی الضعفاء:2/807 رقم 771)
علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ متروك. (دیوان الضعفاء:1/333 رقم 3500)
(2) ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اخباری، تالف، لایوثق به۔ (لسان المیزان:5/567)
(3) ابوحاتم وغیرہ نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل:7/182)
(4) یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا۔ "لیس بثقة، لیس بشيء: یہ ثقہ نہیں اور نہ کوئی چیز ہے۔
(تاریخ الدوری:3/366 والضعفاء الکبیر:4/568)
(5) ابوعبید آجری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ، میں نے امام ابوداؤد سے ابومخنف کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور فرمایا کہ کیا کوئی اس کے بارے میں بھی پوچھتا ہے؟ یعنی یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کے بارے میں پوچھا جائے۔ (لسان المیزان:5/568)
(6) ابن عراقی کنانی فرماتے ہیں: کذاب تالف۔ (تنزیہ الشریعہ:1/98)
(7) امام دارقطنی نے فرمایا: اخباری ضعیف۔ (الضعفاء والمتروکین:449)
(8) ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "شيعي محترق، صاحب اخبارهم"
(الکامل فی لضعفاء الرجال:6/93، لسان المیزان:5/568)
(9) ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی کذاب کہا ہے۔ (الموضوعات ص 406)

ابومخنف وہ شیعی مؤرخ ہے جس نے خیر القرون میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر جھوٹ سے بھری مستقل کتابیں لکھی ہیں: سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت ابوبکر، شوریٰ، خلافت سے متعلق حضرت عمر کی قائم کردہ شوریٰ، مقتل عثمان، مقتل علی، جنگ جمل وصفین، مقتل حسین، وفاتِ معاویہ اور ولایتِ یزید، مقتل عبداللہ بن الزبیر، سلیمان بن صرد اور عین وردہ وغیرہ۔ تفصیل کے لیے مطالعہ کیجئے۔
(الاعلام للزرکلی:5/245، الفہرست لابن الندیم، ص 105,106، معجم الادباء:6/670)

قاری ظہور احمد فیضی کی ابومخنف سے اظہارِ ہمدردی

موصوف ظہور احمد اپنی کتاب صلح امام حسن ص 136 پر لکھتا ہے۔

وَهٰذِهٖ صِفَةُ مَقْتَلِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَأْخُوذَةً مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ هٰذَا الشَّأْنِ لَا كَمَا يَزْعُمُهُ أَهْلُ التَّشَيُّعِ مِنَ الْكَذِبِ الصَّرِيحِ وَالْبُهْتَانِ .[قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ عَنْ أَبِي جَنَابٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُلَيْمٍ وَالْمَذْرِيِّ بْنِ الْمُشْمَعِلِّ الْأَسَدِيَّيْنِ قَالَا: أَقْبَلَ الْحُسَيْنُ فلما نزل شرف قَالَ لِغِلْمَانِهٖ وَقْتَ السَّحَرِ:

(البدایہ والنہایہ:8/ 172 طبع دار الفکر)

اور یہ ان کے واقعہ شہادت کا بیان ہے جو اس شان کے ائمہ کے کلام سے ماخوذ ہے نہ کہ صریح بہتان بازوں اور جھوٹے اہل تشیع سے، اور اس کے معاً بعد لکھا ہے۔ قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ ابو مخنف بیان کرتے ہیں، غور فرمایئے کہ پہلے کہا کہ صریح جھوٹے اور بہتان باز شیعوں سے روایت نہیں کریں گے پھر فوری کہا: قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک ابو مخنف شیعہ اور جھوٹا نہیں ہے لیکن دوسرے مقامات پر حافظ ابن کثیر انہیں شیعی لکھا بھی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ شیعہ اولیٰ میں سے ہوں گے۔ (صلح امام حسن ص 136)

جواب:

فیضی کے موقف کا رد اس نکتہ سے بھی ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے خود لکھا ہے کہ:

اور یہ ان کے واقعہ شہادت کا بیان ہے جو اس شان کے ائمہ کے کلام سے ماخوذ ہے نہ کہ صریح بہتان بازوں اور جھوٹے اہل تشیع سے..... لیکن دوسرے مقامات پر حافظ ابن کثیر انہیں شیعی لکھا بھی ہے۔ قاری ظہور کا کبھی ابو مخنف کے شیعہ ہونے کا انکار اور کبھی ابن کثیر سے ہی شیعہ ہونے کا بیان ان کے اضطراب کو واضح کرتا ہے

ابن کثیر کا ابو مخنف کو شیعہ کہنا

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، طبری وغیرہ سے ابو مخنف کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَلِلشِّيعَةِ وَالرَّافِضَةِ فِي صِفَةِ مَصْرَعِ الْحُسَيْنِ كذب كثير وأخبار باطلة، وفيما ذكرنا كِفَايَةٌ، وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ، وَلَوْلَا أن ابن جرير وغيره من الحفاظ والأئمة ذَكَرُوهُ مَا سُقْتُهُ، وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لُوطِ بْنِ يَحْيَى، وَقَدْ كَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، وَلٰكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ، عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ، وَلِهٰذَا يَتَرَامَى عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ المصنفين في هٰذا الشأن مِمَّنْ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

(البدایہ والنہایہ:8/ 202)

ترجمہ: شیعوں اور رافضیوں کی شہادت حسین سے متعلق بہت ساری دروغ گوئیاں اور بے بنیاد خبریں ہیں، ہم نے جو ذکر کیا اس میں کفایت ہے اور ہماری ذکر کردہ بعض چیزیں قابل اشکال ہیں، اگر ابن جریر طبری وغیرہ جیسے ائمہ اور حفاظ اسے ذکر نہ کرتے تو ہم بھی ان روایات کو نہ لاتے اور یہ اکثر ابومخنف کی روایتیں ہیں، جو یقیناً شیعہ ہے اور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن اخباری (صحافی) اور حافظ ہے اور اس کے پاس اس حوالے سے ایسی چیزیں ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں، لہٰذا بعد کے اکثر مصنفین نے ان روایات کے بارے میں ابومخنف سے نقل پر اکتفا کیا ہے، ابن کثیر کے قول سے یہ واضح ثابت ہوا کہ ابن کثیر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہادت کے باب میں ابومخنف کی روایات سے استشہاد کیا ہے نہ کہ استدلال اور پھر ابن کثیر نے یہ بھی لکھا کہ ان نقل کردہ خبروں میں بھی متعدد قابل اعتراض باتیں ہیں اور تاریخ طبری میں یہ روایات نقل نہ ہوتیں تو ابن کثیر بھی اس کا تذکرہ نہ کرتے، پھر ابن کثیر نے بالجزم ابومخنف کو شیعہ اور ضعیف کہا ہے پھر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں ابومخنف کے پاس ایسی روایات ہیں جو کہ دوسرے کسی کے پاس نہیں اور بعد کے مصنفین نے اس کی سند سے اس کو نقل کیا ہے اس لیے اس کو بطور نقل لکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ ابومخنف کی روایات کو خاص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باب میں بطور استشہاد لکھی ہیں تو پھر ابومخنف کو علی الاطلاق ثقہ اور قابل حجت کہنا باطل و مردود ہے، فیضی صاحب نے خاص شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں ابومخنف کے مرویات کو صرف لکھنے کے حوالہ سے ابومخنف کو علی الاطلاق قابل اعتبار و صدوق ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور پھر موصوف ابومخنف کی متروک روایات کو صحابہ کرام کے خلاف قابل حجت بنانے کے لیے دوڑ پڑے ہیں مگر ان کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ دجل وفریب کے سواء کچھ نہیں۔

مزید یہ کہ آج کل ہر بدعتی وگمراہ شخص کا یہ وطیرہ بن گیا ہے جس راوی پر شیعہ ہونے کی جرح موجود ہو تو اسے فوراً شیعہ اولیٰ یا محب اہل بیت ثابت کرنے بیٹھ جاتا ہے جبکہ یہ بات غلط ہے کہ ہر ثقہ یا صدوق شیعہ سے مراد شیعہ اولیٰ ہوتا ہے کیونکہ بہت سارے ایسے شیعہ راوی ہیں جنہوں نے صحابہ کرام پر طعن کیا اور عقائد اہل سنت کے خلاف مرویات بھی نقل کیں تو انہیں شیعہ اولیٰ کہنا باطل و مردود ہے۔

ابومخنف کے بارے میں ابن عدی کی رائے

ابن عدی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ اس کی کوئی روایت قابل اعتبار نہیں، سب بے ہودہ روایتیں ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ یہ بدبخت سلف صالحین کی ہتک عزت کرتا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

حدث بأخبار من تقدم من السلف الصالحين، ولا يبعد منهُ أن يتناولهم، وهو شيعي محترق صاحب أخبارهم وإنما وصفته لا يستغني عن ذكر حديثه فإني لا أعلم له من الأحاديث المسندة ما أذكره وإنما له من الأخبار المكروه الذي لا أستحب ذكره.

ترجمہ: ابو مخنف متقدمین سلف صالحین کے بارے میں خبریں نقل کرتا ہے اور اس سے بعید نہیں کہ وہ ان کی ہتک عزت کرے، یہ شیعہ اور ان کا مؤرخ ہے، میں نے اس لیے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کی احادیث کے ذکر سے استغناء نہیں، میرے علم میں اس کی کوئی ایسی صحیح روایت نہیں جسے میں ذکر کروں، البتہ اس کی صرف وہ ناپسندیدہ، بدبودار روایتیں ہیں جنہیں میں ذکر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال:7/241)

(6) ھیثم بن عدی پر محدثین کرام کی جرح

الھیثم بن عدی الطائی پر محدثین کرام کی سخت جروحات کتب جرح وتعدیل میں موجود ہیں۔

(1) امام بخاری فرماتے ہیں۔ سکتوا عنه.

(الضعفاء صغیر:1/138 رقم 410، تاریخ الکبیر:8/218 رقم 2775)

(2) امام عجلی لکھتے ہیں۔ كذاب. (معرفۃ الثقات:3/337 رقم 1924)

(3) امام ابن عبد البر لکھتے ہیں۔ حديثه متروك. (الاستغناء:3/1387)

(4) محدث ابن معین لکھتے ہیں۔ ليس بثقة كان يكذب.

(تاریخ ابن معین للدوری:3/363)

(5) محدث ابو حاتم فرماتے ہیں۔ متروك الحديث محله محل الواقدي.

(الجرح والتعدیل:9/85 رقم 350)

(6) محدث ابو نعیم الاصبہانی لکھتے ہیں۔

في حديثه المناكير عن الثقات وقال البخاري سكتوا عنه۔

(الضعفاء: ص267)

(7) امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروك الحديث۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال:8/401 رقم 2020)

(8) محدث ابن عدی فرماتے ہیں۔

ما أقل ما له من المسندات، وإنما هو صاحب أخبار وأسمار ونسب وأشعار.

(الکامل فی ضعفاء الرجال: 8/ 401 رقم 2020)

(9) امام بخاری کا قول ہے۔ لیس بثقة كان يكذب.

(لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(10) امام ابوداؤد کا قول ہے۔ كذاب. (لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(11) امام یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں۔

كانت له معرفة بأمور الناس وأخبارهم ولم يكن في الحديث بالقوى، ولا كانت له به معرفة وبعض الناس يحمل عليه في صدقه.

اسے لوگوں کے معاملات واخبار کی معرفت تھی مگر حدیث میں قوی نہ تھا اور نہ ہی اسے حدیث سے آگاہی تھی وہ جھوٹ کا عادی تھا۔ (لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(12) امام ساجی کا قول ہے۔ وكان يكذب. (لسان المیزان 8/ 361 رقم 8312)

(13) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں كان صاحب أخبار وتدليس.

(لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(14) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وذكره ابن السكن، وابن شاهين، وابن الجارود والدارقطني في الضعفاء.

یعنی: محدث ابن السکن، محدث ابن شاہین، محدث ابن الجارود، محدث دارقطنی نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(15) محدث ابن یونس کا قول ہے۔

وقال ابن يونس في تاريخ مصر: الهيثم غير موثق.

(لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(16) محدث محمود بن غیلان فرماتے ہیں۔

وقال محمود بن غيلان: أسقطه أحمد، وابن معين وأبو خيثمة.

(لسان المیزان: 8/ 361 رقم 8312)

(17) حافظ ابن حجر عسقلانی طبقہ خامسہ کے مدلسین میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔

(طبقات المدلسین ص182,183 رقم151)

پیش کردہ حوالہ جات سے واضح ہے کہ الھیثم بن عدی الطائی متروک، کذاب اور مدلس راوی ہے۔

(7) محمد بن اسحاق کے بارے میں اصولی مؤقف

تاریخی روایت میں ایک راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں محدثین کرام کی مختلف آراء موجود ہیں، مگر اس کے متکلم فیہ صدوق ہونے کے ساتھ اس میں چند علتیں ہیں جس کی وجہ سے اس کی روایات کو چھان پھٹک کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

كان صدوقا من بحور العلم وله غرائب في سعة ما روى تستنكر.

(الکاشف:2/156 رقم4718)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

إمام المغازي صدوق يدلس ورمي بالتشيع والقدر.

امام المغازی صدوق، مدلس اور تشیع و قدری سے منسوب ہے۔ (تقریب التھذیب: رقم5725)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دیگر کتب میں محمد بن اسحاق کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(1) "إمام في المغازي، وأما في غيرها فمختلف فيه. وحديثه مع ذلك لا ينزل عن درجة الحسن بشرط السلامة من التدليس".

یعنی مغازی کا امام ہے اور اس کے علاوہ غیر مغازی میں مختلف فیہ ہے اور اس کی حدیث ان تمام وصف کے ساتھ درجہ حسن سے نہیں گرتی مگر شرط یہ ہے کہ وہ تدلیس سے سلامت ہو۔ (الخبر:2/115،116)

(2) "ما ينفرد به وإن لم يبلغ درجة الصحيح فهو في درجة الحسن إذا صرح بالتحديث".

جس روایت میں محمد بن اسحاق منفر ہو تو درجہ صحیح تک نہیں پہنچتی مگر حسن درجہ تک رہتی ہے اگر روایت میں سماع کی تصریح ہو۔ (فتح الباری:11/163)

(3) "حسن الحديث، إلا أنه لا يحتج به إذا خولف".

حسن الحدیث ہے مگر جب اس کی مخالفت کی جائے تو اس سے احتجاج نہیں ہوگا۔ (فتح الباری:4/32)

(4) "مختلف فیه". یعنی محمد بن اسحاق مختلف فیہ راوی ہے۔ (فتح الباری: 9/ 362)

(5) "لا يحتج بما ينفرد به من الأحكام فضلاً عمن إذا خالفه من هو أثبت منه".

اس سے احکام میں احتجاج نہیں کیا جائے گا جب یہ منفرد ہو، خاص طور پر جب اس سے ثقہ نے مخالفت کی ہو۔

(الدرایہ :2/ 19)

حافظ ابن حجر عسقلانی اسے طبقہ رابعہ کے مدلس میں درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"صدوق، لكنه مشهور بالتدليس، عن الضعفاء، والمجهولين، وعن شر منهم، وصفه بذلك أحمد والدارقطني وغيرهما.".

محمد بن اسحاق فی نفسہ صدوق ہے مگر ضعفاء و مجہولین سے تدلیس کرنے میں مشہور ہے اور یہ اس کی طرف سے شر و برائی ہے اور اس تدلیس سے امام احمد، امام دارقطنی وغیرھم نے متصف کیا ہے۔

(طبقات المدلسین 169)

(6) وهذا التفصيل إنما أسنده عن بعض أهل العلم ولم يسمه وأخلق به أن يكون عن الكلبي، أو بعض أهل الكتاب. فإن من جملة ما عابوه على ابن إسحاق أنه كان يعتمد على أخبار بعض أهل الكتاب.

اور یہ تفصیل ہے کہ اس نے بعض ایسے اہل علم سے سند بیان کی جس سے سنا نہیں اور یہ روایات کلبی سے ہوتی تھیں یا بعض اہل کتاب سے اور محمد بن اسحاق پر تمام عیب میں سے یہ ایک عیب ہے کہ محمد بن اسحاق ان روایات پر اعتماد کرتا جو کہ بعض اہل کتاب سے ہوتی تھیں۔ (العجاب :1/ 263)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

محمد بن اسحاق پر اس عیب کی نشاندہی محدث ابن مدینی نے کی۔ (التہذیب :3/ 507)

محدث ابن عدی اور علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کا اہلِ کتاب اور ہر کسی ضعیف و مجہول سے روایت کرنے کی تصریح محدث یحیی بن سعید القطان نے بھی کی۔

(الکامل لابن عدی: 4/ 1358، الضعفاء للعقیلی: 4/ 25، سیر أعلام النبلاء :7/ 53)

(7) "قد اتفق العلماء على عدم الحكم لعنعنته بالإتصال".

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کی عنعنہ والی روایت پر حکم ضعف لگایا جائے گا۔ (النتائج :2/ 195)

پیش کردہ تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ محمد بن اسحاق بن الیسار کی حیثیت صدوق راوی کی ہے مگر اس کی

منفرد، تدلیس اور مخالفت ثقہ روایت قبول نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ یہ شیعہ اور قدری بھی ہے اس لیے صحابہ کی شان کے خلاف مرویات کو اسی تناظر میں پرکھ کر چھان پھٹک کی جاتی ہے۔
قارئین کرام کے سامنے تاریخ طبری میں اکثریت روایات کے 7 راویوں کے حالات بہت ہی معتدل اور بغیر کسی تعصب اور علمی خیانت کے پیش کیے گئے ہیں۔ ارباب اہل علم اور ذہین لوگ ان تمام نکات کو سمجھتے بھی ہیں اور اس کو دل سے تسلیم بھی کرتے ہیں، راقم سے اگر کوئی غلطی یا خطا سرزد ہو تو رجوع کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

شیعہ راوی کی روایت سے استدلال کی علمی حیثیت

آج کل تفضیلیہ، شیعہ راوی سے استدلال کرتے ہوئے اصول اسماء الرجال کو پس پشت رکھ کر اپنی من چاہی تشریح کو لاگو کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں اس لیے ایسے راویوں سے استدلال کے بارے میں چند اصول کو مدنظر رکھنا اہم ہے۔

کیا صرف حُبِ اہلِ بیت ہی تشیع ہے؟

کچھ لوگ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے عوام الناس کے سامنے ایسی روایات پیش کرتے ہیں جس میں شیعہ راوی موجود ہوتے ہیں۔ جب ان کو ایسے راویوں کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے تو انہیں ایک رٹا رٹایا اصول پیش کرنے کی عادت ہے کہ متقدمین تشیع سے مراد حب اہل بیت لیتے تھے۔ مگر ان لوگوں کی یہ بات علی الاطلاق غلط اور خلافِ اصول ہے۔ اس لیے اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

تشیع کی اقسام

علامہ ذہبی نے تشیع کے اقسام کی ہیں۔
(1) تشیع غیر غالی (2) تشیع غالی

علامہ ذہبی کی تحقیق

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
فالشیعي الغالي في زمان السلف وعرفهم هو من تكلم في عثمان والزبير وطلحة

ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا رضي الله عنه، وتعرض لسبهم. والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضاً، فهذا ضال معثر.

سلف کے نزدیک غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا جنہوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی لڑی ان کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی کا اظہار کرنا [خلف] ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہے جو ان بزرگ ہستیوں کی تکفیر یا شیخین کریمین پر تبراء کرے، اور یہ کھلی گمراہی ہے۔ (میزان الاعتدال:1/6)

علامہ ذہبی کے قول سے معلوم ہوا کہ:

(1) سلف کے نزدیک غالی شیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی ہے اس میں تکفیر یا تبراء نہیں تھی۔

(2) خلف [یعنی بعد کے علماء] کے نزدیک غالی شیعہ حضرات شیخین کریمین یا بزرگ صحابہ کی تکفیر یا تبراء کرنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والتشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ويطلق عليه رافضي وإلا فشيعي إن فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال إلا في الرفض.

تشیع حضرت علی سے محبت اور صحابہ پر ان کی تقدیم ہے اور جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تقدیم دی وہ تشیع میں غالی ہے اور اس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ (ہدی الساری ص490)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین پر مقدم کرنا غالی تشیع ہے جس کو رفض [غیر غالی] بھی کہتے ہیں۔

پیش کردہ حوالہ سے معلوم ہوا کہ شیعہ [غالی اور غیر غالی] اور رفض [غالی اور غیر غالی] کی دو دو اقسام ہیں۔

(1) غیر غالی شیعہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی کرنے والے، صحابہ کرام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والا۔ جیسا کہ علامہ ذہبی نے فرمایا۔ (میزان الاعتدال: 1/6)

(2) غالی شیعہ:

حضرات شیخین کریمین پر حضرت علی کو تقدیم دینے والا، غالی شیعہ ہوتا ہے [رفض کا اطلاق بھی ہوا] جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔ (ہدی الساری ص490)

ان حوالہ جات سے رفض کے بارے میں جو نکات واضح ہوئے، وہ پیش خدمت ہیں۔

(3) غیر غالی رافضی (غالی تشیع کا اطلاق)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ (ہدی الساری ص490) سے واضح ہوا کہ وہ شیعہ راوی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین کریمین سے افضل سمجھے مگر حضرات شیخین کی تعظیم کرے اور ان کی امامت کو تسلیم کرے جیسے کہ ابن ابی تغلب وہ غالی شیعہ ہے جس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوتا ہے مگر یہ رفض بغیر غلو کے ہوتا ہے

(4) غالی رافضی:

وہ شیعہ راوی جو حضرات شیخین کی تنقیص کرے وہ غالی رافضی ہوتا ہے جس پر بدعت کبریٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی تشیع اور غیر غالی رافضی ایک ہی حکم میں ہیں متعدد بار ایک راوی پر غالی تشیع کا اطلاق بھی ہوتا ہے اور غیر غالی رافضی پر بھی، ہر شیعہ راوی رافضی نہیں ہوتا مگر ہر رافضی میں شیعیت پائی جاتی ہے اس لیے کسی راوی پر بعض محدثین کا شیعہ کا اطلاق اور بعض کا رافضی کا اطلاق کرنا درست ہوتا ہے۔

اس طرح کل چار اقسام واضح ہوتی ہیں۔

(1) غیر غالی شیعہ (2) غالی شیعہ (3) غیر غالی رافضی (4) غالی رافضی

ان چاروں اقسام میں نمبر 2 غالی شیعہ اور نمبر 3 غیر غالی رافضی کو محدثین نے مترادف بھی بیان کیا ہے۔

تشیع کی اقسام، باعتبار بدعت

محدثین کرام نے تشیع کی اقسام ان کی بدعت کے اعتبار سے بھی کی ہے۔

(1) تشیع کبریٰ جسے تشیع شدید بھی کہا جاتا ہے۔ [غالی وغیر غالی]

(2) تشیع صغریٰ جسے تشیع خفیف بھی کہا جاتا ہے۔ [غالی وغیر غالی]
مذکورہ ہر دو قسم میں غالی اور غیر غالی پایا جاتا ہے۔
علامہ ذہبی کے نزدیک "غلوفی التشیع" کی ایک قسم تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف ہے اس لیے شیخین کریمین سے محبت کرنے والے تفضیلی یا مخالفین صحابہ پر تشیع خفیف یا تشیع صغریٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔

تشیع صغریٰ، تشیع خفیف کے طبقات

محدثین کرام نے تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف [غالی وغیر غالی] کی دو اقسام یا طبقات ہیں:
(1) حب اہل بیت اور کسی صحابی کی تنقیص نہ کرنا، جیسے طاؤس بن کیسان، منصور بن معتمر، اس کو بھی تشیع خفیف کہا گیا ہے۔
(2) شیخین کریمین کی تعظیم کرنا، متعدد ایسے شیعہ راوی ہیں جو کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تعظیم کرتے تھے۔
اب اس تشیع خفیف کے اطلاق سے بد مذہب، گمراہ یا پھر تفضیلیہ لوگوں کو علمی دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں، تفضیلیہ اپنی پیش کردہ روایت میں کسی شیعہ راوی کے ساتھ تشیع خفیف یا تشیع صغریٰ یا بدعت صغریٰ کا لفظ دکھا یا صرف لفظ شیعہ دکھا کر اس راوی کو محب اہل بیت ہی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھیے متعدد اہل سنت راویوں کو محب اہل بیت کی وجہ سے شیعہ یا تشیع خفیف یا چھوٹا بدعتی کہا گیا ہے، اس لیے ایسے راوی کی روایت قبول ہوگی، مقصد ان تفضیلیہ کا ہوتا ہے کہ پیش کردہ روایت میں جو شیعہ بدعتی راوی ہے اس کو یا تو شیعہ باایں معنی سنی باور کروا کر، یا خفیف تشیع کا اطلاق کر کے اپنی پیش کردہ باطل و مردود روایت سے اپنا باطل مدعا ثابت کروانا ہوتا ہے۔
مگر تفضیلیہ کے اس دھوکے سے اکثر لوگ نابلد ہوتے ہیں یا پھر ان کے مطالعہ کی وسعت زیادہ نہیں ہوتی یا پھر فن اسماء الرجال کی باریکیاں واضح نہیں ہوتیں، اس لیے کسی بھی شیعہ راوی پر اطلاق شیعہ کے ساتھ ساتھ دیگر علتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھ کر ہی ایسے راویوں پر غیر غالی یا غالی کا اطلاق ہوتا ہے۔

علت اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والے صحابہ کی تنقیص کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنہوں نے لڑائی لڑی ان کے بارے میں غلط خیال رکھنے والا یعنی تنقیص کرنے والا۔

محمد بن زیاد [خ، عو] الالهاني الحمصي، صاحب أبي أمامة. وثقه أحمد، والناس، وما علمت فيه مقالة سوى قول الحاكم الشيعي: أخرج البخاري في الصحيح لمحمد بن زياد وحريز بن عثمان وهما ممن قد اشتهر عنهم النصب.

قلت: ما علمت هذا من محمد، بلى غالب الشاميين فيهم توقف عن أمير المؤمنين علي رضي الله عنه من يوم صفين، ويرون أنهم وسلفهم أولى الطائفتين بالحق، كما أن الكوفيين إلا من شاء ربك فيهم انحراف عن عثمان وموالاة لعلي، وسلفهم شيعته وأنصاره، ونحن معشر أهل السنة أولو محبة وموالاة للخلفاء الاربعة. ثم خلق من شيعة العراق يحبون عثمان وعليا، لكن يفضلون عليا على عثمان، ولا يحبون من حارب عليا من الاستغفار لهم. فهذا تشيع خفيف.

محمد بن زیاد الحمصی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہے، امام احمد اور دیگر محدثین کرام نے اسے ثقہ کہا ہے، مجھے اس کے بارے میں کسی بات کا علم نہیں سوائے امام حاکم کے اس قول کے یہ شیعہ راوی ہے، امام بخاری نے محمد بن زیاد اور حریز بن عثمان سے روایات نقل کی ہیں، حالانکہ یہ دونوں راوی ناصبی ہونے کے حوالے سے مشہور ہیں [ابن حجر نے کہا کہ اس نے ناصبیت سے رجوع کر لیا تھا]۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے محمد نامی اس راوی کے بارے میں اس چیز کا علم نہیں ہے، تاہم اہل شام پر غالب یہ ہی ہے کہ وہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں توقف سے کام لیتے ہیں کیونکہ انہیں نے جنگ صفین کی تھی اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ لوگ اور ان کے بڑے ان دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب تھے، جس طرح اہل کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے انحراف اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت پائی جاتی ہے ماسوائے اس شخص کے جسے تمہارا پروردگار چاہے اور اہل کوفہ کے اسلاف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شیعہ اور ان کے مددگار ہیں جبکہ اہل سنت کا گروہ، ہم چاروں خلفاء سے محبت کرنے والے اور ان سے موالات رکھنے والے لوگ ہیں پھر عراق کے شیعہ حضرات میں ایک گروہ پیدا ہوا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ لوگ ان لوگوں کے لیے دعا مغفرت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی، تو یہ خفیف قسم کا تشیع ہے۔

(میزان الاعتدال: 3/552)

اس قول سے واضح ہوا کہ ایک شیعہ کا گروہ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دونوں سے محبت کرتے تھے مگر ان دونوں سے محبت کرنے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تقدیم دیتے تھے، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تھا، جس کو علامہ ذہبی نے تشیع کی خفیف قسم لکھا ہے اور اس تشیع خفیف یا اسی بیان کردہ تشیع صغریٰ کو اپنی کتاب کے ابتداء میں (میزان الاعتدال: 1/6) جنہوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی لڑی ان کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی کا اظہار کیا] پر غالی تشیع کا اطلاق کیا ہے۔

واضح ہوا کہ علامہ ذہبی نے بھی تشیع صغریٰ پر تشیع خفیف کا اطلاق کیا ہے جس کو غلو فی تشیع یعنی غالی شیعہ کا بھی اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ یہ پہلے واضح کر دیا ہے کہ تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف میں بھی غالی یا غیر غالی کے دو اقسام موجود ہوتی ہیں تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف کے اطلاق سے اکثر لوگوں کے ذہن سے غالی اور غیر غالی کی تقسیم محو ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ شاید تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف میں غلو یا غالی نہیں ہوتا جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ تشیع خفیف میں بھی غالی تشیع کی قسم موجود ہے، تشیع کی اس قسم میں خلفاء اربعہ کو گالیاں دینے والا شامل نہیں ہے۔

علت دوم: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین کریمین پر تفضیل

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: اختلف قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ بَغْدَادَ. فَقَالَ قَوْمٌ: عُثْمَانُ أفضل، وَقَالَ قَوْمٌ: عَلِيٌّ أفضل. فَتَحَاكَمُوا إِلَيَّ فَأمسكت، وَقُلْتُ: الإِمْسَاكُ خَيْرٌ. ثُمَّ لَمْ أَرَ لِدِينِي السُّكُوتَ، وَقُلْتُ لِلَّذِي اسْتَفْتَانِي: ارْجِعْ إِلَيْهِم، وَقُلْ لَهُم: أَبُو الحَسَنِ يَقُوْلُ: عُثْمَانُ أَفْضَلُ مِنْ عَلِيٍّ بِاتِّفَاقِ جَمَاعَةِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. هَذَا قَولُ أَهْلِ السُّنَّةِ. وَهُوَ أَوَّلُ عَقْدٍ يَحلُّ فِي الرَّفْضِ.

قُلْتُ: لَيْسَ تَفْضِيْلُ عَلِيٍّ بِرَفْضٍ، وَلاَ هُوَ ببدعَةٍ. بَلْ قَدْ ذَهَبَ إِلَيْهِ خَلْقٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ. فَكُلٌّ مِنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ ذُو فضلٍ وَسَابِقَةٍ وَجِهَادٍ، وَهُمَا مُتَقَارِبَانِ فِي العِلْمِ وَالجَلاَلَةِ. وَلعلَّهُمَا فِي الآخِرَةِ مُتسَاويَانِ فِي الدَّرَجَةِ. وَهُمَا مِنْ سَادَةِ الشُّهَدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. وَلَكِنَّ جُمْهُورَ الأُمَّةِ عَلَى تَرجِيْحِ عُثْمَانَ عَلَى الإِمَامِ عَلِيٍّ، وَإِلَيْهِ نَذْهَبُ.

وَالْخَطْبُ فِي ذَلِكَ يسِيرٌ، وَالأَفْضَلُ مِنْهُمَا بِلاَ شَكٍّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، مَنْ خَالَفَ فِي ذَا فَهُوَ شِيعِيٌّ جَلْدٌ، وَمَنْ أَبغضَ الشَّيْخَيْنِ وَاعتقدَ صِحَّةَ إِمَامَتِهِمَا فَهُوَ رَافضِيٌّ مَقِيتٌ، وَمَنْ سَبَّهُمَا وَاعتقدَ أَنَّهُمَا لَيْسَا بِإِمَامَيْ هُدَى فَهُوَ مِنْ غُلاَةِ الرَّافِضَةِ أَبعدَهُم اللهُ.

امام دارقطنی نے کہا کہ اہل بغداد میں سے ایک قوم نے حضرت عثمان کو افضلیت دی اور ایک قوم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل کہا.....امام ابو الحسن دارقطنی نے کہا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاق ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں،اور یہ اہل سنت کا قول ہے اور یہ پہلا معاملہ ہے جو رفض کی طرف ہے،میں [ذہبی] کہتا ہوں کہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ [برحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ] رفض نہیں اور نہ ہی یہ بدعت ہے بلکہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل تھے اور یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صاحب فضل،سابقہ الاسلام و جہاد ہیں اور یہ دونوں علم اور جلالت میں ایک جیسے ہیں،اور علماء نے ان کو ایک درجہ میں متساوی لکھا اور یہ دونوں بزرگ شہدا میں سے ہیں،مگر جمہور امت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی طرح ہمارا بھی موقف ہے مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بغیر کسی شک کے ان دونوں حضرات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور جو اس عقیدہ کے خلاف ہے وہ جلا بھنا ہوا شیعہ ہے یعنی غالی شیعہ ہے۔اور جو لوگ حضرات شیخین کریمین سے بغض رکھتے ہیں مگر ان کی امامت کو صحیح سمجھتے ہیں وہ رافضی ہے مگر جو حضرات شیخین کریمین کو سب کرے اور ان کی امامت کو بھی درست نہ سمجھے وہ غالی رافضی ہے۔

(سیر أعلام النبلاء:16/ 458)

علامہ ذہبی کے اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل نہ ماننے والا شیعی جلد یعنی غالی شیعہ ہے اور اس قسم کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں 'ابان بن تغلب' کے ترجمہ میں 'شیعی جلد' بھی کہا أبان بن تغلب [م،عو] الكوفي شيعي جلد.

(میزان الاعتدال:1/ 6)

واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضلیت دینے والا غالی شیعہ ہے جس پر بدعت خفیفہ یا بدعت صغریٰ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والتشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ويطلق عليه رافضي وإلا فشيعي إن فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال إلا في الرفض.

تشیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور صحابہ پر ان کی تقدیم ہے اور جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تقدیم دی وہ تشیع میں غالی ہے اور اور اس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ (ہدی الساری ص490)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے مذکورہ بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین پر تقدیم دینا تشیع ہے۔اور یہ تشیع عام نہیں بلکہ غالی تشیع ہے اور اس غالی تشیع پر رفض الاطلاق بھی ہوتا ہے۔

علت سوم:

علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

ان ترك الترحم سكوت، والساكت لاينسب اليه قول، ولكن من سكت عن ترحم مثل الشهيد امير المومنين عثمان، فان فيه شيئا من تشيع. (سیر اعلام النبلاء :7/ 370)

"رحمت کی دعا کا ترک کرنا سکوت ہے اور سکت پر کوئی حکم نہیں لگے گا، لیکن جو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی شہید رضی اللہ عنہ کی مثل کسی پر ترحم سے سکوت کرتا ہے اس کا ایسا کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں تشیع موجود ہوتی ہے۔"

علامہ ذہبی کے قول سے ایک نکتہ مزید واضح ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحمت کی دعا نہ کرنے والا بھی شیعہ راوی ہے، اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اول: حضرات شیخین کریمین پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل کہنا یا دوم: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگیں کرنے والوں کی تنقیص کرنا اور سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحمت کی دعا نہ کرنا شیعیت کی ہی پہچان ہے۔

مؤقف اول: [حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل سمجھنا] و مؤقف دوم: [حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے صحابہ کی تنقیص کرنا] پر بدعت خفیفہ یا بدعت صغریٰ کے غلو کے قبیل سے ہوتا ہے اور ایسے مؤقف کو بدعت خفیفہ یعنی بدعت صغریٰ سے متصف کیا جاتا ہے اور یہ بدعت خفیف یعنی بدعت صغریٰ میں غلو تشیع ہے۔

اس لیے کتب اسماء الرجال سے بدعت خفیفہ کے اطلاق کے ساتھ اس کی اقسام غالی یا غیر غالی کی تصریح اہم

ہے ہر بدعت خفیفہ یا تشیع خفیف سے مراد ایسا شیعہ مراد نہیں لیا جاسکتا جو محب اہل بیت ہو محدثین کرام نے ابان بن تغلب الکوفی کو بدعت خفیفہ سے متصف کیا اور ساتھ ہی شیعی جلد اور غالی شیعہ کہا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ بدعت خفیفہ کے بھی دو طبقات ہیں غالی تشیع اور غیر غالی تشیع جب بدعت خفیفہ کے طبقہ کا کوئی راوی تفضیل علی کا عقیدہ یا پھر جنگ جمل و صفین کے شرکاء صحابہ کو برا بھلا کہے تو وہ غالی شیعہ ہوگا اور غالی تشیع پر محدثین کرام کے اقوال کے مطابق رافضی کا اطلاق بھی ہوتا ہے اس تحقیق سے ان لوگوں کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی کسی راوی پر شیعہ یا تشیع کا اطلاق ہو تو فوراً جواب دیتے ہیں کہ شیعہ کا مطلب حُب اہل بیت ہی ہے مگر ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ حُب اہل بیت تو اہل سنت کا طرہ امتیاز ہے لغوی تعریف اور اصطلاحی تعریف میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے تشیع خفیفہ کا غلط مطلب بیان کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کرنا علمی بددیانتی ہے۔

شیعہ داعی الی البدعۃ کی روایت کا حکم

تفضیلیہ کی پیش کردہ اکثر روایات میں شیعہ راوی موجود ہیں اس لیے محدثین کی تحقیق و اصول پیش کرنا اہم ہے

(1) محدثین کے ایک گروہ نے بدعتی راوی کی روایت کو مطلقاً قبول نہیں کیا، محدثین کے گروہ نے جس بدعتی راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا وہ راوی بدعت کبریٰ کا مرتکب راوی ہے جس میں رفض بدعت کبریٰ ہے اور رافضی راوی سے روایت لینے کو جائز نہیں سمجھتے۔

(2) محدثین کے ایک دوسرے گروہ نے بدعتی راوی کی روایت کو قبول بھی کرنا لکھا ہے اور محدثین کرام نے جن بدعتی راویوں کی روایت کو قبول کیا ہے وہ راوی بدعت صغریٰ سے متصف راوی ہیں، جس میں تشیع شامل ہے، محدثین کے اس دوسرے گروہ میں سے بعض محدثین کرام بدعت صغریٰ سے متصف راویوں کی روایت کو قبول کرتے تھے، ان میں داعی الی البدعۃ یعنی ایسا راوی جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے ، ایسے راوی کے متعلق تین طرح کی اقوال ہیں۔

اول: داعی الی البدعۃ کی روایت مطلقاً رد ہے۔

دوم: داعی الی البدعۃ راوی کی روایت مطلقاً قبول ہے۔

سوم: داعی الی البدعۃ راوی کی روایت نہ مطلقاً قبول اور نہ مطلقاً رد ہوتی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسا راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو یا پھر اس بدعتی کی روایت اس

کے مذہب کو تقویت نہ دیتی ہو اور جو راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا یا اس کے مذہب کو تقویت دینے والی روایت ہو تو وہ راجح مسلک میں رد ہوگی۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

إبراهيم بن الحكم بن ظهير الكوفى.شيعي جلد.

له عن شريك.قال أبو حاتم: كذاب.روى فى مثالب معاوية فمزقنا ما كتبنا عنه.وقال الدارقطني: ضعيف.قلت: قد اختلف الناس فى الاحتجاج برواية الرافضة على ثلاثة أقوال: أحدها - المنع مطلقاً.

الثاني - الترخص مطلقاً إلا فيمن يكذب ويضع.

الثالث - التفصيل، فتقبل رواية الرافضي الصدوق العارف بما يحدث، وترد رواية الرافضي الداعية ولو كان صدوقاً.

قال أشهب: سئل مالك عن الرافضة.فقال: لا تكلمهم ولا تروعنهم، فإنهم يكذبون.

وقال حرملة: سمعت الشافعي يقول: لم أر أشهد بالزور من الرافضة.

وقال مؤمل بن إهاب: سمعت يزيد بن هارون يقول: يكتب عن كل صاحب بدعة إذا لم يكن داعية إلا الرافضة فإنهم يكذبون.

وقال محمد بن سعيد بن الأصبهاني: سمعت شريكا يقول: احمل العلم عن كل من لقيت إلا الرافضة يضعون الحديث ويتخذونه ديناً.

یہ [ابراهیم بن الحکم بن ظہیر] جلا بھنا یعنی غالی شیعہ تھا اس نے شریک سے روایت لی ہیں امام ابو حاتم نے فرمایا: یہ راوی کذاب ہے اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جھوٹی روایات نقل کیں تو ہم نے اس کے حوالے سے نوٹ کی ہوئی روایات مٹا دیں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رافضیوں سے روایت نقل کرنے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے، اس بارے میں تین اقوال ہیں:

ان میں ایک قول یہ ہے کہ ایسا کرنا مطلق طور پر منع ہے دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنے میں مطلق طور پر

اجازت ہے ماسوائے اس راوی کے جو جھوٹ بولتا ہو اور جھوٹی احادیث گھڑتا ہو، تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں تفصیل پائی جاتی ہے۔ ایسے رافضی کی روایت کو قبول کیا جائے گا جو سچا ہو اور اس بات کو جانتا ہو جو حدیث بیان کر رہا ہے اور ایسے راوی کی روایت کو مسترد کیا جائے گا جو اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہو، اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو [یعنی داعی الی البدعۃ]

اشعب کہتے ہیں: امام مالک سے رافضیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تم ان کے ساتھ کلام نہ کرو، اور ان کے حوالے سے روایت نقل نہ کرو، کیونکہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، حرملہ کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں نے رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا، اور کوئی نہیں دیکھا یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہر بدعتی راوی کے حوالے سے روایت نوٹ یا لکھی جائے گی جب کہ وہ اپنے مسلک کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو البتہ رافضیوں کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں شریک کہتے ہیں: جس شخص سے بھی تمہاری ملاقات ہو اس سے علم حاصل کرو ماسوائے، رافضیوں کے، کیوں کہ وہ جھوٹی احادیث گھڑتے ہیں اور اسے اپنا دین بنالیتے ہیں۔ الخ (میزان الاعتدال: 1/27 رقم 73)

واضح ہوا کہ بدعتی راوی کی روایت کو بطور کتابت لکھا جاسکتا ہے مگر داعی الی البدعۃ والی روایت قابل استدلال نہیں بن سکتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا مختار مذہب بیان کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"نعم، الأكثرون على قبول غير الداعية. إلا أن يروى ما يقوى بدعته فيرد على المذهب المختار. (نزہۃ النظر ص 119)

ہاں، جمہور محدثین غیر داعی بدعتی کی روایت قبول کرتے ہیں سوائے ان روایات کے جو غیر داعی بدعتی اپنی بدعت کی تقویت کے لیے بیان کرے، تو انہیں رد کی جائے گا اور یہ مختار مذہب کے مطابق ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

مذہب مختار یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت عام لوگوں کو دیتا ہے نیز اس کی ترویج واشاعت کرتا ہے تو غیر مقبول ہوگی اور یہ صورت نہ ہو تو مقبول ہوگی لیکن اگر کسی ایسی چیز کی روایت کرتا ہے جس سے اپنی

بدعت کی تقویت پہنچانا ہے تو یقیناً مردود ہے۔ (مقدمہ شرح مشکوۃ ص19)

عرب محقق دکتور محمود الطحان کی تحقیق

عرب محقق دکتور محمود الطحان لکھتے ہیں۔

بدعتی کی روایت کا حکم: بدعتی کی روایت کا حکم اس کی بدعت کے حسب حال ہوگا۔

الف:......اگر تو وہ بدعتِ مکفرہ کا مرتکب ہے تو (بلا تامل) اس کی روایت مردود ہوگی۔

ب:......اور اگر وہ بدعتِ مفسقہ کا عامل یا معتقد ہے تو اس بابت صحیح قول جس پر جمہور ہیں، یہ ہے کہ اس کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی:

(1) وہ اپنی بدعت کی دوسروں کو دعوت نہ دیتا ہو یعنی داعی الی البدعہ نہ ہو۔

(2) وہ ایسی بات روایت نہ کرے جو اس کی بدعت کی ترویج کرے (اور اس روایت سے اس کی بدعت کو تائید اور جواز ملتا ہو)۔ (شرح تیسر مصطلح الحدیث ص173)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ بدعتی راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو یا پھر بدعتی راوی ایسی روایت نقل کرے جس سے اس کی بدعت کو تقویت ملتی ہو، ایسی مرویات قابل قبول نہیں ہوگی۔

شیعہ کی روایت داعی یا غیر داعی کی شرط؟

جب تفضیلیہ کو کسی روایت میں شیعہ راوی کی نشاندہی کی جائے تو ان کے پاس جواب نہیں ہوتا، اور وہ آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے وہی استدلال پیش کرتے ہیں جو کہ ان کے معتمد و ممدوح عرب تفضیلی عالم سید احمد غماری صاحب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۵۹ پر لکھتے ہیں موصوف لکھتے ہیں۔

اسی طرح بدعتی کی روایت کے قابل قبول ہونے کے لیے محدثین نے جو یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہوئی نفسہ باطل ہے اور ان کے لیے اپنے تصرف کے خلاف ہے۔" الخ

پھر اپنی کتاب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۶۰ پر لکھتے ہیں:

حالانکہ امام بخاری، امام مسلم اور جمہور، جن کے بارے میں ابن حبان اور امام حاکم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے، نے ان بدعتیوں کی روایت کردہ احادیث سے حجت پکڑی ہے جو اپنی بدعت کے داعی ہیں جیسے حریز بن عثمان، عمران بن حطان، شبابہ بن سوار، عبد الحمید الحمانی اور ان جیسے بہت سارے راوی ہیں۔ الخ

مزید فتح الملک العلی مترجم ص ۲۶۱ پر اس اصول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ بدعتی جو اپنی بدعت کا داعی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دیندار اور متقی ہوگا یا فاسق و فاجر، اگر وہ دیندار اور متقی ہو تو اس کی دینداری اور اسکا تقویٰ اسے جھوٹ بولنے سے منع کرے گا اور اگر وہ فاسق و فاجر ہو تو اس کی خبر اس کے فسق و فجور کی وجہ سے مردود ہوگی نہ کہ اس کے بدعت کا داعی ہونے کی وجہ سے لہٰذا یہ شرط اپنے اصل کے اعتبار سے باطل ہے۔ الخ

عرب عالم احمد غماری کے بدعتی راوی پر اشکال کے جواب

عرض یہ ہے کہ سید احمد غماری صاحب نے جو لکھا وہ اصول کے خلاف ہے امام بخاری اور امام مسلم کا داعی اہل البدعت راویوں سے احتجاج کرنا، تو اس بارے میں امام سخاوی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے عمران بن حطان السدوسی سے جو روایت کی ہے تو وہ اس کے بدعت سے قبل کی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے آخری عمر میں اپنی بدعت سے توبہ کرلی ہو اور یہ روایت اس کے رجوع کے بعد کی ہو پھر امام بخاری نے اس سے صرف ایک ہی حدیث (کتاب التوحید میں) تخریج کی ہے اور وہ بھی متابعات میں سے ہے پس یہ تخریج متابعات میں مضر نہیں ہے۔" الخ

(فتح المغیث للسخاوی ج ۲ ص ۶۸، فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۰)

جناب احمد غماری صاحب نے جن راویان کے نام لیے ہیں انکے بارے میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

(1) حریز بن عثمان کے بارے میں تحقیق

حریز بن عثمان پر جرح یہ ہے کہ وہ ناصبی تھا احمد غماری صاحب یا محشی ص ۲۶۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ وہ ملعون شخص ہے جو سفر و حضر اور ہر نماز کے بعد مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتا تھا بعض علماء نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے (تہذیب التھذیب ج ۱ ص ۴۶۵) اور ناصبیت کا داعی بھی تھا پھر بھی امام بخاری نے اس سے استدلال کیا۔

جواب:

حریز بن عثمان کا ناصبیت سے رجوع

عرض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے استاد ابوالیمان حکم بن نافع الحمصی [یہ حریز بن عثمان کے شاگرد بھی تھے] سے نقل کیا ہے کہ حریز بن عثمان نے ناصبیت سے رجوع کرلیا تھا۔ (تہذیب التھذیب ج ۲ ص ۲۳۸)

بلکہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: انه رجع عن النصب یعنی حریز بن عثمان نے ناصبیت سے توبہ کرلی تھی۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۴۰)

(2) عمران بن حطان کے بارے میں تحقیق

عمران بن حطان کے بارے میں احمد غماری صاحب یا محشی کتاب فتح الملک العلی ص ۲۶۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ وہ بدبخت انسان ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم کے قصیدے پڑھتا تھا (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۹۷) اس کے باوجود بھی امام بخاری نے اس سے احتجاج کیا۔

جواب:

عمران بن حطان السدوسی کا خارجیت سے توبہ

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ عمران بن حطان السدوسی نے خارجیت سے آخری عمر میں توبہ کرلی تھی، حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں:

رجع عن ذلك: یعنی اس نے خارجیت سے رجوع کرلیا تھا۔ (تقریب التہذیب ص ۴۲۹)

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۱۴ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ ابوزکریا الموصلی نے اپنی تاریخ موصل میں بروایت محمد بن بشر العبدی بیان کیا ہے کہ عمران بن حطان نے اپنی آخر عمر میں موت سے قبل خارجیت سے رجوع کرلیا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے عمران بن حطان کے خارجی ہونے سے قبل روایت کیا ہو۔ (ھدی الساری ص ۴۳۲)

(3) شبابہ بن سوار کے بارے میں تحقیق

شبابہ بن سوار پر یہ اعتراض ہے کہ وہ ارجاء کی طرف داعی تھا یعنی بدعت کی طرف داعی تھا پھر بھی امام بخاری نے اپنے اصول کے برعکس اس سے احتجاج کیا۔

جواب:

شبابہ بن سوار کا ارجاء سے رجوع

عرض یہ ہے کہ احمد بن صدیق الغماری کو یا تو حقیقت حال معلوم نہیں ہے یا پھر اس مسئلہ کو الجھا کر عوام الناس

کے ذہن میں احتمالات ڈالنا چاہتے ہیں مگر ان کی یہ کوشش فضول ہے کیونکہ شبابہ بن سوار پر ارجاء کے داعی ہونے کا اعتراض صحیح نہیں کیونکہ شبابہ بن سوار نے ارجاء والے عقیدے سے رجوع کرلیا تھا۔

امام ابوزرعہ الرزای لکھتے ہیں:

رجع شبابہ عن الارجاء: یعنی شبابہ نے ارجاء سے رجوع کیا اور تائب ہو گئے تھے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۱، الضعفاء لابی زرعہ ج ۲ ص ۴۰۷، ہدی الساری ص ۴۰۹)

(4) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی کے بارے میں تحقیق

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی پر اعتراض ہے کہ یہ ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور پھر بھی امام بخاری نے احتجاج کیا۔

جواب:

عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کا رجوع

عرض یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

لعلهم تابوا: پس ممکن ہے کہ عبدالحمید نے توبہ کرلی ہوں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۱۵)

مزید یہ کہ اس کی صرف ایک روایت صحیح بخاری: ۵۰۴۸ پر موجود ہے اور یہ روایت دوسری سند کے ساتھ صحیح مسلم: رقم ۷۹۳ پر بھی موجود ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ احمد بن محمد الصدیق الغماری نے العتب الجمیل نامی کتاب سے جو اعتراضات پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ تمام کے تمام اعتراضات مردود اور خلاف تحقیق ہیں، العتب الجمیل کتاب جو کہ محدثین پر افتراء اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔

مزید یہ کہ بدعتی کی روایت کو ترک اس کے فسق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا وہ جذبہ ترویج بدعت ہے جس کی وجہ سے وہ بدعت کو حسین الفاظ میں بتانے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے کیونکہ بدعتی اپنی بدعت کو خوشنما بنانے کا خیال اسے روایت میں تحریف کرنے اور انہیں اپنے مسلک کے مطابق بنانے کی تحریک پیدا کرسکتا ہے، لہٰذا غماری صاحب کا یہ کہنا کہ بدعتی کے فسق کی وجہ سے روایت رد کردی جاتی ہیں، ایسا حقیقت میں نہیں ہوتا بلکہ بدعتی کے اندر وہ چھپا ہوا خیال ہوتا ہے جو روایت میں تحریف کرنے کا خیال پیدا کرسکتا ہے، لہٰذا ہم اس کی روایت کو احتیاط کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ غماری

صاحب کی خواہش پر ہم محدثین کے اصولوں سے انحراف کریں اور تمام ضوابط کو رد کر دیں اللہ تعالیٰ کی ہزار نعمتیں اور انعامات ان جلیل القدر ہستیوں پر جنھوں نے اپنی ساری زندگی آقا دو جہاں ﷺ کی احادیث کو محفوظ کرنے کی لیے خرچ کر دی۔

شیعہ راوی سے استدلال کیوں؟

عرب تفضیلی محقق احمد غماری صاحب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۷۱ پر لکھتے ہیں:

محدثین نے اس شرط [داعی الی البدعت] کا اعتبار نہیں کیا اور نہ ہی اپنے تصرفات میں اسے زینہ بنایا ہے بلکہ ثقہ شیعہ راویوں نے اپنے مذہب کی تائید میں جو بیان کی ہیں ان سے حجت پکڑی ہے حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے شیعہ راویوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں روایت نقل کیں ہیں جیسے انت مني و انا منك تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی باب عمرۃ القضاۃ، رقم الحدیث: ۴۰۰۵) اس حدیث کو امام بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کیا ہے جس کے بارے میں خود امام بخاری نے کہا ہے: انه كان شديد التشيع کہ وہ تشیع میں سخت تھا (التہذیب: ترجمہ عبید اللہ بن موسیٰ العبسی: ج ۲ ص ۳۵) اسی طرح حدیث: لا يحبك الا مومن و لا يبغضك الا منافق (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار علی من الایمان الخ رقم الحدیث: ۱۱۳) ترجمہ: تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے منافق ہی بغض کرے گا، اس حدیث کو امام مسلم نے عدی بن ثابت کی روایت سے نقل کیا ہے حالانکہ وہ ایک غالی اور اپنے مذہب کا داعی شیعہ ہے (التہذیب ترجمہ عدی بن ثابت ج ۴ ص ۱۰۷)۔ الخ

غماری صاحب یہ مثالیں دینے کے بعد آگے ص ۲۷۲ پر لکھتے ہیں:

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرط (لگانا کہ وہ روایت بدعتی کے مذہب کی تائید نہ کر رہی ہو) باطل ہے اور روایت کی صحت اور قبول میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اعتبار صرف راوی کے ضبط اور اتقان کا ہے"۔ الخ

جواب:

عرض یہ ہے کہ محدثین نے جو شیعہ راوی سے استدلال کے قواعد بنائے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں بلکہ اس کو تشیع کے ساتھ مخصوص کرنا ہی جہالت ہے کیونکہ ان کے یہ اصول بدعتی کی روایت کے بارے میں ہیں نہ کہ صرف ایک فرقہ سے مختص ہیں اب رہی یہ بات کہ امام بخاری اور امام مسلم نے شیعہ راویوں سے فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ میں روایات لیں ہیں جو ان کے مذہب کو تقویت دیتی ہیں اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ

اعتراض اصول سے بے خبری اور جہالت کا نتیجہ ہے سطحی قسم کا مطالعہ ایسے سوالات اٹھانے میں کافی معاون ثابت ہوتا ہے لہذا انسان اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے محدثین کرام پر اعتراضات اٹھانا شروع کر دیتا ہے اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

بدعتی (شیعہ وغیرہ) اگر سچا اور صدوق ہو مگر مذہب کا داعی ہو یا اس کے مذہب کو تقویت پہنچا رہی ہو تو پھر اس شیعہ کا مذہب وعقیدہ دو اقسام پر مشتمل ہوگا۔

(1) شیعہ کا وہ عقیدہ جو مذہب اہل سنت کے خلاف نہیں [کیونکہ اہل سنت و جماعت فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ و اہل بیت کرام کے قائل اور ماننے والے ہیں]

(2) شیعہ کا وہ عقیدہ جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہے [یعنی اہل سنت و جماعت، فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ تو مانتے ہیں مگر ساتھ عظمت صحابہ کے بھی قائل ہیں]

اگر شیعہ ایسی باتیں نقل کرے جو کہ شیعہ مذہب کے تائید میں ہو مگر اہل سنت کے اصولوں کے خلاف نہ وہ تو وہ قابل قبول ہوتی ہے اور اگر شیعہ ایسی باتیں نقل کریں جو اہل سنت کے مخالف ہو تو ایسی روایت شاذ اور نکارت والی ہوگی، جس کو رد کر دیا جائے گا اور احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

شیعہ راوی کی فضائل اہل بیت میں روایات کی تحقیق

اکثر یہ ہوتا ہے کہ بدعتی کی روایت بظاہر اس کے مذہب کے موافق معلوم ہوتی ہے اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اس روایت میں فلاں راوی شیعہ ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں روایت کرتا ہے جیسے انت منی و انا منك تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں (صحیح بخاری ،کتاب المغازی رقم الحدیث: ۴۰۰۵) اسی طرح حدیث: لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار علی من الایمان الخ رقم الحدیث: ۱۱۳) ترجمہ: تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے منافق یہ بغض کرے گا جیسا کہ احمد غماری نے اعتراض کیا ہے

جواب:

مگر عرض یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں ایک واضح فرق موجود ہوتا ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ اہل سنت کی روایات کی پہچان ہے کہ ان میں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل وارد ہوئے ہیں ان میں حضرات شیخین کریمین یا صحابہ کی شان میں تنقیص نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس میں غلو ہوتا ہے اور نہ ہی الفاظ رکیک ہوتے ہیں اور معانی میں ضعف نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح مسلم و دیگر مذکورہ بالا روایات ہیں اس لیے اس کو قبول کیا جاتا ہے۔

سند کے ساتھ متن کا بھی فرق ملحوظ خاطر رہے

جب کسی شیعہ بدعتی راوی کی روایت میں فضائل اہل بیت یا فضائل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ متن میں کوئی اعتدال سے ہٹ کر شان میں غلو یا رکیک الفاظ یا کسی عبارت کا اضافہ یا کسی دوسرے صحابی کی تنقیص ہو تو پھر محدثین کرام سند کے ساتھ متن کا بھی تقابلی جائزہ لیتے ہیں، اور جب کسی بدعتی کی روایت میں متن میں بھی کوئی رکاکت یا الفاظ کا فرق دیکھتے ہیں تو اس کو بہت تفصیل سے بیان کرتے ہیں، چند تفضیلی ذہن کے لوگ بدعتی راوی کے ساتھ صدوق کا لفظ دکھا کر اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ متصلب سنی راویوں کی روایات کے متن میں بھی اگر کوئی رکاکت یا اضافہ یا اندارج ہو، اس کو عیاں کرتے ہیں جب سنی ثقہ راوی کی متعدد روایات کو بھی محدثین معلول اور دیگر علتوں کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں تو پھر کیسے کسی بدعتی صدوق راوی کے متن کے الفاظ کی رکاکت بیان نہیں ہوگی؟ اور بعض متون کے الفاظ ایسے ہیں جو کہ بدعتی راوی کے اپنے ہوتے ہیں جنہیں اندارج کہتے ہیں اس لیے سند کے ساتھ متن کی درستگی کے بھی محدثین کرام نے اصول وضع کیے ہیں۔

جبکہ شیعہ راویوں کی مذہب کی تقویت والی روایت میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس میں اکثر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شان میں غلو اور صحابہ کرام کی شان میں تنقیص ہوتی ہے ان کے معانی بڑے ہی ضعیف ہوتے ہیں اور الفاظ رکیک ہوتے ہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جب کوئی شیعہ راوی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی روایت بیان کرے تو اہل سنت محدثین کرام ان کی صرف وہ روایت تسلیم کرتے ہیں جو قواعد اہل سنت کے موافق ہو، جیسے کہ ان قواعد میں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان و مرتبت کا مقام اعلیٰ درجہ پر ہے مگر دیگر صحابہ کرام کی تنقیص یا ان کے مسلمہ وثابت شدہ مقام کو نیچا کرنا، اس سے ثابت نہ ہو۔

جو روایت قواعد وضوابط کے دائرہ کار میں ہوں تو ہم اس شیعہ (مفسق بدعتی) کی روایت قبول کرتے ہیں اور اس کی بدعت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ فضائل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اعتقاد بدعت ہرگز نہیں ہے اور جو شیعہ یا رافضی اس قواعد کے خلاف روایت کرے تو ہم اس کو رد کرتے ہیں اور اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔

(اسکی مزید تفصیل عرب محقق کی کتاب اتحاف النبیل ابی الحسن السلیمانی ص ۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

لہذا غماری نے جو مثالیں پیش کیں اور فضائل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں بیان کردہ روایات میں کوئی شیعہ راوی بھی ہے تو اس بدعتی راوی کی روایت کو اس لیے تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ مذہب اہل سنت کے اصولوں پر تھی، یہ بھی یاد رہے کہ محدثین کرام صرف سند پر ہی نہیں بلکہ متن پر بھی کڑی شرائط عائد کر کے اس کو قبول کرتے ہیں

اس کے برعکس روایات مذکورہ بالا جو غماری نے اہل سنت کے اصولوں کو رد کرنے کی غرض سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ غماری کے موقف کو غلط ثابت کرتی ہے اور سید احمد غماری کا محدثین کرام پر یہ الزام کہ وہ بدعتی اور غیر بدعتی کے تقسیم اس لیے کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل کا انکار کر سکیں، بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ محدثین کرام صرف شیعہ کی روایات ہی نہیں بلکہ ناصبی، خارجی، مرجئی، قدری، جہمی راویوں کی روایات کو بھی اسی اصولوں کے تحت قبول ورد کرتے ہیں محدثین کرام تو متعدد اوقات سنی ثقہ راوی سے مروی روایات میں رکیک الفاظ، اضافہ، اندراج غلطی، ان کے حافظہ پر جرح کرتے ہیں بلکہ فن حدیث میں علل کے عنوان پر کتب میں تو ایسے ثقہ یا صدوق سنی راویوں کی روایات تقابلی جائزہ کے بعد عدم قبول کے بے شمار اقوال موجود ہیں، اس لیے اہل سنت کے محدثین کرام کے ان مساعی جمیلہ پر اعتراض کرنا غلط اور باطل ہے، اور محدثین کرام نے جس شاندار طریقے سے اہل بیت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان بیان کی وہ تو قابل تحسین ہے، اللہ تعالیٰ محدثین کرام کو جزاء خیر عطاء فرمائے۔

تعدد طرق یا کثرت شواہد کی بحث

تفضیلیہ یا دیگر گمراہ بدمذہب اپنا باطل موقف کو ثابت کرنے کے لیے اکثر اوقات ایک متروک وموضوع روایت کے تعدد طرق پیش کر کے اس کے قبول ہونے کی بات بھی کرتے ہیں اس موقف کی بھی وضاحت اور تحقیق بہت اہم اور ضروری ہے اس نکتہ پر ایک عرب تفضیلی غماری اپنی کتاب فتح الملک العلی مترجم ص ۱۴۰ تا ۱۴۹ تک باب سوم [المسلک ثامن کا جواب]، اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ضعیف حدیث تعدد طرق اور کثرت شواہد کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے۔

احمد غماری صاحب ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں۔

اگر ہم ان تمام طرق اور شواہد پر ضعیف ہونے کا حکم لگا دیں اور کسی پر بھی صحیح اور حسن ہونے کا حکم نہ لگائیں تب بھی اس طرح کی ضعیف روایت، صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے اس لیے اس کے راوی پر صحیح ہونے کا حکم، اس کی صداقت کا ظن غالب ہونے کی وجہ سے لگایا جاتا ہے اور حدیث ضعیف کے جب طرق متعدد ہوں اور اس کے شواہد کثیر ہوں اور ان کے مخارج الگ الگ ہوں تو اس کے بھی مجموع طور پر صدق کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ انفرادی طور پر ہر ایک کے صدق کا ظن غالب حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا ان تمام راویوں کی حدیث اس بات کی مستحق ہے کہ اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے جیسا کہ اگر ایک ثقہ راوی کسی حدیث کو بیان کرے تو اس میں صدق کا غالب گمان پائے جانے کی وجہ سے وہ حدیث اس بات کی حق دار ہوتی ہے کہ ا

س پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے محدثین کرام نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ متابعات اور شواہد کے راویوں میں ان کا قابل حجت ہونا شرط نہیں ۔الخ

(اس کے بعد غماری صاحب نے حافظ ابن صلاح، امام نووی، علامہ سیوطی کے حوالہ جات نقل کیے ہیں ۔)

متعدد اسانید کے مجموعے پر تحقیق

عرض یہ ہے کہ متعدد روایات مل کر کیا حسن درجے تک پہنچ جاتی ہیں، یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ اصول مطلقاً نہ ہی قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی رد کیا جا سکتا ہے، اگر کتب حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ایک مقام پر واضح ہوتی ہے کہ متعدد طرق والی روایت حسن درجہ تک پہنچتی ہے [ان کی مثالیں اور حوالہ جات غماری صاحب نے دی ہیں] اور متعدد مقامات پر محدثین نے متعدد طرق والی روایت کی تضعیف بھی کی ہے [اس بارے میں محدثین کی آراء غماری صاحب نے دینی پسند نہیں کی اور یک طرفہ ٹریفک چلانے کی کوشش کی ہے] لہٰذا اس موقف پر بھی چند حوالہ قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہیں ۔

کثرت طرق اور محدث زیلعی حنفی کا قول

(1) محدث علامہ جمال الدین زیلعی (م ۷۶۲ ھ) فرماتے ہیں ۔

مَعَ أَنَّ جَمَاعَةً مِنَ الْحَنَفِيَّةِ لَا يَرَوْنَ التَّرْجِيحَ بِكَثْرَةِ الرُّوَاةِ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيفٌ، لِبُعْدِ احْتِمَالِ الْغَلَطِ عَلَى الْعَدَدِ الْأَكْثَرِ. وَلِهَذَا جُعِلَتِ الشَّهَادَةُ عَلَى الزِّنَا أَرْبَعَةً. لِأَنَّهُ أَكْبَرُ الْحُدُودِ. وَأَحَادِيثُ الْجَهْرِ، وَإِنْ كَثُرَتْ رُوَاتُهَا لَكِنَّهَا كُلَّهَا ضَعِيفَةٌ، وَكَمْ مِنْ حَدِيثٍ كَثُرَتْ رُوَاتُهُ وَتَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ، وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ؛ كَحَدِيثِ: الطَّيْرِ. وَحَدِيثِ الْحَاجِمِ وَالْمَحْجُومِ وَحَدِيثِ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ. بَلْ قَدْ لَا يَزِيدُ الْحَدِيثَ كَثْرَةُ الطُّرُقِ إِلَّا ضَعْفًا.

اور احادیث جہر (نماز میں باآواز بلند بسم اللہ پڑھنے) کی روایات اگر چہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور کتنی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں مگر حدیثیں ضعیف ہیں.... بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے لیے نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور واضح کر دیتا ہے ۔

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۵۹)

کثرت طرق کے بارے میں علامہ سیوطی کا موقف

(2) علامہ سیوطی فرماتے ہیں ۔

إذا روى الحديث من وجوه ضعيفة لا يلزم أن يحصل من مجموعها حسن بل ما كان ضعفه لضعف حفظ راويه الصدوق الأمين زال بمجيئه من وجه آخر وصار حسنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة فمحمد بن عمرو بن علقمة من المشهورين بالصدق والصيانة لكن لم يكن من أهل الإتقان حتى ضعفه بعضهم من جهة سوء حفظه ووثقه بعضهم لصدقه وجلالته فحديثه من هذه الجهة حسن.

اگر کوئی حدیث متعدد اسناد ضعیفہ سے مروی ہو تو لازمی نہیں ہے کہ ان کا مجموعہ کا حاصل ''حسن'' ہی ہو، بلکہ صرف ان احادیث کو مجموعہ کا حاصل حسن ہوتا ہے جو صدوق الامین راوی کے ضعف حفظ کی جہت سے ضعیف ہوں نیز وہ ضعف دوسرے طریق میں زائل ہو جاتا ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حدیث کو یاد رکھا ہے اور اس میں اس کا ضبط مختل نہیں ہے لہٰذا اس طرح وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۷۶)

محدث کوثری اور کثرت طرق کی حیثیت

(3) محدث کوثری فرماتے ہیں۔

تعدد طرق حدیث ضعیف کو مرتبہ حسن تک پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ رواۃ میں ضعف حفظ اور ضبط کی جہت سے ہو تہمت کذب کے باعث نہ ہو کیونکہ کثرت طرق اس کے علاوہ ہم کو کوئی اور فائدہ نہیں پہنچاتا (مقالات الکوثری ص ۳۹)

محدث ابن صلاح اور کثرت طرق کی حیثیت

(4) حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں۔

"ومن ذلك ضعف لا يزول بمجيئه من وجه آخر لقوة الضعف وتقاعد الجابر عن جبره ومقاومته. كالضعف الذي ينشأ من كون الراوي متهما بالكذب أو كون الحديث شاذا. وهذه جملة يدرك تفاصيلها بالمباشرة" (مقدمہ علوم الحدیث ص ۳۷)

حدیث کا ہر ضعف متعدد اسانید سے آنے کے سبب زائل نہیں ہوتا بلکہ تفاوت ہوتا ہے۔

حافظ ابن کثیر کی کثرت طرق پر رائے

(5) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قال الشيخ أبو عمر: لا يلزم من ورود الحديث من طرق متعددة كحديث " الأذنان من

الرأس ": أن يكون حسناً، لأن الضعف يتفاوت، فمنه ما لا يزول بالمتابعات، يعني لا يؤثر كونه تابعاً أو متبوعاً، كرواية الكذابين والمتروكين، ومنه ضعف يزول بالمتابعة، كما إذا كان راويه سيء الحفظ، أو روى الحديث عن حضيض الضعف إلى أوج الحسن أو الصحة. والله أعلم. (اختصار علوم الحديث لابن کثیر ص ۴۳)

شیخ ابوعمرو بن الصلاح کا قول ہے کہ اسانید متعددہ سے کسی حدیث کے ورود کا حسن ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ضعف میں بھی فرق ہوتا ہے بعض ضعف متابعت سے زائل ہوجاتے ہیں اور بعض متابعت سے زائل نہیں ہوتے ہیں مثال کے طور پر اگر راوی سئ الحفظ ہو یا حدیث مرسل مروی ہو تو متابعت نفع بخش ہوتی ہے اور حدیث کو حیضۓ الضعف سے اوج الحسن یا صحت تک رفع کردیتی ہے۔

محدث طیبی کی تحقیق

(6) محدث طیبی لکھتے ہیں۔

" وأما الضعيف فلكذب راويه أو فسقه، لا ينجبر بتعدد طرقه.

(الخلاصۃ فی أصول الحدیث: ص 44)

راوی کا جھوٹ اور اس کا فسق، ضعیف کو تعدد طرق کے باوجود تقویت نہیں پہنچاتے۔

اہم نکتہ: ایک نکتہ پر عوام الناس تو کیا علماء کرام بھی تشویش میں مبتلا ہوجاتے ہیں اگر تدقیق اور تحقیق کی جائے تو معاملہ واضح ہوجاتا ہے کہ بعض مقامات پر متعدد طرق والی روایت کو قبول کیوں کیا؟ اور بعض مقامات پر متعدد طرق والی روایت کو رد کیوں کیا، اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر ضعف کی نوعیت پر منحصر ہیں جس قسم کا ضعف ہوگا، اسی قسم کا حکم بھی ہوگا، لہٰذا اس معاملہ پر تحقیق پیش خدمت ہے۔

ضعف خفیف کا تعدد طرق میں قبول ہونا

جس حدیث میں ہلکا ضعف ہو تو وہ حدیث تقویت حاصل کرنے کی لیاقت رکھتی ہے اور خفیف ضعف کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

لا يعده كثير من أهل الحديث من قبيل الحسن وليس هو في التحقيق عند الترمذي مقصورا على رواية المستور، بل يشترك معه الضعيف بسبب سوء الحفظ والموصوف

بالغلط والخطأ وحديث المختلط بعد اختلاطه والمدلس إذا عنعن وما في إسناده انقطاع خفيف. فكل ذلك عنده من قبيل الحسن بالشروط الثلاثة وهي:
(1) أن لا يكون فيهم من يتهم بالكذب.
(2) ولا يكون الإسناد شاذا.
(3) وأن يروى مثل ذلك الحديث أو نحوه من وجه آخر فصاعدا 5 وليس كلها في المرتبة على حد السواء بل بعضها أقوى من بعض. ومما يقويهذا ويعضده أنه لم يتعرض لمشروطية اتصال الإسناد أصلا، بل أطلق ذلك فلهذا وصف كثيرا من الأحاديث المنقطعة بكونها حسانا.

(1) راوی کا حافظہ کمزور ہونا (سوء حفظ ہونا)
(2) راوی روایت سے بے خبر اور بہت غلطیاں نہ کرے۔
(3) راوی کا مختلط ہونا یعنی اصطلاحی اختلاط ہو۔
(4) مستور یا مجہول الحال راوی ہو۔
(5) مرسل حدیث ہو۔
(6) جس راوی کو غلطی اور خطاء سے موصوف کیا جائے۔
(7) مدلس راوی کا روایت میں عنعنہ ہو۔
(8) انقطاع خفیف ہو یعنی وہ روایت معضل نہ ہو۔

(النکت علی ابن صلاح: 1/ 387,388 النوع الثانی: الحسن)

یہ تمام امور ایسے ہیں جو کسی راوی میں پائے جائیں تو روایت متابع یا شاہد بننے کے قابل ہوتی ہے اور شروط حسن روایت میں سے ہیں مگر تین شرائط کے ساتھ...... [ان شرائط کا بیان آگے آرہا ہے]

محدثین نے شدید ضعف کا جو بیان کیا ہے، ان تمام امور کی تفصیل انواع علم الحدیث لابن صلاح ص ۳۰، النکت ابن حجر ج ا ص ۳۸۸، ۳۹۸، نزھۃ النظر ص ۹۱ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ضعف شدید تعدد طرق میں بھی مقبول نہیں

یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ جس قسم کا بھی ضعف ہوگا وہ تعددِ اسانید کی بنا پر رفع ہو جائے گا اور حدیث حسن لغیرہ ہو گی، بلکہ جو ضعف شدید ہوگا وہ قابل قبول نہ ہوگا اور ضعیف کی ضعیف رہے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ان تین شروط کے بارے میں لکھتے ہیں۔
الحسن بالشروط الثلاثة وهي:
1-أن لا يكون فيهم من يتهم بالكذب.
2-ولا يكون الإسناد شاذا.
3-وأن يروى مثل ذلك الحديث أو نحوه من وجه آخر فصاعدا 5 وليس كلها في المرتبة على حد السواء بل بعضها أقوى من بعض.
(1) راوی پر جھوٹ کا الزام ہو یا اس پر انتہائی سخت جرح ہو جس سے اس کی روایت متابع یا شاہد میں پیش نہ کی جاسکے مثلاً کذاب، دجال وغیرہ، ان اوصاف سے متصف راوی کی کمزوری متابعت سے رفع نہ ہوگی، متابعت کا انفرادی حکم ہوگا، ایسے کذاب وغیرہ کی روایت بھی اس متابع کے لیے سود مند نہیں ہوسکتی، البتہ اس کے ضعف میں اضافہ ضرور کرسکتی ہے۔
(2) متہم بالکذب ہو۔ (جھوٹ کا الزام ہو)
راوی تین وجوہات پر متہم بالکذب ہوتا ہے۔
(ا) دنیاوی امور و معاملات میں جھوٹا ہو اگرچہ حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔
(ب) ایسی روایت کرنے میں منفرد ہو جو دین کے بنیادی اصول اور عام قاعدوں کے منافی ہو۔
(ج) ایسی روایت بیان کرے جس سے اسکی غلط بیانی واضح ہو جائے۔
(3) حدیث شاذ ہو۔ (النکت علی ابن صلاح 1: 387/ 388 النوع الثانی: الحسن)
محدث ابن ملقن لکھتے ہیں۔
وإن كان ضعفه لتهمة الراوي بالكذب أو كون الحديث شاذا فلا ينجبر ذلك بمجيئه.
اور اگر ضعف راوی تہمت کذب، یا حدیث شاذ ہے تو یہ قابل تقویت نہیں ہے۔
(المقنع فی علوم الحدیث: 1/ 102)

(4) راوی متروک ہو۔
علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔
والحسن [بن دينار] متروك الحديث لا يصلح للمتابعات.
اور حسن بن دینار متروک الحدیث ہے جو متابعت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ (تدریب الراوی: 1/ 243)

(5) راوی فحش الغلط (بکثرت غلطی کرنا) ہو۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
والسلامة من كثرة الخطأ والغفلة. (النکت علی ابن صلاح: 1/493 النوع الثالث: الضعیف)
محدث ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔
المسألة الثانية الرواية عن الضعفاء من أهل التهمة بالكذب والغفلة وكثرة الغلط...أنه يترك الرواية عن المتهمين [والذين غلب عليهم الخطأ] للغفلة وسوء الحفظ.
جھوٹ بولنے سے بدنام، غافل، اور کثیر الخطاء راوی کے بارے میں علمائے حدیث کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اس سے روایت کرنا ہی چھوڑ دیا جائے۔ (شرح علل الترمذی ص 131 وطبع 134)
حدیث کا منکر ہونا کیونکہ اس کی روایت میں منکر احادیث بہ کثرت پائی جاتی ہیں یا اس کی اغلاط اتنی زیادہ ہیں کہ اس کی صحت پر غالب ہیں، ایسے راوی کی روایت متابعات میں بھی قابل اعتبار نہیں۔
اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ پیش کردہ علتوں کے راویوں کی روایات تقویت کے قابل نہیں ہوتیں۔

ضعیف حدیث میں متابعت کی شروط

ضعیف حدیث کی تقویت کی مندرجہ ذیل شروط ہیں۔
(1) اس میں ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ کا الزام ہو یا جس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔
(2) ایسی حدیث کی دو یا اس سے زائد سندیں ہوں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
فإذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لأحدهم رجح أحد الجانبين من الاحتمالين المذكورين.
اس کی دوسری سندیں قابل اعتبار ہو، جتنی اس کی معتبر سندیں بڑھتی جائیں گی اتنا ہی حدیث کا ثبوت کا ظن غالب ہوگا۔ (نزھۃ النظر ص 130)
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
ومتى توبع السيء الحفظ بمعتبر: كأن يكون فوقه، أو مثله، لا دونه.
ضعیف حدیث کا متابع بھی ضعف میں اسی درجہ کا ہو، اس سے زیادہ کمزور نہ ہو۔
(نزھۃ النظر ص 129 وطبع ص 91)

(3) اپنے سے مضبوط کی مخالف نہ ہو۔
(4) متن کا معنی مختلف نہ ہو۔
شاہد کے متن میں شرط ہے کہ اس کے معنیٰ اصل حدیث کے موافق ہو۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: شرط الشاهد ان يكون موافقا في المعنى۔ (الامالی المطلقہ ص244)
(5) اختلاف مخارج ہو۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ روایان حدیث کے شہر اور شیوخ مختلف ہوں، شہر کے مختلف ہونے کا مطلب ہے کہ ایک سند میں کوفی ہو، دوسری میں شامی، تیسری میں بصری وغیرہ۔

متابع یا شاہد ہونے کے باوجود بھی عدم قبولیت

بعض اوقات کسی ضعیف حدیث کی متعدد سندیں ہوتی ہیں یا اس کے دیگر ضعیف شواہد ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود محدثین اس حسن لغیرہ کے درجے میں نہیں لاتے جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:
(1) محدث یہ سمجھتا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں شاہد حدیث کے راوی نے غلطی کی ہے، لہذا غلط متابع یا غلط شاہد ضعف کے احتمال کو رفع نہیں کر سکتے۔
(2) جن مسائل کا تعلق عقائد سے ہو اس میں محدثین وہی احادیث قبول کرتے ہیں جو صحیح ہوں، حسن لغیرہ یا متعدد طرق والی روایت سے استدلال نہیں کرتے۔
(3) جس ضعیف حدیث کو بیان کرنے میں راوی اپنے شیخ سے منفرد ہو تو محدثین ایسے تفرد کو قابل تقویت نہیں سمجھتے۔
(4) جب حدیث کی کسی سند میں ایک سے زائد ضعف ہوں۔ مثلاً روایت میں انقطاع بھی ہے اور راوی ضعیف بھی ہے یا اس میں دو راویان ضعف ہیں تو بسا اوقات محدثین ایسی سند قبول نہیں کرتے کیونکہ اس میں شاہد بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

نتیجہ:

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہر وہ روایت جس کی متعدد یا چند [دیگر] اسانید ہو تو وہ حسن لغیرہ نہیں ہوتی، اس اصول کی چند شرائط ہیں لہٰذا سید احمد غماری کا اس اصول کو مطلقاً بتانا علمی میدان میں غلط ہے۔ آپ آگے کتاب میں سید احمد غماری کی پیش کردہ روایات کا مفصل بیان ملاحظہ کریں گے ان کی پیش کردہ

روایات میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کذاب، متہم بالکذب، متروک یا فحش الغلط، رافضی راوی سے مروی نہ ہو یا معلول نہ ہو اور مندرجہ بالا سطور میں یہ بات واضح ہے کہ اس قسم کے راویوں کی روایات متابعت اور شواہد میں بھی قابل قبول نہیں ہوتیں اور جو اسانید سید احمد غماری نے اپنی کتاب میں نقل کیں ہیں ان سب میں سخت قسم کے ضعیف راوی یا دیگر علتیں موجود ہیں۔

کثرت طرق وشواہد پر غماری کا تضاد

دوران تحقیق راقم کو احمد صدیق الغماری کی کتاب" المسھم فی بیان حال حدیث: طلب العلم فریضة علی کل مسلم، پڑھنے کا اتفاق ہوا، یہ حدیث تقریباً نو صحابہ کرام سے کئی اسناد سے مروی ہے اور بہت ساری روایات میں کثیر متابعات اور شواہد موجود تھے جس کا تذکرہ خود احمد الغماری نے بھی کیا اور محدثین کرام نے اس حدیث کو متواتر کے درجے میں بھی رکھا، مگر احمد غماری نے ان تمام روایات، متابعات اور شواہد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کو رد کیا اور اسے ماننے سے انکار کر دیا، تفضیلیہ کو جب اپنا مؤقف ثابت کرنا ہو تو پھر موضوع اور شدید ضعف والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے محدثین کے اقوال رد کر دیے جاتے ہیں اور اصول جرح وتعدیل کو پس پشت رکھ دیا جاتا ہے، اور جب اپنے مؤقف کے خلاف کوئی روایت ہو تو پھر متابعات، شواہد، نکارت، منکر الحدیث والے اصول بھول جاتے ہیں جیسا کہ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم، والی روایت کے ساتھ کیا۔

کیا یہی دیانت اور صدق ہے کہ اپنے مؤقف کے لیے اصولوں کو توڑا جائے اور محدثین کی تذلیل کی جائے اور انھیں ناصبی کہہ کر پکارا جائے؟ شرم کا مقام ہے ان لوگوں کے لیے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور مسلک اہل سنت کے برعکس اپنے نظریہ کو زبردستی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاذ اقوال سے استدلال کی حیثیت

تفضیلیہ جب ہر طرح کی علمی بددیانتی اور دھوکا دہی سے کامیاب نہیں ہوتے تو مختلف علماء کے اپنی منفرد آراء یا شاذ اقوال کو پیش کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، علماء نے جمہور یا اجماع کے خلاف شاذ اقوال سے استدلال کرنے پر بہت سخت گرفت کی ہے اور ایسے شخص پر فاسق وگمراہ تک کا فتویٰ دیا، اس لیے اس عنوان کے تحت چند مباحث پیش خدمت ہیں، شاذ اقوال کتب میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اہل سنت میں فتنہ فساد پھیلانے کو علماء نے انتہائی قبیح فعل قرار دیا ہے۔

لغت میں شاذ کا مطلب ومعنی

يقال : شذ عنه يشُذ ويشِذ شذوذاً: انفرد عن الجمهور ، فهو شاذ ...وشذ الرجل :إذا انفرد عن أصحابه، و كذلك كل شيء منفرد فهو شاذ.

ترجمہ: شاذ عن کا معنی ہے انفرد عن الجمہور یعنی جمہور سے الگ ہو، تو یہ شاذ ہے، شاذ الرجل کا معنی ہے وہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہوا، اس طرح ہر منفرد چیز شاذ ہوتی ہے۔ (معجم لسان العرب لابن منظور: لفظ شذ ذ)

فقہاء اور شاذ کی تعریف

فقہاء کے نزدیک شاذ کی تعریف کے 3 اطلاق ہیں۔

فقہاء کے نزدیک پہلی تعریف:

حنفیہ اور مالکیہ فقہاء کے نزدیک شاذ کو بالمقابل مشہور، راجح، اور صحیح کہا جاتا ہے اور شاذ قول کو مرجوح یا ضعیف کہتے ہیں۔

علامہ علیش مالکی لکھتے ہیں۔

أَيْ الْحُكْمِ الَّذِي تَجِبُ..... وَهُوَ الْمَشْهُورُ الَّذِي كَثُرَ قَائِلُوهُ وَالرَّاجِحُ الَّذِي قَوِيَ دَلِيلُهُ فَتَحْرُمُ الْفَتْوَى، وَالْقَضَاءُ، وَالْعَمَلُ بِالشَّاذِّ وَالضَّعِيفِ.

یعنی: وہ حکم جو واجب ہو اور وہ مشہور ہے جس کے قائلین کثیر ہوں اور راجح وہ ہے جس کی دلیل قوی ہو پس شاذ و ضعیف روایت پر فتوی دینا، فیصلہ، اور عمل کرنا حرام ہے۔ (منح الجلیل: 1/ 20)

فقہاء کے نزدیک دوسری تعریف:

شافعی فقہاء کے نزدیک شاذ کا اطلاق مقابل قول مشہور، مذہب کے مقابلہ اور ان کے نزدیک شاذ قول ضعیف و عجیب ہوتا ہے، علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں۔

الْحُكْمُ بِالشَّاذِّ الْبَعِيدِ فِي مَذْهَبِهِ جِدًّا جِدًّا وَإِنْ تَرَجَّحَ عِنْدَهُ لِأَنَّهُ كَالْخَارِجِ عن الْمَذْهَبِ.

ترجمہ: شاذ کا حکم یہ ہے کہ وہ مذہب سے بہت زیادہ دور ہے، اور ہمارے نزدیک اس کا حکم خارج از مذہب ہے۔ (الفتاوی الفقہیہ الکبری: 4/ 317)

فقہاء کے نزدیک تیسری تعریف:

حنابلہ فقہاء کے نزدیک جمہور اہل علم اور حجۃ معتبرہ کی مخالفت کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول ضعیف ہوتا ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، اور شاذ سے استدلال

نہیں کیا جاتا۔

ابن قدامہ حنبلی عورتوں کی دیت کے مسئلہ پر الاصم اور ابن علیہ کے موقف کے رد پر لکھتے ہیں۔

وَهَذَا قَوْلٌ شَاذٌّ يُخَالِفُ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَسُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور ان کا یہ قول شاذ ہے، اجماع صحابہ اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے۔

فقہاء کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ قول مشہور، قول راجح، قول صحیح، مدون مذہب میں کسی کا اپنے مذہب کے خلاف قول، اور جمہور کے خلاف قول کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول پر عمل کرنا باطل و مردود ہے۔

اصولیین اور شاذ کی تعریف

اصولی علماء نے شاذ کی تعریف کے بارے میں تقریباً 4 اطلاق ذکر کیے ہیں۔

اصولیوں کے نزدیک شاذ کی پہلی تعریف:

شاذ کی پہلی تعریف یہ ہے کہ جو حق کے مخالف ہو وہ شاذ ہے ہر وہ جو حق کے خلاف ہو وہ شاذ ہے۔

شاذ کی اس تعریف کو ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے۔

فلما لم يجز أن يكون الحق شذوذاً، وليس إلا حقّ أو باطل صح أنّ الشذوذ هو الباطل.

ترجمہ: حق کا شاذ ہونا جائز نہیں اور یہاں حق یا باطل کے سواء صورت نہیں لہٰذا صحیح یہ ہے کہ شذوذ باطل ہے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام: 5/ 87)

اصولیوں کے نزدیک شاذ کی دوسری تعریف:

اصولیوں کے نزدیک دوسری تعریف یہ ہے کہ:

الشاذ عبارة عن الخارج عن الجماعة بعد الدخول فيه.

جماعت میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکل جانا شذوذ ہے۔

امام زرکشی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

وقال أبو الْحُسَيْنِ بن الْقَطَّانِ هو أَنْ يَرْجِعَ الْوَاحِدُ عن قَوْلِهِ فَمَتَى رَجَعَ عنه سُمِّيَ شَاذًّا كما يُقَالُ شَذَّ الْبَعِيرُ عن الْإِبِلِ بَعْدَ أَنْ كان فيها يُسَمَّى شَاذًّا.

ترجمہ: شاذ کا معنی ہے کہ ایک شخص کا اپنے قول سے رجوع کرنا، جب اس سے رجوع کرے گا تو شاذ کہلائے گا۔ (البحر المحیط 6/ 489 وطبع 3: 560)

اور یہ قول کثیر اصولیین کا ہے جس میں امام غزالی، آمدی، امام بزدوی، امام ابن الہمام اور علامہ زرکشی شامل ہیں۔

اصولیوں کے نزدیک شاذ کی تیسری تعریف:

شاذ کی تیسری تعریف یہ ہے کہ کسی ایک شخص کا جماعت کی مخالفت کرنا۔
امام زرکشی لکھتے ہیں۔
فَقِيلَ: هُوَ قَوْلُ الْوَاحِدِ، وَتَرْكُ قَوْلِ الْأَكْثَرِ.
شاذ کسی ایک شخص کا قول اور اکثریت کے قول کو ترک کر دیا جائے (البحر المحیط: 6/ 489 وطبع: 3/ 560)

اصولیوں کے نزدیک شاذ کی چوتھی تعریف:

علامہ قرافی لکھتے ہیں۔
الْخِلَافِ الشَّاذِّ الْمَبْنِيِّ عَلَى الْمُدْرَكِ الضَّعِيفِ. (انوار البروق: 4/ 51)
اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اصولیوں کے نزدیک حق کے خلاف قول، جماعت کے خلاف، اکثریت کے خلاف قول کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول پر اعتماد کرنا ضعیف اور مردود ہے۔

شاذ اقوال کا اطلاق کن صورتوں میں ہوتا ہے؟

علماء فقہاء اور محققین نے مختلف صورتوں اور حالتوں میں کسی قول پر شاذ کا اطلاق کرتے ہیں۔

(1) إذا كان على خلاف النصوص الصحيحة الصريحة.
(2) إذا كان قد سبق بالأجماع.
(3) إذا انفرد به نفر قليل من أهل العلم، وخالفوا مذهب عامة أهل العلم مع ضعف مأخذهم.
(4) إذا لم يجر عليه عمل العلماء وهجروه.
(5) إذا كان مخالفاً لأصول الشريعة وقواعدها العامة.

جب صریح صحیح نصوص کے برخلاف ہو۔
جب اجماع سے آگے نکل جائے۔
جب کم لوگ، اہل علم سے جدا ہوں اور عامہ اہل علم کے مذہب کی مخالفت کریں۔

جب اس پر علماء کا عمل نہ ہو۔
جب اصول شریعت اور قواعد عامہ کے خلاف ہو۔

شاذ اقوال سے استدلال کرنا باطل و مردود

علماء و محققین نے شاذ اقوال اور فقہاء کی تسامح یا غلطی پر اپنا موقف قائم کرنے والے لوگوں پر سخت فتوی دیا ہے قارئین کے سامنے چند علماء کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا فرمان

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نَصْرٍ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، ثنا ابْنُ وَضَّاحٍ ثنا مُوسَى بْنُ مُعَاوِيَةَ....اوَبِهِ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ حَيَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: »إِنَّ مِمَّا أَخْشَى عَلَيْكُمْ زَلَّةَ الْعَالِمِ، وَجِدَالَ الْمُنَافِقِ بِالْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ حَقٌّ، وَعَلَى الْقُرْآنِ مَنَارٌ كَأَعْلَامِ الطَّرِيقِ. (جامع بیان العلم وفضلہ:2/ 980رقم1868)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک مجھے تم پر عالم کی لغزش اور منافق کے قرآن سے جدال کا اندیشہ ہے اور قرآن حق ہے اور قرآن پر روشن نشانات و مینار ہیں جیسے راستے کے نشان ہوتے ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان

محدث ابو داود ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ اللهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ. قَالَ قُلْتُ لِمُعَاذٍ مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ

وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ بَلَى اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا.

ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ یزید بن عمیرہ (جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے) نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ جب بھی کسی مجلس میں وعظ کہنے کو بیٹھتے تو کہتے: اللہ بڑا حاکم اور عادل ہے، شک کرنے والے تباہ ہو گئے تو ایک روز معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تمہارے بعد بڑے بڑے فتنے ہوں گے، ان (دنوں) میں مال کثرت سے ہو گا، قرآن آسان ہو جائے گا، یہاں تک کہ اسے مومن و منافق، مرد و عورت، چھوٹے بڑے، غلام اور آزاد سبھی حاصل کر لیں گے، تو قریب ہے کہ کہنے والا کہے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میری پیروی نہیں کرتے، حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے، وہ میری پیروی اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ میں ان کے لیے اس کے علاوہ کوئی نئی چیز نہ نکالوں، لہٰذا جو نئی چیز نکالی جائے تم اس سے بچو، اس لیے کہ ہر وہ نئی چیز جو نکالی جائے گمراہی ہے، اور میں تمہیں حکیم و دانا کی گمراہی سے ڈراتا ہوں، اس لیے کہ بسا اوقات شیطان، حکیم و دانا شخص کی زبانی گمراہی کی بات کہتا ہے اور کبھی کبھی منافق بھی حق بات کہتا ہے، میں نے معاذ سے کہا: (اللہ آپ پر رحم کرے) مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ حکیم و دانا گمراہی کی بات کہتا ہے، اور منافق حق بات؟ وہ بولے: کیوں نہیں، حکیم و عالم کی ان مشہور باتوں سے بچو، جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہو کہ وہ یوں نہیں ہے، لیکن یہ چیز تمہیں خود اس حکیم سے نہ پھیر دے، اس لیے کہ امکان ہے کہ وہ (اپنی پہلی بات سے) پھر جائے اور حق پر آ جائے، اور جب تم حق بات سنو تو اسے لے لو، اس لیے کہ حق میں ایک نور ہوتا ہے۔

(1) سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: 4/203 رقم 4611

(2) جامع معمر: 11/363، 364 رقم 20750

(3) سنن الدارمی: 1/67

(4) المعرفۃ والتاریخ الفسوی: 2/222، 320، 322، 719

(5) الشریعۃ الآجری ص 47، 48

(6) صفۃ النفاق الفریابی: ص 18، 19، 20

(7) الإبانۃ ابن بطۃ: 1/22

(8) المدخل إلی السنن البیہقی: رقم 834

(9) جامع بیان العلم ابن عبد البر: 2/ 981 رقم 1781
(10) شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ اللالکائی: 1/ 88، 89
(11) سیر اعلام النبلاء: رقم 1438

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان

محدث ابن عبد البر اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي ثنا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يُونُسَ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَسَدِيُّ، ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: " وَيْلٌ لِلْأَتْبَاعِ مِنْ عَثَرَاتِ الْعَالِمِ، قِيلَ: كَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ: يَقُولُ الْعَالِمُ شَيْئًا بِرَأْيِهِ ثُمَّ يَجِدُ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَيَتْرُكُ قَوْلَهُ ذَلِكَ ثُمَّ يَمْضِي الْأَتْبَاعُ "

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی بربادی ہے جو عالم کی لغزش کی پیروی کرتے ہیں، پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا: عالم اپنی رائے سے کچھ کہے گا پھر ایسے شخص کو پائے گا جو ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ واقف ہو تو وہ اپنا قول کو ترک کر دے گا مگر اس کے پیروکار اس کی رائے پر چلتے رہیں گے۔ (المدخل للبیہقی: : 835، 836، الفقیہ والمتفقہ للخطیب: 2/ 14، جامع بیان العلم لابن عبد البر: 2/ 226 رقم 992)

حضرت سلیمان التیمی کا شاذ قول کے بارے میں رائے

محدث ابن عبد البر روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ، ثنا الْغِلَابِيُّ، ثنا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: «لَوْ أَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ».

(جامع بیان العلم: 2/ 185 رقم 901)

یعنی جو شخص ہر عالم کی کسی نہ کسی رخصت کو لیتا ہے یا عمل کرتا ہے اس میں تمام شر جمع ہو جاتے ہیں۔
علامہ ابن عبد البر دوسری سند سے روایت لکھتے ہیں۔

وَذَكَرَهُ الطَّبَرِيُّ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ غَسَّانَ بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ: أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: قَالَ لِي سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: " إِنْ أَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ.

(جامع بیان العلم: 2/ 185 رقم 901)

یعنی: اگر تم ہر عالم کی رخصت پر عمل کرو گے تو تم میں سارا شر جمع ہو جائے گا۔

علامہ ابن عبد البر کی تحقیق

محدث ابن عبد البر اپنی کتاب میں حضرت سلیمان بن تیمی کا قول نقل کرنے کے بعد اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عُمَرَ: »هَذَا إِجْمَاعٌ لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ.

(جامع بیان العلم: 2/ 185 رقم 901)

یعنی ابن عبد البر نے کہا کہ [سلیمان بن تیمی] کے قول پر اجماع ہے اور اس پر کسی اختلاف کا علم نہیں والحمد اللہ۔

حضرت ابراھیم بن ادھم کا شاذ اقوال کے خلاف قول

محدث ابن خلال سند سے لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنِي حَرْبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ، قَالَ: مَنْ حَمَلَ شَاذَّ الْعُلَمَاءِ حَمَلَ شَرًّا كَبِيرًا.

(الامر بالمعروف والنہی عن المنکر للخلال ص 66، الجامع الاخلاق الراوی: 4/ 211)

ترجمہ: جس نے علماء کے شاذ اقوال کا بوجھ اٹھایا، تو اس نے بڑا شر اٹھایا۔

امام الاوزاعی کا علماء کے شاذ اقوال پر حکم

محدث بیہقی اپنی سند سے قول نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو عبدِ اللهِ الحافظُ قال: سَمِعتُ أبا العباسِ محمدَ بنَ يَعقوبَ يقولُ: سَمِعتُ العباسَ بنَ الوَليدِ يقولُ: سَمِعتُ محمدَ بنَ شُعَيبِ بنِ شابورَ يقولُ: سَمِعتُ الأوزاعيَّ يقولُ: مَن أخَذَ بنَوادِرِ العُلَماءِ خَرَجَ مِنَ الإسلامِ.

(سنن الکبریٰ: 21/ 99 رقم 2059 ت الترکی، شعب الایمان رقم 1923)

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جو علماء کے نوادر اقوال یعنی شاذ سے اخذ کرتا ہے وہ اسلام سے ہی خارج ہوتا ہے

امام طحاوی کا شاذ اقوال سے استدلال کرنے سے منع کرنا

امام طحاوی فرماتے ہیں۔

وَنَجْتَنِبُ الشُّذُوذَ وَالْخِلَافَ وَالْفُرْقَةَ

ہم شاذ اقوال، خلاف مذہب اور فرقہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ (عقیدہ الطحاویہ ص48)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وَنَرَى الْجَمَاعَةَ حَقًّا وَصَوَابًا، وَالْفُرْقَةَ زَيْغًا وَعَذَابًا

ہم جماعت کو حق وصواب سمجھتے ہیں اور فرقت [علیحدگی] کو کجی اور عذاب گردانتے ہیں۔

(عقیدہ طحاویہ ص60)

علامہ شاطبی کے نزدیک علماء کی غلطیوں پر ان کی تشنیع نہیں کرنی چاہیے

علامہ شاطبی لکھتے ہیں۔

لَا يَنْبَغِي أَنْ يُنْسَبَ صَاحِبُهَا إِلَى التَّقْصِيرِ، وَلَا أَنْ يشنع عليه بها، ولا ينتقص مِنْ أَجْلِهَا، أَوْ يُعْتَقَدُ فِيهِ الْإِقْدَامُ عَلَى الْمُخَالَفَةِ بَحْتًا، فَإِنَّ هَذَا كُلَّهُ خِلَافُ مَا تَقْتَضِي رُتْبَتُهُ فِي الدِّينِ.

ترجمہ: صاحب شذوذ کی طرف تقصیر کی نسبت نہ کرنی چاہیے نہ اس پر تشنیع کی جائے نہ ان کی وجہ سے اس کی تنقیص کی جائے یا اس کے متعلق صاف مخالفت پر اقدام کا عقیدہ نہ رکھا جائے کیوں کہ یہ سب تقاضائے رتبہ دین کے خلاف ہے۔ (الموافقات:5/137 باب الطرف الاول: فی الاجتہاد)

علامہ شاطبی کے حوالہ سے تفضیلیہ، بدعتی و گمراہ لوگوں کے اس مؤقف کا بھی جواب ہوگیا کہ جو متعدد علماء کے شاذ اقوال لے کر پھرتے ہیں اور پوچھتے رہتے ہیں کہ اگر ان علماء کا یہ مؤقف ہے تو پھر یہ سنی رہے یا بدعتی؟ علامہ شاطبی و دیگر علماء کے قول سے واضح ہوا کہ علماء سے غلطی سرزد ہونا عین ممکن ہے مگر اس قول کی بنیاد پر ان علماء کو بدعتی یا طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایسے شاذ اقوال پر عمل کرنے والے پر بدعتی و گمراہی کا اطلاق ہوتا ہے

علامہ ذہبی کا مجتہدین کی خطاء سے استدلال کرنے پر تنبیہ

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

مَن يَتَتَبَّع رُخَص المذاهِب، وزلاَّت المجتهدين، فقد رقَّ دِينه (سیر اعلام النبلاء: 8/18)

ترجمہ: جو شخص مذاہب کی رخصتوں اور مجتہدوں کی لغزش کے پیچھے پڑے تو اس نے اپنے دین کو کمزور کیا۔

محدث ابن صلاح کا شاذ اقوال سے استدلال کرنے پر زندیق کا اطلاق

محدث ابن صلاح لکھتے ہیں۔

ومن تتبع ما اختلف فيه العلماء وأخذ بالرخص من أقاويلهم تزندق أو كاد.

ترجمہ: اور جو ان مسائل کی تلاش میں رہے جن میں علماء کا اختلاف ہے یا ائمہ کے اقوال میں سے رخصتوں کو اختیار کرے تو وہ زندیق ہو گا یا ہونے والا ہے۔ (فتاوی ابن صلاح ص500)

علامہ ابن رجب حنبلی کا علماء کی غلطیوں سے استدلال پر نقد

ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

و مما يختص به العلماء ردّ الأهواء المضلة بالكتاب و السنة على مُورِدِها ، و بيان دلالتهما على ما يخالف الأهواء كلها ، و كذلك رد الأقوال الضعيفة من زلاّت العلماء، وبيان دلالة الكتاب والسنة على ردّها.

ترجمہ: اور جس چیز سے علماء کا اختصاص ہے وہ ان خواہشات نفسانی کا رد ہے جو کتاب وسنت کے ذریعہ ان کے موارد سے بہکا دینے والی ہیں، نیز علماء کے ساتھ یہ امر خاص ہے کہ وہ کتاب وسنت کی دلالت کی وضاحت خواہشات کی مخالفت کے مطابق کریں، اسی طرح علماء کی لغزشوں پر مشتمل ضعیف اقوال کا رد کریں اور ضعیف اقوال کے رد پر کتاب وسنت کی دلالت واضح کریں۔ (جامع العلوم والحکم: ص98)

شاذ اقوال پیش کرنے پر علماء کی طرف سے گرفت

علامہ ذہبی اپنی کتاب میں اسماعیل القاضی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ

رَوَى أَبُو العَبَّاسِ بن سُرَيْجٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ القَاضِي، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى المُعْتَضِد،....

وَدَخَلْتُ مَرَّةً. فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَاباً. فنظرتُ فِيهِ. فَإِذَا قَدْ جَمَعَ لَهُ فِيهِ الرُّخَص مِنْ زلل العُلَمَاء، فَقُلْتُ: مُصَنِّفُ هَذَا زِنْدِيقٌ. فَقَالَ: أَلم تَصِحّ هَذِهِ الأَحَادِيث؟ قُلْتُ: بَلَى، وَلَكِنْ مَنْ أَبَاحَ المُسْكِر لَمْ يُبِح المُتْعَة. وَمَنْ أَبَاحَ المُتْعَة لَمْ يُبِح الغِنَاء، وَمَا مِنْ عَالِمٍ إِلاَّ وَلَهُ زَلَّة، وَمن أَخَذَ بِكُلِّ زَلَل العُلَمَاء ذهبَ دِينُه. فَأَمَرَ بِالكِتَاب فَأُحْرِق.

(سیر اعلام النبلاء:13 /465، البدایہ والنہایہ:11 /87، تاریخ الخلفاء ص589)

قاضی اسماعیل فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ معتضد کے پاس حاضر ہوا جو بنو عباس کا حاکم رہا ہے، تو اس نے ایک کتاب میری طرف بڑھائی، میں نے اس کتاب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب میں علما کی لغزشوں اور تفردات وشذوذ کو ان کے دلائل کے ساتھ یکجا کیا گیا تھا چنانچہ کتاب پڑھ کر میں نے کہا کہ اس کتاب کا مصنف کوئی زندیق ہوسکتا ہے خلیفہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو میں نے جواب دیا: یہ تمام باتیں صحیح نہیں ہیں، جس نے متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اسی نے نشہ اور غنا کو جائز قرار نہیں دیا اور پھر کون عالم ہے جس سے کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی ہو؟ اور جس نے علما کی لغزشوں وتفردات وشذوذ کو جمع کیا اور پھر اس پر عمل بھی کیا، اس کا دین چلا گیا یہ سن کر خلیفہ معتضد نے اس کتاب کو جلانے کا حکم دے دیا۔

محدث دارمی کی تحقیق

محدث دارمی فرماتے ہیں۔

إن الذی یرید الشذوذ عن الحق یتبع الشاذ من قول العلماء ویتعلق بزلاتهم والذی یؤم الحق فی نفسه یتبع المشهور من قول جماعتهم وینقلب مع جمهورهم فهما آیتان بینتان یستدل بهما علی اتباع الرجل وعلی ابتداعه۔

ترجمہ: جو شخص حق سے روگردانی کرنا چاہتا ہے تو وہ علماء کے اقوال میں سے شاذ قول کو اختیار کرتا ہے اور ان کی غلطی کو حجت بنالیتا ہے، اس طرح جو شخص حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ مشہور قول کو اختیار کر لیتا ہے اور جمہور علماء کا ساتھ دیتا ہے، یہ دو واضح نشانیاں ہیں جن کی بنا پر مبتدع اور اتباع خیر کرنے والے شخص کو پہچانا جا سکتا ہے۔ (الرد علی الجہمیہ: ص216، ص129)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ سنت، اجماع، جمہور، جماعت اور حق کے خلاف بات کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول ضعیف ہوتا ہے ایسے شاذ اقوال کو جمع کر کے عمل کرنا فسق اور گمراہی ہے۔

تفضیلیہ وگمراہ و بدعتی لوگ ایسے ہی شاذ اقوال کو پیش کر کے علماء اور عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں کبھی ایک

تفضیلی امام الاشعری کی کتاب مقالات اسلامین سے فرقہ بدعتی زیدیہ کا مؤقف بلا سند کہ امام زید بن علی رحمہ اللہ، افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائل تھے، کو پیش کرتے ہیں، اور چالاکی سے یہ پوچھتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر تفضیلی اہل سنت سے خارج ہوتا ہے تو پھر امام زید بن علی رضی اللہ عنہ بھی اہل سنت سے خارج ہوں گے؟ کبھی ابن عبدالبر کی کتاب الاستذکار و الاستیعاب کا حوالہ لے کر گھومتے ہیں حالانکہ یہ تو تفضیلیت کی جڑ کاٹتی ہے اور اگر ابن عبدالبر کے پیش کردہ صحابہ کے قول سے افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ثابت ہوتی ہے تو ان تفضیلیہ میں اتنی اخلاقی ہمت نہیں ہوتی تو وہ ابن عبدالبر کا اپنا عقیدہ بھی لکھ دیتے کہ وہ افضلیت شیخین کریمین کے قائل ہیں؟ اگر ان صحابہ کرام کے اقوال سے افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ثابت ہوتا تو پھر محدث ابن عبدالبر نے خود یہ عقیدہ کیوں نہیں اپنایا؟

پھر ان تفضیلیہ کی ایک علمی خیانت اور دھوکا بازی یہ ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت خلفاء ثلاثہ والی روایت کو شاذ ہونا تو لکھتے ہیں مگر اس کی وجہ بتانے سے گریز کرتے ہیں، محدث ابن عبدالبر کا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو شاذ کہنے کی علت یہ تھی کہ وہ اس مقام پر لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے علما کا اجماع ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیونکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو افضلیت دینے کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس اجماع کے برخلاف [جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ] اس روایت کو شاذ کہا، اب کمال بات یہ ہے کہ تفضیلیہ کو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو شاذ کہنا تو نظر آ گیا مگر ابن عبدالبر کا افضلیت شیخین کریمین پر علماء اہل سنت کی اجماع والی عبارت نظر نہیں آئی؟ یا یوں کہہ لیجیے کہ ابن عبدالبر کی افضلیت شیخین کریمین اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اجماع اہل سنت والی عبارت کو عوام الناس کے سامنے لانے سے ان کے مؤقف کی ہی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ کبھی تفضیلیہ کسی کتاب سے ایک آدھ ادھورا قول نقل کر کے عوام الناس کو کہتے ہیں کہ فلاں بھی تفضیلی ہے تو کیا وہ بھی اہل سنت سے خارج ہے؟ یا فلاں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فلاں بات کی، تو کیا وہ بھی اہل سنت سے خارج ہو نگے؟ ایسے شاذ اقوال پیش کر کے تفضیلیہ لوگوں کے عقیدہ خراب کرتے ہوئے عمومی طور پر پھرتے ہوئے نظر آئیں گے علماء اور عوام الناس ان کی اس فریب کاری سے ہوشیار رہیں کیونکہ افضلیت شیخین کریمین کا عقیدہ، استدلال قرآن، صحیح روایات، اجماع صحابہ اور اجماع اہل سنت سے ثابت ہے اس کے خلاف کسی ایک شخص کا قول یا چند لوگوں کا کوئی بھی مؤقف یا عقیدہ قابل حجت نہیں ہوتا بلکہ علماء سے ان غلطیوں کا صدور، تسامح، شذوذ ہوتا رہتا ہے اور تسامح، شذوذ اور علمی اغلاط سے نہ تو حجت لی جاتی ہے اور نہ ہی ان اقوال کی بنیاد

پر ان پر کوئی فتویٰ لگتا ہے۔
تفضیلیہ کا یہ فراڈ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ غیر مقلدین فقہاء کی کتابوں سے غیر مفتیٰ بہ اور مرجوح اقوال کو پیش کر کے احناف پر لعن وطعن کرتے ہیں جب ان کا جواب دیا جائے تو پھر ایسے غیر مفتیٰ بہ، ضعیف، اور مرجوح اقوال کے قائل فقہاء پر فتویٰ بازی کرتے ہیں اسی طرح کی بدیانتی وخباثت دکھاتے ہوئے، بدعتی وگمراہ لوگ عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے سلف وخلف کی رائے

امت کے بہترین لوگ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ:

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں۔ (صحیح البخاری: 5/ 2 رقم 3650)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لمحہ گذارنا ساری عمر کی عبادت سے بہتر ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوقٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ.

ترجمہ: کسی بھی صحابی کا نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک لمحہ گزارنا تم میں سے کسی شخص کی ساری زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔

(1) مصنف ابن ابی شیبہ: 12/ 178 رقم 33082

(2) سنن ابن ماجہ 1/ 112 رقم 162

(3) فضائل الصحابہ: رقم 15 و 20 و 1729 و 1736

(4) السنہ ابن أبي عاصم: رقم 1006
(5) الاعتقاد للبیہقی: ص 323
(6) الشریعہ للآجری: 5/ 2505، رقم 2000،
(7) اتحاف الخیرہ المہرۃ للبوصیری: 7/ 336، رقم 6992،
(8) المطالب العالیہ: 12/ 38 رقم 4256

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصرا توثیق پیش خدمت ہے۔

(1) وکیع بن الجراح	ثقہ حافظ	تقریب التھذیب 7414
(2) سفیان بن سعید الثوری	ثقہ حافظ	تقریب التھذیب 2445
(3) نسیر بن ذعلوق	صدوق	تقریب التھذیب 7107
(4) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم	

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ روایت کی سند صحیح ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"لمُقامُ أحدهم ساعة مع النبي صلى الله عليه وسلم خيرٌ من عمل أحدِكم أربعين سنة". وفي رواية: "خيرٌ من عبادةِ أحدِكم عُمُره.

ترجمہ: کسی بھی صحابی کا نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک لمحہ گزارنا تم میں سے کسی شخص یعنی غیر صحابی کے چالیس دن کے عمل سے بہتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اُس کی ساری زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔

(الشرح والابانہ لابن بطہ: ص 119)

اس قول کی سند میسر کتب میں موجود نہیں، ابن بطہ کی دیگر کتب میں اس روایت کی سند موجود ہوگی مگر اس قول کے دیگر شواہد موجود ہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک لمحہ گذارنا چالیس سال کی عبادت سے بہتر ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لمحہ گذارنا چالیس سال کی عبادت سے بہتر ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ أَحَدِكُمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً. (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل: 1/ 60 رقم 20)

ترجمہ: کسی بھی صحابی کا نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک لمحہ گزارنا تم میں سے کسی شخص کے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے۔

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر اتوثیق پیش خدمت ہے۔

(1) عبدالرحمن بن مہدی	ثقہ ثبت	تقریب التھذیب 4018
(2) سفیان بن سعید الثوری	ثقہ حافظ	تقریب التھذیب 2445
(3) نسیر بن ذعلوق	صدوق	تقریب التھذیب 7107
(4) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم	

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی سند صحیح ہے۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہنے والے کی عبادت قبول نہیں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ الْعَدْلُ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسَى، ثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ بِي أَصْحَابًا فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

ترجمہ: حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں کہ "بیشک اللہ تبارک وتعالی نے مجھے چن لیا، اور میرے لئے اصحاب کو چن لیا، پس ان میں بعض کو میرے وزیر اور میرے مددگار اور میرے سسرالی بنا دیا، پس جو شخص ان کو برا کہتا ہے، ان پر اللہ کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت، قیامت کے دن نہ ان کا کوئی فرض قبول ہوگا، اور نہ ہی نفل۔

قال الذہبی، صحیح [مستدرک للحاکم:3/632 رقم6656]

قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الصَّرْفُ وَالْعَدْلُ: الْفَرِيضَةُ وَالنَّافِلَةُ.

[الشریعۃ للآجری:5/205 رقم1919]

تخریج الحدیث:

(1) تاریخ ابن أبی خیثمہ:2/680 رقم2844
(2) تاریخ بغداد للخطیب:1/ 209
(3) الآحاد والمثانی ابو بکر الشیبانی:3/436 رقم1772
(4) السنۃ لابن ابی عاصم:2/483 رقم1000
(5) معجم الصحابۃ لابن قانع:2/ 42 1 رقم615
(6) الشریعۃ للآجری:5/204 رقم 1918
(7) الشریعۃ للآجری:5/205 رقم1919
(8) معجم الأوسط للطبرانی:1/144 رقم456
(9) معجم الکبیر للطبرانی: رقم 138794
(10) مستدرک للحاکم:3/632 رقم6656
(11) أمالی ابن بشران : رقم9 5
(12) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم:2/11
(13) معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم:12/332 رقم3949
(14) معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم:15/141 رقم4755
(15) معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم:15/178 رقم4781
(16) أربع مجالس للخطیب البغدادی: رقم21
(17) مجلسان من أمالی نظام الملک: ص20 رقم17
(18) کتاب السنۃ للخلال:3/515 رقم834
(19) معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی:4/51 رقم1628
(20) الاربعون حدیثا للآجری: ص12 رقم 11

(21) الأمالي المطلقة لابن حجر: ص70، 71
(22) الجامع الاخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب: 4/ 70 رقم 1364
(23) السنة لابن ابي عاصم: 3/ 17 رقم 338
(24) المدخل إلى السنن الكبرىٰ: 1/ 27 رقم 25
(25) جزء ابن الغطريف: ص83 رقم 37
(26) جزء فيه من منتخب حديث أبي بكر الزهري: ص106 رقم 299
(27) مجلس ابن فاخر الأصبهاني: ص992 رقم 402
(28) مشيخة أبي بكر بن أحمد بن عبد الدائم المقدسي الحنبلي: ص95 رقم 70
(29) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 9/ 439 رقم 16391
(30) مختصر تاريخ دمشق: 7/ 350
(31) معجم الشيوخ للسبكي: ص771
(32) الامالي القالي، لابن القاسم: ص276
(33) الأمالي في لغة العرب: 2/ 311
(34) التبصرة لابن الجوزي: 1/ 431

امت کے بہترین لوگ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ "

کہ میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔ (صحیح البخاری: 5/ 2 رقم 3650)

تمام امتوں سے بہتر

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ "أُعْطِيتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ" فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هُوَ قَالَ؟: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَسُمِّيتُ أَحْمَدَ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُورًا، وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ"

ترجمہ: مجھے ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں دی گئیں، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مدد رعب سے کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، مٹی میرے لیے طہارت کا باعث بنائی گئی اور میری امت تمام امتوں سے بہتر قرار دی گئی ہے۔ (مسند احمد: 1/ 98 رقم 763)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر: 1/ 520) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: 8/ 225) نے اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

قرآن مجید اور ان احادیث کا ظاہری مصداق آپ ﷺ کی پوری امت ہے، مگر اس کا اولین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں بلکہ بعض صحابہ اور تابعین نے بھی "خیر امت" سے مراد صحابہ کرام مراد لیے ہیں۔

صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کے لئے منتخب کیا گیا

امام ابوبکر الآجری رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ الرَّازِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ الْحَسَنِ فِي مَجْلِسٍ فَذَكَرَ كَلَامًا وَذَكَرَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ كَانُوا أَبَرَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَإِقَامَةِ دِينِهِ فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيمِ.

ترجمہ: وہ محمد ﷺ کے اصحاب تھے، وہ اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والے اور سب سے زیادہ کم تکلف کرنے والے تھے وہ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو سرفراز کرنے اور اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب کیا ان کے اخلاق و اطوار کو اختیار کرو، رب کعبہ کی قسم! وہ صراطِ مستقیم پر تھے۔ (الشریعہ للآجری: رقم الحدیث 1161)

میرے صحابہ کو برا نہ کہو

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ.

میرے صحابہ کو برا نہ کہو تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے ایک مُد (425 گرام) صدقہ کیے ہوئے بلکہ اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(1) صحیح البخاری:5 /10 رقم 3673 (2) صحیح مسلم:7 /188 رقم 6651,6652

(3) سنن ابوداؤد:4 /346 رقم 4660 (4) سنن ترمذی:5 /695 رقم 3861

بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام البرقانی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک روایت میں- أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا كُلَّ يَوْمٍ- کے الفاظ نقل کیے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے (425 گرام) یا اس سے نصف خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری:7 /34)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خرچ کی ہوئی ہر چیز یہاں مراد ہے وہ جو ہوں، کھجوریں ہوں یا کھانے کی کوئی اور چیز ہو۔

روایت کا سبب بیان

صحیح مسلم وغیرہ میں اس روایت کے سبب بیان کا ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مابین تلخی پیدا ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناگوار الفاظ نکل گئے، اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، الخ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنہیں سیف من سیوف اللہ، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کا لقب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ملا، جب وہ بھی اپنی تمام تر خدمات کے باوجود حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (جو سابقین اولین میں سے ہیں) کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں سخت سست کہنے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبردار کیا تو کسی غیر کا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم یا ان کے بارے میں ناگفتنی باتیں کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

غیر صحابی میرے صحابہ کو گالی نہ دے

صحیح مسلم کی اس تفصیلی روایت سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ صحابی تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہیں، یا "سب" کی یہ ممانعت بعد کے صحابہ کو سابقین اولین کے بارے میں ہے

علامہ سخاوی رحمہ اللہ کی تحقیق

علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تصور مردود ہے۔

بِأَنَّ نَهْيَ الصَّحَابِيِّ عَنْ سَبِّ آخَرَ لَا يَسْتَلْزِمُ أَنْ لَا يَكُونَ الْمَنْهِيُّ عَنِ السَّبِّ غَيْرَ صَحَابِيٍّ، فَالْمَعْنَى: لَا يَسُبَّ غَيْرُ أَصْحَابِي أَصْحَابِي، وَلَا يَسُبَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا (فتح المغیث: 4/ 21، 22)

صحابی کو دوسرے صحابی کے بارے میں سب کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر صحابہ کو اس کی ممانعت نہیں، اس لیے حدیث کے معنی یہ ہیں کہ غیر صحابہ میرے صحابہ کو گالی نہ دے اور نہ ہی کوئی صحابہ کسی دوسرے صحابی کو گالی دے۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان

شکر رنجی دین میں نقصان کا باعث نہیں

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے طارق بن شہاب سے نقل کیا ہے کہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: نا شُعْبَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ قَالَ: وَكَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَيْنَ سَعْدٍ كَلَامٌ، وَقَالَ: فَتَنَاوَلَ رَجُلٌ خَالِدًا قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ عِنْدَ سَعْدٍ. قَالَ: فَقَالَ: سَعْدٌ، إِنَّ مَا بَيْنَنَا لَمْ يَبْلُغْ دِينَنَا.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مابین باتوں میں تکرار ہوئی تو ایک شخص حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں (ان کی حمایت میں) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا باتیں کرنے لگا جس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ ہمارے مابین ہے وہ ہمارے دین کو نہیں پہنچ سکتا۔

(1) فضائل الصحابۃ لاحمد: 2/ 751 رقم 1311

(2)حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء:1 / 94
(3)مصنف ابن ابی شیبہ:11 /125 رقم 31284
(4)معجم الکبیر للطبرانی:4 /106 رقم 3810
(5)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:7 /149 رقم 11975
(6)شرح السنۃ للبغوی:13 /108 رقم 3532

گویا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں باتیں کرنے والے کو خبردار کیا کہ یہ ہماری باہمی بھائیوں کی تو تکرار ہے، ہماری ایسی شکر رنجی ہمارے دین میں نقصان کا باعث نہیں، اس لیے ہماری آپس کی باتوں میں تمہیں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے، تمہاری ایسی جسارت تمہارے لیے نقصان کا سبب ہے۔

صحابہ کرام کی ذلات کے باوجود ان کا احترام واجب ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں ان کی خطاؤں کے باوجود خود ان سے درگزر کیا بلکہ اپنے امتیوں کو یہ حکم فرمایا۔

حَدَّثنا أيوب بن سليمان البغدادي، حَدَّثنا آدم بن أبي إياس، حَدَّثنا شيبان، عَن قَتادة، عَن أَنَسٍ، قال :: ذكر مالك بن الدخشم عند النبي صلى الله عليه وسلم فوقعوا فيه فقالوا......: دَعُوا لِي أَصْحَابِي لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي.

(1)مسند البزار:13 /451 رقم 7221
(2)اصول السنۃ لابن ابی زمنین:ص268 رقم 188

علامہ ہیثمی کا روایت کی تصحیح کرنا

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وعن أنس قال: ذكر مالك بن الدخشن عند النبي صلى الله عليه و سلم فوقعوا فيه يقال له: رأس المنافقين فقال النبي صلى الله عليه و سلم: دعوا أصحابي لا تسبوا أصحابي. رواه البزار ورجاله رجال الصحيح.

میری خاطر میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے درگزر کرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجالہ رجال الصحیح، اس حدیث کے سب راوی بخاری کے ہیں۔

(مجمع الزوائد الہیثمی 9: 747/ رقم 16425)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

صحابہ کرام کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ "إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ... الخ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو تمام بندوں کے دلوں سے بہترین دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا تو اسے اللہ نے اپنے لیے چن لیا اور اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو منتخب کرنے کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو ان کے صحابہ کرام ز کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کا وزیر بنا دیا"

(1) مسند احمد: 1/ 379 رقم 3600 (2) مسند بزار 5/ 212 رقم 1816

(3) حلیۃ الاولیاء 1/ 375 (4) الاستیعاب 1/ 5

امام حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان

امت کے سب سے زیادہ نیک دل

امام ابوبکر الآجری رحمہ اللہ نے بسند حسن امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ الرَّازِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ الْحَسَنِ فِي مَجْلِسٍ، فَذَكَرَ كَلَامًا، وَذَكَرَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أُولَئِكَ أَصْحَابُ

مُحَمَّدٍ كَانُوا أَبَرَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ، وَإِقَامَةِ دِينِهِ، فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ.

ترجمہ: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے، وہ اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والے اور سب سے زیادہ کم تکلف کرنے والے تھے وہ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو سرفراز کرنے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب کیا ان کے اخلاق واطوار کو اختیار کرو، رب کعبہ کی قسم! وہ صراطِ مستقیم پر تھے۔ (الشریعہ للآجری: 4/1685 رقم الحدیث 1161)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بالکل یہی رائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے جسے امام ابونعیم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى بْنِ إِسْحَاقَ، ثَنَا مُوسَى بْنُ سُفْيَانَ، ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَهْمِ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَبْهَانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: »مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ صلّى الله [ص: 306] عليه وسلم وَنَقْلِ دِينِهِ، فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ فَهُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ« (حلیۃ الاولیاء: 1/305)

اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے یہی رائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

(جامع بیان العلم: 2/97، شرح السنۃ للبغوی: 1/214)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوس قدسیہ ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کوئی بھی ان کے مقام ومرتبہ میں ان کا سہیم وشریک نہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں خیر امۃ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران: 110)

تم سب سے بہتر امت ہو جنہیں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ.

تم پورا کرتے ہو ستر امتوں کو، یعنی تم سترویں امت ہو، تم ان میں بہترین ہو اور ان سب سے مکرم و محترم ہو اللہ کے نزدیک۔ (سنن الترمذی: 5/ 226 رقم 3001)

یہ روایت ابن ماجہ، مسند احمد، دارمی، طبرانی اور مستدرک حاکم میں بھی ہے حافظ ابن حجر نے حسن صحیح کہا ہے۔

(فتح الباری: 8/ 225)

امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا فرمان

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

محدث الآجری اپنی سند سے قول نقل کرتے ہیں۔

1796 : وَحَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْأُشْنَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ ثَعْلَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ.

1797 : وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الطُّوسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالُوا: إِنَّ حُبَّ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ، كَذَبُوا، قَدْ جَمَعَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ حُبَّهُمَا بِحَمْدِ اللهِ فِي قُلُوبِنَا. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللهُ: وَرُوِيَ عَنْ أَيُّوبَ السِّخْتِيَانِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ أَوْضَحَ السَّبِيلَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُثْمَانَ فَقَدِ اسْتَنَارَ بِنُورِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى، وَمَنْ قَالَ الْحُسْنَى فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ.

ترجمہ: حضرت ایوب السختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی تعریف کرتا ہے، وہ نفاق سے بری ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے، وہ بدعتی ہے، سنت اور سلف صالحین کے طریقہ کے مخالف ہے، مجھے خطرہ ہے کہ اس کا کوئی عمل (قبولیت کے لیے) اس وقت تک آسمان پر نہیں جائے گا جب تک وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے اور اس کا دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض سے بچا ہوا

نہ ہو۔

محدث ابن حبان اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

سَمِعت مُحَمَّد بن عَلِيّ الْقطَّان بتستر يَقُول سَمِعت مصلح بن الْفضل الْأَسدي يَقُول سَمِعت مُحَمَّد بن مقَاتل الْعباداني يَقُول سَمِعت حَمَّاد بن سَلمَة يَقُول سَمِعت أَيُّوب السّخْتِيَانِيّ يَقُول من أحب أَبَا بكر فقد أَقَامَ الدّين وَمن أحب عمر فقد أوضح السَّبِيل وَمن أحب عُثْمَان فقد استنار بِنور الله وَمن أحب عليا فقد استمسك بالعروة الوثقى وَمن أحسن القَوْل فِي أَصْحَاب رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقد بَرِيء من النِّفَاق.

ترجمہ: حضرت ایوب السختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی تعریف کرتا ہے، وہ نفاق سے بری ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے، وہ بدعتی ہے، سنت اور سلف صالحین کے طریقہ کے مخالف ہے، مجھے خطرہ ہے کہ اس کا کوئی عمل (قبولیت کے لیے) اس وقت تک آسمان پر نہیں جائے گا جب تک وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے اور اس کا دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض سے بچا ہوا نہ ہو۔

(1) کتاب الشریعۃ للآجری: 5/2313 رقم 1797 (2) تاریخ دمشق: 54/193
(3) الثقات ابن حبان: 9/87 (4) الشفاء: 2/121

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا فرمان

جن کی زبان درازیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں۔

محدث ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: ثنا أَبُو يَعْلَى، ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ، يَقُولُ: وَقَالَ الْفُضَيْلُ: «إِنِّي أُحِبُّ مَنْ أَحَبَّهُمُ اللهُ وَهُمُ الَّذِينَ يَسْلَمُ مِنْهُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبْغِضُ مَنْ أَبْغَضَهُ اللهُ وَهُمْ أَصْحَابُ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ. (حلیۃ الاولیاء: 8/103 بسند صحیح)

میں ان سے محبت کرتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ وہی ہیں جن کی زبان درازیوں سے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں اور میں ان سے بغض رکھتا ہوں جن سے اللہ بغض رکھتا ہے اور وہ خرافی اور بدعتی ہیں۔

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر تعریف یا توثیق پیش خدمت ہے۔

(1) عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الحافظ الصادق		سیر اعلام النبلاء:16/276
(2) محمد بن علی بن جیش البغدادی	ثقہ	تاریخ بغداد وذیولہ:3/300 رقم 1387
(3) ابویعلی احمد بن علی بن المثنی	ثقہ مامون	سیر اعلام النبلاء:14/179
(4) عبدالصمد بن یزید الصائغ	ثقہ من اہل السنہ	تہذیب التہذیب:6/328 رقم 635
(5) الفضیل بن عیاض	ثقہ عابد	تقریب التہذیب: رقم 5431

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سند کے راوی قابل استدلال ہیں۔

امام ابوحفص عمر بن سلیم رحمہ اللہ کا فرمان
اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا

امام ابوحفص عمر بن سلیم رحمہ اللہ، فرماتے ہیں:

حدثنا أبو سعيد أحمد بن محمد بن أَبِي عُثْمَانَ النَّيْسَابُورِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا حَفْصٍ عُمَرَ الزَّاهِدَ النَّيْسَابُورِيَّ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا ارْتَكَبَ كُلَّ خطيئةٍ مَا خَلا الشِّرْكَ بِاللهِ، وَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا سَلِيمَ الْقَلْبِ لأَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَفَرَ اللهُ لَهُ.

ترجمہ: اگر کوئی شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو اور دنیا سے جائے کہ اس کا دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پاک صاف ہو، اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔

ان سے کہا گیا کہ اس کی کوئی دلیل ہے تو انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالَ: فَقِيلَ لأَبِي حفصٍ: هَلْ لِهَذَا فِي الْقُرْآنِ دليلٌ؟ قَالَ: بَلَى، قَوْلُهُ: {قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ} . فَاتِّبَاعُهُ مَحَبَّةُ أَصْحَابِهِ لأَجْلِهِ.قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قال أَبِي: إني كنت بفارس، فسئلت عن هذه الحكاية، فأعدت عَلَيْهِمْ بَيْنَ الإِمْلاءِ، وَالْقِرَاءَةِ، وَالإِعَادَةِ، أَلْفَ مرةٍ فِي يومٍ واحدٍ.

اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے تھے) حضرت ابوسعید احمد بن محمد نیشاپوری رحمہ اللہ جو اس قول کے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں فارس میں تھا تو مجھ سے امام ابوحفص رحمہ اللہ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے ایک دن میں ان کا یہ قول ایک ہزار مرتبہ ذکر کیا اور لوگوں کو املاء کروایا۔ (الفوائد والاخبار: رقم: 44، للامام ابن حمکان)

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر اتعریف یا توثیق پیش خدمت ہے۔

ابوسعید احمد بن محمد بن ابی عثمان	الحافظ المجود	سیر اعلام النبلاء:16/ 29
ابوبکر محمد بن ابی عثمان سعید بن اسماعیل الحیری	الحافظ المجود	سیر اعلام النبلاء:15/ 258
ابوعثمان سعید بن اسماعیل الحیری	المحدث....شیخ الاسلام	سیر الاعلام النبلاء:14/ 62
عمر بن سلم ابوحفص النیسابوری	الامام القدوۃ الربانی	سیر اعلام النبلاء:12/ 510

اس تحقیق سے راویوں کی توصیف یا توثیق ثابت ہوتی ہے۔

امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ کا فرمان

سب سے پختہ عمل:

امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ، فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلْمٍ، قَالَا: ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي سُرِّيٌّ السَّقَطِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ، يَقُولُ: »مَا أَنَا بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِي أَوْثَقُ بِهِ مِنِّي بِحُبِّي أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ، فرماتے ہیں میرے نزدیک میرا سب سے پختہ عمل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:8/ 338، المنتخب من معجم الشیوخ السمعانی 1/ 1104)

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر اتعریف یا توثیق پیش خدمت ہے۔

محمد بن عمر بن محمد بن مسلم الجعابی الحافظ البارع سیر اعلام النبلاء :12/ 181

ابراھیم بن عبداللہ بن ایوب ضعیف/ صدوق تاریخ بغداد:6/ 122

السری بن المغلس السقطی الامام القدوہ شیخ الاسلام سیر اعلام النبلاء :9/ 533

بشر بن الحارث الامام الحافظ المحدث شیخ الاسلام سیر اعلام النبلاء :8/ 488

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ قول کے راوی قابل استدلال ہیں۔

محدث ابونعیم الاصفہانی اس روایت کی دوسری سند نقل کرتے ہیں۔

وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ الْوَاسِطِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ الْقَاضِي، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ يَقُولُ: »أَوْثَقُ عَمَلِي فِي نَفْسِي حُبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ، فرماتے ہیں میرے نزدیک میرا سب سے پختہ عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:8/ 338،المنتخب من معجم الشیوخ السمعانی:1/ 1104)

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصرً اتعریف یا توثیق پیش خدمت ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عثمان الواسطی الحافظ الثقہ سیر اعلام النبلاء :12/ 351

علی بن الحسین بن حرب القاضی ابن حربویہ المحدث الثبت سیر اعلام النبلاء :11/ 328

عبید بن محمد بن القاسم الوراق ثقہ تاریخ بغداد و ذیولہ:11/ 99

بشر بن الحارث الامام الحافظ المحدث شیخ الاسلام سیر اعلام النبلاء :8/ 488

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ قول کے راوی قابل استدلال ہیں۔

امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ کا فرمان

'جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری کرتا ہے ان کی توبہ نہیں'

امام بشر حافی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُخْتَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ يَقُولُ: نَظَرْتُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ، فَوَجَدْتُ لِجَمِيعِ النَّاسِ تَوْبَةً إِلا مَنْ تَنَاوَلَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَجَزَ عَنْهُمُ التَّوْبَةَ.

ترجمہ: میں نے دین کے معاملے میں غور کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تمام لوگوں کے لیے توبہ ہے مگر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری کرتا ہے ان کی توبہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ کی توفیق سلب کر لی ہے۔ (المجالسۃ للدینوری: 6/ 397 رقم 2816)

مذکورہ روایت میں یحیی بن المختار کی توثیق واضح نہ ہوسکی، اس لیے اس کی سند مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر متن میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا انکار کیا جاسکے جبکہ اس کے معنوی شواہد و متابعت موجود ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری اہل بدعت کا شعار ہے

امام بشر حافی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُخْتَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ يَقُولُ: سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُولُ: بَلَغَنِي أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ حَجَزَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ، وَشَرُّ أَهْلِ الْبِدَعِ الْمُبْغِضُونَ لِأَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ لِي: اجْعَلْ أَوْثَقَ عَمَلِكَ عِنْدَ اللهِ حُبَّكَ أَصْحَابَ نَبِيِّهِ، فَإِنَّكَ لَوْ قَدِمْتَ الْمَوْقِفَ بِمِثْلِ قُرَابِ الْأَرْضِ ذُنُوبًا غَفَرَهَا اللهُ لَكَ، وَلَوْ جِئْتَ الْمَوْقِفَ وَفِي قَلْبِكَ مِقْيَاسُ ذَرَّةٍ بُغْضًا لَهُمْ لَمَا نَفَعَكَ مع ذالك عمل.

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا اور سب سے بڑی بدعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا ہے امام بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات کہہ کر امام فضیل رحمہ اللہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا پختہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کو بناؤ، اگر تو قیامت کے دن ریت کے ذرات کے برابر گناہ لے کر آئے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما

دے گا لیکن اگر تیرے دل میں ذرہ بھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بغض ہوا تو تیرا کوئی عمل تجھے فائدہ نہیں دے گا“ (المجالسۃ للدینوری: 5/412، رقم 2288)

مذکورہ روایت میں یحیی بن المختار کی توثیق واضح نہ ہوسکی، اس لیے اس کی سند مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر متن میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا انکار کیا جاسکے جبکہ اس کے معنوی شواہد ومتابعت موجود ہیں۔

دو خصلتیں:

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے بسند امام ابوطاہر السلفی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أحمد بن سعيد المالكي، حدثنا أحمد بن الحسن ابن عبد الجبار، حدثنا عبد الصمد بن يزيد مَرْدَوَيه قال: سمعت الفضيل بن عياض يقول: قال ابن المبارك: خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتْ فِيه: الصِّدْقُ وحُبُّ أصحابِ محمَّدٍ صلى الله عليه وسلم، فَأَرْجُو أَنْ ينجُوَ إِنْ سَلِم. (الطیوریات: 2/331 رقم 274)

ترجمہ: ایمان وتسلیم کے بعد دو خصلتیں ہیں جس میں وہ پائی جائیں گی امید ہے وہ نجات پا جائے گا، ایک سچ وصدق اور دوسری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت۔

کتاب الطیوریات کے عرب محققین دسمان یحیی معالی، عباس صخر الحسن، مذکورہ روایت کے بارے میں حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ اسنادہ صحیح۔ (الطیوریات: 2/331 رقم 274)

اور اسی قول کو محدث ابن ابی العوام اپنی سند سے نقل کرتے ہیں۔

حدثنا أبي قال: ثنا أبي قال: ثنا داود بن إبراهيم بن داود أبو شيبة قال: ثنا العلاء بن عمرو السني قال: ثنا أبو عبد الله الصائغ قال: سمعت الفضيل بن عياض يقول: قال عبد الله بن المبارك: خصلتان من كانتا فيه نجا: الصدق، وحب أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: جس میں دو خصلتیں پائی جائیں گی وہ نجات پا جائے گا، ایک سچ اور دوسری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت۔ (فضائل ابی حنیفہ واخبارہ: رقم 626)

محدث ابن ابی العوام کی سند ایک طرف تو قول حضرت فضیل بن عیاض کی سند کا متابع ہے دوسری طرف کتاب کے متون اور اسانید کا دیگر کتب میں موجود ہونا، فضائل ابی حنیفہ کتاب کی مزید توثیق وتائید بھی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

امام ابوبکر الآجری رحمہ اللہ نے یہی قول امام الفضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے واسطہ سے امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس قول کو حکایت کرنے سے پہلے خود امام الفضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُولُ: " حُبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُخْرٌ أَدَّخِرُهُ ثُمَّ قَالَ: رَحِمَ اللهُ مَنْ تَرَحَّمَ عَلَى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّمَا يَحْسُنُ هَذَا كُلُّهُ بِحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَسَمِعْتُ فُضَيْلًا يَقُولُ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: " خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ الصِّدْقُ وَحُبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرْجُو أَنْ يَنْجُوَ وَيَسْلَمَ.

میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا ذخیرہ جمع کر رہا ہوں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے رحم و کرم کی دعا کرتا ہے، اللہ اس پر رحم فرمائے، یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے درست ہے۔

(کتاب الشریعۃ للآجری:4/ 1687 رقم1146)

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر تعریف یا توثیق پیش خدمت ہے۔

ابوبکر عبداللہ بن محمد بن حمید الواسطی	ثقہ	تاریخ بغداد و ذیولہ:10/ 14
الفضل بن زیاد القطان	ثقہ	تاریخ بغداد و ذیولہ:12/ 355
عبدالصمد بن یزید الصائغ	ثقہ من اہل السنۃ	تہذیب التہذیب:6/ 328 رقم635
الفضیل بن عیاض	ثقہ عابد	تقریب التہذیب5431

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ قول کے راوی قابل استدلال ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

قال ابن وهب عن مالك عن الزهري قال: سألت سعيد بن المسيب عن أصحاب

رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي: اسمع يا زهري، من مات محباً لأبي بكر وعمر وعثمان وعلي وشهد للعشرة بالجنة، وترحم على معاوية كان حقاً على الله أن لا يناقشه الحساب. (البدایۃ والنہایہ: 8/148)

ترجمہ: زہری سنو، جو ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے محبت کرے، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی شہادت دے، معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کرے، اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ اس سے حساب کتاب نہ لے۔

صحابہ کرام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امت کے اکابرین کے چند حوالہ جات پیش کیے گئے تاکہ مسئلہ کو سمجھنے میں قارئین کرام کو آسانی ہو۔

قاری ظہور احمد فیضی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے گستاخیاں

حق و باطل کی جنگ کے طور پر جس طرح ہر دور میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن و گستاخ پائے جاتے رہے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن اور گستاخ بھی ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں ایسے لوگوں کو روافض کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی، فیض الباری کے حوالے سے رافضیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

واعلم ان الرافضی عند علماء الجرح والتعدیل من سب الصحابة

''جان لو کہ علماء جرح و تعدیل کے نزدیک رافضی وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے۔''

(شرح اسنی المطالب ص436)

دوسری جگہ لکھا:

''یہ دشمنی (یعنی اہلبیت سے کمال محبت کے باوجود کسی بھی صحابی سے دشمنی رکھنا) فقط غالی اور روافض میں پائی جاتی ہے۔ (شرح اسنی المطالب ص139)

پھر ایسے لوگوں کی دو اقسام ہیں:

نمبر1: وہ لوگ جو اعلانیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور خود کو شیعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

نمبر2: وہ لوگ جو ظاہراً تو اہلسنت و جماعت کا نام استعمال کرتے ہیں مگر عملاً اور اعتقاداً اعلانیہ روافض کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ (یعنی بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے مسلمات اہلسنت کے منکر ہوتے ہیں) بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں جس طرح پہلی قسم کے لوگ برملا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرتے ہیں یہ لوگ بھی اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اور یہ دوسری قسم زیادہ خطرناک اور مضر ایمان ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھ کر من گھڑت تاریخی واقعات و روایات سنا سنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں اور انہیں راہ راست سے بھٹکاتے رہتے ہیں۔

مؤخر الذکر لوگوں میں سے ہی ایک دور حاضر کا معروف اجرتی اور رافضی محقق ہے جسے ''قاری ظہور احمد فیضی'' کہا جاتا ہے جو اپنے تئیں ''ریسرچ اسکالر'' ہونے کا بھی مدعی ہے۔ موصوف نے اپنی کتابوں میں کئی

مقامات پر عموماً جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نام بنام بھی چودہ (۱۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کھلے بندوں توہین و تنقیص کی اور انتہائی گستاخانہ انداز سے کام لیا، خاص کر کے کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو اس کا زہر آلود قلم یوں چلا کہ بس خدا کی پناہ، آپ کی ذات پر ایسے ایسے قبیح الزامات لگائے اور اتنی کثرت سے آپ کی ذات پر مغلظات بکے کہ پڑھ کر ایک مسلمان کا کلیجہ منہ کو آئے۔

موصوف نے جو اشارۃً، کنایۃً، تعریضاً یا صراحتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کیا ہم خلاصۃً وہ مقامات آپ کے سامنے رکھتے ہیں، جنہیں پڑھ کر آپ فیصلہ نہیں کر پائیں گے کہ یہ جملے کسی غالی شیعہ کے ہیں یا پھر سنیت کے لباس میں ملبوس کسی نام نہاد محقق کے ہیں۔

صحابی رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توہین

1	غیر مناسب فیصلے کے مرتکب	صلح الامام الحسن	52
2	آپ کی فہم درستگی کو نہ پہنچ سکی	صلح الامام الحسن	58

صحابی رسول حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی توہین

1	ہزار ہا لالچوں والے	شرح خصائص علی	501

صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گستاخیاں اور جھوٹے الزامات

1	قابل تعظیم نہیں	الاحادیث الموضوعۃ	24
2	ان کے حق میں یہ دعائے نبوی اللھم املاءٔ علما قبول نہیں ہوئی	الاحادیث الموضوعۃ	99
3	آپ میں دعائے نبوی اللہ اجعلہ ہادیا مہدیاً کی تاثیر نہیں پائی گئی۔	الاحادیث الموضوعۃ	176، 177
4	مسلم خواتین کو لونڈیاں بنانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	339
5	حرمین میں افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنیوالے	الاحادیث الموضوعۃ	339
6	سونا، ریشم اور درندوں کی کھالیں استعمال کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
7	نصیحت نبوی پر عمل نہ کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
8	صحابہ کو دھمکیاں دینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340

9	سابقین صحابہ کو پاگل کہنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
10	حدیث نبوی کو فساد کہنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
11	رشوت لینے دینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
12	بدعات کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ	340
13	شراب پینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
14	باطل طریقے سے مال کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	340
15	آدمیوں کو خصی کرانیوالے	الاحادیث الموضوعۃ	341
16	قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	341
17	کبائر حرام، منافی عدل معاملات کا ارتکاب کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	341
18	گمراہ	شرح خصائص علی	877
19	ہٹ دھرم	صلح الامام الحسن	59
20	فتنہ باز، چال باز	صلح الامام الحسن	75
21	حلال وحرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنے والے	صلح الامام الحسن	177
22	مجتہد نہیں محب اقتدار	صلح الامام الحسن	23
23	نااہل منحوس	صلح الامام الحسن	61
24	ہوس پرست	صلح الامام الحسن	64
25	اقتدار کے دل دادہ	صلح الامام الحسن	135
26	اقتدار کے جھکولے	صلح الامام الحسن	135
27	آپ آیت کریمہ "وکلاً وعداللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں ہیں	صلح الامام الحسن	100
28	صحابیت کے ٹائٹل سے ناجائز فوائد حاصل کرنے والے	صلح الامام الحسن	317
29	طالب الدنیا، باغی	حقیقۃ التفضیل	344

صحابی رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی توہین

1	رسوا ہوئے	صلح الامام الحسن	75

2	ہفوات کے مرتکب	اہل کساء کا مقام	54

ابن ابی بکر، ابن زبیر و ابن علی رضی اللہ عنہم کی توہین

1	یہ لکیر کے فقیر تھے	صلح الامام الحسن	230
2	بڑی غلطی کے مرتکب	صلح الامام الحسن	230

صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی توہین

1	افراط و تفریط کے مرتکب	شرح خصائص علی	502
2	قوم کو گمراہ کرنے والے	شرح خصائص علی	504
3	ناپاک اہتمام کرنے والے	شرح خصائص علی	504

صحابی رسول حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی توہین

1	حسد کرنے والے	شرح خصائص علی	527

صحابی رسول حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی توہین

1	انتہائی سنگ دل، سفاک	الاحادیث الموضوعہ	67
2	ظالم، برا آدمی	الاحادیث الموضوعہ	67
3	راہ راست سے بھٹکا ہوا	الاحادیث الموضوعہ	68
4	دین و دنیا سب کچھ گنوانے والا	الاحادیث الموضوعہ	70
5	یہ صحابی نہیں تھا	الاحادیث الموضوعہ	70
6	انتہائی برا انسان تھا	شرح کتاب الاربعین	203

صحابی رسول حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی توہین

1	شراب کے عادی	مناقب زہرہ	203
2	اس فعل شنیع کی نحوست برابر ان کے تعاقب میں رہی	مناقب زہرہ	203

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عدیس رضی اللہ عنہ کی توہین

1	یہ جنتی نہیں ہے	صلح الامام الحسن	321

صحابی رسول حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ کی توہین

1	یہ جنتی نہیں ہیں	صلح الامام الحسن	321

جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین

1	دنیا پرست	صلح الامام الحسن	20
2	تمام مہاجرین وانصار جنتی نہیں ہیں	صلح الامام الحسن	103
3	تمام صحابہ کے لئے محب اہلبیت ہونا لازمی نہیں ہے	صلح الامام الحسن	104
4	ہر صحابی کے لئے محبت اہلبیت ہونا لازمی نہیں ہے	صلح الامام الحسن	151
5	کسی ایک صحابی پر طعن کرنا سب صحابہ پر طعن کرنا نہیں ہے	صلح الامام الحسن	252
6	کوئی صحابی جوابدہی سے مبرا نہیں ہے	صلح الامام الحسن	252
7	بعض صحابہ حب دنیا میں مبتلا تھے	صلح الامام الحسن	275
8	بعض تو دین دنیا سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے	صلح الامام الحسن	275
9	فتح مکہ کے بعد والے صحابہ ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' میں شامل نہیں ہیں۔	صلح الامام الحسن	320
10	حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے جنتی ہونے کی کوئی صحیح السند حدیث نہیں ہے	شرح خصائص علی	994
11	فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کی شان میں کوئی حدیث نہیں ہے	الاحادیث الموضوعۃ	54
12	بہت سے صحابہ مرتد ہو گئے تھے	الاحادیث الموضوعۃ	21
13	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بعض حضرات ایسے تھے جن کا باپ حلالی نہیں تھا	مناقب الزہرہ	79
14	غیر درست انداز سے والے	حقیقۃ التفضیل	149
15	خلافتی امور میں الجھنے والے	حقیقۃ التفضیل	208

تنبیہ:

قاری ظہور سمیت جتنے روافض بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام تراشیاں کرتے ہیں یاد رہے ان میں سے کوئی ایک الزام بھی صحیح السند روایت سے ثابت نہیں ہوتا ہے یونہی دیگر صحابہ پر جو لا یعنی اعتراضات ہوتے ہیں ان کی بھی یہی صورت حال ہے علماء اہلسنت نے ہر دور میں ایسے بے بنیاد الزامات کے علمی و تحقیقی جوابات دیئے ہیں جن میں سے اردو کے لیٹریچر کے لحاظ سے حضرت العلام محقق اہلسنت محمد علی نقشبندی صاحب، علامہ ظفر القادری بکھروی، حضرت علامہ غلام حسین قادری صاحب، وغیرہ خاص کر کے مذکور ہیں، ان کی بالترتیب تصنیفات انتہائی مفید اور قابل مطالعہ ہیں۔

(1) دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ (2) الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ (3) الصوارم الحیدریہ

قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں ایک جانب قرآن و حدیث کی وہ ان گنت نصوص اور سلفاً خلفاً ساری امت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اول تا آخر تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل، ثقہ، متقی، دارین میں ''رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ'' کے تاج والے اور جنتی ہیں اور دوسری طرف اغیار کے ٹکڑوں پہ پلنے والے قاری ظہور احمد فیضی جیسے نام نہاد محققین ہیں جو شب و روز اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن و تشنیع اور سب وشتم سے کام لے رہے ہیں۔

فیصلہ ہم انصاف پسند اپنے قارئین پر چھوڑتے ہیں، آیا وہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی مانتے ہوئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے عادل وثقہ اور جنتی ہونے کا پاکیزہ اعتقاد رکھ کر دارین کی فوز و فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں یا پھر ان روافض کی طرح قرآن وسنت اور ساری امت کی مخالفت کر کے صحابہ کو برا بھلا کہہ کر اور ان کے بارے بد اعتقادی رکھ کر دارین میں گھاٹے کا سودا کرنا چاہتے ہیں؟

موصوف ظہور فیضی کی جانب سے کثیر علماء وائمہ اسلام کی تردید وتغلیط اور بے باکیاں

موصوف کی کتب کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی یہ عادت ثانیہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کی کوئی تحریر یا مؤقف ان کے نظریے کے مخالف پایا گیا بس اس کی خیر نہیں ہے جناب کا قلم زہر آلود پھر اس کی تغلیط و تردید اور توہین میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ عام ازیں کہ وہ صحابی ہو یا تابعی، تبع تابعی ہو یا ولی مفسر ہو یا محدث، مجدد ہو یا مجتہد، اس کے خلاف خوب بڑا اس نکالتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ موصوف نے بالعموم ساری امت کے مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیاء کی تردید وتنقیص کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سو (100) سے زائد ائمہ و

اولیاء کی جی بھر کر تردید وتغلیط اور توہین کی (یہ بھی وہ ہیں جو راقم کے مطالعہ سے آئے اور ان کی مطبوعہ کتب میں، مزید آگے آگے دیکھئے کیسے گل کھلاتے ہیں اور حیرت ہے پھر بھی زہر کی بوتل پہ شہد کا لیبل لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

''علماء حق کی تعظیم شرعی طور پر ہر مسلمان پر لازم ہے۔'' (حقیقۃ التفضیل ص365)

بہر حال آئیے ان میں سے چند ایک مقامات آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان عبارات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں تفصیل کے لئے اصل کتب کو دیکھا جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تردید

نمبر شمار	تردید وتوہین	کتاب	ص نمبر
1	امام اعظم امام الائمہ تھے مگر......	حقیقۃ التفضیل	307
2	آپ کا وصال عقیدہ تفضیل علی پر ہوا ہے	حقیقۃ التفضیل	314

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تردید

نمبر	گستاخی	کتاب	ص نمبر
1	آپ کا قول قرآن وسنت کے خلاف ہے	گھر والے اور در والے	7

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین

1	آپ پہلے ناصبی تھے	حقیقۃ التفضیل	109

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

نمبر	گستاخی	کتاب	صفحہ نمبر
1	تفرد کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	49
2	سنگین لغزش کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	50
3	ان کا قول باطل	حقیقۃ التفضیل	52
	مردود قول کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	377

فرات بن سائب رحمہ اللہ کی تردید و توہین

1	کذاب، وضاع	حقیقۃ التفضیل	101

میمون بن مہران رحمہ اللہ کی تردید و توہین

1	یہ ناصبی تھا	حقیقۃ التفضیل	102
2	احمق، غبی، غوی، سفیہ تھا	حقیقۃ التفضیل	102

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی تردید

1	ائمہ اہلبیت سے روایت نہیں لیتے	الاحادیث الموضوعۃ	345
2	انتہائی تکلف کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ	42
3	امیر معاویہ کی شہرت سے مرعوب ہونے والے	الاحادیث الموضوعۃ	42

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ کی تردید

1	دھوکہ کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	28

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کی تردید

1	دھوکہ کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	34
2	باطل حدیث لانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	34
3	دھوکہ کھا گئے	صلح الامام الحسن	344

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی تردید و تغلیط

1	جان بوجھ کر متن حدیث میں کچھ مخفی رکھنے والے	صلح الامام الحسن	147
2	عمداً معاویہ کی جگہ رجل لگانے والے	صلح الامام الحسن	152

ائمہ صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم کی تردید و تغلیط

1	دھوکے کا شکار ہو گئے	شرح خصائص علی	344

علامہ ابن عربی مالکی، محی الدین شیخ زادہ اور ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہم کی تردید و تغلیط

1	دھوکے کا شکار ہونے والے	شرح خصائص علی	777

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی تردید و تغلیط

1	احادیث کو موضوع کہنے میں بے احتیاط	شرح خصائص علی	181
2	افراط و تفریط کا شکار	شرح خصائص علی	183

امام غزالی، حکیم ترمذی، امام شعرانی، امام ابو نصر عبد اللہ، شیخ اکبر ابن عربی، امام احمد القلیشی، صاحب کبریات احمر، ابن جوزی رحمہم اللہ کی تردید و توہین

1	علم حدیث میں مہارت نہ رکھنے والے صوفیاء	حقیقۃ التفضیل	171

ابو شکور سالمی، امام بزدوی، حضور غوث اعظم، ملا علی قاری، امام ذہبی، امام طاہر بخاری، صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام، امام زین الدین حنفی، امام عبد العلی برجندی، علامہ شیخ زادہ، امام شمس قہستانی، امام ابن نجیم، امام ابراہیم حلبی، امام عبد العلی لکھنوی، علامہ شامی، شیخ نظام الدین اور جماعت علماء ہند، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہم کی تردید و تغلیط

1	خلاف حق بات لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	351
2	ان کی لکھی بات بے سود	حقیقۃ التفضیل	351
3	خطا کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	346
4	بلا سوچے سمجھے فتوے لگانے والے	حقیقۃ التفضیل	346
5	ان کا قول قرآن مجید کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل	350

حضرت امام بزدوی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	غیر مدبرانہ کالم کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	355
2	بدتمیزی کی حد کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	355
3	ہفوات بکنے والے	حقیقۃ التفضیل	356
4	ڈانواں ڈول ہو گئے	حقیقۃ التفضیل	356
5	ان کو اتنا بھی معلوم نہیں	حقیقۃ التفضیل	356

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ کی تردید

1	انتہائی سنگین زیادتی کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	298

امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تغلیط وتردید

1	حقیقت کے خلاف لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	31

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تغلیط وتردید

1	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	328
2	اعتدال کی حدود کو پھلانگنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	328
3	صحیح و سقیم میں فرق نہیں کرتے	الاحادیث الموضوعۃ	328
4	غیر دیانتدار	الاحادیث الموضوعۃ	328
5	معاویہ کی تعریفات میں آنکھیں بند کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	328
6	ان کا قلم بنو امیہ کے بارے خوب لکھتا ہے	الاحادیث الموضوعۃ	328
7	اور اہلبیت پہ جرح پہ اتراتا ہے	الاحادیث الموضوعۃ	312
8	جلد دلیل اور اصول حدیث کے خلاف حکم لگانے والے	شرح اسنی المطالب	175
9	وہم کا شکار	شرح کتاب الاربعین	226
10	احادیث کے متن میں من مانی ترمیم کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	227

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ کی تردید

1	نہ درست کلام کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	206

امام باقلانی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	دبے لفظوں میں حضرت علی کی شان کم کرنے والے	شرح اسنی المطالب	362
2	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کا ارتکاب کرنے والے	شرح کتاب الاربعین	110

شیخ احمد میرین البلوشی کی تردید وتغلیط

1	انتہائی متشدد شخص	شرح اسنی المطالب	233

امام باقلانی، امام ذہبی، علامہ غلام رسول سعیدی، مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہم اللہ کی تردید وتغلیط

1	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کے مرتکب ہونے والے	شرح کتاب الاربعین	110

حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	وہم کا شکار	شرح خصائص علی	907
2	دھوکے کا شکار	شرح خصائص علی	777

حضرت امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	یہ کون ہوتے ہیں مفاضلہ بیان کرنے والے	صلح الامام الحسن	298

مفسر قرآن علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	نام نہاد صوفی	شرح خصائص علی	1002

2	احمق	شرح خصائص علی	1002
3	نادان دوستی کا ثبوت دینے والے	شرح خصائص علی	1002
4	ملعون دھندا کرنے والے	شرح خصائص علی	1002

علامہ جورقانی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	کم عقل	الاحادیث الموضوعۃ	153
2	بدبخت، موضوع پہ عمل کا خواہاں	الاحادیث الموضوعۃ	164
3	غباوت، غوابت، سفاہت وحماقت والا	الاحادیث الموضوعۃ	164

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کی تردید وتوہین

نمبر	گستاخی	کتاب	صفحہ
1	اموی غلام	الاحادیث الموضوعۃ	66

حضرت امام قسطلانی رحمہ اللہ وابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تردید

1	سراسر باطل ومردود استنباط کرنے والے	صلح الامام الحسن	68
2	بے تکے فوائد مستنبط کرنیوالے	صلح الامام الحسن	70

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تردید

1	تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل	79
2	زبردستی کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	83

امام ابن حجر رحمہ اللہ کی تردید وتوہین

1	بے خبر	حقیقۃ التفضیل	10
2	افراط وتفریط کا شکار، متعصب	حقیقۃ التفضیل	15

شارح بخاری حضرت ابن بطال رحمہ اللہ کی تردید

1	کھائی میں گرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	346
2	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	شرح خصائص علی	883
3	باطل تاویلات کے مرتکب	شرح خصائص علی	883

حضرت امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تردید وتوہین

1	موضوع روایات لانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	40
2	شاہی فرمان پہ ایسی کتاب لکھنے والے جو رطب و یابس کے سوا کچھ نہیں	الاحادیث الموضوعۃ	40
3	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	41
4	متعصب، افراط وتفریط کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	118
5	ان کی بصیرت سلب ہوگئی	الاحادیث الموضوعۃ	118
6	غیر متوازن	الاحادیث الموضوعۃ	118
7	غیر معتدل	الاحادیث الموضوعۃ	118
8	دفاع معاویہ میں بڑی بڑی شخصیات کی توہین کر گئے	الاحادیث الموضوعۃ	119
9	حقائق کے خلاف کلام کرنیوالے	الاحادیث الموضوعۃ	300
10	موضوع روایات اور باطل تاویلات و تلبسات کا سہارا لینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	300

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ کی تغلیط وتردید

1	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	41

حضرت امام ابن عساکر رحمہ اللہ کی تغلیط وتردید

1	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	55

حضرت امام منذری رحمہ اللہ کی تغلیط وتردید

1	عقائد اہلسنت کے منافی لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	70

حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ کی تغلیط وتردید

1	عدم تدبر کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ	153
2	اضطراب واحتیاج کے شکار	الاحادیث الموضوعۃ	172
3	بلا دلیل دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	357
4	برخلاف قرآن بات کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	32
5	برخلاف حقیقت بات کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	33

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کی تردید

1	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	35

علامہ ابو المعین نسفی رحمہ اللہ کی تردید

1	مخالف اقوال سے آنکھیں چرانے والے	حقیقۃ التفضیل	36

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تردید وتوہین

1	اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں	حقیقۃ التفضیل	147
2	یہ اس حکم میں شامل ہیں یا ایہا الذین امنوا منوا	حقیقۃ التفضیل	147
3	مخمصہ وتضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل	160
4	ان کا کلام نقل وعقل کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل	162
5	ثواب کا چکر چلانے والے	حقیقۃ التفضیل	148
6	چالاکی سے اسے نامعلوم بنانے والے	حقیقۃ التفضیل	148
7	ان کا قول نرا جھوٹ، دجل، فریب ومکر ہے	حقیقۃ التفضیل	149

8	اپنی طرف سے قاعدہ گھڑنے والے	حقیقۃ التفضیل	249
9	مسئلہ تفضیل میں ان کا قول "محض تخیل" ہے	حقیقۃ التفضیل	249
10	ان کا یہ تخیل ہو یا کشف بہر حال غلطی اور مردود باطل ہے	حقیقۃ التفضیل	249
11	من مانیاں کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	142
12	انصاف کا خون کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	142

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تغلیط و تردید

1	مردود قول کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	641
2	مسئلہ تفضیل میں ان کا قلم محفوظ نہ رہا	حقیقۃ التفضیل	253
3	مسئلہ تفضیل میں خود ساختہ قاعدے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	255

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تردید

1	اپنے دعوے کے خلاف جانے والے	حقیقۃ التفضیل	335
2	بے ڈھنگے قواعد وضع کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	253
3	تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل	161

علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ کی تردید و تغلیط

1	متضاد کلام کرنے والے	شرح خصائص علی	207
2	غلط فہمی کا شکار	حقیقۃ التفضیل	142
3	ان کا لکھا سراسر غلط	حقیقۃ التفضیل	142
4	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	294
5	اس حجۃ المتاخرین کی حالت یہ ہے......	حقیقۃ التفضیل	294

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ کی تردید و تغلیط

1	عدم تدبر کے شکار	صلح الامام الحسن	50،36

2	غلطی کے مرتکب ہو گئے	صلح الامام الحسن	40
3	متعصب، حقائق کو نہ پانے والے	صلح الامام الحسن	303
4	سنگین غلطی کرنے والے	صلح الامام الحسن	303
5	سراسر کتاب وسنت کے منافی لکھنے والے	صلح الامام الحسن	303
6	سچی باتوں پر ہاتھ صاف کرنے والے	صلح الامام الحسن	303
7	غلط استدلال کرنے والے	صلح الامام الحسن	308
8	انکا استدلال مردود و باطل	صلح الامام الحسن	310
9	حلوائی کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ پڑھنے والے	صلح الامام الحسن	320
10	کتاب وسنت پر جرأت کرنے والے	صلح الامام الحسن	324
11	ان کی تفسیر غلط ہی نہیں سراسر باطل ہے۔	صلح الامام الحسن	324
12	نرے تحکم کے مرتکب	صلح الامام الحسن	337
13	اپنے لکھے پہ قائم نہ رہنے والے	صلح الامام الحسن	338

14	ان پہ حق واضح نہیں ہو سکا	صلح الامام الحسن	340
15	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	247
16	حقیقت سے بے خبر	حقیقۃ التفضیل	21،19
17	متشدد و متعصب	حقیقۃ التفضیل	21
18	ان کا تشدد و تعصب حقائق سے برگشتہ کر گیا	حقیقۃ التفضیل	21
19	ان کی طبیعت میں جبر و تحکم تھا	حقیقۃ التفضیل	27
20	مطلع القمرین کا نام قرآن وسنت کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل	44،38
21	سنگین لغزش کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	50
22	خلاف حقیقت کہنے والے	حقیقۃ التفضیل	51
23	بداہۃً باطل قول کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	91

24	متشدد ملاں	حقیقۃ التفضیل	119 352
25	ذاتی اختراع، شریعت گری، تحکم، نری زیادتی اور دھکا بازی کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	131
26	شریعت پہ جرأت، انتہاء پسندی اور مذہبی تعصب کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	132
27	خود ساختہ اصول وقواعد والے	حقیقۃ التفضیل	152
28	متضاد کلام کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	353 154
29	بکثرت موضوع روایات درج کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	177
30	مطلع القمرین مجموعہ تضادات ہے	حقیقۃ التفضیل	178
31	بے سود بحث کی	حقیقۃ التفضیل	198
32	ٹھوکر کھا گئے	حقیقۃ التفضیل	229
33	تذبذب کا شکار	حقیقۃ التفضیل	333
34	ان کا قول پڑھی لکھی جہالت	حقیقۃ التفضیل	333
35	ناپاک جرأت کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	352
36	موصوف کی کتب میں تضادات ہیں	حقیقۃ التفضیل	354

صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	غلط فہمی کا شکار	صلح الامام الحسن	75

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	ان کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی ہے	صلح الامام الحسن	99

2	ان کی تفسیر قرآن وسنت سے روگردانی سے	صلح الامام الحسن	99
3	قرآن وسنت میں عدم تدبر کا بدترین مظاہرہ کرنے والے	صلح الامام الحسن	115
4	کتاب وسنت کو اپنی ضرورت کے مطابق ڈھالنے والے	صلح الامام الحسن	249

علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ کی تردید وتوہین

1	بدترین وبے ہودہ الفاظ کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	25
2	متصب، ان کی مت ماری	حقیقۃ التفضیل	25

علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	تکلفانہ استثناء کرنے والے	شرح کتاب الاربعین	88
2	خلاف احادیث استثناء کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	89
3	اپنے قیاس کو حدیث پہ ترجیح دینے والے	شرح کتاب الاربعین	93
4	مغالطہ آفرینی کے مرتکب	شرح خصائص علی	911
5	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	شرح خصائص علی	911
6	ان کا قلم اعتدال سے بھٹک گیا	شرح خصائص علی	911
7	لفظ صحابیت سے مرعوب ہو گئے	شرح خصائص علی	911
8	ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنے والے	اہل کساء کا مقام	10
9	ترجمہ حدیث میں من پسند ترمیم کرنے والے	شرح کتاب الاربعین	100

نائب محدث اعظم مولانا عبد الرشید رضوی رحمہ اللہ کی تردید وتغلیط

1	گمراہ کن غلطی کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	145
2	ان کی مت ماری گئی	شرح کتاب الاربعین	149
3	سنیت سے بے خبر	شرح کتاب الاربعین	149
4	غبی، غوایت وسفاہت والے	شرح کتاب الاربعین	149
5	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	247

مفتی عبد العلیم سیالوی صاحب کی تردید و توہین

1	غیر معتدل وفتنہ انگیز فتوی لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	7
2	شرارت وفساد پہ مبنی فتوی دینے والے	حقیقۃ التفضیل	9
3	مفتی شفقتی، بے ڈھنگے فتاوی والے	حقیقۃ التفضیل	8
4	بے احتیاط، غلط فہمی کا شکار	حقیقۃ التفضیل	282 293

مفتی منیب الرحمان صاحب کی تردید و تغلیط

1	خود ساختہ اجماع کی بنیاد رکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	47
3	تک بندیوں کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	48
3	جابر و مشدد ملاں	حقیقۃ التفضیل	132
4	انتہائی بے ہودہ اور قرآن و سنت کے خلاف جملے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	276
5	زیغ (دل کی کجی) والے	حقیقۃ التفضیل	277
6	متعصب، دل کے اندھے	حقیقۃ التفضیل	277
7	خرافات و بکواسات والے	حقیقۃ التفضیل	277

امیر اہلسنّت حضرت الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ صاحب کی تردید و تغلیط

1	حاطب اللیل	الاحادیث الموضوعۃ	65
2	نوے فیصد موضوع روایات و باطل تاویلات پہ مبنی کتاب لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	65
3	باطل استدلال کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	65

4	زیادتی کے مرتکب، متشدد	شرح کتاب الاربعین	61
5	پرلے درجے کی بے احتیاطی کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	62
6	بغیر پاؤں دیکھے اپنے پاؤں پھیلانے والے	شرح کتاب الاربعین	76
7	غیر عالم امراء اہلسنت	اہلبیت اور علیہ السلام	31
8	امیری کے گھمنڈ میں مبتلا	اہلبیت اور علیہ السلام	33
9	بغیر چادر دیکھے پاؤں پھلانے والے	اہلبیت اور علیہ السلام	39
10	نرے جاہل	حقیقۃ التفضیل	10

جمیع فضلاء دعوت اسلامی کی تردید وتوہین

1	ناصبی مولویوں کی کھیپ	حقیقۃ التفضیل	10

شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی صاحب کی تردید وتغلیط

1	شان علی رضی اللہ عنہ گھٹانے کی خاطر کسی پیچ و تاب کھانے والے	شرح اسنی المطالب	43
2	احادیث پر ہاتھ صاف کرنے والے	شرح اسنی المطالب	60
3	ہیرا پھیری کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	103
4	غیر محتاط فتوے باز	شرح اسنی المطالب	116
5	امام اعظم کی ذات پہ انتہائی مکروہ الزام لگانے والے	شرح اسنی المطالب	118
6	مردود وباطل ضابطے کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	128
7	مبنی برحماقت بیان کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	129
8	معنوی ڈنڈی مارنے والے	شرح اسنی المطالب	269
9	پینترے بدلنے والے	شرح اسنی المطالب	179
10	اسباب کا چکر چلانے والے	شرح اسنی المطالب	179
11	چکر باز، پیچ پیچ سے کام لینے والے	شرح اسنی المطالب	254

12	پانی میں مدھانی چلانے والے	شرح اسنی المطالب	273
13	قبیح ترین زیادتی کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	283
14	تحریف کے مرتکب، گرو گھنٹال	شرح اسنی المطالب	283
15	بے اعتدال	شرح اسنی المطالب	283
16	حضرت علی کی تنقیص کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	326
17	اپنے علم اور منصب شیخ الحدیث کی لاج نہ رکھنے والے	شرح اسنی المطالب	354
18	پرفریب جملے لکھنے والے	شرح اسنی المطالب	354
19	سنت سیئہ کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	360
20	ہیرا پھیری پہ گامزن	شرح اسنی المطالب	422
21	بھونڈے استدلال کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	427
22	شریعت پر زیادتی کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	435
23	دھوکہ دہی اور خیانت کا رعب ڈالنے والے	شرح اسنی المطالب	435
24	حماقت کرنے والے	شرح اسنی المطالب	440

اعلیٰ حضرت، مفتی منیب الرحمان صاحب، غلام رسول قاسمی صاحب کی تردید

1	ثواب کا چکر چلانے والے	حقیقۃ التفضیل	139
2	ہیرا پھیری کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	141

کنز العلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کی تردید و تغلیط

1	موضوع و باطل روایات بیان کرنے والے	الاحادیث المرفوعہ	99
2	عمداً موضوع روایات بیان کرنے والے	الاحادیث الموضوعہ	153
3	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	247

علامہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب کی تردید

1	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	247

علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کی تردید

1	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	247

محقق ابن محقق قاری محمد طیب نقشبندی صاحب کی تردید وتغلیط

1	عدم تدبر وتعصب کے مرتکب	اہل کساء کا مقام	4
2	حماقت وغوایت کے مرتکب	اہل کساء کا مقام	5
3	حقائق کو مسخ کرنے والے	اہل کساء کا مقام	9
4	الفاظ میں کمی وبیشی یا تحریف کرنے والے	اہل کساء کا مقام	9
5	ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنے والے	اہل کساء کا مقام	9

علامہ فیض احمد اویسی رحمہ اللہ کی تردید وتوہین

1	نواصب کی بولی بولنے والے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	56
2	انتہائی سنگین جسارت کے مرتکب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	56
3	خارجی وناصبی ملاں	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	57
4	حقیقت سے بے خبر	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	56
5	ان کی بصیرت جواب دے گئی	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	56
6	اس ملاں کی ذہنی پستی	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	65
7	مذہبی تعصب میں رضویت بھی کھو بیٹھے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	71
8	تعصب سے اندھے ہو گئے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	92

مفتی مطیع الرحمان رضوی صاحب کی تردید

1	ترجمے میں ڈنڈی مارنے والے	حقیقۃ التفضیل	95
2	ناپاک جسارت کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	229

مفتی شیر محمد خاں صاحب کی تردید وتغلیط

1	شخصی قول کو حدیث بنانے والے	حقیقۃ التفضیل	170

جمیع اہلسنت کی تردید وتغلیط

1	معاویہ کو مجتہد قرار دینے والے سابقون اولون صحابہ کی حق تلفی کرتے ہیں	شرح کتاب الاربعین	319
2	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	35
3	حق چھپانے والے	حقیقۃ التفضیل	308

جمہور مفسرین کی تردید وتغلیط

1	غرض مند	صلح الامام الحسن	315
2	نانا کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ پڑھنے والے	صلح الامام الحسن	320
3	عدم تدبر کا شکار	صلح الامام الحسن	320
4	کتاب وسنت پر جرات کرنے والے	صلح الامام الحسن	324

ظہور احمد فیضی کی طرف سے اغیار کے لئے محبت نامے

قارئین کرام!

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کوئی سنی ہو اور کتنا ہی بڑا ولی یا عالم ہو اگر وہ موصوف کا ہم خیال ثابت نہ ہوا تو وہ ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتا، اس کے برعکس اگر کوئی غیر سنی ایک بات بھی اس کے موافق ومؤید ہو تو نہ

صرف یہ کہ اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں بلکہ اسے دعاؤں اور تعریفوں سے بھی خوب نوازتے ہیں، کسی نے سچ ہی کہا تھا صَاحِبُ الْحَاجَةِ اَعْمٰی (یعنی ضرورت مند شخص اندھا ہوتا ہے) بہر کیف آئیے موصوف کی اغیار کے لئے محبت نوازی ملاحظہ کیجئے۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تحسین وتعریف

1	شہید، شاہ	صلح الامام الحسن	109
2	علامہ	اہل کساء کا مقام	58

قاسم نانوتوی دیوبندی کی تعریف وتحسین

1	مولانا، صاحب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	29

رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی تعریف وتحسین

1	مولانا، صاحب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	71

انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تعریف وتحسین

1	علامہ، رحمۃ اللہ علیہ	حقیقۃ التفضیل	253

یوسف بنوری دیوبندی کی تحسین وتعریف

1	اللہ تعالیٰ علامہ مولانا یوسف بنوی کو اجر عظیم دے	حقیقۃ التفضیل	250

اسمٰعیل محمد دیوبندی کی تعریف وتحسین

1	ماہر، مناظر، مدرس، عالم، حق گو، حق پسند عالم، رحمۃ اللہ علیہ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن	6

عبداللہ دانش وہابی کی تعریف

1	حفظہ اللہ تعالیٰ	گھر والے، در والے	17

غیر مقلد ناصر الدین البانی کی تعریف وتحسین

1	ان کا جذبہ حق قابل تحسین ہے	شرح کتاب الاربعین	27
2	جزاء اللہ تعالیٰ احسن الجزاء	شرح کتاب الاربعین	27

اشرف علی تھانوی دیوبندی کی تعریف وتحسین

1	مولانا	لطافت جسم مصطفیٰ	44,65,77,
2	علامہ حفظہ اللہ تعالیٰ	مناقب زہرہ	406

رضوان علی ندوی کی تحسین وتعریف

1	حفظہ اللہ تعالیٰ	شرح خصائص علی	52
2	علامہ حفظہ اللہ تعالیٰ	مناقب زہرہ	406

طارق جمیل دیوبندی کی تعریف وتحسین

1	عالمی مبلغ، علامہ، مولانا	اہل کساء کا مقام	92
2	حضرت صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ	اہل کساء کا مقام	93,92
3	جزاہ اللہ تعالیٰ	اہل کساء کا مقام	93
4	علامہ حفظہ اللہ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن	37
5	علامہ مولانا حفظہ اللہ تعالیٰ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن	52

دیوبندی وہابی بھی سنی ہیں

1	دیوبندی، وہابی بھی اہلسنت ہیں	حقیقت تفضیل	328

یہ چند حضرات تو وہ تھے کہ جن سے خاص محبت نوازی کا اظہار کیا گیا ہے، ورنہ موصوف کی کتب ایسے کئی اور لوگوں کے لئے علامہ، مولانا، اور شیخ الحدیث جیسے تعظیمی القابات سے بھری ہوئی ہیں مثلاً ابن تیمیہ، خلیل احمد سہارنپوری، سعید احمد اکبر آبادی، شبیر احمد عثمانی، محمد یوسف بنوری، انور شاہ کشمیری، اسحاق مدنی، ابو الکلام آزاد، ثناء اللہ امرتسری، حامد انصاری، اسمٰعیل روپڑی، شبلی نعمانی، زکریا سہارنپوری، نذیر حسین دہلوی، وحید

الزماں، شمس الحق عظیم آبادی، عبد السلام ندوی، ادریس کاندہلوی، عبد الرشید نعمانی، عاشق الٰہی میرٹھی، خرم علی، تقی عثمانی وغیرہا

آپ اندازہ لگائیں کہ موصوف کی جانب سے کس قدر ڈھٹائی اور بے اعتدالی کا بدترین مظاہرہ کیا گیا ہے کہ اگر نفرت و بے مروتی پہ آئیں تو صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ''رضی اللہ عنہ'' جیسے تعظیمی الفاظ کے استعمال سے انکار کر دیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاحادیث الموضوعہ ص 24) اور فیاضی پہ آئیں تو متنازعہ افراد و اغیار کے لئے بھی بڑے بڑے القابات اور دعائیں پیش کریں،

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دعویٰ پھر بھی یہ ہے کہ

''ہر حال میں اعتدال ضروری ہے۔'' (الاحادیث الموضوعہ ص 20)

ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے یہ کرتوت اعتدال ہے یا پھر رافضیت کی بدترین مثال ہے، اعتدال ہے یا پھر اپنوں سے نفرت غیروں سے الفت کی منافقانہ چال ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(منقول از تحریر مفتی سجاد فیضی صاحب)

قاری ظہور احمد فیضی کے الاحادیث الموضوعہ فی فضائل معاویہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات

الزام نمبر 1:

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ: ص 19,18 پر لکھتے ہیں۔

امیر شام کے بارے خاص احتیاط

مدنی چینل پر بے خطاء بے گناہ حضرت معاویہ وغیرہ بیانات کے بعد بعض لوگ اپنی تقریر و تحریر میں اور سوشل میڈیا پر امیر شام کے خلاف بھڑاس نکال رہے ہیں بعض انہیں معاذ اللہ غیر مسلم قرار دے رہے ہیں اور بعض اس سے بھی آگے بڑھ رہے ہیں لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ دامن احتیاط کو مضبوطی سے تھامے رکھیے اور شرعی حدود سے تجاوز مت کیجیے بلاشبہ ان کی خطائیں اور زیادتیاں وغیرہ ہمارے اسلاف کرام نے بھی بیان کی ہیں لیکن انہیں غیر مسلم کہنے اور ان پر لعن سے منع کیا ہے لہٰذا آپ بھی شرعی حدود سے تجاوز مت کیجیے ورنہ عند اللہ مواخذہ ضرور ہوگا۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ موصوف نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص احتیاط کی تدبیر بتائی ہے وہ مضحکہ خیز ہے، کیونکہ صحابہ کرام کی خطائیں بیان کر کے ان کی ذات گرامی پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے، جناب موصوف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو غیر مسلم اور لعن کرنے سے منع کا درس بھی دے رہے ہیں فیضی صاحب کی خدمت میں لغت سے لعن کا مطلب بیان کر دیا جائے تاکہ موصوف کو یہ تو معلوم ہو کہ انہوں نے لفظ لعن جو لکھا ہے اس کا مطب کیا ہے؟

لعن، کا معنیٰ:

لغت میں، لعن، کے درج ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں۔

فعل: طنز کرنا، عزت کو داغ دار کرنا، عزت پر حملہ کرنا، رائے یا فیصلہ کی کمزوری یا نقص ثابت کرنا۔

فعل: کسی بات کا طعنہ دینا عیب نکالنا، کوئی برائی بیان کرنا، اعتراض کرنا، تنقید کرنا، الزام لگانا، ردو قدح کرنا، چھینٹے دینا، فقرے کسنا۔

جناب فیضی صاحب نے لعن کے منع کا تو درس دیا مگر لعن کے معنی کے ایک ایک لفظ پر خود عمل بھی کیا، انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طنز کیا، طعنہ دیا، عیب جوئی کی، اعتراض کیا، اور فقرے کسے، جس پر جناب فیضی صاحب کی پوری کتاب الاحادیث الموضوعہ اور دیگر کتب بطور شواہد موجود ہیں، اب عند اللہ مواخذہ

والی تحریر کس پر لاگو ہوتی ہے اس کا جواب قارئین کرام اپنی ذہنی صلاحیت کو استعمال کر کے حاصل کر سکتے ہیں

شرح مقاصد کی عبارت کا جائزہ

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 19 پر لکھتے ہیں۔

کیا بغاوت وخروج باعث لعن ہے؟

یقیناً ہمارے اسلاف کرام نے ضرورتاً ان کے بارے میں باغی، طاغی، ظالم، جائر اور متعدی وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر وہ اس سے آگے نہیں بڑھے مثلاً ہمارے مدارس اہل سنت میں پڑھائی جانے والی بعض مشہور کتب میں:

وبالجملة لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن على معاوية واخزابه ،لان غاية امرهم البغي والخروج على الامام وهو لا يوجب اللعن.

خلاصہ یہ کہ اسلاف مجتہدین اور علماء صالحین سے معاویہ اور اس کے گروہ پر لعنت کرنے کا جواز، منقول نہیں کیونکہ ان کا انتہائی معاملہ امام کے خلاف خروج اور بغاوت ہے اور وہ لعنت کو ثابت نہیں کرتا۔

(شرح العقائد: ص 342، 343)

جواب:

گذارش ہے کہ شرح العقائد کی عبارت پیش کر کے یہ استدلال کرنا کہ صرف لعن نہیں کرنا چاہیے، غلط ہے، کیونکہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس مقام پر ان فرقوں کا رد کر رہے ہیں جو امام برحق کے خلاف ناحق خروج اور بغاوت کرنے والے شخص پر لعنت کرنے کو واجب کہتے ہیں اس مقام پر بحث لعن کرنے اور نہ کرنے کی بحث ہے۔

جناب فیضی صاحب نے جو لکھا ہے کہ، ہمارے اسلاف کرام نے ضرورتاً ان کے بارے میں باغی، طاغی، ظالم، جائر اور متعدی وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر وہ اس سے آگے نہیں بڑھے، میں لفظ {ضرورتاً} بہت اہم ہے جناب فیضی صاحب قارئین کرام کے سامنے اس لفظ ضرورتاً کی توضیح تو پیش کریں، تاکہ معاملہ واضح ہو سکے اور موصوف نے جو الفاظ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال کیے، کیا وہ ضرورتاً ہیں؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کا جائزہ

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 19 پر لکھتے ہیں:

ایسے ہی مشہور حنفی فقیہ اور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف خطاء، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کو تو جائز رکھا ہے مگر لعنت کو نہیں، وہ لکھتے ہیں:

اما معاوية واتباعه فجوز نسبتهم الى الخطاء والبغي والخروج والفساد واما لعنهم فلا يجوز اصلاً.

معاویہ اور اس کے متبعین کی طرف خطاء، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کرنا تو جائز ہے۔
البتہ ان پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (شرح الشفاء للقاری ج2 ص556)

جواب: جناب فیضی صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت جو پیش کی ہے اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطا، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کو جائز لکھا مگر لعنت کو نہیں، اس عبارت میں اہل سنت کے راجح مسلک کا تذکرہ نہیں، اور نہ یہ ملا علی قاری کا راجح موقف ہے موصوف نے جو ملا علی قاری کی تحریر کا ایک پہلو پیش کیا ہے وہ تحقیق کے میدان میں مردود عمل ہے فیضی صاحب کو ملا علی قاری کی عبارت سے اتفاق ہے تو اس سے متصل اگلی لائن بھی لکھ دیتے اور یہ بھی بتا دیتے کہ کیا وہ اس سے بھی متفق ہیں یا نہیں؟ اور کیا ایمان والدین پر بھی موصوف ملا علی قاری کی عبارت سے متفق ہیں یا کہ نہیں؟

موصوف فیضی صاحب اپنی دوسری کتاب شرح اسنی المطالب ص560 پر ملا علی قاری کی تحریر کے بارے میں کیا روش اختیار کرتے ہیں؟ ذرا ملاحظہ کیجئے۔

ملا علی قاری کی تردید انہی کے کلام سے

سیدنا علی علیہ السلام نے اس ارشاد سے غیر معمولی عظمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے بلا شبہ یہ فہم اس قدر عظیم الشان تھی کہ اس کی بدولت قرآنی الفاظ کے ظاہری ترجمہ کے پیچھے جو مخفی معانی ہوتے ہیں سیدنا علی علیہ السلام کی مبارک بصیرت ان معانی کو بھی تاڑ لیتی تھی.......

خیر جب موصوف اس کا جواب دینے کی ہمت کریں گے تو اس کا تفصیل سے جواب دیا جائے گا مگر سر دست کسی تبصرہ کے بغیر ملا علی قاری رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش خدمت ہے، جس کو پڑھنے کے بعد نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام کا حق ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عدول، اہل فضل اور خیار صحابہ میں سے ہیں ان کے بارے میں کوئی بھی برا خیال رکھنا یا ان کی شان میں کوئی بھی ایسی بات کہنا جو مرتبہ صحابیت کے منافی ہو اسی طرح ممنوع ہے جس

طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے ممنوع ہے (مرقاۃ شرح مشکوۃ اردو جلد یازدہم ص 312)
ملا علی قاری رحمہ اللہ کی پوری عبارت ملاحظہ کیجیے اور فیصلہ کریں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف تعریف اور بھلائی کی بات کون سی ہے؟ اور ان کی شان میں برائی کیا ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت کا جائزہ

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 20 پر لکھتے ہیں:

ایک اور مقام پر شاہ عبدالعزیز نے انہیں اموی تعصب کا شکار، مرتکب گناہ کبیرہ، باغی اور فاسق تک کہا ہے لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ ان پر لعنت جائز نہیں وہ لکھتے ہیں۔

محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھے اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں جو تعصب امویہ اور قرشیہ میں تھا اسی وجہ سے یہ حرکات حضرت امیر معاویہ سے وقوع میں آئے جس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب گناہ کبیرہ اور باغی قرار دیے جائیں۔

والفاسق لیس باھل اللعن.

ترجمہ: فاسق قابل لعن نہیں۔ (فتاوی عزیزی کامل ص 413)

جواب:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاوی عزیزی میں الحاقات اور تحریفات موجود ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاوی میں الحاقات کی شکایت انھی کے زمانے میں لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کی تھی جس کا تذکرہ خود شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں کیا ہے، لہٰذا وہ لکھتے ہیں:

وتعریضات در باب معاویہ رضی اللہ عنہ ازین فقیر واقع نہ شد اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواہد بود کہ بنا پر فتنہ انگیزی و کید و مکر کہ بنائے ایشاں یعنی گروہ رافضہ از قدیم بر ہمیں امور است این کار کردہ باشد چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند، اللّٰہ خیر حافظا، و این تعریضات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد.

(مکتوبات شاہ عبدالعزیز نمبر سوم ص: 265،266)

ترجمہ: راقم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی بھی قسم کی تعریضات صادر نہیں ہوئیں اگر تحفہ اثناء عشریہ کے نسخوں میں کوئی تعریض پائی جائے تو وہ کسی کی الحاقی ہوگی، کیونکہ روافض کا یہ قدیم دستور چلا آرہا ہے کہ یہ لوگ فتنہ انگیزی اور کید و مکر کی بناء پر یہ کام کرتے ہیں، چنانچہ راقم کے سننے میں آیا ہے کہ ان لوگوں نے الحاق شروع کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ بہترین محافظ ہے اور معتبر نسخوں میں یہ تعریضات نہیں پائی جاتیں۔

کیا فتاویٰ عزیزی معتبر ہے؟

جناب فیضی صاحب نے کثرت سے اپنی کتاب میں دیوبندی علماء کے اقوال نقل کیے ہیں اس لیے ان کے ذوقِ طبع کے لیے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

دیوبندیوں کی مسلمہ شخصیت اشرف علی تھانوی فتاوی عزیزی کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے''

(امداد الفتاویٰ: 5/ 307 طبع مجتبائی، دہلی)

دیوبندیوں کی ایک اور مسلمہ شخصیت مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں:

فتاویٰ عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود اس کو جمع فرمایا ہے اور نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے معلوم نہیں وفات کے کتنا عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو خطوط و فتاوی دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی تدسیس اس میں کی ہو اور کوئی غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کے لیے فتاوی کے مجموعے میں شامل کر دی ہو۔ (مقام صحابہ: ص74،75)

لہٰذا اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاوی پر کلیتاً اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے

اہم نکات:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں متعدد مقامات پر اپنی ہی تحریر کے خلاف بھی لکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ ص740 پر لکھتے ہیں:

ان کے اس کلام سے چند مفید نتائج حاصل ہوئے اول تو یہ کہ نص کے معنی سے انکار یا اس کے مدلول میں فاسد تاویل سے کفر لازم نہیں آتا بلکہ یہ ایک قسم کا فسق اعتقادی ہے جسے اہل سنت کے ہاں خطائے اجتہادی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس تحریر میں، فسق اعتقادی، کو اہل سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی سے موسوم کیا، مطلب یہ کہ جس جگہ پر فسق اعتقادی کا اہل سنت میں استعمال ہوا، اس سے مراد خطائے اجتہادی ہے اور خطائے اجتہادی سے جناب موصوف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ ص 748 پر لکھتے ہیں:

بات جو زیادہ سے زیادہ کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ امام وقت کے خلاف لڑائی بغاوت ہے اور بغاوت فسق ہے کفر نہیں اور اس کی بنا بھی کسی تاویل یا شبہ پر ہو تو یہ بغاوت فسق بھی نہیں بلکہ خطائے اجتہادی ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں بغاوت کو بھی تاویل یا شبہ کی بنیاد پر خطاء اجتہادی لکھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب تحفہ اثناء عشری ص 748 پر لکھتے ہیں:

بغض وعداوت اور عناد کے جذبہ سے پاک محض کسی غلط شبہ، غلط فہمی یا غیر مناسب تاویل کی وجہ سے آپ سے لڑنے والے جیسے صاحبان جمل اور اصحاب صفین کو خطائے اجتہادی اور بطلان اعتقادی میں مشترک ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس عبارت میں اصحاب جمل اور اصحاب صفین کو خطائے اجتہادی سے متصف کیا ہے۔ اور خطائے اجتہادی میں حرکات شائبہ نفسانی کا کیا عمل دخل؟

خلاف واقعہ؟

بالفرض شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت کو بر سبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو یہ بات خلاف واقعہ ہے کیونکہ نفسانیت اور قبائلی و خاندانی تعصب کی بات تو محقق اہل حدیث سے ثابت نہیں اور خلاف واقعہ بھی ہے اس پر اکابرین کی کچھ تصریحات ملاحظہ کیجیے:

(1) علامہ تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وما وقع من المخالفات والمحاربات بین علی و معاویہ لم یکن من نزاع فی خلافتہ بل عن خطاء فی الاجتہاد.

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو لڑائی جھگڑا ہوا، وہ ان کی خلافت میں اختلاف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خطاء اجتہادی کی وجہ سے تھا۔ (شرح العقائد النسفیہ: ص 109)

(2) علامہ خفاجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

انہا امور وقعت باجتہاد منہم لا اعراض النفسانیہ و مطامع دنیویۃ کم یظنہ الجہلۃ.

ترجمہ: یہ امور ان سے اجتہاداً صادر ہوئے، ان کا منشاء کوئی اعراض نفسانی نہ تھیں نہ ہی ان کا مطمع نظر کوئی دنیوی امور تھے جیسا کہ جہلا کا ظن ہے۔ (نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض: 3/467)

ان اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نفسانیت اور قبائلی تعصب کا الزام درست نہیں ہے۔

قارئین کرام کے سامنے چند اکابرین، محدثین کرام اور متکلمین کے اقوال پیش خدمت ہیں، جس سے حقیقت مزید واضح ہو جائے گی۔

(1) امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (277,371ھ)

محدثین کرام کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالْكَفُّ عَنِ الْوَقِيعَةِ فِيهِمْ، وَتَأَوُّلِ الْقَبِيحِ عَلَيْهِمْ، وَيَكِلُونَهُمْ فِيمَا جَرَى بَيْنَهُمْ عَلَى التَّأْوِيلِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. (اعتقاد ائمۃ الحدیث: ص79)

ترجمہ: ائمہ حدیث صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھتے ہیں، بری باتیں ان پر نہیں تھوپتے اور اجتہادی طور پر ان کے مابین جو بھی ناخوشگوار واقعات ہوئے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔

(2) امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (260,324ھ)

امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا مَا جَرَى مِنْ عَلِيٍّ وَّالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، فَإِنَّمَا كَانَ عَلَى تَأْوِيلٍ وَّاجْتِهَادٍ، وَعَلِيٌّ الْإِمَامُ، وَكُلُّهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْاِجْتِهَادِ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَالشَّهَادَةِ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ كَانُوا عَلَى حَقٍّ فِي اجْتِهَادِهِمْ، وَ كَذٰلِكَ مَا جَرَى بَيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ وَّمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَدَلَّ عَلَى تَأْوِيلٍ وَّاجْتِهَادٍ، وَكُلُّ الصَّحَابَةِ أَئِمَّةٌ مَّأْمُونُونَ غَيْرُ مُتَّهَمِينَ فِي الدِّينِ، وَقَدْ أَثْنَى اللهُ وَرَسُولُهُ عَلَى جَمِيعِهِمْ، وَتَعَبَّدَنَا بِتَوْقِيرِهِمْ وَتَعْظِيمِهِمْ وَمُوَالَاتِهِمْ، وَالتَّبَرِّي مِنْ كُلِّ مَنْ يَنْقُصُ أَحَدًا مِّنْهُمْ، رَضِيَ اللهُ

عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

ترجمہ: ''سیدنا علی، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات ہوئے، وہ اجتہادی تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور سب صحابہ کرام مجتہد تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت اور شہادت کی خوشخبری سنائی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سب اپنے اجتہاد میں حق پر تھے اسی طرح سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو اختلافات ہوئے، وہ بھی اجتہادی تھے تمام صحابہ کرام بااعتماد اور باکردار ائمہ تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی تعریف کی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی عزت و تعظیم کریں، ان سے محبت رکھیں اور جو شخص ان کی تنقیص کرتا ہے، اس سے براءت کا اعلان کریں اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو چکا ہے'' (الابانۃ عن أصول الدیانۃ: ص78)

(3) امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (430ھ، 336ھ)

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَالْوَاجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِظْهَارُ مَا مَدَحَهُمُ اللهُ تَعَالَى بِهِ وَشُكْرُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ جَمِيلِ أَفْعَالِهِمْ وَجَمِيلِ سَوَابِقِهِمْ، وَأَنْ يَغُضُّوا عَمَّا كَانَ مِنْهُمْ فِي حَالِ الْغَضَبِ وَالْإِغْفَالِ وَفَرَطٍ مِنْهُمْ عِنْدَ اسْتِزْلَالِ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُمْ، وَنَأْخُذُ فِي ذِكْرِهِمْ بِمَا أَخْبَرَ اللهُ تَعَالَى بِهِ، فَقَالَ تَعَالَى: {وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ} (الحشر 59: 10) الْآيَةَ. فَإِنَّ الْهَفْوَةَ وَالزَّلَلَ وَالْغَضَبَ وَالْحِدَّةَ وَالْإِفْرَاطَ لَا يَخْلُو مِنْهُ أَحَدٌ، وَهُوَ لَهُم غَفُورٌ، وَلَا يُوجِبُ ذٰلِكَ الْبَرَاءَ مِنْهُمْ، وَلَا الْعَدَاوَةَ لَهُمْ، وَلٰكِنْ يُحِبُّ عَلَى السَّابِقَةِ الْحَمِيدَةِ، وَيَتَوَلَّى لِلْمَنْقَبَةِ الشَّرِيفَةِ.

''اصحاب رسول کے بارے میں مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں جو کچھ فرمایا ہے اور ان کے اچھے افعال و کارناموں کی جو تعریفات کی ہیں، انہیں بیان کیا جائے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر ان سے غصے، غفلت اور شدت میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان سے چشم پوشی کی جائے اس سلسلے میں ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بناتے ہیں:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ.
(الحشر59: 10)

ترجمہ: جو لوگ ان کے بعد آئیں اور کہیں کہ اے ہمارے رب تو ہمیں بھی معاف فرما دے اور ہم سے پہلے ایمان والوں کو بھی کیونکہ لغزش، غلطی، غصے، شدت اور کوتاہی سے کوئی بھی مبرا نہیں اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی ایسی لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے صحابہ کرام کی ایسی بشری لغزشیں ان سے براءت اور عداوت کا باعث نہیں بن سکتیں اللہ تعالیٰ ان کی قابل ستائش سبقتِ اسلام کی بنا پر ان سے محبت رکھتا ہے اور عزت والے مرتبے کی وجہ سے ان سے دوستی رکھتا ہے" (کتاب الامامۃ والرد علی الرافضۃ: ص 341، 342)

(4) شیخ الاسلام ابوعثمان، اسماعیل صابونی رحمہ اللہ (م 449ھ)

شیخ الاسلام ابوعثمان، اسماعیل، صابونی رحمہ اللہ (م 449ھ) فرماتے ہیں:

وَيَرَوْنَ الْكَفَّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَطْهِيرَ الْأَلْسِنَةِ عَنْ ذِكْرِ مَا يَتَضَمَّنُ عَيْبًا لَهُمْ وَنَقْصًا فِيهِمْ، وَيَرَوْنَ التَّرَحُّمَ عَلَى جَمِيعِهِمْ، وَالْمُوَالَاةَ لِكَافَّتِهِمْ.

"اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین اختلافات میں خاموشی اختیار کی جائے اور زبان کو ایسی باتوں سے پاک رکھا جائے جن سے صحابہ کرام کا کوئی عیب و نقص ظاہر ہوتا ہو، بلکہ ان سب کے لیے رحمت کی دعا کی جائے اور ان سب سے محبت رکھی جائے" (عقیدۃ السلف أصحاب الحدیث: ص 93)

(5) امام محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ (505,450ھ)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَا جَرَى بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ مَبْنِيًّا عَلَى الِاجْتِهَادِ، وَلَا مُنَازَعَةَ مِنْ مُعَاوِيَةَ فِي الْإِمَامَةِ.

"سیدنا معاویہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلافات اجتہاد پر مبنی تھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امامت وخلافت کا کوئی تنازع نہیں تھا" (إحیاء علوم الدین: 1/115)

(6) علامہ ابن حزم اندلسی (456,384ھ)

علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

فَبِهٰذَا قَطَعْنَا عَلَى صَوَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَصِحَّةِ أَمَانَتِهِ وَأَنَّهُ صَاحِبُ الْحَقِّ، وَأَنَّ لَهُ

أَجْرَيْنِ، أَجْرُ الِاجْتِهَادِ، وَأَجْرُ الْإِصَابَةِ، وَقَطَعْنَا أَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَمَنْ مَّعَهُ مُخْطِئُونَ، مُجْتَهِدُونَ، مَأْجُورُونَ أَجْرًا وَّاحِدًا.

''ان دلائل کی رو سے ہم یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ درستی پر تھے، صاحب حق وامانت تھے اور ان کے لیے دو اجر ہیں، ایک اجتہاد کا اور دوسرا درستی کا، ہم یہ بھی یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی غلطی پر تھے، لیکن مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد کا ایک اجر ملے گا''

(الفصل فی الملل والأہواء والنحل: 4/161)

(7) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (773،852ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى وُجُوبِ مَنْعِ الطَّعْنِ عَلَى أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِسَبَبِ مَا وَقَعَ لَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَوْ عَرَفَ الْمُحِقَّ مِنْهُمْ، لِأَنَّهُمْ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ إِلَّا عَنِ اجْتِهَادٍ، وَقَدْ عَفَا اللهُ تَعَالَى عَنِ الْمُخْطِئِ فِي الِاجْتِهَادِ بَلْ ثَبَتَ أَنَّهُ يُؤْجَرُ أَجْرًا وَّاحِدًا، وَأَنَّ الْمُصِيبَ يُؤْجَرُ أَجْرَيْنِ.

(فتح الباری شرح بخاری: 13/34)

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی بنا پر کسی بھی صحابی پر طعن کرنا حرام ہے، اگرچہ کسی کو ان میں سے اہل حق کی پہچان ہو بھی جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اجتہادی طور پر یہ لڑائیاں کی تھیں اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے سے درگزر فرمایا ہے، بلکہ اسے ایک اجر ملنا بھی ثابت ہے اور جو شخص حق پر ہوگا، اسے دو اجر ملیں گے''

(8) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (762،855ھ)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْحَقُّ الَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ الْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ، وَحُسْنُ الظَّنِّ بِهِمْ، وَالتَّأْوِيلُ لَهُمْ، وَأَنَّهُمْ مُّجْتَهِدُونَ مُتَأَوِّلُونَ لَمْ يَقْصُدُوا مَعْصِيَةً وَّلَا مَحْضَ الدُّنْيَا، فَمِنْهُمُ الْمُخْطِئُ فِي اجْتِهَادِهِ وَالْمُصِيبُ، وَقَدْ رَفَعَ اللهُ الْحَرَجَ عَنِ الْمُجْتَهِدِ الْمُخْطِئِ فِي الْفُرُوعِ، وَضَعَّفَ أَجْرَ الْمُصِيبِ.

''برحق نظریہ جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین ہونے والے اختلافات

کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے، ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے، ان کے لیے تاویل کی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ مجتہد تھے اور ان سب کے پیش نظر دلائل تھے، ان اختلافات میں سے کسی صحابی نے بھی کسی گناہ یا دنیاوی متاع کا ارادہ نہیں کیا تھا اجتہاد میں بعض کو غلطی لگی اور بعض درستی کو پہنچے اللہ تعالیٰ نے فروعی معاملات میں اجتہادی غلطی کرنے والے کو گناہ گار قرار نہیں دیا (بلکہ ایک اجر کا حق دار ٹھہرایا ہے)، جبکہ درستی کو پہنچنے والے کا اجر دوگنا کر دیا گیا ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری: 1/212)

مخالفین علامہ بدرالدین عینی کے اجتہاد پر کوئی تحریر پیش کرتے پھرتے ہیں، مگر جناب اس قول پہ بھی غور وغوض کریں شاید کوئی تطبیق آپ کو نظر آجائے۔

یہ چند حوالہ جات غور وفکر کے لیے پیش کیے گئے ہیں وگرنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں 100 سے زائد علم عقائد کے اکابرین کی تصریحات موجود ہیں، اگر جناب فیضی صاحب کو کسی طرح کا اعتراض ہوا تو موصوف کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

الزام نمبر 2:

رضی اللہ عنہ، کہنا کیسا!

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ: ص 21,20 پر لکھتے ہیں:

چنانچہ اہل حدیث عالم مولانا نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جہاں امیر معاویہ کا تذکرہ ہو وہاں لفظ، حضرت، اور دعائیہ الفاظ کہنا درست نہیں کیونکہ انہوں نے آخری خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی ہے لہٰذا ان کو غلط کار اور باغی سمجھنا چاہیے اور اس سے آگے بڑھ کر ان کو برا بھلا کہنا درست نہیں اس سے زبان کو روکنا چاہیے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج 3 ص 446)

جواب:

موصوف نے اپنی کتاب میں جہاں علمائے اہل سنت کو اپنے تنقید کا ہدف بنایا ہے وہاں غیر اہل سنت کی کتابوں سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے علماء اہل سنت میں امام ابو بکر الباقلانی رحمہ اللہ سے لے کر جناب علامہ محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کی ذات تک رکیک حملے کیے، اور غیر اہل سنت ابن حزم سے لے کر غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی تک کی کتابوں سے دلائل پیش کیے، موصوف کو جو حوالہ اپنی پسند کا ملا وہ اچک لیا، اور راجح قول کو ترک کر دیا، تحقیق کے اصولوں میں ایک اہم اصول یہ بھی ہوتا ہے کہ دونوں طرف کے دلائل پیش کیے جائیں تاکہ حقائق منظر عام پر آسکیں مگر اس اصول کو نظر انداز کر کے یک طرفہ متروک اور مرجوح وضعیف مرویات اور اقوال پیش کیے۔ جس کی حقیقت کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہو جائے گی فتاویٰ نذیریہ سے جو الفاظ نقل کیے وہ غیر مقلد نذیر حسین دہلوی کے نہیں ہیں بلکہ کسی غیر مقلد مولوی فصیح کے ہیں جس ریسرچ اسکالر کو فتوے میں موجود سوال و جواب کی تمیز و پہچان نہیں کہ یہ الفاظ کس کے ہیں؟ جواب کہاں سے شروع ہو رہا ہے؟ اس کی تحقیق کیسی ہوگی اسی سے اندازہ لگا لیں اب دیکھیں نذیر حسین دہلوی نے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے کو، فتاویٰ نذیریہ: 3/450، پر مستحب لکھا ہے جبکہ موصوف محقق نے نذیر حسین دہلوی کے حوالہ کو چھپا لیا، اور کسی دوسرے غیر مقلد کے حوالے کو درج کر دیا جناب محقق نے اپنی پوری کتاب میں اسی طرح کا رویہ اختیار کیا ہے۔

کیا کوئی صحابی بھی ادنیٰ ہوتا ہے؟

کچھ لوگ طبقات صحابہ کی آڑ میں فتح مکہ پر اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کو ادنیٰ شمار کرتے ہوئے وہ مقام ومرتبہ نہیں دیتے جو ان کے شایان شان ہے۔

عظیم تابعی وجلیل القدر محدث، امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إن عائذ بن عمرو، وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، دخل على عبيد الله بن زياد، فقال: أي بني، إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن شر الرعاء الحطمة، فإياك أن تكون منهم، فقال له: اجلس، فإنما أنت من نخالة أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فقال: وهل كانت لهم نخالة؟ إنما كانت النخالة بعدهم، وفي غيرهم. (صحیح مسلم: رقم 1830)

''صحابی رسول سیدنا عائذ بن عمرو، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور فرمانے لگے: بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بدترین حکمران وہ ہوتے ہیں، جو اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں لہٰذا (میری نصیحت ہے کہ) تیرا شمار ایسے لوگوں میں نہ ہو۔ عبید اللہ بن زیاد کہنے لگا: بیٹھ جا، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گھٹیا درجے کا صحابی ہے۔ سیدنا عائذ فرمانے لگے: کیا صحابہ کرام میں سے بھی کوئی گھٹیا تھا؟ گھٹیا لوگ تو وہ ہیں جو صحابی نہ بن سکے اور وہ جو صحابہ کرام کے بعد میں آئے''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت کا اقرار

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم بن مسعدة أنا حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد بن عدي نا عبد الله بن ناجية نا أبو عمرو عثمان بن عبد الله بن عمرو بن عثمان العثماني نا ابن لهيعة قال سمعت أبا الزبير عن جابر قال كنا عند معاوية فذكر علي أحسن ذكره وذكر أبيه وأمه ثم قال وكيف لا أقول هذا لهم هم خيار خلق الله وعنده بنيه أخيار أبناء أخيار. (تاریخ دمشق: 42/415)

''ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر اچھے انداز میں کیا، پھر کہا میں اس طرح کیوں نہ کہوں جبکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین شخص تھے، ان کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ تھا،

وہ بہترین نسب کے حامل تھے“
محدث ابن عساکر روایت نقل کرتے ہیں:

أخبرنا بها بتماها أبو بكر محمد بن الحسين بن على نا أبو الحسين بن المهتدى أنا على بن عمر بن محمد الحربي نا أبو بكر محمد بن هارون بن حميد بن المجدر نا عثمان بن عبد الله الشامي القرشي نا عبد الله بن لهيعة قال سمعت أبا الزبير المكى قال سمعت جابر بن عبد الله الأنصارى قال جابر كنا ذات يوم عند معاوية بن أبي سفيان وقد جلس على سريره واعتجر بتاجه واشتمل بساجه (وأومى بعينيه يمينا وشمالا وقد تفرشت جماهير قريش وسادات العرب أسفل السرير من قحطان ومعه رجلان على سريره عقيل بن أبي طالب والحسن بن على وامرأة من وراء الحجاب تشير بكميها يمينا وشمالا فقالت يا أمير المؤمنين فأنت الليلة أرقة قال لها معاوية أمن ألم قالت لا ولكن من اختلاف رأى الناس فيك وفى على بن أبي طالب وأبوك أبو سفيان صخر بن حرب بن أمية وكان أمية من قريش لبابها فقالت فى معاوية فأكثرت وهو مقبل على عقيل والحسن فقال معاوية رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول من صلى أربعا قبل الظهر وأربعا بعد الظهر حرم على النار أن تأكله أبدا ثم قال لها أفى على تقولين المطعم فى الكربات المفرج للكربات مع ما سبق لعلى من العناصير السرية والشيم الرضية والشرف فكان كالأسد الحاذر والربيع النائر والفرات الذاخر والقمر الزاهر فأما الأسد فأشبه على منه صرامته ومضاءه وأما الربيع فأشبه على منه حسنه وبهاءه وأما الفرات فأشبه على منه طيبه وسخاءه فما تغطمطت عليه قماقم العرب الشادة من أول العرب عبد مناف وهاشم وعباس القماقم والعباس صنو رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وأبوه وعمه أكرم به أبا وعما ولنعم ترجمان القرآن ولده يعنى عبد الله بن عباس كهل الكهول له لسان سؤول وقلب عقول خيار خلق الله وعترة نبيه خيار ابن خيار فقال عقيل بن أبي طالب يا بنت أبي سفيان لو أن لعلى بيتين بيت من تبر والاخر تبن بدأ بالتبر وهو الذهب فقال معاوية يا أبا يزيد كيف لا أقول هذا فى على بن أبي طالب وعلى من هامات قريش وذوائبها وسنام قائم عليها وعلى

علامتها في شامخ فقال له عقيل وصلتك رحم يا أمير المؤمنين.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور آپ نے انہیں ایران و خراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا ایک بار عقیل رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے جی کھول کر علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار، جود و سخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا: ''اے ابو یزید (عقیل) میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں علی رضی اللہ عنہ قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں، علی رضی اللہ عنہ میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں'' عقیل رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: ''امیر المومنین! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی'' (تاریخ دمشق: 42/416)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے فرمایا:

وَقَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مُغِيرَةَ. قَالَ: لَمَّا جَاءَ خَبَرُ قَتْلِ عَلِيٍّ إِلَى مُعَاوِيَةَ جَعَلَ يَبْكِي، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَتَبْكِيهِ وَقَدْ قَاتَلْتَهُ؟ فَقَالَ: وَيْحَكِ إِنَّكِ لَا تَدْرِينَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ، وفي رواية أنها قالت له بالأمس تقاتلنه واليوم تبكينه؟. "وَيْحَكِ إِنَّكِ لَا تَدْرِينَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ "

تجھ پر افسوس، تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا فضیلت، فقہ اور علم میں کتنا نقصان ہوا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ: 8/130)

ان روایات کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مخالفت علی یا بغض علی رضی اللہ عنہ کا الزام لگایا جائے تو اس سے زیادہ کم علمی کیا ہوگی؟

جناب فیضی صاحب کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کے معترف تھے اس لیے یہ بات تو واضح اور عیاں ہوگئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اہل بیت اطہار سے نہ ہی عداوت تھی اور نہ ہی وہ بغض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رکھتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کی تعظیم کرنا

جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

أنا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ، أنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ، قَالَ: نا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: نا حُسَيْنُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ كَانَا يَقْبَلَانِ جَوَائِزَ مُعَاوِيَةَ.

"سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملنے والا وظیفہ قبول کرتے تھے"

(1) الشریعۃ للآجری: 5/175 رقم 1895 (2) شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ: 2/381

امام أبو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری البغدادی اس روایت پر باب قائم کرتے ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ تَعْظِيمِ مُعَاوِيَةَ لِأَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِكْرَامِهِ إِيَّاهُمْ،

یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل بیت کی تعظیم وتکریم کی واضح دلیل ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

محدث الآجری البغدادی اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں:

وَأَنْبَأَنَا ابْنُ نَاجِيَةَ، أَيْضًا، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْأُبُلِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: لَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ فَضْلٌ عَلَى يَزِيدَ إِلَّا أَنَّ أُمَّكَ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَأُمَّهُ امْرَأَةٌ مِنْ كَلْبٍ لَكَانَ لَكَ عَلَيْهِ فَضْلٌ، فَكَيْفَ وَأُمُّكَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید کر دیے گئے تو امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کی والدہ قریشی ہیں اور یزید کی کلب سے، یہ بات ہی فضیلت کے لیے کافی تھی، حالانکہ آپ کی والدہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ ہے پھر یزید کی کیا حیثیت۔ (الشریعۃ: 5/173 رقم 1893)

اس روایت کی سند صحیح ہے، اس روایت کے بعد بھی یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کی تعظیم نہیں کرتے تھے تو یہ زیادتی اور علمی خیانت ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتے تو فرماتے:

وكان معاوية إذا لقي الحسن بن علي يقول: مرحبا وأهلا بابن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويأمر له بثلاث مائة ألف، وكان يلقى ابن الزبير فيقول: مرحبا بابن عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم وحواري رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويأمر له بمائة ألف.

"مرحبا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واہلا" رسول اللہ کے صاحبزادے! خوش آمدید۔

(1) البغوی فی المعجم: 5/ 370 (2) الشریعۃ للآجری: 5/ 171 رقم 1891

(3) تاریخ دمشق ابن عساکر: 59/ 194، وسندہ صحیح

اب تو تحقیق کا یہ حال ہے کہ صحیح روایات کو ترک کر کے ضعیف اور متروک روایت پر موقف بنا کر لفاظی کی جاتی ہے قاری صاحب اگر اس روایت کا مطالعہ کر لیتے تو حقائق سامنے آتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حب اہل بیت اور عظمت صحابہ کو ماننے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پردہ ہیں

امام ابو القاسم ابن عساکر شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

أنبأنا أبو محمد عبد الجبار بن محمد وحدثنا أبو الحسن المرادي عنه أنا أبو بكر البيهقي إجازة أنا أبو بكر بن الحارث الأصبهاني أنا أبو محمد بن حيان نا الحسن بن علي الطوسي قال سمعت أبا سعيد الدارمي قال سمعت أبا توبة الحلبي يقول معاوية ستر لأصحاب النبي (صلى الله عليه وسلم) فإذا كشف الرجل الستر اجترأ على ما وراءه.

ابدال وقت، امام ابو توبہ ربیع بن نافع حلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے لیے پردہ ہیں، جب کوئی شخص (اس) پردہ (کو) اٹھاتا (یعنی چاک کرتا) ہے تو جو کچھ اس کے پیچھے ہے (یعنی اور صحابہ کرام) اس پر بھی جرات کرتا ہے۔ (یعنی پھر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا شروع کر دیتا ہے)۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/ 209)

الزام نمبر 3:

شرف صحابیت پر اعتراض

اسکالر فیضی صاحب نے اپنی کتاب میں صحابی کی فضیلت پر اعتراض کرنے کی بھی کوشش کی ہے جیسا کہ قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 22 پر لکھتے ہیں:

قدیم صحابہ کے نزدیک بھی صحبت مصطفیٰ ﷺ سے فائدہ نہ اٹھانے والے قابل تعظیم نہ رہے تھے چنانچہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس قال: يقول أحدهم: أبي صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولنعلٌ خَلِقٌ (بالٍ) خير من أبيه. (مجمع الزوائد ج1 ص113 حدیث 442، کشف الاستار ج1 ص63 حدیث 88، البحر الزخار ج11 ص277 حدیث 5068، مختصر الزوائد علی البزار ج1 ص109 حدیث 62)

جواب:

صحابی کی تعریف پر جو اعتراضات ہیں اس پر تو کسی دوسری کتاب میں کلام کیا جائے گا مگر پیش کردہ حوالہ پر چند معروضات پیش خدمت ہیں روایت کی سند مسند البزار میں کچھ یوں ہے۔

حَدَّثنا أَبُو موسى، قَال: حَدَّثنا يَحْيَى بن حماد، قَال: حَدَّثنا أَبُو عَوانة، عَن سُلَيْمَانَ عَنْ عَدِيّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْر، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: يَقُولُ أَحَدُهُمْ: أَبِي صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم، وَكان مَعَ أَبِي ولَنَعْلٌ خَلَقٌ خَيْرٌ مِنْ أَبِيهِ.
(مسند البزار: 11/ 277 رقم 5068)

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

پہلی علت:

اسکی سند میں راوی عدی بن ثابت الانصاری الکوفی ہے جس پر محدثین کرام کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

ابو حاتم رحمہ اللہ:

صدوق وكان إمام مسجد الشيعة وقاصهم،قال ابن معين :شيعي مفرط،قال الجوزجاني: مائل عن القصد،قال عفان قال شعبة: كان من الرفاعين.
(تہذیب التہذیب:7/165رقم330)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

عدي بن ثابت، ثقة، إلا أنه كان يتشيع. (العلل: رقم3233)
قال المسعودي: ما أدركنا أحداً أقوم بقول الشيعة منه، يعني عدي بن ثابت.
(العلل: رقم4576) و (المسند:1/278رقم:2511)

امام دارقطنی رحمہ اللہ:

ثقة، إلا أنه كان رافضيًا غاليًا فيه. (العلل: رقم201)

امام ذہبی رحمہ اللہ:

كُوفِي شيعي جلد ثِقَة مَعَ ذَلِك وَكَانَ قاص الشِّيعَة وَإِمَام مَسْجِدهمْ قَالَ الْمَسْعُودِيّ مَا أدركنا أحدا أَقُول بقول الشِّيعَة من عدي بن ثَابت وَفِي نسبه اخْتِلَاف وَقَالَ ابْن معِين شيعي مفرط وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيّ رَافِضِي غال.)(المغنی فی الضعفاء:2/431رقم4084)

امام ابن معین رحمہ اللہ:

سمعت العباس يقول سئل يحيى عن عدي بن ثابت فقال كان يفرط في التشيع.

مذکورہ روایت میں عدی بن ثابت غالی شیعہ راوی ہے اس کی روایت کے قبول کرنے یا نہ کرنے پر تو موصوف کے اصول قارئین کے سامنے ہیں۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری:3/524)

دوسری علت: مذکورہ روایت میں ،سلیمان راوی سلیمان الاعمش، ہے اور اس کی تدلیس کے بارے میں محدثین کرام نے بلا استثناء واضح کلام کیا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

الأعمش يدلس، وربما دلس عن ضعيف ولا يدري به. ومتى قال: حدثنا فلا كلام، ومتى قال: عن تطرق إليه احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم كإبراهيم وأبي وائل وأبي صالح السمان فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال.

(میزان الاعتدال:2/224)

روایت کا شانِ وُرود

اس روایت کا شان ورود منافقین کے بارے میں تھا مگر جناب نے بہت سادگی سے اس روایت کا اطلاق صحابہ کرام پر کیا، جناب اگر علامہ ہیثمی کی کتاب کا مکمل مطالعہ فرمالیتے تو ایسا علمی استدلال پیش نہ کرتے اس روایت کو علامہ ہیثمی مجمع الزوائد:1/308 باب منه فی المنافقین ،میں لائے ہیں، منافقین کے بارے میں روایت کو شرف صحابیت پر محمول کرنا علمی خیانت ہے،شاید اسی دیانت کو تحقیق کہتے ہیں؟ جس کی بناپر موصوف ریسرچ اسکالر کہلائے جاتے ہیں۔

موصوف شرف زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے الاحادیث الموضوعہ:ص23,22 پر لکھتے ہیں۔

امام طبرانی عبدالرحمن بن میسرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

مَرَّ بِالْمِقْدَادِ نَاسٌ أَوْ رَجُلٌ، فَقَالَ: لَقَدْ أَفْلَحَتْ هَاتَانِ الْعَيْنَانِ، رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَجْمَعَ الْمِقْدَادُ غَضَبًا، وَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لا تَتَمَنَّوْا أَمْرًا قَدْ غَيَّبَهُ اللهُ، فَكَمْ مَنْ قَدْ رَآهُ وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِرُؤْيَتِهِ.

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک شخص گزرا تو اس نے کہا ان دو آنکھوں نے کامیابی پائی ،جو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں اس پر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ انتہائی غضب ناک ہوئے اور فرمایا لوگوں! اس امر کی تمنا مت کرو جسے اللہ نے مخفی رکھا ہے بہت سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا لیکن انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے فائدہ نہ اٹھایا۔

(مسند الشامین للطبرانی ج2 ص149، 149 حدیث1081، المعجم الکبیر ج20 ص258 حدیث 608،تاریخ دمشق (مفصلاً) ج60 ص180)

دراصل مہاجرین وانصار کے بعد کسی شخص کا محض قافلہ صحابیت میں شامل ہونا ہی کافی نہیں مانا بلکہ اس کے عمل کو دیکھنے بات بھی کی گئی ہے اور اس پر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی اتباع بالاحسان بھی لازم کی گئی۔

جواب:

اب پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الْكِنْدِيُّ الْحِمْصِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ، ثنا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ: مَرَّ بِالْمِقْدَادِ نَاسٌ وَرَجُلٌ فَقَالَ: لَقَدْ أَفْلَحَتْ هَاتَانِ الْعَيْنَانِ، رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَجْمَعَ الْمِقْدَادُ غَضَبًا، وَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا أَمْرًا قَدْ غَيَّبَهُ اللهُ، فَكَمْ مَنْ قَدْ رَآهُ وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِرُؤْيَتِهِ. (معجم الكبير:20/258)

روایت کی اسنادی حیثیت

اس روایت کی سند میں، عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، راوی کی واضح توثیق ثابت نہیں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبد الرحمن بن ميسرة الحضرمي أبو سلمة الحمصي مقبول، عبد الرحمن بن ميسرة الحضرمي أبو ميسرة المصري، عبد الرحمن بن ميسرة الحضرمي أبو شريح مجهول، عبد الرحمن بن ميسرة الكلبي أو الحضرمي أبو سليمان الدمشقي مقبول. (تقريب التهذيب:1/351)

معجم الکبیر طبرانی اور دیگر کتب میں یہ روایت مختصر ہے جس کی وجہ سے اس روایت کا مفہوم غلط پیش کرنے کی مذموم حرکت کی گئی ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے قول کا پس منظر

یہ روایت مکمل متن کے ساتھ دیگر کتب احادیث میں موجود ہے، جس سے اس کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب کیا ہے؟

حَدَّثَنَا يَعْمَرُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَلَسْنَا إِلَى الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ يَوْمًا، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: طُوبَى لِهَاتَيْنِ الْعَيْنَيْنِ اللَّتَيْنِ رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللهِ لَوَدِدْنَا أَنَّا رَأَيْنَا مَا رَأَيْتَ، وَشَهِدْنَا مَا شَهِدْتَ، فَاسْتُغْضِبَ، فَجَعَلْتُ أَعْجَبُ، مَا قَالَ إِلَّا خَيْرًا، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: " مَا يَحْمِلُ الرَّجُلُ عَلَى أَنْ يَتَمَنَّى مَحْضَرًا غَيَّبَهُ اللهُ عَنْهُ، لَا

يَدْرِي لَوْ شَهِدَهُ كَيْفَ كَانَ يَكُونُ فِيهِ، وَاللَّهِ لَقَدْ حَضَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامٌ كَبَّهُمُ اللَّهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي جَهَنَّمَ لَمْ يُجِيبُوهُ، وَلَمْ يُصَدِّقُوهُ، أَوَلَا تَحْمَدُونَ اللَّهَ إِذْ أَخْرَجَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ إِلَّا رَبَّكُمْ، مُصَدِّقِينَ لِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ، قَدْ كُفِيتُمُ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ، وَاللَّهِ لَقَدْ بَعَثَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَشَدِّ حَالٍ بُعِثَ عَلَيْهَا فِيهِ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي فَتْرَةٍ وَجَاهِلِيَّةٍ، مَا يَرَوْنَ أَنَّ دِينًا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ فَرَقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَرَى وَالِدَهُ وَوَلَدَهُ أَوْ أَخَاهُ كَافِرًا، وَقَدْ فَتَحَ اللَّهُ قُفْلَ قَلْبِهِ لِلْإِيمَانِ، يَعْلَمُ أَنَّهُ إِنْ هَلَكَ دَخَلَ النَّارَ، فَلَا تَقَرُّ عَيْنُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ حَبِيبَهُ فِي النَّارِ "، وَأَنَّهَا لَلَّتِي قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ} [الفرقان: 74]

حضرت عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص [تابعی] گذرا، اس نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا، خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ہماری دلی خواہش ہے کہ وہ کچھ دیکھ لیتے جو آپ لوگوں نے دیکھا اور ان مواقع پر، ان معرکوں میں موجود ہوتے جہاں آپ رہے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا، بولے، کیا معلوم، یہ آرزو رکھنے والا اس وقت ہوتا تو کس مقام پر ہوتا؟ ایسے لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا جنھیں اللہ نے مونہوں کے بل دوزخ میں جھونک دیا، کیونکہ انھوں نے آپ کو مانا نہ تصدیق کی، تم اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ تمھاری آزمائش پہلوں نے جھیل لی، تم اللہ ہی کو مانتے ہو اور اس کے انبیا کو سچا جانتے ہو، آپ کے زمانے کا حال یہ تھا کہ آپ کے لائے ہوئے، حق و باطل کو تمیز کرنے والے فرقان نے باپ بیٹے میں تفریق پیدا کر دی تھی، ایک شخص کا دل اللہ نے ایمان کے لیے کشادہ کر دیا ہوتا تھا لیکن وہ دیکھتا تھا کہ اس کا باپ، بیٹا یا بھائی کفر میں مبتلا ہیں، اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک کیسے مل سکتی تھی جب اس کے پیارے جہنم میں جانے والے تھے۔ (مسند احمد: 6/2 رقم 23861)

اس پر مسند احمد بن حنبل کا محقق لکھتا ہے۔

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير يعمر بن بِشْر، وهو ثقة، وصححه الحافظ ابن كثير في "تفسيره" 6/142. [. الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان: 14/ 489، وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد" (87)، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني"

(292)، والطبري في "تفسيره" 19/ 53)، وابن حبان (6552)، والطبراني في الكبير" 600/20)، وفي "الشاميين" (938)، وأبو نعيم في "الحلية" 175,176/1 من طرق عن عبد الله بن المبارك، بهذا الإسناد.

قارئین محترم، فیضی موصوف کی نرالی تحقیق ملاحظہ کریں کہ جنہوں نے ایمان قبول نہیں کیا ان کی روایت کو صحابہ کرام پر اطلاق کر کے استدلال کیا جا رہا ہے اور ایمان کی حالت میں شرف زیارت پر اعتراض کیا گیا، جناب کو ایمان اور عدم ایمان کے فرق اور اس کی عظمت کا تو علم نہیں تو مزید کیا تحقیق پیش کریں گے؟ روایت مذکورہ میں ان لوگوں پر اعتراض ہے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا جبکہ ریسرچ اسکالر فیضی صاحب نے اس روایت کو صحابہ کرام کے بارے میں پیش کر کے عظمت صحابہ پر طعن کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

الزام نمبر 4:

اہل دنیا اور حب معاویہ رضی اللہ عنہ

قاری فیضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کے بارے میں اہل دنیا کا فتوی نقل کرتے ہوئے الاحادیث الموضوعہ ص 26,27 پر لکھتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں باتوں سے آگاہ فرما گئے تھے ایک طرف تو آپ نے فرمایا تھا مجھے تمہارے بارے یہ خدشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں یہ خدشہ رکھتا ہوں کہ تم دنیاداری میں باہم مقابلہ کرو گے، دوسری فرمایا تھا جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا یہ دونوں باتیں پہلی بادشاہی میں جمع ہوگئی تھیں اولین بادشاہ کو خوش کرنے کی خاطر اس کی جھوٹی تعریف بھی شروع ہوگئی تھی اور اسی مقصد کے حصول کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعنت بھی شروع ہوگئی تھی چنانچہ امام ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو قیس الاودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أدركت الناس وهم ثلاث طبقات: أهل دين يحبون علياً وأهل دنيا يحبون معاوية وخوارج. (الاستیعاب ج3 ص213)

میں نے لوگوں کو تین طبقات میں پایا اہل دین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں اہل دنیا معاویہ کو چاہتے ہیں اور تیسرا طبقہ خوارج (سفہا یعنی، بیوقوفوں) کا ہے۔

جواب:

فیضی صاحب کی پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد الله بن عمر حدثنا أحمد بن محمد بن الحجاج حدثنا يحيى بن سليمان الجعفي حدثنا حفص بن غياث حدثنا الثورى عن أبي قيس الأودى قال: أدركت الناس وهم ثلاث طبقات: أهل دين يحبون علياً وأهل دنيا يحبون معاوية وخوارج. (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: 1/ 343)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند میں 4 علتیں ہیں۔

پہلی علت: راوی عبد اللہ بن عمر بن إسحاق بن معمر کا تعارف وتوثیق تحقیق طلب ہے اس طرح کے ضعیف ومجہول اور متروک راویوں کی روایت سے استدلال کرنا شاید تحقیق کا دوسرا نام ہے۔

دوسری علت:

أحمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعد، أبو جعفر، المصری. ضعیف اور متروک راوی ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ:

ضعیف (لسان المیزان: 3/ رقم: 4788)

امام ابن عدی رحمہ اللہ:

كذبوه وأنكرت عَلَيْهِ أَشْيَاء. (الضعفاء والمتروکون: 1/ 84)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی، حفص بن غیاث، کا حافظہ خراب ہوگیا تھا محدثین کرام نے یہ واضح طور پر تحقیق فرمائی ہے کہ مختلط راوی کا حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

محدث ابن الکیال نے حفص بن غیاث کو مختلط راویوں میں لکھا ہے۔ (الکواکب النیرات: ص 458)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں أبی قیس الأودی عبد الرحمن بن ثروان متکلم فیہ راوی ہے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

أبو قيس الأودي الكوفي صدوق ربما خالف. (تقریب التہذیب: رقم 3823)

مذکورہ روایات میں، أبو قیس الأودی، متکلم فیہ ہے مگر اس کے ساتھ راوی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اس لیے روایت مرسل بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت مرسل اور ضعیف ہے، موصوف کو ذرا بھی حیا نہ آئی محب اہل بیت ہونے کا دعوٰی تو کرتے ہیں لیکن روایت لاتے ہیں، متہم، متروک، ضعیف راویوں کی۔

الزام نمبر 5:

سب وشتم کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 27 پر لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ ایک مجلس کے حاضرین کے قریب جا کر آواز لگائی یاشبت بن ربعی اس پر ایک شخص نے پردہ کی دوسری جانب سے جواب دیالبیک یا امۃ ،(امی میں حاضر ہوں) توام المومنین نے رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تمہاری مجالس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براکہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

انا نقول شیئاً نرید عرج هذه الحیاة الدینا،

ہم کچھ ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے ہمارا مقصود دنیوی منفعت ہے۔

اس پر ام المومنین نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے علی رضی اللہ عنہ کو براکہا تو یقیناً اس نے مجھے براکہا اس نے اللہ تعالیٰ کو براکہا۔

(تاریخ دمشق ج42 ص533)

اس اولین بادشاہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو سب وشتم اور لعنت کی جاتی تھی اس کی مکمل تحقیق کے لئے ہماری کتاب، لاتسبوا اصحابی، (میرے صحابہ کو برا نہ کہو) کا مطالعہ فرمائیے ۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو البركات عمر بن إبراهيم بن محمد أنا أبو الفرج محمد بن أحمد بن محمد بن علان أنا القاضي أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن الحسين الجعفي نا أبو الحسن علي بن محمد بن هارون بن زياد الحميري نا محمد بن هارون يعني أباه نا إسماعيل بن الخليل عن علي بن مسهر عن أبي إسحاق السبيعي قال حججت أنا وغلام فمررت بالمدينة فرأيت الناس عنقا واحدا فاتبعتهم فأتوا أم سلمة زوج النبي (صلى الله عليه وسلم) فسمعتها وهي تقول يا شبث بن ربعي فأجابها رجل جلف جاف لبيك يا أمة فقالت

أیسب رسول الله (صلی الله علیه وسلم) فی نادیکم فقال إنا نقول شیئا نرید عرض هذه الحیاة الدنیا فقالت سمعت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) یقول من سب علیا فقد سبنی ومن سبنی سب الله. (تاریخ دمشق:42/533)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں محمد بن ہارون بن زیاد الحمیری، کی توثیق وتعریف پیش کریں۔

اس لیے ضعیف اور مجہول راویوں سے استدلال کرنا تحقیق کی روشنی میں مردود ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں، ابو اسحاق السبیعی مختلط راوی ہے، اور اختلاط سے بعد کا سماع ہو تو روایت قابل قبول نہیں ہوتی، محدثین کرام نے اس بات کی تصریح اپنی کتاب میں کی ہے۔

(1) الحافظ ابو یعلی الخلیلی (اختصار علوم الحدیث لابن کثیر مع شرح الباعث الحدیث: ص229)
(2) امام نووی (تقریب مع تدریب:2/897)
(3) حافظ سیوطی (تدریب الراوی:2/897)
(4) حافظ ذہبی (میزان الاعتدال: رقم6393، تدریب الراوی:2/897، 898)
(5) امام فسوی (میزان الاعتدال:5/326)
(6) امام یحیی بن معین (تہذیب التہذیب: رقم5263)
(7) الحافظ ابن حجر (تقریب التہذیب: رقم639، مقدمہ فتح الباری ص431)
(8) امام برہان الدین الحلبی (الاغتباط: ص87)
(9) ابن الکیال (الکواکب النیرات: ص84)

علی بن مسہر کا سماع أبی إسحاق السبیعی سے اختلاط کے بعد کا ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں أبی إسحاق السبیعی کے بعد کسی راوی کو حذف کیا گیا ہے اس لیے یہ روایت اس سند کے ساتھ منقطع ہے کیونکہ معروف طریقہ کا متن اور سند بالکل الگ ہیں، راوی کا سماع بھی ثابت کریں اس متن کی

کوئی بھی سند صحیح نہیں ہے اسانید میں مجہول، ضعیف وشیعہ راوی ہیں۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔
قاری صاحب اپنی کتاب، میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں، مگر شاید یہ مطبوعہ نہیں ہے، اس لیے جب یہ کتاب منظر عام پر آئے گی اس کا تفصیلی جائزہ بھی پیش کر دیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں موضوع روایت

قاری فیضی صاحب نے اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 28 تا 34 تک صحیح مسلم کی ایک روایت کو موضوع قرار دینے میں سرتوڑ کوشش کی ہے، جیسا کہ لکھتے ہیں۔

صحیح مسلم میں موضوع روایت

کوئی شخص کسی کو اپنی بات زبردستی نہیں منوا سکتا لہٰذا میں بھی فقط آپ کے سامنے صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پیش کر رہا ہوں آگے آپ کی مرضی کہ آپ مسلم شریف کو امام مسلم کا انتخاب سمجھتے ہوئے اس میں اس باطل حدیث سے دخول کو ممکن قرار دیں یا ناممکن
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُونَ لاَ يَنْظُرُونَ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ وَلاَ يُقَاعِدُونَهُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَا نَبِيَّ اللَّهِ ثَلاَثٌ أَعْطِنِيهِنَّ قَالَ نَعَمْ . قَالَ عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ أُزَوِّجُكَهَا قَالَ نَعَمْ . قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ. قَالَ نَعَمْ . قَالَ وَتُؤَمِّرُنِي حَتَّى أُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ أُقَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ. قَالَ نَعَمْ . قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ وَلَوْلاَ أَنَّهُ طَلَبَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَا أَعْطَاهُ ذَلِكَ لأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُسْأَلُ شَيْئًا إِلاَّ قَالَ نَعَمْ .

ابو زمیل نے بیان کیا ہے کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان ابوسفیان کی طرف توجہ کرتے تھے نہ اور نہ ہی ان کو ساتھ بٹھانا پسند کرتے تھے اس پر انہوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ، مجھے تین چیزیں عطاء فرمائیں، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا۔

1۔ میرے پاس پورے عرب سے حسینہ اور جمیلہ عورت ام حبیبہ ہے میں اسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نعم، ہاں۔

2۔ معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نعم، ہاں،

3۔ آپ مجھے امیر مقرر فرمائیں تاکہ میں کفار کے خلاف اسی طرح جنگ کروں جس طرح مسلمانوں کے خلاف کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نعم، ہاں،

راوی حدیث ابوزمیل کہتے ہیں اگر ابوسفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خود نہ عطاء فرماتے اس لئے آپ سے جو بھی چیز مانگی جاتی آپ نعم کے سوا کچھ نہ فرماتے۔ (صحیح مسلم ص 1168 حدیث 2501)

اگر چہ یہ روایت صحیح مسلم میں ہے لیکن بعض محدثین کے نزدیک ان میں بعض راویوں کو وہم ہوا ہے اور بعض کے نزدیک یہ موضوع ہے پھر امام محمد بن فتوح حمیدی اور امام ابن جوزی اور چند محدثین کے حوالے سے اس روایت کو موضوع ثابت کرنے کی کوشش کی۔

جواب:

جناب قاری صاحب نے صحیح مسلم کی روایت کو موضوع ثابت کرنے کے لیے جو حوالہ جات دیے ہیں اس میں ابن حزم کے موضوع کہنے پر ہی استدلال کیا ہے مگر جناب نے دیگر لوگوں کو بھی اس حدیث کو موضوع کہنے والوں میں شمار کیا ہے جو کہ علمی بددیانتی ہے کیونکہ حدیث کا موضوع ہونا اور حدیث کا ضعیف ہونا دو مختلف معاملات ہیں۔

جن محدثین کرام نے اس روایت پر اعتراضات کیے ان کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے اپنے اعتراضات پیش کرتے اور یہ ہی علمی طریقہ ہے مگر ان اعتراضات کی حقیقت کو پرکھنا کہ یہ اعتراضات علت قادحہ کا سبب ہیں یا نہیں، محققین کا ہی کام ہے اگر ہر شخص کو اس کام کے لیے کہا جائے تو وہ اپنی سمجھ کے تحت ہی گفتگو کرے گا۔

قارئین کرام کے سامنے چند حقائق پیش خدمت ہیں، تاکہ حقیقت واضح ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت لائے ہیں کہ

مسلمان سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتے تک نہیں تھے، تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تین انعام مجھ پر کیجئے، میری حسن و جمال کا مرقع دختر ام حبیبہ کو اپنے نکاح میں لے لیجئے، رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: درست، معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، فرمایا: جی درست ہے، عرض کیا، مجھے امیر لشکر بنا دیجئے تاکہ میں کفار سے اسی طرح قتال کروں، جس طرح مسلمانوں سے کیا تھا فرمایا، درست ہے۔
(صحیح مسلم: 4 / 1945 رقم 2501 مطبوعہ بیروت)

تاریخ نکاح سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

پہلا اعتراض اس پر یہ ہے کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تو 6 ہجری میں ہو چکا تھا، تو ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے جب کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا، کیسے کہہ دیا کہ آپ اسے نکاح میں لے لیجئے؟
یہ اعتراض پہلے حافظ ابن حزم نے کیا تھا اور اسی کو بنیاد بنا کر انہوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دے دیا، بعد کے علماء بھی اتفاق سے اس اعتراض کو درست تسلیم کر کے، اپنے تئیں اس کا جواب دیتے رہے ہیں، جیسے حافظ نووی و ابن صلاح نے کیا ہے حالانکہ یہ ابن حزم کی واضح خطاء تھی۔
بعد والے بعض علماء نے ابن حزم سے اختلاف تو کیا مگر وہ ان کی اصل خطاء کو سمجھ نہ پائے، اسی لئے کوئی اطمینان بخش جواب دینے سے بھی قاصر رہے۔

کیا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا 6 ہجری یا 7 ہجری میں نکاح ہوا؟

اس حدیث پر اٹھایا جانے والا اعتراض کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح 6 یا 7 ہجری میں ہو چکا تھا، ہی خطاء اور خطاء در خطاء ہے۔

7 ہجری میں نکاح کے متعلق رائے؟

یہ بات ان دو ائمہ کی طرف منسوب ہے۔
امام ابن سعد لکھتے ہیں۔
أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، قَالَا: كَانَ الَّذِي زَوَّجَهَا وَخَطَبَ إِلَيْهِ النَّجَاشِيُّ خَالِدَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، وَذَالِكَ سَنَةَ سَبْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ.
(1) از عاصم بن عمر بن قتادہ رحمہ اللہ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 8 / 98)
اس کی سند ضعیف ہے، محمد بن عمر الواقدی مشہور متروک راوی اس میں موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی سند

پر اعتبار نہیں۔
اگر کوئی بضد ہو کہ تاریخ میں ان جیسوں کی بات مان لی جاتی ہے تو تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ جس کے راوی واقدی وغیرہ ہی ہیں، بھی مان لیجئے۔
تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے۔
تزوج النبی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم عَام فتح مَكَّة أم حَبِيبَة بنت أبي سُفْيَان فَهٰذَا كَانَ صلَة بَينهم وَبَين رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم.
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ کے سال کیا۔
(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ص467)
(2) عبداللہ بن ابی بکر بن حزم (م135ھ) کی طرف بھی یہی بات منسوب ہے۔
(الطبقات الکبری لابن سعد: 8/98)
اس میں بھی واقدی موجود ہے، لہذا اس پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

6 ہجری میں نکاح کی رائے؟

امام ابن مندہ:
قَالَ الْحَافِظُ الْبَيْهَقِيُّ: ذَكَرَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مَنْدَهْ أَنَّ تَزْوِيجَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأُمِّ حَبِيبَةَ كَانَ فِي سَنَةِ سِتٍّ. (البدایہ والنہایہ: 6/147) (المستخرج من کتب الناس للتذکرۃ: 1/54)
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
قُلْتُ: وَكَذَا قَالَ خَلِيفَةُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ مَعْمَرُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ الْبَرْقِيِّ: إِنَّ تَزْوِيجَ أُمِّ حَبِيبَةَ كَانَ فِي سَنَةِ سِتٍّ. (البدایہ والنہایہ: 1/147)
ان کے ساتھ ساتھ خلیفہ بن خیاط، ابوعبید اللہ معمر بن مثنی اور ابن البرقی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے یہ تاریخ بیان کی ہے۔
أن الأثرم زعم عن أبي عُبَيْدَة أن النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تزوجها سنة ستٍّ من التاريخ۔ (تاریخ ابن ابی خیثمہ: 2/11)
وأخبرني رجلٌ من حملة العلم أن رسول الله تزوج أم حبيبة بنت أبي سفيان في سنة ستٍّ من الهجرة. (تاریخ ابن ابی خیثمہ: 2/18)

معترض کا کہنا ہے کہ مذکورہ ائمہ کی بتائی ہوئی نکاح کی یہ تاریخ ہی حتمی ہے، یہ تاریخی حقیقت ہے۔
بعض ائمہ کا بیان تاریخی حقیقت کسی صورت بھی نہیں کہلا سکتا، خصوصاً اس صورت میں جب اس کے مخالف آراء بھی موجود ہوں۔

فتح مکہ کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح والی آراء

ہم یہاں ان تاریخی آراء کا ذکر کر رہے ہیں جن کے مطابق سیدہ کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا ہے اور یہی درست ہے۔

امام مقاتل بن سلیمان لکھتے ہیں:

فلما أسلم أهل مكة خالطهم المسلمون وناكحوهم، وتزوج النبي صلى الله عليه وسلم أم حبيبة بنت أبي سفيان فهذه المودة التي ذكر الله تعالى.

جب اہل مکہ ایمان لا چکے، ان کے دوسرے مسلمانوں سے نکاح ہونے لگے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان: 4/ 302)

مفسر واحدی لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔ (الوجیز للواحدی: ص 1089)

مفسر سمعانی نے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔ (تفسیر سمعانی: 5/ 416)

مفسر زجاج نے بھی یہ بات کی ہے کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے بعد ہوا
(معانی القرآن واعرابہ للزجاج: 5/ 157)

مؤرخ ابوجعفر بغدادی (م 245ھ) لکھتے ہیں:

فبعث رسول الله صلى الله عليه عمرو بن أمية الضمري إلى الحبشة، فزوجه إياها. وكان ذلك حين افتتح مكة وقد كان نزل عليه عَسَى اللهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً: 60.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ کی طرف بھیجا، پھر سیدہ ام حبیبہ سے نکاح ہوا، یہ اس وقت کی بات ہے جب مکہ فتح ہو چکا تھا اور یہ آیت نازل ہو چکی تھی۔

عَسَى اللهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً 60 (المحبر: ص 88)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ جہاں نکاح میں 6 یا 7 ہجری کی روایات موجود ہیں، وہیں فتح مکہ کے بعد کی

روایات بھی موجود ہیں، تو بلا کسی دلیل کے 6 یا 7 ہجری میں نکاح کو تاریخی حقیقت باور کروانا کہاں کی دانشمندی ہے؟

ایک اور اعتراض:

بعض حضرات اس پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ الْمَدِينَةَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلّى الله عليه وسلم وَهُوَ يُرِيدُ غَزْوَ مَكَّةَ فَكَلَّمَهُ أَنْ يَزِيدَ فِي هُدْنَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَلَمْ يُقْبِلْ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ فَقَامَ فَدَخَلَ عَلَى ابْنَتِهِ أُمِّ حَبِيبَةَ فَلَمَّا ذَهَبَ لِيَجْلِسَ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم طَوَتْهُ دُونَهُ.

جب سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے تو انہوں نے اپنے باپ کے نیچے سے بستر کھینچ لیا کہ وہ اسے مشرک جانتی تھیں۔ (الطبقات الکبریٰ: 8/99)

(1) لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

(2) اس میں محمد بن عمر واقدی متروک ہے۔

(3) یہ حدیث مرسل ہے، یعنی اس کی سند زہری تک ہے۔

لہٰذا یہ اعتراض بھی ناقابل قبول ہے۔

اعتراض:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نکاح سے منع کر دیا گیا تھا؟

جواب: پھر اجازت بھی دے دی گئی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ اجازت موجود تھی۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: رقم 11351، وسندہ صحیح)

لہٰذا آپ کے اعتراض میں اور بہت سے جھول ہونے کے باوجود ہم اتنا ہی کہتے ہیں، کہ اگر ممانعت کے بعد ہوا ہے تو اس وقت ہوا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ اجازت مل چکی تھی۔

اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان محبت کی تین تدبیریں کروائیں، نکاح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، امارت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب بنانا۔

اور رہی بات راوی ابوزمیل کے بیان کی، کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہ بات نہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ نہ

کرتے تو یہ ابوزمیل کا ذاتی خیال ہے۔
قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 32,33 پر لکھتے ہیں۔

صحت حدیث کی زد میں آقا کی گستاخی

اس طلقاء کے خاندان کے فضائل کے اثبات یا صحیح مسلم کی حدیث کی صحت پر اصرار کے باعث بعض لوگوں سے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت بھی ہوگئی اور انہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجدید نکاح کیا ہوگا ہر چند کہ یہ گستاخانہ بات ہمارے دور میں بھی لکھی اور کہی جارہی ہے لیکن میں کسی معاصر کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا کہ لوگ انا کا مسئلہ بنا کر باطل پر ڈٹ جاتے ہیں...... علامہ ابن قیم کے الفاظ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں وہ لکھتے ہیں:

وقالت طائفة: بل سأله أن يجدد له العقد تطييباً لقلبه، فإنه كان قد تزوجها بغير اختياره. وهذا باطل، لا يُظن بالنبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ولا يليق بعقل أبي سفيان، ولم يكن من ذلك شيء.

ایک گروہ نے کہا بلکہ ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دل کی تسلی کے لئے تجدید نکاح کی درخواست کی تھی کیونکہ آپ نے ام حبیبہ کے ساتھ ان کی مرضی کے بغیر شادی کی تھی، یہ باطل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے یہ تصور کیا جا سکتا ہے نہ یہ ابوسفیان کی عقل کے لائق ہے اور نہ ہی ان باتوں میں سے کچھ ہوا۔ (زاد المعاد ج 1 ص 107، 108)

جواب:

قاری فیضی صاحب نے ابن قیم کا جو اقتباس نقل کیا وہ ابن قیم کی مکمل تحقیق نہیں ہے ابن قیم نے جو تحقیق کی وہ ملاحظہ کریں۔

علامہ ابن قیم کا فیصلہ:

علامہ ابن قیم نے محدثین کرام کی ابحاث سے چند نکات پیش کیے ہیں۔
(1) شاید راوی سے نام لینے میں غلطی ہوئی۔

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: بَلِ الْحَدِيثُ صَحِيحٌ، وَلَكِنْ وَقَعَ الْغَلَطُ وَالْوَهْمُ مِنْ أَحَدِ الرُّوَاةِ فِي تَسْمِيَةِ أم حبيبة، وَإِنَّمَا سَأَلَ أَنْ يُزَوِّجَهُ أُخْتَهَا رملة.

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام نہیں لیا بلکہ عزۃ بنت ابی سفیان کا نام لیا راوی نے غلطی سے عزۃ بنت ابی سفیان کی بجائے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا نام لیا۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد:1 / 108)

(2) راوی سے نام لینے میں غلطی نہیں ہوئی۔

حافظ ابن قیم اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے.

كانت كنيتها أيضا أم حبيبة.

کہ حضرت عزۃ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی کنیت بھی ام حبیبہ تھی۔

(1) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد:1 / 108 (2) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ:4 / 408

اس لیے راوی سے بھی نام لینے میں غلطی نہیں ہوئی، کیونکہ کنیت ام حبیبہ دونوں کی تھی، جب دونوں کی کنیت ایک تھی تو یہ غلطی نہیں۔

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تمام باتیں قبول نہ کیں۔

قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ: فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَأَلَ. فَيُقَالُ حِينَئِذٍ هَذِهِ اللَّفْظَةُ وَهْمٌ مِنَ الرَّاوِي، فَإِنَّهُ أَعْطَاهُ بَعْضَ مَا سَأَلَ. فَقَالَ الرَّاوِي: أَعْطَاهُ مَا سَأَلَ أَوْ أَطْلَقَهَا اتِّكَالًا عَلَى فَهْمِ الْمُخَاطَبِ أَنَّهُ أَعْطَاهُ مَا يَجُوزُ إِعْطَاؤُهُ مِمَّا سَأَلَ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد:1 / 108)

صحیح مسلم میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تمام باتوں کو ماننے کی بات راوی کا وہم ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بعض باتیں تسلیم کیں حدیث مسلم میں راوی کے الفاظ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا کیا جو انہوں نے مانگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مناسب تھا وہ دیا، یا راوی نے مخاطب کے ذہن کے مطابق ہی بات کہہ دی کہ جو درخواست تھی وہ قبول فرمالی۔

امام بیہقی کی تحقیق:

متن پر حافظ ابن القیم وغیرہ کے اعتراض (حافظ ابن قیم جب اس روایت سے متعلق زاد المعاد میں کلام کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تینوں باتیں نہیں بلکہ صرف ایک بات مانی تھی) کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یہ تینوں سوال ایک ہی مجلس میں کئے تھے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"وَإِنْ كَانَتْ مَسْأَلَتُهُ الْأُولَى إِيَّاهُ وَقَعَتْ فِي بَعْضِ خَرَجَاتِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَهُوَ كَافِرٌ حِينَ سَمِعَ نَعْيَ زَوْجِ أُمِّ حَبِيبَةَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَالْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ وَقَعَتَا بَعْدَ إِسْلَامِهِ لَا يَحْتَمِلُ إِنْ كَانَ الْحَدِيثُ مَحْفُوظًا إِلَّا ذَلِكَ وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ" (السنن الکبریٰ للبیہقی:7/140)

"اور اگر ان کا پہلا سوال (اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے متعلق) واقع ہوا تو یہ ان کے اس سفر میں تھا جب وہ کافر کی حیثیت سے مدینہ آئے تھے جب انھوں نے (اپنی بیٹی) اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی حبشہ میں موت کے بارے میں سنا۔

دوسرا) معاویہ کو آپ اپنے پاس حاضر رہنے والا کاتب بنا دیجیے۔ (اور تیسرا سوال) آپ مجھے کسی دستے کا امیر مقرر فرمائیں ان کے اسلام لانے کے بعد کے ہیں اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کے سوا دوسرا کوئی احتمال نہیں واللہ اعلم۔

اور یہی احتمال صحیح ہے کہ غزوہ بدر سے پہلے ابوسفیان رضی اللہ عنہ مدینے آئے تو انھوں نے یہ سوال کیا تھا، لہٰذا صحیح مسلم کی یہ حدیث محفوظ ہے اور کسی صحیح دلیل کے ساتھ اس کا کوئی تعارض نہیں۔

حافظ ابن کثیر کی تحقیق:

اس حدیث کی توجیہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

والصحيح في هذا آن أبا سفيان لما رأى صهر رسول الله صلى الله عليه وسلم مشرفا أحب أن يزوجه ابنته الأخرى وهي عزة واستعان على ذلك بأختها أم حبيبة كما أخرجا في الصحيحين عن أم حبيبة أنها قالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انكح أختي بنت أبي سفيان قال أو تحبين ذلك قالت نعم الحديث وفي صحيح مسلم أنها قالت يا رسول الله انكح أختي عزة بنت أبي سفيان الحديث وعلى هذا فيصح الحديث الاول ويكون قد وقع الوهم من بعض الرواة في قوله وعندي أحسن العرب وأجمله أم حبيبة وإنما قال عزة فاشتبه على الراوي او أنه قال الشيخ يعني ابنته فتوهم السامع أنها أم حبيبة إذ لم يعرف سواها ولهذا النوع من الغلط شواهد كثيرة قد أفردت سرد ذلك في جزء مفرد لهذا الحديث ولله الحمد۔ (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ص254)

صحیح بات یہ ہے کہ جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو داماد بنانا ایک بہت بڑا اشرف ہے تو

انہیں یہ پیشکش کی کہ میں اپنی دوسری بیٹی کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں جس کا نام عزہ ہے اس سلسلے میں سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عزہ کی بہن سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مدد چاہی جیسا کہ صحیح بخاری (510،5106) اور صحیح مسلم (15 / 1449) میں سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری بہن اور ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کرلیں آپ نے فرمایا: کیا تجھے یہ بات پسند؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! اور صحیح مسلم میں (یہ وضاحت بھی) ہے کہ آپ میری بہن عزہ بنت ابی سفیان سے نکاح کرلیں (ممکن ہے عزہ کی کنیت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ہو یا) راوی پر مشتبہ ہوگیا اور اس نے (عزہ کی جگہ) اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کہہ دیا اس قسم کے بے شمار نظائر و شواہد موجود ہیں میں نے ایک جزء میں اس حدیث کی وجہ سے ایسے تمام نظائر کو یکجا کر دیا۔ والحمد للہ۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم کی روایات کو موضوع قرار دینا علمی تسامح سے کم نہیں مگر تحقیق کے میدان میں گھوڑے دوڑانے کی بات کرنے والے اگر خچر اور گدھے ہانکیں گے تو ان کی بات تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

الزام نمبر 6:

حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 34 تا 36 پر لکھتے ہیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہے:

أنبأنا زاهر بن طاهر أنبأنا أحمد بن الحسن البيهقي حدثنا أبو عبد الله الحاكم قال سمعت أبا العباس محمد بن يعقوب بن يوسف يقول سمعت أبي يقول سمعت إسحاق بن إبراهيم الحنظلي يقول: لا يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في فضل معاوية بن أبي سفيان شيء.

محدث اسحاق بن ابراہیم الحنظلی رحمہ اللہ نے کہا: نبی کریم ﷺ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح روایت مرفوع نہیں ہے۔

اس قول کو لکھ کر پھر وہی پرانی رٹ لگائی کہ معاویہ کی فضیلت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرمان صحیح نہیں۔

جواب:

کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کوئی صحیح حدیث نہیں؟

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

الأَصَمُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ ابْنَ رَاهَوَيْه يَقُوْلُ: لاَ يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ شَيْءٌ

❁ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: 3/132)

اسی طرح امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بھی تاریخ دمشق میں لکھا ہے:

أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْبَيْهَقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَاكِمُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ بْنِ يُوسُفَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ

بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيَّ، يَقُولُ: لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ شَيْءٌ.

❁ ہمیں زاہر بن طاہر نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن حسین بیہقی نے بیان کیا، انہیں ابو عبد اللہ الحاکم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے محمد بن یعقوب بن یوسف کو بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے امام اسحاق بن ابراہیم الحنظلی کو کہتے ہوئے سنا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں کوئی صحیح چیز منقول نہیں ہوئی ہے۔ (تاریخ دمشق: 59/106)

(1) پہلا جواب:

اس قول سے تمام تفضیلی، مرزا جہلمی، اور خاص کر قاری ظہور احمد فیضی صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت نہیں ہے تو یہ ان کی ناسمجھی ہے، کیوں کہ اسحاق ابن راہویہ رحمہ اللہ کے قول کا وہ مطلب نہیں جو تفضیلی حضرات اور فیضی صاحب سمجھانا چاہتے ہیں کیونکہ کسی صحابی کی فضیلت پر ایک صحیح حدیث کیا کوئی ضعیف حدیث بھی نہ ہو تو بھی غیر صحابی پر صحابی کی سب سے بڑی فضیلت اس کا صحابی ہونا ہے، صحابیت کے حوالے سے صحابہ کرام کی فضیلت پر جو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ وارد ہیں ان کے عموم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں ہزاروں کی تعداد میں ایسے صحابہ کرام ہوں گے جن کی فضیلت پر خصوصی طور پر کوئی ایک حدیث صحیح بلکہ ضعیف حدیث بھی مروی نہیں ہے، تو کیا اس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ ان صحابہ کرام کی کوئی فضیلت نہیں ہے؟ پھر اگر امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق کسی حدیث کو صحیح نہیں کہا ہے تو انہوں نے حدیث حسن ہونے کا انکار کب کیا ہے؟ ''حدیث صحیح نہیں ہے'' کو ''موضوع اور غلط ہے'' سمجھنا اور سمجھانا جہالت بھی ہے اور سخت گمراہ گری بھی، اس کے علاوہ باب فضائل میں صرف حدیث صحیح کا مطالبہ کرنا خوارج و وہابیہ کا طریقہ ہے جسے شیعہ روافض اور تفضیلی حضرات بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں گلے لگاتے ہیں اگر اسحاق بن راہویہ کے قول کی بنا پر شیعہ روافض اور تفضیلی یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کوئی معتبر و مقبول حدیث نہیں ہے اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی محدث و امام نے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان نہیں کی ہے، تو وہ یہ بتائیں کہ:

بہت سے ائمہ کرام رحمہم اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں:

(1) امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے مستقل کتاب لکھی جس میں صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے

ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری: 7/ 104)

(2) امام ابو عمر غلام ثعلب رحمہ اللہ نے مستقل کتاب لکھی اور ان کے پاس کوئی حدیث پڑھنے آتا اور جب تک یہ کتاب نہیں پڑھ لیتا تو اسکو حدیث نہیں سناتے۔ (فتح الباری: 7/ 104، لسان المیزان: 5/ 428)

(3) امام ابو بکر النقاش رحمہ اللہ: (فتح الباری شرح بخاری: 7/ 104)

(4) امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حلم معاویہ رضی اللہ عنہ یعنی ان کی بردباری پر پورا رسالہ لکھا اور یہ چھپ چکا ہے الحمد للہ۔

(5) امام عبید اللہ السقطی رحمہ اللہ کی کتاب فضائل معاویہ کے نام سے چھپ چکی ہے۔

(6) امام الاھوازی رحمہ اللہ کی شرح عقد الایمان کے نام سے فضائل میں کتاب چھپ چکی ہے۔

(7) امام القزوینی رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ (التدوین فی تاریخ القزوین: 3/ 352)

(8) ابو الفتح بن ابی الفوارس رحمہ اللہ: (منہاج السنۃ: 4/ 84)

(9) امام ابو الفتح القواس رحمہ اللہ نے ایک کتاب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں لکھی تو اس کتاب کو ایک چوہے نے کاٹ کھایا تو امام صاحب نے اس چوہے کے لئے بد دعا کی اور وہ گر کر مر گیا۔

(سیر اعلام النبلاء: 16/ 475، تاریخ بغداد: 14/ 327)

(10) امام ابو یعلی الفراء رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع پر پوری کتاب لکھی ہیں اور وہ چھپ چکی ہے،

تنزيه خال المؤمنين معاوية بن أبي سفيان من الظلم والفسق في مطالبته بدم أمير المؤمنين عثمان

(11) علامہ ابن حجر الہیثمی رحمہ اللہ نے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں پوری کتاب لکھی ہے اور یہ بھی چھپ چکی ہے: "تطهير الجنان واللسان عن الخطور والتفوه بثلب سيدنا معاوية بن أبي سفيان"

(12) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے "بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ" یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (سنن الترمذی مع تحقیق بشار: 6/ 169 رقم 3842 باب 48)

(13) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان (ح: 7210) کے اندر ایک باب قائم کیا ہے

کہ:

كِتَابُ إِخْبَارِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ، صحابہ کے فضائل میں نبی ﷺ کی احادیث اس کے تحت ایک باب باندھا ہے کہ:

ذِكْرُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر اور اس کے تحت ان کی فضیلت میں ایک حدیث لائے ہیں۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَوَقِهِ الْعَذَابَ.

(صحیح ابن حبان:16/ 191 رقم 7210)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی ایک حدیث کو علامہ جوزقانی اور ابن القطان نے بھی حسن کہا ہے۔

(الاباطیل:1/ 134، اکمال تہذیب الکمال:3/ 290)

(14) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کرنے کے بعد فرمایا:

وَاكْتَفَيْنَا بِمَا أَوْرَدْنَاهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الصِّحَاحِ وَالْحِسَانِ وَالْمُسْتَجَادَاتِ، عَمَّا سِوَاهَا مِنَ الْمَوْضُوعَاتِ وَالْمُنْكَرَاتِ. (البدایہ والنہایہ:11/ 409)

یعنی ہم نے صرف صحیح، حسن اور جید احادیث پر اکتفا کیا ہے اور موضوع اور منکر روایات سے پرہیز کیا ہے۔

نیز امام ابن کثیر نے: اللّٰهمّ اجعله هاديا مهديا واهد به: اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَقَدِ اعْتَنَى ابْنُ عَسَاكِرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَطْنَبَ فيه وأطيب وَأَطْرَبَ، وَأَفَادَ وَأَجَادَ، وَأَحْسَنَ الِانْتِقَادَ، فَرَحِمَهُ اللهُ، كم له من موطن قد تبرز فِيهِ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالنُّقَّادِ.

کہ امام ابن عساکر نے اس حدیث کا اہتمام کیا اور بہت ہی اچھا، مفصل اور فائدہ مند کلام کیا ہے اور اچھی تنقید کی ہے اور کتنے ہی مقامات ایسے ہیں جہاں امام ابن عساکر اپنے علاوہ دوسرے حفاظ اور نقاد پر بازی لے گئے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ:8/ 121)

امام ابن عساکر کا یہ کلام (تاریخ دمشق:59/ 84) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: وللحدیث شاھد قوی یعنی اس روایت کا ایک مضبوط شاہد ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:1/ 134)

اسی طرح حدیث "یَا مُعَاوِیَۃُ إِنْ مَلَکْتَ فَأَحْسِنْ" کو نقل کر کے امام بیہقی رحمہ اللہ اسکے ایک راوی کو ضعیف کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لیکن اس کے شواہد ہیں۔ (دلائل النبوۃ:6 /446)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں مجموعی طرق کے اعتبار سے حسن ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:3 /131)

(15) امام آجری رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ باب قائم کیا ہے کہ:

کِتَابُ فَضَائِلِ مُعَاوِیَۃَ بْنِ أَبِي سُفْیَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ: مُعَاوِیَۃُ رَحِمَهُ اللّٰهُ کَاتِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ الْقُرْآنُ بِأَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَصَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ دَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقِيَهِ الْعَذَابَ، وَدَعَا لَهُ أَنْ يُعَلِّمَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَيُمَكِّنَ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَأَنْ يَجْعَلَهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَأَرْدَفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ.

اور اس باب میں ہی ان کی فضیلت میں تمام احادیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف بالجزم کر کے ان احادیث کے صحیح ہونے کا اشارہ فرمادیا۔ (الشریعہ:5 /2431)

(16) امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "فضائل الصحابہ"، میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

فضائل معاویه بن أبي سفیان رضي الله عنهما.

اس عنوان کے تحت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی۔

اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب.

اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور ان کو عذاب سے محفوظ فرما۔

(فضائل الصحابۃ لاحمد:2 /913 رقم 1748)

(17) علامہ ذہبی نے خطیب بغدادی کا قول نقل کیا ہے کہ محمد بن عبد الواحد بن ابی ہاشم البغدادی جو اپنے وقت کے ثقہ محدث اور لغوی بھی تھے، ان کی ایک کتاب فضائل معاویہ" تھی جسے وہ اپنے ہر شاگرد کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ (تاریخ الاسلام:25 /334,335)

(2) دوسرا جواب:

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ:

قُلْتُ وَمُرَادُهُ وَمُرَادُ مَنْ قَالَ ذَالِكَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ حَدِيثٌ فِي مَنَاقِبِهِ بِخُصُوصِهِ وَإِلَّا فَمَا صَحَّ عِنْدَهُمْ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْعُمُومِ وَمَنَاقِبِ قُرَيْشٍ فَمُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَاخِلٌ فِيهِ.

میں کہتا ہوں کہ ان کی مراد اور جس نے بھی اہل حدیثوں میں سے ایسا کہا اس کی مراد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بالخصوص کوئی حدیث ثابت نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام اور قریش کی فضیلت میں جو عام احادیث ثابت ہیں تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں۔ (المنار المنیف: ص116)

نیز امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے جس باب میں یہ قول ذکر کیا ہے "بَاب فِي ذكر مُعَاوِيَة بْن أَبِي سُفْيَانَ" اسکے شروع میں ہی لکھا ہے کہ

قَدْ تعصب قوم مِمَّن يَدعِي السّنة فوضعوا فِي فَضله أَحَادِيث ليغضبوا الرافضة وتعصب قوم من الرافضة فوضعوا فِي ذمه أَحَادِيث. وكلا الْفَرِيقَيْنِ على الْخَطَأ الْقَبِيح.
(الموضوعات: 2/ 15)

بعض لوگوں جو اہل سنت ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں نے تعصب میں آکر روافض کو غصہ دلانے کے لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جھوٹی احادیث بنائیں اور بعض رافضیوں نے تعصب میں آکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جھوٹی روایات بنائیں، اور دونوں گروہ ہی قبیح غلطی پر ہیں۔

اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ امام صاحب تک صحیح سند سے کوئی روایت نہ پہنچی ہو اور دوسرے ائمہ تک پہنچ گئی ہو۔

نیز اس قول کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کو امام اسحاق کا اپنا اجتہاد اور رائے سمجھی جائے گی نہ کہ تمام کا موقف، اس لئے امام اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ نے جو فرمایا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے محل نظر ہے۔

امام ابن عساکر نے بھی امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرکے اس پر تعقب کیا ہے ان کے الفاظ ہے۔

وأصح ما روى فى فضل معاوية حديث أبي حمزة عن ابن عباس أنه كاتب النبى (صلى الله عليه وسلم) فقد أخرجه مسلم فى صحيحه وبعده حديث العرباض اللهم علمه الكتاب وبعده حديث ابن أبي عميرة اللهم اجعله هاديا مهديا.

(تاریخ دمشق: 59/ 106)

حضرت معاویہ ؓ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض ؓ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم دے، پھر اس کے بعد عبدالرحمٰن ابی عمیرۃ ؓ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا۔

اس لئے امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا یہ قول درست نہیں بلکہ حضرت معاویہ ؓ کی منقبت میں یہ روایات صحیح ہیں متقدمین محدثین کرام امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام ترمذی رحمہم اللہ کی آراء بھی ان کے برعکس ہیں۔

اور اسی بات کی طرف قاضی شوکانی نے بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ امام اسحاق کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

قلت: قد ذکر الترمذی فی الباب الذی ذکرہ فی مناقب معاویۃ من سننہ ما ھو معروف فلیراجع. (الفوائد المجموعۃ: 1/ 407)

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں سیدنا معاویہ ؓ کی فضیلت میں باب باندھا ہے اس میں ان کے بارے میں معروف روایت ذکر کی ہے، اس کو دیکھنا چاہئے۔

امام ابن عراقی رحمہ اللہ نے امام اسحاق اور امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی الشافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔

أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَةَ. وَبَعْدَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَمِيرَةَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا.

حضرت معاویہ ؓ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض ؓ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم دے، پھر اسکے بعد عبدالرحمٰن عن ابی عمیرۃ ؓ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا۔ (تنزیہ الشریعہ: 2/ 8)

صحیح البخاری میں ہے کہ:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، انھوں نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ.

فرمایا وہ فقیہ ہیں۔ (صحیح البخاری: 5/ 35 رقم 3765 باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ)

دوسری روایت میں ہے:

فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم.

انہیں پڑھنے دو وہ صحابی رسول ہیں۔ (صحیح بخاری: 5/ 35 رقم 3764 باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ)

امام ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أن أترك القول فيه والإنكار عليه فإنه قد صحب.

ان کی شان میں چوں چرا اور انکار واعتراض نہ کرو کیوں کہ وہ صحابی ہیں۔ (فتح الباری: 7/ 104)

صحیح بخاری کی اس روایت میں کئی باتیں ہیں۔

اول: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا گیا ہے۔

دوم: انھیں فقیہ کہا گیا ہے۔

سوم: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت پیش کی گئی ہے۔ چہارم: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

چاروں باتیں روافض وتفضیلی حضرات کے لیے قیامت سے کم نہیں۔

(3) تیسرا جواب:

تیسرا اس کا جواب یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں اور امام اسحاق بن راھویہ کا قول پیش کیا ہے حالانکہ اس سے بڑی فضیلت کیا ہو سکتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جنتی کہا اور ان سے بھلائی کا وعدہ بھی فرمایا لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں ان کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اس حوالے سے عرض ہے کہ ابن اسحاق کے حوالے سے امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے مکمل سند اس طرح بیان کی ہے:

أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْبَيْهَقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَاكِمُ، قَالَ:

سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ بْنِ يُوسُفَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيَّ، يَقُوْلُ: لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ شَيْءٌ.

(تاریخ دمشق:59/ 106)

جواباً عرض ہے کہ اس قول کی سند ثابت نہیں کیونکہ محدث ابن العباس محمد بن یعقوب الاصم کے والد یعقوب بن ابوالفضل کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں جب اس کی سند ہی ثابت نہیں تو کیوں اس قول کو لے کر صحابی رسول سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کیا جا رہا ہے اس کے بارے خطیب بغدادی لکھتے ہیں مگر اس قول میں توثیق کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے اس لیے توثیق کے بغیر قول پیش کرنا علمی کاوش نہیں دیگر محدثین کی توثیق یا تعریف کے بغیر کسی محدث یا حافظ کے الفاظ عدالت کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں۔

(تاریخ بغداد و ذیولہ:14/ 278 رقم 7582)

اسی سند میں ایک راوی امام حاکم ہیں، امام ذہبی امام حاکم کے بارے میں لکھتے ہیں یہ شیعہ تھے حالانکہ کئی محدثین متفق نہیں لیکن امام ذہبی فرماتے ہیں:

فهو شيعي لا رافضي، شیعہ ہیں رافضی نہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ:3/ 166 ترجمہ: الحاکم)

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ اصول اہل سنت و محدثین کے تحت شیعہ راوی کی اس کے مذہب کی تائید میں جب حدیث قبول نہیں کی جاتی تو پھر کسی محدث سے منسوب قول کیسے مان لیا جائے اہل علم کو اس نکتہ پر دعوت تحقیق ہے امام حاکم کی شیعہ ہونے کے حوالے سے امام ذہبی فرماتے ہیں علامہ ذہبی، شیخ الاسلام ابو اسماعیل الانصاری کی امام حاکم پر جرح رافضی خبیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم رافضی نہیں بلکہ شیعہ ہیں۔

وكان منحرفًا عن معاوية وآله متظاهرًا بذلك ولا يعتذر منه.....وأما أمر الشيخين فمعظم لهما بكل حال.

وہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کے خاندان سے منحرف تھا، ایسا کرنے کا بہانہ کرتا تھا اور اس کے لیے شرمندہ نہیں تھا۔ لیکن شیخین کریمین کی تعظیم کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ:3/ 166 ترجمہ: الحاکم)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ: هٰذَا التَّشَيُّعُ الَّذِي لَا مَحْذُوْرَ فِيْهِ إِنْ شَاءَ اللهُ إِلَّا مِنْ قَبِيْلِ الْكَلَامِ فِيْمَنْ حَارَبَ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ. فَإِنَّهُ قَبِيْحٌ يُؤَدَّبُ فَاعِلُهُ وَلَا نَذْكُرُ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ

إلا بخیر،

یہ وہ تشیع ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام پر تشیع بے شک یہ برا ہے اور ہم تمام صحابہ کا ذکر خیر ہی سے کریں گے۔ (سیر اعلام النبلاء 8: 209/)

اس حوالے سے یہ بھی معلوم ہوا مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے صحابہ کرام کو اچھے احسن طریقے سے یاد نہ کرنے والوں پر غالی شیعت کا اطلاق بھی کیا ہے ان دونوں حوالاجات سے معلوم ہوا کہ علامہ ذہبی کے نزدیک بھی امام حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کلام کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بات کرنا غالی شیعت ہے اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام حاکم راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلاف قول اسحاق بن راھویہ کیسے قبول ہو سکتا ہے بالفرض کچھ لمحہ کے لیے اس قول کو مان بھی لیں تو ایک طالب علم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ اصول حدیث اور اسماء الرجال میں یہ بات مسلم ہے اگر کوئی کسی روایت کی سند کو موضوع یا ضعیف کہہ دے تو اس کے کہنے سے لازم نہیں آجاتا کہ وہ روایت موضوع وضعیف ہو وہ اس محدث کے ہاں ضعیف ہے اس لیے دوسرے محدثین کی تحقیق کو دیکھنا پڑے گا وہ کیا کہتے ہیں اسحاق بن راھویہ کے قول سے حسن حدیث کی نفی نہیں ہوتی اور ان کے قول سے حدیث موقوف کی نفی بھی ثابت نہیں ہوتی جبکہ حدیث موقوف بھی ایک حدیث کی قسم ہے اس لیے جو لوگ اس قول کو پیش کرتے اور استدلال کرتے ہیں وہ دوسری کتابوں کا بھی مطالعہ کر لیں۔

محدث ابن عساکر نے اسحاق بن راھویہ کے قول کا رد کیا ہے فرماتے ہیں صحیح حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وہ روایت ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب ہونے کے بارے میں صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اسی طرح حدیث العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ والی حدیث العرباض اللھم علمه الکتاب اور اس کے بعد حضرت عبدالرحمن والی حدیث ابن أبي عميرة اللھم اجعله هاديا مهديا. (تاریخ دمشق 59: 106/)

اگر ابن اسحاق کا قول مان بھی لیا جائے کہ ابن اسحاق کو صحیح حدیث نہیں ملی ہو گی جس طرح بے شمار احادیث کئی محدثین کی نظر سے نہیں گزریں اور ان کی کتابوں میں بھی موجود نہیں تو کیا ان احادیث کو ضعیف و موضوع کہہ دیا جائے گا اور یہی بات علامہ طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تذکرة الموضوعات: ص 100 پر لکھی ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل موجود ہیں جس میں صحیح و حسن وغیرہ احادیث موجود ہیں اسحاق بن راھویہ کے قول میں مرفوع کے فضائل میں نہ ہونے کا ذکر ہے مگر محققین پر یہ بات واضح ہے کہ حدیث

موقوف بھی قابل استدلال ہوتی ہے اس قول میں حدیث موقوف کا انکار موجود نہیں اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسحاق بن راھویہ کا قول ثابت نہیں کیونکہ یعقوب بن یوسف کی توثیق ثابت نہیں دوسرا امام حاکم شیعہ تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کلام کرتے تھے اس لیے یہ قول باطل ومردود ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر بھی احادیث صحیحہ اور حسن بھی موجود ہیں اسی جلد کے شروع میں فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں دیکھ لیں مکمل تحقیق موجود ہے۔

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق: 59/106، میں روایت کیا ہے چنانچہ امام ابن عساکر فرماتے ہیں کہ:

كتب إلى أبو نصر بن القشيري أنا أبو بكر البيهقي أنا أبو عبد الله الحافظ قال سمعت أبا العباس الأصم يقول سمعت أبي يقول سمعت إسحاق بن إبراهيم الحنظلي.

روایت کی اسنادی حیثیت

امام ابو العباس الاصم تک تو اسکی سند موجود ہے۔

نیز امام ابن الجوزی الموضوعات میں بھی اس کو روایت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْبَيْهَقِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَاكِمُ قَالَ سَمِعْت أَبَا الْعَبَّاس مُحَمَّد بن يَعْقُوبَ بْنِ يُوسُفَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيَّ.

اس سند میں پہلا راوی زاہر بن طاہر اگر چہ بنفسہ ثقہ ہے لیکن حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ یہ نمازوں میں کوتاہی کرتا تھا لہذا اکی ایک حفاظ نے اس سے روایت ترک کردی تھی۔

(میزان الاعتدال: رقم 2821)

لیکن امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جوابا فرمایا: لی عذر، وأنا أجمع بين الصلوات كلها " کہ میرا عذر ہے میں تمام نمازیں جمع کر کے پڑھتا ہوں اسکے بعد امام خطیب بغدادی نے کہا کہ شاید آخری عمر میں اس نے توبہ اور رجوع کر لیا ہو (حرف الزات: 78) واللہ اعلم۔

اور رہا اسکا دوسرا راوی احمد بن الحسن البیہقی تو مجھے اسکا ترجمہ نہیں مل سکا شاید کاتب کی غلطی ہو یا ہو سکتا ہے کہ اس

سے مراد امام بیہقی ہوں، لہٰذا اسکی سند صحیح ہونے میں نظر ہے واللہ اعلم۔
امام ابن عساکر اور ابن الجوزی کی سند میں ابو العباس الاصم کے والد کی توثیق محل نظر ہے۔
چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انکے بیٹے کے ترجمہ میں انکے بارے میں الحافظ المحدث کے الفاظ ذکر کئے ہیں لیکن امام ذہبی سے پہلے اور انکے زمانہ کے قریب امام عساکر، خطیب بغدادی اور امام حاکم جیسے ائمہ رحمہم اللہ نے ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھا تو ہے لیکن کلمات توثیق ذکر نہیں کئے اور یہ بات قابل غور ہے۔
امام ذہبی کے ان کلمات کو بھی اہل علم نے توثیق نہیں شمار کیا بلکہ اسکو مجہول ہی سمجھا جیسے کہ شیخ عمرو بن عبدالمنعم نے الأحادیث النبویہ فی فضائل معاویہ بن أبی سفیان للشیخ محمد الأمین الشنقیطی پر اپنی تعلیقات: ص 46 میں۔
اور اگر بالفرض اس قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ابن القیم فرماتے ہیں کہ

قُلْتُ وَمُرَادُهُ وَمُرَادُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ حَدِيثٌ فِي مَنَاقِبِهِ بِخُصُوصِهِ وَإِلَّا فَمَا صَحَّ عِنْدَهُمْ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْعُمُومِ وَمَنَاقِبِ قُرَيْشٍ فَمُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَاخِلٌ فِيهِ.

میں کہتا ہوں کہ ان کی مراد اور جس نے بھی اہل حدیثوں میں سے ایسا کہا اس کی مراد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بالخصوص کوئی حدیث ثابت نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام اور قریش کی فضیلت میں جو عام احادیث ثابت ہیں تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں۔ (المنار المنیف: 1/116)
نیز امام ابن جوزی نے جس باب میں یہ قول ذکر کیا ہیں بَاب فِي ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، اسکے شروع میں ہی لکھا ہیں کہ

قَدْ تعصب قوم مِمَّن يَدعِي السّنة فوضعوا فِي فَضله أَحَادِيث ليغضبوا الرافضة وتعصب قوم من الرافضة فوضعوا فِي ذمه أَحَادِيث، وكلا الْفَرِيقَيْنِ على الْخَطَأ الْقَبِيح. (الموضوعات: 2/15)

بعض لوگوں جو اہل سنت ہونے کا دعوی کرتے ہیں تعصب میں آ کر روافض کو غصہ دلانے کے لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جھوٹی احادیث بنائیں اور بعض رافضیوں نے تعصب میں آ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جھوٹی روایات بنائی، اور دونوں گروہ ہی قبیح غلطی پر ہے۔
اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ امام صاحب تک صحیح سند سے کوئی روایت نہ پہنچی ہو اور دوسرے ائمہ تک

پہنچی ہو۔
نیز اس قول کو تسلیم کرلیا جائے تو اسکو امام اسحاق کا اپنا اجتہاد اور رائے سمجھا جائے گا نہ کہ تمام کا موقف، اس لئے امام اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ نے جو فرمایا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے محل نظر ہے۔

امام ابن عساکر:

امام ابن عساکر نے بھی امام اسحاق کا یہ قول نقل کرکے اس پر تعقب کیا ہے ان کے الفاظ ہیں۔
وأصح ما روي في فضل معاوية حديث أبي حمزة عن ابن عباس أنه كاتب النبي (صلى الله عليه وسلم) فقد أخرجه مسلم في صحيحه وبعده حديث العرباض اللهم علمه الكتاب وبعده حديث ابن أبي عميرة اللهم اجعله هاديا مهديا. (تاریخ دمشق: 59/ 106)
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم دے، پھر اس کے بعد حضرت عبدالرحمن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا۔
اس لئے امام اسحاق کا یہ قول درست نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں یہ روایات صحیح ہیں متقدمین ائمہ کرام امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام ترمذی رحمہم اللہ کی آرا بھی ان کے برعکس ہیں۔

قاضی شوکانی:

اور اسی بات کی طرف قاضی شوکانی نے بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ امام اسحاق کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:
قلت: قد ذكر الترمذي في الباب الذي ذكره في مناقب معاوية من سننه ما هو معروف فليراجع.
میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں باب باندھا ہے اس میں ان کے بارے میں معروف روایات ذکر کی ہیں اس کو دیکھنا چاہیے۔ (الفوائد المجموعہ: 1/ 407)

امام ابن عراقی:

امام ابن عراقی رحمہ اللہ نے امام اسحاق اور امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی الشافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَةَ. وَبَعْدَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَمِيرَةَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا. (تنزیہ الشریعۃ:2/8)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم دے، پھر اسکے بعد عبدالرحمٰن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا۔

محدث اسحاق بن راہویہ کے اس قول کے ضعف پر تفصیل سے گفتگو کتاب کے مقدمہ میں کر دی گئی ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ کے ص 36,37 پر لکھتے ہیں۔

مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں شانِ معاویہ

فضائل معاویہ میں جھوٹی حدیث کے انبار پر امام احمد بن حنبل کے استاد اور ان کے قریبی ساتھی امام اسحاق بن راہویہ کا قول تو آپ پڑھ چکے ہیں ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد کا بھی تبادلہ خیال ہوتا ہوگا لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں بہت محتاط تھے اور سکوت کو ترجیح دیتے تھے تاہم بعض اوقات میں انہیں بھی خاموشی کا روزہ توڑنا پڑا اور ایک سوال کے جواب میں انہیں مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ معاویہ کے فضائل علی کی دشمنی میں بنائے گئے چنانچہ امام ابن الجوزی اپنی مکمل سند کے لکھتے ہیں:

أنبأنا هبة الله بن أحمد الجريري أنبأنا محمد بن علي بن الفتح أنبأنا الدارقطني حدثنا أبو الحسين عبدالله بن إبراهيم بن جعفر بن نيار البزاز حدثنا أبو سعيد بن الحرفي حدثنا عبدالله بن أحمد بن حنبل قال: سألت أبي فقلت ما

تقول في علي ومعاوية ؟ فأطرق ثم قال إيش أقول فيهما إن عليا عليه السلام كان كثير الاعداء ففتش أعداؤه له عيبا فلم يجدوا، فجاءوا إلى رجل قد حاربه وقاتله فأطروه كيادا منهم له.

....عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے ایک سوال میں عرض کیا آپ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور معاویہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں اس پر انہوں نے سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر فرمایا میں ان دونوں کے بارے کیا کہوں سیدنا علی علیہ السلام کثیر الاعداء (بہت دشمنوں والے) تھے، ان کے دشمنوں نے ان کے عیب تلاش کیے تو نہ پائے پھر وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جس نے اس سے جنگ اور لڑائی کی تو سازش کے تحت ان کو بڑھانا شروع کیا۔ (الموضوعات لابن الجوزی ج 2 ص 23)

جواب:

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو کہ اس طرح ہے:

أَنْبَأَنَا هِبَةُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ الْجَرِيرِيُّ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَتْحِ أَنْبَأَنَا الدَّارَقُطْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عبد الله بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَيَّارٍ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: سَأَلْتُ أَبِي مَا تَقُولُ فِي عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ ؟ فَأَطْرَقَ ثُمَّ قَالَ: اعْلَمْ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ كَثِيرَ الْأَعْدَاءِ فَفَتَّشَ أَعْدَاؤُهُ لَهُ عَيْبًا فَلَمْ يَجِدُوا، فَعَمَدُوا إِلَى رَجُلٍ قَدْ حَارَبَهُ فَأَطْرَوْهُ كِيَادًا مِنْهُمْ لِعَلِيٍّ.

عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے اپنی گردن جھکا لی اور نظریں نیچے کر لیں پھر کہا کہ: جان لو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بہت سارے دشمن تھے پس انکے دشمنوں نے ان میں عیب تلاش کیا لیکن کوئی عیب نہیں پایا پس انھوں نے ایک ایسی شخصیت کا ارادہ کیا جنکی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ ہوئی تھی (یعنی سیدنا معاویہ) تو انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف دھوکہ دینے کے لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں غلو کیا۔

(اس واقعہ کو امام ابن الجوزی نے اسی طرح روایت کیا ہے: الموضوعات: 2/ 24)

روایت کی اسنادی حیثیت

اس روایت کی سند کے پہلے راوی هِبَةُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ الْجَرِيرِيُّ کی توثیق پیش کریں۔

اس کے راوی مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَتْحِ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اگر چہ صدوق ہے لیکن اس کی روایات میں کچھ ایسی روایات ملائی گئیں جو بظاہر صحیح نظر آتی ہیں لیکن اسکی نہیں تھیں اور وہ خود بھی اس پر متنبہ نہیں تھا۔ (میزان الاعتدال: رقم 7989، سیر اعلام النبلاء: 18/ 48)

نیز أَبُو سَعِيدِ بن الحرفی کے بارے میں امام أَحْمَدَ بن مُحَمَّدِ العتیقی نے فرمایا کہ اس میں تساہل تھا۔ (تاریخ بغداد: 8/ 244)

لہذا یہ روایت بھی سنداً کمزور ہے۔

اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کیا اور یہ غلو تو بعض حضرات نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کیا ہے چنانچہ امام خلیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب (الارشاد: 1/ 420) میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ: تَأَمَّلْتُ مَا وَضَعَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي فَضَائِلِ عَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ فَزَادَ عَلَى ثَلَاثِمِائَةِ أَلْفٍ.

بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی فضیلت میں کوفیوں کی گھڑی ہوئی روایات میں غور کیا تو وہ تین لاکھ سے زیادہ تھیں۔

لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ امام احمد، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

بلکہ امام احمد رحمہ اللہ تو اپنی کتاب ،فضائل الصحابة، میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پورا باب باندھا ہیں "فَضَائِلُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا" اور اس کے تحت انکے فضائل میں احادیث لائے ہیں۔

اور جب امام احمد سے حدیث ،اللهم علمه يعني معاوية، الكتاب والحساب، وقِهِ العذاب، کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا ہاں یہ حدیث ہمیں عبد الرحمن بن مہدی نے معاویہ بن صالح سے بیان کی ہے۔

تو سائل نے کہا کہ کوفی راوی اس ٹکڑے کو علّمه الكتاب والحساب وقِهِ العذاب، کاٹ دیتے ہیں اور ذکر نہیں کرتے؟

تو امام احمد نے کہا کہ عبد الرحمن اس کو ذکر نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اپنے اور میرے علاوہ اس کو ذکر

بھی نہیں کیا یعنی صرف مجھ سے ذکر کیا۔ (العلل للخلال: رقم 141)

اس سے معلوم ہوا کہ کوفہ کے لوگ کس طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حدیث کو چھپاتے تھے اور ان احادیث کو کاٹ کر بیان کرتے تھے لیکن امام احمد نے اس سوال پر حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ اس بات کا ذکر کیا کہ کوئی بغض معاویہ میں انکی فضیلت میں وارد حدیث کو چھپاتے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کی شہادت کے واقعہ کی تحقیق

امام نسائی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا جاتا ہے البتہ یہاں میں کچھ اضافی باتیں ذکر کروں گا۔

چنانچہ پہلے نمبر کے قصہ کو نقل کرنے کے بعد امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

وهذه الحكاية لا تدل على سوء اعتقاد أبي عبد الرحمن في معاوية بن أبي سفيان، وإنما تدل على الكف عن ذكره بكل حال. (تاریخ دمشق: 71/175)

یہ قصہ امام نسائی کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدعقیدگی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ صرف اور صرف امام نسائی ہر حال میں سیدنا معایہ رضی اللہ عنہ کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

اس کی وجہ سلفی عالم یحییٰ المعلمی نے بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اکثر لوگ جس کی وہ تولید کرتے ہیں اسکی زیادہ تعظیم اور اسکے بارے میں غلو کرنے کی وجہ سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ان کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں حالانکہ دلیل کسی مسئلہ میں انکے خلاف بھی ہوتی ہے پس یہ انکی غلطی پر دلالت کرتی ہے اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس کی غلطی میں اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ وہ (جن کے وہ مقلد ہے) تم سے زیادہ جاننے والے تھے اور تمہارے غلطی کرنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ وہ کوئی ایسی بات جانتے ہوں گے جس کی وجہ سے انہوں نے یہ دلیل نہیں لی، اور اگر ان سے اختلاف کرنے والے اس کی (جس کی وہ تقلید کرتے ہے) تعریف کر دے تو وہ مزید غلو میں بڑھ جاتے ہے۔ (پھر شیخ اس کی دلیل بیان کرتے ہیں) کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کو جنگ جمل سے پہلے خطبہ دیا تاکہ ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلنے سے روکے تو انہوں نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بارے میں آزمایا ہے کہ تم اسکی اتباع کرتے ہو یا سیدہ عائشہ کی، اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، پس یہ بات لوگوں پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوئی بلکہ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ بعض لوگوں نے خطبہ سن کر یہ جواب دیا کہ اے عمار! ہم تو ان کے (سیدہ عائشہ کے) ساتھ ہیں جن کے جنتی ہونے کی تم خود گواہی دے رہے

ہو۔ (یعنی الٹا لوگ سیدنا عمار کے خلاف ہو گئے)۔

پس اسی وجہ سے بعض اہل علم وفضل نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب انہوں نے بعض لوگوں کو کسی صاحب فضل شخص کی پیروی کسی ایسے معاملہ میں کرتے دیکھتے جس میں پیروی کرنا درست نہیں ہوتی یا تو اس وجہ سے کہ اس پیروی کرنے والے اور جس کی پیروی کی جارہی ہے ان کے حالات میں فرق ہوتا ہے یا پھر وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہوتا ہے تو پھر اہل علم اس شیخ کے لئے جس کی پیروی کی جارہی ہوتی ہے کے لئے کچھ ایسے کلمات کہہ دیتے ہیں جو بظاہر سخت ہوتے ہیں تاکہ لوگ اس شخص کے بارے میں اس غلو سے رک جائے جو انکو اس کی پیروی پر لگا دیتا ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی نوعیت کے بعض کلمات ذکر کئے گئے ہیں کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ باغیوں کے ساتھ قتال سے رک گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بعض حضرات کے بارے میں یہ خدشہ ہوا کہ وہ سیدنا سعد کی پیروی نہ کرلے اس معاملہ میں تو وہ کبھی کبھی سیدنا سعد کے بارے میں ایسی بات کہہ دیتے جو جھوٹ پر تو مبنی نہ ہوتی لیکن بظاہر سخت ہوتی اور جب ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتے جن کے بارے میں یہ خدشہ نہیں ہوتا تو سیدنا سعد کی فضیلت ذکر کرتے، اور اگر آپ ان کلمات پر غور کریں تو آپ ان کلمات کی قابل قبول وجوہات سمجھ جائیں گے، اگرچہ بظاہر یہ کلمات سخت قبیح قسم کے ہیں (التنکیل 1: 11، 12)

امام نسائی رحمہ اللہ کا قول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں

اور اگر امام نسائی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ان واقعات کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر امام نسائی رحمہ اللہ کا یہ واقعہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

عن أبي عبد الرحمن النسائي أنه سئل عن معاوية بن أبي سفيان صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إنما الإسلام كدار لها باب. فباب الإسلام الصحابة. فمن آذى الصحابة إنما أراد الإسلام، كمن نقر الباب إنما يريد دخول الباب. قال: فمن أراد معاوية فإنما أراد الصحابة. (تاریخ دمشق: 71/ 174، تہذیب الکمال: 1/ 340)

کہ امام نسائی رحمہ اللہ سے سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں تو امام صاحب نے فرمایا کہ اسلام ایک دروازے کی طرح ہے جس کا ایک دروازہ ہے اور اسلام کا دروازہ صحابہ ہیں پس جس نے صحابہ کو تکلیف دی اس نے اسلام کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا جس طرح کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ گھر میں گھسنے کا ارادہ کرتا ہے، پھر فرمایا کہ: پس جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو اس نے تمام صحابہ کا ارادہ کیا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ امام نسائی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسے ابن العدیم نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

قرأت بخط الحافظ أبي طاهر أحمد بن محمد السلفي، وأخبرنا به اجازة عنه أبو علی حسن بن أحمد بن يوسف وغيره، قال: قرأت على أبي عبد الله يعني محمد ابن أحمد بن ابراهيم الرازی بالاسکندرية عن أبيه أبي العباس قال: أخبرنا أبو عبد الله محمد بن الحسن بن عمر الصيرفی قال: حدثنا أبو اسحاق ابراهيم بن نصر البزاز، و کتبه لی بخطه، قال: حدثنا علی بن محمد الكاتب الماذرائی قال: حدثني أبو منصور تكين الامير قال: قرأ علی أبو عبد الرحمن النسائی كتاب الخصائص فقلت له: حدثني بفضائل معاوية، فجاءني بعد جمعة بورقة فيها حديثان، فقلت: أهذه بس؟ فقال: وليست بصحاح، هذه غرم معاوية عليها الدراهم، فقلت له: أنت شيخ سوء، لا تجاورني، فقال: ولا لی فی جوارك حظ، وخرج. (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: 2/785)

ابو منصور فرماتے ہیں کہ امام نسائی پر ان کی کتاب الخصائص کو پڑھا گیا تو میں نے ان سے کہا کہ سیدنا معاویہ ﷛ کے فضائل میں مجھے حدیث بتائیں تو وہ جمعہ کے بعد میرے پاس آئے ایک ورقہ لائے اس میں دو حدیثیں تھیں، تو میں نے ان سے کہا کہ بس یہی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اور یہ بھی صحیح نہیں ہیں اور یہ معاویہ پر قرض ہے اور ان ورقوں پر دراہم ہے (یعنی سیدنا معاویہ کے بارے میں حدیث لکھنے کے لئے جو میں نے یہ ورقہ اور سیاہی استعمال کی ہے اس پر میں نے درہم خرچ ہوئے ہیں جو سیدنا معاویہ کے ذمہ ہے اور ان کو دینے پڑیں گے) یہ سن کر ابو منصور کہتے ہیں میں نے امام نسائی کو کہا تم برے شیخ ہو میرے پڑوسی نہ بنو، تو امام نسائی نے فرمایا کہ میرا بھی تمہارے پڑوس میں کوئی حصہ نہیں، اور وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔

اس قصہ کی سند کے راوی أبو عبد اللہ محمد بن الحسن بن عمر الصیرفی، اور، أبو اسحاق ابراہیم بن نصر البزاز، کی توثیق نہیں مل سکی نیز اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لا یصح کہ یہ قصہ صحیح نہیں۔ (بغیۃ الراغب المتمنی فی ختم النسائی روایۃ ابن السنی: ص130)

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے، نقل کردہ تیسرے نمبر کے قصہ میں امام نسائی رحمہ اللہ خود یہ بات ذکر فرما رہے ہیں کہ انہوں نے یہ کام بعض حضرات کی اس شدت کو کم کرنے کے لئے کیا تھا جو سیدنا علی ﷛ کے مقابلہ میں سیدنا معاویہ ﷛ کے بارے میں غلو کر رہے تھے ان تمام اسباب، عوامل اور وضاحتوں کے باوجود

بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ نے امام نسائی رحمہ اللہ کے اس تبصرہ کو کسی طور پر بھی مناسب نہیں سمجھا اور ان واقعات سے سیدنا معاویہ کے خلاف استدلال کی بجائے امام نسائی ہی کی اس بات کو شیعیت کا تاثر سمجھا، چنانچہ درج ذیل ائمہ نے امام نسائی کے اندر تشیع کا اثبات کیا ہیں:

(1) ابن تیمیہ (منھاج السنۃ: 7/373)

(2) امام ذہبی (سیر اعلام النبلاء: 14/133)

(3) ابن خلکان (وفیات الاعیان: 1/77)

نوٹ: یاد رہے کی امام نسائی رحمہ اللہ کی طرف ان واقعات کی نسبت سنداً کمزور ہے لہٰذا امام نسائی کی طرف تشیع کی نسبت درست نہیں۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 37,38 پر لکھتے ہیں۔

شان معاویہ میں مستقل کتب و رسائل

تاحال امیر شام کی شان میں تو کوئی مستقل کتاب میری نظر سے نہیں گزری البتہ جو کتاب بھی ان کے حوالہ سے سامنے آئی وہ ان کے دفاع میں ہی آئی اگرچہ اس کا عنوان کا فضائل ومناقب کا ہی کیوں نہ تھا حافظ رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں اسی مقام پر بعض متقدمین کی کتب کا ذکر کیا ہے لیکن انہیں قابل اعتماد نہیں گردانا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ابن ابی عاصم نے مناقب معاویہ میں ایک رسالہ لکھا تھا اسی طرح ابوعمر غلام ثعلب اور ابوبکر العقاش نے بھی لکھا ہے امام ابن جوزی نے اپنی کتاب، الموضوعات، میں ان حضرات کی کتب سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں اور ان سب کے بعد امام اسحاق بن راہویہ کا یہی قول چلایا ہے کہ معاویہ کی شان میں کوئی چیز بھی ثابت نہیں۔ (فتح الباری 7 ص 476)

ہمارے دور میں بھی ان کے فضائل کے عنوان سے کچھ رسائل سامنے آئے ہیں لیکن سب میں موضوع و باطل روایات کی بھرمار ہے اور قیل وقال سے تو قطعاً ایک روایت خالی نہیں ہے۔

جواب:

بہت سے ائمہ کرام رحمہم اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں:

(1) امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے مستقل کتاب لکھی جس میں صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے

ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری:7 /104)

(2) امام ابو عمر غلام ثعلب رحمہ اللہ نے مستقل کتاب لکھی اور ان کے پاس کوئی حدیث پڑھنے آتا اور جب تک یہ کتاب نہیں پڑھ لیتا تو اسکو حدیث نہیں سناتے (فتح الباری:7 /104، لسان المیزان:5 /428)

(3) امام ابو بکر النقاش رحمہ اللہ: (فتح الباری شرح بخاری:7 /104)

(4) امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حلم معاویہ ﷛ یعنی انکی بردباری پر پورا رسالہ لکھا اور یہ چھپ چکا ہے۔ الحمد للہ۔

(5) امام عبید اللہ السقطی رحمہ اللہ کی کتاب فضائل معاویہ کے نام سے چھپ چکی ہے۔

(6) امام الاھوازی کی شرح عقد الایمان کے نام سے فضائل میں کتاب چھپ چکی ہے۔

(7) امام القزوینی نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ (التدوین فی تاریخ القزوین:3 /352)

(8) ابو الفتح بن ابی الفوارس (منھاج السنۃ:4 /84)

9) امام ابو الفتح القواس رحمہ اللہ نے ایک کتاب سیدنا معاویہ ﷛ کے فضائل میں لکھی تو اس کتاب کو ایک چوہے نے کاٹ کھایا تو امام صاحب نے اس چوہے کے لئے بد دعا کی اور وہ گر کر مر گیا۔

(سیر اعلام النبلاء:16 /475، تاریخ بغداد:14 /327)

(10) امام ابو یعلی الفراء رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ ﷛ کے دفاع پر پوری کتاب لکھی ہیں اور وہ چھپ چکی ہے۔ تنزیه خال المؤمنین معاویة بن أبی سفیان من الظلم والفسق فی مطالبته بدم أمیر المؤمنین عثمان.

(11) علامہ ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ نے بھی سیدنا معاویہ ﷛ کے دفاع میں پوری کتاب لکھی ہے اور یہ بھی چھپ چکی ہے: "تطهیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویة بن أبی سفیان"

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے "بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، یعنی سیدنا معاویہ ﷛ کے فضائل اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ ﷛ کی فضیلت میں حدیث ذکر کی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: رقم 1938)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان (ح: 7210) کے اندر ایک باب قائم کیا ہے کہ: كِتَابُ إِخْبَارِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ صحابہ کے فضائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس کے تحت ایک باب باندھا ہے کہ: ذِكْرُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر اور اس کے تحت انکی فضیلت میں ایک حدیث لائے ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی ایک حدیث کو علامہ جوزقانی اور ابن القطان نے بھی حسن کہا ہے۔
(الاباطیل: 1/ 134، اکمال تہذیب الکمال: 3/ 290)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کرنے کے بعد فرمایا:
وَاكْتَفَيْنَا بِمَا أَوْرَدْنَاهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الصِّحَاحِ وَالْحِسَانِ وَالْمُسْتَجَادَاتِ، عَمَّا سِوَاهَا مِنَ الْمَوْضُوعَاتِ وَالْمُنْكَرَاتِ. (البدایہ والنہایہ: 11/ 409)
یعنی ہم نے صرف صحیح، حسن اور جید احادیث پر اکتفا کیا ہے اور موضوع اور منکر روایات سے پرہیز کیا ہے۔

نیز امام ابن کثیر نے: اللّٰھمّ اجعله هاديا مهديا واهده: اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ:
وَقَدِ اعْتَنَى ابْنُ عَسَاكِرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَطْنَبَ فيه وأطيب وَأَطْرَبَ، وَأَفَادَ وَأَجَادَ، وَأَحْسَنَ الِانْتِقَادَ، فَرَحِمَهُ اللهُ، كم له من موطن قد تبرز فِيهِ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالنُّقَّادِ. (البدایہ والنہایہ: 8/ 121)
کہ امام ابن عساکر نے اس حدیث کا اہتمام کیا اور بہت ہی اچھا، مفصل اور فائدہ مند کلام کیا ہے اور اچھی تنقید کی ہے اور کتنے ہی مقامات ایسے ہیں جہاں امام ابن عساکر اپنے علاوہ دوسرے حفاظ اور نقاد پر بازی لے گئے ہیں۔

امام ابن عساکر کا یہ کلام (تاریخ دمشق: 59/ 84) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: وللحديث شاهد قوي یعنی اس روایت کا ایک مضبوط شاہد ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 1/ 134)

اسی طرح حدیث "يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ" کو نقل کر کے امام بیہقی رحمہ اللہ اسکے ایک راوی کو ضعیف کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لیکن اس کے شواہد ہیں۔ (دلائل النبوۃ: 6/ 446)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں مجموعی طرق کے اعتبار سے حسن ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 3/ 131)

امام آجری رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ باب قائم کیا ہے کہ:

كِتَابُ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ: مُعَاوِيَةُ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَاتِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ الْقُرْآنُ بِأَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَصَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ دَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقِيَهِ الْعَذَابَ، وَدَعَا لَهُ أَنْ يُعَلِّمَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَيُمَكِّنَ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَأَنْ يَجْعَلَهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَأَرْدَفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ.

اور اس باب میں ہی ان کی فضیلت میں تمام احادیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف بالجزم کر کے ان احادیث کے صحیح ہونے کا اشارہ فرمادیا۔ (الشریعہ:5/2431)

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 38 پر لکھتے ہیں۔

قول ابن راہویہ کے مؤیدین

امام اسحاق بن راہویہ کے قول کو امام ابن الجوزی کے علاوہ محدث ابوالحسین مبارک علامہ ابن قیم حنبلی، امام ذہبی، علامہ مجد الدین فیروز آبادی، امام عینی، امام سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری،، علامہ ابن عراق الکنانی،، علامہ محمد طاہر پٹنی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عجلونی،، قاضی شوکانی، علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری، اور علامہ عبدالرشید نعمانی نے بھی تائیداً نقل کیا ہے سطور ذیل میں ہم ان علماء کی تصریحات وعبارات میں بعض کے الفاظ کو نقل کر رہے ہیں اور بعض کے الفاظ کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں۔

جواب:

پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

ابن القیم فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ وَمُرَادُهُ وَمُرَادُ مَنْ قَالَ ذَالِكَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ حَدِيثٌ فِي مَنَاقِبِهِ بِخُصُوصِهِ وَإِلَّا فَمَا صَحَّ عِنْدَهُمْ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْعُمُومِ وَمَنَاقِبِ قُرَيْشٍ فَمُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَاخِلٌ فِيهِ.

میں کہتا ہوں کہ انکی مراد اور جس نے بھی اہل حدیثوں میں سے ایسا کہا اسکی مراد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بالخصوص کوئی حدیث ثابت نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام اور قریش کی فضیلت میں جو عام احادیث

ثابت ہیں تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں۔ (المنار المنیف:1/116)

نیز امام ابن جوزی نے جس باب میں یہ قول ذکر کیا ہے "بَاب فِي ذِكر مُعَاوِيَة بن أَبِي سُفْيَانَ" اسکے شروع میں ہی لکھا ہے کہ

قَدْ تعصب قوم مِمَّن يَدعِي السّنة فوضعوا فِي فَضله أَحَادِيث ليغضبوا الرافضة وتعصب قوم من الرافضة فوضعوا فِي ذمه أَحَادِيث، وكلا الْفَرِيقَيْنِ على الْخَطأ الْقَبِيح.
(الموضوعات:2/15)

بعض لوگوں جو اہل سنت ہونے کا دعوی کرتے ہیں نے تعصب میں آ کر روافض کو غصہ دلانے کے لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جھوٹی احادیث بنائیں اور بعض رافضیوں نے تعصب میں آ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جھوٹی روایات بنائیں، اور دونوں گروہ ہی قبیح غلطی پر ہیں۔

اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ امام صاحب تک صحیح سند سے کوئی روایت نہ پہنچی ہو اور دوسرے ائمہ تک پہنچ گئی ہو۔

نیز اس قول کو تسلیم کر لیا جائے تو اسکو امام اسحاق کا اپنا اجتہاد اور رائے سمجھی جائے گی نہ کہ تمام کا موقف، اس لئے امام اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ نے جو فرمایا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے محل نظر ہے۔

امام ابن عساکر نے بھی امام اسحاق کا یہ قول نقل کر کے اس پر تعقب کیا ہے ان کے الفاظ ہے۔

وأصح ما روي في فضل معاوية حديث أبي حمزة عن ابن عباس أنه كاتب النبي (صلى الله عليه وسلم) فقد أخرجه مسلم في صحيحه وبعده حديث العرباض اللهم علمه الكتاب وبعده حديث ابن أبي عميرة اللهم اجعله هاديا مهديا. (تاریخ دمشق:59/106)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم دے، پھر اس کے بعد عبد الرحمن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا۔

اس لئے امام اسحاق کا یہ قول درست نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں یہ روایات صحیح ہیں متقدمین محدثین کرام امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام ترمذی رحمہم اللہ کی آرا بھی ان کے برعکس ہیں۔

اور اسی بات کی طرف قاضی شوکانی نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ وہ امام اسحاق کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

قلت: قد ذکر الترمذی فی الباب الذی ذکرہ فی مناقب معاویة من سننه ما هو معروف فلیراجع.

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں باب باندھا ہے اس میں ان کے بارے میں معروف روایت ذکر کی ہے، اس کو دیکھنا چاہیے۔ (الفوائد المجموعہ: 1/ 407)

امام ابن عراقی رحمہ اللہ نے امام اسحاق رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی الشافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ. وَبَعْدَهُ حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ: اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَةَ. وَبَعْدَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَمِيرَةَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا۔ (تنزیہ الشریعہ: 2/ 8)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم دے، پھر اسکے بعد عبدالرحمن عن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 42,43 پر لکھتے ہیں۔

إِنَّهُ فَقِيهٌ

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کا باب کے عنوان پر اس بات کو موقوف کرنا درست نہیں اس لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں فضائل الصحابہ کی کتاب میں تقریباً دس سے زائد ابواب پر ،باب ذکر، کا عنوان قائم کیا ہے لہٰذا یہ توجیہ قوی نہیں۔ اس سلسلے میں اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی تکلف سے کام لیا ہے اور معاویہ کی شہرت سے مرعوب ہو کر کسی نہ کسی طرح کا ان کا ذکر اپنی صحیح میں داخل کرنا ضروری سمجھا ہے ورنہ وہ بہت سے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کو بخاری میں نہیں لائے جن کے فضائل میں واضح طور پر احادیث نبویہ آئی ہیں قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر شام کے حق میں سیدنا ابن عباس

رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس لئے لائے ہیں کہ معاویہ نے ایک مرتبہ وتروں کی ایک رکعت پڑھی تو ابن ملیکہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو شکایت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے وتروں کی ایک رکعت پڑھی ہے اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اِنَّہٗ فَقِیہ، وہ فقیہ ہیں۔

(بخاری ص 511 حدیث 3765)

اس مقام پر بلا تبصرہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی سلسلہ میں وتر میں ایک اور روایت سن لیجیے، امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

عکرمہ کہتے ہیں میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاویہ کے پاس تھا کہ رات کا ایک حصہ گزرجانے کے بعد معاویہ اٹھے اور ایک رکعت پڑھی اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا من این تزی اخذھا الحمار، یہ اس حمار نے کہاں سے لے لی۔

(شرح معانی الآثار ج1 ص 289، فیض الباری ج4 ص 495)

جواب:

قاری ظہور احمد فیضی کا بغض صحابہ خصوصًا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض کا اندازہ لگائیں کہ ایک صحیح سند والی روایت کو نہ ماننے کے کتنے بہانے، اور ان کے خلاف جیسی بھی روایت ملی اس کو قبول کرلیا، آئیے اس پیش کردہ روایت کی سند اور متن کو ملاحظہ کریں۔

أَنَّ أَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتَّى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ مُعَاوِيَةُ، فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنْ أَيْنَ تُرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ؟.

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں پہلا راوی اباغسان مالک بن یحیی الہمدانی کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی محدث سے منقول نہیں ہے اور ابن حبان توثیق میں متساہل ہیں جس کی وجہ سے راوی کی توثیق محل نظر ہوتی ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ سند میں دوسرا راوی عبدالوہاب بن عطاء متکلم فیہ ہے، جس پر محدثین کرام نے کلام بھی کیا ہے۔

(1) امام نسائی فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ. (الضعفاء والمتروکون: 1/ 68)

(2) امام بخاری فرماتے ہیں۔

عبد الْوَهَّاب بن عَطاء الْخفاف لَيْسَ بِالْقَوِيِّ. (الضعفاء الصغیر: 1/ 77)

(3) محدث ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

قال أحمد ضعيف الحديث مضطرب وقال الرازي ليس بقوي.

(الضعفاء والمتروکین: 2/ 158)

(4) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

صدوق ربما أخطأ. (تقریب التہذیب: 1/ 368)

(5) محدث عقیلی لکھتے ہیں۔

حدثني محمد بن عبد الرحمن قال حدثنا عبد الملك بن عبد الحميد قال سمعت أحمد بن حنبل قال عبد الوهاب بن عطاء الخفاف ضعيف الحديث مضطرب.

(الضعفاء العقیلی: 3/ 77)

(5) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

ضعيف الحديث. (تاریخ بغداد: 11/ 23)

(6) محدث البزار فرماتے ہیں۔

ليس بقوي، وقد احتمل أهل العلم حديثه. (تہذیب التہذیب: 6/ 453)

(7) محدث زکریا الساجی فرماتے ہیں۔

"صدوق ليس بالقوي عندهم ..." (تاریخ بغداد: 11/ 22)

تیسری علت:

روایت میں عبدالوہاب بن عطاء روایات میں غلطیاں بھی کرتے تھے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"الحمصي وأقوام أحاديث مناكير."

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس طبقہ الثالثہ :1/ 41)

اس روایت میں دیگر راویوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے اس لیے یہ خطاء ہونا ظاہر ہے

نوٹ:

قاری فیضی صاحب ابن حجر عسقلانی کے حوالہ میں احادیث مناکیر کی جرح کو غور سے ملاحظہ کریں اور اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ میں "منکر" پر موضوع کا اطلاق کا حکم بھی پڑھ لیں تا کہ جناب کو اپنے اصول کے تحت اس روایت کے موضوع ہونے کا علم ہو سکے تا کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں۔

چوتھی علت:

راوی عبدالوہاب مدلس بھی ہے ابن حجر عسقلانی نے اس کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

قال البخاري كان يدلس عن ثور الحمصي وأقوام أحاديث مناكير.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس :1/ 41)

پانچویں علت :

محدث یحیی بن سعید نے سند کے راوی عبدالوہاب بن عطاء کو تشیع کی طرف عقیدہ لکھا ہے۔

وقال يحيى بن سعيد: تكلم في مذهبه ونسب إلى التشيع.

(إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال:8/ 377)

اس روایت کے برعکس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"ما رأيت رجلاً كان أخلق يعني للملك من معاوية"

میں نے معاویہ سے زیادہ حکومت کے لئے مناسب (خلفائے راشدین کے بعد) کوئی نہیں دیکھا۔

(1) تاریخ دمشق :62/ 121 وسندہ صحیح (2) مصنف عبدالرزاق :11/ 453 ح20985

لہٰذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 50 پر لکھتے ہیں۔

امام ابن المبارک

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید درج ذیل قول سے بھی ہوتی ہے علامہ بلاذری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وحدثني الحسين بن علي بن الأسود عن يحيى عن عبد الله بن المبارك قال: ها هنا قوم يسألون عن فضائل معاوية، وبحسب معاوية أن يترك كفافاً.

مجھے حسین بن علی بن اسود نے بیان کیا انہوں نے یحیٰ سے روایت کیا انہوں نے امام عبداللہ بن المبارک سے نقل کیا انہوں نے فرمایا یہاں ایک قوم ہے جو فضائل معاویہ کے متعلق سوال کرتی ہے حالانکہ معاویہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔

(الانساب الاشراف للبلاذری ج5 ص137)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الأَسْوَدِ عَنْ يحيى عَنْ عبد الله بن المبارك قال: هاهنا قوم يسألون عَنْ فضائل مُعَاوِيَة، وبحسب مُعَاوِيَة أن يترك كفافًا.

(جمل من أنساب الأشراف، رقم 375)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

اس روایت میں ایک راوی الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الأَسْوَدِ کے بارے میں محدثین کرام کی آراء پیش خدمت ہیں۔

أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ: يسرق الحديث، وأحاديثه لا يتابع عليها. (الكامل: 1/ 271)

أَبُو الفتح الأزدي: ضعيف جدا، يتكلمون في حديثه. (تاريخ الخطيب: 8/ 69)

ابن المواق: رمي بالكذب وسرقة الحديث. (اكمال: 1/ 260)

امام ذہبی: قال ابن عدی: یسرق الحدیث. (دیوان الضعفاء والمتروکین: 1/ 89)

ابن حجر عسقلانی: صدوق یخطیء کثیرا. (تقریب التہذیب: 1/ 167)

نوٹ: جناب فیضی صاحب نے اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 128,129 پر "سارق الحدیث" کو شدید جرح اور حدیث چرانے والا یعنی جو جھوٹ پر جھوٹ چلائے لکھا ہے۔

الزامی جواب:

موصوف اپنی تحقیق میں شامی اور حمصی راویوں کی روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ حضرت علی کے خلاف اور حضرت معاویہ کے حق میں تھے اگر اسی اصول کو الزامی طور پر پیش کیا جائے تو محدثین کرام کی آراء کتب اسماء الرجال میں موجود ہیں کہ کوفیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف روایات گھڑیں۔

اس اصول کے تحت اس سند میں ایک راوی کے بارے میں علامہ ذہبی کا قول ملاحظہ کریں۔

یحیی بن آدم الحافظ العلامة أبو زکریا القرشی مولاهم الکوفی الأحول.

(تذکرۃ الحفاظ: 1/ 263)

کیونکہ یحیٰی بن آدم راوی کوفی تھے، اس لیے الزامی طور پر یہ روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت قابل استدلال نہیں، موصوف کو ذرا بھی حیاء نہ آئی محب اہل بیت ہونے کا دعوٰی تو کرتے ہیں لیکن روایت لاتے ہیں، متہم، متروک، ضعیف راویوں کی۔

امام حاکم کا قول

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 51,52 پر لکھتے ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ پر مصائب کا سبب؟

انہی مصائب کا سامنا امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کرنا پڑا ان کے دور کے جاہل پیروں کے مریدین چاہتے تھے کہ وہ شان معاویہ میں کوئی حدیث پیش کریں اور چونکہ ان کے علم میں کوئی قابل ذکر حدیث تھی ہی نہیں اس لئے وہ ان لوگوں کی فرمائش پوری کرنے سے قاصر رہے تو وہ لوگ زیادتیوں پر اتر آئے چنانچہ متعدد علماء کرام نے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ ابو عبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں:

میں ابو عبداللہ الحاکم کے پاس گیا جبکہ وہ ابو عبداللہ بن کرام کے پیروکاروں کے مظالم کی وجہ سے اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئے تھے :لا یمکنه الخروج الی المسجد، (ان کا مسجد کی طرف نکلنا ممکن نہیں تھا)

وذلك انهم كسروا منبره ومنعوه من الخروج ،فقلت له :لو خرجت واملیت فی فضائل هذا الرجل یعنی معاویة لاسترحت من هذه المحنة فقال یجی من قلبی ،لا یجی من قلبی ،لا یجی من قلبی.

اور یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے ان کا منبر توڑ دیا اور باہر نکلنے سے منع کر دیا تھا میں نے امام حاکم سے عرض کیا اگر آپ اس شخص یعنی معاویہ کے فضائل میں کچھ روایت کر دیں اور املاء کرا دیں تو آپ اس مصیبت سے نجات پائیں گے انہوں نے فرمایا ،میرا دل نہیں مانتا ،میرا دل نہیں مانتا ،میرا دل نہیں مانتا۔

(المنتظم لابن الجوزی ج 15 ص 110 ،سیر اعلام النبلاء ج 17 ص 175 ،طبقات الشافعیة الکبریٰ للسبکی ج 4 ص 163 ،...)

جواب:

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

بعض علماء نے امام حاکم کے بارے میں تشیع کا اثبات کیا ہے۔

(1) امام خطیب البغدادی (تاریخ بغداد :5/ 473)

(2) امام ذہبی (سیر اعلام النبلاء :17/ 174)

(3) ابن تیمیہ نے بھی کہا کہ ان کی نسبت تشیع کی طرف کی گئی ہے۔ (منہاج السنة :7/ 373)

(4) امام ابن الجوزی (المنتظم :8/ 269)

(5) امام ابن کثیر (البدایہ والنہایہ :8/ 583، 9/ 243)

(6) امام ابن الجزری (غایة النہایة :2/ 185)

(7) امام ابن الوزیر (الروض الباسم :ص 568، 237)

(8) ابو سعد السمعانی (الأنساب :2/ 371)

اگر امام صاحب نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان نہیں کئے تو اسکی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے جو بعض

ائمہ نے بتلائی ہے یعنی ان کا تشیع۔
اگرچہ امام حاکم پر رافضی کی جرح سے اکثر محدثین کرام متفق نہیں بلکہ حقائق بھی اس کے برعکس ہیں مگر امام حاکم کو علامہ ذہبی نے شیعہ لکھا ہے۔
علامہ ذہبی اپنی کتاب (تذکرۃ الحفاظ: 3/608) پر لکھتے ہیں:
هو شيعي لا رافضي. یعنی امام حاکم رافضی نہیں بلکہ شیعہ ہیں۔
اس حوالہ سے تو یہ ثابت ہوا کہ اصول اہل سنت ومحدثین کرام کے تحت شیعہ راوی کی مذہب کی تائید میں جب حدیث قبول نہیں کی جاتی، تو پھر کسی محدث سے منسوب قول کیسے مان لیا جائے؟ اہل علم کو اس نکتہ پر دعوت تحقیق ہے۔
امام حاکم کے تشیع کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَحْمَدَ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ مَعَالِي، أنا ابْنُ خَلِيلٍ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، سَمَاعًا، أنا مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ، كِتَابَةً، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدٍ الأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَاكِمُ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ، رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ. كَذَا قَالَ شَيْخُ الإِسْلامِ الأَنْصَارِيُّ، وَلَمْ يُصِبْ، فَإِنَّ الْحَاكِمَ لَيْسَ بِرَافِضِيٍّ، بَلْ هُوَ شِيعِيٌّ مُعَظِّمٌ لِلشَّيْخَيْنِ بِيَقِينٍ وَلِذِي النُّورَيْنِ، وَإِنَّمَا تَكَلَّمَ فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأُوذِيَ. (معجم الشيوخ الكبير للذهبي: 1/281)
علامہ ذہبی، شیخ الاسلام الانصاری کی امام حاکم کی جرح رافضی خبیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم رافضی نہیں بلکہ وہ شیعہ ہیں جو شیخین کریمین کی تعظیم کرتے ہیں مگر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام کرتے تھے۔
اب علامہ ذہبی کا کلام ملاحظہ کریں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر کرنے والوں کے بارے میں غالی شیعیت کا اطلاق ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔
قُلْتُ: هَذَا التَّشَيُّعُ الَّذِي لاَ مَحْذُورَ فِيهِ، إِنْ شَاءَ اللهُ، إِلاَّ مِنْ قَبِيلِ الكَلاَمِ فِيمَنْ حَارَبَ عَلِيّاً رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَإِنَّهُ قَبِيحٌ يُؤَدَّبُ فَاعِلُهُ، وَلاَ نَذْكُرُ أَحَداً مِنَ الصَّحَابَةِ إِلاَّ بِخَيْرٍ،

میں کہتا ہوں تشیع کی وہ قسم جس سے روایت حدیث مضر نہیں ہوتی، سوائے اس شخص کے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی لڑنے والوں کے بارے میں بری رائے رکھے اور ہم صحابہ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ (سیر أعلام النبلاء :8/ 209)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی کرنے والے صحابہ کرام کو اچھے اور احسن طریقہ سے یاد نہ کرنے والوں پر غالی شیعیت کا اطلاق کیا ہے۔

اور علامہ ذہبی نے معجم الشیوخ الکبیر :1/ 281 پر امام حاکم کو حضرت معاویہ کے بارے میں برا کلام کرنے والا لکھا ہے۔

ان دونوں حوالہ جات سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ علامہ ذہبی کے نزدیک بھی امام حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف غلط بات کرنا غالی شیعیت ہے۔

علامہ ذہبی کی تحقیق کے مطابق امام حاکم شیعہ راوی تھے، قارئین کرام انصاف سے نتیجہ اخذ کریں کہ شیعہ راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف محدث اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کرنا قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اور اسی سے متعلق ایک قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے اور اس قصہ کی وجہ سے بعض ائمہ نے ان پر بہت سخت تبصرہ کیا ہے اور رافضی تک لکھ دیا ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال :3/ 608)

واقعہ یہ ہے کہ:

قال ابو عبد الرحمن السلمي : دخلت على الحاكم وهو مختفٍ من الكرامية لا يستطيع أن يخرج منهم فقلت له : لو خرجت حديثاً في فضائل معاوية لاسترحت مما أنت فيه. فقال: لا يجئ من قلبي، ومنها لا يجئ من قلبي.

کہ ابو عبد الرحمن السلمی فرماتے ہیں کہ میں امام حاکم کے پاس گیا اور وہ کرامیہ فرقہ سے چھپے ہوئے تھے اور ان سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو میں نے ان کو کہا کہ آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت کریں اس مسئلہ سے راحت میں آجائیں گے تو انہوں نے کہا کہ: حدیث میرے دل سے نہیں آتی۔

(یعنی میرا دل نہیں مانتا، بظاہر یہی مفہوم لگ رہا ہے۔ واللہ اعلم۔)

اس واقعہ کو امام ابن کثیر نے (البدایہ والنہایہ :11/ 355) میں بغیر کسی سند کے روایت کیا ہے اور کسی کتاب کا نام بھی ذکر نہیں کیا جس میں سند ہو لہٰذا یہ واقعہ محتاج ثبوت ہے۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ امام حاکم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

والغالب على ظني أن ما عزى إلى أَبِي عَبْدِ الرحمن السلمي كذب عليه، ولم يبلغنا أن الحاكم ينال من معاوية، ولا يظن ذلك فيه، وغاية ما قيل فيه الإفراط في ولاء علي كرم الله وجهه، ومقام الحاكم عندنا أجل من ذلك.

کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ امام حاکم کی طرف جو نسبت کیا گیا ہے یہ جھوٹ ہے اور نہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ امام حاکم نے کبھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بولا ہو اور نہ ان سے ایسا گمان کیا جا سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام حاکم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے بارے میں غلو کرتے تھے اور امام حاکم کا مقام ہمارے ہاں اس بات سے بلند ہے (کہ وہ سیدنا معایہ کو کچھ کہے)۔ (طبقات الشافعیہ:4/ 163)

نکتہ: یہ بات یاد رہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المستدرک میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے تقریباً بیس کے قریب روایات لائے ہیں اور ان کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزامات درست نہیں۔ اور یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ شروع میں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوں مگر بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا ہو۔

الزامی جواب:

اگر امام حاکم کا قول مخالفین کے نزدیک حجت ہے تو محدث اسحاق بن راہویہ کے قول کو نقل کرنے والے امام حاکم ہی ہیں اور اگر اس مذکورہ قول کو مان لیا جائے تو محدث اسحاق بن راہویہ کے قول کو کیسے صحیح مانا جائے؟ کیونکہ شیعہ راوی کی اپنے مذہب کی تائید میں روایت پر محدثین کرام اعتراض کر کے ناقابل قبول کہتے ہیں تو پھر ایک محدث کا قول نقل کرنے میں کیسے شیعہ راوی کی بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

قاضی شریک کا قول

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 66 پر لکھتے ہیں۔

ابن عساکر شامی اور حافظ ابن کثیر شامی لکھتے ہیں:

ذكر قوم معاوية عند شريك فقال بعضهم كان حليما فقال ليس بحليم من سفه الحق وقاتل علي بن أبي طالب.

ایک قوم نے قاضی شریک کی مجلس میں معاویہ کا ذکر کیا، تو ایک شخص نے کہا وہ حلیم تھے؟ انہوں نے فرمایا وہ حلیم نہیں جس نے حق کو نہ پہچانا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔

(مختصر تاریخ دمشق ج 25 ص 38، انساب الاشراف ج 5 ص 137، البدایۃ والنہایہ ج11 ص 427....)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو البركات الأنماطي أنا أبو بكر الساهي أنا أبو الحسن العتيقي أنا يوسف ابن أحمد أنا أبو جعفر العقيلي نا محمد بن عثمان العبسي نا عبد الله بن محمد بن سالم نا محمد بن سعيد قال ذكر قوم معاوية عند شريك فقال بعضهم كان حليما فقال ليس بحليم من سفه الحق وقاتل علي بن أبي طالب۔ (تاریخ دمشق:59/139)

وحدثت عَنْ شريك عَنِ الأعمش أنه قَالَ: كيف يعد مُعَاوِيَة حليمًا وقد قاتل علي بْن أبي طالب؟ (جمل من أنساب الأشراف:5/ 129)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: اس سند میں راوی محمد بن عثمان العبسی کے بارے میں محدثین کرام کی رائے ملاحظہ کریں۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

محمد بن عثمان بن أبي شيبة العبسي ضعيف۔ (سؤالات الحاکم:1/ 136 رقم 172)

دوسری علت:

اس سند میں دوسرا راوی شریک بن عبداللہ النخعی کے بارے میں محدثین کرام کے آراء ملاحظہ کریں۔

(1) امام علی بن عبداللہ المدینی (المتوفی 234ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان (المتوفی 120ھ) کو فرماتے سنا:

"قَدِمَ شَرِيكٌ مَكَّةَ، فَقِيلَ لِي آتِهِ، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ بَيْنَ يَدَيَّ مَا سَأَلْتُهُ عَنْ شَيْءٍ، وَضَعَّفَ يَحْيَى حَدِيثَهُ جِدًّا. (الضعفاء الکبیر للعقیلی:2/193 واسنادہ صحیح)

شریک مکہ میں آئے تو مجھے ان کے آنے کی خبر دی گئی، تو میں نے کہا، اگر وہ میرے سامنے بھی ہوتے تو میں ان سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھتا، اور یحییٰ نے انہیں سخت ضعیف قرار دیا۔

(2) امام ابراہیم بن سعید الجوہری (المتوفی 249ھ) فرماتے ہیں:

أخطأ شَرِيك في أربع مِئَة حديث.
شریک نے چار سو حدیثوں میں غلطی کی ہے (الکامل لابن عدی:5/ 12 وسندہ صحیح)
(3) امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (المتوفی 259ھ) فرماتے ہیں:
شريك بن عبد الله سيء الحفظ مضطرب الحديث مائل.
شریک بن عبداللہ خراب حافظے والے اور مضطرب الحدیث مائل۔ (احوال الرجال للجوزجانی:1/ 150)
(4) امام ابوزرعہ الرازی (المتوفی 264ھ) نے فرمایا:
كان كثير الحديث صاحب وهم، يغلط أحيانا
وہ کثیر الحدیث تھے، اور اکثر وہم اور غلطی کرتے تھے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:4/ 367)
(5) امام ابوالحسن الدارقطنی (المتوفی 385ھ) فرماتے ہیں:
شَرِيكٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِيمَا يَتَفَرَّدُ بِهِ وَاللهُ أَعْلَمُ. (سنن الدارقطنی:2/ 150ح 1307)
جس روایت کو شریک نے اکیلے ہی بیان کیا ہو اس میں قوی شمار نہیں ہوتے، واللہ اعلم۔
نوٹ: ایک دوسری جگہ پر امام دارقطنی نے شریک کو، حفاظ ثقات، میں شمار کیا ہے۔
(سنن دارقطنی:1/ 89)

(6) امام ابوبکر البیہقی (المتوفی 458ھ) فرماتے ہیں:
وَشَرِيكٌ مِمَّنْ لَا يُحْتَجُّ بِهِ فِيمَا يُخَالِفُهُ فِيهِ أَهْلُ الْحِفْظِ وَالثِّقَةُ لِمَا ظَهَرَ مِنْ سُوءِ حِفْظِهِ"
شریک ان لوگوں میں سے ہے جو اگر اہل الحفظ والثقہ کی مخالفت کریں تو حجت نہیں پکڑی جاتی جیسا کہ ان کے حافظے میں خرابی ظاہر ہوئی ہے (معرفۃ السنن والآثار:12/ 388ح 17115)
نوٹ: اگر کوئی بھی زیادہ حافظے والے راوی کی مخالفت کرے تو حجت نہیں ہوتا۔
(7) حافظ ابن حزم الاندلسی (المتوفی 456ھ) نے شریک پر جھوٹ اور وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے۔
(تاریخ الاسلام للذہبی:9/ 109)
حافظ ذہبی ابن حزم کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:
وَهَذَا جَهْلٌ مِنِ ابْنِ حَزْمٍ، فَإِنَّ هَذَا الشَّيْخَ مِمَّنِ اتَّفَقَ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَلَى الاحْتِجَاجِ بِهِ. (تاریخ الاسلام:9/ 109)
یہ ابن حزم کی ناواقفیت ہے کیونکہ یہ شیخ تو بخاری اور مسلم کے اتفاق سے احتجاج کے قابل ہیں۔

نوٹ:

ابن حزم کا قول تو مخالف پر حجت ہونا چاہیے کیونکہ ابن حزم کے قول سے جناب فیضی صاحب نے صحیح مسلم کی حدیث کو موضوع ثابت کیا ہے۔

(8) حافظ ابن حجر العسقلانی (المتوفیٰ 852ھ) شریک کے متعلق فرماتے ہیں:

"صدوق يخطىء كثيرا تغير حفظه منذ ولي القضاء بالكوفة وكان عادلا فاضلا عابدا شديدا على أهل البدع"

صدوق کثیر غلطیاں کرتے تھے، ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا جب سے انہوں نے کوفہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا، اور وہ عادل فاضل عابد اور اہل البدعت پر شدید رد کرنے والے تھے۔ (تقریب التہذیب: 1/266)

(9) عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

كذاب. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال: 3/642)

(10) ابن خراش فرماتے ہیں:

كان يضع الحديث. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال: 3/642)

(11) دارقطنی فرماتے ہیں:

يقال إنه أخذ كتاب غير محدث. (میزان الاعتدال: 3/642)

اس راوی پر سخت جرح کے ساتھ توثیق بھی کی گئی ہے مگر محققین نے اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے بہر حال اس سند کا راوی شریک بن عبداللہ النخعی مختلف فیہ راوی ہے۔

تیسری علت:

شریک بن عبداللہ النخعی کے تشیع کے بارے میں محدثین کرام کے آراء ملاحظہ کریں۔

امام عقیلی لکھتے ہیں:

وإن شريكا لشيعي. (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 4/35)

اور عقیلی نے فیضی صاحب کے پیش کردہ قول کو لکھ کر ہی اس کو شیعہ ثابت کیا ہے۔

وإن شريكا لشيعي حدثنا محمد بن عثمان قال: حدثنا عبد الله بن محمد بن سالم قال: حدثنا محمد بن سعيد قال: ذكر قوم معاوية عند شريك، فقال بعضهم: كان حليما، فقال: ليس بحليم من سفه الحق وقاتل علي بن أبي طالب. (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 4/35)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

فِيْهِ تَشَيُّعٌ خَفِيْفٌ عَلَى قَاعِدَةِ أَهْلِ بَلَدِهِ. (سیر أعلام النبلاء: 7/ 246)

محدث عبداللہ بن ادریس فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی أنطق به لسان حفص، فوالله إنه لشيعي، وإن شريكا لشيعي.
(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: 2/ 270)

چوتھی علت: محدثین کرام نے شریک بن عبداللہ النخعی کے حافظہ پر بھی کلام کیا ہے۔

شریک القاضی نے جب سے کوفہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا تب سے ان کے حافظے میں اختلاط ہو گیا تھا اور وہ کوفہ کے قاضی 155ھ میں مقرر ہوئے۔

(1) امام شریک بن عبداللہ خود فرماتے ہیں:

"إنی لأسمع الكلمة فيتغير لها بولی" (الثقات للعجلی: 1/ 220 واسنادہ صحیح)

(2) اسحاق الازرق، عباد بن العوام، اور یزید بن ہارون جنہوں نے شریک سے واسطہ میں ان کی کتاب سے روایت کیا کا ذکر کرنے کے بعد، امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ان لوگوں کا سماع شریک سے بالکل صحیح ہے۔
(سوالات ابوداؤد: 1/ 321)

(4) امام ابن حبان (المتوفی 354ھ) نے فرمایا:

كَانَ فِي آخر أمره يخطىء فِيمَا يروى تغير عَلَيْهِ حفظه فسماع الْمُتَقَدِّمين عَنهُ الَّذين سمعُوا مِنهُ بواسط لَيْسَ فِيهِ تَخْلِيط مثل يزِيد بن هَارُون وَإِسْحَاق الْأَزْرَق وَسَمَاع الْمُتَأَخِّرين عَنهُ بِالْكُوفَةِ فِيهِ أَوْهَام كَثِيرَة. (الثقات لابن حبان: 6/ 444)

(4) حافظ ابوالحسن ابن القطان نے فرمایا:

"وَجُمْلَة أمره أَنه صَدُوق، ولی الْقَضَاء فَتغير مَحْفُوظه فَمن سمع مِنْهُ قبل ذَلِك فَحَدِيثه صَحِيح. (بیان الوہم والایہام: 3/ 295)

(5) حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:

ولما ولی القضاء تغير حفظه. (طبقات المدلسین، ص 44)

(6) ابن سبط العجمی لکھتے ہیں۔

" كذا رأيته فی ثقات ابن حبان ولفظه فيها كان فی آخر عمره يخطىء فيما يروی تغير عليه

حفظه فسماع المتقدمين عنه الذين سمعوا بواسط ليس فيه تخليط مثل يزيد بن هارون وإسحاق الأزرق وسماع المتأخرين عنه بالكوفة فيه أوهام انتهى.

(الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط: 1/ 170)

مذکورہ روایت کی سند میں شریک سے قول نقل کرنے والا راوی محمد بن سعید کا سماع اختلاط کے بعد کا ہے یا اختلاط سے قبل، یہ ثابت کرنا قاری صاحب کے ذمہ ہے۔

الزامی جواب:

موصوف مخالف جب شامی اور حمصی روایت کی روایت کو موضوع کہتا ہے تو کوفی راوی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال: 3/ 642 پر اس کو الکوفی بھی کہا ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

امام اعمش کا قول

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 66,67 پر لکھتے ہیں۔
علامہ بلاذری امام اعظم ابوحنیفہ کے شیخ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا قول سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذكر مُعَاوِيَة عند الأعمش فقالوا: كان حليمًا. فَقَالَ الأعمش: كيف يكون حليمًا وقد قاتل عليًا وطلب زعم بدم عثمان من لم يقتله؟ وما هو ودم عثمان، وغيره كان أولى بعثمان منه. (انساب الاشراف ج5 ص137)

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں معاویہ کا ذکر کیا گیا تو لوگوں نے کہا وہ حلیم تھے امام اعمش نے فرمایا وہ کیسے حلیم ہو گئے جبکہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی اور اس شخص سے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کا ڈھونگ رچایا جس نے انہیں قتل نہیں کیا بھلا وہ اور قصاص عثمان؟ دوسرے لوگ ان سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق دار تھے۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ الْعِجْلِيُّ عَنْ عبيد الله بْن موسى قَالَ: ذكر مُعَاوِيَة عند الأعمش فقالوا: كان حليمًا. فَقَالَ الأعمش: كيف يكون حليمًا وقد قاتل عليًا وطلب

زعم بدم عثمان من لم يقتله؛ وما هو ودم عثمان، وغيره كان أولى بعثمان منه.
(جمل من أنساب الأشراف:5/129)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایات کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں ایک راوی عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے جس پر محدثین کرام نے غالی شیعہ ہونے کا اعتراض نقل کیا ہے۔

(1) ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وكان يتشيع ويروي أحاديث في التشيع منكرة وضعف بذلك عند كثير من الناس

(2) ابن حبان فرماتے ہیں:

وقال كان يتشيع.

(3) محدث یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں:

شيعي وإن قال قائل رافضي لم أنكر عليه وهو منكر الحديث.

(4) الجوزجانی نقل کرتے ہیں:

وعبيد الله بن موسى أغلى وأسوأ مذهبا وأروى للعجائب.

(5) أبا مسلم البغدادی الحافظ فرماتے ہیں:

يقول عبيد الله بن موسى من المتروكين تركه أحمد لتشيعه وقد عوتب عن روايته عن عبد الرزاق فذكر ان عبد الرزاق رجع.

(6) محدث ابن قانع فرماتے ہیں:

كوفي صالح يتشيع وقال الساجي صدوق كان يفرط في التشيع قال أحمد روى مناكير.
(تہذیب التہذیب:7/50)

(7) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

أحمد بن حنبل يقرأ عليك السلام ويقول لك: هوذا تكثر الحديث عن عبيد الله بن موسى العبسي وأنا وأنت سمعناه يتناول معاوية بن أبي سفيان، وقد تركت الحديث

عنه....فإن عثمان أفضل من معاوية. (تاریخ بغداد: 14/427)

دوسری علت: عبید اللہ بن موسیٰ العبسی کی اعمش سے روایات منکر وضعیف ہوتی ہیں اس سند میں بھی عبید اللہ بن موسیٰ العبسی یہ روایت اعمش سے بیان کر رہے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں:

وقال ابن هانيء: سألت أبا عبد الله، عن عبيد الله بن موسى؟ قال: حديثه الذي روى عن مشايخهم لا يكتب. وقال: حدثنا يحيى عنه، وحديث الأعمش المناكير لا يكتب عنه. (سوالات: رقم 2303)

عبید اللہ بن موسیٰ جب اپنے مشائخ سے روایت نقل کرے تو اس سے حدیث نہ لکھو، ان سے یحییٰ نے روایت نقل کی ہے اور اعمش سے عبید اللہ بن موسیٰ کی روایات منکر ہوتی ہیں یہ روایات ان سے نہ لکھو۔

نوٹ: امام احمد بن حنبل کے حوالہ میں عبید اللہ بن موسیٰ کی روایت کو منکر کہا گیا ہے اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث منکر پر موضوع ومردود کا اطلاق کرتے ہیں، تو کیا فیضی صاحب صرف فضائل معاویہ میں منکر روایت کو موضوع مانتے گے یا ان کے رد میں روایت منکر ہو تو اس کو بھی موضوع مانے گے، موصوف فیضی کی تحریر ملاحظہ کریں لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک حدیث منکر کا شمار شدید ضعیف احادیث میں ہوتا ہے لیکن اکثر اسے موضوع ومردود کے مترادف مانتے ہیں۔ (الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل معاویہ ص 83)

تیسری علت:

امام اعمش پر بعض لوگوں نے شیعہ ہونے کا الزام بھی لگایا ہے۔

چنانچہ امام عجلی فرماتے ہیں:

"وكان فيه تشيع" اور ان میں تشیع پایا جاتا تھا۔ (الثقات للعجلی: 1/205)

اسی طرح امام ذہبی فرماتے ہیں:

رمي الأعمش بيسير تشيع. اعمش پر بہت ہلکے تشیع کا الزام لگایا گیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 2/394)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قول ناقابل استدلال واحتجاج ہے۔

الزام نمبر 7:

حیات مرتضوی میں ان کے متبعین پر مظالم

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 71,72 پر لکھتے ہیں۔
حیات مرتضوی میں ان کے متبعین پر مظالم
معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ نے یہ سارے مظالم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی میں ان کے متبعین کرام پر کیے تھے اور زبردستی ان سے معاویہ کی بیعت لی تھی چنانچہ متعدد علماء کرام لکھتے ہیں:
،،معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو شام سے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا تو وہ چل پڑا، حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچا اس وقت وہاں کے گورنر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو وہ وہاں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف کوفہ بھاگ گئے، پھر بسر بن ابی ارطاۃ منبر نبوی پر چڑھ گیا اور انصار کو للکارنے لگا یا دینار، یا رزیق، یا نجار،
میں اس مقام پر سخی شیخ یعنی عثمان (رضی اللہ عنہ) سے عہد کیا تھا۔
اے اہل مدینہ! اگر مجھ سے امیر المؤمنین نے عہد نہ لیا ہوتا تو میں تمہارے ہر بالغ شخص کو قتل کر دیتا، اہل مدینہ نے اس کے ہاتھ پر معاویہ کی بیعت کی، اور اس نے بنوسلمہ کی طرف پیغام بھیجا اور کہا خدا کی قسم! میرے ہاں تمہاری کوئی امان نہیں اور نہ تمہاری بیعت قبول ہے جب تک کہ تم صحابی رسول جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے نہ پیش کرو پس سیدنا جابر رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا
یا امۃ انی خشیت علی دینی وھذہ بیعۃ ضلالۃ.
امی میں اپنے دین پر خدشہ محسوس کرتا ہوں کیونکہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔
تاریخ دمشق: 10/ 153، اور تہذیب الکمال: 4/ 65 میں اس کی سند یوں ہے۔
أخبرنا أبو بكر الباطرقاني أخبرنا أبو عبد الله بن مندة عن أبيه عبد الله أنبأنا أبو سعيد

بن يونس حدثنا أسامة بن أحمد بن أسامة التجيبي حدثنا أحمد بن يحيى بن الوزير حدثنا عبد الحميد بن الوليد حدثني الهيثم بن عدى عن عبد الله بن عياش عن الشعبي أن معاوية بن أبي سفيان أرسل بسر بن أبي أرطأة القرشي العامري في جيش من الشام فسار حتى قدم المدينة وعليها يومئذ أبو أيوب خالد بن زيد الأنصاري صاحب النبي (صلى الله عليه وسلم) فهرب منه أبو أيوب إلى علي بالكوفة فصعد بسر منبر المدينة ولم يقاتله بها أحد فجعل ينادي يا دينار يا زريق يا نجار شيخ سمح عهدته ها هنا بالأمس يعني عثمان رضي الله عنه وجعل يقول يا أهل المدينة والله لولا ما عهد إلى أمير المؤمنين ما تركت بها محتلما إلا قتلته وبايع أهل المدينة لمعاوية وأرسل إلى بني سلمة فقال لا والله ما لكم عندي من أمان ولا مبايعة حتى تأتوني بجابر بن عبد الله صاحب النبي (صلى الله عليه وسلم) فخرج جابر بن عبد الله حتى دخل على أم سلمة خفيا فقال لها يا أمه إني خشيت على ديني وهذه بيعة ضلالة فقالت له أرى أن تبايع فقد أمرت ابني عمر بن أبي سلمة أن يبايع فخرج جابر بن عبد الله فبايع بسر بن أبي أرطأة لمعاوية وهدم بسر دورا كثيرا بالمدينة ثم خرج حتى أتى مكة فخافه أبو موسى الأشعري. (تاریخ دمشق:10/ 153)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں، عبدالحمید بن الولید بن المغیرہ، کی تاریخی اخبار میں عجیب باتیں شامل ہوتی تھیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

عبد الحميد بن الوليد بن المغيرة. وكان في الأخبار شيئا عجيبا.

(طبقات الشافعیین:1/ 140)

دوسری علت:

اس سند میں راوی، الہیثم بن عدی الطائی، کذاب ہے۔

قال البخاري ليس بثقة كان يكذب. قال يعقوب بن محمد حدثنا عبد الرحمن ....

سکتوا عنه ،وروی عباس عن یحیی لیس بثقة كان یکذب،وقال أبو داود كذاب،وقال النسائی وغیره متروك الحدیث وقال ابن المدینی هو أوثق من الواقدی ولا أرضاه فی شیء ومن مناکیره وقال أبو حاتم متروك الحدیث محله محل الواقدی وقال أبو زرعة لیس بشیء ،وقال العجلی كذاب وقال الساجی سكن مكة وكان یكذب وقال الإمام أحمد كان صاحب أخبار وتدلیس وقال الحاكم والنقاش حدث عن الثقات بأحادیث منكرة وذكره ابن السكن وابن شاهین وابن الجارود والدارقطنی فی الضعفاء وقال ابن یونس فی تاریخ مصر الهیثم غیر موثق وقال محمود بن غیلان اسقطه أحمد ویحیی بن معین وأبو خیثمة وقال أبو نعم یوجد فی حدیثه المناكیر. (لسان المیزان:6/ 209)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں راوی ضعیف اور مردود ہے موصوف کو ذرا بھی حیاء نہ آئی روایت لاتے ہیں، متہم، متروک، ضعیف راویوں کی۔

تیسری علت:

اس سند میں ایک راوی ،أسامة بن أَحْمَد بن أسامة التجيبي، مختلف فیہ ہے۔

قَالَ أَبُو سَعِيد بن يونس: لم يكن في الحديث بذاك. تعرف وتُنكَر.

(تاریخ ابن یونس المصری:1/ 36)

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں

قال السهمی: سألت الدَّارَقُطْنِيّ عن أسامة بن أحمد بن أسامة بن عبد الرحمن أبی سلمة التجیبی، بمصر؟ فقال: رأیت أهل حمص یضعفونه. ولا أدری لأی سبب.

(أسئلة السهمی:206)

چوتھی علت: اس سند کا راوی عبداللہ بن عیاش غلطیاں کرنے والا راوی ہے۔

عَبْدِ الله بن عياش: صدوق يغلط (تقریب التهذیب: ت3522)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کی مذکورہ روایت سے استدلال مردود ہے۔

ابن عبد البر کی اسانید کا جائزہ

علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

عن أَبِي مُحَمَّدٍ عبد الله بن محمد بن عبد المؤمن، قال حدثنا أبو محمد إسماعيل بن عَلِيٍّ الْخُطَبِيُّ بِبَغْدَادَ فِي تَارِيخِهِ الْكَبِيرِ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُؤْمِنِ بْنِ حَمَّادٍ، قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْخٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ عَوَانَةَ، قَالَ: وَذَكَرَهُ زِيَادٌ أَيْضًا عَنْ عَوَانَةَ قَالَ: أَرْسَلَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ تَحْكِيمِ الْحَكَمَيْنِ بُسْرَ بْنَ أَرْطَاةَ فِي جَيْشٍ.. فذكره بنحوه، وزاد: ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى أَتَى مَكَّةَ، وَبِهَا أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ، فَخَافَهُ أَبُو مُوسَى عَلَى نفسه أن يَقْتُلَهُ فَهَرَبَ، فَقِيلَ ذَلِكَ لِبُسْرٍ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لأَقْتُلَهُ، وَقَدْ خَلَعَ عَلِيًّا وَلَمْ يَطْلُبْهُ.

(الاستیعاب:1/162)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں ایک راوی" مُحَمَّدُ بْنُ مُؤْمِنِ بْنِ حَمَّادٍ" کی توثیق مطلوب ہے۔

دوسری علت:

اس سند میں ایک راوی" مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ " کی بھی توثیق مطلوب ہے۔

تیسری علت:

اس سند میں ایک راوی عوانۃ بن الحکم پر نہ کسی نے جرح کی اور نہ ہی تعدیل کی۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

عوانة بن الحكم : قَلَّ أَنْ رَوَى حديثًا مُسْنَدًا، ولهذا لم يُذكر بجرح ولا تعديل، والظاهر أَنَّهُ صدوق أي "فِي نَقْلِهِ. (سیر أعلام النبلاء:7/201)

مگر اس قول میں عوانہ کو نقل میں صدوق کہا نہ کہ روایات بیان کرنے میں، وہ نقل کرنے کے معاملے میں "صدوق" یعنی سچے آدمی تھے (یعنی جو سچ یا جھوٹ ان کے سامنے بیان ہوتا، اسے ٹھیک ٹھیک نقل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وكان عثمانيا، فكان يَضَعُ الأخبار لبني أمية (لسان المیزان:6/247)

یعنی یہ راوی عثمانی تھا اور بنی امیہ کے لیے آثار وضع کرتا تھا، ایسے راوی کی روایت کیسے قبول کی جا سکتی

ہے؟

چوتھی علت:

محدثین کرام کے نزدیک واقعہ تحکیم 37ھ میں ہوا، اس لیے یہ واقعہ عوانہ نے کیسے بیان کیا، عوانہ کی تاریخ پیدائش بیان کی جائے تاکہ علت قادحہ واضح ہو اس لیے اس روایت میں انقطاع ہے۔

ابن عبدالبر کی دوسری سند:

ابن عبدالبر اپنی کتاب التمہید میں روایت لکھتے ہیں۔

عن أحمد بن سعيد حدَّثنا ابنُ أبي دُليمٍ حدَّثنا ابنُ وضَّاحٍ حدَّثنا ابنُ أبي مريمَ حدَّثنا نُعيمٌ حدَّثنا ابنُ المُبارَكِ عنِ ابنِ عُيينةَ قالَ: أخبرَني الوليدُ بنُ كثيرٍ عن وهبِ بنِ كيسانَ قالَ: سمِعتُ جابرَ بنَ عبدِ اللهِ يقول: لمَّا قدِمَ مُسلِمُ بنُ عُقبةَ المدينةَ أتتِ الأحياءُ يُبايِعونَهُ، فأتى بنو سلمةَ ولم آتِ معهُم، فقالَ: لا أُبايِعُكُم حتّى يخرُجَ إليَّ جابرٌ، قالَ فأتاني قومي فناشَدوني اللهَ فقلتُ لهُم: أنظِروني، فأتيتُ أُمَّ سلمةَ فاستشرتُها في الخُروجِ إليهِ فقالتْ واللهِ إنّي لأراها بيعةَ ضلالةٍ، ولكنْ قد أمرتُ أخي عبدَ اللهِ بنَ أبي أُميةَ أن يأتيَهُ فيُبايِعَهُ، كأنَّها أرادتْ أن تحقِنَ دمَهُ. قالَ جابرٌ: فأتيتُهُ فبايعتُهُ. (التمہید: 16/354,355)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

اس روایت کی سند میں راوی نعیم بن حماد کے بارے میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

نُعيم بن حماد: صدوق يخطئ كثيرا، فقيه عارِف بالفرائض. (تقریب التہذیب: ت7166)

دوسری علت:

اس روایت کی سند میں راوی محمد بن وضاح کے بارے میں محدث ابن الفرضی لکھتے ہیں۔

لَه خطأ كثير محفوظ عنه، وأشياء كان يغلط فيها ويُصحّفها، وكان لا عِلم عِنده بالفِقه ولا بالعربِية. (تاریخ علماء الأندلس ابن الفرضی: 2/19)

تیسری علت:

اس روایات کی سند میں راوی أحمد بن سَعید کے بارے میں محدث ابن الفرضی لکھتے ہیں۔

من أهلِ قُرطبة، سَمِع الناس منه كثيرا، ولم يَكُنْ بالضابط لِمَا كَتَب.

(تاریخ علماء الاندلس ابن الفرضی: 1/ 73، 74)

چوتھی علت:

اس روایت میں مسلم بن عقبہ کا مدینہ میں آنے کا ذکر ہے، محققین کے نزدیک یہ واقعہ حرہ کے وقت ہوا، اس لیے یہ روایت منقطع ہونے کے ساتھ مشتبہ بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کی مذکورہ روایت سے استدلال مردود ہے اور ان روایات سے صحابی رسول ﷺ کی عظمت پر طعن کرنا بغض صحابہ اور جہالت سے زیادہ کچھ نہیں۔

ابن عبدالبر کی تیسری سند:

ابن عبدالبر اپنی کتاب الاستیعاب میں روایت لکھتے ہیں۔

وذكر ابنُ الأنباري عن أبيه، عن أحمد بن عبيد، عن هشام بن مُحَمّد عن أبي مخنف، قَالَ: لَمّا توجّه بُسْر بن أرطاة إلى اليمن أُخبِر عبيد الله بن العباس بذلك، وهو عامل لِعَليّ رضي الله عنه عليها، فهرب۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر: 1/ 159)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

اس روایت کی سند میں جَعْفَر بن مُحَمّد بن الْهَيْثَم کا ترجمہ وتوثیق مطلوب ہے۔

دوسری علت:

اس روایت کی سند میں احمد بن عبید کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

أحمد بن عبيد: لين الحديث. (تقریب التہذیب: ت78)

تیسری علت:

اس روایت کی سند میں "هشام بن مُحَمّد" کے بارے میں محدثین کرام لکھتے ہیں۔

قال الدارقطني وغيره: متروك. وقال ابن عساكر: رافضي، ليس بثقة.

(میزان الاعتدال: 4/ 304)

وقال ابن حبان: وَكَانَ غاليا فِي التَّشَيُّع أخباره فِي الأغلوطات أشهر من أَن يُحتَاج إِلَى الإغراق فِي وصفهَا ۔ (المجروحین: 3/ 91)

چوتھی علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں "أبي مخنف" کے بارے میں محدثین کرام لکھتے ہیں۔

قال يحيى بن معين: ليس بشئ. (الکامل فی ضعفاء الرجال: 7/ 241)

وقال الذهبي: أخباري تالف، لا يُوثَق به. (میزان الاعتدال: 3/ 419)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

تركه أبو حاتم، وَغيره. وقال الدارقطني: ضعيف. وقال ابن مَعِين: ليس بثقة. وقال مرة: ليس بشيء. وقال ابن عَدِي: شيعي محترق صاحب أخبارهم.

(لسان المیزان: ت6248)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

تاریخ طبری کی سند:

تاریخ طبری میں اس کی سند ملاحظہ کریں۔

فذكر عن زياد بن عَبْدِ اللهِ البكائي، عن عوانة، قال: ارسل معاويه ابن أَبِي سُفْيَانَ بعد تحكيم الحكمين بسر بن أبي أرطاة، وَهُوَ رجل من بني عَامِر بن لؤي فِي جيش فساروا من الشام حَتَّى قدموا الْمَدِينَة، وعامل على عَلَى الْمَدِينَة يَوْمَئِذٍ أَبُو أيوب الأَنْصَارِيّ، ففر مِنْهُمْ أَبُو أيوب، فأتى عَلِيًّا بالكوفة، ودخل بسر الْمَدِينَة، قَالَ: فصعد منبرها ولم يقاتله بِهَا أحد، فنادى عَلَى الْمِنْبَر: يَا دينار، ويا نجار، ويا زريق، شيخي شيخي! عهدي بِهِ بالأمس، فأين هُوَ! يعني عُثْمَان، ثُمَّ قَالَ: يَا أهل الْمَدِينَة، وَاللَّهِ لولا مَا عهد إلى مُعَاوِيَة مَا تركت بِهَا محتلما إلا قتلته ثُمَّ بايع أهل الْمَدِينَة، وأرسل إِلَى بني سلمة، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا لكم عندي من أمان وَلا مبايعة حَتَّى تأتوني بجابر بن عَبْدِ اللَّهِ، فانطلق جابر إِلَى أم سلمة زوج النبي ص فَقَالَ لها: ماذا ترين؟ إني قَدْ خشيت ان اقتل، وهذه بيعه ضلاله، قالت: أَرَى أن تبايع، فإني قَدْ أمرت ابني عُمَر بن أبي سلمة أن يبايع، وأمرت ختني عَبْد اللَّهِ بن زمعة وكانت ابنتها زينب ابنة أبي سلمة عِنْدَ عَبْد اللَّهِ بن زمعة فأتاه جابر

فبايعه، وهدم بسر دورا بِالْمَدِينَةِ، ثُمَّ مضى حَتَّى أتى مكة، فخافه أَبُو مُوسَى أن يقتله.فَقَالَ لَهُ بسر: مَا كنت لأفعل بصاحب رَسُول الله ص ذَلِكَ، فخلى عنه.

(تاریخ الطبری:5/139)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

طبری سے لے کر، زیاد بن عبد اللہ البکائی" تک سند نامعلوم ہے۔

دوسری علت:

سند میں عوانہ، کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے اس لیے منقطع روایت ہے

تیسری علت:

عوانہ اخبار وضع کیا کرتا تھا، حافظ ابن کثیر ان واقعات کو بیان کر کے لکھتے ہیں۔

وَهٰذَا الْخَبَرُ مَشْهُورٌ عِنْدَ أَصْحَابِ الْمُغَازِي وَالسِّيَرِ، وَفِي صِحَّتِهِ عِنْدِي نَظَرٌ،

(البدایہ والنہایہ:10/683)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سند منقطع اور نامعلوم راویوں کی وجہ سے ناقابل استدلال اور ناقابل احتجاج ہے ضعیف، مجہول اور متروک راویوں کی روایت سے صحابہ پر طعن بغض صحابہ اور علمی بددیانتی کے سواء کچھ نہیں۔

الزام نمبر 8:

بیعت معاویہ بیعت ضلالت ہے

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 72 پر لکھتے ہیں۔

بیعت معاویہ بیعت ضلالت

اوپر آپ نے پڑھا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ کی بیعت کو اپنے دین کے لئے خطرہ اور بیعت کو، بیعت ضلالت قرار دیا، امام بخاری نے بھی ایک مقام پر معاویہ کے بارے ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مکالمے میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ جملہ نقل کیا، انا اعلم انہا بیعۃ ضلالۃ۔ میں بھی جانتی ہوں یہ گمراہی کی بیعت ہے (التاریخ الصغیر ج1 ص141)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حدثني سعيد بن مُحَمَّد الجَرْمي ثَنا يَعْقُوب بن إِبْرَاهِيم ثَنا أبي عَن مُحَمَّد بن إِسْحَاق حَدَّثَنِي أَبُو نُعَيْمٍ وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَدِمَ بُسْرُ بْنُ أَرْطَاةَ الْمَدِينَةَ زَمَانَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَا أُبَايِعُ رَجُلا مِنْ بَنِي سَلَمَةَ حَتَّى يَأْتِيَ جَابِرٌ فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ بنت أَبِي أُمَيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ بَايِعْ فَقَدْ أَمَرْتُ عَبْدَ اللهِ بن زَمعَة بن أَخِي أَنْ يُبَايِعَ عَلَى دَمِهِ وَمَالِهِ أَنا أعلم أَنَّهَا بيعَة ضَلَالَة. (التاریخ الأوسط: 1/115)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت: مذکورہ روایت کی سند میں سعید بن مُحَمَّد الجَرْمي کی وجہ سے یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ثِقَة إِلَّا أنه شيعي۔ (المغنی فی الضعفاء: 1/265)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صدوق رمي بالتشيع. (تقریب التہذیب: 1/240)

امام سمعانی فرماتے ہیں: الكوفي من أهل الكوفة... غير أنه كان غاليا في التشيع.
(الأنساب: 3/253)

دوسری علت: مذکورہ روایت کی سند میں محمد بن اسحاق راوی کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں

أنه كان يَتَشَيَّع، ويُنْسَب إلى القَدَر، ويُدَلِّس في حديثه .(تاریخ بغداد و ذیلولہ:1 /239)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام پر اعتراض کرنے کے لیے غالی شیعہ کی روایات پیش کی جارہی ہیں یہ ہے جناب ریسرچ اسکالر کی تحقیق۔
تیسری علت: مذکورہ روایت کو بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ بات اہم ہے کہ پیش کردہ روایت کا تعلق واقعہ تحکیم سے ہے جو 37ھ میں ہوا یا اس کے بعد 40ھ کا ہے، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کا یہ واقعہ نہیں ہے۔ اس لیے اس قول کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت سمجھنا غلط ہے اور خلافت کی بیعت کو ضلالت سمجھنا بھی ثابت نہیں۔

امام احمد بن حنبل کے قول کی تحقیق

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 73 پر لکھتے ہیں۔

یہ بیعت، بیعت ضلالت کیوں؟ اس لئے کہ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور خلیفہ راشد عادل کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت شرعاً جائز نہیں بلکہ اس دوسرے مدعی خلافت کو قتل کر دینے کا حکم ہے اسی لئے امام احمد بن حنبل نے فرمایا تھا:

من لم يثبت الامامة لعلى، فهو اضل من حمار اهله.

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص 220)

جو شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نہ مانے تو وہ گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔
چونکہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ان تمام شرعی حدود و قیود سے زیادہ واقف تھے اسی لئے انہوں نے بیعت معاویہ کو گمراہی قرار دیا اور مجبوراً بسر بن ابی ارطاۃ کے ہاتھ پر بیعت معاویہ کر بھی لی تھی

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا عبد الملك بن أبي القاسم، قال: أخبرنا عبد الله بن محمد الأنصاري، قال: أخبرنا أبو يعقوب، قال: حدثنا بن أحمد بن بشر الحافظ، قال: حدثنا أحمد بن الحسين الرازي، قال: حدثنا محمد بن مخلد، قال: سمعت أبا سعيد هشام بن منصور البخاري، يقول: سمعت أحمد بن حنبل يقول: من لم يُثبت الإمامة لعلي، فهو أضل من حمار أهله. (مناقب الامام أحمد:1 /220)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔
پہلی علت: پیش کردہ روایت کی سند میں " محمد بن أحمد بن بشر " کی توثیق پیش کریں۔
دوسری علت: مذکورہ روایت کی سند میں أبا سعید هشام بن منصور البخاری مجہول الحال راوی ہے
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ سند میں مجہول الحال راوی ہیں جس کی وجہ سے روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے

کیا معترض امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول مانتے ہیں؟

محدث ابن الجوزی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف امام احمد بن حنبل سے نقل کی ہے کیا جناب قاری فیضی صاحب امام احمد بن حنبل کے قول کو مانتے ہیں؟
پہلا قول:
محدث ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن ناصر، قال: أنبأنا بن أحمد الفقيه، قال: أخبرنا محمد بن أحمد، قال: حدثنا ابن سلم، قال: أخبرنا أحمد بن عبد الخالق، قال: حدثنا أبو بكر المروذي، قال: قيل لأبي عبد الله أحمد بن حنبل ونحن بالعسكر، وقد جاء بعض رُسل الخليفة فقال: يا أبا عبد الله، ما تقول فيما كان بين علي ومعاوية؟ فقال أبو عبد الله: ما أقول فيهم إلا الحُسنى. (مناقب الامام أحمد:1 /220,221)

امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا اس کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے؟ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: میں تو ان دونوں کے بارے میں اچھی بات ہی کہوں گا۔
دوسرا قول:
ابن الجوزی نقل کرتے ہیں:

قال المروذي: وسمعت أبا عبد الله وذُكر له أصحاب رسول الله، فقال: رحمهم الله اجمعين، ومعاوية وعمرو وأبو موسى الأشعري والمغيرة كلهم وصفهم الله تعالى في كتابه فقال: (سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ.)(مناقب الامام أحمد:1 /220,221)

علامہ مروذی فرماتے ہیں کہ امام احمد کے سامنے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا (یعنی ان کے متعلق آپکی رائے پوچھی گئی) تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: سب صحابہ پر اللہ کی رحمتیں ہوں دیکھو سیدنا معاویہ، عمرو بن العاص، ابو موسی اشعری، اور مغیرہ بن شعبہ، سب اصحاب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں "سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ" سے موصوف فرمایا ہے۔
(یعنی ایمان خالص ومحبت الٰہی سے کی گئی عبادت کا اثر ان کے مکرم چہروں پر جھلکتا ہے لہٰذا سب اللہ کے پیارے ہیں)

امام احمد بن حنبل کے ان اقوال کو بیان نہ کر کے اور ضعیف قول سے استدلال کرنا بہت بڑی تدلیس ہے، اور جناب فیضی کی ساری کتاب ہی ایسی تدلیسات سے بھری پڑی ہے شاید موصوف اس قول پر عمل پیرا ہیں کہ جھوٹ اتنا بولا جائے کہ سچ معلوم ہو ان کی غلط بیانیاں اور یک طرفہ ضعیف اقوال سے استدلال اس قدر زیادہ ہیں کہ موصوف کی کتاب پڑھ کر ایک عام قاری کا ذہن انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اس لیے جناب کی اس کاروائی کو بے نقاب کرنے کے لیے ان کے تمام پیش کردہ اعتراضات کا جائزہ لینا ضروری تھا تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔
جناب فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 73 پر لکھتے ہیں۔

قاتل اگر فقیہ بھی ہو تو اس سے حساب ہو گا؟

ابھی ابھی آپ متعدد کتب کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے یمن میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بھتیجوں کو ان کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا تھا تو ان کی ماں دیوانی ہو گئی تھی اس واقعہ کو امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے اور صراحتاً لکھا ہے کہ بسر بن ارطاۃ کو معاویہ نے بھیجا تھا۔ (التاریخ الصغیر للبخاری ج 1 ص 11، تہذیب الکمال ج 4 ص 64...)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن تہذیب الکمال اور تاریخ الاوسط سے ملاحظہ کریں۔

وقَالَ البُخارِيُّ فِي التاريخ الصغير: حَدَّثَنَا سَعِيد بْن يحيى بْن سَعِيد، عَنْ زياد، عَنِ ابْن إِسْحَاق، قال: بعث معاوية بسر بْن أَبي أرطاة سنة تسع وثلاثين، فقدم المدينة فبايع، ثم انطلق إِلَى مكة واليمن، فقتل عبد الرحمن وقثم ابني عُبَيد الله بْن عباس.
(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: 1/ 64)

وَقَالَ سعيد بْن يحيى بْن سعيد عَن زِيَاد عَن بن إِسْحَاق بعث مُعَاوِيَة بسر بْن أرْطَاة سنة

سبع وَثَلَاثِيْنَ فَقدم الْمَدِينَة فَبَايع ثمَّ انطلق إِلَى مَكَّة واليمن فَقتل عبد الرَّحْمَن وَقثم وَعبيد الله ابْني عَبَّاس۔ (التاریخ الاوسط:1 /582،التاریخ الصغیر :1 /111)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: پیش کردہ روایت میں راوی "زیاد بن عبد الله البكائی" متکلم فیہ ہے۔اگرچہ چند محدثین کرام نے اس کو مغازی میں صدوق کہا ہے مگر یہ روایت تو مغازی کی نہیں ہے۔

دوسری علت: محمد بن اسحاق بن یسار ضعیف راوی ہے بالفرض موصوف اس کی توثیق کا قائل ہے تو پھر بھی اس کی روایت حجت نہیں۔

محدث ابن نمیر فرماتے ہیں۔

إِذَا حَدَّثَ عَمَّنْ سَمِعَ مِنْهُ مِنَ المَعْرُوْفِيْنَ فَهُوَ حَسَنُ الحَدِيْثِ، صَدُوْقٌ، وَإِنَّمَا أُتِيَ مِنْ أَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنِ المَجْهُوْلِيْنَ أَحَادِيْثَ بَاطِلَةً. (سیر أعلام النبلاء،6 :498)

معلوم ہو کہ یہ معروف لوگوں سے روایت کر رہا ہے تو یہ حسن الحدیث اور صدوق ہے،اور اس کی طرف سے ایسی روایت بیان کی جائے جو مجہول راویوں سے ہو تو وہ باطل ہوتی ہیں اس روایت میں بھی محمد بن اسحاق نے مجہول طریق سے روایت پیش کی ہے۔

تیسری علت: محمد بن اسحاق شیعہ راوی ہے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

أنه كان يَتَشَيّع، ويُنْسَبُ إلى القَدَر، ويُدَلِّس في حديثه۔ (تاریخ بغداد وذیولہ:1 /239)

چوتھی علت: مذکورہ روایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن اسحاق بن یسار نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایات قابل استدلال نہیں ہے اور اس سے استدلال مردود ہے۔

جناب فیضی صاحب نے ان ابتدائی اعتراضات اور نام نہاد اصول کو وضع کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں چند روایات سے استدلال کرتے ہوئے ان پر طعن و تشنیع کرنے کی ناکام کوشش کی،موصوف کے پیش کردہ اعتراضات کا نمبروار جواب قارئین کرام کے سامنے پیش خدمت ہے ان روایات کی فنی حیثیت اور جناب فیضی صاحب کا حدیث اور اصولِ حدیث سے نابلد ہونے کا نتیجہ قارئین کرام کی صوابدید پر موقوف ہے۔

الزام نمبر 9:

مسلم خواتین کو لونڈی بنانا اور انہیں بازار میں برائے فروخت کھڑا کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 74,75 پر لکھتے ہیں۔

مسلم خواتین کو لونڈی بنا کر فروخت کرنا

ظلم کی حد یہ ہے کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے مسلم خواتین کو لونڈی بنایا اور بازار میں فروخت کے لئے کھڑا کر دیا چنانچہ امام ذہبی نے پہلے تو یوں لکھا:

فمن اخبث اخبارہ التی ما عملها الحجاج

سو اس کی خبیث ترین خبروں میں سے ایسے اعمال ہیں جیسے حجاج نے کیے تھے۔

اس کے بعد مذکورہ بالا تین واقعات نقل کیے ہیں اور پھر لکھا ہے

فَسَبَی نِسَاءً مُسْلِمَاتٍ، فأُقِمن فی السوق.

پھر اس نے مسلم خواتین کو لونڈی بنایا تو وہ بازار میں کھڑی کی گئیں۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج 5 ص 369)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فاقمن للبیع (سیر اعلام النبلاء: ج 3 ص 410)

امام ابن عبد البر اور امام ابن اثیر جزری نے لکھا ہے

فکن اول مسلمات سبین فی الاسلام.

پس وہ پہلی مسلم خواتین ہیں جو اسلام میں لونڈی بنائی گئیں۔

(الاستیعاب 1 ص 102، اسد الغابہ 1 ص 375)

تمام اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ اس خبیث نے بچوں تک کو ذبح کیا تو انہوں نے اس کو بددعا دی تو وہ آخری عمر میں پاگل ہو گیا تھا۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ: ثنا زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلَامَةَ، عَنْ أَبِي الرَّبَابِ، وَآخَرَ،

سَمِعَا أَبَا ذَرٍّ يَتَعَوَّذُ مِنْ يَوْمِ الْعَوْرَةِ. قَالَ زَيْدٌ: فَقُتِلَ عُثْمَانُ، ثُمَّ أَرْسَلَ مُعَاوِيَةُ بُسْرَ بْنَ أَرْطَاةَ إِلَى الْيَمَنِ، فَسَبَى نِسَاءً مُسْلِمَاتٍ، فأقمن في السوق. (تاریخ الاسلام:5/220)

ابن عبدالبر کی سند: پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بن محمد بن علي، قال حدثنا أبي، قال: حدثنا عبد الله ابن يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيُّ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلَامَةَ، أَبُو سَلَامَةَ. عَنْ أَبِي الرَّبَابِ وَصَاحِبٌ لَهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا ذر رضي الله عنه [يدعو و] يتعوّذ فِي صَلَاةٍ صَلَاهَا أَطَالَ قِيَامَهَا وَرُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا قال: فَسَأَلْنَاهُ، مِمَّ تَعَوَّذْتَ؟ وَفِيمَ دَعَوْتَ؟ فَقَالَ: تَعَوَّذْتُ بالله من يوم البلاء وَيَوْمِ الْعَوْرَةِ. فَقُلْنَا: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: أَمَّا يوم البلاء فَتَلْتَقِي فِتْيَانٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. وَأَمَّا يَوْمُ الْعَوْرَةِ فَإِنَّ نِسَاءً مِنَ الْمُسْلِمَاتِ لَيُسْبَيْنَ، فَيُكْشَفُ عَنْ سُوقِهِنَّ فَأَيَّتُهُنَّ كَانَتْ أَعْظَمَ سَاقًا اشْتُرِيَتْ عَلَى عِظَمِ سَاقِهَا. فَدَعَوْتُ اللهَ أَلا يُدْرِكَنِي هَذَا الزَّمَانُ، وَلَعَلَّكُمَا تُدْرِكَانِهِ. قَالَ: فقتل عثمان، ثُمَّ أَرْسَلَ مُعَاوِيَةُ بُسْرَ بْنَ أَرْطَاةَ إِلَى الْيَمَنِ، فَسَبَى نِسَاءً مُسْلِمَاتٍ، فَأُقِمْنَ فِي السُّوقِ. (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب:1/161)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند

ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قال: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، قال: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلَامَةَ أَبُو سَلَامَةَ، عَنْ أَبِي الرَّبَابِ، وَصَاحِبٍ لَهُ أَنَّهُمَا: سَمِعَا أَبَا ذَرٍّ يَدْعُو، قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ: رَأَيْنَاكَ صَلَّيْتَ فِي هَذَا الْبَلَدِ صَلَاةً لَمْ نَرَ أَطْوَلَ مَقَامًا وَرُكُوعًا وَسُجُودًا، فَلَمَّا أَنْ فَرَغْتَ رَفَعْتَ يَدَيْكَ فَدَعَوْتَ، فَتَعَوَّذْتَ مِنْ يَوْمِ الْبَلَاءِ وَيَوْمِ الْعَوْرَةِ !، قَالَ: - فَمَا أَنْكَرْتُمْ ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ "، قَالَ: - أَمَّا يَوْمُ الْبَلَاءِ ؛ فَتَلْتَقِي فِئَتَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَيَوْمُ الْعَوْرَةِ، إِنَّ النِّسَاءَ مِنَ الْمُسْلِمَاتِ يُسْبَيْنَ فَيُكْشَفُ عَنْ سُوقِهِنَّ، فَأَيَّتُهُنَّ أَعْظَمُ سَاقًا اشْتُرِيَتْ عَلَى عِظَمِ سَاقِهَا، فَدَعَوْتُ أَنْ لَا يُدْرِكَنِي هَذَا الزَّمَانُ، وَلَعَلَّكُمَا تُدْرِكَانِهِ "، قَالَ: فَقُتِلَ عُثْمَانُ، وَأُرْسِلَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي أَرْطَاةَ إِلَى الْيَمَنِ، فَسَبَى

نِسَاءٍ مِنَ الْمُسْلِمَاتِ فَأَقَمْنَ فِي السُّوقِ. (المصنف ابی بکر بن ابی شیبہ:21 /273 محمد عوامہ)

روایت کی اسنادی حیثیت

علامہ ذہبی کی نقل کردہ روایت کی مکمل سند مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں نقل کی ہے اس لیے اس کی سند پر کلام ملاحظہ کریں۔

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں راوی زید بن الحباب جو فی نفسہ ثقہ ہے مگر اس کی مجہول اور ضعیف راویوں سے روایت کے بارے میں محدثین کرام نے کلام کیا ہے۔

ابن حبان لکھتے ہیں:

وكان ممن يخطىء يعتبر حديثه إذا روى عن المشاهير وأما روايته عن المجاهيل ففيها المناكير. (الثقات لابن حبان:8 /250)

اس کی حدیث کا اعتبار کیا جائے گا جب یہ مشاہیر محدثین سے روایت کرے اور مجاہیل کے روایات میں مناکیر ہیں۔

اس روایت میں زید بن الحباب موسیٰ بن عبیدۃ سے روایت کر رہا ہے جو مشاہیر میں سے نہیں ہیں، بلکہ ضعیف ہے تو ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے اور جناب فیضی صاحب تو حدیث منکر کو موضوع ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں کیا اسی کا نام تحقیق ہے کہ دوسروں کو منکر روایات پر مطعون کیا جائے اور ان کو ناصبی کہا جائے؟

دوسری علت: اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں۔

وكان صالحاً ضعيفاً باتفاق. یعنی عادل تو ہیں مگر ضابط نہیں۔ (العبر فی خبر من غبر:1 /169)

امام بیہقی فرماتے ہیں۔ ضعيف. لا يحتجّ به. (السنن الکبریٰ:2 /387)

امام بخاری فرماتے ہیں: منكر الحديث قاله أحمد بن حنبل. (التاریخ الکبیر:7 /1242)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

لا یكتب حديث موسى بن عُبيدة، ولم أخرج عنه شيئًا، حديثه منكر.
(الکامل: ت1813)

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

لا يتابع على حديثه. (الضعفاء والمتروكين: ت517)
ضعيف. (سنن دارقطنی: رقم3511)
ليس بالقوي. (العلل: رقم33911)

محدثین کرام کی رائے ملاحظہ کریں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وقال محمد بن إسحاق الصائغ عن أحمد: لا تحل الرواية عنه
وقال أحمد بن الحسن الترمذي عن أحمد: لا يكتب حديث أربعة موسى بن عبيدة وإسحاق بن أبي فروة وجويبر وعبد الرحمن بن زياد
وقال البخاري قال أحمد: منكر الحديث
وقال الأثرم عن أحمد: ليس حديثه عندي بشيء
قال أبو داود عن أحمد: ليس بشيء
وقال صالح بن أحمد عن أبيه: لا يشتغل به
وقال عبد الله بن أحمد عن أبيه: اضرب على حديثه
وسمعت أحمد بن حنبل يقول: لا يكتب حديثه وحديثه منكر
وقال عباس عن بن معين: لا يحتج بحديثه.
وقال علي بن المديني: موسى بن عبيدة ضعيف الحديث حدث بأحاديث مناكير
وقال أبو زرعة: ليس بقوي الأحاديث
وقال أبو حاتم: منكر الحديث
وقال الترمذي: يضعف
وقال النسائي: ضعيف وقال مرة ليس بثقة
وقال ابن سعد: كان ثقة كثير الحديث وليس بحجة

وقال يعقوب بن شيبة : صدوق ضعيف الحديث جدا ومن الناس من لا يكتب حديثه لوهائه وضعفه وكثرة اختلاطه وكان من أهل الصدق

وقال ابن عدي: التي ذكرتها لموسى عامتها غير محفوظة والضعف على رواياته بين

قال أبو بكر البزار :موسى بن عبيدة رجل مفيد وليس بالحافظ

أبو أحمد الحاكم :ليس بالقوي عندهم

وقال الساجي منكر الحديث: وكان رجلا صالحا

وكان القطان: لا يحدث عنه

وذكره البرقي :في باب من كان الضعف غالبا في حديثه وقد تركه بعض أهل العلم

وقال ابن قانع :فيه ضعف

وقال ابن حبان: ضعيف. (تہذیب التہذیب:10/356)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ راوی موسیٰ بن عبیدۃ ضعیف اور متروک راوی ہے اور جناب امام بخاری کا کسی راوی کو منکر الحدیث کہنے پر اس روایت کو نہ لینے کی حرمت کے قائل بھی ہیں۔

تیسری علت: مذکورہ روایت میں " زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلَامَةَ أَبُو سَلَامَةَ " راوی کی توثیق پیش کریں۔

چوتھی علت: مذکورہ روایت میں " أَبِي الرَّبَابِ " کی توثیق ثابت کریں مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

پانچویں علت: مذکورہ روایت میں " وَصَاحِبٍ لَهُ أَنَّهُمَا " کی تصریح کیں کہ اس میں یہ مجہول شخص کون ہے؟

چھٹی علت: مذکورہ رویات میں " ابی الرباب یا وَصَاحِبٍ لَهُ أَنَّهُمَا " کا سماع حضرت " أَبَا ذَرٍّ رضی اللہ عنہ " سے ثابت کریں اس لیے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند منقطع ہونے کے ساتھ متروک بھی ہے اور ایسی روایت کے بل بوتے پر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حرف گیری کرنا علمی بددیانتی ہے اور روافض کا شعار بھی۔

الزام نمبر 10:

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن وغیرہ مقامات پر افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 68 پر لکھتے ہیں۔
چنانچہ متعدد علماء کرام لکھتے ہیں:

وكان من شيعة معاوية، وشهد معه صفين.وكان معاوية وجهه إلى اليمن والحجاز في أول سنة أربعين، وأمره أن يتقرى من كان في طاعة علي فيوقع بهم، ففعل بمكة والمدينة واليمن أفعالاً قبيحة.

یہ معاویہ بن ابی سفیان کے شیعہ (طرفداروں) سے تھا اور جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ تھا معاویہ نے اس کو سنہ 40ھ کے آغاز میں یمن اور حجاز کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو لوگ طاعت علی پر قائم ہوں چن چن کر ان کا کام تمام کر دے تو اس نے خوب ان سے جنگ کی پس نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن میں افعال قبیحہ کا ارتکاب کیا۔

(تاریخ دمشق ج10 ص145، تہذیب الکمال ج4 ص61......)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قال: أخبرنا محمد بن عمر. قال: حدثني داود بن جبيرة. عن عطاء بن أبي مروان. قال: بعث معاوية بسر بن أرطاة إلى المدينة ومكة واليمن يستعرض الناس. فيقتل من كان في طاعة علي بن أبي طالب.فأقام بالمدينة شهرا ليس يقال له في أحد إن هذا ممن أعلن على عثمان إلا قتله. (الجزء المتمم لطبقات ابن سعد 2/ 185)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں محمد بن عمر الواقدی پر محدثین کرام کی جرح ضعف اور متروک موجود ہیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں داود بن جبیرۃ مجہول راوی ہے محدثین کرام سے اس کی توثیق پیش کریں۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں داود بن جبیرۃ کا سماع عطاء بن أبي مروان سے ثابت نہیں ہے

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں عطاء بن أبي مروان کا اس واقعہ کے وقت ہونا قابل تحقیق ہے۔

کتاب کا محقق اس روایت کے بارے میں لکھتا ہے۔

إسناده: ضعيف ومنقطع. وفي متنه نكارة.

اس کی سند ضعیف اور منقطع اور اس کے متن میں نکارت ہے۔ (الجزء المتمم لطبقات ابن سعد: 2/185)

موصوف اگر طبقات ابن سعد کے محقق کی بات ہی پڑھ لیتے تو ایسی روایت کو پیش نہ کرتے مگر کیونکہ یہاں تو عام قاری کے ذہن کو منتشر کرنے کا جو پروگرام تھا اِس لیے جو روایت ملی، اُس کو نقل کر کے استدلال کیا دوسروں کو صحیح روایت سے استدلال کا درس اور خود متروک اور مردود قسم کی روایت سے استدلال، واہ رے بغض صحابہ کا کمال۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حق بات کہنے سے ڈرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 107,108 پر لکھتے ہیں۔

حلیم و بر باد کے سامنے تو کوئی عام شخص بھی سچ بولنے سے نہیں گھبراتا چہ جائیکہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما گھبرا جائیں جو انہیں اپنے والد اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ حلیم مانتے تھے؟ امیر اہل سنت کی تحقیق سے روگردانی کرنے سے بھی ہم خوف زدہ ہیں لیکن ہمارے سامنے ایسے حقائق بھی ہیں کہ ان کے ممدوح کے سامنے ایسا سچ بولنا دشوار تھا جو ان کے مفاد کے خلاف ہوتا تھا، چنانچہ متعدد علماء کرام سیدنا امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ذَكَرُوا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ شَيْئًا، فَتَكَلَّمُوا، وَالأَحْنَفُ سَاكِتٌ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: تَكَلَّمْ يَا أَبَا بَحْرٍ. فَقَالَ: أَخَافُ اللهَ إِنْ كَذَبْتُ، وَأَخَافُكُمْ إِنْ صَدَقْتُ.

لوگوں نے معاویہ کی مجلس میں کسی چیز کا ذکر کیا تو اس میں خوب بحث کی لیکن احنف بن قیس خاموش رہے اس پر معاویہ نے انہیں کہا اے ابو بحر! تم بھی کچھ بولو، انہوں نے فرمایا اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کا ڈر ہے اور اگر سچ بولوں تو تمہارا ڈر ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج 9 ص 94، الکامل فی اللغۃ للمبرد ج 1 ص 98، المنتظم ج 6 ص 93، 94)
اگر احنف بن قیس انہیں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ حلیم سمجھتے تو ان کے سامنے اظہار حق سے کیوں خوفزدہ ہوتے؟ شاید کوئی شخص اس کی یہ تاویل کرے کہ احنف بن قیس سکوت کے عادی تھے اس لئے انہوں نے وہ کہا جو کہا لیکن یہ تاویل باطل ہے اس لئے کہ وہ حق گو آدمی تھے اور ظاہر ہے ہر جگہ حق گوئی کوئی آسان نہیں۔

جواب:

مذکورہ روایت کو جس طرح پیش کیا گیا ہے اس کی تو واقعی داد تحسین دینی چاہیے کہ کیسے ایک واقعہ کو اپنے ذہنی اختراع کے لیے پیش کیا گیا۔
روایت میں واضح ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مسئلہ پر سب لوگ خوب بحث ومباحثہ کر رہے تھے اور اپنی رائے دے رہے تھے اس مجلس میں سب نے رائے دی مگر حضرت الاحنف بن قیس جو کہ حق گوئی میں مشہور تھے وہ اپنے رائے دینے سے اجتناب کرتے رہے جبکہ خود ریسرچ اسکالر صاحب الاحادیث الموضوعہ صفحہ 108 پر حضرت الاحنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حق گوئی کی روایت پیش کر رہے ہیں۔
مذکورہ روایت میں "سچ بولنے سے ڈر" کا مطلب یہ کیسے نکالا کہ حضرت الاحنف بن قیس رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر کے سامنے حق بات کرتے تھے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حق بات کرنے سے کیسے سکوت کریں گے؟ پیش کردہ روایت میں "کسی چیز کا ذکر کیا" کی تفصیل موجود نہیں تاکہ اس واقعہ نوعیت اور حقیقت واضح ہو جبکہ اس کا ذکر تفصیل سے حافظ ابن کثیر نے کیا ہے جس سے حقیقت آشکار ہوتی ہے

اصل حقیقت

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَفَدَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مُعَاوِيَةَ، وَمَعَهُ أَشْرَافُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَالْعِرَاقِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُمْ عُبَيْدُ اللهِ عَلَيْهِ عَلَى مَنَازِلِهِمْ مِنْهُ، فَكَانَ آخِرَ مَنْ أَدْخَلَهُ عَلَى مُعَاوِيَةَ الْأَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ، وَلَمْ يَكُنْ عُبَيْدُ اللهِ يُجِلُّهُ، فَلَمَّا رَأَى مُعَاوِيَةُ الْأَحْنَفَ رَحَّبَ بِهِ وَعَظَّمَهُ وَأَجَلَّهُ وَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى السَّرِيرِ، ثُمَّ تَكَلَّمَ الْقَوْمُ فَأَثْنَوْا عَلَى عُبَيْدِ اللهِ، وَالْأَحْنَفُ سَاكِتٌ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا لَكَ يَا أَبَا بَحْرٍ لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالَ: إِنْ تَكَلَّمْتُ خَالَفْتُ الْقَوْمَ. فَقَالَ

مُعَاوِيَةُ: انْهَضُوا فَقَدْ عَزَلْتُهُ عَنْكُمْ. فَاطْلُبُوا وَالِيًا تَرْضَوْنَهُ. فَمَكَثُوا أَيَّامًا يَتَرَدَّدُونَ إِلَى أَشْرَافِ بَنِي أُمَيَّةَ، يَسْأَلُونَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنْ يَتَوَلَّى عَلَيْهِمْ، فَلَمْ يَقْبَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ جَمَعَهُمْ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنِ اخْتَرْتُمْ؟ فَاخْتَلَفُوا عَلَيْهِ وَالْأَحْنَفُ سَاكِتٌ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا لَكَ لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ غَيْرَ أَهْلِ بَيْتِكَ فَرَأْيَكَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ أَعَدْتُهُ إِلَيْكُمْ. وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: قَالَ الْأَحْنَفُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنْ وَلَّيْتَ عَلَيْنَا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ فَإِنَّا لَا نَعْدِلُ بِعُبَيْدِ اللهِ أَحَدًا، وَإِنْ وَلَّيْتَ عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِهِمْ فَانْظُرْ لَنَا فِي ذَلِكَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ أَعَدْتُهُ إِلَيْكُمْ. ثُمَّ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْصَى عُبَيْدَ اللهِ بِالْأَحْنَفِ خَيْرًا، وَقَبَّحَ رَأْيَهُ فِي مُبَاعَدَتِهِ، فَكَانَ الْأَحْنَفُ بَعْدَ ذَلِكَ أَخَصَّ أَصْحَابِ عُبَيْدِ اللهِ، وَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ لَمْ يَفِ لِعُبَيْدِ اللهِ غَيْرُ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ. (البدایہ والنہایہ: 11/ 345)

عبید اللہ بن زیاد ان کی تعظیم نہ کرتا تھا اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف بن قیس کو دیکھا تو آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی تعظیم کی.... پھر لوگوں سے گفتگو کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد کی تعریف کی اور حضرت احنف خاموش رہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے ابو بحر آپ گفتگو نہیں کرتے؟ آپ نے ان سے کہا اگر میں نے بات کی تو میں لوگوں کے خلاف بات کروں گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اٹھو، میں نے اسے تم سے معزول کیا، اپنے پسند کے والی کو تلاش کرو، پس وہ کئی روز تک قیام کر کے بنو امیہ کے اشراف کے پاس آتے رہے اور ہر ایک سے کہتے کہ وہ ان پر والی بن جائے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ان کی بات نہ مانی، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جمع کر کے فرمایا تم نے اسے منتخب کیا ہے؟ تو انہوں نے اس پر اختلاف کیا اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ خاموش رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ کیوں نہیں بولتے؟ آپ نے کہا یا امیر المومنین اگر آپ اہل بیت کے علاوہ کسی اور کو چاہتے ہیں تو آپ کی اپنی رائے ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں دوبارہ آپ سے یہ بات کہتا ہوں ابن جریر کا بیان ہے کہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین اپنے اہل بیت سے ہم پر امیر مقرر کریں تو ہم کسی کو عبید اللہ بن زیاد کے برابر قرار نہیں دیتے۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت احنف نے عبید اللہ بن زیاد کی امارت کے معاملے پر خاموشی اختیار کی اور پوچھنے پر حق بات کہی، حضرت احنف کی طرف سکوت کا قول باطل و مردود ہے۔

الزام نمبر 11:

گروہِ معاویہ پر ضلالت کا الزام

جناب ریسرچ اسکالر قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 159 پر محدث الجورقانی کے قول پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نیز اس کی یہ بات اس اثر کے بھی خلاف ہے جس میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے گروہ معاویہ کے بارے میں فرمایا: انهم علی الضلالة (وہ لوگ ضلالت پر ہیں)

(مسند احمد ج4 ص319 و ط: ج6 ص405 حدیث 19090......)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلِمَةَ يَقُولُ: رَأَيْتُ عَمَّارًا يَوْمَ صِفِّينَ، شَيْخًا كَبِيرًا آدَمَ، طُوَالًا آخِذًا الْحَرْبَةَ بِيَدِهِ، وَيَدُهُ تَرْعَدُ فَقَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ قَاتَلْتُ بِهَذِهِ الرَّايَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَهَذِهِ الرَّابِعَةُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ ضَرَبُونَا حَتَّى يَبْلُغُوا بِنَا سَعَفَاتِ هَجَرَ، لَعَرَفْتُ أَنَّ مُصْلِحِينَا عَلَى الْحَقِّ، وَأَنَّهُمْ عَلَى الضَّلَالَةِ"

(مسند الامام أحمد بن حنبل: 4/ 319 رقم (18884) (19090)

ترجمہ: عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں، میں نے صفین کے دن عمار نامی ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو لمبا تھا، ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے اور ہاتھ میں ہاتھ تھا پس اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے اس جھنڈے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین بار جنگ کی اور چوتھی بار، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ صفات حجر تک پہنچنے تک ہمیں مارتے تو مجھے معلوم ہوتا کہ ہمارے مصلحین حق پر ہیں اور وہ گمراہی پر ہیں۔

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:

وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: حدثنا أبو داود. قال: أخبرنا شعبة، عن عمرو بن مرة. قال: كان عبد الله بن سلمة قد كبر، فكان يحدثنا فتعرف وتنكر. (العلل: رقم 1824)

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں

محدث ابن الکیال نے عبداللہ بن سلمہ کے مختلط ہونے کا لکھا ہے۔

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات: 1/ 479)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبد الله بن سلمة بكسر اللام المرادي الكوفي صدوق تغير حفظه.

(تقریب التہذیب: 1/ 306 رقم 3364)

مذکورہ روایت میں عبداللہ بن سلمہ سے روایت نقل کرنے والا راوی عمرو بن مرہ ہے جس کا سماع عبداللہ بن سلمہ سے اختلاط کے بعد کا ہے۔

دوسری علت:

امام بخاری لکھتے ہیں۔

لا يُتابَعُ في حديثه. اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی۔ (التاریخ الکبیر: 5/ 99)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اور موصوف کی اپنی کتاب کے شروع میں بیان کردہ اصول کے بھی خلاف ہے۔

الزام نمبر 12:

حصول مملکت اور دنیا طلبی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 160 پر لکھتے ہیں۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

عمرو بن الحکم عوانہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ معاویہ کے پاس گئے تو انہیں امیر المؤمنین کے الفاظ سے سلام نہ کیا معاویہ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا ہم مومن ہیں اور ہم نے آپ کو اپنا امیر نہیں بنایا، پھر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم تو اس حال میں بہت خوش ہو اور اللہ کی قسم! میں اگر اس مقام پر ہوتا جہاں اب تم ہو تو مجھے اس میں خوشی نہ ہوتی کہ میں ذرہ برابر خون بہا کر یہ مقام حاصل کرتا۔

(سیر اعلام النبلاء ج 1 ص 122، مالک الابصار لابن فضل اللہ العمری ج 24 ص 272، الانساب للبلاذری ج 5 ص 31)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نزدیک قصاص عثمان غنی رضی اللہ عنہ محض بہانہ تھا اصل مقصود حصول مملکت اور دنیا طلبی تھی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (جنہیں شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ فرمایا گیا) بھی فرماتے تھے کہ قصاص محض بہانہ ہے اصل جذبہ حصول اقتدار ہے خود امیر شام کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَرَوَى: عُمَرُ بنُ الحَكَمِ، عَنْ عَوَانَةَ، قَالَ: دَخَلَ سَعْدٌ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَلَمْ يُسَلِّمْ عَلَيْهِ بِالإِمْرَةِ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَوْ شِئْتَ أَنْ تَقُوْلَ غَيْرَهَا لَقُلْتَ. قَالَ: فَنَحْنُ المُؤْمِنُوْنَ، وَلَمْ نُؤَمِّرْكَ. فَإِنَّكَ مُعْجَبٌ بِمَا أَنْتَ فِيْهِ، وَاللهِ مَا يَسُرُّنِي أَنِّي عَلَى الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ، وَأَنِّي هَرَقْتُ مِحْجَمَةَ دَمٍ. قُلْتُ: اعْتَزَلَ سَعْدٌ الفِتْنَةَ. فَلاَ حَضَرَ الجَمَلَ، وَلاَ صِفِّيْنَ، وَلاَ التَّحْكِيْمَ، وَلَقَدْ كَانَ أَهْلاً لِلإِمَامَةِ، كَبِيْرَ الشَّأْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. (سیر أعلام النبلاء: 3/ 83)

علامہ ذہبی نے سیر الاعلام النبلاء میں اس روایت کی مکمل سند نہیں نقل کی، اس روایت کی مکمل سند تاریخ دمشق

اور الانساب الاشراف میں ہے۔
تاریخ دمشق کی سند:

أخبرنا أبو بكر محمد بن شجاع أنا أبو عمرو بن منده أنا الحسن بن محمد بن يوسف أنا أبو الحسن النسائي نا أبو بكر بن أبي الدنيا نا سليمان بن منصور الخزاعي نا عمر بن الحكم عن عوانة قال دخل سعد بن أبي وقاص على معاوية فسلم عليه ولم يسلم بإمرة المؤمنين فقال له معاوية لو شئت أن تقول غيرها لقلت قال فنحن المؤمنون ولم نؤمرك كأنك معجب بما أنت فيه يا معاوية والله ما يسرني أني على الذي أنت عليه وأني هرقت محجمة من دم قال لكني وابن عمك عليا يا أبا إسحاق قد هرقنا فيه أكثر من محجمة ومحجمتين تعال فاجلس معي على السرير. (تاریخ دمشق:20/359)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
پہلی علت: اس سند کا راوی سلیمان بن منصور الخزاعی کی بھی توثیق مطلوب ہے۔
دوسری علت: اس سند میں ایک راوی مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ کی بھی توثیق مطلوب ہے۔
تیسری علت: اس سند میں ایک راوی عوانة بن الحكم پر نہ کسی نے جرح کی اور نہ ہی تعدیل کی۔
علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

عوانة بن الحكم : قَلَّ أَنْ رَوَى حديثًا مُسْنَدًا ، ولهذا لم يُذكر بجرح ولا تعديل ، والظاهر أَنَّهُ صدوق أي "فِي نَقْلِهِ. (سیر أعلام النبلاء:7/201)

مگر اس قول میں عوانہ کو نقل میں صدوق کہا نہ کہ روایات بیان کرنے میں، وہ نقل کرنے کے معاملے میں "صدوق" یعنی سچے آدمی تھے (یعنی جو سچ یا جھوٹ ان کے سامنے بیان ہوتا، اسے ٹھیک ٹھیک نقل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وكان عثمانيا، فكان يَضَع الأخبار لبني أمية. (لسان المیزان:6/247)

یعنی یہ راوی عثمانی تھا اور بنی امیہ کے لیے آثار وضع کرتا تھا۔
ایسا راوی جو کہ خبریں گھڑتا ہو، کی روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

چوتھی علت:

یہ واقعہ "عوانہ" نے کس راوی سے سنا اس کا ذکر نہیں، اس لیے یہ روایت منقطع ہے۔

انساب الاشراف کی سند:

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَيُّوبَ عن خالد بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: دَخَلَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ: يَا مُعَاوِيَةُ أَرَاكَ مُعْجَبًا بِمَا أَنْتَ فِيهِ، وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنِّي نِلْتُ مَا أَنْتَ فِيهِ وَأَنِّي هرقت محجمة من دم، قال: لكنّني وَابْنَ عَمِّكَ قَدْ هَرَقْنَا مَحْجَمَةً وَمَحْجَمَةً وَمَحَاجِمَ.

(جمل من أنساب الأشراف: 5/84)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ سند میں "إِسْحَاقَ بْنِ أَيُّوبَ" کی توثیق کسی محدث سے ثابت ہو تو پیش کریں۔

دوسری علت:

خالد بن خداش بن عجلان، کا سماع حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے یہ روایت خالد بن خداش بن عجلان، نے کس سے سنی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے صحابی رسول کی شان میں حدیث صحیح قبول نہیں ہوتی، دوسری طرف موصوف فیضی ضعیف اور متروک روایت پیش کرکے ریسرچ اسکالر بنے بیٹھے ہیں۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص160، 161 پر لکھتے ہیں۔

چنانچہ امام فسوی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

سعید بن سوید نے بیان کیا کہ معاویہ نے ہمیں کوفہ سے باہر نخیلہ کے مقام پر نماز جمعہ پڑھائی تو خطبہ میں کہا:

ما قاتلتكم لتصوموا ولا لتصلوا ولا لتحجوا ولا لتزكوا، قد عرفت أنكم تفعلون ذلك، ولكن انما قاتلتكم لا تأمر عليكم، فقد أعطاني الله ذلك وأنتم كارهون.

میں نے تمہارے ساتھ اس لئے نہیں جنگ کی کہ تم روزے رکھو، نہ اس لئے کہ نماز پڑھو، حج کرو اور نہ ہی اس لئے کہ زکوٰۃ ادا کرو، میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کرتے ہو لیکن میں نے تو فقط اس

لئے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے کہ تم پر حکومت کروں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطاء کر دی حالانکہ تم ناپسند کرتے ہو۔
(المعرفۃ والتاریخ للفسوی ص 667، تاریخ دمشق ج 59 ص 150، سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 147، البدایہ والنہایہ ج 8 ص 190)

امام حسن مجتبیٰ ؓ نے دستبرداری کے وقت جو کڑوا گھونٹ پیا تھا اس پر ان کے خیر خواہ حضرات کی اکثریت ناراض تھی لیکن اس کے بغیر چارہ کار ہی نہ تھا خود سیدنا علی ؓ فرما گئے تھے، اگر تم نے معاویہ کی امارت کو ناپسند کیا تو تم دیکھو گے کہ گردنیں کندھوں سے کٹ کٹ کر گریں گی۔
(سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 144)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔
محدث فسوی لکھتے ہیں۔

وقال يعقوب بن سفيان: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وسعيد بن منصور قالا: ثنا أبو معاوية ثنا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سعيد بن سويد قال: صلى بنا معاوية بالنخيلة يعني خارج الكوفة الجمعة في الضحى، ثم خطبنا فقال: ما قاتلتكم لتصوموا ولا لتصلوا ولا لتحجوا ولا لتزكوا، قد عرفت أنكم تفعلون ذلك، ولكن انما قاتلتكم لا تأمر عليكم. فقد أعطاني الله ذلك وأنتم كارهون. (المعرفۃ والتاریخ: 3/318)

حافظ ابن عساکر قول کی سند نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو محمد بن حمزة نا أبو بكر الحافظ ح وأخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو بكر بن اللالكائي قال أنا ابن الفضل أنا عبد الله نا يعقوب نا أبو بكر بن أبي شيبة وسعيد بن منصور قالا نا أبو معاوية نا الأعمش عن عمرو بن مرة عن سعيد بن سويد قال صلى بنا معاوية بالنخيلة الجمعة في الضحى ثم خطبنا فقال ما قاتلتكم لتصوموا ولا لتصلوا ولا لتحجوا ولا لتزكوا قد عرف أنكم تفعلون ذلك ولكن إنما قاتلتكم لأتأمر عليكم فقد أعطاني الله ذلك وأنتم كارهون. (تاریخ دمشق: 59/150)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت جس کی سند محدث فسوی اور حافظ ابن عساکر نے نقل کی ہے، قابل احتجاج نہیں ہے۔
پہلی علت: روایت مذکورہ میں راوی سعید بن سوید، کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں۔
دوسری علت: روایت کے راوی، سعید بن سوید، کی حدیث کے متابعت نہیں ہوتی، اس لیے ضعیف ہے۔
امام بخاری فرماتے ہیں۔

ولا يتابع عليه. (التاریخ الکبیر: 3/ 476)

تیسری علت: پیش کردہ روایت میں اعمش مدلس ہے۔
امام اعمش اگر اپنے درج ذیل تین اساتذہ سے روایت کریں تو ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے الا یہ کہ کسی خاص روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے۔ ابو صالح السمان، ابو وائل شقیق، ابراہیم بن یزید النخعی
چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں:

"قلت: وهو يدلس، وربما دلس عن ضعيف، ولا يدري به، فمتى قال حدثنا فلا كلام، ومتى قال "عن" تطرق إلى احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم: كإبراهيم، وأبي وائل، وأبي صالح السمان، فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال"

"میں کہتا ہوں کہ اعمش تدلیس کیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ ضعیف راوی سے بھی تدلیس کیا کرتے تھے اور انہیں اس کا علم نہیں ہوتا لہٰذا جب آپ حدثنا کہیں تو اس کی روایت کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب آپ "عن" کہیں تو اس میں تدلیس کا احتمال آجاتا ہے سوائے ان شیوخ میں جن سے آپ نے کثرت سے روایات لی ہیں مثلاً ابراہیم (النخعی)، ابی وائل (شقیق بن سلمہ)، اور ابو صالح السمان، کیونکہ ان کی روایت اس صنف سے اتصال پر محمول ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال: 2/ 224)

پیش کردہ روایت میں اعمش راوی عمرو بن مرۃ سے روایت بیان کر رہے ہیں اس لیے تدلیس ثابت ہوتی ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال علمی خیانت ہے۔

الزام نمبر 13:

دنیوی سلطنت اور فرعون کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 161,162 پر لکھتے ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی امارت کے بارے میں جو (Remarks) دیے تھے اگر ان پر غور کیا جائے تو اصل حقیقت عیاں ہو جاتی ہے انہوں نے ان کی مملکت کو دنیوی سلطنت قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ فرعون کو ملک نہیں ملا تھا؟ ان کے اصل الفاظ میں غور فرمائیں امام ابن عساکر، امام ذہبی اور ابن کثیر حالات معاویہ میں سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

عن الأسود بن يزيد قال قلت لعائشة ألا تعجبين لرجل من الطلقاء ينازع أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) في الخلافة قالت وما تعجب من ذلك هو سلطان الله يؤتيه البر والفاجر وقد ملك فرعون أهل مصر أربع مائة سنة.

(تاریخ دمشق ج 59 ص 145، مختصر تاریخ دمشق ج 25 ص 42، سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 143)

حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کیا آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ خلافت کے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا شخص تنازع کر رہا ہے جو طلقاء میں سے ہے؟ انہوں نے فرمایا تم اس معاملہ میں حیرت زدہ کیوں ہو؟ یہ خدا کا ملک ہے وہ نیک و فاجر ہر ایک کو دے دیتا فرعون نے بھی مصر پر چار سو سال حکومت کی تھی

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد أنا أبو القاسم بن أبي العلاء أنا عبد الرحمن بن محمد بن ياسر أنا علي بن يعقوب بن أبي العقب حدثني القاسم بن موسى بن الحسن نا عبدة الصفار نا أبو داود نا أيوب بن جابر عن أبي إسحاق عن الأسود بن يزيد قال قلت لعائشة ألا تعجبين لرجل من الطلقاء ينازع أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) في الخلافة قالت وما تعجب من ذلك هو سلطان الله يؤتيه البر والفاجر وقد ملك فرعون أهل مصر أربع مائة سنة. (تاریخ دمشق: 59/145)

حافظ ذہبی نے اس روایت کی مکمل سند نقل نہیں کی مگر موصوف نے حوالہ دیا ہے۔

أَيُّوبُ بنُ جَابِرٍ: عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الأَسْوَدِ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَلاَ تَعْجَبِيْنَ لِرَجُلٍ مِنَ الطُّلَقَاءِ يُنَازِعُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فِي الخِلاَفَةِ؟ قَالَتْ: وَمَا يُعْجَبُ؟ هُوَ سُلْطَانُ اللهِ يُؤْتِيْهِ البَرَّ وَالفَاجِرَ، وَقَدْ مَلَكَ فِرْعَوْنُ مِصْرَ أَرْبَعَ مائَةِ سَنَةٍ. (سیر أعلام النبلاء:3/ 143)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: پیش کردہ روایت کا راوی أَيُّوبُ بنُ جَابِرٍ ضعیف راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی محدثین کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

قال عبد الله بن أحمد عن أبيه حديثه يشبه حديث أهل الصدق وقال الدوري قلت لابن معين كيف حديثه قال "ضعيف ليس بشيء". قلت: هو أمثل أو أخوه محمد قال لا ولا واحد منهما وقال معاوية بن صالح عنه "ليس بشيء" وقال أحمد ابن عصام الأصبهاني كان علي بن المديني يضع حديث أيوب بن جابر أي يضعفه وقال عمرو بن علي "صالح" وقال النسائي: "ضعيف" وقال أبو زرعة: "واهي الحديث ضعيف وهو أشبه من أخيه" وقال أبو حاتم: "ضعيف الحديث" وقال ابن عدي وسائر أحاديث أيوب بن جابر متقاربة يحمل بعضها بعضا وهو ممن يكتب حديثه. قلت: وقال البخاري في التاريخ الأوسط هو أوثق من أخيه محمد وقال ابن حبان: "كان يخطيء حتى خرج عن حد الاحتجاج به لكثرة وهمه" وذكره يعقوب بن سفيان في باب من يرغب عن الرواية عنهم. (تہذیب التہذیب:1/ 399)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: من أهل اليمامة، ضعيف، لا يحتج به.

(العلل دارقطنی:5/ 160 س792)

محدث ابن المدینی لکھتے ہیں: يضع الحديث. (الضعفاء والمتروکون:1/ 130)

حافظ مغلطائی لکھتے ہیں: أبو العرب القيرواني، وأبو حفص ابن شاهين في (جملة الضعفاء).

وقال أبو محمد بن الجارود ليس بشيء. (إکمال تہذیب الکمال:2/ 328)

محدث یعقوب الفسوی نے کہا: ضعيف. (المعرفۃ والتاریخ:2/ 121)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ، ایوب بن جابر، ضعیف ومتروک راوی ہے۔
دوسری علت: پیش کردہ روایت میں، السبیعی، طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے جس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔
امام بیہقی لکھتے ہیں۔ كان يدلس. (السنن الکبریٰ:6/137)
حافظ ابن حجر عسقلانی، السبیعی، کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھتے ہیں۔
عمرو بن عبد الله السبيعي الكوفي مشهور بالتدليس. (تعریف اہل التقدیس:1/42)
تیسری علت: مذکورہ روایت میں "القاسم بن موسى بن الحسن" مجہول الحال راوی ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند کے راوی ضعیف ومردود ہیں اور روایت ناقابل استدلال ہے۔

الزام نمبر 14:

امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت فاجعہ کو مصیبت کیوں نہ سمجھنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 182,183 پر لکھتے ہیں۔
امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

خالد بیان کرتے ہیں: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ، عمرو بن اسود، اور اہل قنسرین سے بنو اسد کا ایک شخص معاویہ کے پاس آیا معاویہ نے حضرت مقدام سے کہا

أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟، فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ، وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَاللهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ، قَالَ: وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

کیا تم جانتے ہو کہ حسن بن علی وفات پا گئے؟ اس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون، کہا اس پر کسی شخص نے انہیں کہا کیا تم اس کو مصیبت سمجھتے ہو؟ انہوں نے اس کو فرمایا

میں اس بات کو کیوں نہ مصیبت سمجھوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا تھا یہ مجھ سے ہے اور حسین علی سے اس پر اسدی نہیں کہا وہ ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا خالد کہتے ہیں اس پر مقدام رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو کہا آج میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تمہیں غصہ نہ دلاؤں اور وہ کچھ نہ سناؤں جو تمہیں ناگوار ہو، پھر فرمایا اے معاویہ میں بات شروع کرتا ہوں اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا اور اگر میں جھوٹ بولوں تو میری تردید کرنا معاویہ نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سونا پہننے کی ممانعت سنی تھی؟ انہوں نے کہا ہاں۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا، انہوں نے کہا ہاں، حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندوں کی جلد کو پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے کہا ہاں، اس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اے معاویہ میں یہ سب کچھ تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں اس پر معاویہ نے کہا اے مقدام مجھے معلوم ہے آج میں تم سے جان نہیں چھڑا سکتا خالد کہتے ہیں اس کے بعد معاویہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کے لئے اتنے مال کا حکم دیا کہ اتنا ان کے دوسرے ساتھیوں کے لئے نہ دیا اور ان کے بیٹے کا وظیفہ دوسو دینار والے لوگوں کے برابر کر دیا پس حضرت مقدام نے وہ سب کچھ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا خالد کہتے ہیں اسدی کو جو ملا تھا وہ اس نے کسی کو نہ دیا یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا مقدام ایک کریم شخص ہیں انہوں نے اپنے ہاتھ کھول دیے رہا اسدی تو اپنی چیز کو اچھے طریقے سے سنبھالنے والا ہے۔

(سنن ابوداؤد بتحقیق البانی ص738 حدیث 4131)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ، وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى

مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟، فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ، وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَاللهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ، قَالَ: وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ. (سنن ابوداود: 4/115 رقم 4133 تحقیق البانی)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
مذکورہ روایت بقیہ بن الولید کی تدلیس التسویہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اعتراض:

مسند احمد میں اس سند میں بقیہ بن الولید نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے سند پیش ہے۔
حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ (مسند احمد رقم 17189)
اس میں بقیہ بن الولید نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے اور محدثین کے مطابق جب بقیہ بن الولید سماع کی

تصریح کر دے تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے۔ اور البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔
(سلسلہ احادیث الصحیحہ: رقم 811)
ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں بقیہ بن الولید نے سماع کی تصریح کی ہے اور اس کی ثقات سے سماع کی تصریح والی روایات عندالمحدثین قبول ہیں اس لئے یہ روایت حسن ہے۔

اعتراض کا تحقیقی جائزہ

مسند امام احمد کی پیش کردہ روایت بھی ضعیف ہے۔

حدثنا حيوة بن شريح حدثنا بقية حدثنا بحير بن سعد عن خالد بن معدان قال: وفد المقدام بن معدى كرب وعمرو بن الأسود إلى معاوية فقال معاوية للمقدام: أعلمت أن الحسن بن علي توفي؟ فرجع المقدام فقال له معاوية: أتراها مصيبة؟ فقال: ولم لا أراها مصيبة وقد وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجره وقال: هذا مني وحسين من علي. (مسند احمد: رقم 17189)

یہ روایت بھی ضعیف ہی ہے کیوں کہ بقیہ بن الولید کی تدلیس، تدلیس تسویہ، ہے تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کے لیے صرف اپنے استاذ سے ہی نہیں، بلکہ پوری سند میں سماع کی تصریح کرنا ضروری ہے۔

بقیہ کی تدلیس التسویہ کا ثبوت

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

هذا حديث منكر وبقية من المدلسين يحدث عن الضعفاء ويحذف ذكرهم في أوقات

یہ منکر حدیث ہے، بقیہ مدلسین میں سے ہے، بسا اوقات ضعیف راویوں سے روایت کر کے سند کے مختلف مقامات میں انہیں حذف کر دیتے تھے۔ (الجامع لعلوم الامام أحمد، علل الحدیث: 15/ 227)

لہذا اگر چہ مسند احمد: رقم 16817 میں بقیہ کے بعد لفظ "حدثنی" بھی موجود ہے، اس کے باوجود روایت منکر ہے کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔

بقیہ بن الولید سند میں ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو حذف کر دیتے تھے تا کہ سند صحیح معلوم ہو۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ بقیہ کی تدلیس تسویہ کی دلیل دینے کے بعد فرماتے ہیں:

وكان بقية من أفعل الناس لهذا.
بقیہ یہ کام (تدلیس تسویہ) سب سے زیادہ کرنے والے تھے۔
(1) علل الحدیث لابن أبي حاتم: 1/ 115 (2) الکفایۃ فی علم الروایہ للخطیب البغدادی: ص364
امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بقیہ کے تدلیس تسویہ کی مثال دی ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو گرا دیتے تھے۔ (المجروحین: 1/ 200، 201)
ابن القطان فاسی رحمہ اللہ، بقیہ قال نا ابن جریج، سند کے بارے فرماتے ہیں:
فما بقي فيه إلا التسوية.
اس میں صرف تدلیس تسویہ (کی علت) باقی ہے۔ (التلخیص الحبیر: 3/ 309)
حافظ ابن الملقن فرماتے ہیں:
قلت: قد صرح بقية بالتحديث فقال: نا شعبة. لكن لا ينفعه ذلك فإنه معروف بتدليس التسوية.
میں کہتا ہوں کہ بقیہ نے، نا شعبہ، کہہ کر سماع کی صراحت کی ہے لیکن یہ بات ان کو فائدہ نہیں دے گی کیونکہ وہ تدلیس تسویہ کی وجہ سے معروف ہیں۔ (البدر المنیر: 5/ 102)
حافظ بوصیری لکھتے ہیں:
وبقية هو ابن الوليد يدلس بتدليس التسوية.
بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔ (مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ: 1/ 136)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "بقية حدثني يونس بن يزيد عن الزهري" سند کے بارے فرماتے ہیں:
ففيه تدليسه التسوية لأنه عنعن لشيخه. (التلخیص الحبیر: 2/ 107)
اس میں بقیہ کی تدلیس تسویہ ہے کیوں کہ انہوں نے اپنے شیخ سے آگے عن سے روایت بیان کی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں:
وبقية صدوق لكنه يدلس ويسوى وقد عنعنه عن شيخه وعن شيخ شيخه.
بقیہ صدوق ہیں، لیکن تدلیس تسویہ کرتے ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے معنعن بیان کی ہے۔ (موافقۃ الخبر الخبر فی تخریج أحادیث المختصر: 1/ 276)
حافظ ابن حجر عسقلانی مزید "بقية بن الوليد ثنا مسلم بن زياد قال: سمعت أنس بن مالك

رضی اللہ عنہ" سند کے بارے لکھتے ہیں:

وإنما عابوا عليه التدليس والتسوية وقد صرح بتحديث شيخه له وبسماع شيخه فانتفت الريبة۔ (نتائج الأفکار لابن حجر: 2/ 376)

محدثین نے بقیہ پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا ہے (لیکن اس سند میں) انہوں نے اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے سماع کی صراحت کر رکھی، لہٰذا تدلیس کا شک رفع ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ کی تدلیس کا شبہ تب ہی رفع ہوگا، جب وہ پوری سند میں سماع کی تصریح کرے، ورنہ نہیں۔

نیز ایک سند "بقية بن الوليد ثنا بحير بن سعد عن خالد بن معدان" کے بارے لکھتے ہیں:

وقد أمن تدليسه لتصريحه في هذا بالتحديث، لكن ينظر في حديث بحير عن خالد لأن بقية كان يسوى۔

بقیہ نے اس سند میں سماع کی صراحت کر کے اپنی تدلیس سے بے خوف کر دیا ہے، لیکن، بحیر عن خالد، میں غور کیا جائے گا، کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔ (إتحاف المہرۃ لابن حجر: 13/ 233)

معترض کی ذکر کردہ روایت بھی" بقیہ" کی" بحیر عن خالد" روایت کردہ ہی ہے، لہٰذا اسے صحیح قرار دینا معترض صاحب کی اپنی کم علمی ہے۔

ناصر الدین البانی کے شاگرد کی تصریح

ناصر الدین البانی کے شاگرد شیخ ابو اسحاق حوینی کے نزدیک بھی تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے اور جب تک پوری سند میں سماع کی صراحت نہ کردے اس کی روایت قبول نہیں وہ لکھتے ہیں:

بقية بن الوليد كان يدلس تدليس التسوية وهو ما يسمى عند القدماء بتدليس التجويد فنحتاج أن يصرح في كل طبقات السند و كنت أعتقد قديمًا أنه يدلسُ تدليس الإسناد كالأعمش وابن جريج وغيرهما. وقال لي شيخنا أبو عبد الرحمن الألباني رحمه الله: إنه يقع لي أن تدليس بقية هو من التدليس المعتاد. ولكن ثبت أن بقية كان يدلس تدليس التسوية۔

"بقیہ تدلیس تسویہ کرتا ہے اور قدماء اس کو تدلیس تجوید کہتے ہیں ہم محتاج ہوتے ہیں کہ یہ سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت کرے پہلے میں سمجھتا تھا کہ بقیہ بن ولید اعمش، اور ابن جریج وغیرہما کی طرح تدلیس

الاسناد کرتا ہے ہمارے شیخ ابو عبدالرحمن البانی نے فرمایا: کہ میرے مطابق بقیہ عام مدلس ہے (ان کی یہ بات صحیح نہیں) لیکن (بعد میں دلائل سے) ثابت ہوا کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔
(نثل النبال بمعجم الرجال: 1/ 302)
اور شیخ حوینی نے بقیہ کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے کئی روایات کو ضعیف بھی قرار دیا ہے شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے بھی (مسند احمد: رقم 17189) کی تحقیق میں زیر بحث روایت کی سند کو بقیہ بن ولید کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔
یاد رہے کہ اصول حدیث کی کتب میں تدلیس تسویہ کی مثال میں بقیہ بن ولید کو خاص طور پر پیش کیا گیا ہے۔

علت قادعہ:

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ زیر بحث روایت میں بقیہ سے روایت کرنے والے حیوۃ بن شریح حمصی ہیں اور امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ ایک روایت جو "ابو تقی قال حدثنی بقیہ قال: حدثنی عبد العزیز بن أبي رواد عن نافع عن ابن عمر" کی سند سے مروی ہے، اس کے بارے فرماتے ہیں:

لم یسمع بقیة هذا الحدیث من عبد العزیز إنما هو عن أهل حمص وأهل حمص لا یمیزون هذا۔

"بقیہ نے یہ حدیث عبدالعزیز سے نہیں سنی یہ روایت اہل حمص سے ہے اور وہ اس میں تمیز نہیں کرتے تھے (عدم سماع کو صیغہ سماع سے ذکر کر دیتے تھے)۔ (علل الحدیث لابن أبي حاتم: 6/ 271)
لہذا حیوہ بن شریح نے اگرچہ بقیہ کی تحدیث ذکر کی ہے، لیکن محدثین محققین کے نزدیک یہ حمص والوں سے قابل قبول نہیں۔

اہم نکتہ: الزامی جواب

اس روایت کی سند میں ایک راوی" حیوۃ بن شریح حمصی" بھی ہے اور حمصی راویوں کے بارے میں جناب فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 132 پر جو لکھتے ہیں اس کو ملاحظہ کریں۔
میں (فیضی) کہتا ہوں اس معاملہ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول وزنی ہے کیونکہ یہ محمد بن زیاد حمص کا باشندہ تھا اور اہل حمص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بغض میں شامیوں سے بھی زیادہ سخت

تھے۔

جناب فیضی صاحب کی اس تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ حمصی راوی تنقیص اہل بیت میں ملوث تھے اس روایت میں بھی بالفرض بظاہرًا تنقیص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ثابت ہو رہی ہے تو اس روایت میں تنقیص والے الفاظ بھی اسی حمصی راوی حیوۃ بن شریح حمصی کے کیوں نہیں ہو سکتے؟ ان بظاہرًا تنقیص والے الفاظ کا الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیوں؟ کیا فیضی صاحب اس نکتہ پر بھی روشنی ڈالنا پسند کریں گے؟

الزام نمبر 15:

امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پر خوش ہونا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 185 پر لکھتے ہیں۔

شہادت امام حسن علیہ السلام پر خوشی؟

یہ واقعہ دوسرے الفاظ میں علامہ ابن خلکان اور علامہ دمیری نے بھی نقل کیا ہے اس میں ہے کہ معاویہ نے سیدنا امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر کہا:

استراح قلبی. میرے دل نے راحت حاصل کی ہے

ان دونوں کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت شام تھے انہوں نے معاویہ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے تو وجہ پوچھی معاویہ نے کہا: مات الحسن. حسن مرگیا۔ (ملخصاً: وفیات الاعیان ج2 ص66،67، حیاۃ الحیوان ج1 ص212)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں:

والله ما كبرت شماتة بموته، ولكن استراح قلبي ودخل عليه ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فقال له: يا ابن عباس هل تدري ما حدث في أهل بيتك؟ فقال: لا أدري ما حدث. إلا أني أراك مستبشرا وقد بلغني تكبيرك. فقال: مات الحسن فقال ابن عباس يرحم الله أبا محمد ثلاثا. (حیاۃ الحیوان الکبریٰ: 1/ 89)

علامہ دمیری اور ابن خلکان نے اس روایت کو لکھا مگر سند نہیں لکھی۔

مگر اس روایت کی سند مؤرخ مسعودی نے مروج الذھب میں نقل کی ہے۔

حدثنا محمد بن جرير الطبري، عن محمد بن حُمَيد الرَّازي، عن علي بن مجاهد، عن محمد بن إسحاق، عن الفضل بن عباس بن ربيعة، قال: وفد عبد الله بن العباس على معاوية، قال: فوالله إني لفي المسجد إذ كبرَ معاوية في الخضراء فكبر أهل الخضراء، ثم كبر أهل المسجد بتكبير أهل الخضراء، فخرجَتْ فاختة بنت قرظ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف من خوخةٍ لها، فقالت: سَرَّكَ الله يا أمير المؤمنين! ما هذا الذي بلغك فسررت

به؟ قال: موت الحسن بن علي، فقالت: إنا لله وإنا إليه راجعون، ثم بكتْ وقالت: مات سيّد المسلمين، وابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال معاوية: نعما والله ما فعلت، إنه كان كذلك أهلاً أن تبكي عليه. (مروج الذهب:1/347)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت کی سند میں محمد بن حمید الرازی ضعیف راوی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عَليّ بن مُجَاهِد" کذاب ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: عَليّ بن مُجَاهِد كَذَّاب تراهُ. (المغنی فی الضعفاء: رقم 4323)

یہ بات تو عام قاری کو معلوم ہے کہ کذاب راوی کی روایت مردود اور باطل ہوتی ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں "عَليّ بن مُجَاهِد، کا سماع ،ابن إسحاق، سے نہیں ہے۔

امام ابو حاتم لکھتے ہیں:

وَقَال يحيى بْن المغيرة الرازي: سمعت يحيى بْن الضريس يقول: علي بْن مجاهد لم يسمع مِن ابْن إسحاق. (الجرح والتعدیل:6/205 رقم 1123)

چوتھی علت:

مذکورہ سند میں "محمد بن إسحاق، مدلس راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

ابن اسحاق يدلس.

محمد بن اسحاق تدلیس کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب:9/43)

اثرم کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا:

ما تقول في محمد بن إسحاق؟ قال هو كثير التدليس جدا.

آپ محمد بن اسحاق ے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے۔ (الجرح والتعدیل:7/197)

قيل له: فإذا قال أخبرني وحدثني فهو ثقة؟ قال: هو يقول أخبرني ويخالف.

نیز امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ جب وہ اخبرنی اور حدثنی کے ساتھ روایت کرے اس کی روایت معتبر ہے؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ وہ اخبرنی کہتا ہے پھر اس کے خلاف بھی کہہ دیتا ہے۔

(میزان الاعتدال:3/470)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے، محمد بن إسحاق، کو چوتھے طبقہ کا مدلس لکھا ہے، جس کی عن والی راویت ضعیف ہوتی ہے۔ (تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: ص51)

پانچویں علت:

مذکورہ روایت میں، محمد بن إسحاق، شیعہ راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

محمد ابن إسحاق ابن يسار....ورمي بالتشيع والقدر

محمد بن اسحاق شیعہ مذہب کے ساتھ قدری بھی ہے یعنی تقدیر کا منکر۔ (تقریب التهذيب:1/467)

علامہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

وقد أمسك عن الاحتجاج بروايات ابن إسحاق غير واحد من العلماء لأسباب منها أنه كان يتشيع. (تاریخ بغداد:1/224)

محمد بن اسحاق کی روایت کے ساتھ دلیل پکڑنے سے بہت سے علماء مختلف اسباب کی وجہ سے رک گئے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت جھوٹی اور متروک ہے اور اس سے استدلال علمی میدان میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

الزام نمبر 16:

امام حسن رضی اللہ عنہ کو انگارہ کہنے والے کو ڈانٹنے کی بجائے پیسہ دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 188 پر لکھتے ہیں۔
امیر شام نے اہل بیت کی قدر نہ کی
اہل حدیث عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

وَالْعَجَب كُلّ الْعَجَب مِنْ مُعَاوِيَة فَإِنَّهُ مَا عَرَفَ قَدْر أَهْل الْبَيْت حَتّٰى قَالَ مَا قَالَ. فَإِنَّ مَوْت الْحَسَن بْن عَلِيّ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ مِنْ أَعْظَم الْمَصَائِب وَجَزَى اللّٰه الْمِقْدَام وَرَضِيَ عَنْهُ فَإِنَّهُ مَا سَكَتَ عَنْ تَكَلُّم الْحَقّ حَتّٰى أَظْهَرَهُ. وَهٰكَذَا شَأْن الْمُؤْمِن الْكَامِل الْمُخْلِص.

معاویہ پر تعجب اور حیرت ہے انہوں نے اہل بیت کی قدر نہیں جانی حتیٰ کہ انہوں نے وہ کہا جو کہا بے شک سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات بڑی مصیبت ہے اللہ تعالیٰ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے بلاشبہ وہ حق کے اظہار سے خاموش نہ رہ سکے حتیٰ کہ اسے ظاہر کر دیا اور یہی کامل مخلص مومن کی شان ہوتی ہے۔ (عون المعبود فی مجلد واحد ص 188، وط ج 11 ص 191)

الزامی جواب:

جناب قاری صاحب نے غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی کا جو حوالہ پیش کیا ہے وہ اہل سنت پر کیسے حجت بن سکتا ہے؟ اس عبارت کا جواب تو غیر مقلدین خود دیں گے مگر کیونکہ قاری صاحب نے متعدد مقامات پر غیر دیوبندی علماء کے حوالہ جات دیے ہیں، اس لیے شمس الحق عظیم آبادی کے بارے میں ایک دیوبندی عالم کا جواب ملاحظہ کریں۔

غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی کا جواب قاضی مظہر حسین دیوبندی کی تحریر سے

قاضی مظہر حسین چکوالی دیوبندی اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ص 100,102 پر لکھتے ہیں:
مولانا شمس الحق عظیم آبادی
مسلک اہل حدیث کے عالم مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

والمراد بفلان ھو معاویہ بن سفیان الخ (عون المعبود حاشیہ سنن ابی داؤد جلد 4، ص 114)

فلاں سے مراد حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔

لیکن ان کی یہ بات مرجوح ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے اور اگر مسند امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں ایسا مذکور ہے تو یہ راوی کی غلط فہمی ہے۔

(2) اس سلسلے میں مولانا عظیم آبادی لکھتے ہیں:

وَالْعَجَب كُلّ الْعَجَب مِنْ مُعَاوِيَة فَإِنَّهُ مَا عَرَفَ قَدْر أَهْل الْبَيْت حَتَّى قَالَ مَا قَالَ الخ. (ایضا ص 115)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت تعجب آتا ہے کہ آپ نے اہل بیت کی قدر نہ پہچانی حتیٰ کہ کہا جو کہا۔

ہم کہتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ دس سال کی مدت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وغیرہ کو عطاء کر دیا کیا یہ ان کی قدر و منزلت نہیں اور کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے پر برملا اعتراض کر سکتے تھے اور اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اتعدھا مصیبة (کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو مصیبت سمجھتا ہے) تو اس کا منشا کچھ اور ہوگا۔

(3) مولانا عظیم آبادی موصوف لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا قَالَ الْأَسَدِيُّ ذَلِكَ الْقَوْل الشَّنِيع السَّخِيف لِأَنَّ مُعَاوِيَة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَخَاف عَلَى نَفْسه مِنْ زَوَال الْخِلَافَة عَنْهُ وَخُرُوج الْحَسَن رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَيْهِ وَكَذَا خُرُوج الْحُسَيْن رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. (ایضا ص 116)

اسدی نے یہ سخت اور بیہودہ بات اس لئے کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں آپ کی خلافت کا تختہ نہ الٹ دیا جائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے خلاف خروج کر دیں۔

جواب:

مولانا عظیم آبادی نے تو یہ عجیب وغریب نکتہ نکالا ہے وہ شارح ابی داؤد ہوتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح کے متعلق تھی چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فیئتین من المسلمین۔

(فتح الباری شرح البخاری جلد ہفتم ص 74)

اور عمدۃ القاری شرح البخاری جلد 13 میں.فیئتین عظیمتین،کے الفاظ ہیں یعنی میرا یہ بیٹا (حسن)سرادر ہے امید کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا،

❁ اس صلح کی صورت منجانب اللہ یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کرلیا یہی وجہ ہے اس سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال تمام امت مسلمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوگئی تھی اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ ہیں اس کے بعد آپ پر طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا شیعت کا راستہ ہے نہ کہ سنیت کا۔

❁ آنحضرت کی یہ پیش گوئی وحی خداوندی پر مبنی ہے اس کے بعد یہ احتمال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر خروج کرسکتے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں اور گو ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس صلح سے اختلاف تھا لیکن آخر وہ بھی راضی ہو گئے اور سب اہل بیت نبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیت المال سے عطیات لیتے رہے کیا مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی مرحوم کے نزدیک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اندر اندر سے اب بھی انقلاب لانا چاہتے تھے؟ یہ تو محمود عباسی اور اس کی پارٹی کا نظریہ ہے جن کے دلوں میں زیغ اور ان حضرات اہل بیت کے بارے میں بغض وبیر ہے۔

❁ مولانا عظیم آبادی موصوف کی اس نکتہ آفرینی سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے اندر بھی کوئی بیماری تھی واللہ اعلم

الزام نمبر 17:

ممانعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باوجود سونا، ریشم، اور درندوں کی کھالوں کا استعمال

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 187 پر لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے کہ سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے سونے، ریشم، اور درندوں کی کھال کے استعمال کے متعلق ممانعت نبوی بیان کی تو معاویہ ان کی تردید نہ کر سکے جس پر انہوں نے فرمایا اے معاویہ! میں یہ سب کچھ تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں تو معاویہ اس کی بھی کوئی تردید کر سکے اور نہ ہی تاویل، یعنی وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی خواتین استعمال کرتی تھیں چونکہ حضرت مقدام ایک شامی شخص تھے اور وہاں کے حقائق وحالات سے باخبر تھے اس لئے ان کے سامنے خود صاحب معاملہ کی بھی تردید اور تاویل نہ چل سکی تو کسی دوسرے کی کیا تاویل چل سکے گی؟ لہٰذا سوال قائم ہوتا کہ جب یہ چیزیں ممنوع ہیں تو پھر جان بوجھ کر ان کا استعمال ہدایت ہے یا ضلالت؟ اگر ہدایت ہے تو ثابت کیجئے، اور اگر ہدایت نہیں تو پھر بتائیے کہ اللھم اجعله هادیا، کی صحت اور مقبولیت کہاں گئی؟

جواب:

قاری صاحب جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ ضعیف ہے اس لیے مزید تفصیل الزام نمبر 14 کے تحت جواب میں دیکھ سکتے ہیں۔

الزامی جواب:

جناب قاری جس متن سے ممنوع اشیاء کے استعمال کو ہدایات یا ضلالت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں تو مناسب ہے کہ ان کے ممدوح دیوبندی حضرات سے ہی ان کو الزامی جواب دیا جائے۔

دیوبندی عالم قاضی مظہر حسین چکوالی صاحب اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ص 98,99 پر جو لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ریشم کے بچھونے اور اس پر سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح ریشم کے تکیے اور بچھونے اور پردے ان میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ ان پر تصویریں نہ ہوں اور صاحبین (یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ سب کام مکروہ ہیں اور اس کا حاصل یہ ہے کہ

ان کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کو نہی تحریمی ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی اور جن نصوص (احادیث) میں ریشم کے لباس کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ اس کو شامل نہیں کیونکہ (ریشمی کپڑے پر) بیٹھنے کو ریشمی کپڑا پہننا نہیں کہتے، اسی بنا پر حضرت امام صاحب نے اس کو نہی تنزیہی پر محمول کیا اور یہ فتوٰی میں آپ کی احتیاط ہے ورنہ تقوٰی پر آپ کا عمل کرنا مشہور رہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں بہرحال ریشمی کپڑوں کے اسی طرح کے استعمال میں (مثلاً بچھونے اور تکیے وغیرہ) میں اجتہادی اختلاف پایا جاتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود تو ریشم استعمال نہیں کیا اور اگر گھر والوں کو آپ نے منع نہیں فرمایا تو آپ کی اجتہادی رائے پر اس کی گنجائش ہوگی اور اسی اجتہادی اختلاف کے پیش نظر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتراض تو کر دیا لیکن بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات بھی وصول کر لئے یہ ہے اس اصلیت کی اصل حیثیت مگر مولانا لعل شاہ صاحب نے.....اتنی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

قاری صاحب نے بھی بات کا بتنگڑ بنا دیا، وہ بھی ایک ضعیف روایت کے بل بوتے پر صحابہ پر اعتراض، کیا خوب تحقیق کی ہے اللہ سمجھ عطاء فرمائے۔

الزام نمبر 18:

انصار کے بارے میں نصیحت نبوی ﷺ کے باوجود ان پر دوسروں کو ترجیح دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 189,190 پر لکھتے ہیں۔
انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس ترجیحی سلوک کا مرتکب پہلا شخص کون تھا، ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

قال الیعمری کانت ھذہ الاثرۃ فی زمن معاویۃ.
علامہ یعمری فرماتے ہیں یہ ترجیحی سلوک معاویہ کے زمانے میں ہوا۔۔
(شرح الشفاء للعلی القاری ج 1 ص 696، مدارج النبوۃ ص 253)

ممکن ہے بزعم خویش کسی بادب شخص کو ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ یعمری کے قول سے اتفاق نہ ہو تو ہم ایسے نام نہاد بادب لوگوں کے سامنے کتب حدیث سے تصریح پیش کیے دیتے ہیں امام حاکم لکھتے ہیں:

عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ، أَتَى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ لَهُ حَاجَةً، قَالَ: أَلَسْتَ صَاحِبَ عُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ أَثَرَةٌ قَالَ: وَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتَّى نَرِدَ عَلَيْهِ الْحَوْضَ. قَالَ: فَاصْبِرُوا قَالَ: فَغَضِبَ أَبُو أَيُّوبَ، وَحَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ أَبَدًا.

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے پاس آکر اپنی کوئی ضرورت ذکر فرمائی تو معاویہ نے کہا کیا تم عثمان کے قاتل نہیں ہو؟ (معاویہ سب انصار کو ایسا سمجھتے تھے) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آپ کے بعد عنقریب ہمیں ترجیحی سلوک کا سامنا کرنا ہوگا معاویہ نے کہا اور آپ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ فرمایا ہمیں آپ نے صبر کا حکم دیا تھا، معاویہ نے کہا پھر تم صبر کرو، مقسم کہتے ہیں اس پر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے اور قسم کھائی کہ وہ کبھی بھی معاویہ کے ساتھ کلام نہیں کریں۔
(المستدرک ج 3 ص 459، حیاۃ الصحابۃ للکاندھلوی ج 1 ص 487.........)

امام طبرانی کی بعض روایات میں ہے کہ میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے معاویہ

کے سامنے اپنے مقروض ہونے کی شکایت کی تھی۔
(المعجم الکبیر ج4 ص118 حدیث 3852؛ مجمع الزوائد ج9 ص323 حدیث 15765) امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ، ثنا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، ثنا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ، أَتَى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ لَهُ حَاجَةً، قَالَ: أَلَسْتَ صَاحِبَ عُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ أَثَرَةٌ قَالَ: وَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتَّى نَرِدَ عَلَيْهِ الْحَوْضَ. قَالَ: فَاصْبِرُوا قَالَ: فَغَضِبَ أَبُو أَيُّوبَ، وَحَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ أَبَدًا، ثُمَّ إِنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَتَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَذَكَرَ لَهُ فَخَرَجَ لَهُ عَنْ بَيْتِهِ كَمَا خَرَجَ أَبُو أَيُّوبَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْتِهِ، وَقَالَ: إِيشْ تُرِيدُ؟ قَالَ: أَرْبَعَةَ غِلْمَةٍ يَكُونُونَ فِي مَحَلِّي، قَالَ: لَكَ عِنْدِي عِشْرُونَ غُلَامًا هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. (المستدرک علی الصحیحین 3: 520)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند میں، الاعمش، طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے، جس کی عن والی روایات چند استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں اور اس روایت میں وہ استثناء جس میں اس کے چند استاد اور شاگرد ہیں وہ نہیں ہیں اس لیے یہ روایت الاعمش کی تدلیس یا عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح 2: 640)

دوسری علت:

روایت مذکورہ میں راوی الحکم نے مقسم سے محدثین کرام کے نزدیک چند روایات کے علاوہ کچھ نہیں سنا محدثین کرام نے وہ تمام کے تمام روایات نقل کر دیں ہیں جو الحکم نے مقسم سے سماع کیں ہیں مگر مذکورہ

روایت ان روایات میں نہیں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
إلا خمسة أشياء، وعدّها يحيى القطان: حديث الوتر، والقنوت، وعزمة الطلاق، وجزاء الصيد، والرجل يأتي امرأته وهي حائض. (تہذیب التہذیب:2/434)
حافظ صلاح الدین العلائی نے جامع تحصیل میں ان 5 روایات کا ذکر کیا ہے مگر یہ روایت ان روایات میں نہیں جو الحکم نے مقسم سے سنیں۔ (جامع التحصیل:ص200,204)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اور جناب اس روایت میں ہمت کر کے کوفی راوی کی فہرست بھی دیکھ لیں کہ کتنے راوی کوفی ہیں؟ جب حمصی راوی کی روایت دفاع صحابہ میں قابل قبول نہیں ہیں تو پھر کوفی راویوں کی وہ روایات جو طعن صحابہ میں مروی ہیں وہ کیسے قبول کی جا سکتی ہیں؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار صحابہ سے سلوک

جناب قاری صاحب نے اپنی کتاب میں چند حوالہ جات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک اور رویہ انصار صحابہ کے ساتھ مناسب نہیں تھا۔
قاری صاحب کے لیے حوالہ جات پیش خدمت ہیں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک انصار صحابہ کا مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ کے ساتھ محبت کا سلوک رکھا اور ان کو اہم عہدوں پر فائز کیا۔
حضرت فضالہ بن عبید الانصاری کو دمشق میں فائز کیا۔ (الاصابہ:5/371)
حضرت نعمان بن بشیر الانصاری کو کوفہ پر امیر مقرر کیا۔
حضرت مسلمہ بن مخلد الانصاری کو مصر اور مغرب کا امیر مقرر کیا۔
حضرت رویفع بن ثابت الانصاری کو طرابلس کا امیر مقرر کیا۔ (الاستیعاب:2/504)
اہم عہدوں پر انصاری صحابہ کو فائز کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان پر اعتماد اور اچھے سلوک کو ثابت کرتا ہے۔
موصوف فیضی کا اپنی پوری کتاب میں یہ طریقہ استدلال رہا ہے کہ ایک رخ کی ضعیف احادیث پیش کی جائیں اور تحقیق کے دوسرے پہلو کی صحیح مرویات کو نظر انداز کیا جائے تاکہ اپنا خاص مدعا کو ثابت کیا جا سکے مگر ایسی کوشش علمی میدان میں مردود ہوتی ہے۔

الزام نمبر 19:

میزبان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر جفا کرنا اور بے اعتنائی کر کے ان کی توہین کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 190 پر لکھتے ہیں۔

حضرت معاویہ کا سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ الانصاری سے سلوک

آگے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث دوبارہ تفصیلاً آئی ہے اس میں ہے کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سرزمین روم میں جہاد میں شرکت کے لئے جارہے تھے۔

فَمَرَّ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ رَجَعَ مِنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا.

پس ان کا گذر معاویہ پر ہوا تو معاویہ نے ان سے زیادتی کی، پھر وہ غزوہ سے لوٹے تو بھی انہوں نے ان سے زیادتی کی اور ان کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

(المستدرک ج 3 ص 461 حدیث 5941)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، ثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، ثَنَا فِرْدَوْسُ الْأَشْعَرِيُّ، ثَنَا مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ خَالِدَ بْنَ زَيْدٍ الَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي دَارِهِ غَزَا أَرْضَ الرُّومِ، فَمَرَّ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ رَجَعَ مِنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا، قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْبَأَنَا أَنَّا سَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً. قَالَ مُعَاوِيَةُ فَبِمَ أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ. قَالَ: فَاصْبِرُوا إِذًا. فَأَتَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِالْبَصْرَةِ، وَقَدْ أَمَّرَهُ عَلِيٌّ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْهَا. فَقَالَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ لَكَ مِنْ مَسْكَنِي كَمَا خَرَجْتَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَرَ أَهْلَهُ فَخَرَجُوا، وَأَعْطَاهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ فِي

الدَّارِ، فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ انْطِلَاقِهِ قَالَ: حَاجَتُكَ؟ قَالَ: حَاجَتِي عَطَائِي وَثَمَانِيَةُ أَعْبُدٍ يَعْمَلُونَ فِي أَرْضِي، وَكَانَ عَطَاؤُهُ أَرْبَعَةَ أَلْفٍ فَأَضْعَفَهَا لَهُ خَمْسَ مِرَارًا، وَأَعْطَاهُ عِشْرِينَ أَلْفًا وَأَرْبَعِينَ عَبْدًا قَدْ تَقَدَّمَ هَذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ صَحِيحٍ، وَأَعَدْتُهُ لِلزِّيَادَاتِ فِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. (المستدرک علی الصحیحین: 3/522)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں راوی، فردوس بن الأشعری، کی توثیق پیش کریں متساہل محدث کی توثیق قابل قبول نہیں ہوتی۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں " مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ " کی توثیق ثابت کریں، مجہول راوی کی روایت سے استدلال مردود ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں " حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ "طبقہ ثالثہ کا مدلس راوی ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے طبقہ ثالثہ کی مدلس راوی کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حبيب بن أبي ثابت الكوفي تابعي مشهور يكثر التدليس.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: رقم 69)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت میں مجہول راوی ہیں اور سند مرسل منقطع ہے۔

الزام نمبر 20:

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سلوک کا اعتراض

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 190 پر لکھتے ہیں۔

پھر یہ جفا اور ترجیحی سلوک صرف سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ سیدنا ابو سعید خدری انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی معاویہ کے سامنے یہ حدیث پیش کی تو انہیں بھی معاویہ نے صاف کہہ دیا پھر تم صبر ہی کرو۔ (مسند احمد (شاکر) ج 10 ص 280، 281 حدیث 11781)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ لِأَصْحَابِهِ: أَمَا وَاللهِ لَقَدْ كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ أَنَّهُ لَوْ قَدِ اسْتَقَامَتِ الْأُمُورُ قَدْ آثَرَ عَلَيْكُمْ. قَالَ: فَرَدُّوا عَلَيْهِ رَدًّا عَنِيفًا، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَجَاءَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ أَشْيَاءَ لَا أَحْفَظُهَا. قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَكُنْتُمْ لَا تَرْكَبُونَ الْخَيْلَ، قَالَ: فَكُلَّمَا قَالَ لَهُمْ شَيْئًا: قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَلَمَّا رَآهُمْ لَا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ: أَفَلَا تَقُولُونَ قَاتَلَكَ قَوْمُكَ فَنَصَرْنَاكَ، وَأَخْرَجَكَ قَوْمُكَ، فَآوَيْنَاكَ؟ قَالُوا: نَحْنُ لَا نَقُولُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْتَ تَقُولُهُ: قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا، وَتَذْهَبُونَ أَنْتُمْ بِرَسُولِ اللهِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنَّ النَّاسَ لَوْ سَلَكُوا وَادِيًا، وَسَلَكْتُمْ وَادِيًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ كَرِشِي، وَأَهْلُ بَيْتِي، وَعَيْبَتِي الَّتِي آوِي إِلَيْهَا، فَاعْفُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قُلْتُ لِمُعَاوِيَةَ: " أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّا سَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً؟ قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قُلْتُ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ، قَالَ: فَاصْبِرُوا إِذًا.

(مسند الامام احمد بن حنبل: 3/89 رقم 11864 مطبوعہ بیروت)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
پہلی علت: اس سند میں ایک راوی، فضیل بن مرزوق پر محدثین کرام کا کلام موجود ہے جس کی وجہ سے یہ متکلم فیہ راوی ہے
امام ابوحاتم فرماتے ہیں:
هو صدوق صالح الحديث يهم كثيرا يكتب حديثه، قلت يحتج به؟ قال لا.
(الجرح والتعدیل: 7/75)
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لا يكاد يحدث عن غير عطية. (تہذیب التہذیب: 8/298)
اور یہ روایت تو عطیہ العوفی سے مروی ہے۔
دوسری علت: سند مذکورہ کا راوی الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، محدثین کرام کے نزدیک شیعہ راوی ہے۔
امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: وقال عبد الخالق بن منصور عن بن معين صالح الحديث إلا أنه شديد التشيع. (تہذیب التہذیب: 8/298)
امام عجلی فرماتے ہیں: وقال العجلي جائز الحديث صدوق وكان فيه تشيع.
(تہذیب التہذیب: 8/298)

تیسری علت:
یہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی عطیہ العوفی ہے ائمہ جمہور نے اس کے ضعف پر جرح کی ہے جن کے اقوال حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی نے جمع کئے ہیں۔
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: مجمع على ضعفه. (المغنی فی الضعفاء: 2/436)
امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
ضعفه الثَّوْرِيّ وهشيم وَيحيى وَأحمد والرازي وَالنَّسَائِيّ.
(الضعفاء والمتروکون: 2/230)
عطیہ کی تضعیف، امام سفیان ثوری، ہشیم بن بشیر، امام یحییٰ، امام احمد بن حنبل، رازی اور امام نسائی کی ہے۔
اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:
فلا يحل الاحتجاج به ولا كتابة حديثه إلا على جهة التعجب.

یعنی اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے مگر صرف تعجب کے لیے۔ (المجروحین:2/176)

چوتھی علت: مذکورہ روایت میں عطیہ العوفی شیعہ اور مدلس بھی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

صدوق یخطیء کثیرا وکان شیعیا مدلسا.

یعنی وہ صدوق ہے لیکن کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا ہے اور وہ مدلس شیعہ تھا۔

(تقریب التہذیب:1/393)

قارئین کے سامنے راویوں کی علمی حیثیت پیش کی گئی ہے جس سے ایسی روایات کے مردود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

الزام نمبر 21:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سلوک

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 190 پر لکھتے ہیں:

سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی ایک موقعہ پر یہ حدیث پیش کرنے پر یہی کہا گیا
(تاریخ دمشق ج 26 ص 201)

جواب: پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو القاسم زاهر بن طاهر أنا أبو الحسين أحمد بن عبد الرحمن الكيالي المقرء أنا أبو نصر محمد بن علي بن الفضل الخزاعي أنا أبو بكر محمد بن الحسين القطان نا أحمد بن يوسف نا عمر بن عبد الوهاب أنا المعتمر عن أبيه عن عطاء عن ابن عبادة بن الصامت عن أبيه أن معاوية قال لهم يا معشر الأنصار ما لكم لم تلقوني مع إخوانكم من قريش قال عبادة الحاجة قال هلا على النواضح قال أنصبناها مع رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يوم بدر فما أجابه قال وقال لنا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إنها ستكون أثرة بعدي قال معاوية فما أمركم قال أمرنا أن نصبر قال فاصبروا حتى تلقوه. (تاریخ دمشق: 26/201)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: مذکورہ روایت میں، سلیمان بن طرخان التیمی ابوالمعتمر، مدلس راوی ہے اور اس کا سماع عطاء سے نہیں ہے۔

محدث ابوغسان النهدی فرماتے ہیں لم يسمع من نافع ولا من عطاء.

(تہذیب التہذیب: 4/201)

یعنی سلیمان بن طرخان التیمی ابوالمعتمر نے نہ ہی نافع سے سنا اور نہ ہی عطاء سے۔

اس لیے یہ روایت مرسل ثابت ہوئی۔

اور امام یحیی بن سعید روایت کے راوی، سلیمان بن طرخان التیمی ابوالمعتمر، کے مرسل روایت کے بارے میں

لکھتے ہیں۔

مرسلاته شبة لا شیء۔ سلیمان بن طرخان کی مرسل کچھ بھی نہیں یعنی ضعیف ہے۔

(تہذیب التہذیب:4/ 202)

دوسری علت: اس روایت میں راوی عطاء بن السائب کو اختلاط ہو گیا تھا، اور یہ بات محققین کو معلوم ہے کہ اختلاط سے قبل کی روایات صحیح ہوتی ہیں اور اختلاط کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں اس روایت میں راوی کا اختلاط سے قبل روایت ثابت کریں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

وقال عبد الله: سألته (يعني أباه) عن عطاء بن السائب. فقال: صالح، من سمع منه. يعني قديماً. وقد تغير، فإنه ليس بذاك، إنه ليرفع إلى ابن عباس. (العلل: رقم 882)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

وقال الحاكم: قلتُ للدَّارَقُطْنِيّ عطاء بن السائب؛ قال تركوه. (الحاكم: رقم 448)

تغير حفظه. (العلل: رقم 2083)

اختلط في آخر عمره. (العلل: رقم 1885 و 2888)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: الكوفي صدوق اختلط. (تقریب التہذیب:1/ 391)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور مرسل ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فلسطین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قاضی تھے۔ (تاریخ الاسلام:2/ 118)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قاضی تھے جو ان کی منزلت اور شرف کا ثبوت ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور انصار صحابہ سے محبت کی حدیث

معترض نے یک طرفہ حوالہ جات اور وہ بھی ضعیف پیش کیے ہیں مگر قاری فیضی صاحب کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انصار صحابہ کی فضیلت اور محبت کے بارے میں روایت معلوم نہ ہو سکی۔

امام طبرانی معجم الکبیر میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ جَعْفَرٍ الْعَطَّارُ، ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْعَلَّافُ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ

سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا حَوْلَ سَرِيرِ مُعَاوِيَةَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا، فَقَالَ: مَا كُنْتُمْ تَتَحَدَّثُونَ؟، قَالُوا: كُنَّا فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: أَلَا أَزِيدُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالُوا: بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللهُ. (المعجم الکبیر: 19/317)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے انصار سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جس نے انصار سے بغض کیا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض کرتا ہے''

علامہ ہیثمی سند کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو يَعْلَى قَالَ مِثْلَهُ، وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ، وَرِجَالُ أَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِيحِ. (مجمع الزوائد و منبع الفوائد: 10/39)

امام طبرانی دوسری سند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْحَاقَ التُّسْتَرِيُّ، ثنا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّةَ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ. (معجم الکبیر: 19/341)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے انصار سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جس نے انصار سے بغض کیا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض کرتا ہے''

علامہ ہیثمی حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّةَ، وَهُوَ ثِقَةٌ.

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد: 10/39)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انصار صحابہ کی قدر اور محبت کرتے بلکہ ان کے فضائل کی روایات خود بیان کرتے تھے، اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابہ کرام کی قدر اور محبت نہ کرنے کا الزام لغو اور باطل ہے اور چند ضعیف روایات کو بنیاد بنا کر خاص رنگ دینا علمی خیانت بھی ہے۔

الزام نمبر 22:

سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ رویہ کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 191 پر لکھتے ہیں۔
سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی ایسا ہی کہا گیا چنانچہ امام عبد الرزاق صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

امام معمر سیدنا عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ جب مدینہ منورہ آئے تو ان کی ملاقات سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی انہوں نے ان سے پوچھا اے انصاری جماعت سب لوگ مجھے ملنے آئے لیکن تم نہیں آئے تمہیں مجھ سے ملاقات سے کس چیز نے روکا؟ انہوں نے فرمایا ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں معاویہ نے کہا اونٹنیاں کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا

عَقَرْنَاهَا فِي طَلَبِكَ، وَطَلَبِ أَبِيكَ يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: إِنَّا لَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً. قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتَّى نَلْقَاهُ. قَالَ: فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْهُ.

انہیں ہم بدر کی جنگ میں تمہاری اور تمہارے باپ کی تلاش میں کھپا چکے ہیں راوی کہتے ہیں پھر سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا تھا ہم آپ کے بعد ترجیحی سلوک دیکھیں گے معاویہ نے پوچھا پھر آپ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ ملاقات تک صبر کرنے کا حکم دیا تھا معاویہ نے کہا پھر تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات کرنے تک صبر کرو یہ بات حضرت عبد الرحمن بن حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے فرزند کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔

أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ ... أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَنَا كَلَامْ
فَإِنَّا صَابِرُونَ وَمُنْظِرُوكُمْ ... إِلَى يَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَامْ.

خبردار معاویہ بن حرب امیر المؤمنین کو میرا کلام پہنچا دو بیشک ہم حساب اور احتجاج کے دن تک صبر کرنے والے ہیں اور تمہارا انتظار کرنے والے ہیں۔ (المصنف للامام عبد الرزاق ج 11 ص 60 حدیث 19909، الاستیعاب ج 2 ص 247، تاریخ دمشق ج 34 ص 296.....)

جواب: پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ لَقِيَهُ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: تَلَقَّانِي النَّاسُ كُلُّهُمْ غَيْرَكُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، فَمَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَلْقَوْنِي؟ قَالَ: لَمْ تَكُنْ لَنَا دَوَابُّ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَأَيْنَ النَّوَاضِحُ؟ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَقَرْنَاهَا فِي طَلَبِكَ، وَطَلَبِ أَبِيكَ يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: إِنَّا لَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً. قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتَّى نَلْقَاهُ. قَالَ: فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْهُ. قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ حِينَ بَلَغَهُ ذَلِكَ: فَقَالَ: فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ حِينَ بَلَغَهُ ذَلِكَ:[البحر الوافر]أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ ... أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَنَا كَلَامُ .....فَإِنَّا صَابِرُونَ وَمُنْظِرُوكُمْ ...إِلَى يَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَامُ. (مصنف عبدالرزاق:11/60)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: روایت میں " عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ " پر محدثین کرام کی جرح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی محدثین کرام کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

وذكره ابن سعد وقال كان منكر الحديث لا يحتجون بحديثه وكان كثير العلم وقال بشر بن عمر كان مالك لا يروى عنه وقال على بن المديني وكان يحيى بن سعيد لا يروى عنه وقال يعقوب بن شيبة عن ابن المديني لم يدخله مالك فى كتبه قال يعقوب وابن عقيل صدوق وفى حديثه ضعف شديد جدا وكان ابن عيينة يقول أربعة من قريش يترك حديثهم فذكره فيهم وقال ابن المديني عن ابن عيينة رأيته يحدث نفسه فحملته على أنه قد تغير وقال عمرو بن على سمعت يحيى وعبد الرحمن يحدثان عنه والناس يختلفون عليه وقال أبو معمر القطيعي كان ابن عيينة لا يحمد حفظه وقال الحميدى عن ابن عيينة كان فى حفظه شيء فكرهت أن ألقيه.قال حنبل عن أحمد منكر الحديث وقال الدورى عن ابن معين ابن عقيل لا يحتج بحديثه وقال معاوية بن صالح عن ابن معين ضعيف الحديثوقال ابن أبي خيثمة عن ابن معين ليس بذاك

وقال محمد ابن عثمان بن أبي شيبة عن ابن المديني كان ضعيفا وقال العجلي مدني تابعي جائز الحديث. قال الجوزجاني أتوقف عنه عامة ما يرويه غريب وقال أبو زرعة مختلف عنه في الأسانيد وقال أبو حاتم لين الحديث ليس بالقوي ولا ممن يحتج بحديثه وهو أحب إلي من تمام بن نجيح يكتب حديثه وقال النسائي ضعيف وقال ابن خزيمة لا أحتج به لسوء حفظه وقال أبو أحمد الحاكم كان أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه يحتجان بحديثه وليس بذاك المتين المعتمد وقال الترمذي صدوق وقد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه وسمعت محمد بن إسماعيل يقول كان أحمد وإسحاق والحميدي يحتجون بحديث بن عقيل قال محمد بن إسماعيل وهو مقارب الحديث وقال ابن عدي روى عنه جماعة من المعروفين الثقات وهو خير من بن سمعان ويكتب حديثه وقال العقيلي كان فاضلا خيرا موصوفا بالعبادة وكان في حفظه شيء وقال ابن خراش تكلم الناس فيه وقال الساجي كان من أهل الصدق ولم يكن بمتقن في الحديث وقال مسعود السجزي عن الحاكم عمر فساء حفظه فحدث على التخمين وقال في موضع آخر مستقيم الحديث وقال الخطيب كان سيء الحفظ،وقال ابن حبان كان رديء الحفظ يحدث على التوهم فيجيء بالخبر على غير سننه فوجب مجانبه اخباره وقال ابن عبد البر هو أوثق من كل من تكلم فيه انتهى وهذا إفراط.

(تہذیب التہذیب:6/13)

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

قال ضعيف. (العلل: رقم2223)

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صدوق في حديثه لين ويقال تغير بأخرة.

(تقریب التہذیب:1/321)

دوسری علت: یہ روایت مرسل ہے کیونکہ راوی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ " نے کس سے سنا؟ اس کا ذکر نہیں کیا جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع یا مشاہدہ ثابت نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف ومتروک ہے اور ایسی روایات سے استدلال مخالف کی علمی حیثیت بھی ظاہر کرتا ہے۔

الزام نمبر 23:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دھوکہ کی نسبت پر خاموش رہنا

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 193,194 پر لکھتے ہیں۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دھوکہ کی نسبت پر خاموشی؟

امام طحاوی، امام خطابی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ أَخِي سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ: قَالَ ذُكِرَ قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ ابْنُ يَامِينَ: كَانَ قَتْلُهُ غَدْرًا فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: "يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغْدَرُ عِنْدَكَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تُنْكِرُ، وَاللهِ لَا يُظِلُّنِي وَإِيَّاكَ سَقْفُ بَيْتٍ أَبَدًا وَلَا يَخْلُو لِي دَمُ هٰذَا إِلَّا قَتَلْتُهُ.

حضرت عبایہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کے دربار میں کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر ہوا تو ابن یامین نے کہا وہ دھوکے کا قتل تھا اس پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے معاویہ! تیرے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جارہی ہے پھر بھی تم منع نہیں کر رہے؟ اللہ کی قسم! میں اور تم کبھی ایک چھت کے سایہ میں اکٹھے نہیں ہوں گے اور یہ شخص کبھی مجھے تنہا مل گیا تو میں اسے قتل کردوں گا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ہم اب تک جو کچھ اس سلسلے میں بیان کر چکے ہیں اور جو عنقریب بیان کریں گے اس سے کعب بن اشرف کی غداری، اس کی عہد شکنی، اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر طنز، اس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عداوت، اور ان کے خلاف بھڑکانے وغیرہ سے اس شخص ابن یامین کا کذاب ہونا اس کی رائے کا برا ہونا، اور اس کے قول کا قبیح ہونا ظاہر ہو جائے گا اور کعب بن اشرف کا مستحق قتل ہونا محقق ہو جائے گا۔

(شرح مشکل الآثار ج 1 ص 190، 191، حدیث 200، معالم السنن ج 2 ص 337، دلائل النبوۃ للبیہقی ج 3 ص 193)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيِّ قَالَ: ذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ قَتْلَ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ الْيَهُودِيِّ. فَقَالَ يَهُودِيٌّ كَانَ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ: غَدَرَ بِهِ. فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَا مُعَاوِيَةُ أَتُمْسِكُ عَنْهُ وَقَدْ نَسَبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَدْرِ؟ فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: اخْرُجْ عَنَّا. وَطَلَبَهُ مُحَمَّدٌ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ وَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ: وَاللهِ لَا كَلَّمْتُكَ أَبَدًا وَلَأَقْتُلَنَّ الْيَهُودِيَّ إِنْ قَدَرْتُ عَلَيْهِ. (أنساب الأشراف:5/ 160)

حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرِ بْنِ سَابِقٍ الْخَوْلَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ أَخِي سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ: قَالَ ذُكِرَ قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ ابْنُ يَامِينَ: كَانَ قَتْلُهُ غَدْرًا فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: "يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغْدَرُ عِنْدَكَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تُنْكِرُ، وَاللهِ لَا يُظِلُّنِي وَإِيَّاكَ سَقْفُ بَيْتٍ أَبَدًا وَلَا يَخْلُو لِي دَمُ هَذَا إِلَّا قَتَلْتُهُ" فَتَوَهَّمَ مُتَوَهِّمٌ أَنَّ فِيمَا رَوَيْنَا مِمَّا كَانَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَأَصْحَابِهِ قَدْ دَخَلُوا بِهِ فِي خِلَافِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

(شرح مشکل الآثار:1/ 190)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں حضرت "عبایۃ بن رفاعۃ" کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت میں یہودی ابن یامین نے کہا کہ کعب بن اشرف کے قتل کو دھوکے سے نسبت دی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، یہودی ابن یامین کے قول سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ دھوکہ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔

جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن یامین یہودی کے قول میں کوئی ایسی بات بظاہرًا نہ پائی جس کی وجہ سے وہ ابن یامین کو کچھ کہتے۔

اس لیے مذکورہ روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن یا اعتراض کرنا جہالت ہے

امام سبکی کی طرف ایک تاویل کی نسبت کا الزام

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 195 پر لکھتے ہیں۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تاویل

یہاں امام سبکی رضی اللہ عنہ سے بوجہ عدم تدبر ایک غلط تاویل ہوگئی پہلے تو انہوں نے لکھا کہ واقدی نے اس واقعہ کی نسبت دربار مروان کی طرف کی ہے لیکن دوسرے تمام حضرات نے دربار معاویہ میں ہی اس کے وقوع بیان کی ہے پھر لکھا ہے:

ولعل مروان او معاوية ،ان ثبت ان القصة كانت عنده .انما سكت عن قتله لتجويزه ان يكون ابن يامين انما نسب الغدر الى ابن مسلمة واصحابه ،ولو تحقق منه انه نسبه الى رسول الله ﷺ لم يتوقف فى قتله.

شاید مروان یا معاویہ، اگر ثابت ہو کہ یہ واقعہ ان کے سامنے پیش آیا وہ اس شخص کو قتل کرنے سے اس لئے باز رہے کہ انہوں نے سمجھا کہ ابن یامین نے دھوکے کی نسبت ابن مسلمہ اوران کے ساتھیوں کی طرف کر رہا ہے اگر ان پر واضح ہو جاتا کہ اس نے دھوکہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے تو وہ اس کو قتل کرنے میں توقف نہ کرتے۔

(السیف المسلول علی من سب الرسول ص 302)

امام سبکی رضی اللہ عنہ کی اس تاویل کا تصنع اور تکلف پر مبنی بالکل واضح ہے کیونکہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا:

يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغْدَرُ عِنْدَكَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تُنْكِرُ. اے معاویہ اگر تیرے سامنے نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جا رہی ہے پھر بھی تم برا نہیں منا رہے۔

جواب:

قاری صاحب نے جو امام سبکی کی اس تاویل کو تصنع اور تکلف پر مبنی لکھا ہے، وہ جناب کی دلائل سے لاعلمی ظاہر کرتی ہے کیونکہ امام سبکی نے روایات کے پیش نظر ہی اس روایت کو مروان کے بارے میں لکھا ہے محدث ابن عساکر روایت نقل کرتے ہیں جس میں رجل میں الامراء کا تذکرہ ہے۔

أخبرنا أبو الحسن بن البقشلان أنبأنا أبو الحسين بن الآبنوسي أنبأنا عيسى بن علي

أنبأنا عبد الله بن محمد ثنا محمد بن عباد المكي وسويد بن سعيد واللفظ لسويد ثنا سفيان عن عمر بن سعيد عن أبيه عن عباية بن رفاعة قال: ذكر كعب بن الأشرف عند رجل يعني من الأمراء زاد ابن عباد في حديثه وعنده محمد بن مسلمة فقال ابن يامين ما قتل إلا غدرا فقال محمد بن مسلمة للرجل أيغدر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عندك والله لا يظلني وإياك سقف بيت أبدا ولا يخلو لي هذا في مكان أستطيع أن أقتله إلا قتلته.

محدث ابن عساکر دوسری روایت نقل کرتے ہیں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں بلکہ،، مروان،، کا ذکر ہے۔

أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الباقي أنبأنا أبو محمد الجوهري أنبأنا أبو عمر بن حيوية أنبأنا أبو القاسم بن أبي حية أنبأنا محمد بن شجاع أنبأنا محمد بن عمر حدثني إبراهيم بن جعفر عن أبيه قال قال مروان بن الحكم وهو على المدينة وعنده ابن يامين النضري كيف كان قتل ابن الأشرف قال ابن يامين كان غدرا ومحمد بن مسلمة جالس شيخ كبير فقال يا مروان أيغدر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عندك والله ما قتلناه إلا بأمر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) والله لا يؤويني. (تاریخ دمشق:55/275)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ علامہ سبکی کی تاویل بالکل صحیح ہے اور علامہ سبکی پر اعتراض باطل ومردود ہے۔

الزام نمبر 24:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سود کا الزام

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 197,198 پر لکھتے ہیں۔

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ ملک شام میں لوگوں کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابو الاشعث تشریف لائے لوگ کہنے لگے: ابو الاشعث، ابو الاشعث یہاں تک کہ وہ بیٹھ گئے تو میں نے انہیں عرض کیا اے ہمارے بھائی: آپ ہمیں عبادہ بن صامت کی حدیث بیان فرمائیں، انہوں نے کہا ہاں: ہم نے ایک جہاد کیا جس میں معاویہ لوگوں کے امیر تھے سو ہمیں بہت مال غنیمت حاصل ہوا اس میں ایک چاندی کا برتن بھی تھا جناب معاویہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو لوگوں ان کی تنخواہ کے عوض فروخت کر دو لوگ اس کو خریدنے میں جلدی کرنے لگے یہ خبر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلاَّ سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى. فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ أَلاَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ. فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ ثُمَّ قَالَ لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ أَوْ قَالَ وَإِنْ رَغِمَ مَا أُبَالِي أَنْ لاَ أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ. (صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ والزارعۃ ص 744 حدیث 1587)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، گندم کو گندم، جو کو جو، کھجور کو کھجور، اور نمک کو نمک کے بدلے بیچنے سے منع کیا، مگر برابر، برابر اور نقد بانقد، سو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو وہ سود کا مرتکب ہوا، یہ سنتے ہی لوگوں نے جو کچھ لیا تھا سب کا سب واپس کر دیا اس کی اطلاع معاویہ کو پہنچی تو وہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں؟ ہم نے بھی آپ کا

مشاہدہ کیا ہے اور آپ کی صحبت میں رہے ہیں لیکن ہم نے آپ سے یہ احادیث نہیں سنی اس پر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دوبارہ اسی حدیث کا اعادہ کیا، پھر فرمایا ہم ضرور بضرور وہ احادیث بیان کریں گے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اگرچہ وہ معاویہ کو ناپسند ہوں یا فرمایا اس کی رسوائی ہو، مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اس کے لشکر کی سیاہ رات میں نہ رہوں۔

جواب:

معترض نے پیش کردہ روایت کا پس منظر بیان نہ کر کے بددیانتی سے کام لیا ہے جو جناب کی پختہ عادت کریمہ ہے حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلاف ہوا، اس کی وجہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح موجود ہے، جس سے مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

امام مالک نے موطاء میں روایت نقل کی ہے۔

حدثنا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا، فَقَالَ له أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذَا، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا أَرَى بِهٰذَا بَأْسًا فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ مُعَاوِيَةَ، أُخْبِرُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم وَيُخْبِرُنِي عَنْ رَأْيِهِ، لا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ أَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضى الله عنه، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لا تبع ذٰلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ أَوْ وَزْنًا بِوَزْنٍ۔

(1) موطاء امام مالک: ص83 رقم 1854 (2) السنن الکبریٰ للبیہقی: 5/ 280 رقم 10800

(3) شرح السنۃ للبغوی: 8/ 64 رقم 2060

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک سونے یا چاندی کا پیالہ اس کے وزن سے زیادہ سونا/ چاندی کے تبادلہ میں فروخت کیا تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خرید و فروخت میں برابری کو ضروری قرار دیتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ میں اس سودے میں کوئی حرج نہیں پاتا جس پر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کس کی جرات ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذر خواہی کرے؟ میں تو انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا رہا ہوں اور وہ اپنی رائے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ (اے معاویہ!) میں اس علاقہ میں تیرے ساتھ رہ ہی نہیں سکتا، چنانچہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ کہہ سنایا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ایسی چیز کی فروخت صرف ہم وزن برابر برابر ہی کریں۔
بظاہر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے چاندی کے زیورات کی خرید وفروخت کے وقت سونا چاندی (درہم/ دینار) کے تبادلہ میں برابری اس قدر ضروری ہے کہ زیورات کی صنعت وحرفت کا معاوضہ بھی نہیں لیا جاسکتا جس طرح پیالہ کی صنعت کا معاوضہ زائد سونے چاندی کی صورت میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے غلط قرار دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تائید کی۔

علامہ ابن قیم کی تحقیق

لیکن علامہ ابن قیم اس واقعہ کی روشنی میں ایک اصولی نکتہ پیش کرتے ہیں کہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ناجائز ہونے کی بنا پر ان کی صنعت کے بدلے زائد سونا چاندی نہیں لیا جا سکتا لیکن زیورات کا استعمال چونکہ جائز امر ہے لہٰذا ان کی خرید وفروخت میں مزدوری کے طور پر اضافی سونا چاندی جائز ہونا چاہیے۔
ابن قیم لکھتے ہیں۔
...اگر کوئی صنعت یا زیور قسم حرام سے (مثلاً سونے چاندی کا برتن) ہے تو انہیں ان کی جنس سے اور غیر جنس سے تبادلہ حرام ہے اسی کی بیع کا انکار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، اس لئے کہ اس میں حرام صنعت کی قیمت بھی شامل ہے اور یہ جائز نہیں جیسے کہ باجے گاجے کی بیع حرام ہے اگر صنعت از قسم مباح ہو جیسے چاندی کی انگوٹھی، عورتوں کے زیور، ہتھیار وغیرہ کے زیور تو کوئی عاقل ایسا نہیں کہ انہیں ان کے وزن کے برابر انہی کی جنس سے بیچ دے اس لئے کہ اس طرح جو دام اسے صنعت پر بیٹھے ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے شارع کی حکمت اس سے بہت اعلیٰ ہے کہ وہ اُمت پر یہ لازم کر دے نہ ہی شریعت کے لائق یہ حکم ہے۔
حاصل یہ ہے کہ ربا الفضل کے تحت آنے والی اشیاء کے معاملات میں مقاصد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔
سود کی صورتیں بدلتے حالات میں نئی سے نئی پیش آتی رہتی ہیں اور کئی نئی صورتوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت موجود نہیں ہوتی یا بعض صحابہ کرام کے علم میں نہیں (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں پھیلا ہوا تھا اور صحابہ ایسے انداز کی گفتگو اس لیے بھی کرتے رہتے تھے تاکہ مذاکرہ سے معلومات ملتی رہیں) لہٰذا سود کے بارے میں محتاط رویہ اپنانا بڑا ضروری ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسرے موقعہ پر خطاب کرتے ہیں جو یوں ہے:

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: إنكم تزعمون أنا لا نعلم أبواب الربا، ولأن أكون أعلمها أحبّ إلي من أن يكون لي مثل مصر وكورها، ومن الأمور أمور لا يكن يخفين على أحد:

هو أن يبتاع الذهب بالورق نسيئا وأن يبتاع الثمرة وهي معصفرة لا تطب، وأن يسلم في سن.
(المصنف لعبد الرزاق: 8/26 حدیث 14161)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم خیال کرتے ہو کہ ہم سود کی بعض شکلوں سے واقف نہیں اللہ کی قسم! سود کی ایسی صورتوں کا علم میرے نزدیک مصر اور اس کے اضلاع سے بھی زیادہ محبوب ہے پھر سودی معاملات میں سے بہت سے اُمور ایسے ہیں جو کسی پر بھی مخفی نہیں مثلاً سونے کی چاندی کے بدلے اُدھار خریداری اور درختوں پر موجود پھل کی خریداری جبکہ وہ زرد ہو، پوری طرح تیار نہ ہو اور حیوانات میں بیع سلم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے مذکورہ بالا خطاب میں ربا الفضل کی دو قسموں (جو مذکورہ تین صورتوں میں سے پہلی دو ہیں) کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ وہ کسی پر مخفی نہیں ہیں البتہ ایک اور قسم (چند مخصوص اشیا کا نقد کمی بیشی سے سودا) صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلافی امر تھا اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بھرپور اطمینان نہ ہونے کا حسرت سے ذکر کر رہے ہیں زیادہ تفصیلات کے لئے دیکھئے شرح صحیح مسلم للسعیدی: 4/402 تا 408

یہ اعتراض کس پر؟ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ معاملہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا جب حضرت معاویہ شام کے امیر تھے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سودی لین دین کرنے والے ہوتے تو کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا عہدہ بحال رکھتے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اپنے عمال اور گورنر پر شریعت کے معاملے میں بہت سختی کرتے تھے اس پر مزید گفتگو آگے آرہی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان پر حرف گیری

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس قسم کا لین دین ربا الفضل کے قبیل سے تھا، جس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ایک موقف تھا اس لیے اختلافی مسائل کی آڑ میں صحابہ کرام پر اعتراض مذموم فعل ہے اور یہ اعتراض صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان پر ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف بھی ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہوں اور کوئی گورنر سودی کاروبار کرے کیا یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں حرف گیری کرنا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر سود کھانے کا الزام

اگر ایسی روایات سے صحابہ کی شان میں کلام کرنا ہے تو جناب ایسی روایات تو کتب احادیث میں موجود ہیں

جس میں ایک صحابی نے دوسرے صحابی پر سخت کلام کیا حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سود کھانے اور سود کھلانے والا کہا۔

امام طبرانی معجم الاوسط میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: نا طَاهِرُ بْنُ خَالِدِ بْنِ نِزَارٍ قَالَ: نا أَبِي قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ فِي دِرْهَمَيْنِ تُسْوَى بِدِرْهَمٍ جَيِّدٍ؟ قَالَ: وَمَا بَأْسُ ذَلِكَ؟ هَلْ ذَلِكَ إِلَّا كَالْبَعِيرَيْنِ بِالنَّاقَةِ السَّمِينَةِ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَنْتَ الَّذِي تَأْكُلُ الرِّبَا وَتُطْعِمُهُ النَّاسَ؟ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: مَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا يَعْلَمُ قَرَابَتِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَرِءُ عَلَيَّ هَذِهِ الْجُرْأَةَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَاللهِ، مَا أَقُولُ لَكَ ذَلِكَ إِلَّا نَصِيحَةً لَكَ، وَشَفَقَةً عَلَيْكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. (المعجم الأوسط: 2/ 338 رقم: 2158)

حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے عرض کی: آپ کیا فرماتے ہیں، دو درہم ایک جید درہم کے بدلے؟ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیا دو اونٹ ایک گھابن اونٹنی کے برابر نہیں ہیں؟ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس تم سود کھاتے ہو اور لوگوں کو بھی کھلاتے ہو؟ حضرت ابن عباس نے پوچھا یہ بات کرنے والا کون ہے؟؟ فرمایا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے گمان میں نہ تھا کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری قرابت جاننے کے بعد بھی مجھ پر اعتراض کی جرات کرے گا، تو حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، میں آپ کی خیر خواہی اور آپ پر شفقت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے برابر برابر، چاندی چاندی کے بدلے برابر، اور کھجور کے کھجور بدلے برابر برابر، اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر فروخت کرو۔

اس لیے جو فتویٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگے وہ فتویٰ جناب فیضی صاحب، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر لگانے کی جسارت کریں گے؟

الزام نمبر 25:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جہالت کا الزام

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 198,199 پر لکھتے ہیں۔

جہالت حاکم

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے پر، فردالناس مااخذوا، (لوگوں نے جو کچھ لیا تھا واپس کر دیا) کی شرح کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

يدل على فسخ هذه البيوع الفاسدة.

واپس کرنے کا یہ عمل اس فاسد خرید وفروخت کے فسخ پر دلالت کرتا ہے۔

(اکمال المعلم ج5 ص268)

امام نووی اس جملہ کے تحت لکھتے ہیں:

هذا دليل على ان البيع المذكور باطل.

یہ مذکورہ خرید فروخت کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج11 ص19)

اولاً لوگوں نے جو اس برتن کو خریدنے میں جلدی کی امام پر امام ابو العباس قرطبی لکھتے ہیں

وهو يدل على أقلية العلماء، وأن الأكثر الجهال. ألا ترى أن معاوية رضى الله عنه قد جهل ذلك مع صحبته، وكونه من كُتَّاب الوحى، ويحتمل أن يقال: إن معاوية كان لا يرى ربا الفضل كابن عباس وغيره. والأول أظهر من مساق هذا الخبر. فتأمل نصّه؛ فإنّه صريح: فى أن معاوية لم يكن علم بشيء من ذلك.

یہ جلد بازی علماء کی قلت اور جہلاء کی کثرت پر دلالت کرتی ہے کیا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ صحابی اور کاتبان وحی میں سے ہونے کے باوجود اس مسئلہ سے جاہل رہے احتمال ہے کہ یہاں کہا جائے کہ معاویہ ربا الفضل میں سود نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ ابن عباس وغیرہ، لیکن پہلا قول حدیث کے متن کی رو سے زیادہ ظاہر ہے لہٰذا تم بھی اس نص میں غور کرو کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ معاویہ

کو اس سلسلے کچھ بھی علم نہیں تھا۔ (المفہم لابی العباس القرطبی ج 4 ص 473)

جواب:

قاری فیضی صاحب کا حضرت معاویہ ﷛ پر جہالت کے لفظ کا اطلاق بہت ہی قبیح فعل ہے عربی زبان کے لفظ

جھل ،کا ترجمہ جہالت کرنا جناب قاری صاحب کی علمی استعداد کے ساتھ اندرونی بغض کو بھی ثابت کرتا ہے کسی حدیث کو نہ جاننا اور جہالت میں بہت فرق ہے۔

'ھو عالم لیس بجاھل،(وہ عالم ہے، جاہل نہیں ہے)،اِس لیے زبان کے اِس مسلمہ قاعدے کی رو سے مشترک معنی کے حامل الفاظ جب اپنے ضد کے ساتھ استعمال ہوں تو اُن کا مفہوم اُن کے اِس ضد کی رعایت سے متعین ہو جاتا ہے، پھر وہ مشترک نہیں رہتے ،عربی زبان میں ،مثال کے طور پر 'جھل' ایک مشترک لفظ ہے جو'نہ جاننے' کے معنی میں بھی آتا ہے اور 'جوش میں آنے' جذبات سے مغلوب ہو جانے' کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے۔

جلیل القدر صحابہ تک حدیث کا نہ پہنچنا

رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات فرماتے یا کوئی عمل کرتے تو اس محفل میں موجود صحابہ کرام اس بات کو یاد رکھتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اس بات کو دوسروں تک پہنچاتے اور بعض اوقات ایک مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن باتوں کا علم ہوتا دوسری مجلس والے ان سے محروم رہتے ،اور جب کسی کو حدیث نہ ملے تو وہ اس پر کیسے عمل کر سکتا ہے؟ شرعاً بھی وہ اس حدیث پر عمل کرنے کا مکلف نہیں،اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(1)حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى شَيْءٌ وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ. فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَعْطَاهَا السُّدُسَ.

سیدنا ابو بکر صدیق ﷛ (جو سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تھے) سے پوچھا گیا کہ کیا میراث میں دادی کا حصہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں اور میرے علم کے مطابق

سنت رسول میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں البتہ میں لوگوں سے پوچھوں گا، پھر مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ i نے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ میراث دلوائی۔

(1) سنن ابو داؤد: 3/81 رقم 2896 (2) سنن ابن ماجہ: 4/26 رقم 2724

(3) موطاء امام مالک: 2/14 رقم 1461

(2) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ إِذْ جَاءَ أَبُو مُوسَى كَأَنَّهُ مَذْعُورٌ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ قُلْتُ اسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ.

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان معلوم نہ تھا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اس کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے

(1) صحیح بخاری: 8/67 رقم 6245 (2) صحیح مسلم: 6/177 رقم 5751

ابو سعید خدری اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی خبر دی حالانکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام دیگر صحابہ سے بہت بلند ہے۔

(3) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ فَاخْتَلَفُوا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ

يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي فِي هٰذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ.

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام جا رہے تھے راستہ میں انہیں معلوم ہوا کہ شام میں طاعون پھیلا ہوا ہے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کسی کو بھی حدیث رسول معلوم نہ تھی یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ جب کسی علاقہ میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو اور جب تمہیں پتہ چلے کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل چکا ہے تو وہاں مت جاؤ۔

(صحیح بخاری:7/168 رقم 5729)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے بڑے عالم، فقیہ اور صاحب تقویٰ تھے وہ بھی بعض دینی احکام و مسائل سے آگاہ نہ تھے۔

(4) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يُصَلِّي حَتّٰى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذٰلِكَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هٰذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللهِ لِهٰذَا قَالَ نَعَمْ.

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جنبی ہو جائے، پانی دستیاب نہ ہو تو وہ نماز کیسے ادا کرے فرمایا جب تک پانی نہ ملے نماز ادا نہ کرے یہ سن کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض

کیا اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ اونٹوں کے ریوڑ میں مقیم تھے اور ہم جنبی ہو گئے میں مٹی میں ایسے لوٹا جیسے چوپایہ لوٹتا ہے (پھر نماز ادا کر لی) مگر آپ نے نماز ادا نہ کی اور یہ ماجرا بارگاہ نبوت میں عرض کیا، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا تمہارے لیے صرف یہ کافی تھا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھران دونوں سے اپنے منہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا، یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عمار اللہ سے ڈرو، عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کیا کروں، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا مطلب یہ نہیں جب تم نے اس کی ذمہ داری اپنی ذات پر ڈالی ہے تو ہم بھی اسے تم پر ڈالتے ہیں۔

(صحیح بخاری: 1/95 رقم 346)

گویا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہ آیا لیکن آپ نے عمار کو جھوٹا قرار نہ دیا بلکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی اجازت دی۔

ان مذکورہ حوالہ جات کے علاوہ متعدد ایسی روایات ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو کسی خاص مسئلہ پر یا حدیث نہیں پہنچی یا اپنی سماعت کا انکار کیا موصوف کا ان صحابہ کرام کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا؟

جہالت کا فتویٰ کس کس پر؟

قارئین کرام! چند روایات ملاحظہ کریں، اور پھر خود فیصلہ کریں کہ بالفرض اگر کسی صحابہ کو کوئی خاص معاملہ کا علم نہیں تو اس پر کیا جاہل ہونے کا فتویٰ جائز ہے؟ کیا فتویٰ باز لوگوں کے ہاتھوں میں شریعت کا مذاق بنا دیا جائے؟

اگر کسی مسئلہ میں لاعلم ہونے پر جاہل کا فتویٰ ہے تو پھر یہ فتویٰ کس کس پر لگے گا؟

(1) معاویہ بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا اتنے میں محمد بن ایاس بن البکیر آئے اور کہنے لگے: ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو دخول سے قبل تین طلاقیں دی ہیں، اس بارے میں آپ دونوں کی کیا رائے ہے؟، تو عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: ہمیں اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں، تم عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ سے پوچھو، ان دونوں کو میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں، ان سے پوچھ کر ہمیں بھی ان کے جواب سے آگاہ کرنا، محمد بن ایاس البکیر ان دونوں کے پاس آئے اور مسئلہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أفته يا أبا هريرة فقد جاءتك معضلة

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک پیچیدہ مسئلہ آیا ہے آپ ہی اس کے متعلق فتویٰ دیں،

تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجاً غيره

پہلی طلاق طلاق بائنہ (یعنی وہ طلاق جس میں شوہر کو رجوع کا حق ختم اور عورت کی مرضی سے نیا عقد کی گنجائش ہو) ہوگی، اور تین طلاقیں اس عورت کو حرام کردے گی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پھر اسے طلاق ہو جائے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ:2/274,275)

(2) حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاق، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيب، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي حُيَيَّةَ، مَوْلَى ابْنَةِ صَفْوَانَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ؛ قَالَ: بَيْنَا أَنَا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَذَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يُفْتِي النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ بِرَأْيِهِ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ عُمَرُ: عَلَيَّ بِهِ، فَجَاءَ زَيْدٌ، فَلَمَّا رَآهُ عُمَرُ قَالَ: أَيْ عَدُوَّ نَفْسِهِ، قَدْ بَلَغْتَ أَنْ تُفْتِيَ النَّاسَ بِرَأْيِكَ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، بِاللَّهِ مَا فَعَلْتُ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ مِنْ أَعْمَامِي حَدِيثًا، فَحَدَّثْتُ بِهِ؛ مِنْ أَبِي أَيُّوب، وَمِنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَمِنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ فَقَالَ: وَقَدْ كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ، إِذَا أَصَابَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْمَرْأَةِ فَأَكْسَلَ لَمْ يَغْتَسِلْ؟ فَقَالَ: قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَلَمْ يَأْتِنَا مِنَ اللهِ فِيهِ تَحْرِيمٌ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيهِ نَهْيٌ، قَالَ: وَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَعْلَمُ ذَاكَ؟ قَالَ: لاَ أَدْرِي، فَأَمَرَ عُمَرُ بِجَمْعِ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ، فَجُمِعُوا لَهُ، فَشَاوَرَهُمْ، فَأَشَارَ النَّاسُ، أَنْ لاَ غُسْلَ فِي ذَلِكَ، إِلاَّ مَا كَانَ مِنْ مُعَاذٍ، وَعَلِيٍّ، فَإِنَّهُمَا قَالاَ: إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، فَقَالَ عُمَرُ: هَذَا وَأَنْتُمْ أَصْحَابُ بَدْرٍ، وَقَدِ اخْتَلَفْتُمْ، فَمَنْ بَعْدَكُمْ أَشَدُّ اخْتِلاَفًا، قَالَ: فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَعْلَمَ بِهَذَا مِنْ شَأْنِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، مِنْ أَزْوَاجِهِ، فَأَرْسَلَ إِلَى حَفْصَةَ فَقَالَتْ: لاَ عِلْمَ لِي بِهَذَا، فَأَرْسَلَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، فَقَالَ عُمَرُ: لاَ أَسْمَعُ بِرَجُلٍ فَعَلَ ذَالِكَ، إِلاَّ أَوْجَعْتُهُ ضَرْبًا.

جلیل القدر صحابی سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص آپ کی مجلس میں آیا اور پکارا: اے امیر المومنین! یہ زید بن ثابت مسجد میں بیٹھ

کر لوگوں کو غسل جنابت کے متعلق اپنی رائے سے فتویٰ دے رہے ہیں، امیر المؤمنین نے فوراً انہیں اپنی مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا، زید بن ثابت حاضر ہوئے تو امیر المؤمنین ان سے مخاطب ہوئے کہ

أي عدو نفسه قد بلغت أنك تفتي الناس برأيك.

اے اپنی ذات کے دشمن! تم لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہے ہو؟ تو زید بن ثابت نے جواباً عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے اپنی رائے سے تو فتویٰ نہیں دیا بلکہ میں نے یہ ابو ایوب انصاری، ابی بن کعب، اور رفاعہ بن رافع سے سنا ہے، یہ سن کر امیر المؤمنین، رفاعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم لوگ جب اپنی بیویوں سے جماع کرتے عدم انزال کی صورت میں غسل نہیں کرتے تھے؟ تو رفاعہ گویا ہوئے ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے، ہمیں اللہ کی طرف سے کوئی حرمت نہیں ملی اور نہ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کیا، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں؟

تو رفاعہ نے لاعلمی کا اظہار کیا تو امیر المؤمنین نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں مشورہ کیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں، لیکن معاذ بن جبل اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے ان کے اس جواب سے اختلاف کیا اور فرمایا۔

إذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل،

مرد عورت کی شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے ان کا یہ اختلاف سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا:

هذا وأنتم أصحاب بدر، قد اختلفتم فمن بعدكم أشد اختلافاً.

تم اصحاب بدر اختلاف کا شکار ہو، تمہارے بعد والے اس سے کہیں زیادہ اختلاف کا شکار ہوں گے،

تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سسر اور مشیر خاص تھے) نے فرمایا اس مسئلے میں ازواج مطہرات سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں، آپ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی کو پوچھنے کے لیے بھیج دیں، جب ان سے پوچھا گیا

تو انہوں نے جواب میں فرمایا، لا علم لي بها فأرسل إلى عائشة

مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جائے، جب عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو معاذ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا جواب تھا۔

إذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل
جب مسئلہ کی وضاحت ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آج کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ کسی نے ایسا کیا ہے تو میں اس کو سزا دوں گا۔ (مصنف ابن أبی شیبہ: 1/ 87 حدیث 952)

اب کوئی قاری یا ریسرچ اسکالر ایسی روایات کو جمع کر کے ایک کتاب لکھے اور کہے کہ جلیل القدر صحابہ جب نعوذ باللہ جاہل تھے تو....؟ اس لیے محققین علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال ہر کسی کا کام نہیں ہے۔

الزام نمبر 26:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابی کی تکذیب کا الزام

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 200 پر لکھتے ہیں۔

انصاری صحابی کی تکذیب کر ڈالی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی پرواہ نہ کی، ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کی تو معاویہ نہیں کہا: إِنَّ هَذَا لاَ يَقُولُ : شَيْئًا لِعُبَادَةَ. فَقَالَ عُبَادَةُ : إِنِّي وَاللهِ لاَ أُبَالِي أَنْ لاَ أَكُونَ بِأَرْضٍ يَكُونُ فِيهَا مُعَاوِيَةُ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ذَالِكَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات عبادہ کو نہیں کہی اس پر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم مجھے پرواہ نہیں کہ میں اس زمین میں نہ رہوں جہاں معاویہ ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔

(مسند احمد ج 16 ص 403 حدیث 22622، سنن نسائی المجتبیٰ ج 7 ص 275، السنن الکبریٰ للبیہقی ج 5 ص 278 حدیث 10484)

جواب:

پیش کردہ روایت سے جناب قاری فیضی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابہ کو جھٹلانے اور تکذیب کرنے کا الزام لگایا ہے اگر جناب نے خود سے کوئی تحقیق کی ہوتی تو وہ عظمت صحابہ پر ایسے رکیک جملے کہنے سے پہلے کچھ سوچتے، اگر جناب قرآت پر ہی توجہ دیتے تو بہتر ہوتا، احادیث سے استنباط فقیہ ہی کر سکتا ہے۔

اس حدیث کے متن کو غور سے پڑھیں، قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تکذیب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے؟ یا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سننے کا اعتراض وارد کیا ہے؟

صحابہ کرام کی روایت حدیث میں احتیاط

امام بخاری اور امام مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ

قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللهِ لِهَذَا قَالَ نَعَمْ.

ترجمہ: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جنبی ہو جائے، پانی دستیاب نہ ہو تو وہ نماز کیسے ادا کرے فرمایا جب تک پانی نہ ملے نماز ادا نہ کرے یہ سن کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ اونٹوں کے ریوڑ میں مقیم تھے اور ہم جنبی ہو گئے۔ میں مٹی میں ایسے لوٹا جیسے چوپایا لوٹتا ہے (پھر نماز ادا کر لی) مگر آپ نے نماز ادا نہ کی اور یہ ماجرا بارگاہ نبوت میں عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تمہارے لیے صرف یہ کافی تھا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان دونوں سے اپنے منہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمار اللہ سے ڈرو، عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کیا کروں، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا مطلب یہ نہیں جب تم نے اس کی ذمہ داری اپنی ذات پر ڈالی ہے تو ہم بھی اسے تم پر ڈالتے ہیں۔
(صحیح بخاری: 1/ 95 رقم 346)

اعتراض سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر؟

گویا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہ آیا لیکن آپ نے عمار کو جھوٹا قرار نہ دیا بلکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی اجازت دی اب اس حدیث کے پیش نظر کس پر اعتراض وارد ہو گا؟

نکتہ: معزولی میں سختی:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم میں جب بات آئی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث کے مطابق عمل کرنے کو کہا اور ان کو

معزول نہیں کیا اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حقیقتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تکذیب کی ہوتی یا اس کو نہ مانا ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو اس عہدہ پر نہ رکھتے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول نہ کرنا ہی اس بات پر دلیل ہے کہ آپ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی مجتہد اور فقیہ تھے آپ کی علمیت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی واقف تھے تبھی صرف ایک رائے دینے پر ہی اکتفا کرلیا۔

موصوف قاری صاحب نے اس واقعہ کو حدیث کی تکذیب کا رنگ دے کر صحابہ کرام پر طعن کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور موصوف کا کسی بھی واقعہ کو رنگ دے کر اپنی ذہنی اختراع کو بیان کرنا ایک مذموم حرکت ہے

موصوف فیضی صاحب کو امام اعظم رحمہ اللہ پر اعتراض کا شاید معلوم نہیں کہ ان کے مخالفین کچھ یہ ہی اعتراض کرتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اگر کسی بھی استدلال کو کوئی غلط رنگ دینا ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کی شان پر طعن بنتا ہے، مگر محققین کو حقیقت حال معلوم ہے کہ امام اعظم کی کسی بھی معاملہ میں قبول یا رد کرنے کی شرائط کیا ہیں؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حدیث میں احتیاط کرنا

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ماننے سے اس لیے تردد کا اظہار نہیں کیا کہ وہ حدیث صحیح کی تکذیب کرتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے اعتراض حدیث پر نہیں بلکہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی سماعت پر کیا تھا۔

مسند امام احمد میں واضح طور پر لکھا ہے۔

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ إِنَّ هٰذَا لَا يَقُولُ: شَيْئًا لِعُبَادَةَ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو نہیں کی۔

(مسند الامام أحمد بن حنبل: 5/319)

اب روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی سماعت کا انکار کیا ہے نہ کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا۔

امام شافعی کی تحقیق:

امام شافعی، صحابہ کرام کے اختلاف اور مختلف روایات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وأُخبرنا أن أبا سعيد الخدري لقي رجلاً، فأخبره عن رسول الله شيئاً، فذكر الرجل خبراً يخالفه، فقال أبو سعيد: والله لا آواني وإياك سقف بيت أبداً. (الرسالۃ: ص 447)

اور ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی، حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کی، اس شخص نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مقابلہ میں کسی مخالف حدیث کو بیان کیا، حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم دونوں ایک مقام پر کبھی نہیں رہ سکتے۔

ناگواری کی وجوہات

امام شافعی اس روایت اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے اس غصہ پر فرماتے ہیں۔

قال "الشافعي": يرى أن ضَيِّقاً على المخبر أن لا يقبل خبره، وقد ذكر خبراً يخالف خبرَ أبي سعيد عن النبي، ولكنْ في خبره وجهان: أحدهما: يحتمل به خلافَ خبر أبي سعيد، والآخر: لا يحتمله. (الرسالۃ: ص 447)

حدیث بیان کرنے والے پر یہ امر ناگوار گذرتا ہے کہ اس کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کیا جائے دوسرے شخص نے بھی حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مخالف کوئی حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی روایت کی تھی، لیکن حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ناگواری کی 2 وجہیں ہوسکتی ہیں۔

اول:

اس شخص نے جو حدیث پیش کی اس میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث کے خلاف کا احتمال تھا۔

دوم: یہ کہ اس شخص کی پیش کردہ حدیث میں مخالفت کا احتمال نہیں تھا صرف مقابلہ تھا۔

کسی حدیث کو نہ ماننے کے اسباب

امام شافعی حدیث کو رد کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ويردُّ مثله: إلا من جهة أن يكون عنده حديث يخالفه، أو يكونَ ما سمع ومَن سمع منه أوثقَ عنده ممن حدَّثه خلافه، أو يكونَ من حدثه ليس بحافظ، أو يكونَ متهماً عنده، أو يَتَّهِمَ من فوقه ممن حدثه، أو يكونَ الحديث محتملا معنيين، فيتأوَّل فيذهبَ إلى

أحدهما دون الآخر.
یہ جائز نہیں کہ وہ اس خبر کو بھی رد کر دے مگر اس صورت میں کہ جب حدیث کے مقابلہ میں اس کے پاس کوئی دوسری مخالف حدیث موجود ہو، یا یہ کہ جو حدیث اس نے جس شخص سے سنی ہے اس کی مخالف روایت کرنے والا راوی اس کے نزدیک پہلے راوی سے زیادہ قابل وثوق ہو، یا یہ کہ اول حافظ حدیث نہ ہو، یا یہ کہ اس کے نزدیک متہم ہو، یا اس راوی نے جس سے روایت کیا ہے اس سے اوپر والا راوی متہم نہ ہو، یا یہ کہ اول حدیث جو پیش کی گئی ہے دو معنوں کی محتمل ہو، اور اس نے اپنے اجتہاد سے ایک معنی چھوڑ کر دوسرے مراد لیے ہوں۔ (الرسالۃ: ص459)

موصوف قاری صاحب نے ادھر ادھر کے حوالہ جات پیش کیے مگر امام شافعی کی تحقیق پیش کرنے کو اہمیت نہیں دی اور وہ اس لیے کہ لفاظی اور واقعہ کو رنگ دے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بات جو کرنی تھی، مگر کسی بھی روایت سے نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی حدیث کی تکذیب کرنا اور نہ ہی کسی جلیل القدر صحابی کی تکذیب کرنا۔

کیا حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی انصاری صحابی کی تکذیب کی؟

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری صحابی کی تکذیب کی جناب موصوف کا کیا فتویٰ ہے؟

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ زَعَمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ فَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ تَعَالَى........

(سنن ابی داؤد: 1/ 163 رقم 425)

عبداللہ بن صنابحی سے روایت ہے کہ ابو محمد الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی کا خیال ہے کہ وتر واجب ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جب سنا تو انہوں نے کہا کہ ابو محمد نے کذب بیانی کی ہے حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں فرض ہیں۔

اب اس روایت کے الفاظ، کذب، کی جو بھی تاویل کریں، وہ تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی قبول کریں۔

کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اس حدیث کو پیش کر کے یہ کہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ ایک انصاری صحابی کی تکذیب کی؟ اس لیے لفاظی کے ذریعے صحابہ کرام کو مطعون کرنا مردود فعل ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے رویہ پر اعتراض

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 200 پر لکھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ہے کہ معاویہ نے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔

اسکت عن هذا الحديث فلا تذكره.فقال له بلى,وان رغم انف معاوية.

اس حدیث کے بیان کرنے سے خاموشی اختیار کر، اس پر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں، ہم بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کی رسوائی ہو۔

(تاریخ دمشق ج 26 ص 199، تکملۃ فتح الملہم ج 1 ص 556)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قال وأنا الهيثم بن كليب نا الحسن بن علي بن عفان العامري نا أسباط بن محمد القرشي عن رجل من أهل البصرة عن الحسن قال كان عبادة بن الصامت بالشام فرأى آنية من فضة تباع الإناء بمثلي ما فيه أو نحو ذلك فمشى إليهم عبادة فقال أيها الناس من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فأنا عبادة بن الصامت ألا وإني سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) في مجلس من مجالس الأنصار ليلة الخميس في رمضان لم يصم رمضان بعده يقول الذهب بالذهب مثلا بمثل سواء بسواء وزنا بوزن يدا بيد فما زاد فهو ربا والحنطة بالحنطة قفيز بقفيز يد بيد فما زاد فهو ربا والتمر بالتمر قفيز بقفيز يد بيد فما زاد فهو ربا قال فتفرق الناس عنه فأتى معاوية فأخبر بذلك فأرسل إلى عبادة فأتاه فقال له معاوية لئن كنت صحبت النبي (صلى الله عليه وسلم) وسمعت منه لقد صحبناه وسمعنا منه فقال له عبادة لقد صحبته وسمعت منه فقال له معاوية فما هذا الحديث الذي تذكره فأخبره فقال له معاوية اسكت عن هذا الحديث ولا تذكره فقال له عبادة بلى وإن رغم أنف معاوية قال ثم قام فقال له معاوية ما نجد شيئا أبلغ فيما بيني وبين أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) من

الصفح۔ (تاریخ دمشق:2/ 199)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

کیونکہ روایت کی سند میں "عن رجل من أهل البصرة "مجہول راوی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف روایات کے سہارے صحابی پر اعتراض کرنا جناب فیضی صاحب کا شیوہ تو ہوسکتا ہے مگر تحقیقی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں حضرت حسن البصری کا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک لکھتے ہیں۔

قال عبد الله: ومتى لقي الحسن عبادة فحكم فيه أنه باطل. (إكمال تهذيب الكمال:4/ 90)

محدث البزار لکھتے ہیں:

عن الحسن، عن عبادة مرسلا. (مسند البزار:7/ 162)

محدث ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

وَيُنْظَرُ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ عَنْ عُبَادَةَ. (نصب الرایہ لأحادیث الہدایہ:1/ 172)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت حسن بصری کی حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کو منقطع کہا ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

هَذَا مُنْقَطِعٌ فِي مَوْضِعَيْنِ. (المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ:13/ 255)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور اس سے استدلال فریق مخالف کی علمی استعداد کو ظاہر کرتا ہے۔

الزامی جواب:

موصوف معترض جیسے فضائل معاویہ میں تمام شامی اور حمصی راویوں کی روایات کو موضوع قرار دیتے ہیں تو پھر جناب کوفیوں کی روایات حضرت معاویہ کے خلاف کیسے مان لی جائیں؟

اس روایات میں کوئی راوی ملاحظہ کریں۔
الحسن بن علی بن عفان العامری أبو محمد الکوفی۔ (تقریب التہذیب: 1/162)
أسباط بن محمد بن عبد الرحمن بن خالد الکوفی.
(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: 2/354)

جناب موصوف اگر تحقیقی بات کا جواب نہ دے سکیں تو رہنے دیں مگر الزامی جواب پر کچھ ارشادات عالیہ ضرور فرمائیں تاکہ لوگ ان سے مستفید ہونے کی کوشش کر سکیں اور تاویلات رکیکہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس کا متن دوسری روایات سے ثابت ہے متن سے جو ثابت ہے اس پر تو تفصیلی کلام کیا گیا ہے مگر روایت مذکورہ میں جو قابل اعتراض جملہ فقال له معاوية اسكت عن هذا الحديث یعنی حضرت معاویہ نے اس حدیث کو بیان کرنے سے خاموشی اختیار کروانا، ثابت نہیں۔

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 202,203 پر لکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی آئی ہے اور اس پر یوں باب قائم کیا گیا ہے: باب تعظيم حديث رسول الله ﷺ والتغليظ على من عارضه.

(رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت اور جو شخص حدیث کی مخالفت کرے اس پر غصہ کرنے کا باب) امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ کے صحابی نقیب الانصار سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سرزمین روم میں معاویہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سونے کے ٹکڑوں کو درہموں کے بدلے خرید وفرخت کر رہے ہیں تو فرمایا لوگوں تم سود کھا رہے ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، سونا سونے کے بدلے میں برابر بیچو، اس میں کوئی کمی اور زیادتی ہو اور نہ ہی ادھار ہو ،اس پر معاویہ نے کہا ،اے ابوالولید! میں اس میں سود نہیں سمجھتا الا یہ کہ ادھار ہو ،اس پر عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُحَدِّثُنِي عَنْ رَأْيِكَ! لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيهَا إِمْرَةٌ. فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ. فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيدِ إِلَى أَرْضِكَ، فَقَبَحَ اللهُ أَرْضًا لَسْتَ فِيهَا

وَأَمْثَالُكَ. وَ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لَا إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ، وَاحْمِلِ النَّاسَ عَلَى مَا قَالَ، فَإِنَّهُ هُوَ الْأَمْرُ.

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم مجھے اپنی رائے پیش کرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے نکلنے کا موقعہ دے تو میں اس زمین نہیں رہوں گا جہاں مجھ پر تمہاری حکومت ہو پھر وہ لوٹے تو مدینہ منورہ چلے گئے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا! اے ابو الولید آپ کیوں واپس آئے؟ انہوں نے پورا قصہ بیان کیا اور وہاں نہ رہنے کی وجہ بھی بتائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو الولید آپ اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ جائیے خدا اس زمین کو خراب کرے جہاں آپ جیسے حضرات نہ ہوں، اور معاویہ کو طرف لکھ بھیجا کہ ان پر تمہاری کوئی حکومت نہیں اور لوگوں کو اسی مسئلہ پر گامزن کرو جو انہوں (عبادہ) نے بیان کیا ہے کیونکہ یہی حق ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص 16 حدیث 18)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيَّ النَّقِيبَ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا مَعَ مُعَاوِيَةَ أَرْضَ الرُّومِ، فَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ وَهُمْ يَتَبَايَعُونَ كِسَرَ الذَّهَبِ بِالدَّنَانِيرِ وَكِسَرَ الْفِضَّةِ بِالدَّرَاهِمِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَأْكُلُونَ الرِّبَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا تَبْتَاعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَا زِيَادَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا نَظِرَةَ". فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ، لَا أَرَى الرِّبَا فِي هَذَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْ نَظِرَةٍ. فَقَالَ عُبَادَةُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُحَدِّثُنِي عَنْ رَأْيِكَ! لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيهَا إِمْرَةٌ. فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيدِ إِلَى أَرْضِكَ، فَقَبَحَ اللهُ أَرْضًا لَسْتَ فِيهَا وَأَمْثَالُكَ. وَ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لَا إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ، وَاحْمِلِ النَّاسَ عَلَى مَا قَالَ، فَإِنَّهُ هُوَ الْأَمْرُ.

(سنن ابن ماجہ: 1/ 14)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

علت:

اس روایت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کے محقق شعیب الارنووط لکھتے ہیں۔

إسناده ضعيف لانقطاعه، قبيصة بن ذؤيب لم يسمع من عبادة بن الصامت.

اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ "قبیصۃ بن ذؤیب" نے حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے نہیں سنا۔ (سنن ابن ماجہ ت الأرناؤوط: 1/14 حاشیہ)

حضرت عمر فاروق ؓ کی گورنروں پر گرفت

حضرت عمر فاروق ؓ اپنے گورنروں پر جو گرفت کرتے تھے وہ ایک طالب علم سے مخفی نہیں اس لیے مختصراً چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

(1) حضرت خالد بن ولید ؓ کو ایک قصیدہ گو کو انعام دینے پر معزول کیا۔

(الکامل ابن اثیر: 2/418)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے جب محل تعمیر کروایا تو اس کے دروازے کو آگ لگا دی۔

(کنز العمال: 3/335)

(3) حضرت عیاض بن غنم ؓ کو باریک کرتا پہننے پر سزا بھی دی۔

(کتاب الخراج ص 66)

(4) سیدنا ابی بن کعب ؓ کو اس لیے سزا دی کہ ان کے ساتھ لوگ ادب کے ساتھ چلے۔

(مسند دارمی ص 71)

سیدنا عمر فاروق ؓ کا اپنے گورنروں کا احتساب اور ان کے اخلاق و عادات کی اتنی نگرانی کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ کسی ایک گورنر کی خلاف اولیٰ کام پر گرفت کرتے تھے۔

نکتہ:

مذکورہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عمر فاروق ؓ اپنے گورنروں کا سخت احتساب کرتے تھے تو یہ کیسے مان لیا جائے کہ حضرت معاویہ ؓ جو حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں سود اور ربا کو جائز کہیں بلکہ

اس کا کام بھی کریں، اور صحابہ کرام حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی دیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرفت کی بجائے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث پر عمل کرنے کو کہیں؟ اور معزول نہ کریں۔

معترض نے ان روایات کو، سودی کاروبار کرنے، اور، حدیث کی مخالفت، کرنے کا جو رنگ دیا ہے، کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں ہوا؟ اور صرف خط لکھ کر ان کو فتوی پر عمل کرنے کو کہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر بحال رکھا؟

ایک جاہل بھی یہ بات جانتا ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سودی کام کیا ہوتا اور حدیث صحیح کی مخالفت کی ہوتی تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں ان کے عہدہ سے تو ضرور ہٹاتے اور ساتھ سزا بھی دیتے۔

معترض کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا کہ یہ اعتراض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اس معاملہ سے باخبر تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں قاری فیضی صاحب کو اکابر صحابہ کا بھی خیال نہیں رہا لگتا ہے کہ تنقیص صحابہ، فتوی بازملاں کے لیے لازم وملزوم ہے

ابو الحسن سندھی کا مسلک:

جناب قاری صاحب نے متعدد مقامات پر علامہ ابو الحسن سندھی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء پر شور مچایا قاری فیضی صاحب نے اپنی کتاب میں دیابنہ اور خارج اہل سنت علماء کے بہت حوالہ جات دیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری فیضی صاحب ان کی تحقیقات پر بہت اعتماد کرتے ہیں

اس لیے الزامی طور پر ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

ابو الحسن محمد بن عبد الهادي السندهي الكبير کے بارے میں امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

حالانکہ یہ ابو الحسن سندھی غیر مقلد تھا۔ (تجلیات صفدر: 6/ 44)

اب قاری فیضی کے معتمد علماء سے یہ ثابت ہوا کہ ابو الحسن سندھی صاحب غیر مقلد تھے اس لیے ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی طرح کا بھی حوالہ قابل قبول نہیں۔

الزام نمبر 27:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے انکار کا الزام

قاری فیضی صاحب نے اپنی کتاب ص 203,204 پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حدیث مبارکہ پیش کی گئی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی ذاتی رائے پر ڈٹے رہے۔

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بھی برہم ہو کر فرمایا، میں اس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں تو ہوگا، پھر وہ بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید فرمائی اور معاویہ کو خط لکھا

فکتب عمر بن الخطاب الی معاویۃ :ان لا تبیع ذالك الا مثلا بمثل ووزنا بوزن۔

پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تو اس معاملہ میں خرید و فرخت مت کر مگر مثل در مثل برابر وزن کے ساتھ۔(الموطاء للامام مالک ج 3 ص 391 حدیث 1442، مسند الامام الشافعی مع شرحہ الشافی لابن الاثیر الجزری ج 4 ص 97..........)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے حدیث نبوی کے سنانے کا امیر شام پر کوئی اثر نہ اور وہ ذاتی رائے پر ڈٹے رہے تو سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ دل برداشتہ ہو کر شام سے چلے گئے حتیٰ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معاویہ کی طرف خط لکھنا پڑا۔

جواب:

جناب قاری فیضی کی حدیث اور اسماء الرجال میں علمی استعداد قارئین کرام کے سامنے ہے یہ علوم قاری فیضی صاحب کی علمی استعداد سے خارج ہیں۔

امام شافعی کا روایت پر کلام

جناب قاری فیضی نے اس روایت کو امام شافعی کی کتاب الرسالہ ص 446، رقم:1228 سے نقل کر دیا مگر امام شافعی نے اس روایت پر جو نکات بیان کیے اس کو ذکر نہیں کیا، جو اس بحث کے بارے میں اہم ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خبر کی مخالفت کی یا خبر دینے والے کی؟

فتویٰ باز ملا نے اس طرح کی روایات کو ایک خاص طرح کا رنگ دے کر یک طرفہ بات کی ہے اور یہ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو نہیں مانا بلکہ اپنی رائے کو ترجیح دی ہے مگر بات اس کے برعکس ہے۔
امام شافعی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔
فرأى أبو الدرداء الحجة تقوم على معاوية بخبره، ولما لم يَرَ ذلك معاوية فارق أبو الدرداء الأرض التي هو بها، إعظاماً لِأَنْ تَرَكَ خبر ثقة عن النبي. (الرسالة: ص447)
چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی خبر کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حجت تصور کیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے تابع نہ ہوئے یعنی نہ مانا تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے وہ مقام ہی چھوڑ دیا جہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اقامت پذیر تھے اس بات کو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم جرم تصور کیا کہ ایک ثقہ شخص کی حدیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ترک کیا۔
اس حوالہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بات کرنا حدیث کو رد کرنے پر نہیں بلکہ ثقہ راوی کی حدیث کو ترک کرنے پر ہے امام شافعی نے اس روایت کو خبر واحد کے قبول کرنے کی بحث میں نقل کیا ہے۔
ایک طالبعلم پر یہ بات واضح ہے کہ ثقہ راوی کی روایت کو ترک کرنا اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر رد کر دینے میں بہت فرق ہے اسی طریقہ کو علماء نے خاص رنگ دینا کہا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مسئلہ پر اپنا مؤقف پیش کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو اپنی رائے کے مقابلے میں رد نہیں کیا بلکہ اس کے مروی ہونے پر احتمال کا ذکر کیا اور ایک عالم کسی بھی حدیث کے احتمال پر کیسے رائے دیتا ہے، امام شافعی کے حوالہ سے تفصیل سے کلام پیش ہوا ہے۔
بہر حال اگر انہوں نے فقہ کی کتابوں کا ہی مطالعہ کر لیا ہوتا تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام بعض اوقات کن احادیث کو بظاہر انہیں مانتے تھے اور ان کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟

کیا صحابہ کرام مخالف قرآن تھے؟

اس مقام پر مناسب ہوگا کہ قاری فیضی کو جناب شاہ حسین گردیزی صاحب کی کتاب کا حوالہ پیش کیا جائے تا کہ ان کو بات سمجھ آسکے۔
مسئلہ ذنب پر جب علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ نے عطاء خراسانی کے قول کو احادیث صحیحہ کے خلاف لکھا اور عطاء خراسانی تابعی کی رائے کو رد کر دیا کیونکہ مقابلہ میں حدیث صحیح تھی، تو جناب شاہ حسین گردیزی صاحب نے

اپنی کتاب میں الذنب فی القرآن ص383 تا ص389 تک 2 مسائل میں صحابہ کرام کو قرآن کے حکم کو موقوف اور خلاف کرنے کا اثبات کیا ہے کیا تفصیلات کے لئے الذنب فی القرآن ص383 تا389 کا مطالعہ فرمائیں، قاری صاحب ان مسائل میں صحابہ کرام کو قرآن کا مخالف کہیں گے یا کوئی تاویل پیش کریں گے؟ قاری فیضی کا اس معاملہ پر جو جواب ہوگا وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہمارا جواب ہوگا۔

شاہ حسین گردیزی صاحب کا احادیث سے استدلال

شاہ حسین گردیزی صاحب نے الذنب فی القرآن ص390 تا ص414 تک ایسی روایات پیش کیں ہیں جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہم، اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ پر مخالفت حدیث کا ثبوت دیا ہے جس میں صحابہ کرام نے حدیثِ صحیح کو نہیں مانا یا حدیث صحیح انکار کیا ہے۔

نکتہ:

شاہ صاحب نے ایک اہم نکتہ کتاب الذنب فی القران ص392 بیان کیا ہے، اس کو ملاحظہ کریں شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

قارئین کرام! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو قبول نہ کیا اور اپنے قیاس کو غالب رکھا اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق و تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں فرمائی تھی اس وقت مولانا سعیدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کون سا حکم لگائیں گے۔

اس نکتہ پر قاری فیضی بھی کچھ غور کریں، مگر فیصلہ قارئین کرام کریں کہ اس طرح کی روایت پیش کر کے کن کن صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں ہو سکتی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے کے لیے شریعت کے تمام اصول اور اہل سنت کے ضوابط کو رد کر دینا قابل مذمت تو ضرور ہے مگر قابل تحسین بات ہرگز ہرگز نہیں اور جن کا کام، سنوارنا نہیں بلکہ بگاڑنا ہو ان سے ہر طرح کی امید کی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے۔

شاہ حسین گردیزی صاحب کی فتوی بازملا کے بارے میں رائے

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص394 پر اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر ہم تکفیر باز ملا ہوتے تو ضرور کوئی کاروائی کرتے اس عبارت کو استہزاء و استخفاف کا روپ دے کر ان کے سر پر تکفیری و تضلیلی قرا قلی رکھ دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے ہمارا مقصود تو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی دعا و مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا تحفظ اور ان کی شان کو بالا کرنا تھا، مگر یہ کوتلہ کا کاروبار ہے بس ہماری بارگاہ خداوندی میں درخواست ہے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی انا اور نفس پرستی کی خاطر تکفیر سازی، کے بدترین عمل اور شر من تحت ادیم السماء، کے برے کردار سے بچا۔
شاہ صاحب کی تحریر میں ایک عبارت بہت اہم ہے، اس پر غور کریں۔
اس عبارت کو استہزاء واستخفاف کو روپ دے کر
شاہ صاحب کی عبارت کو ذہن نشین کر کے ذرا قاری فیضی کی تحریر کا مطالعہ کریں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قاری فیضی نے کس طرح روایات اور عبارات کو، حدیث کی مخالفت، کا روپ دیا ہے اور کس طرح صحابی پر فتوٰی لگانے کی جسارت کی ہے۔
قارئین کرام ایک بات یاد رکھیں کہ شاہ حسین گردیزی صاحب کے نزدیک، عبارت کو کوئی روپ دینا، اور، کوتلہ کا کاروبار، ایک جیسا عمل ہے قارئین کرام اس عبارت کی حساسیت اور اہمیت کو ضرور سمجھیں اور موصوف قاری صاحب کو بھی اس بات کی طرف دھیان دینا چاہیے۔
میرے خیال میں قارئین کرام کو بات سمجھ آگئی ہوگی کہ معاملہ کیا اور تحریر کو روپ دینا کیا ہوتا ہے؟ قاری فیضی صاحب اگر شاہ حسین گردیزی صاحب سے یہ مسئلہ سمجھ لیں تو بہتر ہوگا، قاری فیضی صاحب ان روایات پر غور و فکر کریں تو ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل پر اعتراض کرنے پر نظر ثانی کی وجہ معلوم ہو جائے گی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حدیث کی مخالفت کے الزام پر ندامت ضرور ہوگی۔
شاہ حسین گردیزی صاحب نے چند روایات پیش کیں ہیں جس میں صحابہ کرام پر حدیث صحیح کی مخالف کا رنگ ملتا ہے مگر اسکی حقیقت الگ ہے، قاری فیضی صاحب نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطلقا حدیث صحیح کی مخالفت کا الزام لگایا ہے تو ان روایات کا جواب جو فیضی صاحب کا ہوگا وہی جواب ہمارا ہوگا۔
موصوف فیضی کا الزام:
قاری فیضی صاحب نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سود کا الزام اور حدیث صحیح کا مخالف کہہ کر اس کو ایک خاص رنگ دینے کی کوشش کی ہے، تحقیق کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔
دراصل معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی لہذا ان کا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور اس معاملہ پر جب اس حدیث کی تصدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی

مخالفت نہیں بلکہ اس پر عمل کیا ہے۔
حیرانگی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے بعد اس پر عمل کیا تو کس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا جا سکتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علمی اختلاف

علماء اس معاملہ میں بخوبی واقف ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں علمی اختلاف بھی ہوتا تھا، اس اختلاف کو بہانہ کر کسی اہل سنت کے عالم نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کی، قارئین کرام کے لیے چند روایات پیش خدمت ہیں۔

قرآن وحدیث کے کسی لفظ میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال، جیسے قرآن نے تین "قرؤ" کو عدت قرار دیا ہے "قرأ" کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی؛ چنانچہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس سے حیض کا معنی مراد لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے طہر کا۔

بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا مقصد و منشاء متعین کرنے میں اختلافِ رائے ہوتا تھا، جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ طواف میں رمل کا عمل آپ نے مشرکین کی تردید کے لیے فرمایا جو کہتے تھے کہ مدینہ کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کر کے رکھ دیا ہے، یہ آپ کی مستقل سنت نہیں، دوسرے صحابہ اس کو مستقل قرار دیتے تھے۔

اس طرح حج میں منی سے مکہ لوٹتے ہوئے وادی ابطح میں توقف، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے سنت نہیں سمجھتے تھے اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طبعی فعل قرار دیتے تھے کہ اس کا مقصد آرام کرنا تھا لیکن دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اسے سنت قرار دیتے تھے۔

غور کیا جائے! تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رائے کا ایک سبب ذوق اور طریقہ استنباط کا فرق بھی تھا، بعض صحابہ کا مزاج حدیث کے ظاہری الفاظ پر قناعت کا تھا، جیسے حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم وغیرہ بعض صحابہ کرام حدیث کے مقصد و منشاء پر نظر رکھتے تھے اور قرآن مجید اور دین کے عمومی مزاج و مذاق کی کسوٹی پر اسے پرکھنے کی کوشش کرتے تھے، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ الباجی المالکی کے قول پر تحقیق

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 204 پر لکھتے ہیں۔
علامہ ابو الولید الباجی المالکی سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے الفاظ من یعذرنی من معاویة ، الخ ، کی تشریح میں لکھتے ہیں:

انکار منه علی معاویة ،التعلق بالرای یخالف النس،ولم یحمل ذلك من معاویة علی التاویل،وانما حمله منه علی رد الحدیث بالرای.

یہ ان کی طرف سے معاویہ پر نکیر ہے کہ اس نے رائے سے نص کی مخالفت کی، انہوں نے اس کو معاویہ کی تاویل نہیں سمجھا بلکہ رائے سے حدیث کو مسترد کرنا سمجھا ہے۔
(المنتقی شرح موطاء ج 6 ص 236)

جواب :

قاری فیضی نے علامہ الباجی المالکی کا جو حوالہ لکھا وہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے موقف کے طور پر لکھا، جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حقیقت بھی ایسی ہو، کیونکہ صحابہ کرام اپنا اپنا موقف رکھتے تھے اور اختلاف کرتے تھے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جو کہا وہ اپنے علم کی بنیاد پر کہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے علم اور اپنی معلومات کے مطابق بات کی ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو موقف پیش کیا وہ متعدد صحابہ کرام کا بھی تھا اس لیے کسی طرح کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا یہ صرف فیضی صاحب کا بغض صحابہ یا عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔

الزام نمبر 28:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ذاتی رائے کا الزام

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 207 پر لکھتے ہیں۔

بمقابلہ نصوص شرعیہ ذاتی رائے سے رجوع

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سامنے تو معاویہ نے نہ حدیث کی طرف رجوع کیا اور نہ ہی کوئی لچک دکھائی اگر تھوڑی سی بھی لچک دکھاتے تو سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو شام سے مدینہ منورہ نہ جانا پڑتا، سوال پیدا ہوتا کہ آیا انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے بعد رجوع کرلیا تھا یا اپنے ہی اجتہاد پر ڈٹے رہے؟ اس پر ان کا دفاع کرنے والے محدثین نے رجوع کا احتمال تو بیان کیا ہے لیکن کوئی بھی محدث نقلی ثبوت پیش نہیں کرسکا، ہمیں بھی اس رجوع یا عدم رجوع پر بات کرنے میں زیادہ دلچسپی نہیں ہے، البتہ یہاں ہم یہ موازنہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اکابر صحابہ کرام کے سامنے جب کوئی ایسی نص آتی جو پہلے ان کے علم میں ہوتی تو اس پر ان کا ردعمل کیا ہوتا تھا۔

جواب:

قاری فیضی کے اس پوری بحث میں ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ پر حدیث کا علم نہیں تھا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے لاعلمی کا اظہار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط لکھنے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ سے رجوع کیا۔

موصوف قاری صاحب نے اس پر اعتراض یہ کیا کہ جب حدیث سنائی تو عمل نہیں کیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط لکھنے پر مسئلہ میں رجوع کیا، قاری ظہور احمد صاحب نے بغض معاویہ میں قے تو کر ڈالی لیکن انھیں یہ نہیں پتا چلا کہ اعراض کہاں تک ہوگیا۔

اول: امیر معاویہ نص قطعی کے مخالف تھے۔

دوم: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انھیں منع کیا۔

سوم: رجوع پر کوئی دلیل نہیں۔

پہلی بات مان لیجیے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے معزول کیوں نہیں کیا؟

سوم کو مان لیا جائے تو صاف اعتراض عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر، رجوع ثابت نہیں تو گورزی پر تقرر تو ثابت ہی رہا، معاذ اللہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسے گورنر کو برقرار رکھا جو ان کے کہنے پر بھی اپنی بات سے نہ ہٹا، واہ رے واہ فیضی صاحب، جناب آپ اگر کتب احادیث کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابی کا کسی معاملہ میں لا علم ہونا جہالت ثابت نہیں کرتا اور یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فتاوٰی دینے کے لیے خاص صحابہ مقرر کر رکھے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فتوٰی کے لیے بعض صحابہ کرام کو مخصوص کیا

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فتوٰی دینے کے لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخصوص کیا ہوا تھا، اور جن صحابہ کرام کو جس جس علم پر عبور حاصل تھا صرف اسی کے بارے میں فتوٰی دیتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي، فَإِنَّ اللهَ جَعَلَنِي لَهُ خَازِنًا وَقَاسِمًا.

اگر کوئی شخص قرآن کریم کے بارے میں پوچھتا ہے تو اسے ابی بن کعب کے پاس آنے دو، اور جو شخص فرائض اور واجب احکام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے، زید بن ثابت سے پوچھے، اور جو شخص فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے، اور جو کوئی مال یا لین دین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے، تو مجھ سے پوچھے، خدا نے مجھے خازن بنایا۔

(1) کتاب الأموال، ابو عبید، حدیث 560 (2) المعرفۃ والتاریخ: 1/ 463

(3) سنن الکبرٰی بیہقی: 6/ 210

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قانون بنو امیہ کے دور میں بھی رائج رہا، حج میں فتوٰی کے لئے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ مقرر تھے۔

امام ذہبی، امام عطاء بن ابی رباح کی حالت زندگی میں لکھتے ہیں:

بنوامیہ کے دور میں ایام حج میں یہ اعلان ہوتا تھا کہ

لا يفتي الناس إلا عطاء بن أبي رباح فإن لم يكن عطاء فعبدالله بن نجيح.

لوگوں کو فتویٰ صرف عطاء بن ابی رباح دیں گے اگر وہ نہ ہوں تو عبداللہ بن نجیح۔

(سیر أعلام النبلاء: 2/459,582)

کیونکہ یہ مسئلہ مال اور لین دین کے متعلق تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود مال اور لین دین کے معاملات میں فتویٰ دیتے تھے۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ لین دین کے معاملات میں کوئی شبہ ہوا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر عمل کیا۔

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 208 پر لکھتے ہیں۔

حق کی طرف رجوع کرنے کے دو طریقے

پیچھے آپ امام ابوالعباس قرطبی کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کہا، ہوسکتا ہے کہ معاویہ ربا الفضل میں سود نہ سمجھتے ہوں جیسا کہ ابن عباس وغیرہ پھر خود ہی انہوں نے معاویہ کے بارے میں اس احتمال کو مسترد کر دیا تاہم ان کا یہ کہنا درست ہے کہ پہلے ابن عباس وغیرہ ربا الفضل کو جائز سمجھتے تھے، لفظ، وغیرہ، سے ان کا اشارہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات پہلے یہی مؤقف رکھتے تھے لیکن جونہی انہیں حدیث معلوم ہوئی انہوں نے کسی لیت ولعل اور تردید وتکذیب کے فوراً رجوع کرلیا۔

جواب:

جناب کی لفاظی کو قارئین ملاحظہ کریں ان کے لکھنے سے یہ بات تو واضح ہوئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ پر اپنا ذاتی مؤقف نہیں تھا بلکہ دیگر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے ان صحابہ کرام کی مرویات معرفۃ السنن والآثار: 8/41 رقم: 11045، 11047، 11052، 11059، 11061 ملاحظہ کریں۔

اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ افتراء ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی رائے کو حدیث پر ترجیح دیا، جناب کی یہ لفاظی کس حد تک ہتک آمیز ہے کہ مطلقاً، ربا، یعنی سود اور، ربا الفضل، کو ایک ہی شمار کرکے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کو سود کا کام کرنے والا کہا۔
جناب قاری صاحب کو یہ بھی تحقیق پیش کر دینی چاہیے تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ رجوع کب کیا؟ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے کیا ان پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ وہ اس حدیث سے نعوذ باللہ نعوذ باللہ جاہل تھے؟ جیسے کہ نام نہاد محقق نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جہالت جیسے ناروا الفاظ استعمال کیے۔

ربا، یا، ربا الفضل کی بحث؟

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 209 پر لکھتے ہیں۔
صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث میں آیا ہے:

> حضرت ابونضرہ نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں بات کی تو انہوں نے ربا الفضل کو ناجائز کہا، وہ کہتے ہیں میں نے ان کی بات نہیں مانی اور ان کے سامنے ان دونوں (ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما) کا مؤقف رکھا، اس پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی، پھر بعد میں ان کی ملاقات ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو وہ اس سے رجوع کر چکے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں انہیں ابوالصہباء کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ بھی رجوع کر چکے تھے۔ (صحیح مسلم ملخصاص 748 حدیث 1594)

جواب:

موصوف فیضی کی اس پوری عبارت کو بار بار پڑھیں تابعی ابونضرہ نے حضرت سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ربا الفضل کا پوچھا اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس کو ناجائز کہا مگر تابعی ابونضرہ رضی اللہ عنہ نے ایک صحابہ کی بات نہیں مانی، جناب محقق ایک تابعی کے اس فعل پر وہی فتوی لگانے کی جسارت اور ہمت کریں گے جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگایا۔
جناب محقق کو جائز و مکروہ اور ناجائز و حرام کا فرق شاید معلوم نہیں یا صرف اس واقعہ کو رنگ دینے کے لیے ساری لفاظی کی، صحیح مسلم کی پیش کردہ روایت میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، ربا الفضل، کو مکروہ کہیں اور جناب معترض اس کو حرام کام کے زمرے میں پیش کر کے صحابہ پر الزام لگائیں۔
صحیح مسلم کی مکمل روایات ملاحظہ کریں، اور معترض کے اعتراضات اور متن میں فرق ملاحظہ کریں کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں مکروہ ہے یا حرام؟

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ ، قَالَ: " سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، وَابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّرْفِ، فَلَمْ يَرَيَا بِهِ بَأْسًا، فَإِنِّي لَقَاعِدٌ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: مَا زَادَ فَهُوَ رِبًا، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ لِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَهُ صَاحِبُ نَخْلِهِ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ طَيِّبٍ وَكَانَ تَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا اللَّوْنَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّى لَكَ هَذَا، قَالَ: انْطَلَقْتُ بِصَاعَيْنِ فَاشْتَرَيْتُ بِهِ هَذَا الصَّاعَ، فَإِنَّ سِعْرَ هَذَا فِي السُّوقِ كَذَا وَسِعْرَ هَذَا كَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلَكَ أَرْبَيْتَ إِذَا أَرَدْتَ ذَلِكَ، فَبِعْ تَمْرَكَ بِسِلْعَةٍ ثُمَّ اشْتَرِ بِسِلْعَتِكَ أَيَّ تَمْرٍ شِئْتَ "، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ أَحَقُّ أَنْ يَكُونَ رِبًا، أَمِ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ بَعْدُ، فَنَهَانِي وَلَمْ آتِ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَحَدَّثَنِي أَبُو الصَّهْبَاءِ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْهُ بِمَكَّةَ فَكَرِهَهُ.

ابونضرہ سے روایت ہے، میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے پوچھا، صرف، کو، انہوں نے اس میں کوئی قباحت نہیں دیکھی (اگرچہ کمی بیشی ہو بشرطیکہ نقد ہو) پھر میں بیٹھا تھا سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس ان سے میں نے پوچھا، صرف، کو، انہوں نے کہا: جو زیادہ ہو وہ، ربا، ہے میں نے اس کا انکار کیا بوجہ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کہنے کے، انہوں نے کہا: میں تجھ سے بیان نہیں کروں گا مگر جو نا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجور والا ایک صاع عمدہ کھجور لے کر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھجور اسی قسم کی تھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ کھجور کہاں سے لایا" وہ بولا: میں دو صاع کھجور لے کر گیا اور ان کے بدلے ایک صاع اس کا خریدا، کیونکہ اس کا نرخ بازار میں ایسا ہے اور اس کا نرخ ایسا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خرابی ہو تیری سود دیا تو نے، جب تو ایسا کرنا چاہے تو اپنی کھجور کسی اور شے کے بدلے بیچ ڈال پھر اس شے کے بدلے جو کھجور تو چاہے خرید لے" سیدنا ابوسعید نے کہا: تو کھجور جب بدلے کھجور کے دی جائے اس میں سود ہو تو چاندی جب چاندی کے بدلے دی جائے (کم یا زیادہ) تو اس میں سود ضرور ہو گا (اگرچہ نقدا نقد ہو) ابونضرہ نے کہا: پھر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس کے بعد تو انہوں نے بھی منع کیا اس سے (شاید ان کو سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچ گئی ہو) اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس میں نہیں گیا لیکن مجھ سے ابوالصہباء نے حدیث بیان کی، انہوں نے پوچھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کو مکہ میں تو مکروہ کہا انہوں نے۔

(صحیح مسلم:3/1217 حدیث نمبر:4087 ترقیم فواد عبد الباقی:1594)

صحیح مسلم کی مکمل روایات نقل نہ کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اصل حقیقت اور مسئلہ واضح نہ ہو سکے۔

دوسری روایت میں رجوع کا تذکرہ نہیں

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے جس میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان ربا الفضل پر بحث ہوئی مگر جواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور رجوع کا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِقْلٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ لَقِيَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهُ: أَرَأَيْتَ قَوْلَكَ فِي الصَّرْفِ أَشَيْئًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْئًا وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَلَّا لَا أَقُولُ أَمَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِهِ وَأَمَّا كِتَابُ اللهِ فَلَا أَعْلَمُهُ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ.

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے پوچھا: تم جو بیع صرف، کے باب میں کہتے ہو، تو کیا تم نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا اللہ تعالیٰ کے کلام مجید میں پایا ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں میں تم سے نہ کہوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو میں نہیں جانتا (یہ عاجزی کے طور پر کہا) لیکن مجھ سے حدیث بیان کی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”سود ادھار میں ہے۔“

(صحیح مسلم: حدیث نمبر:4091 ترقیم فواد عبد الباقی:1596)

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: "الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ مِثْلًا بِمِثْلٍ مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ غَيْرَ هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي تَقُولُ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي كِتَابِ اللهِ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ.

ابوصالح سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے دینار بدلے دینار کے اور درہم بدلے درہم کے برابر برابر بیچنا چاہیے جو زیادہ دے یا زیادہ لے تو سود ہے میں نے کہا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ تو اور کچھ کہتے ہیں انہوں نے کہا: میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا: تم جو یہ کہتے ہو تو کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا قرآن میں پایا ہے؟ انہوں نے کہا: نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نہ قرآن مجید میں پایا بلکہ مجھ سے حدیث بیان کی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ربا، ادھار میں ہے" (تو اس سے میں یہ سمجھا کہ اگر نقد کمی بیشی کے ساتھ بھی ہو تو ربا نہیں ہے)

(صحیح مسلم: حدیث نمبر: 4088 ترقیم فواد عبدالباقی: 1596)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایات

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت ملاحظہ کریں جس میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا کہا۔

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: " سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا سَعِيدٍ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، قَالَ: أَوَ قَالَ ذَلِكَ: إِنَّا سَنَكْتُبُ إِلَيْهِ، فَلَا يُفْتِيكُمُوهُ، قَالَ: فَوَاللهِ لَقَدْ جَاءَ بَعْضُ فِتْيَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ، فَأَنْكَرَهُ، فَقَالَ: كَأَنَّ هَذَا لَيْسَ مِنْ تَمْرِ أَرْضِنَا، قَالَ: كَانَ فِي تَمْرِ أَرْضِنَا أَوْ فِي تَمْرِنَا الْعَامَ بَعْضُ الشَّيْءِ، فَأَخَذْتُ هَذَا وَزِدْتُ بَعْضَ الزِّيَادَةِ، فَقَالَ: أَضْعَفْتَ أَرْبَيْتَ لَا تَقْرَبَنَّ هَذَا إِذَا رَابَكَ مِنْ تَمْرِكَ شَيْءٌ، فَبِعْهُ ثُمَّ اشْتَرِ الَّذِي تُرِيدُ مِنَ التَّمْرِ ".

ابونضرہ سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، صرف، کو یعنی سونے چاندی کی بیع کو چاندی سونے کے بدلے انہوں نے کہا: نقداً نقد؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا نقداً نقد میں کچھ قباحت نہیں، میں نے سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا، صرف، کو انہوں نے کہا: نقداً نقد؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: نقداً نقد میں کچھ قباحت نہیں، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا کہا، ہم ان کو لکھیں گے وہ تم کو ایسا فتویٰ نہیں دیں گے اور کہا اللہ کی قسم! بعض جوان آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور لے کر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نیا سمجھا، اور فرمایا: "یہ تو ہمارے ملک کی نہیں ہے" انہوں نے کہا: اس سال میں ہمارے ملک کی کھجور میں کچھ نقصان تھا تو میں نے یہ کھجور لی اور اس کے بدلے میں زیادہ کھجوریں دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو نے زیادہ دیا تو سود دیا اب اس کے پاس نہ جانا، جب تم کو اپنی کھجور میں نقصان معلوم ہو تو اس کو بیچ ڈالو پھر جو کھجور پسند کرو وہ خرید کر لو۔"

(صحیح مسلم:3/1217 حدیث نمبر:4086 ترقیم فواد عبدالباقی:1594)

حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 209 پر لکھتے ہیں۔

دوسری کتب حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ملے اور انہیں مکمل حدیث سنائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فوراً رجوع کیا اور انہیں ان الفاظ میں دعا دی:

أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. فَكَانَ يَنْهَى عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ.

اے ابوسعید! اللہ تعالیٰ آپ کو جزا میں جنت عطاء فرمائے آپ نے مجھے ایسے امر کی طرف متوجہ کیا جس سے میں بے خبر تھا میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں اس کے بعد وہ خود بھی اس سود سے شدت سے منع کرتے تھے۔

(المستدرک ج2 ص34، وطبع: ج2 ص49 حدیث 2282)

جواب

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْفَقِيهُ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ مُكْرَمٍ، ثنا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، ثنا حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْعَدَوِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا مِجْلَزٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا زَمَانًا مِنْ عُمُرِهِ، مَا كَانَ مِنْهُ عَيْنًا، يَعْنِي يَدًا بِيَدٍ، فَكَانَ يَقُولُ: إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ فَلَقِيَهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَلَا تَتَّقِي اللهَ؟ إِلَى مَتَى تُوَكِّلُ النَّاسَ الرِّبَا؟ أَمَا بَلَغَكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدَ زَوْجَتِهِ أُمِّ سَلَمَةَ: إِنِّي "لَأَشْتَهِي تَمْرَ عَجْوَةٍ، فَبَعَثَتْ صَاعَيْنِ مِنْ تَمْرٍ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ بَدَلَ صَاعَيْنِ صَاعٌ مِنْ تَمْرِ عَجْوَةٍ، فَقَامَتْ فَقَدَّمَتْهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَآهُ أَعْجَبَهُ، فَتَنَاوَلَ تَمْرَةً، ثُمَّ أَمْسَكَ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ لَكُمْ هَذَا؟ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: بَعَثْتُ صَاعَيْنِ مِنْ تَمْرٍ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَتَانَا بَدَلَ صَاعَيْنِ هَذَا الصَّاعُ الْوَاحِدُ، وَهَا هُوَ كُلْ فَأَلْقَى التَّمْرَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ: رُدُّوهُ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ التَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، يَدًا بِيَدٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ رِبًا ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ أَيْضًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: جَزَاكَ اللهُ يَا أَبَا سَعِيدٍ الْجَنَّةَ، فَإِنَّكَ ذَكَّرْتَنِي أَمْرًا كُنْتُ نَسِيتُهُ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. فَكَانَ يَنْهَى عَنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ. (المستدرک علی الصحیحین: 2/49)

روایت کی اسنادی حیثیت

اولاً تو یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

علامہ ذہبی تلخیص المستدرک میں اس حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حبان بن عبيد الله العدوي فيه ضعف وليس بالحجة.

حبان بن عبید اللہ العدوی میں ضعف ہے اور وہ قابل احتجاج نہیں ہے

(التعلیق، من تلخیص الذہبی: رقم 2282)

رجوع کا ذکر نہیں:

ایک روایت میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت کلمات بھی کہے اور اس میں رجوع کا ذکر موجود نہیں ہے۔

امام طبرانی المعجم الاوسط میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: نا طَاهِرُ بْنُ خَالِدِ بْنِ نِزَارٍ قَالَ: نا أَبِي قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ فِي دِرْهَمَيْنِ تُسَوِّي بِدِرْهَمٍ جَيِّدٍ؟ قَالَ: وَمَا بَأْسُ ذَلِكَ؟ هَلْ ذَلِكَ إِلَّا كَالْبَعِيرَيْنِ بِالنَّاقَةِ السَّمِينَةِ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَنْتَ الَّذِي تَأْكُلُ الرِّبَا وَتُطْعِمُهُ النَّاسَ؟ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: مَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا يَعْلَمُ قَرَابَتِي مِنْ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَرِءُ عَلَى هَذِهِ الْجُرْأَةَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَاللّٰهِ، مَا أَقُولُ لَكَ ذَلِكَ إِلَّا نَصِيحَةً لَكَ، وَشَفَقَةً عَلَيْكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. (المعجم الاوسط: 2/338 رقم 2158)

حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے عرض کی: آپ کیا فرماتے ہیں، دو درہم ایک جید درہم کے بدلے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیا دو اونٹ ایک گھابن اونٹنی کے برابر نہیں ہیں؟

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس تم سود کھاتے ہو اور لوگوں کو بھی کھلاتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو جانتا ہو، وہ مجھ پر یہ جرات کرے گا تو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، میں آپ کی خیر خواہی اور آپ پر شفقت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے برابر برابر، چاندی چاندی کے بدلے برابر، اور کھجور کے کھجور بدلے برابر برابر، اور نمک، نمک کے بدلے برابر برابر فروخت کرو۔

جناب نے تحقیق کے نام پر جو خرافات، یک طرفہ روایات پیش کر کے اور اسنادی حیثیت سے اجتناب کر کے جو رنگ دینے کی کوشش کی ہے اس کے مثال نہیں ملتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رجوع کی روایات کی اسنادی حیثیت

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 210 پر لکھتے ہیں

ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت آئی ہے چنانچہ ابوالجوزاء بیان کرتے ہیں:
میں نے نو سال سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت کی، ایک مرتبہ ان سے ایک شخص نے آکر پوچھا کہ کیا ایک درہم کے بدلے میں دو درہم لینا جائز ہیں؟ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے چیخ مار کر فرمایا: یہ شخص چاہتا ہے کہ میں اس کو سود کھلاؤں اس پر ان کی مجلس کے حاضرین نے عرض کیا:
إِنْ كُنَّا لَنَعْمَلُ بِفُتْيَاكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ كُنْتُ أُفْتِي بِذَلِكَ حَتَّى حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ وَابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْهُ فَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ.
ہم تو آپ کے فتویٰ کی وجہ سے اس پر عمل کرتے رہے اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے

شک میں اس پر فتویٰ دیتا تھا یہاں تک کہ مجھے ابو سعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا لہٰذا اب میں بھی تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج5 ص282، وط، ج11 ص65 حدیث 10598)

امام طبرانی نے ایسی تصریحات پر مبنی متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں۔

(المعجم الکبیر ج1 ص176، 177 حدیث 454، 455، 456، 457، 458، 459)

کتب حدیث میں یہ تمام مقامات دیکھ لیے جائیں کسی بھی مقام پر آپ کو سیدنا ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے دیسی لیت یعنی ہماری بھا باسا،، (میں اس میں حرج نہیں سمجھتا) وغیرہ تاویل نظر نہیں آئے گی جیسی معاویہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سامنے کی تھی۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ أَبُو عَلِيٍّ الْمَاسَرْجِسِيُّ حَدَّثَنَا جَدِّي أَبُو الْعَبَّاسِ : أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ ابْنَةِ الْحَسَنِ بْنِ عِيسَى حَدَّثَنَا جَدِّي الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ أَبِي الْقَعْقَاعِ عَنْ مَعْرُوفِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْجَوْزَاءِ يَقُولُ : كُنْتُ أَخْدُمُ ابْنَ عَبَّاسٍ تِسْعَ سِنِينَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ دِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ فَصَاحَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ : إِنَّ هَذَا يَأْمُرُنِي أَنْ أُطْعِمَهُ الرِّبَا فَقَالَ نَاسٌ حَوْلَهُ : إِنْ كُنَّا لَنَعْمَلُ بِفُتْيَاكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَدْ كُنْتُ أُفْتِي بِذَلِكَ حَتَّى حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ وَابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْهُ فَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ. (السنن الکبریٰ وفی ذیلہ الجوہر النقی :5/ 282 رقم:10806)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

اس روایت کی سند میں مَعْرُوفِ بْنِ سَعْدٍ مجہول راوی ہے، جس کی وجہ سے روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

جناب نے جو روایات پیش کیں ان کی تحقیق پیش کر دی ہے کہ اس کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ اگر دوسری روایت یا اسانید پیش کرینگے تو اس پر بھی کلام پیش کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کرنے سے ہٹ کر ایک معاملہ ان عبارات سے استدلال کا ہے جو جناب قاری فیضی صاحب نے استدلال کرنے کے لیے پیش کیں، وہ اسنادی طور پر ضعیف ہیں اور قابل استدلال نہیں ہیں۔

جناب نے جو المعجم الکبیر الطبرانی کے جو حوالہ جات رجوع کے بارے میں" ایسی تصریحات"نقل کیے ہیں اگر ان کی اسنادی حیثیت پیش کر دیتے تو قارئین کو ان کی حیثیت کا معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ قابل استدلال نہیں ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ رجوع کی روایات کے بارے میں کلام کرنا قابل تحقیق نہیں بلکہ رجوع کی وہ روایات جس میں مختلف قسم کے الفاظ" ایسی تصریحات"نقل کیے گئے ہیں ان کی اسنادی حیثیت قابل استدلال نہیں۔

کیا یہ ہی تحقیق ہے؟:

جناب قاری فیضی صاحب نے جو لفظ، دیسی لیت، کے الفاظ ایک صحابی کے لیے استعمال کیے ہیں، جو ظاہر کرتا ہے کہ جناب میں اکابرین خصوصاً صحابہ کرام کا کتنا ادب ہے؟

کیا رجوع ثابت ہے؟:

اس مسئلہ میں ایک نکتہ پر تحقیق بہت اہم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ رجوع کب کیا؟ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیا رے میں ربا بالفضل کے لین دین کا معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ پر اختلاف کیا، مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع تو بہت بعد میں کیا۔

محدث عبدالرزاق اپنی کتاب میں رجوع لکھتے ہیں۔

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الْوَاسِطِيِّ، عَنْ زِيَادٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ بِالطَّائِفِ فَرَجَعَ عَنِ الصَّرْفِ، قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ، بِسَبْعِينَ يَوْمًا. (المصنف:8/117)

اس روایت سے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع بہت بعد میں ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا یا نہیں؟

بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کا ذکر موجود ہے، مگر بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع سے انکار ثابت ہوتا۔

محدث عبدالرزاق اپنی سند سے حضرت سعید بن جبیر کا قول نقل کرتے ہیں جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کا انکار کیا ہے۔

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ نَعُودُهُ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ الزَّرَّادُ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَزَلَ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ سَعِيدٌ: عَهْدِي بِهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِسِتٍّ وَثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَهُوَ يَقُولُهُ قَالَ: وَعَقَدَ بِيَدِهِ سِتَّةً وَثَلَاثِينَ.

(المصنف: 8/117 رقم 14549)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا موقف

علامہ الازرقی فاکھی اپنی سند سے تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع نہیں کیا۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، قَالَ: عُدْنَا سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ مِنْ عِنْدِهِ، قَالَ لَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ: أَرَجَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الصَّرْفِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: " عَهْدِي بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسِتٍّ وَثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَمَا رَجَعَ عَنْهُ.

(اخبار مکہ: 3/73 رقم 1852)

اس مذکورہ روایت سے تو واضح ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع کرنا یا اپنے موقف پر قائم رہنے کی روایات پر رائے اگر جناب قاری فیضی صاحب دیں تو عوام الناس ان سے فائدہ حاصل کر سکے گی، مگر موصوف فیضی صاحب کا وطیرہ ہی تحقیق کا ایک پہلو پیش کر کے دوسرے پہلو کو چھپا کر تدلیس کرنے کا ہے، مگر علمی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

الزام نمبر 29:

صحابہ کرام کو دھمکیاں دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 229 پر لکھتے ہیں۔

ہادی، مہدی اور صحابہ کرام کو دھمکیاں

بخاری شریف کی طویل حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بیعت کے سلسلے میں کوئی میٹنگ ہو رہی تھی ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ وہ بھی اس میں ضرور شریک ہوں وہ فرماتے ہیں، میں اس میں شریک ہوا تو معاویہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:
جو شخص بھی امارت یا ولی عہد کے معاملہ میں زبان کھولنا چاہتا ہے وہ ذرا اپنا سینگ تو اونچا کرے ہم اس سے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ امارت کے مستحق ہیں حبیب بن مسلمہ نے (جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روئیداد سن رہے تھے) پوچھا کہ آپ نے معاویہ کو کوئی جواب کیوں نہ دیا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنی چادر ڈھیلی کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ میں ان سے کہوں، تم سے زیادہ امارت کا حق دار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ ابو سفیان سے اسلام کی خاطر قتال کیا، پھر میں ڈر گیا کہ میری بات سے زیادہ تفریق پیدا ہوگی، حتیٰ کہ خون ریزی تک نوبت جا پہنچے گی اور میری بات سے کوئی دوسرا ہی مطلب اخذ کیا جائے گا پس میں نے جنت میں اپنے اجر کو یاد کیا (اور خاموشی برتی) حبیب کہنے لگے کہ آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا، بچا لیا۔

(بخاری ص 560 حدیث 4108)

آیا واقعی معاویہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر اور ان کے فرزند سے خلافت کا زیادہ حق دار تھا؟ اگر نہیں تھا تو اس کا دعویٰ اور دھمکی ہدایت ہے یا ضلالت؟ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو اجتہاد قرار دے کر اس پر اجر و ثواب ثابت کر ڈالے، لیکن اس مقام پر بعض اہل قلم نے حق بات بیان کر دی ہے۔

جواب:

صحیح بخاری کی پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔
امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتْ: الحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ، قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الإِسْلاَمِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الجِنَانِ، قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ.

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کیا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ تم دیکھتی ہو لوگوں نے کیا کیا اور اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمانوں کے مجمع میں جاؤ' لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا موقع پر نہ پہنچنا مزید پھوٹ کا سبب بن جائے آخر حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے پھر جب لوگ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اس معاملہ میں جسے گفتگو کرنی ہو وہ ذرا اپنا سر تو اٹھائے یقیناً ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس پر کہا کہ آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اسی وقت اپنے لنگی کھولی (جواب دینے کو تیار ہوا) اور ارادہ کر چکا تھا کہ ان سے کہوں کہ تم سے زیادہ اس معاملہ کا حق دار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری اس بات سے مسلمانوں میں اختلاف بڑھ نہ جائے اور خونریزی نہ ہو جائے اور میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جانے لگے اس کے بجائے مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آگئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنت میں تیار کر رکھی ہیں۔ حبیب ابن ابی مسلمہ نے کہا کہ اچھا ہوا آپ محفوظ رہے اور بچا لیے گئے' آفت میں نہیں پڑے (صحیح البخاری: 5/ 140 رقم 4108)

مذکورہ روایت بطور طعن قابل احتجاج نہیں ہے اس حدیث کے بعض جملوں کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو ان شاء اللہ کوئی اشکال نہیں ہوگا اس روایت کا مفہوم توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اور اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی

گئی ہے۔

روایت میں بیان کردہ اجتماع کب ہوا؟

پیش کردہ روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے کون سا اجتماع مراد ہے اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے مختلف رائے ملتی ہیں، ملاحظہ ہو:

پہلی رائے:

امام ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قد كان من أمر الناس ما كان ولم يجعل لى من الأمر شيء أشار إلى جعل عمر الخلافة شورى فى ستة ولم يجعل له من الأمر شيء فقالت له الحق فإنهم ينتظرونك هذا لأن عمر قال يشهدكم عبد الله وليس له من الأمر شيء وهذه حكاية الحال التى جرت فى زمن عمر. (کشف المشکل من حدیث الصحیحین: 2/575)

یہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چھ لوگوں کی شوریٰ بنائی اور اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شامل نہیں کیا گیا اس وقت کی بات ہے لیکن یہ درست نہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کے اس رائے کی سختی سے تردید کی ہے۔ (فتح الباری لابن حجر: 7/403)

دوسری رائے:

امام ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والظاهر أنه أراد صلح الحسن بن على ووهم الراوى.

ظاہرًا یہ معاملہ صلح حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے وقت کا ہے۔

(مجمع الزوائد ہیثمی: 4/242 تحت رقم 7075 طبع دار الفکر، بیروت، طبع 1412ھ)

لیکن یہ درست نہیں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے غلط قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر: 7/403)

تیسری رائے:

تیسری رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کے وقت یہ معاملہ درپیش ہوا مگر یہ رائے بھی درست نہیں۔

چوتھی رائے:

چوتھی رائے یہ ہے کہ اس سے تحکیم کے وقت کا واقعہ مراد ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور یہی

درست ہے کیونکہ اس کی تائید دیگر صحیح روایت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں یہی روایت اسی سند سے مروی ہے اور اس میں واقعہ تحکیم کی صراحت ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَقَامَ مُعَاوِيَةُ عَشِيَّةً فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فِي هٰذَا الْأَمْرِ، فَلْيُطْلِعْ لِي قَرْنَهُ، فَوَاللهِ لَا يَطْلُعُ فِيهِ أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ: يُعَرِّضُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَأَطْلَقْتُ حَبْوَتِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُومَ إِلَيْهِ فَأَقُولَ: يَتَكَلَّمُ فِيهِ رِجَالٌ قَاتَلُوكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيهِ الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيهِ عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْتُ إِلَى مَنْزِلِي أَتَانِي حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: مَا الَّذِي مَنَعَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ حِينَ سَمِعْتَ الرَّجُلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: لَقَدْ أَرَدْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيهَا الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيهَا عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ، فَقَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، فَإِنَّكَ عُصِمْتَ، وَحُفِظْتَ مِمَّا خِفْتَ عُرَّتَهُ (مصنف عبد الرزاق: 5/464)

اسی طرح دوسرے مقام پر یہ روایت موجود ہے۔

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطِفُ، فَقُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، وَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ " قَالَتْ: فَالْحَقْ بِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَالَّذِي أَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ. فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى يَذْهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فَلْيُطْلِعْ قَرْنَهُ".

(مصنف عبد الرزاق: 5/483 رقم 9779 واسنادہ صحیح)

اس روایت میں یہ الفاظ فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ. سے واضح معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ کس موقع پر بات کی گئی یعنی تحکیم کے موقع پر یہ بات ہوئی اور یہی رائے درست ہے، اس گفتگو میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ، ھذا الامر، کا مطلب تھا قصاص عثمان کا مطالب، مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس سے خلافت

سمجھے، چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نسب کے لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب تھے اور پھر ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس معاملہ میں احق فرمایا لیکن آج کے لوگوں نے اس کا مطلب الٹا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا شروع کر دیا اللہ ہدایت عطاء فرمائے۔

کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حکومت کے طالب تھے اور نہ ملنے پر شکوہ کیا؟

بطور طعن پیش کردہ حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ اس کا ترجمہ درست نہیں کیا ہے:

ترجمہ یہ کیا گیا، مجھے تو کچھ بھی حکومت نہیں ملی، حالانکہ اس کا مناسب ترجمہ یہ ہونا چاہیے تھا:

اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں اصل عربی الفاظ میں خلافت وامارت کا لفظ موجود نہیں ہے اس لئے "الامر" سے حکومت ہی مراد ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس سے مسلمانوں کے معاملات بھی مراد ہو سکتے ہیں یہ جملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہا ہے یعنی آپ مذکورہ اجتماع میں شرکت نہ کرنے کی وجہ بتا رہے تھے کہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق انہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے اس لئے ان کا اس اجتماع میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔

بعض حضرات اس جملہ کا یہ مفہوم مراد لیتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ انہیں خلافت وامارت کی کوئی ذمہ داری کیوں نہیں دی گئی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی میں کبھی بھی خلافت وامارت کی خواہش کی ہی نہیں لہٰذا خلافت وامارت نہ پانے پر وہ شکوہ کیونکر کر سکتے ہیں علاوہ بریں خود ان کے والد خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی اشارہ تھا کہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت و امارت مناسب نہیں لہٰذا یہ کیسے مان لیا جائے کہ اپنے والد محترم کی منشاء کے خلاف بلکہ اپنے معروف مزاج کے خلاف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خلافت وامارت نہ ملنے پر شکوہ کریں۔ اور بعض روایات میں تو آتا ہے کہ لوگوں نے خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنی چاہیے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ طبع دار صادر: 4/ 151 واسنادہ صحیح)

بلکہ بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کے لئے پیسے کا لالچ دیا گیا اس پر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننا منظور نہیں کیا۔ (الطبقات الکبریٰ: 4/ 164)

حتی کہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يُحَدِّثُ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالُوا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّكَ سَيِّدُ النَّاسِ وَابْنُ سَيِّدٍ، فَاخْرُجْ نُبَايِعْ لَكَ النَّاسَ، قَالَ: إِنِّي وَاللهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَا يُهَرَاقُ فِي سَبَبِي مِحْجَمَةٌ مِنْ دَمٍ، فَقَالُوا: لَتَخْرُجَنَّ أَوْ لَنَقْتُلَنَّكَ عَلَى فِرَاشِكَ، فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ قَوْلِهِ الْأَوَّلِ، قَالَ الْحَسَنُ: فَأَطْمَعُوهُ وَخَوَّفُوهُ، فَمَا اسْتَقْبَلُوا مِنْهُ شَيْئًا حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ.

(الطبقات الکبریٰ طبع دار صادر: 4/ 151 واسنادہ صحیح)

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنا رہے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اس کے بعد لوگوں نے آپ کو لالچ دی، اور دھمکایا بھی لیکن کسی بھی صورت میں آپ خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوئے۔

غور کریں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بغیر مانگے خلافت دی جا رہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، اس پر انہیں راضی کرنے کے لئے مال و دولت کی لالچ دی گئی اس پر آپ نے ٹھکرا دیا پھر آپ کو دھمکی دی گئی اور جبراً خلیفہ بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کے باوجود بھی آپ تیار نہ ہوئے ایسے جلیل القدر صحابی کے بارے میں بغیر کسی واضح اور صریح دلیل کے ہم کیسے مان لیں کہ وہ خلافت و امارت نہ پانے پر شکوہ کر رہے تھے؟

مناسب توجیہ یہ ہے کہ مذکورہ بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہی تھی۔

دراصل مذکورہ اجتماع میں علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیچ اختلاف کو ختم کرنے کے لئے صحابہ و تابعین اکٹھا ہونے والے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس اجتماع میں شرکت نہیں کرنا چاہتے کیونکہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تھی۔

اسی لئے انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے اس پر ان کی بہن نے انہیں سمجھایا کہ آپ اس اجتماع میں ضرور شرکت کریں، لوگوں کے لئے آپ کی رائے بہت اہمیت رکھے گی ممکن ہے آپ کے ذریعہ لوگوں میں صلح ہو جائے اس لئے آپ ضرور جائیں یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس اجتماع میں شریک ہو گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے کون مراد ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے بعض کے بقول حسن اور ان کے والد رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور بعض کے بقول ابن عمر اور ان کے والد رضی اللہ عنہ مراد ہیں لیکن یہ دونوں باتیں

بے دلیل ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تخصیص کے عمومی طور پر یہ بات کہی ہے کیونکہ اول تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ عام ہیں دوسرے کہ حضرت حسن یا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں کیوں مراد لے سکتے ہیں۔

اور مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں جو یہ صراحت ہے کہ اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَقَامَ مُعَاوِيَةُ عَشِيَّةً فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فِي هٰذَا الْأَمْرِ، فَلْيُطْلِعْ لِي قَرْنَهُ، فَوَاللهِ لَا يَطْلُعُ فِيهِ أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ: يُعَرِّضُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَأَطْلَقْتُ حَبْوَتِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُومَ إِلَيْهِ فَأَقُولَ: يَتَكَلَّمُ فِيهِ رِجَالٌ قَاتَلُوكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ فِيهِ الدِّمَاءَ، وَأُحْمَلُ فِيهِ عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْتُ إِلَى مَنْزِلِي أَتَانِي حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: مَا الَّذِي مَنَعَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ حِينَ سَمِعْتَ الرَّجُلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: لَقَدْ أَرَدْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ فِيهَا الدِّمَاءَ، وَأُحْمَلُ فِيهَا عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ. فَقَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، فَإِنَّكَ عُصِمْتَ، وَحُفِظْتَ مِمَّا خِفْتَ عُرَّتَهُ. (مصنف عبدالرزاق: 5/464)

تو یہ وضاحت صحابی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ نیچے کے کسی راوی نے اپنی طرف سے یہ وضاحت کی ہے لہٰذا یہ معتبر نہیں ہے، بالخصوص جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈے سے کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ان کے کلام کا ایسا مطلب لے لیا گیا جو ان کی مراد ہی نہیں تھی مثلاً ایک موقع پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے متعلق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بات کہی ہے جس کا مطلب بعض حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت نہ کرنے پر قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن جب دیگر حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں وضاحت طلب کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس افواہ پر حیرانی ظاہر کی اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا ہے میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔

لہٰذا جب تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ میں صراحت نہ ملے ہم دوسرے کی وضاحت پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام قطعاً نہیں لگا سکتے۔

رہی بات یہ کہ پھر حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جواب نہ دینے کہ وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ ان کی طرف نہیں تھا؟ تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے لہجہ میں عدم اتفاق ظاہر ہوا ہو اس لئے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی گئی لہٰذا ان سے یہ سوال بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف تھا رہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عدم اتفاق تو اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اصل روایت کے اندر کسی بھی معین شخص کی طرف اشارہ کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جملہ میں بغیر کسی شخص کی تعین کے عمومی طور پر اپنی بات کہی ہے۔

باپ کے حوالہ کا مطلب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے جملہ میں عام شخص کی بات کرتے ہوئے اس کے باپ کا بھی ذکر کیا ہے اسے عام طور سے حقیقت پر محمول کیا گیا ہے لیکن یہاں سیاق سے یہی ظاہر ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالہ میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ یہ بات کہی ہے چنانچہ اہل عرب بھی کبھی بات میں تاکید پیدا کرنے کے لئے بطور مبالغہ کسی شخص کا تذکرہ اس کے باپ کے ساتھ بھی کر دیتے تھے مثلاً کہتے:

فلاں افضل منك ومن ابيك.

یعنی فلاں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی افضل ہے اور یہاں باپ سے موازنہ مقصود نہیں ہوتا تھا

چنانچہ ایک بار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آپ فقیہ نہیں ہیں تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

واللہ لأنا أفقه منك ومن أبيك.

اللہ کی قسم! میں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی زیادہ فقیہ ہوں۔

(أنساب الأشراف للبلاذری:4/ 54 واسنادہ صحیح)

یہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالے میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لے لیا ہے ورنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ہرگز نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ خود کو مبشر بالجنہ اور جلیل القدر صحابی زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑا فقیہ بتلائیں۔

اسی طرح کی ایک اور مثال کے لئے دیکھئے: (المعجم الکبیر للطبرانی: 20/ 403 واسنادہ صحیح)
خلاصہ یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں پر بطور مبالغہ باپ کا نام لیا ہے حقیقت مراد نہیں ہے۔

متعلقہ معاملہ کی نوعیت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات جس معاملہ سے متعلق کہی ہے وہ معاملہ کیا ہے یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہاں خلافت کے معاملہ میں بات چل رہی ہے، حالانکہ یہ بات قطعا درست نہیں اس سے انکار نہیں کہ روایات میں "الأَمْرِ" خلافت کے لئے بھی بولا گیا ہے لیکن ہر جگہ اس لفظ سے خلافت ہی مراد نہیں ہوتی ہے اور یہاں بھی یہی بات ہے کہ یہ خلافت کے معنی میں نہیں کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشن خود کو خلیفہ بنانا نہیں تھا بلکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا لہٰذا یہاں پر معاملہ سے مراد وہ معاملہ ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشن تھا اور وہ ہے، قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص اسی معاملہ کے بارے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بات کہی ہے کہ میں ہر بولنے والے اور اس کے باپ سے اس معاملے میں زیادہ حق دار ہوں یعنی خون عثمان کے مطالبہ کے بارے میں اور یہ بات درست ہے کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ حق دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإنه ولي عثمان بن عفان والمطالب بدمه وهو أحق الناس.

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ولی تھے اور ان کے خون کے طالب تھے اور اس بابت تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار وہی تھے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 17/ 185)

اور بالکل صحیح روایت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعتراف واقرار ثابت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں، نہ ہی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہیں اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف قاتلین عثمان سے قصاص لینا ہے چنانچہ:

یحییٰ بن سلیمان الجعفی رحمہ اللہ (المتوفی 238ھ) نے کہا:

حدثنا يعلى بن عبيد، عن أبيه، قال: جاء أبو مسلم الخولاني وأناس إلى معاوية، وقالوا: أنت تنازع عليا، أم أنت مثله؟ فقال: لا والله، إني لأعلم أنه أفضل مني، وأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، والطالب بدمه، فائتوه، فقولوا له، فليدفع إلى قتلة عثمان، وأسلم له. فأتوا عليا، فكلموه، فلم يدفعهم إليه.

ابو مسلم الخولانی اور کچھ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں یا خود کو ان کی طرح سمجھتے ہیں؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں، اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ قتل کئے گئے، اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اور ان کے خون کا طالب ہوں، لہٰذا تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کر دیں میں ان کی خلافت تسلیم کر لیتا ہوں پھر یہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بات کی لیکن علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان کو امیر معاویہ کے حوالے نہیں کیا۔

(کتاب صفین للجعفی بحوالہ سیر أعلام النبلاء للذہبی: 3/ 140 واسنادہ صحیح)

اس صحیح روایت میں غور کریں کس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے اور نہ خلافت میں ان سے زیادہ حق دار ہیں بلکہ وہ صرف قاتلین عثمان سے قصاص چاہتے ہیں۔ اس صاف اور صریح بیان کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہے کہ امیر معاویہ خود کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھیں لہٰذا ثابت ہوا کہ بخاری کی روایت میں انہوں نے جس معاملہ میں خود کو زیادہ حق دار کہا ہے وہ خلافت کا معاملہ نہیں بلکہ خون عثمان کے مطالبہ کا معاملہ ہے اور بے شک اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

اور جو لوگ امیر معاویہ کے جملے میں مستعمل لفظ "اب" (باپ) کو حقیقی معنی میں لیتے اور معاملہ کو خلافت کا معاملہ مانتے ہیں اور اس جملہ کا روئے سخن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے جو چوتھے خلیفہ ہیں تو بھلا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حق دار کیسے سمجھ سکتے ہیں جو بالاتفاق دوسرے خلیفہ ہیں؟

رہی بات یہ کہ پھر حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جواب نہ دینے کہ وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف نہیں تھا؟ تو جیسا کہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے لہجہ میں عدم اتفاق ظاہر ہوا ہو اس لئے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی گئی لہٰذا ان سے یہ سوال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف تھا، اور رہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عدم اتفاق تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بھی انہی حضرات کو زیادہ حق دار سمجھتے ہوں جو اسلام لانے کے اعتبار سے پہلے ہوں لیکن جس انداز سے جواب ان کے ذہن میں آیا تھا اس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی تھی

اور لوگ کچھ ان کی منشاء کے خلاف کچھ اور ہی مطلب اخذ کر سکتے تھے اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی جیسا کہ خود انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا:

وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَالِكَ. اور میری بات کا مطلب میری منشاء کے خلاف نہ لیا جانے لگے۔

جس غلط فہمی سے لوگوں کو بچانے کے لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا آج لوگ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بھلا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ کے سامنے اپنے والد کو ان سے زیادہ خلافت کا حق دار ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے والد سے اختلاف رہا ہی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اس کج فہمی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقيل أراد عمر وعرض بابنه عبد الله وفيه بعد لأن معاوية كان يبالغ في تعظيم عمر.

اور کہا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مراد لیا اور ان کے بیٹے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور یہ بہت بعید ہے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری لابن حجر: 7/404)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی احترام کرتے تھے اور انہیں خود سے افضل اور خلافت کے زیادہ حق دار سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح روایت سے ثبوت پیش کیا گیا ہے اس لئے درست بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ عمر رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے نہ علی رضی اللہ عنہ کو، بلکہ سرے سے حق خلافت ہی کی بات نہیں کی ہے بلکہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی بات کی ہے اور اس معاملہ میں بغیر کسی کی تعین کے خود کو سب سے زیادہ حق دار کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیثیت کے بارے میں اعلان کیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

محدث ابن عساکر اپنی سند سے قول نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو السعود بن المجلي أنا أبو منصور بن عبد العزيز أنا أبو الطيب بن خاقان ح قال وأنا أبو محمد بن أيوب أنا أبو بكر بن الجراح قالا أنا أبو بكر بن دريد أنا أبو حاتم

عن العتبی قال قال معاویة یا أیها الناس ما أنا بخیر کم وإن منکم لمن هو خیر منی عبد الله بن عمر وعبد الله بن عمرو وغیرهما من الأفاضل ولکن عسی أن أکون أنفعکم ولایة. (تاریخ دمشق:59/163)

اس روایت کو امام ابن کثیر نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ دُرَيْدٍ عَنْ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الْعُتْبِيِّ قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا أَنَا بِخَيْرِكُمْ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْأَفَاضِلِ، وَلَكِنْ عَسَى أَنْ أَكُونَ أَنْفَعَكُمْ وِلَايَةً.

اے لوگو: میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں بلکہ تم میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جیسے کئی لوگ مجھ سے افضل ہیں، لیکن امید ہے کہ کاروبار خلافت چلانے کے اعتبار سے میں ان سب سے زیادہ نفع مند ثابت ہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ:8/134)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام کو دھمکی دینے کا الزام غلط اور باطل ہے۔

الزام نمبر 30:

اپنے سے سابق بعض صحابہ کرام کو غصے کے ساتھ پاگل کہنا

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 212 پر لکھتے ہیں۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جو حدیث بعض طلقاء کے مفاد کے خلاف ہوتی تو وہ اس حدیث سے منہ پھیر لیتے تھے اور اگر کوئی شخص وہ حدیث بیان کرنے لگ جاتا تو وہ اس پر غضبناک ہو جاتے تھے چنانچہ جنگ صفین میں جب انہی کے ساتھی حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نے بغاوت کی وہ حدیث پیش کی جو خود ان کے گروہ پر صادق آ رہی تھی تو معاویہ غضبناک ہو کر کہنے لگے:

الا تنہی عنا مجنونك هذا يا عمرو؟

اے عمرو! تم اپنے اس پاگل پن سے ہماری جان کیوں نہیں چھڑاتے؟

(مسند احمد ج 2 ص 206 حدیث 6929، لابن سعد ج 3 ص 234، البدایہ والنہایہ ج 7 ص 458)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ حَدَّثَنِي أَسْوَدُ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِيَطِبْ بِهِ أَحَدُكُمَا نَفْسًا لِصَاحِبِهِ فَإِنِّي سَمِعْتُ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْد اللَّهِ بْن أَحْمَد كَذَا قَالَ أَبِي يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَلَا تُغْنِي عَنَّا مَجْنُونَكَ يَا عَمْرُو فَمَا بَالُكَ مَعَنَا قَالَ إِنَّ أَبِي شَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا وَلَا تَعْصِهِ فَأَنَا مَعَكُمْ وَلَسْتُ أُقَاتِلُ.

حنظلہ بن خویلد فرماتے ہے، معاویہ ؓ کے سامنے جھگڑا ہوا کہ عمار ؓ کو کس نے قتل کیا، معاویہ ؓ نے عبداللہ بن عمرو ؓ سے کہا تم ہمارے ساتھ کیوں ہو؟ (مسند الامام احمد بن حنبل: 11/ 523)

روایت کی حیثیت:

مذکورہ روایت کے متن سے یہ ظاہر ہے کہ یہ " أَلَا تُغْنِي عَنَّا مَجْنُونَكَ يَا عَمْرُو" کہنا محاورۃً

ہے اس لیے اس سے استدلال کر کے صحابہ پر طعن کرنا علمی بددیانتی ہے صحابہ کرام ایک دوسرے کے بارے میں ایسے بلکہ اس سے سخت الفاظ بولتے تھے مگر ان کا آپس میں اختلاف بطور اصلاح تھا نہ کہ بطور طعن، آگے کتاب میں ایسی متعدد مرویات پیش کی گئی ہیں جس میں صحابہ کرام ایک دوسرے کے بارے میں بطور اختلاف ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے مگر اصول اہل سنت میں غیر صحابی کے لیے ایسے الفاظ کسی ایک صحابی کے بارے میں استعمال کرنا مردود ہے۔

موصوف کا ایسی روایات کو عوام الناس کے سامنے پیش کرنا، ان کی علمی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ جناب اگر اہل سنت کا راجح قول پیش کر دیتے تو بات واضح ہو جاتی، مگر موصوف نے اس کو بیان نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔

الزام نمبر 31:

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فساد کی بات کہنا

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 212 پر لکھتے ہیں:

ایک اور مقام پر ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے والد کو حدیث نبوی یاد دلائی اور حضرت عمرو بن العاص نے معاویہ کو کہا کہ سنو عبداللہ کیا کہہ رہا ہے تو معاویہ نے کہا:

لایزال یاتینا بھنۃ بعد ھنۃ، انحن قتلناہ۔

وہ ایک کے بعد دوسری شرارت وفساد کی بات یاد دلاتا رہتا ہے کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے

(الطبقات الکبری لابن سعد ج 3 ص 191، وط، ج 3 ص 234، البدایہ والنہایہ ج 7 ص 460 وج 6 ص 321)

امام ابن منظور افریقی نے ھنۃ، کا معنی شر اور فساد کیا ہے (لسان العرب ج 15 ص 150)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: " إِنِّي لَأَسِيرُ مَعَ مُعَاوِيَةَ فِي مُنْصَرَفِهِ عَنْ صِفِّينَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: يَا أَبَتِ، سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صلّى الله عليه وسلم يَقُولُ لِعَمَّارٍ: وَيْحَكَ يَا ابْنَ سُمَيَّةَ، تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، قَالَ: فَقَالَ عَمْرٌو لِمُعَاوِيَةَ: أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ هَذَا؟ قَالَ: فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا تَزَالُ تَأْتِينَا بِهَنَةٍ تَدْحَضُ بِهَا فِي بَوْلِكَ، أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ؟ إِنَّمَا قَتَلَهُ الَّذِينَ جَاؤُوا بِهِ. (الطبقات الکبری: 3/253)

اس روایت میں ہے کہ معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما میں عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بحث ہوئی معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ جو سنتے ہو بولنے لگتے ہو نعوذ باللہ۔

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ روایت کا بعض متن شرارت اور فساد کی بات درست نہیں ہے

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی، عبدالرحمٰن بن زیاد، مقبول راوی ہے اور مقبول راوی کی روایت بغیر متابعت کے قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عبد الرحمن بن زياد وقيل بن أبي زياد مولى بني هاشم مقبول.

(تقریب التہذیب: 1/340)

امام بخاری، عبدالرحمٰن بن زیاد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وقال البخاري في عبد الرحمن نظر. (تہذیب التہذیب: 6/177)

جناب فیضی صاحب امام بخاری کا کسی راوی کو، فیہ نظر، کہنے سے خود کیا مراد لیتے ہیں، خود ان کی تحریر ملاحظہ کریں جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 58 پر جو لکھتے ہیں:

قول بخاری، فیہ نظر، کا مطلب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں محمد بن حجر کے بارے میں لکھتے ہیں جو فیہ نظر، (اس میں نظر ہے) آیا ہے اس سے امام بخاری کی مراد ہے؟ علماء اصول حدیث فرماتے ہیں اس سے امام بخاری اس شخص کے متروک اور جھوٹے ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، چنانچہ امام ذہبی عبداللہ بن داؤد الواسطی کے حالات میں:

،وقد قال البخاري ،فيه نظر ،ولا يقول هذا الا فيمن يتهمه غالبا.

امام بخاری نے اس شخص کے بارے میں کہا اس میں نظر ہے اور یہ وہ اکثر ایسے شخص کے بارے میں کہتے ہیں جو جھوٹ میں ملوث ہو۔ (میزان الاعتدال ج4 ص92)

دوسری علت:

مذکورہ روایت کو اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فساد کی بات کہنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا حدیث کے اطلاق پر تھا نہ کہ حدیث کے بارے میں، اسی لیے علماء کرام واقعہ کو حقائق کے برعکس یا برخلاف پیش کرنے کو رنگ دینا کہتے ہیں اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کے متن میں نکارت ہے اور موصوف کی اپنی نام نہاد تحقیق کے مطابق متروک اور موضوع ہے۔

الزام نمبر 32:

رشوت لینا دینا

حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کا الزام
قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 223 پر لکھتے ہیں:
چنانچہ ابن کثیر اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں:

بَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ بَعْدَ أَنْ أَبَى الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَرَدَّهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا، وَقَالَ: أَبِيعُ دِينِي بِدُنْيَايَ؟.

معاویہ نے سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے بعد اس کے کہ انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا تو انہوں نے وہ درہم مسترد کر دیے اور ان کے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کیا میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ دوں؟

(البدایہ والنہایہ ج 8 ص 29، الاصابہ ج 4 ص 267، الاستیعاب ج 2 ص 369......)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ الزبير ابن بَكَّارٍ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ. قَالَ: بَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ بَعْدَ أَنْ أَبَى الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَرَدَّهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا، وَقَالَ: أَبِيعُ دِينِي بِدُنْيَايَ؟.

(البدایہ والنہایہ: 8/ 89)

أخبرنا أبو غالب وأبو عبد الله قالا أنا أبو جعفر أنا أبو طاهر أنا أحمد بن سليمان نا الزبير بن بكار قال حدثني إبراهيم بن محمد بن عبد العزيز الزهري عن أبيه عن جده قال بعث معاوية الى عبد الرحمن بن أبي بكر الصديق بمائة ألف درهم بعد إذ أبي البيعة ليزيد بن معاوية فردها عبد الرحمن وأبي أن يأخذها وقال أبيع ديني بدنياي.

(تاریخ دمشق: 35/ 36)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں" إِبْرَاهِيم بن مُحَمَّد بن عبد الْعَزِيز بن عمر بن عبد الرَّحْمَن بن عَوْف ضعیف ومتروک راوی ہے۔

البُخَارِيّ: مُنكر الحَدِيث. (مختصر الکامل فی الضعفاء:1/ 126)

وَقَالَ ابْن عدي: لَيْسَ بِكَثِير الحَدِيث، وَعَامة مَا يرويهِ مَنَاكِير كَمَا قَالَ البُخَارِيّ، وَلَا يشبه حَدِيثه حَدِيث أهل الصدْق.

(مختصر الکامل فی الضعفاء:1/ 126)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ تر كوه. (دیوان الضعفاء: رقم12)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: ضعيف. (الضعفاء والمتروکون:1/ 249)

دوسری علت:

مذکورہ سند میں راوی" محمد بن عبد العزیز بن عمر الزهری" بھی ضعیف ومتروک ہے۔

البخاري: منكر الحديث. (التاریخ الکبیر:1/ 167)

النسائي: متروك. (الضعفاء والمتروکون:1/ 92)

الدارقطني: ضعيف. (الضعفاء والمتروکون:3/ 129)

أبو حاتم: هم ثلاثة إخوة: محمد، وعبد الله، وعمران [وهم ضعفاء الحديث]، ليس لهم حديث مستقيم. (الجرح والتعدیل:8/ 7)

نوٹ: اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث، منکر، پر، موضوع ومردود، کا اطلاق کرتے ہیں دوسروں کو نصیحت اور خود میاں......

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 223,224 پر لکھتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رشوت

خالِ المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح رشوت دینے کی کوشش کی گئی تھی چنانچہ امام ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفٍ. فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: أَرَى ذَاكَ أَرَادَ إِنَّ دِينِي عِنْدِي إِذًا لَرَخِيصٌ.

معاویہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک لاکھ بھیجے، پھر جب معاویہ نے چاہا کہ وہ یزید کی بیعت کریں تو انہوں نے فرمایا اب سمجھا ہوں کہ اس رقم سے اس کا یہ ارادہ تھا تب تو میرا دین بڑا سستا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج 4 ص 170، سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 225، الکامل فی التاریخ للجزری ج 3 ص 351)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بات کو بخاری کی حدیث نمبر 7111 کے تحت زیادہ وضاحت سے لکھا ہے۔ (فتح الباری ج 13 ص 70...)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفٍ. فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: أَرَى ذَاكَ أَرَادَ إِنَّ دِينِي عِنْدِي إِذًا لَرَخِيصٌ. (الطبقات الکبریٰ: 4/ 182)

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ [ابن زيد] عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ. فَلَمَّا دَعَا مُعَاوِيَةُ إِلَى بَيْعَةِ يَزِيدَ ابن مُعَاوِيَةَ [قَالَ]: أَتَرَوْنَ هَذَا أَرَادَ. [إِنَّ] دِينِي إِذًا عِنْدِي لَرَخِيصٌ. (المعرفۃ والتاریخ: 1/ 492)

الْإِسْمَاعِيلِيّ مِنْ طَرِيقِ مُؤَمَّلِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ فِي أَوَّلِهِ مِنَ الزِّيَادَةِ عَنْ نَافِعٍ ان مُعَاوِيَةَ أَرَادَ بن عُمَرَ عَلَى أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ فَأَبَى وَقَالَ لَا أُبَايِعُ لِأَمِيرَيْنِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَخَذَهَا فَدَسَّ إِلَيْهِ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُبَايِعَ فَقَالَ إِنَّ ذَاكَ لِذَاكَ يَعْنِي عَطَاءَ ذَلِكَ الْمَالِ لِأَجْلِ وُقُوعِ الْمُبَايَعَةِ إِنَّ دِينِي عِنْدِي إِذًا لَرَخِيصٌ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: 13/ 970)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
کیونکہ طبقات ابن سعد کی سند میں عارم بن الفضل کا حافظہ خراب ہوگیا تھا فتح الباری کی سند میں مومل بن اسماعیل ضعیف راوی اور حماد بن زید اور نافع کے درمیان سند منقطع ہے، المعرفہ والتاریخ کی سند میں ایوب السختیانی پر تدلیس کا الزام ہے۔

متن روایت کا مفہوم

اگر اس مذکورہ روایت کو صحیح مان بھی لیا ہے جو تو اس میں رشوت دینے کا لفظ نہیں، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی وہ لوگوں کو مال و دولت سے نوازتے اور وظائف پیش کرتے، مذکورہ روایت میں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مال وصول کیا مگر جب ان کے سامنے بیعت کی بات کی تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید یہ رقم بیعت کے لیے دی گئی ہے، یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، اس بیعت کے لیے مال کی خواہش رکھتے ہوں۔
مگر یہ دونوں ہی احتمال ہیں، اور احتمال سے دعوٰی تو ثابت نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول واضح ہے کہ اگر انہوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (نے یہ مال بیعت کے لیے دیا ہے تو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دین کو بہت سستا سمجھا اس سے قول سے تو واضح طور پر رشوت کی نفی ہوتی ہے اور جناب معترض رشوت دینے کا اثبات کر رہے ہیں۔
روایت میں مال بطور تحفہ دینے کی صراحت ہے نہ کہ مال بطور رشوت دینے کی وضاحت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ ان کا دین اتنا سستا ہے تو ان کے اپنے خیال کی وضاحت کرتا ہے نہ کہ رشوت کے لین دین کی۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے تبادلہ رشوت

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 225 پر لکھتے ہیں۔
حضرت مغیرہ سے تبادلہ رشوت

> معاویہ نے ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفے کی امارت سے معزول کر کے اس کو لکھ بھیجا کہ تمہیں معزول کر دیا گیا تم فوراً میرے پاس پہنچو، وہ کچھ تاخیر سے پہنچے تو معاویہ نے پوچھا تم نے تاخیر

کیوں کی؟ انہوں نے کہا میں ایک خاص مہم میں مشغول تھا وہ یہ کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور میں نے چاہا کہ لوگوں کو یزید کی ولی عہدی کے لئے تیار کروں بس اسی وجہ سے تاخیر ہو گئی معاویہ نے کہا پھر تم اپنے منصب کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کام کو جلد مکمل کرو وہ واپس گئے وہاں دس افراد کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ وہ معاویہ کے پاس جا کر یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کی بات کریں ان لوگوں کے ساتھ مغیرہ نے اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کو بھی بھیجا جب وہاں تفصیلی بات ہو گئی تو معاویہ نے ابن مغیرہ سے پوچھا:

بكم اشترى أبوك من هؤلاء دينهم؟ قال: بثلاثين ألفاً. قال: لقد هان عليهم دينهم.

تمہارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا؟ اس نے بتایا تیس ہزار میں، معاویہ نے کہا ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر الجزری ملخصا ج3 ص349، 350)

تیس ہزار کے ذکر کے بغیر یہ واقعہ حافظ ابن کثیر اور ابن خلدون نے بھی بیان کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج8 ص115، 116، تاریخ ابن خلدون ج3 ص19)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن تاریخ دمشق میں ملاحظہ کریں۔

عبد الرحمن بن عمرو البجلي الحراني قرأت في كتاب أبي محمد عبد الله بن أحمد بن ربيعة رواية ابنه ابي سليمان عنه أنبأ أبو سعيد الضبعي يعني عبد الرحمن بن محمد بن منصور نا وهب بن جرير نا جويرية يعني ابن أسماء حدثني خالد الحذاء أن المغيرة بن شعبة حيث أراد معاوية البيعة ليزيد وفد أربعين من وجوه أهل الكوفة وأمر عليهم ابنه عروة بن المغيرة فدخلوا على معاوية فقاموا خطباء فذكروا أنه إنما أشخصهم إليه التيه والنظر لأمة محمد (صلى الله عليه وسلم) فقالوا يا أمير المؤمنين كبرت سنك وتخوفنا الانتشار من بعدك يا أمير المؤمنين اعلم لنا علم وحد لنا حدا ننتهي إليه قال أشيروا على قالوا نشير عليك بيزيد بن أمير المؤمنين قال وقد رضيتموه قالوا نعم قال وذاك رأيكم قالوا نعم ورأي من بعدنا فأصغى إلى عروة وهو أقرب القوم

منه مجلسا فقال الله أبوك بكم اشترى أبوك من هؤلاء دينهم قال بأربعمائة قال لقد وجد دينهم عندهم رخيصا. (تاریخ دمشق: 40/298)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت متعدد علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

پہلی علت:

روایت میں "عبدالرحمن بن محمد بن منصور" متکلم فیہ ہے اس کی منفرد روایات قابل قبول نہیں ہوتی۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

عبد الرحمن بن محمد بن منصور الحارثي، أبو سعيد، ليس بالقوي. (رجال حاکم: رقم 145)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

قَالَ ابن عدي حدث بِمَا لَا يُتَابع عَلَيْهِ. (المغنی فی الضعفاء: 2/386)

دوسری علت:

روایت میں خالد بن مہران کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

محدث ابن الکیال نے ان کو مختلط راویوں میں لکھا ہے (الکواکب النیرات: 1/461)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

أشار حماد بن زيد إلى أن حفظه تغير لما قدم من الشام وعاب عليه بعضهم دخوله في عمل السلطان۔ (تقریب التہذیب: 1/ 191)

تیسری علت:

خالد بن مہران الحذاء مرسل روایات بیان کرتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وهو ثقة يرسل. (تقریب التہذیب: 1/191)

مذکورہ روایت بھی خالد بن مہران الحذاء نے حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت کی سند ضعیف اور منقطع ہے، یہ روایت درایتاً بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ ولی عہدی کی تحریک 56ھ میں شروع ہوئی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو عامیانہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، وہ قابل مذمت ہیں۔
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ 5 ھ میں اسلام لائے۔ (الاستیعاب:1/ 258)
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ 6 ھ میں غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔
قاری فیضی صاحب کو بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابی کے بارے میں تو خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کن شخصیات پر برملا اعتراض کر رہا ہے؟ بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام کے بارے میں تو نصوص واضح موجود ہیں۔

الزام نمبر 33:

حضرت عمرو بن عاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما پر فسادی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 226225 پر لکھتے ہیں۔
شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیعت کے معاملہ میں پہلے معاویہ کی کذب بیانی درج کی اور پھر اس کے اسباب بیان کیے اور اس میں انہوں نے دو ایسے صحابیوں کو فسادی بھی قرار دیا جو معاویہ کے ساتھی تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بیان ہے لوگوں میں فتنہ وفساد کی آگ سلگانے والے صرف دو آدمی ہیں جن میں ایک عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے امیر معاویہ کو نیزوں پر قرآن اٹھانے کا مشورہ دیا اور قرآن کریم نیزوں پر اٹھائے گئے اور ابن قراء کا قول کہ خارجیوں کو انہوں نے ہی ثالث بنایا تھا اور یہ وہ ثالث تھے جن کا چرچہ قیامت تک رہے گا فسادیوں میں دوسرے شخص مغیرہ بن شعبہ ہیں جو کہ امیر معاویہ کے گورنر تھے جن کے نام امیر معاویہ کا یہ فرمان پہنچا تھا کہ اس کے حکم نامہ کی وصولیابی اور خواندگی کے بعد تم خود کو معزول سمجھو اور کوفہ سے فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو لیکن مغیرہ نے حکم میں تعویق (تاخیر) کی اور بہ تعویق دربار میں پہنچنے پر امیر معاویہ نے تعویق کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ ایک معاملہ پیش تھا جسے سلجھانے اور مفید طلب بنانے کی وجہ سے دیر ہوگئی امیر معاویہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ بتاؤ! مغیرہ نے جواب دیا آپ کے بعد یزید کی بیعت کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا دریافت کیا کہ آیا یہ پورا کر لیا؟ جواب دیا جی ہاں یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا اچھا اپنی گورنری پر واپس جاؤ اور حسب سابق فرائض انجام دو یہاں سے لوٹ کر جب مغیرہ اپنے احباب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا بتاؤ کیسی رہی؟ مغیرہ نے کہا میں نے معاویہ کے پاؤں اس ناواقفیت کے رکاب میں رکھ دیئے ہیں جس میں قیامت تک وہ گرفتار رہیں گے۔

(ماثبت بالسنۃ مترجم ص 38، وعربی ملحق بمترجم: ص 249، سیر اعلام النبلاء، ج 4 ص 39، تاریخ الخلفاء اردو، نفیس اکیڈمی ص 207)

بتلائیے اپنی موجودگی میں یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو رقبے، پلاٹ عہدے اور مال دے کر

ان کے ضمیروں کا سوداگر بننا ہادی اور مہدی ہونے کی کون سی قسم ہے اور اگر یہ اجتہاد ہے تو کس درجے کا؟

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

علامہ ذہبی نے سند کو اختصار کر کے بیان کیا ہے مگر اس روایت کو محدث ابن عساکر نے مکمل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وَعَنِ الحَسَنِ: أَنَّ المُغِيْرَةَ بن شُعْبَةَ أَشَارَ عَلَى مُعَاوِيَةَ بِبَيْعَةِ ابْنِهِ، فَفَعَلَ، فَقِيْلَ لَهُ: مَا وَرَاءكَ؟ قَالَ: وَضَعْتُ رِجْلَ مُعَاوِيَةَ فِي غَرْزِ غَيٍّ لاَ يَزَالُ فِيْهِ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ. قَالَ الحَسَنُ: فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَايَعَ هَؤُلاَءِ أَوْلاَدَهُم، وَلَوْلاَ ذَلِكَ لَكَانَتْ شُوْرَى.

(سیر اعلام النبلاء:4/39)

علامہ ذہبی نے اپنی دوسری کتاب تاریخ الاسلام میں مکمل سند نقل نہیں کی۔

وَرَوَى زَحْرُ بْنُ حِصْنٍ، عَنْ جَدِّهِ حُمَيْدِ بْنِ مُنْهِبٍ قَالَ: زُرْتُ الْحَسَنَ بْنَ أَبِي الحسن، فَخَلَوْتُ بِهِ فَقُلْتُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَا تَرَى مَا النَّاسُ فِيهِ؟ فَقَالَ لِي: أَفْسَدَ أَمْرَ النَّاسِ اثْنَانِ: عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ يَوْمَ أَشَارَ عَلَى مُعَاوِيَةَ بِرَفْعِ الْمَصَاحِفِ، فَحُمِلَتْ، وَقَالَ: أَيْنَ الْقُرَّاءُ، فَحَكَّمَ الْخَوَارِجُ، فَلا يَزَالُ هَذَا التَّحْكِيمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَإِنَّهُ كَانَ عَامِلَ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْكُوفَةِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ: إِذَا قَرَأْتَ كِتَابِي هَذَا فَأَقْبِلْ مَعْزُولا. فَأَبْطَأَ عَنْهُ، فلما وَرَدَ عَلَيْهِ قَالَ: مَا أَبْطَأَ بِكَ؟ قَالَ: أَمْرٌ كُنْتُ أُوَطِّئُهُ وَأُهَيِّئُهُ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: الْبَيْعَةُ لِيَزِيدَ مِنْ بَعْدِكَ. قَالَ: أَوَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قال: ارجع إلى عَمَلِكَ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: مَا وَرَاءَكَ؟ قَالَ: وَضَعْتُ رِجْلَ مُعَاوِيَةَ فِي غَرْزِ غَيٍّ لا يَزَالُ فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ الْحَسَنُ: فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَايَعَ هَؤُلاءِ لِأَبْنَائِهِمْ، وَلَوْلا ذَلِكَ لَكَانَتْ شُورَى إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

(تاریخ الاسلام:5/272)

محدث ابن عساکر کتاب میں مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا أبو السعود أحمد بن علی بن محمد الواعظ انا أبو الحسين أحمد بن محمد بن النقور وأبو علی محمد بن وشاح الرسی ح وأخبرنا أبو القاسم بن السمرقندی انا أحمد بن محمد

بن النقور قالا أنبأ عيسى بن على بن عيسى نا أبو عبيد على بن الحسين بن حرب نا أبو السكين زكريا بن يحيى حدثنى عم أبي زحر بن حصن عن جده حميد بن منهب قال زرت الحسن بن أبي الحسن فخلوت به فقلت له يا أبا سعيد أما ترى ما الناس فيه من الاختلاف فقال لى يا أبا يحيى أصلح أمر الناس أربعة وأفسده اثنان أما الذين أصلحوا أمر الناس فعمر بن الخطاب يوم سقيفة بنى ساعدة حيث قالت قريش منا أمير وقالت الأنصار منا أمير فقال لهم عمر ألستم تعلمون أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال الأئمة من قريش.|قالوا بلى قال أو لستم تعلمون أنه أمر أبا بكر يصلى بالناس قالوا بلى قال فأيكم يتقدم أبا بكر قالوا لا أحد فسلمت لهم الأنصار ولولا ما احتج به عمر من ذلك لتنازع الناس هذه الخلافة إلى يوم القيامة وأبو بكر الصديق حيث ارتدت العرب فشاور فيهم الناس فكلهم أشار عليه بأن يقبل منهم الصلاة ويدع لهم الزكاة فقال والله لو منعونى عقالا مما كانوا يعطونه رسول الله (صلى الله عليه وسلم) لجاهدتهم ولولا ما فعل أبو بكر من ذلك لألحد الناس فى الزكاة إلى يوم القيامة وعثمان بن عفان حيث جمع الناس على هذه القراءة وقد كانوا يقرءونه على سبعة أحرف فكان هؤلاء يلقون هؤلاء فيقولون قراءتنا أفضل من قراءتكم حتى كاد بعضهم أن يكفر بعضا فجمعهم عثمان على هذا الحرف ولولا ما فعل عثمان من ذلك لألحد الناس فى القرآن إلى يوم القيامة وعلى بن أبي طالب حيث قاتل أهل البصرة فلما فرغ منهم قسم بين أصحابه ما حوى عسكرهم فقالوا له يا أمير المؤمنين ألا تقسم بيننا إماءهم ونساءهم فقال أيكم يأخذ عائشة فى سهمه قالوا ومن يأخذ أم المؤمنين فى سهمه قال أفرأيتم هؤلاء اللواتى قتل عنهن أزواجهن يعتددن أربعة أشهر وعشرا ويورثن الربع والثمن قالوا نعم قال فما أراهن إماء ولو كن إماء لم يعتددن ولم يورثن ولولا ما فعل على من ذلك لم يعلم الناس كيف يقاتل أهل القبلة وأما اللذان أفسدا أمر الناس فعمرو بن العاص يوم أشار على معاوية برفع المصاحف فحكمت الخوارج فلا يزال هذا التحكيم إلى يوم القيامة والمغيرة بن شعبة فإنه كان عامل معاوية على الكوفة فكتب إلى معاوية إذا قرأت

كتابي هذا فأقبل معزولا فأبطأ في مسيره فلما ورد عليه قال له يا مغيرة ما الذي أبطأ بك قال أمر والله كنت أوطئه وأهيئه قال وما هو قال البيعة ليزيد من بعدك قال أو فعلت قال نعم قال ارجع إلى عملك فأنت عليه فلما خرج من عند معاوية قال له أصحابه ما وراءك يا مغيرة قال ورائي والله أني قد وضعت رجل معاوية في غرز بغي لا يزال فيه إلى يوم القيامة قال الحسن فمن أجل ذلك بايع هؤلاء لأبنائهم ولولا ذلك لكانت شورى إلى يوم القيامة. (تاریخ دمشق:30/287)

تاریخ دمشق کی عبارت کا ترجمہ ومفہوم جناب فیضی صاحب نے اپنی تحریر میں پیش کیا ہے۔

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابو السکین الکلابی زکریا بن یحییٰ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

صدوق له أوهام لينه بسببها الدارقطني. (تقریب التہذیب:1/216)

امام دارقطنی لکھتے ہیں:

أبو السكين الكلابي، زكريا بن يحيى؛ قال هو الطائي، كوفي، ليس بالقوي، يحدث بأحاديث ليست بمضيئة. (سوالات الحاکم للدارقطنی: رقم329)

امام برقانی نقل کرتے ہیں:

وقال البرقاني: سمعت الدَّارَقُطْنِيّ يقول زكريا بن يحيى الطائي، متروك، بصري. (سوالات البرقانی للدارقطنی: رقم166)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں، زحر بن حصن، مجہول راوی ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

زحر بن حصن، عن جده. وعنه أبو السكين الطائي، لا يعرف. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال:2/69)

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں۔

زحر بن حصن عَن جدہ وَعنہُ أَبُو السکین الطَّائِيُّ لَا یعرف. (المغنی فی الضعفاء:1/238)

مذکورہ روایت میں راوی "حمید بن منہب بن حارثۃ بن حزم" ضعیف ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

وقد روی عن عروۃ بن مضرس، حمید بن منہب، وعروۃ بن الزبیر، وفی روایتہما نظر.
(الالزامات والتتبع: ص85)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور نا قابل حجت ہے ایسی متروک اور ضعیف راویوں سے استدلال کرنا جناب فیضی صاحب کا ہی کارنامہ ہوسکتا ہے۔

الزامی جواب:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے چند الفاظ استعمال کیے تو موصوف قاری صاحب نے اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف بطور استدلال پیش کیا، مگر قاری صاحب کی پیش کردہ روایت میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو فسادی کہا، فیضی صاحب جواب دیں!

موصوف اب جواب دیں کہ اس روایت کو بیان کرنے والے حضرت حسن البصری رحمہ اللہ، اس کو لکھنے والے شیخ محقق رحمہ اللہ پر کیا فتویٰ لگے گا؟ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنے سے سابق صحابہ پر ناراضگی کرنا باعث طعن ہے، تو تابعی کا 2 جلیل القدر صحابہ کو فسادی کہنا باعث ملامت اور طعن ہے یا نہیں؟

اور قارئین کو یہ بھی بتائیے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے تو پوچھا کہ ہادی اور مہدی ہونے کی کون سی قسم ہے اور اگر یہ اجتہاد ہے تو کس درجے کا؟

تو یہی سوال اب ہم آپ سے کرتے ہیں کہ اس پوری کتاب میں جھوٹے، ضعیف، متروک، شیعہ، رافضی اور مجہول راویوں اور خود ساختہ اجتہاد سے جو روایات پیش کرکے تحقیق کا نام دیا ہے یہ کون سی قسم کی تحقیق کہلاتی ہے؟

الزام نمبر 34:

باطل طریقے سے مال کھانا

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 213,214 پر لکھتے ہیں:

ہادی، مہدی اور مال باطل

بعض طلقاء فقط سود ہی نہیں بلکہ دوسرے باطل طریقوں سے بھی مال کھاتے کھلاتے تھے چنانچہ صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ صحن کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کے پاس جمع تھے حضرت عبد الرحمٰن بن عبد رب الکعبہ فرماتے ہیں میں بھی وہیں بیٹھ گیا وہ خیر کی باتوں کی تلقین اور شر سے بچنے کی کا حکم کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص خلافت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو عبد الرحمٰن بن عبد رب الکعبہ کہتے ہیں:

فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللهَ آنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَأَهْوَى إِلَى أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي. فَقُلْتُ لَهُ هٰذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللهُ يَقُولُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلاَ تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ.

(صحیح مسلم ص 894، 895 حدیث 1844، مسند احمد ج 11 ص 47، 48 حدیث 6503.......)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

روایت کی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کا مال لوٹتے اور ناحق قتل کرواتے تھے؟

معترض کے پاس دلیل ہے تو کوئی نہیں، دلیل تراشنے کی کوشش کرتے ہیں مذکورہ روایت کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ دیکھیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کا مال بھی لوٹتے تھے اور لوگوں کو ناحق طریقے سے قتل بھی کرواتے تھے۔

قارئین یہ جانتے ہیں کہ یہ بات جو کر رہا ہے وہ شخص کون ہے؟ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی حریف ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حامی ہے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف ہے اور کھل کر تنقید بھی کر رہا ہے، یہ مخالف آدمی ہے، اگر کسی کو قتل کروانا تھا تو کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے حامیوں کو حکم دیتے یا پھر اپنے مخالف کو؟

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اَلْمَقْصُودُ بِهٰذَا الْكَلَامِ أَنَّ هٰذَا الْقَائِلَ لَمَّا سَمِعَ كَلَامَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَذِكْرَ الْحَدِيثِ فِي تَحْرِيمِ مُنَازَعَةِ الْخَلِيفَةِ الْأَوَّلِ وَأَنَّ الثَّانِيَ يُقْتَلُ فَاعْتَقَدَ هٰذَا الْقَائِلُ هٰذَا الْوَصْفَ فِي مُعَاوِيَةَ لِمُنَازَعَتِهِ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَتْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَةُ عَلِيٍّ فَرَأَى هٰذَا أَنَّ نَفَقَةَ مُعَاوِيَةَ عَلَى أَجْنَادِهِ وَأَتْبَاعِهِ فِي حَرْبِ عَلِيٍّ وَمُنَازَعَتِهِ وَمُقَاتَلَتِهِ إِيَّاهُ مِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ وَمِنْ قَتْلِ النَّفْسِ لِأَنَّهُ قِتَالٌ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَا يَسْتَحِقُّ أَحَدٌ مَالًا فِي مُقَاتَلَتِهِ.

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: 12/ 234)

عبدالرحمن بن عبد رب کعبہ نے جو اعتراض کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں نے بیعت کر لی، بیعت کے بعد خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور اس کی نافرمانی سے رکنے کا حکم ہے تو معاویہ جو اپنے لشکروں پر مال خرچ کر رہے ہیں اور جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں مارے جا رہے ہیں یہ تو گویا ناحق ہے تو اس تناظر میں عبدالرحمن بن عبد رب کعبہ نے یہ بات کی تھی کہ یہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہے جو درست نہیں ہے، حق نہیں ہے ناحق ہے، یہ ان کا ایک موقف تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حرام کھانے والے خلیفہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا معاہدہ کہ ان کو اس لوٹ کے مال میں سے خمس دیا جائے کیا ہے؟ کیا وہ حرام نہیں ہے؟

الزام نمبر 35:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مال حاصل کرنے کا الزام

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 217 پر لکھتے ہیں۔

انہوں نے خراسان فتح کر لیا اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا زیاد نے انہیں ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا:

أَمَا بَعْدُ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يَصْطَفِيَ لَهُ الْبَيْضَاءَ، وَالصَّفْرَاءَ، وَلَا تَقْسِمُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً.

امابعد! امیر المومنین نے میری طرف ایک خط لکھا ہے کہ سونا چاندی ان کے لئے الگ کر لیا جائے لہٰذا سونا چاندی مجاہدین میں تقسیم نہ کیا جائے،

جواباً سیدنا حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف یوں لکھا بھیجا:

تمہارا خط مجھے پہنچ چکا ہے تم نے اس میں امیر المومنین کی کتاب (خط) کا ذکر کیا ہے جبکہ میرے پاس امیر لالمومنین کی کتاب (خط) سے قبل اللہ کی کتاب موجود ہے اور اللہ کی قسم! اگر زمین و آسمان کسی بندے کو چلنے کے لئے باہم مل جائیں اور وہ بندہ خوف الٰہی رکھتا ہو تو اللہ اس کے نکلنے کی سبیل پیدا فرما دیتا، والسلام، پھر سیدنا حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ وہ مال غنیمت آپس میں تقسیم کر لیں، معاویہ نے چونکہ سیدنا حکم بن عمرو کو تقسیم کے متعلق ایک حکم کیا تھا تو انہوں نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی تھی تو انہیں قید کر دیا گیا اور وہ اسی قید میں انتقال فرما گئے۔

(المستدرک ج 3 ص 442، وط، ج 3 ص 501 حدیث 5869، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج9 ص28.........)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

فَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ بَالَوَيْهِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ النَّضْرِ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: بَعَثَ زِيَادٌ الْحَكَمَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ عَلَى

خُرَاسَانَ فَأَصَابُوا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يَصْطَفِيَ لَهُ الْبَيْضَاءَ، وَالصَّفْرَاءَ، وَلَا تَقْسِمُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً. فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْحَكَمُ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّكَ كَتَبْتَ تَذْكُرُ كِتَابَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللَّهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنِّي أُقْسِمُ بِاللَّهِ لَوْ كَانَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ فَاتَّقَى اللَّهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْ بَيْنِهِمْ مَخْرَجًا، وَالسَّلَامُ. أَمَرَ الْحَكَمُ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنِ اغْدُوا عَلَى فَيْئِكُمْ فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ، وَأَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا فَعَلَ الْحَكَمُ فِي قِسْمَةِ الْفَيْءِ مَا فَعَلَ وَجَّهَ إِلَيْهِ مَنْ قَيَّدَهُ وَحَبَسَهُ، فَمَاتَ فِي قُيُودِهِ وَدُفِنَ فِيهَا، وَقَالَ: إِنِّي مُخَاصِمٌ.

(المستدرک علی الصحیحین :3/ 500)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے، یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس :1/ 47 طبقہ الثالثہ)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ ہشام بن حسان القردوسی خشبی تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ شعيب بْن حرب، عن شعبة: لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال:30/ 188 (2) تہذیب التہذیب:11/ 34

خشبی غالی شیعہ کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت کی تحقیق

ابن ابی شیبہ کی سند ملاحظہ کریں:

حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: كَتَبَ زِيَادٌ إِلَى الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ وَهُوَ عَلَى خُرَاسَانَ: إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ: أَنْ تُصْطَفَى لَهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ، فَلاَ يُقَسَّمُ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلاَ فِضَّةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: بَلَغَنِي كِتَابُكَ، تَذْكُرُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ تُصْطَفَى لَهُ الْبَيْضَاءُ وَالصَّفْرَاءُ، وَأَنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّهُ وَاللهِ لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَى اللهَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مَخْرَجًا، وَالسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوا عَلَى مَالِكُمْ، فَغَدَوْا، فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ. (مصنف ابن ابی شیبہ: 11/ 130)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: 1/ 47 طبقہ الثالثہ)

دوسری علت: اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: 30/ 188 (2) تہذیب التہذیب: 11/ 34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

مسند الحارث کی سند کی تحقیق

علامہ ہیثمی سند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّ زِيَادًا، اسْتَعْمَلَ الْحَكَمَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ عَلَى خُرَاسَانَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَجَاءَ كِتَابُ زِيَادٍ: " أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يُصْطَفَى لَهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيْهِ: جَاءَنِي كِتَابُكَ يَذْكُرُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يُصْطَفَى لَهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللَّهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّهُ وَاللَّهِ لَوْ كَانَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ عَلَى عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَى اللَّهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ. ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوا عَلَى فَيْئِكُمْ فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ. (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث:2/689)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:1/47 طبقہ الثالثہ)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال:30/188 (2) تہذیب التہذیب:11/34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

الاستیعاب کی سند کی تحقیق

علامہ ابن عبد البر روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أحمد، حَدَّثَنَا أبي حَدَّثَنَا عَبد الله حَدَّثَنَا بقي، حَدَّثَنَا أبو بكر بن أبي شيبة، حَدَّثَنَا ابن علية، عن هشام، عن الحسن، قَالَ: كتب زياد إلى الحكم ابن عمرو الغفاري وهو على

خراسان أن أمير المؤمنين كتب [إلى] أن يصطفى له الصفراء والبيضاء، فلا تقسم بين الناس ذهبًا ولا فضة. فكتب إليه الحكم: بلغني أن أمير المؤمنين كتب أن يصطفى له البيضاء والصفراء، وإني وجدت كتاب الله قبل كتاب أمير المؤمنين، وإنه والله لو أنّ السّماوات والأرض كانتا رتقًا على عَبْدٍ، ثم اتقى الله جعل له مخرجًا، والسلام عليكم. ثم قال للناس: اغدوا على ما لكم فغدوا فقسمه بينهم، وقال الحكم: اللّٰهمّ إن كان لي عندك خير فاقبضني إليك. فمات بخراسان بمرو، واستخلف لما حضرته الوفاة أنس بن أبي إياس. (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: 1/ 356)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: 1/ 47 طبقہ الثالثہ)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: 30/ 188 (2) تہذیب التہذیب: 11/ 34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

الاستیعاب کی دوسری سند کی تحقیق

ابن عبد البر دوسری سند نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وروى يزيد بن هارون، قَالَ: حَدَّثَنَا هشام بن حسان، عن الحسن، قَالَ: بعث زياد الحكم بن عمرو الغفاري على خراسان فأصاب مغنمًا. فكتب إليه: إن أمير المؤمنين معاوية

كتب إلي، وأمرني أن أصطفي له كل صفراء وبيضاء، فإذا أتاك كتابي هذا فانظر ما كان من ذهب وفضة فلا تقسمه، واقسم ما سوى ذلك.فكتب إليه الحكم: كتبت إلي تذكر أن أمير المؤمنين كتب إليك يأمرك أن تصطفي له كل صفراء وبيضاء، وإني وجدت كتاب الله....فذكر الحديث إلى آخره سواء.

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب:1/ 356)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:1/ 47 طبقہ الثالثہ)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال:30/ 188 (2) تہذیب التہذیب:11/ 34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت یت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں ابن عبدالبر نے یزید بن ہارون تک سند مکمل نقل نہیں کی، اس لیے منقطع اور ضعیف روایت سے استدلال کرنا اور صحابی پر طعن کرنا کسی حیثیت کے حامل نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد کی روایت کی تحقیق

ابن سعد اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ

زِيَادًا بَعَثَ الْحَكَمَ بْنَ عَمْرٍو عَلَى خُرَاسَانَ، فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ، وَأَصَابُوا أَمْوَالًا عَظِيمَةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ زِيَادٌ: أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ إِلَيَّ أَنْ أَصْطَفِيَ لَهُ الصَّفْرَاءَ وَالْبَيْضَاءَ، فَلَا تَقْسِمْ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً فَكَتَبَ إِلَيْهِ: سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّكَ كَتَبْتَ إِلَيَّ تَذْكُرُ كِتَابَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّهُ وَاللهِ، لَوْ كَانَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ، فَاتَّقَى اللهَ لَجَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوا عَلَى فَيْئِكُمْ، فَاقْسِمُوهُ.

(الطبقات الکبریٰ:7/ 29)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:1/ 47 طبقہ الثالثہ)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال:30/ 188 (2) تہذیب التہذیب:11/ 34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

ابن عدی کی روایات کی تحقیق

ابن عدی اپنی کتاب الکامل میں روایت نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد بن الحسين بن حفص الاشناني حدثنا الحسين بن حريث حدثنا أوس يعني

بن عبد الله بن بريدة حدثني سهل عن أبيه عبد الله ان الحكم بن عمرو الغفاري كان معاوية وجهه عاملا على خراسان فغنم غنائما كثيرة وفتح عليه فكتب الى معاوية اني غنمت غنائم كثيرة فما ترى فكتب اليه معاوية ان انظر كل صفراء وبيضاء فأصفها لأمير المؤمنين واقسم سوى ذلك للجند فجمع أصحابه فقال ما ترون فقالوا ما ترى يعني نحن أحق به فكتب الى معاوية اني وجدت كتاب الله أحق ان يتبع من كتابك اني قسمت ما غنمت في الجند فبعث اليه معاوية عاملا فحبسه وقيده فمات في قيوده فأمر الحكم ان يدفن في قيوده حتى يخاصم معاوية يوم القيامة فيما قيده.

(الکامل فی ضعفاء الرجال:1/ 410)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی أوس بن عبداللہ بن بریدہ ضعیف اور متروک ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں: مروزي متروك. (الضعفاء والمتروکون: رقم119)

امام بخاری فرماتے ہیں:

فِيهِ نظر. (التاریخ الکبیر:2/ 17)

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 58 پر امام بخاری کے قول فیہ نظر کو موضوع پر اطلاق کرتے ہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں لَيْسَ بِثِقَة. (الضعفاء والمتروکون:1/ 20)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ:

سهل بن عَبْد اللهِ بن بُرَيْدَة منکر الحدیث ہے۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں:

مُنكر الْحَدِيث يَرْوِي عَن أَبِيهِ مَالا أصل لَهُ لَا يجوز أَن يشْتَغل.

(المجروحین من المحدثین: 1/ 348)

امام ابونعیم الاصبہانی فرماتے ہیں:

سهل بن عبد الله بن بريدة روى عن أبيه في فضل مرو وغيره أحاديث منكرة.

(کتاب الضعفاء، ابونعیم الاصبہانی: 1/ 90)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور متروک ہے اور اس سے استدلال علمی بددیانتی، جناب فیضی صاحب تو دوسروں کو درس حدیث صحیح کا دیتے ہیں اور خود جناب نے متروک اور ضعیف روایات سے کتاب بھر دی ہے دوسروں کو نصیحت اور خود میاں........؟

تاریخ طبری کی روایت کی تحقیق

ابن جریر طبری اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْمُبَارَكِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْمَاطِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدِ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُحَمَّدِ بن عبد الكريم المروزي، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ، قال: حدثنا الْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ الْفِرْدَوْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي حَلْقَتِهِ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ مَرَّ بِنَا الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْغِفَارِيُّ وَقَدْ عَقَدَ لَهُ زِيَادُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى خُرَاسَانَ، فَقِيلَ لِعِمْرَانَ: هٰذَا الْحَكَمُ اسْتُعْمِلَ عَلَى خُرَاسَانَ. فَقَالَ: عَلَيَّ بِهِ. فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: يَا حَكَمُ، أَتَذْكر حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أَنَا وَأَنْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: سَمِعْنَاهُ يَقُولُ: لا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: إِذَا شِئْتَ [فَقُمْ]. قَالَ: فَأَتَى خُرَاسَانَ فَأَصَابَ بِهَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ زِيَادٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أمير المؤمنين كتب إلى أن أصطفي له الْبَيْضَاءَ وَالصَّفْرَاءَ، وَلا أَعْلَمَنَّ مَا قَسَمْتَ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلا فِضَّةً. فَلَمَّا جَاءَهُ الْكِتَابُ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوا عَلَى غَنَائِمِكُمْ فَخُذُوهَا. ثُمَّ كتب/ب إلى زياد: جاءني/ كتاب الأمير يَذْكر أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ يَصْطَفِيَ بِالصَّفْرَاءِ فلا يَعْلَمَنَّ مَا قَسَمْتُ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلا فِضَّةً، وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ الله قد سبق كتاب أمير المؤمنين، وو الله الَّذِي لا إِلَهَ إِلا هُوَ لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ اتَّقَى اللهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ مَخْرَجًا، وَالسَّلامُ.

(المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: 5/ 229)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں ہیثم بن عدی ضعیف اور متروک راوی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:1 / 47 طبقہ الثالثہ)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال:30 / 188 (2) تہذیب التہذیب:11 / 34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے موصوف فیضی نے خود اس اصول کا اقرار کیا تھا کہ محدثین کرام نے ناصبیوں کی روایات کو ترک کیا تھا، تو جناب والا، انہی محدثین کرام نے یہ بھی اصول وضع کیا تھا کہ رافضیوں کی روایات صحابہ کرام کے طعن پر قبول نہیں کی جائیں گی، اپنے لیے الگ اصول اور دوسروں کو کچھ اور نصیحت، کیا تحقیق فرمائی ہے جناب نے۔

انساب الاشراف کی روایت کی تحقیق

علامہ بلاذری اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وحدثني محمد بْن خالد الواسطي حَدَّثَنَا يزيد بْن هارون عَنْ هشام بْن حسان عَنْ الحسن أن زيادًا ولى الحكم بْن عمرو الغفاري خراسان فغزا فغنم فكتب إليه زياد أن اصطف كل صفراء وبيضاء لأمير المؤمنين، ولا تقسم ذلك واقسم ما سواه. فكتب

الحكم إليه: إني وجدت كتاب الله قبل كتابك، فلو أن السموات والأرض كانتا رتقًا على عبدٍ فاتقى الله لجعل له منهما مخرجًا، والسلام، وقسم الغنائم بين الناس.

(أنساب الأشراف: 5/ 221)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے، یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: 1/ 47 طبقہ الثالثہ)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ ہشام بن حسان القردوسی خشبی تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں۔

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(1) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: 30/ 188 (2) تہذیب التہذیب: 11/ 34

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

موصوف فیضی اگر ان تمام اسانید کے بارے میں تعدد طرق کی وجہ سے ماننے پر اصرار کریں تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اصول بھی لکھیں تاکہ حقیقت واضح ہو سکے عوام الناس کے سامنے سارے حقائق پیش کیے جائیں گے اور ان کے حوالہ جات کی حقیقت بیان کی جائے گی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا

محدث ابن عساکر سند سے روایت لکھتے ہیں۔

رواها أبو عبيد بن سلام عن أبي اليمان كتب إلي أبو علي الحسن بن أحمد الحداد أنا أبو بكر أحمد بن الفضل الباطرقاني أنا أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن مندة أنا أبو العباس

القاسم بن القاسم السیاری أنا جدی أحمد بن سیار نا الشاہ بن عمار نا أبو صالح وھو سلیمان بن صالح المروزی حدثنی محمد بن نھان عن سعید بن أبی عروبة عن قتادة قال لما انتھی کتاب الحکم بن عمرو إلی زیاد کتب بذلك إلی معاویة وجعل کتاب الحکم فی جوف کتابه فلما قدم الکتاب علی معاویة خرج إلی الناس فأخبرھم بکتاب زیاد وصنیع الحکم فقال ما ترون فقال بعضھم أری أن تصلبه وقال بعضھم أری أن تقطع یدیه ورجلیه وقال بعضھم أری أن تغرمه المال الذی أعطی فقال معاویة بئس الوزراء أنتم لوزراء فرعون کانوا خیرا منکم أتأمرونی أن أعمد إلی رجل آثر کتاب اللہ تعالی علی کتابی وسنة رسول اللہ (صلی اللہ علیه وسلم) علی سنتی فأقطع یدیه ورجلیه بل أحسن وأجمل وأصاب. فکانت ھذہ مما تعد من مناقب معاویة. (تاریخ دمشق: 59/170)

قتادہ نقل کرتے ہیں یہ جب حضرت الحکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کا جوابی خط زیاد کو پہنچا، تو زیاد نے یہ خط اور اپنے مکتوب کو یکجا کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خدمت میں بھیجا جب یہ مکتوب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے آئے اور زیاد کے خط کا تذکرہ کیا اور حضرت الحکم بن عمرو کے جواب کو بیان کیا حکم بن العمرو نے مرکز کی طرف سے دی گئی ہدایات کے برعکس اموال غنائم میں سے خمس کو الگ کر کے باقی مال مجاہدین میں اسی وقت تقسیم کر دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تم لوگ اپنی اپنی رائے پیش کرو اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت الحکم بن عمرو اس عمل کی وجہ سے صلیب پر چڑھائے جائیں بعض نے کہا کہ ان کے اعضاء کاٹ دیے جائیں بعض نے کہا کہ جتنا مال انہوں نے وہاں تقسیم کیا ہے ان کا ضمان اور تاوان وصول کیا جائے۔

ان آراء کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ برے وزیر ہو، تم سے فرعون کے رائے دہندگان بھی بہتر تھے، کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں ایسے شخص کو سزا دوں اور اس کے اعضاء کو کاٹ دوں جس نے اللہ کے فرمان کو میرے حکم پر ترجیح دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو میرے طریقے سے مقدم رکھا، اس شخص نے بڑا اچھا اور عمدہ کردار ادا کیا ہے، اور اچھے عمل کا مظاہرہ کیا یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمدہ مناقب اور بہترین محامد میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام غلط اور خلاف حقیقت ہے جناب قاری فیضی صاحب ہی کچھ فرمائیں کہ تاریخ دمشق کی یہ روایت کیوں نقل نہیں کی؟ ظاہر ہے تدلیس کی عادت ہے۔

الزام نمبر 36:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر دنیوی لالچ دینے کا الزام

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 221 پر لکھتے ہیں۔

ان میں سے اکثریت نے معاویہ کا ساتھ اس لئے دیا تھا کہ انہیں دنیوی مستقبل کے سہانے خواب دکھائے گئے تھے بطور نمونہ ایک واقعہ پیش خدمت ہے علامہ بلاذری اپنی سند کے لکھتے ہیں

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ مَسْلَمَةَ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ الْجُمَحِيِّ لِمُعَاوِيَةَ: أَنَّا تَرَكْنَا الْحَقَّ وَعَلِيٌّ يَدْعُونَا إِلَيْهِ، وَبَايَعْنَاكَ عَلَى مَا تَعْلَمُ، فَلَمَّا تَسَهَّلَتْ لَكَ الْأُمُورُ جَعَلْتَ الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةٍ: سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ السَّهْمِيُّ وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، وَتَرَكْتَنَا.

امام مدائنی حضرت مسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا امیہ بن خلف جمحی کی اولاد میں سے ایک شخص نے معاویہ کو کہا ہم نے حق کو چھوڑا حالانکہ علی ہمیں اس کی طرف بلاتے رہے اور جس بات پر ہم نے آپ کی بیعت کی وہ آپ جانتے ہیں پھر جب آپ کے لئے تمام معاملات آسان ہوگئے تو آپ نے دنیا کو چار اشخاص کے لئے مخصوص کرلیا سعید بن العاص ،عمرو بن العاص سہمی ،مروان بن الحکم ،اور مغیرہ بن شعبہ جبکہ ہمیں آپ نے چھوڑ دیا۔

(انساب الاشراف للبلاذری ج5 ص132)

اندازہ فرمائیے کیسے کیسے لوگ ان کی فوج میں شامل تھے وہ کن امیدوں کے ساتھ بیعت کرتے تھے اور جنگیں لڑتے تھے آج تک دنیوی سیاستدان اسی پالیسی پر گامزن ہیں اور دنیوی لحاظ سے دین پسند طبقات پر غالب بھی ہیں دنیوی کامیابی کے یہ گر سیدنا علی علیہ السلام پر مخفی نہیں تھے لیکن جن ہستیوں کو قدم قدم پر اپنی آخرت مدنظر ہو وہ ایسے گر استعمال نہیں کیا کرتیں۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ مَسْلَمَةَ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ الْجُمَحِيِّ لِمُعَاوِيَةَ: أَنَّا تَرَكْنَا الْحَقَّ وَعَلِيٌّ يَدْعُونَا إِلَيْهِ، وَبَايَعْنَاكَ عَلَى مَا تَعْلَمُ، فَلَمَّا تَسَهَّلَتْ لَكَ الْأُمُورُ جَعَلْتَ الدُّنْيَا

لِأَرْبَعَةٍ: سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ السَّهْمِيُّ وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، وَتَرَكْتَنَا. (جمل من أنساب الأشراف: 5/124)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

سند میں راوی مَسْلَمَةَ بْنِ مُحَارِبٍ کی توثیق پیش کریں تاکہ کتب اسماء الرجال سے اس کے بارے میں تفصیل پیش کی جاسکے۔

دوسری علت:

سند میں راوی مَسْلَمَةَ بْنِ مُحَارِبٍ نے یہ روایت کسی مجہول راوی، رجل، سے سنی۔

اس لیے یہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایسی ضعیف اور منقطع روایات سے اعتراض کرنا، کیا یہی تحقیق ہے؟

محدث عبدالرزاق نے کہا:

أنا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ كَانَ النَّاسُ يَرِدُونَ مِنْهُ عَلَى أَرْجَاءِ وَادٍ رَحْبٍ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حکومت کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص نہیں دیکھا آپ کو تمام لوگوں نے حد درجہ سخی اور کشادہ دل پایا۔

الأمالي في آثار الصحابة لعبد الرزاق: ص 74 واسنادہ صحیح

(2) المصنف لعبد الرزاق: 11/453 رقم 20985

(3) الطبقات الکبری: 10/ 48 من طریق معمر بہ واسنادہ صحیح

الزام نمبر 37:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہرقل و قیصر کی سنت کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 222 پر لکھتے ہیں۔

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو رشوت

امام بخاری لکھتے ہیں:

یوسف بن ماہک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مروان حجاز کا مقدس کا گورنر تھا اس کو معاویہ نے مقرر کیا تھا اس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر چھیڑ دیا تاکہ اس کے باپ کے بعد اس کی بیعت کی جائے اس پر سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کہی تو مروان نے کہا اس کو پکڑ لو پس سیدنا عبدالرحمن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے تو وہ لوگ ان پر قادر نہ ہو سکے مروان نے کہا یہ وہ ہے جس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (والذی قل لوالدیہ اف لکما) اس پر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کچھ نہیں نازل فرمایا ماسوا میری پاکدامنی کے۔ (بخاری ص 684 حدیث 4827)

یہاں بخاری میں کچھ محذوف کر دیا گیا تو اس پر بعض شارحین نے کہا۔

قد اختصرہ فافسدہ. امام بخاری نے اختصار کیا تو بات بگاڑ دی (فتح الباری ج 9 ص 548)

میں کہتا ہوں روایت کا اتنا حصہ نقل کرنے پر بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مشکور ہیں اور ہم ان کے شاکر ہیں بہرحال وہ محذوف جملہ یہ تھا کہ خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سنت صدیقی نہیں بلکہ ہرقل و قیصر کی سنت ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(تفسیر النسائی ج 2 ص 290، حدیث 551، سنن الکبریٰ للنسائی ج 10 ص 257 حدیث 11427، المستدرک ج 4 ص 80......)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

سنن الکبریٰ کی روایت:

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: لَمَّا بَايَعَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِهِ، قَالَ مَرْوَانُ: سُنَّةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: سُنَّةُ هِرَقْلَ وَقَيْصَرَ. فَقَالَ مَرْوَانُ: هَذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ {وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف: 17] الْآيَةَ. فَبَلَغَ ذَلِكَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللهِ، مَا هُوَ بِهِ، وَإِنْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الَّذِي أُنْزِلَتْ فِيهِ لَسَمَّيْتُهُ، وَلَكِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَبَا مَرْوَانَ، وَمَرْوَانُ فِي صُلْبِهِ، فَمَرْوَانُ فَضَضٌ مِنْ لَعْنَةِ اللهِ.

محمد بن زیاد نے کہا: جب معاویہ نے اپنے بیٹے کی بیعت کی تو مروان نے کہا: ابو بکر و عمر کی سنت ہے عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے کہا ہرقل اور قیصر کی سنت، تو مروان نے کہا: یہ وہی ہے جو اللہ نے اس کے بارے میں نازل کیا ہے {اور جس نے اپنے والدین سے کہا: أُفٍّ لَكُمَا}

[الأحقاف: 17] الْآيَةَ. اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے کہا: اس نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم، جو اس کے پاس ہے، اور اگر میں چاہوں تو اس کا نام رکھوں جو ان پر نازل ہوئی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مروان پر لعنت فرمائی، مروان اپنے مصلوب میں تھا، اس لیے مروان کو اللہ کی لعنت سے بچایا گیا۔ (السنن الکبریٰ: 10/257، رقم الحدیث: 1142)

مستدرک حاکم کی روایت

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ الْحَافِظُ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدِّرْهَمِيُّ، ثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: لَمَّا بَايَعَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِهِ يَزِيدَ، قَالَ مَرْوَانُ: سُنَّةُ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: سُنَّةُ هِرَقْلَ، وَقَيْصَرَ. فَقَالَ: أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ: {وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف: 17] الْآيَةَ. قَالَ: فَبَلَغَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللهِ مَا هُوَ بِهِ، وَلَكِنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَبَا مَرْوَانَ وَمَرْوَانُ فِي صُلْبِهِ فَمَرْوَانُ قَصَصٌ مِنْ لَعْنَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

(المستدرک علی الصحیحین: 4/528، رقم 8483)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
علامہ ذہبی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔
فيه انقطاع. یعنی یہ روایت منقطع ہے۔ (التعلیق من تلخیص الذہبی: رقم 8483)
حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔
قال الذهبي: محمد بن زياد لم يدرك عائشة، فهو منقطع.
امام ذہبی نے کہا کہ محمد بن زیاد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا اور یہ منقطع ہے۔
(إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة: 17/ 522)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس سے استدلال کرنا غلط ہے۔

تفسیر ابن کثیر کی سند کا جائزہ

حافظ ابن کثیر نے اس کی ایک سند امام ابو حاتم سے بھی نقل کی ہے۔

جواب:

تفسیر ابن کثیر کی روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: إِنِّي لَفِي الْمَسْجِدِ حِينَ خَطَبَ مروان فقال: إن الله تعالى قد أَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي يَزِيدَ رَأْيًا حَسَنًا، وَإِنْ يَسْتَخْلِفْهُ فَقَدِ استخلف أبو بكر عمر رضي الله عنهما، فقال عبد الرحمن بن أبي بكر رضي الله عنهما: أهرقلية؟ إن أبا بكر رضي الله عنه وَاللهِ مَا جَعَلَهَا فِي أَحَدٍ مِنْ وَلَدِهِ وَلَا أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ فِي وَلَدِهِ إِلَّا رَحْمَةً وَكَرَامَةً لِوَلَدِهِ، فَقَالَ مَرْوَانُ: أَلَسْتَ الَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لكما؟ فقال عبد الرحمن رضي الله عنه: ألست ابن اللعين الذين لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أباك؟ قال وسمعتهما عائشة رضي الله عنها فَقَالَتْ: يَا مَرْوَانُ أَنْتَ الْقَائِلُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ رضي الله عنه كَذَا وَكَذَا؟ كَذَبْتَ مَا فِيهِ نَزَلَتْ وَلَكِنْ نزلت في فلان ابن فُلَانٍ، ثُمَّ انْتَحَبَ مَرْوَانُ ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ، حَتَّى

أَتَى بَابَ حُجْرَتِهَا، فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا حَتَّى انْصَرَفَ. (تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر: 7/260)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

روایت میں عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمَدِينِيّ کی تعین ضروری ہے اگر یہ راوی، عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی، ہے تو اس پر محدثین کرام کی جرح موجود ہے۔

اس راوی پر محدثین کرام کی جرح ملاحظہ کیجئے۔

يحيى بْن مَعِين: ليس بشيءٍ. (الجرح والتعدیل: 5/الترجمۃ 102)

عَمْرو بْن علي العقيلي: ضعيف الحديث. (الضعفاء العقیلی: ص 100)

أَبُو حاتم: منكر الحَدِيث جدا. (الجرح والتعدیل: 5/الترجمۃ 102)

إِبْرَاهِيم بْن يعقوب الجوزجاني: واهي الحَدِيث، كَانَ فيما يقولون مائلا عَنِ الطريق. (احوال الرجال: ترجمہ 175)

النَّسَائي: متروك الحديث. (الضعفاء والمتروکون: الترجمہ 330)

امام بخاری:

تكلم فيه يَحْيَى بْن مَعِين (التاریخ الکبیر: 5/الترجمہ 148)

التِّرْمِذِيّ: يضعف، ضعفه يحيى بْن مَعِين وغيره: (سنن الترمذی: 5/389)

ابن حبان: كان ممن يهم في الاخبار حتى يأتي بها مقلوبة، ويخطئ في الآثار حتى كأنها معمولة، وقد سئل عَلِيّ ابْن المديني عَن أَبِيهِ فقال: اسألوا غيري. فقالو سألناك. فأطرق ثم رفع رأسه. وَقَال: هذا هو الدين أبي ضعيف. (المجروحون: 2/14، 15)

الدَّارَقُطْنِيّ: كثير المناكير. (الضعفاء والمتروکین: الترجمہ 311)

الحاكم: روى عن عَبد اللّٰہِ بْن دينار، وسهيل بْن أَبي صالح أحاديث موضوعة. (المدخل إلی الصحیح: ص 149)

أبو نعيم: تكلم فيه ابنه علي رحمه الله. (الضعفاء الترجمہ 105)

الساجي: قال ابن مَعِين: كان من أهل الحديث ولكنه بلي في آخر عُمرہ.

أبو أحمد الحاكم: في حديثه بعض المناكير. (التہذیب:5/175، 176)

ابن حجر: ضعیف. (تقریب التہذیب:1/298)

نوٹ: اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث "منکر" پر "موضوع و مردود" کا اطلاق کرتے ہیں۔

دوسری علت:

عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی، کو محدث ابن الکیال نے مختلط راویوں میں شمار کیا ہے۔

(الکواکب النیرات:1/501)

تحقیق کے میدان میں یہ بات ثابت ہے کہ جس راوی کا حافظہ خراب ہو تو اختلاط سے پہلے کی روایات صحیح اور اختلاط کے بعد کی روایات ضعیف ہیں۔

اس لیے معترض کو چاہیے کہ وہ ثابت کرے کہ، عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی، سے راوی "إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ" کا سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔

تیسری علت:

عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی نے یہ روایت کس سے سنی یہ معلوم نہیں کیونکہ عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے جس کی وجہ سے روایت منقطع ہے۔

اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ معترض کی روایت ضعیف اور منقطع اور موصوف کی اپنی تحقیق کے مطابق موضوع ہے اور ایسی روایت سے صحابہ پر اعتراض کرنا کم علمی بلکہ جہالت ہے۔

الزام نمبر 38:

قتل ناحق

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 230 پر لکھتے ہیں۔

ہادی، مہدی اور قتل ناحق

امیر شام نے اپنے دور میں ناجائز، ناحق اور بے قصور کافی لوگوں کو قتل کرایا، اکثر لوگوں کو محبت مرتضوی کی پاداش میں قتل کرایا اس سلسلے میں انتہائی بھیانک اور طویل واقعات ہیں مگر راقم الحروف فقط دو واقعات کو آپ کے سامنے لانا چاہتا ہے۔

1۔ بحکم امیر شام بسر بن ابی ارطاۃ کی بربریت

2۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا قتل ناحق

ان میں اول الذکر کی بربریت کا تزکرہ اس سے قبل، بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم، کے عنوان سے آچکا ہے اور موخر الذکر کا تذکرہ یہاں پیش خدمت ہے۔

جواب:

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم کی جو روایات جناب معترض نے پیش کیں ان کی اسنادی حیثیت پیش کردی گئی ہیں اس لیے ان ضعیف اور واہی احادیث سے استدلال باطل و مردود ہے۔

حضرت حجر بن عدی کے بارے میں جو روایات جناب فیضی نے پیش کیں ہیں اس پر کلام ملاحظہ کریں

حضرت حجر بن عدی پر مظالم کا اعتراض

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 233 پر لکھتے ہیں۔

وہ نہی عن المنکر کرتے تھے اور گورنر زیاد بن ابن ابیہ کو منبر پر ٹوکتے تھے اور ایک مرتبہ اس کی طرف کنکریاں پھینکیں تو اس نے اس سلسلہ میں معاویہ کو لکھ بھیجا....،

(تاریخ الاسلام للذہبی ج4 ص193)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زیاد ابن ابیہ منبر پر ہوتا تھا تو سیدنا حجر بن عدی اس ولد الزنا کو کیوں

ٹوکتے تھے؟ اس لئے ٹوکتے تھے کہ بنو امیہ خطباء مساجد کے منبروں پر سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام پر لعنت اور سب وشتم کرتے تھے زیاد ابن ابیہ سے قبل جو شخص کوفہ کا گورنر تھا وہ بھی اپنی گورزی کو قائم رکھنے کے لئے یہی دھندہ کرتا تھا اور یہ اسے بھی ٹوکتے تھے چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے تھے:

وَكَانَ، إِذْ كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ عَلَى الْكُوفَةِ إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا فِي خُطْبَتِهِ يَتَنَقَّصُهُ بَعْدَ مَدْحِ عُثْمَانَ وَشِيعَتِهِ، فَيَغْضَبُ حُجْرٌ هَذَا، وَيُظْهِرُ الْإِنْكَارَ عَلَيْهِ، وَلَكِنْ كَانَ الْمُغِيرَةُ فِيهِ حِلْمٌ وَأَنَاةٌ، فَكَانَ يَصْفَحُ عَنْهُ وَيَعِظُهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَيُحَذِّرُهُ غِبَّ هَذَا الصَّنِيعِ، فَإِنَّ مُعَارَضَةَ السُّلْطَانِ شَدِيدٌ وَبَالُهَا. فَلَمْ يَرْجِعْ حُجْرٌ عَنْ ذَلِكَ.

جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے گورنر تھے وہ اپنے خطبہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کی مدح کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے تو اس پر حجر بن عدی غضب ناک ہوجاتے تھے اور ان پر برس پڑتے مغیرہ میں بردباری اور برداشت تھی سو وہ ان سے درگذر کرجاتے تھے اور اپنے باہمی تعلق کے بنا پر انہیں سمجھاتے تھے اور اس کے انجام سے انہیں ڈراتے تھے کہ بادشاہ کے ردعمل کا وبال سخت ہوتا ہے لیکن حجر بن عدی اس سے باز نہ آئے۔ (البدایہ والنہایہ بتحقیق محسن الترکی ج11 ص229)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا مغیرہ بن شعبہ کا محبوب مشغلہ تو نہ تھا لیکن یہ ان کی گورزی کی بقا کے لئے لازمی تھا حتی کہ علماء نے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ معاویہ نے انہیں جب گورنر بنانا چاہا تو انہیں بطور خاص وصیت کی تھی...

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: قَالَ سَلْمَانُ لِحُجْرٍ: يَا ابْنَ أُمِّ حُجْرٍ، لَوْ تَقَطَّعْتَ أَعْضَاءً مَا بَلَغْتَ الْإِيمَانَ. وَكَانَ، إِذْ كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ عَلَى الْكُوفَةِ إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا فِي خُطْبَتِهِ يَتَنَقَّصُهُ بَعْدَ مَدْحِ عُثْمَانَ وَشِيعَتِهِ، فَيَغْضَبُ حُجْرٌ هَذَا، وَيُظْهِرُ الْإِنْكَارَ عَلَيْهِ، وَلَكِنْ كَانَ الْمُغِيرَةُ فِيهِ حِلْمٌ وَأَنَاةٌ، فَكَانَ يَصْفَحُ عَنْهُ وَيَعِظُهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَيُحَذِّرُهُ غِبَّ هَذَا الصَّنِيعِ، فَإِنَّ مُعَارَضَةَ السُّلْطَانِ شَدِيدٌ

وَبَالُهَا، فَلَمْ يَرْجِعْ حُجْرٌ عَنْ ذَالِكَ. (البدایہ والنہایہ: 1/229)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: مذکورہ روایت میں اعمش مدلس ہیں اور راوی بغیر استثناء کے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أحد الائمة الثقات، عداده في صغار التابعين، ما نقموا عليه إلا التدليس.

آپ ائمہ ثقات میں سے تھے آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں ہے سوائے تدلیس کے۔ (میزان الاعتدال: 2/224)

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت: وهو يدلس، وربما دلس عن ضعيف، ولا يدري به، فمتى قال حدثنا فلا كلام، ومتى قال "عن" تطرق إلى احتمال التدليس.

"میں کہتا ہوں کہ اعمش تدلیس کیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ ضعیف راوی سے بھی تدلیس کیا کرتے تھے اور آپ کو اس کا علم نہ ہوتا۔ لہٰذا جب آپ حدثنا کہیں تو ان کی روایت کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن جب آپ، عن، کہیں تو اس میں تدلیس کا احتمال موجود ہے۔ (میزان الاعتدال: 2/224)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب النکت علی کتاب ابن الصلاح میں انہیں تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"الثالثة: من أكثروا من التدليس وعرفوا به، وهم.....وسليمان الاعمش..."

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کثرت سے تدلیس کرنے کی وجہ سے جانے جاتے تھے اور وہ ہیں......اور سلیمان الاعمش.... (النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: 2/640)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں ابو اسحاق السبیعی کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور علم حدیث کے ایک طالبعلم کو یہ معلوم ہے کہ حافظہ خراب یا بھولنے والے راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہوتی، جب تک اس سے بیان کرنے والا راوی اس کے حافظہ خراب ہونے یا بھولنے کی عادت سے پہلے کی روایت بیان نہ کرے۔

محدث ابن الکیال نے ابو اسحاق السبیعی کو مختلط راوی میں بیان کیا ہے۔
(الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات: 1/ 341)
ابن سبط العجمی نے السبیعی کو مختلط راوی میں لکھا ہے۔ (الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط: 1/ 273)
حافظ صلاح الدین العلائی نے ابا اسحاق السبیعی کو مختلط راویوں میں درج کیا ہے۔ (المختلطین: 1/ 33)
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ثقة مكثر عابد من الثالثة اختلط بأخرة.
(تقریب التہذیب: 1/ 423)
تیسری علت: أبی إسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی نے یہ روایت حضرت سلیمان بن صرد سے بیان کی ہے مگر محدثین کرام ابی اسحاق السبیعی کے حضرت سلیمان بن صرد کے سماع کا انکار کرتے ہیں۔
حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔
وفي كتاب " المتصل والمرسل " للبرديجي: قيل: إن أبا إسحاق لم يسمع من سليمان بن صرد.
(إکمال تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: 10/ 203)
حافظ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:
وَقَال عبد الرحمن ابن أَبي حاتم: أنبأنا عَبد الله بن أحمد قال: سمعت أبي يقول: لم يسمع أبو إسحاق من سراقة. وَقَال عبد الرحمن أيضا: سمعت أبي يقول: أبو إسحاق الهمداني قد رأى حجر بن عدي، ولا أعلم سمع منه.
(المراسیل: ص145، 146)
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
لم يسمع منهما وعن سليمان بن صرد وزيد بن أرقم والبراء بن عازب وجابر بن سمرة.
(تہذیب التہذیب: 8/ 63)
حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں۔
وقال البرديجي في المراسيل قيل أن أبا إسحاق لم يسمع من سليمان بن صرد.
(تہذیب التہذیب: 8/ 63)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور منقطع ہے فیضی صاحب اس روایت میں کوئی راویوں کی نشاندہی بھی کر دیں تاکہ موصوف کے بیان کردہ اصول کے تحت یہ روایت بھی موضوع ثابت ہو سکے۔

قارئین کرام کو اس واقعے کے متعلق کچھ تفصیلات دی جاتی ہیں تا کہ اس کے پس منظر کو وہ سمجھ سکیں، سنی، شیعہ کتب دونوں سے اس واقعہ کی حقیقت پیش کی جاتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حجر بن عدی کے قتل کی تحقیق

حجر بن عدی وغیرہ کا قتل اور حقائق سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جملہ مطاعن میں سے اس دور کے بعض لوگوں کو قتل کرنے کا طعن اعتراض کرنے والوں کی طرف سے آب و تاب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی تمہیدی چیزوں میں یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو مسئلہ شرعی ہے اس کی آزادی سلب کر لی گئی تھی اور لوگوں کی زبانیں حق بات کہنے سے روک دی گئی تھی، ان پر قفل چڑھا دیے گئے تھے جو حق بات کہتا تھا اس کو بدترین سزا دی جاتی تھی اس سلسلے میں حجر بن عدی کا قتل سرفہرست ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کو حق بات کہنے پر 51ھ میں بلا جواز قتل کر دیا گیا جواباً اس طعن کو صاف کرنے کے لئے ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان پر انصاف سے غور کر لینے کے بعد طعن دور ہو سکے گا پہلے ہم حجر بن عدی کی شخصیت کے متعلق کچھ وضاحت کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد باقی متعلقہ امور ذکر کیے جائیں گے حجر بن عدی بن جبل بن عدی کوفہ کے قبیلہ کندہ کے رؤساء میں سے تھے ان کو حجر الخیر اور حجر بن الادبر بھی کہتے تھے بعض مؤرخین اور علماء نے حجر بن عدی کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے بھائی ہانی بن عدی کے ساتھ نبی اقدس (صلہ اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ وہ عابد و زاہد تھے اور دیگر علماء مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ، خلیفہ ابن خیاط رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ وغیرہ نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ:

قال ابو احمد العسکری اکثر المحدثین لا یصححون له صحبة.

(1) البدایہ والنہایہ لابن کثیر: 8/ 50 تحت سنہ 51ھ (2) الاصابہ لابن حجر: 1/ 313 تحت حجر بن عدی

یعنی ابو عسکری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اکثر محدثین حجر بن عدی کے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کو صحیح قرار نہیں دیتے آپ جنگ قادسیہ میں شامل ہوئے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کی حمایت میں صفین کی حروب میں بھی شامل ہوئے آپ کا شمار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاص حامیوں میں ہوتا تھا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نظریاتی طور پر سخت خلاف تھے کوفہ سبائی پارٹی کا خصوصی مرکز تھا حکومت کے خلاف ان کی سازشوں اور فتنہ پردازیوں سے متاثر تھے ان میں حجر بن عدی نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور فتنہ انگیز پارٹی کے

اثرات سے کافی متاثر بلکہ مغلوب تھے علماء نے لکھا ہے کہ حجر بن عدی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عذرا کے مقام پر شعبان 51 ھ میں قتل کیے گئے خلیفہ وقت کی مخالفت جب حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسن ؓ کا دور خلافت گزر گیا اور حضرت امیر معاویہ ؓ کی خلافت کا دور آیا تو حجر بن عدی کے نظریات میں خاصا تصلب واقع ہو چکا تھا امیر معاویہ ؓ کی طرف سے کوفہ کے امیر مغیرہ بن شعبہ ؓ جب خطبہ دیتے تو یہ لوگ ان کے خلاف تشدد اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آتے لیکن حضرت مغیرہ ؓ اپنی قوت برداشت اور حلم کی بنا پر درگزر فرماتے اور مناسب فہمائش کرتے کہ امیر وقت کے ساتھ معارضہ کرنا درست نہیں مگر حجر بن عدی اپنے تشدد سے باز نہیں آتے تھے مسئلہ عطاء پر نقد بعض دفعہ لوگوں کو وظائف کی ادائیگی میں تاخیر ہو جاتی تو حجر بن عدی حضرت مغیرہ ؓ اس کی مذمت میں اٹھ کھڑے ہوتے اور جب بعض لوگوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کو حجر بن عدی پر سختی کرنے کے لئے کہا کہ یہ مسلمانوں کے اتفاق کو توڑنا چاہتے ہیں اور امیر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو پھر بھی حضرت مغیرہ ؓ نے ان کو کوئی سزا نہیں دی اور ان سے درگزر فرمایا۔

بیت المال کے اموال پر معارضہ

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے والی کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کو لکھا کہ بیت المال سے کچھ مال یہاں دار الخلافہ بھیج دیا جائے چنانچہ جب حضرت مغیرہ ؓ یہ مال بھیجنے لگے تو حجر بن عدی معارضہ کرتے ہوئے ان سواریوں کی لگام پکڑ کر مال روکنے پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ یہاں حق والوں کا حق ادا کیا جائے اس موقع پر بھی حضرت مغیرہ ؓ نے حسب معمول سختی نہیں کی اور عفو و درگزر سے کام لیا۔

(1) مستدرک حاکم:3/469 (2) البدایہ والنہایہ:8/50 تحت حالات سنہ 51ھ۔

بعد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ 50ھ میں وفات پا گئے اور حضرت امیر معاویہ ؓ نے زیاد ابن ابیہ کو، کوفہ اور بصرہ دونوں کا والی مقرر فرما دیا حجر بن عدی اپنی سابقہ رَوِش کے مطابق زیاد ابن ابیہ والی کوفہ و بصرہ کے خطبات پر بھی تنقید اور معارضہ کرنے لگے اور حکومت کے نظم کے معاملات میں دخیل ہونے لگے۔

والی کوفہ پر کنکر پھینکنا

ایک روز زیاد ابن ابیہ کوفہ میں خطبہ دینے لگا، اس مقام پر حجر بن عدی اپنی جمعیت کے ساتھ موجود تھے اور ہتھیار لگا کر آئے تھے زیاد نے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد دیگر چیزوں کے علاوہ امیر المؤمنین کے حقوق کا

ذکر کیا اس مسئلے پر حجر بن عدی کو اختلاف تھا اس نے زیاد پر کنکر پھینکے اور کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم پر اللہ کی لعنت ہے۔

وجعل زیاد فی خطبة ان من حق امیر المؤمنین یعنی کذا و کذا فاخذ حجر کفا حصباء فحصبه و قال کذبت علیك لعنة الله.

حجر بن عدی اور اس کے رفقاء کا رویہ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں ابن جریر طبری کے حوالے سے اس جمعیت کی شورشوں اور فتنہ پردازیوں کو متعدد بار ذکر کیا ہے اور ایک مقام پر اس چیز کو بالفاظ ذیل نقل کیا ہے۔

انهم كانوا ينالون من عثمان و يطلقون فيه مقالة الجور و ينتقدون على الامراء و يسارعون فى الانكار عليهم. و يبالغون فى ذالك ويتولون شيعة على ويتشددون فى الدين.

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں اعتراض کرتے تھے اور ان کے حق میں جور وظلم منسوب کرتے تھے وہ امراء و حکام کی سخت عیب جوئی کرتے تھے اور ان پر انکار کرنے میں جلد بازی کرتے تھے اور اس معاملے میں غلو کرتے تھے، شیعان علی کی دوستی کا دم بھرتے تھے اور دین کے معاملات میں تشدد اختیار کیے ہوئے تھے گویا اس جماعت کے طریق کار کو بطور نمونہ ذکر کیا ہے ان کے کارناموں کی مزید تشریح آئندہ سطور میں آرہی ہے اس سلسلے میں معارضہ کے واقعات کو زیاد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بصورت مکتوب لکھا۔ (البدایہ لابن کثیر:8/50 تحت سنہ 51ھ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ حجر بن عدی اور شورش میں شامل اس کے دیگر ساتھیوں کو گرفتار کرکے یہاں دمشق بھیج دیا جائے چنانچہ زیاد نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کے لیے چند آدمی بھیجے تو حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں نے پتھروں اور ڈنڈوں سے ان کا پورا پورا مقابلہ کیا مگر زیاد کے آدمی انھیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے اور زیاد نے انہیں دس دن اپنے پاس حراست میں رکھا پھر اس کے بعد ان کو خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور ان کے ساتھ ایک جماعت کو بھیجا جو گواہی دیتے تھے کہ:

(1) حجر بن عدی نے خلیفہ وقت پر سب وشتم کیا۔ (2) امیر وقت کے ساتھ محاربہ قائم کیے ہوئے ہیں۔
(3) یہ کہتے ہیں کہ امارت اور خلافت آل ابی طالب کے علاوہ کسی کے لئے درست نہیں۔

انه سب الخليفة وانه حارب الامير وانه يقول ان هذا الامر لا يصلح الا فى آل على بن ابى طالب.

ان واقعات کے لئے جو شہادت زیر تحریر لائی گئی تھی ابن جریر طبری نے اس کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

ان حجرا جمع اليه الجموع واظهر شتم الخليفة ودعا الى حرب أمير المؤمنين وذعم ان هذا الامر لا يصلح الا فى آل ابى طالب و وثب المصر وأخرج عامل امير المؤمنين وأظهر عذرا أبي تراب والترجم عليه والبراءة من عدوه واهل حربه وان هؤلاء النفر الذين معه هم رءوس أصحابه وعلى مثل رأيه وأمره.

مطلب یہ ہے کہ ان اکابر لوگوں نے شہادت دی کہ حجر بن عدی نے اپنے گرد ایک جمعیت جمع کر رکھی ہے، خلیفہ وقت کو سب وشتم کرتے ہیں، امیر المومنین کے خلاف قتال کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آل ابی طالب کے علاوہ کسی کے لیے امارت وخلافت درست نہیں، اور شورش کھڑی کر کے امیر المؤمنین کے حاکم و عامل کو شہر سے نکال دیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معذوری ظاہر کر کے ان کے ساتھی ہیں یہ ان کی جماعت کے سربرآوردہ لوگ ہیں، حجر بن عدی اور ان کی جماعت کی ایک رائے ہے اور ایک ہی نظریہ کے حامل ہیں۔

(1) البدایہ والنہایہ لابن کثیر: 8/ 51 تحت سنہ 51ھ (حالات قتل حجر بن عدی)

(2) تاریخ طبری: 6/ 150 تحت سنہ 51ھ حالات واقعہ ہذا۔

اور اس شہادت کو ابن خلدون نے بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

افشهدو كلهم ان حجرا اجتمع الجموع واظهر شتم معاويه ودعا الى حربه وزعم ان الامر لا يصلح الا فى الطالبين.

مختصر یہ ہے کہ حجر بن عدی اور ان کی سبائی پارٹی اس وقت کے نظام حکومت اور انتظامی خلافت کو الٹ کر کوئی دوسرا اقتدار قائم کرنے کا منصوبہ رکھتے تھے اور لوگوں کو اس تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تھے، گویا اسلام کی متفقہ قوت میں پھر انتشار ڈالنا ضروری سمجھتے تھے ارسال شہادات اور اس کے نتائج ان حالات کے تحت زیاد نے اس معاملے کے متعلق ان شہادتوں کو مرتب کر کے مرکزی حکومت کو ارسال کرنا ضروری خیال کیا تھا چنانچہ گزشتہ واقعات پر شہادت دینے والے ستر افراد میں درج ذیل شاہدین شامل تھے جن میں بعض صحابہ کرام اور بعض تابعین کرام رحمہم اللہ عنہم ہیں ابو بریرہ بن ابی موسیٰ، وائل بن حجر، عمرو بن سعد

بن ابی وقاص، اسحاق و اسمعیل وموسیٰ فرزندان طلحہ بن عبیداللہ، منذر بن کثیر بن شہاب اور ثابت بن ربعی وغیرھم۔ یہ شہادتیں مرتب کر کے زیاد بن ابیہ والی کوفہ و بصرہ نے خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں سمیت ارسال کیں اور ساتھ ہی مذکورہ ستر شاہدین میں سے کچھ افراد کو بھی خلیفہ کے سامنے براہ راست شہادت پیش کرنے کے لئے دمشق بھیجا، ان میں سے وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب مشہور ہیں، چنانچہ حجر بن عدی اپنے ساتھیوں سمیت مذکورہ شاہدین کے ہمراہ پیش ہوئے اور مرتب شدہ شہادتیں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کی گئیں، آپ نے مرتب شدہ شہادتیں ملاحظہ کرنے اور شاہدین سے براہ راست شہادت لینے کے بعد جرم ثابت ہونے پر حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو عذرا کے مقام (جو دمشق کا ایک قریہ ہے) پر لے جا کر قتل کرنے کا حکم صادر کیا، لہٰذا خلیفہ وقت کے احکام کے مطابق حجر بن عدی، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ، محرز بن شہاب منکری اور کدام بن حیان، ان چھ افراد کو عذرا کے مقام پر لے جا کر قتل کر دیا گیا، حجر بن عدی کے بعض دیگر ساتھیوں کا معاملہ قتل کی سزا تک نہیں پہنچا تھا اور بعض مزید عوارض بھی پیش نظر ہونگے لہٰذا ان کو سزا نہیں دی گئی اور آزاد کر دیا گیا۔

(1) تاریخ ابن خلدون: 3/ 26، ق اول (تحت واقعات ہذا) طبع بیروت۔

(2) البدایہ والنہایہ: 8/ 52 تحت واقعہ ہذا سنہ 51ھ۔

ازالہ شبہات:

واقعہ ہذا میں معترضین نے بہت کچھ شبہات پیدا کر دیے ہیں جن میں سے ضروری شبہات کا ازالہ کرنا مناسب خیال کیا گیا ہے چنانچہ اس کے متعلق ذیل میں چند امور پیش کیے جاتے ہیں طعن کرنے والے احباب حجر بن عدی وغیرہ کے قتل کو بلا جواز شرعی ظلماً قتل کیا جانا شمار کرتے ہیں اور ان کے قول کے مطابق یہ مقتولین اس وقت حق گوئی کرتے تھے اور والیوں کے مظالم کے خلاف آواز اٹھاتے تھے، اس سے زیادہ کچھ نہیں بقول معترضین یہ لوگ خلیفہ وقت کے خلاف باغی نہ تھے اور بغاوت کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی، ازالہ حقیقت واقعہ اور ان لوگوں کے مقاصد کی وضاحت معلوم کرنے کے لیے تاریخوں میں مفصل مواد موجود ہے جس میں مؤرخین نے ان کے خلیفہ وقت کے خلاف نظریات کو برملا طور پر ذکر کر دیا ہے گزشتہ حوالہ جات میں ابن جریر، ابن کثیر، ابن خلدون کی عبارات بلفظہ نقل کر دی گئی ہیں جو ان لوگوں کے نظریات کی پوری طرح آئینہ دار ہیں اسی طریق سے بے شمار مؤرخین نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ مسلمانوں کا اس

وقت ایک خلیفہ اسلام پر اتفاق ہوگیا تھا اور ہاشمی حضرات سمیت اکابرین وقت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے امت کے اختلاف وافتراق کو ختم کر دیا تھا اس طریقہ سے اسلام کی ایک نئی شیرازہ بندی ہوگئی تھی، اسلامی حکومت کا نظام ایک مرکز کے تحت قائم ہوگیا تھا اب ان حالات میں مسلمانوں کی اس اجتماعی قوت اور مرکزی طاقت کو ختم کرنے کے لیے یہ ایک گونہ سبائی پارٹی کی طرف سے تحریک تھی جو کسی طرح جائز نہیں تھی اور اس میں افتراق پیدا کرنے کا شرعاً کوئی جواز نہ تھا اسلام میں اطاعت امیر واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا شرعاً منع ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں امت میں اتفاق قائم رکھنے اور افتراق سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے حتیٰ کہ بعض جگہ افتراق جماعت پر وعیدیں مذکور ہیں چنانچہ چند ایک ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

(1) عن اسامة بن زيد (رضي الله عنه) قال قال رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) من فرق بين امتي وهم جميع فاضربوا رأسه كائنا من كان.

یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: درآں حالانکہ امت مجتمع ہے پھر ان کے درمیان کوئی تفریق کھڑی کرتا ہے تو اس کا سر اڑا دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 15 /101 کتاب الفتن)

(2) حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِنَّهُ سَتَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ.

عرفجہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ عنقریب کئی شر وفساد ہوں گے۔ پس جو شخص اس امت کے اجتماع میں تفریق ڈالے اسے تہہ وتیغ کردو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(1) صحیح مسلم: 6 /22 ح4902 — (2) سنن ابو داؤد: 4 /386 ح4764
(3) سنن نسائی: 7 /93 ح4022 — (4) مسند احمد بن حنبل: 4 /261 ح18321
(5) صحیح ابن حبان مع حواشی الارناؤوط: 10 /255 ح4406

اس نوع کے بہت سے فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث میں موجود ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں یہ اقدام کرنا ضروری سمجھا۔

روافض کی طرف سے اس مسئلے کی تائید

روافض کے قدیم ترین مؤرخ ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری شیعی (المتوفی 282ھ) نے مسئلہ ہذا کے متعلق چند تصریحات ذکر کی ہیں جو اس مرحلے کے واقعات کو صاف کرنے میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں وجہ یہ ہے کہ شیعہ لوگ حجر بن عدی و عمرو بن حمق وغیرہ مقتولین کے حامی ہیں اور ان کو بہتر سمجھنے والے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں، لہٰذا ان لوگوں کے بیانات ان واقعات میں ضرور قابل توجہ ہیں بنا بریں ہم قارئین کرام کی خدمت میں ان چیزوں کو ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جو منصف طبائع کے لئے حقیقت واقعہ معلوم کرنے میں مفید ہوں گے اور اختلاف کھڑا کرنے والی جماعت کا پس منظر معلوم کرنے میں معاون ہوں گی:

(1) ایک تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرمودات (2) دوسرے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے اقوال

(3) اور تیسرے نمبر پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ارشادات ہیں۔

اب علی الترتیب ان مندرجات پر بغور نظر فرمائیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمودات

(1) شیعہ مؤرخ احمد بن داؤد ابو حنیفہ دینوری شیعی اپنی مشہور تصنیف اخبار الطوال: ص 165 میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خاص طرفداروں میں سے حجر بن عدی اور عمرو بن حمق وغیرہ (حضرت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو برملا سب وشتم اور لعن طعن کرتے تھے، جب یہ چیز حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی۔

و بلغ عليا ان حجر بن عدی و عمرو بن الحمق يظهر ان شتم معاوية ولعن اهل الشام، فارسل اليهما ان كفا عما يبلغني عنكما فاتياه فقالا يا أمير المؤمنين ألسنا على الحق، وهم على الباطل؟ قال بلى ورب الكعبة المسندنة قالوا :فلم تمنعنا من شتمهم و لعنهم؟ قال كرهت لكم ان تكونوا شتامين لعانين ولكن قولوا اللهم احقن دماءنا و دماءهم واصلح ذات بيننا و بينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق من جهله ويرعوى عن الغي من لجج به.

تو جناب مرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اپنا فرستادہ بھیج کر یہ فرمان جاری کیا کہ سب وشتم اور لعن طعن سے آپ

لوگ باز آجائیں، اس پیغام کے بعد وہ دونوں حضرات حضرت علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المؤمنین! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ جناب مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم یہ بات بالکل درست ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ آنجناب ان کو سب وشتم اور لعن طعن کرنے سے ہمیں کیوں منع کرتے ہیں؟ تو جناب مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا میں تمہارے سب وشتم اور لعن طعن کرنے کو مکروہ جانتا ہوں لیکن تم لوگوں کو دعا کرتے ہوئے یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ ہم دونوں فریق کو خون ریزی سے بچالے اور ہمارے اوران کے درمیان اصلاح فرمادے اوران کو بھٹک جانے سے ہدایت فرماحتیٰ کہ جوحق سے ناواقف ہے وہ حق بات کو پہچان لے اور نزاع کھڑا کرنے والا سخت جھگڑے سے باز آجائے۔

(اخبار الطوال (دینوری شیعی): ص165 طبع مصر (تحت واقعات صفین)

اسی طرح شیعوں کا دیگر قدیم مؤرخ جو خالص رافضی ہے اور دینوری سے بھی سابق دور کا آدمی ہے یعنی نصر بن مزاحم منقری المتوفی 212ھ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فرمان کو اپنی سند کے ساتھ اپنی تصنیف وقعتہ الصفین میں مفصل طور پر درج کرتا ہے چونکہ ان دونوں دینوری و منقری کی روایات کا مضمون و مفہوم ایک ہی ہے اس لئے منقری کی روایت کی عبارت کو ترک کر کے صرف حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔

(وقعتہ الصفین (نصر بن مزاحم منقری) ص115 طبع مصر تحت نصیحتہ علی الحجر بن عدی و عمرو بن حمق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نہج البلاغہ میں بھی مذکور ہے چند الفاظ کا جزوی فرق پایا جاتا ہے باقی مضمون ایک ہی ہے (نہج البلاغہ: 1/ 420 تحت من کلام لہ (ع) فی النہی عن سب اہل الشام)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے جسے قدیم شیعہ مؤرخین دینوری و منقری وغیرہ نے نقل کیا ہے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ:

(1) جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو سب وشتم اور لعن طعن کرنے کے روادار نہیں تھے اور باوجود سیاسی اختلافات کے اس طریق کار کو مکروہ و مبغوض جانتے تھے حجر بن عدی اور عمرو بن حمق وغیرہ جب ان چیزوں کا ارتکاب کرتے تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اُن کو اس طریق کار سے برملا منع فرماتے اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ بلکہ ان کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تعلیم و تلقین ہوتی تھی کہ فریق مقابل کے حق میں صلح و مصالحت کے لئے دعائیں مانگیں اور حق بات کے قبول کرنے کے لیے ہدایت کی اللہ جل شانہ سے استدعا کریں۔

(2) نیز ان لوگوں کی سرشت میں تشدد اور تفرق کے جذبات یہاں سے ظاہر ہوتے ہیں اور خصوصًا حجر بن عدی

اور عمرو بن حمق وغیرہ کے متشددانہ رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ ابتدا ہی سے ان مسائل میں سخت ترین رَوِش اختیار کیے ہوئے تھے جو خود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے منشاء و مقصد کے خلاف تھی اور ان کی تعلیم و تلقین کے برعکس تھی۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ارشادات

اب ذیل میں ہم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حجر بن عدی کا ایک مکالمہ شیعہ مؤرخین کی زبان سے مختصراً نقل کرتے ہیں:

(1) جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت میں مصالحت کرلی اور منصب خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا اور ان سے اس امر پر بیعت کرلی تو اس وقت حجر بن عدی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کو اس فعل پر شرم و ندامت دلائی اور ملامت کرنے لگے اور تقاضا کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس معاملہ میں جنگ و قتال کرنا چاہیے اور مزید کہنے لگے کہ یہ معاملہ آپ نے ایسا کردیا ہے کہ مجھے اس واقعے سے پہلے موت آجاتی تو بہتر ہوتا۔ اے حسن! آپ نے ہمیں عدل سے نکال کر ظلم کی طرف ڈال دیا ہے اور ہم حق کو چھوڑ کر باطل میں داخل ہوگئے ہیں جس سے ہم بھاگنا چاہتے تھے آپ کی وجہ سے ہمیں وخست اور دناءت نصیب ہے جو ہمارے لائق نہیں تھی دینوری لکھتا ہے:

وكان أول من لقى الحسن بن على ما صنع و دعاه الى ردا الحرب حجر بن عدى. فقال يابن رسول الله لوددت انى مت قبل ما رأيت اخر جتنا من العدل الى الجور فتركنا الحق الذى كنا عليه و دخلنا فى الباطل الذى كنا نهرب منه واعطينا و قبلنا الخسيسة التى لم تلق بنا.

اس مکالمہ کا حاصل یہ ہے کہ حجر بن عدی اس صلح کو کسی قیمت پر قبول نہیں کرتے تھے اور وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس فعل پر ملامت کرتے تھے اور ندامت دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ نے بڑا ظلم کیا ہے، حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کرلیا ہے حجر بن عدی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو صلح کے مقابلے میں جنگ و قتال کھڑا کرنے کی دعوت دیتے اور اس پر آمادہ کرتے تھے۔

(اخبار الطوال (دینوری شیعی): ص220 تحت زیاد بن ابیہ طبع اول مصر)

(2) اس کے بعد یہ شیعہ مؤرخین لکھتے ہیں:

فاشتد على الحسن (رضى الله عنه) كلام حجر. فقال له انى رأيت هوى عظم الناس فى

الصلح و کرھوا الحرب، فلم احب ان احملھم علی ما یکرھون، فصالحت بقیا علی شیعتنا خاصۃ من القتل، فرأیت دفع ھذہ الحرب الی یوم ما فان اللہ کل یوم ھو شان۔
کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حجر بن عدی کا کلام نہایت شاق گزرا اور سخت ناگوار ہوا، چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کی بڑی خواہش صلح میں دیکھی ہے اور وہ جنگ کو مکروہ جانتے تھے اس لئے میں نے یہ بات پسند نہیں کی کہ ان کو مکروہ بات پر برانگیختہ کروں ان حالات میں اپنے ساتھیوں کے قتل و قتال سے بچاؤ کی خاطر میں نے صلح کر لی ہے اور میں نے جنگ و جدال کو ایک وقت تک موقوف کر دیا ہے۔ (اخبار الطول (دینوری شیعی): ص220 تحت زیاد بن ابیہ طبع اول مصر)
یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حجر بن عدی کے متشددانہ و متحاربانہ نظریات ناگوار تھے اور ان کی اپنی رائے اس معاملہ میں دوسری تھی یعنی وہ فساد و انتشار کے بجائے مسلمان قوم میں صلح جوئی اور مصالحت کو پسند فرماتے تھے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرمودات

(1) شیعہ مؤرخین لکھتے ہیں:

قال فخرج من عندہ ودخل علی الحسین (رض) مع عبیدۃ بن عمرو فقالا ابا عبداللہ شریتم الذل بالعز و قبلتم القلیل و ترکتم الکثیر اطعنا الیوم اعصینا الدھر دع الحسین وما رأی من ھذا الصلح واجمع الیک شیعتک من اھل الکوفۃ و غیرھا وولنی و صاحبی ھذہ المقدمۃ فلا یشعر ابن ھند الا ونحن نقارعہ بالسیوف۔

حجر بن عدی، عبیدہ بن عمرو کے ہمراہ اپنے مخالفانہ نظریات کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے کہ تم نے عزت دے کر ذلت خرید لی ہے اور تم نے کثیر کو چھوڑ کر قلیل کو قبول کر لیا ہے۔ آج آپ اہل زمانہ کی نافرمانی کر کے ہماری بات تسلیم کیجئے اور اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کو بھی چھوڑیں اور جو کچھ انھوں نے صلح کر رکھی ہے اسے جانے دیجئے، میں اہل کوفہ وغیرہ میں سے آپ کے شیعوں اور خیرخواہوں کو جمع کر کے آپ کی خدمت میں لاتا ہوں، مجھے آپ اس معاملہ پر والی بنائیے تا کہ ہم ابن ہند (معاویہ رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تلواروں سے جنگ و قتال کریں۔ (اخبار الطول (دینوری شیعی) ص220 تحت زیاد بن ابیہ)
اس کے جواب میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی اور عبیدہ بن عمرو کی اس تلخ گفتگو اور قتال پر آمادہ کرنے والے کلام کے جواب میں فرمایا:

فقال الحسین انا قد بایعنا و عاهدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا .

ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر چکے ہیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، اب اس بیعت کے توڑنے کا کوئی راستہ نہیں ہے (اخبار الطوال (دینوری شیعی): ص 220 تحت زیاد بن ابیہ طبع اول مصر)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اہل اسلام میں مصالحت ہو چکی ہے، اب اس معاہدہ صلح کی عہد شکنی کر کے پھر قتال بین المسلمین زندہ کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا، اب ہم سے معاہدہ کا خلاف نہیں ہو سکتا مختصراً یہ ہے کہ مسئلہ (ظلماً قتل) پر پہلے مشہور مؤرخین طبری، ابن کثیر اور ابن خلدون وغیرہ کے بیانات ہم نے پیش کیے ہیں ان میں اس گروہ کے نظریات اور جارحانہ اقدامات واضح طور پر سامنے آگئے ہیں اس جماعت کے سرکردہ لیڈران حجر بن عدی اور عمرو بن حمق تھے ان لوگوں کی تمام جدوجہد مساعی وافتراقی نوعیت کی تھیں اور حرب وقتال کھڑا کرنے میں پیش پیش تھے پھر اس کے بعد ہم نے شیعہ کے اکابر مؤرخین کے بیانات درج کیے ہیں جن سے اصل مسئلے کی تائید مطلوب ہے اور شیعہ کے مندرجات سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جن اکابر علوی حضرات کا یہ خانگی مسئلہ تھا (حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) ان کے فرمودات ونظریات حجر بن عدی اور عمرو بن حمق وغیرہ کی جارحانہ رائے کے بالکل برعکس پائے جاتے تھے ان تمام امور پر نظر کر لینے کے بعد یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو ان لوگوں کے قتل کا اقدام کیا ہے وہ حسب قواعد شرعی پوری شہادتیں حاصل کرنے اور جرم ثابت ہو جانے کے بعد کیا۔

یہ کام خلاف شرع نہیں کیا اور نہ ظلماً قتل کیا گیا ہے بلکہ اس کے لئے شرعی جواز کے اسباب وعوامل موجود تھے یہ لوگ خلیفہ وقت کی نظروں میں فساد فی الارض کی سعی کر رہے تھے اور اہل اسلام کے مرکزی وفاق اور اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے یہ چیزیں بغاوت کی حدود میں آتی ہیں جن کے فرو کرنے میں خلیفۃ المسلمین بااختیار ہے اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ مرج عذرا کے مقام پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی اور اس کے چند ساتھیوں کو وجوہ قتل ثابت ہونے پر قتل کروا دیا تھا، حجر بن عدی کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن تھے جو اپنے آپ کو متشیع کہتے تھے یہ دونوں بھائی عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سخت خلاف تھے اور ان کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے تھے اور ان کے خلاف بغاوت کی شورش برپا کیے ہوئے تھے ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس بغاوت کی بنا پر ان دونوں بھائیوں کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی مصعب بن زبیر نے قتل کر دیا تھا۔

حجر بن عدی...... فقتله معاویة بمرج عذراء مع عدة وکان له ابنان متشبعان یعالی

لها عبد الرحمن قتلهما مصعب بن زبير صبرا.
مطلب یہ ہے کہ خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو ان کی شورش کی بنا پر قتل کر دیا جاتا ہے، حجر بن عدی کا قتل جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا تھا وہ ان دونوں بھائیوں کے قتل کے مشابہ ہے اسلامی مملکت کی حفاظت کی خاطر اس نوع کے قتل تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تاثرات

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا کہ حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو خلیفہ وقت کے خلاف متشددانہ مساعی کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قتل کی سزا کا حکم صادر کیا گیا ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے از راہ شفقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کی سزا معاف کرنے کے لئے قاصد بھیجا، لیکن جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان لے کر قاصد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا تو حجر بن عدی اور اس کے کچھ ساتھی پہلے ہی قتل ہو چکے تھے لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی رعایت نہ کی جا سکی۔
چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
وجا رسول عايشة بعد ما فرغ من شأنهم.
(1) البدایہ لابن کثیر: 8/ 54 تحت سنہ 51ھ (حالات واقعہ ہذا)
(2) تاریخ ابن خلدون: 3/ 29 تحت بحث معاویہ العمال الی الامصار طبع بیروت۔
جب یہ واقعہ رونما ہو چکا تو اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بار مدینہ منورہ تشریف لائے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا دوران گفتگو حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا ذکر آیا اس مقام پر مورخین نے متعدد روایات اس گفتگو کے متعلق ذکر کی ہیں، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حجر بن عدی وغیرہ کے قتل کے سلسلے میں بطور شکوہ گفتگو کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔
لست انا قتلهم انما قتلهم من شهد عليهم.
یعنی میں نے ان لوگوں کو قتل نہیں کیا بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے انھوں نے قتل کیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے قتل کا باعث اصل میں وہ شہادتیں ہیں جو ان کے خلاف حسب قاعدہ قائم ہوئیں اور ان گواہیوں کی بنا پر یہ نتیجہ مرتب ہوا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

قالت له حجرا فقال وجدت في قتله صلاح الناس و خفت من فسادهم.

یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کیا آپ نے حجر بن عدی کو قتل کر دیا؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان کے قتل میں لوگوں کی بھلائی اور بہتری تھی، میں نے ان لوگوں کے شرور و فساد سے خوف کھایا (اس وجہ سے یہ اقدام کیا گیا)

اسی طرح ایک دیگر میں روایت اس طرح ہے کہ

فلما حج معاوية (رضي الله عنها) قالت له عائشة (رضي الله عنها): ابن غاب عنك حلمك حين قتلت حجرا!؟ فقال حين غاب عني مثلك من قومي.

یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجر بن عدی کے قتل کے موقع پر اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) آپ کی حلم و بردباری کہاں غائب ہوگئی؟ تو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے گزارش کی کہ مسلمان قوم میں سے جب آپ جیسی (خیر خواہ) شخصیت میرے پاس موجود نہ تھی اس بنا پر یہ واقعہ رونما ہوا۔

(1) تاریخ ابن جریر طبری: 6/ 156 تحت سنہ 51ھ

(2) سیرت حلبیہ: 3/ 151 تحت سریہ الرجیع (حالات خبیب رضی اللہ عنہ کے آخر میں)

(3) تاریخ اسلام (ذہبی): 2/ 276 تحت حجر بن عدی طبع اول مصر

(4) دول الاسلام (ذہبی): 8/ 55 تحت سنہ 51ھ

(5) البدایہ والنہایہ: 8/ 54،55 تحت واقعہ ہذا سنہ 51ھ

(6) تاریخ ابن خلدون: 3/ 29 تحت بعث معاویہ العمال الی الامصار.

نیز اس پر یہ چیز بھی اہل روایات ذکر کرتے ہیں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجر بن عدي وغیرہ کے قتل سے متعلق گفتگو ہوئی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اظہار افسوس کرتے ہوئے اہل عذراء کے قتل کا ذکر کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے امت کی اصلاح ان لوگوں کے قتل میں دیکھی اور ان کی بقا میں امت کا فساد معلوم کیا، اس بنا پر یہ معاملہ پیش آیا۔

تنبیہ: مذکورہ بالا روایت کے بعض مقامات پر مندرجہ ذیل کلمات کا اضافہ پایا جاتا ہے:

(فقالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سيقتل بعذراء ناس يغضب الله لهم واهل السماء)

یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے عنقریب عذراء کے مقام پر بعض لوگ قتل کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ اور آسمان والے ان کی وجہ سے غضبناک ہوں گے۔

قارئین کرام اس اضافے کے متعلق یاد رکھیں کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے کہ هذا اسناد ضعيف منقطع، یعنی یہ روایت راویوں کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے اور سلسلہ سند میں انقطاع پایا جاتا ہے یہ اضافہ کسی مقامات پر دستیاب ہوتا ہے اس کے متعلق ناظرین کرام متنبہ رہیں کہ اصل روایت میں راویوں نے یہ جملہ الحاق کر کے اضافہ کر دیا ہے تاکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مزید شبہ پایا جائے اور تنفر قائم رہ سکے دیگر گزارش یہ ہے کہ اگر بالفرض مندرجہ بالا روایت کو علیٰ سبیل التنزل درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اپنے فعل پر برملا معذرت کر دی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اس معذرت کو قبول فرمالیا تھا۔ وفي رواية..... فلم يزل يعتذر حتى عذرته وفي رواية فلما اعتذر إليها.

(1) المعرفہ التاریخ: 3/ 320، 321 تحت سنہ 51ھ

(2) البدایہ لابن کثیر: 8/ 55 تحت سنہ 51ھ (بحث ہذا)

یہاں سے واضح ہے کہ اس طریقہ سے ان دونوں حضرات کا باہمی رنج و ملال ختم ہو گیا تھا اور یہ باہم کشیدہ خاطر نہیں رہے تھے روایت کے اعتبار سے کلام مذکور باعتبار روایت کے ذکر ہوا ہے ذیل میں باعتبار روایت یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ اگر اہل عذراء کے قتل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہل سماء ناراض ہیں (جیسا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت بالا میں مذکور ہے) تو پھر صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اہل عذراء کے قاتلین (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے حکام) کے ساتھ روابط اور مراسم کیسے جاری رکھے؟ جب یہ لوگ اللہ کی طرف سے مغضوب تھے اور ظالم تھے اور حق سے تجاوز کرنے والے تھے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلقات کے مستقل عنوان قائم کئے گئے ہیں اس کے تحت وہ مراسم مذکور ہیں مختصر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال کے بعد ان سے تعلقات منقطع نہیں کیے اور بدستور سابق روابط قائم رکھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے وظائف وغیرہ جاری رہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا تازیست یہ وظائف وصول فرماتی رہیں، حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بطور شکوہ کلام فرمایا اور اس واقعہ پر اظہار افسوس کیا اس قتل کو شرعاً ناجائز اور ظلم قرار نہیں دیا یعنی ان کی خواہش تھی کہ حلم و بردباری کا برتاؤ کرتے ہوئے

اہل عذراء کو معاف کر دیا جائے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے امت میں ایک بہت بڑے قتال کے کھڑے ہونے سے قوم کو بچانا ضروری سمجھا اور فساد کی بیخ کنی کرنے کو لازم جانا، اس بنا پر درگزر نہیں کیا، ایک شبہ کا ازالہ برائے قول حسن بصری تابعی رحمہ اللہ علیہ اس مقام پر طعن کرنے والے احباب کی طرف سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چند چیزوں کی بنا پر عیب لگایا ہے، ان میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ وقتله حجرا ويلا له من.

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر: 8/55 تحت سنہ 51ھ (بحث ہذا)

حجر و اصحاب حجر مرّتین:

تو اس شبہ کا ازالہ کے متعلق ذیل میں بعض چیزیں ذکر کی جاتی ہیں، ان پر توجہ فرمائیں:

(1) گزارش یہ ہے کہ یہ روایت جو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کا راوی ابومخنف (لوط بن یحییٰ) ہے اور لوط بن یحییٰ کٹر شیعہ اور رافضی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ درجے کے مخالفین و معاندین میں سے ہے چنانچہ ابومخنف نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے منسوب اس قول کو خود تصنیف کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اربع خصائل کے نام سے موسوم کیا ہے ان خصائل میں سے ایک حجر بن عدی کا قتل ہے۔ لہٰذا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے منسوب روایت جس میں چار خصائل کا بطور طعن ذکر کیا گیا ہے یہ قابل قبول نہیں۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ کے متعلق کتب رجال میزان الاعتدال (امام ذہبی) ولسان المیزان (ابن حجر عسقلانی) وغیرہ میں نقد و جرح موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(2) دوسری چیز یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو قتال و حروب واقع ہوئے ہیں ان کے حق میں خود حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی طرف سے امت کو نصائح موجود ہیں کہ ان حضرات کے ساتھ ہماری عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم صحابہ کرام جکے حق میں کف اللسان کریں اور عیب جوئی و نکتہ چینی سے زبان کو روک کر رکھیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی یہ نصیحت باالفاظ ذیل مذکور ہے، ملاحظہ فرمائیں:

وقد سئل الحسن البصري عن قتالهم فقال: قتال شهده أصحاب محمد (صلى الله عليه وآله وسلم) وغبنا، وعلموا وجهلنا واجتمعوا فاتبعنا واختلفوا فوقفنا.

یعنی جب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین قتال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ

نے جواب میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ان واقعات میں خود حاضر اور شاہد تھے جب کہ ہم غائب تھے۔
انہیں ان واقعات کا براہ راست علم تھا اور ہم اصل حالات سے ناواقف ہیں جن چیزوں پر ان کا اجماع ہوا ہم نے ان کی اتباع کی، اور جن امور میں ان کا اختلاف ہوا ہم ان میں متوقف ہیں (یعنی کف اللسان کئے ہوئے ہیں)۔ (الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبی):16/322)
(3) نیز اسی طرح ایک دیگر چیز حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے جس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ذہن نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی دینی عظمت کے قائل تھے۔

حدثنا قتادة عن الحسن قالت قلت یا أبا سعید! ان ناسا یشھدون علی معاویة وذویه انھم فی النار فقال لعنھم الله وما یدریھم انھم فی النار.
حضرت قتادہ رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت دوزخ میں جائے گی یہ بات سن کر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نہایت برافروختہ ہو کر کہنے لگے کہ ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت ہو، ان کو کس شخص نے بتلا دیا کہ وہ دوزخ میں ہوں گے؟ یعنی اس چیز کا علم انہیں کیسے ہو گیا اور کس طرح یہ فیصلہ انہوں نے کر لیا؟ (مختصر تاریخ دمشق:7/349)
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کے ان بیانات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف رجحانات نہیں رکھتے تھے اور ان پر طعن وتشنیع کرنے کے روادار نہیں تھے.
پس مذکورہ روایت جس میں اربعہ خصائل کا طعن مذکور ہے وہ روایت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کے دیگر واقعات اور بیانات کے خلاف پائی جاتی ہے، اس لئے اس کو صحیح نہیں سمجھا جا سکتا، حقیقت میں وہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ان کا کلام نہیں ہے بلکہ بعض معاندین صحابہ کرام نے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں
حاصل یہ ہے کہ اس قول پر روایتاً اور درایتاً کلام کر دیا گیا ہے انصاف کے ساتھ اس پر غور فرمائیں اور جو حق بات ہو اس کو قبول کریں اللہ ہمیں حق بات کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف چلنے سے بچنے کی توفیق اور سعادت عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

الزام نمبر 39:

بیعت کے لیے دھمکیاں اور جھوٹ بولنے کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 165,167 پر لکھتے ہیں۔

یزید کی بیعت اتنا آسان

جورقانی نے یزید کی بیعت کو آسان بنا کر پیش کیا ہے کہ بس معاویہ مدینہ منورہ آئے اور کہا کہ ہم نے یزید کی بیعت کر لی ہے تو تم بھی اس کی بیعت کرو یہ جورقانی کی دھوکہ دہی ہے کیونکہ یہ معاملہ اتنا آسان نہ تھا یزید کی بیعت کے لئے رشوتیں دی گئیں، جھوٹ بولا گیا، دھمکیاں دی گئیں، دھوکہ دہی کی گئی، حتیٰ کہ قتل کیے گئے ان میں ایک ایک جملے پر دلائل کے انبار ہیں لیکن یہاں فقط ایک حوالہ پیش کرتا ہوں اور یہ اقتباس اس شخصیت کی کتاب سے ہے جن کے نام کے بغیر پاک وہند کے کسی عالم کی علمی سند کامل نہیں ہو سکتی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اس کے بعد قاری صاحب، ماثبت بالسنۃ عن اعمال مترجم اردو مومن کے ماہ وسال ص 36، 37، 38، تاریخ خلیفہ بن خیاط ص 213، 214، الاوائل لابی ہلال العسکری ص 235، 236، تاریخ الخلفاء لسیوطی ص 326، 327 کے حوالے سے ثبوت دینے کی کوشش کی، کہ یزید کی بیعت اتنی آسان نہ تھی۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

مذکورہ روایت کی سند مورخ خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وهب بن جرير بن حَازِم قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا النُّعْمَان بن رَاشد عَن الزُّهْرِيّ عَن ذكْوَان مولى عَائِشَة قَالَ لما أجمع مُعَاوِيَة أَن يُبَايع لابنِهِ يَزِيد حج فَقدم مَكَّة فِي نَحْو من ألف رجل فَلَمَّا دنا من الْمَدِينَة خرج ابْن عُمَر وَابْن الزبير وَعبد الرَّحْمَن بن أَبِي بَكْر فَلَمَّا قدم مُعَاوِيَة الْمَدِينَة صعد الْمِنْبَر فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ ذكر ابْنه يَزِيد فَقَالَ من أَحَق بِهَذَا الْأَمر مِنْهُ ثمَّ ارتحل فَقدم مَكَّة فَقضى طَوَافه وَدخل منزله فَبعث إِلَى ابْن عُمَر فَتشهد وَقَالَ أما بعد يَا ابْن عُمَر فَإِنَّك قد كنت تُحَدِّثنِي أَنَّك لَا تحب أَن تبيت

لَيْلَة سَوْدَاء لَيْسَ عَلَيْك أَمِير وَإِنِّي أحذرك أَن تشق عَصا الْمُسلمين وَأَن تسْعَى فِي فَسَاد ذَات بَينهم فَلَمَّا سكت تكلم بن عُمَر فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ أما بعد فَإِنَّهُ قد كَانَت قبلك خلفاء لَهُم أَبنَاء لَيْسَ ابْنك بِخَير من أبنائهم فَلم يروا فِي أبنائهم مَا رَأَيْت أَنْت فِي ابْنك وَلَكنهُمْ اخْتَارُوا للْمُسلمين حَيْثُ علمُوا الْخِيَار وَإِنَّك تحذرني أَن أشق عَصا الْمُسلمين وَأَن أسعى فِي فَسَاد ذَات بَينهم وَلم أكن لأَفْعَل إِنَّمَا أَنا رجل من الْمُسلمين فَإِذا اجْتَمعُوا عَلَى أَمر فَإِنَّمَا أَنا رجل مِنْهُم فَقَالَ يَرْحَمك الله فَخرج ابْن عُمَر وَأرْسل إِلَى عَبْد الرَّحْمَن بْن أَبِي بَكْر فَتشهد وَأخذ فِي الْكَلَام فَقطع عَلَيْهِ كَلَامه فَقَالَ إِنَّك وَالله لَوَدِدْت أَنا وكلناك فِي أَمر ابْنك إِلَى الله وَإِنَّا وَالله لَا نفعل وَالله لتردن هَذَا الْأَمر شُورَى فِي الْمُسلمين أَو لنعيدنها عَلَيْك جَذَعَة ثمَّ وثب فَقَامَ فَقَالَ مُعَاوِيَة اللَّهُمَّ اكفنيه بِمَ شِئْت ثمَّ قَالَ عَلَى رسلك أَيهَا الرجل لَا تشرفن بِأَهْل الشَّام فَإِنِّي أَخَاف أَن يسبقوني بِنَفْسِك حَتَّى أخبر الْعَشِيَّة أَنَّك قد بَايَعت ثمَّ كن بعد ذَلِكَ عَلَى مَا بدا لَك من أَمرك ثمَّ أرسل إِلَى ابْن الزبير فَقَالَ يَا ابْن الزبير إِنَّمَا أَنْت ثَعْلَب رواغ كلما خرج من جُحر دخل آخر وَإِنَّك عَمَدت إِلَى هذَيْن الرجلَيْن فنفخت فِي مناخرهما وحملتهما عَلَى غير رأيهما فَتكلم ابْن الزبير فَقَالَ إِن كنت قد مللت الْإِمَارَة فاعتزلها وهلم ابْنك فلنبايعه أَرَأَيْت إِذا بايعنا ابْنك مَعَك لأيكما نسْمع لأيكما نطيع لَا نجمع الْبيعَة لَكمَا وَالله أبدا ثمَّ قَامَ فراح مُعَاوِيَة فَصَعدَ الْمِنْبَر فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ إِنَّا وجدنَا أَحَادِيث النَّاس وَذَوَات عوار زَعَمُوا أَن ابْن عُمَر وَابْن الزبير وَابْن أَبِي بَكْر الصّديق لم يبايعوا يَزِيد قد سمعُوا وأطاعوا وَبَايَعُوا لَهُ فَقَالَ أهل الشَّام لَا وَالله لَا نرضى حَتَّى يبايعوا على رُؤُوس النَّاس وَإِلَّا ضربنا أعناقهم فَقَالَ مَه سُبْحَانَ الله مَا أسرع النَّاس إِلَى قُرَيْش بالسوء لَا أسمع هَذِه الْمقَالة من أحد بعد الْيَوْم ثمَّ نزل فَقَالَ النَّاس بَايع ابْن عُمَر وَابْن الزبير وَابْن أَبِي بَكْر وَيَقُولُونَ لَا وَالله مَا بايعنا وَيَقُول النَّاس بلَى لقد بايعتم وارتحل مُعَاوِيَة فلحق بِالشَّام۔ (تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص 213,214)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت کی سند میں راوی نعمان بن راشد ضعیف الحفظ راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

سَأَلت أبي عَن النُّعْمَان بن رَاشد فَقَالَ روى أَحَادِيث مَنَاكِير.

(العلل ومعرفۃ الرجال: 1/ 420)

حافظ ابن حجر عسقلانی محدثین کرام کے اقوال لکھتے ہیں۔

يحيى القطان فضعفه جدا وقال عبد الله بن أحمد سألت أبي عنه فقال مضطرب الحديث روى أحاديث مناكير.وقال ابن معين ضعيف وقال مرة ليس بشيء.وقال البخاري وأبو حاتم في حديثه وهم كثير وهو في الأصل صدوق وقال ابن أبي حاتم أدخله البخاري في الضعفاء فسمعت أبي يقول يحول منه.وقال أبو داود ضعيف.وقال النسائي ضعيف كثير الغلط وقال في موضع آخر أحاديثه مقلوبة.وقال النسائي صدوق فيه ضعف قال.وقال ابن معين مرة ضعيف مضطرب الحديث وقال العقيلي ليس بالقوي يعرف فيه الضعف. (تہذیب التہذیب: 10/ 452)

حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔

وقال الساجي: صدوق، فيه ضعف، وقال يحيى بن معين: مضطرب الحديث، ليس بشيء، وقال مرة أخرى: ثقة.قال أبو يحيى: روى عنه زهير بن جرير عن الزهري مناكير.وفي كتاب العقيلي: ليس بقوي، يعرف فيه الضعف.وفي كتاب الدولابي: كثير الغلط.وذكره أبو العرب في جملة الضعفاء.وفي كتاب ابن الجارود: ليس بشيء، ضعيف الحديث. (إکمال تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: 12/ 59)

امام بخاری لکھتے ہیں۔

النُّعْمَان بن رَاشد الْجَزرِي عَن الزُّهْرِيّ وَمَيْمُون بن مهْرَان وَعنهُ وهيب فِي حَدِيثه هم كثير. (الضعفاء الصغیر: 1/ 113)

دوسری علت: سند میں، النعمان بن راشد، روایت، زہری، سے بیان کر رہا ہے مگر محدثین کرام، النعمان بن راشد، کی، زہری، سے روایات کو ضعیف ثابت کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

النُّعْمَان بن رَاشد الْجَزرِي عَن الزُّهْرِيّ قَالَ أَحْمد مُضْطَرب الحَدِيث روى مَنَاكِير وَقَالَ ابْن معِين ضَعِيف وَقَالَ النَّسَائِيّ كثير الْغَلَط. (المغنی فی الضعفاء:2/699)

یہ روایت بھی نعمان بن راشد نے، الزہری، سے روایت کی ہے اس لیے یہ روایت مضطرب اور منکر ہے۔

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص38 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں موصوف فیضی اس حوالہ کو بغور پڑھیں اور اپنی کتاب میں جو، منکر، پر موضوع کا حکم لگایا ہے اس کو مدنظر بھی رکھے۔ جناب کی نام نہاد تحقیق کے مطابق تو یہ روایت موضوع بنتی ہے اور جناب ایسی روایات سے استدلال بھی کرتے ہیں اور اپنے مخالف پر موضوع حدیث سے استدلال کرنے پر فقرے بھی کستے ہیں واہ جناب! کیا اصول ہے آپ کا، عام قاری کو دھوکہ دے کر حقیقت کو پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا۔

امام یحیی بن معین لکھتے ہیں۔

النعمان بن راشد ضعيف الحديث، قلت ليحيى: ضعيف فيما روى عن الزهري وحده؟ قال: عن الزهري وغير الزهري، هو ضعيف الحديث.

(سؤالات ابن الجنيد لأبي زكريا يحيى بن معين:1/441)

تیسری علت:

حافظ ابن حجر عسقلانی الزہری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح:2/624)

چوتھی علت: امام ابن شہاب زہری کے متعلق بعض کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ یہ صاحب بعض اوقات روایات کی وضاحت کے لئے از خود تفسیر کر دیتے تھے، پھر اس مفسرانہ کلام کے تفسیری حروف و اداۃ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کر دیتے تھے اس طریقے سے روایت کے اصل الفاظ اور تفسیری الفاظ میں فرق نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہو جاتا تھا، امام زہری کے اس طریقہ کار کو علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للعراقی بحث مدرج میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "النکت" میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ

"كذا كان الزهري يفسر الاحاديث كثيرا و ربما اسقط اداة التفسير فكان بعض قرانه دائما يقول له افصل كلامك من كلام النبي ﷺ الى غير ذالك من الحكايات.

(النکت علی کتاب ابن صلاح لابن حجر عسقلانی تحت النوع العشرون (المدرج)
(فتح المغیث سخاوی صفحہ 103 بحث مدرج مطبوعہ انوار محمدی لکھنو طبع قدیم)

نیز امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اپنی مرویات میں اختلاط وتخلیط فرمایا کرتے تھے، اس وجہ سے ان کے ہم عصر حضرات کو انہیں یہ نصیحت کرنا پڑی کہ جب آپ لوگوں کو روایات بیان کریں تو اپنی رائے اور روایت میں فرق قائم رکھا کریں، تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے اور روایت میں مفارقت معلوم ہو سکے، دونوں میں تخلیط نہ رہے علامہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے ادراجات فی روایات بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بہت سے اکابر علماء مثلا دار قطنی، طحاوی، ابن عبد البر، بیہقی، ابوبکر الحازمی، امام نووی، جمال الدین الزیلعی، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہم نے زہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے۔

الاوائل کی سند

أخبرنا أبو أحمد قال: أخبرنا الجوهري قال: أخبرنا عمر بن شبة عن صلت بن مسعود عن أحمد بن شبوية عن سليمان بن عبد الله بن معمر قال: قدم معاوية مكة أو قال المدينة فأتى المسجد فقعد في حلقة فيها ابن عمر وابن عباس وعبد الرحمن بن أبي بكر، فأقبلوا إليه وأعرض ابن عباس عنه فقال: وأنا أحق بهذا الأمر من هذا المعرض وابن عمه فقال ابن عباس: ولم التقدم في الإسلام أم سابقة مع رسول الله أم قرابة منه؟ قال: لا ولكن ابن عمي المقتول ظلماً. قال: فهذا أحق به يريد ابن أبي بكر. قال: إن أباه مات موتاً. قال: فهذا أحق به يريد ابن عمر. قال: إن أباه قتله كافر قال: فذاك أدحض لحجتك أن المسلمين عتبوا على ابن عمك فقتلوه في كلام هذا معناه. (الأوائل: ص10)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: اس روایت میں راوی، سلیمان بن عبد اللہ بن معمر، کی توثیق نہیں اس لیے یہ مجہول راوی ہے۔

دوسری علت: یہ روایت، سلیمان بن عبد اللہ بن معمر، نے کس راوی سے سنی، اس کا کوئی ذکر نہیں اس لیے روایت منقطع ہے۔

لہٰذا یہ روایت اور اس سے استدلال جائز نہیں بلکہ باطل ومردود ہے۔

الزام نمبر 40:

شراب پینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 226,227 پر لکھتے ہیں۔

ہادی، مہدی اور شراب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ، ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد معاویہ کے ہاں گئے تو انہوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا پھر ہمارے لئے کھانا لایا گیا تو ہم نے کھایا پھر شراب لائی گئی تو معاویہ نے پی، پھر میرے والد نے پکڑی تو کہا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں نے اس کو نہیں پیا۔ (مسند احمد (شاکر) ج 16 ص 473 حدیث 22837، تاریخ دمشق ج 27 ص 127.....)

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو، مجمع الزوائد، میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور ان کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں لیکن انہوں نے اس جملہ کو حذف کر دیا:

مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں اس کو نہیں پیا ہے)اور خود اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے

وفی کلام معاویۃ شیء ترکتہ،

معاویہ کے کلام میں کوئی چیز تھی جس کو میں نے چھوڑ دیا۔ (مجمع الزوائد ج 5 ص 42)

ایسا ہی انہوں نے اپنے اس کتاب میں بھی کیا ہے جس میں انہوں نے مسند احمد کی وہ احادیث جمع کی ہیں جو

صحاح ستہ کے علاوہ ہیں۔ (غایۃ المقصد فی زوائد المسند ج4 ص112 حدیث 4045)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب (خمر) پینے کا الزام اور اس کا جواب

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

مسند احمد میں ہے۔

”حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ، ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا، وَمَا شَيْءٌ كُنْتُ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرُ اللَّبَنِ، أَوْ إِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي.

(مسند احمد ط الرسالۃ:38/ 26، ابوزرعہ الدمشقی فی تاریخہ:1/ 102 و ابن عساکر:27/ 27)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد معاویہ کے پاس گئے انھوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا پھر ہمارے پاس کھانا لایا گیا ہم نے کھانا کھایا پھر شراب لائی گئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی پھر میرے والد نے شراب کا برتن پکڑ کر کہا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا ہے میں نے اسے نہیں پیا پھر جناب معاویہ نے کہا: میں عرب کا خوبصورت ترین نوجوان تھا اور سب سے زیادہ عمدہ دانتوں والا تھا مجھے جوانی کی حالت میں دودھ یا میں اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس (یعنی شراب) سے بڑھ کر کسی چیز میں لذت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں ان کے خلاف جن کے دل بغض وعناد سے بھرے ہیں، وہ بعض پہلوؤں کو چھپا کر اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں۔

روایت کا چند زاویوں سے تحقیقی جائزہ

پہلا زاویہ سند کے اعتبار سے

زید بن حباب:

یحییٰ بن معین نے کہا کہ زید بن حباب کی امام سفیان ثوری سے بیان کردہ احادیث میں تقدیم وتاخیر ہے امام

احمد نے کہا آدمی تو سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے

(1) میزان الاعتدال: 2/100 رقم 2997

(2) الکامل فی الضعفاء الرجال: 4/167 رقم 707

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رجل صَالح مَا نفذ فِي الحَدِيث إِلَّا بالصلاح لِأَنَّهُ كَانَ كثير الْخَطأ قلت لَهُ من هُوَ قَالَ زيد بن الْحباب. (العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله: 2/96)

مام أبو داؤد رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

سمعت أحمد قال زيد بن الحباب كان صدوقا وكان يضبط الألفاظ عن معاوية بن صالح ولكن كان كثير الخطأ. (سوالات أبي داود لأحمد: ص 319)

"قال البناني وفيه نظر" بنانی نے کہا اس میں نظر ہے (لسان المیزان: 2/503 رقم 2022)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

[لكن كثير الخطاء.... ذكر ابن حبان في الثقات. وقال يخطىء يعتبر حديثه اذا روى عن المشاهير وأما روايته عن المجاهيل ففيها المناكير...]

ترجمہ: لیکن غلطیاں بکثرت کرتا ہے ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ غلطیاں بھی کرتا ہے اس لئے اس کی وہ روایت تو معتبر ہو گی جو مشہور حضرات سے کرے گا اور مجہول لوگوں سے اس کی روایات تو ان میں مناکیر ہیں۔ (تہذیب التہذیب: 3/378 رقم 738)

حسین بن واقد المروزی ابو عبد اللہ قاضی مرو:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

[وقال العقيلي أنكر احمد بن حنبل حديثه وقال الأثرم قال احمد في حديثه زيادة ما ادري اي شيء هي ونفض يده وقال الساجي فيه نظر]

ترجمہ: امام عقیلی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کا انکار کیا اور اثرم نے امام احمد کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک (حسین بن واقد احادیث) میں زیادتی کرتا تھا مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں اور اپنا ہاتھ جھاڑ دیا اور امام ساجی نے کہا اس میں نظر ہے۔ (تہذیب التہذیب: 2/322 رقم 642)

امام ذہبی نے اسے "دیوان الضعفاء: ص 91 رقم 1018" میں شمار کیا۔

[قال أبي ما أنكر حديث حسين بن واقد..]
(العلل ومعرفة الرجال رواية عبد الله: 1/ 301 رقم 497)
امام عقیلی نے ''الضعفاء للعقیلی: 1/ 251 رقم 300'' میں نقل کی۔
امام ذہبی لکھتے ہیں [واستنكر احمد بعض حديثه]
ترجمہ: امام احمد نے اس کی بعض احادیث کو منکر کہا (میزان الاعتدال: 1/ 257)

عبداللہ بن بریدہ:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
[قال ابراهيم حربي عبد الله أتم من سليمان ولم يسمعا من أبيهما وفيما روى عبد الله عن أبيه احاديث منكرة]
ترجمہ: امام حربی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن بریدہ اپنے بھائی سلیمان بن بریدہ سے اتم ہے لیکن ان دونوں نے اپنے باپ (بریدہ) سے کچھ نہیں سنا عبداللہ جو روایتیں اپنے باپ (بریدہ) سے روایت کرتا ہے وہ منکر ہیں
(تہذیب التہذیب: 5/ 138 تحت رقم 270، جامع الاصول لابن أثیر: 10/ 208)

اسنادی حیثیت:

اس روایت میں ایک راوی جو کثیر الخطاء ہے، ایک راوی کی روایات منکر ہوتی ہیں اور ایک راوی کا اپنے باپ سے سماع ہی ثابت نہیں یعنی منقطع روایت ہے لہٰذا یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔
فیضی صاحب چلے ہیں اس روایت سے صحابی رسول پر شراب (خمر) پینے کا الزام ثابت کرنے، کیا محدثانہ شان ہے ان کی۔

دوسرا زاویہ مذکورہ روایت کا متن کے لحاظ سے تحقیقی جائزہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پہلے امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی [مصنف] میں اسی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا مگر متن میں حرمت رسول والے الفاظ نہیں ملاحظہ فرمائیے:
[حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَجْلَسَ أَبِي عَلَى السَّرِيرِ وَأَتَى بِالطَّعَامِ فَأَطْعَمَنَا، وَأَتَى

بِشَرَابٍ فَشَرِبَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا شَيْءٌ كُنْتُ أَسْتَلِذُّهُ وَأَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ إِلَّا اللَّبَنَ، فَإِنِّي آخُذُهُ كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ وَالْحَدِيثُ الْحَسَنُ]

(مصنف ابن ابی شیبۃ: 11/ 94 رقم 13201 تحقیق محمد عوامہ، دوسرا نسخہ: 6/ 188 رقم 30560)

امام ابوزرعہ الدمشقی نے بھی [تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ص 102] میں یہی روایت لکھی ہے، لکھتے ہیں۔

[حدثنا احمد بن شبویہ قال: حدثنا علی بن الحسین عن أبیه قال: حدثنی عبد الله بن بریدة قال: دخلت مع أبي علی معاویة]

امام ابن عساکر نے بھی [تاریخ ابن عساکر: 27/ 127] میں یہ روایت ان الفاظ میں لکھی ہے [حدثنا احمد بن شبویہ قال: حدثنا علی بن الحسین عن أبیه قال: حدثنی عبد الله بن بریدة قال: دخلت مع أبي علی معاویة]

الحافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی نے [غایۃ المقصد فی زوائد المسند: 2/ 1876] میں اس کو ان الفاظ سے روایت کیا [حدثنا زید بن الحباب، حدثنی حسین بن واقد المروزی، حدثنا عبد الله بن بریدة : قال دخلت أنا وأبي علی معاویة: فأجلسنا علی الفرش، ثم أتینا بالطعام، فأكلنا ثم أتینا بالشراب، فشرب معاویة، ثم ناول أبي، ثم قال معاویة : كنت أجمل شباب قریش، وأجودة ثغرا، وما شيء كنت أجده لذة، كما كنت أجده، وأنا شاب غیر اللبن، وانسان، حسن الحدیث یحدثني]

امام ہیثمی نے یہ روایت لکھ کر فرمایا وفی کلام معاویة شيء ترکته [عن عبد الله بن بریدة: قال دخلت أنا وأبي علی معاویة: فأجلسنا علی الفراش، ثم أتینا بالطعام، فأكلنا ثم أتینا بالشراب، فشرب معاویة، ثم ناول أبي ثم قال ما شربته منذ حرمه رسول الله ﷺ ثم قال معاویة : كنت أجمل شباب قریش، وأجودة ثغرا، وما شيء كنت أجده لذة، كما كنت أجده، وأنا شاب غیر اللبن، وانسان، حسن الحدیث یحدثني]

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 5/ 42 رقم 8022)

[ثم قال ما شربته منذ حرمه رسول الله ﷺ] یہ الفاظ راوی کے مدرج ہیں اسی لئے امام ہیثمی نے اس کو ترک کیا اور اس کی ایک یہ بھی دلیل ہے جیسا کہ اوپر مختلف کتب سے میں نے دکھایا کہ یہ الفاظ ان محدثین نے روایت نہیں کیے لہٰذا یہ متن کے لحاظ سے مسند احمد کی روایت ٹھیک نہیں۔

فائدہ:

اس روایت کی تخریج کرنے والے امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے چنانچہ:
امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:
حسین بن واقد، له أشياء مناكير. (سؤالات المیمونی: رقم 444)
ایک اور موقع پر کہا:
ما أنكر حديث حسين بن واقد وأبي المنيب عن بن بريدة.
(العلل ومعرفة الرجال: 1/ 301)

نیز فرمایا:
عبد الله بن بريدة الذي روى عنه حسين بن واقد ما أنكرها وأبو المنيب أيضا يقولون كأنها من قبل هؤلاء. (العلل ومعرفة الرجال: 2/ 22)
عرض ہے کہ حسین بن واقد ثقہ راوی ہیں اوران کی مذکورہ روایت ابن ابی شیبہ کے یہاں جن الفاظ میں ہے اس میں کوئی نکارت نہیں ہے لہٰذا وہ روایت صحیح ہے جب کہ مسند احمد کی زیر بحث روایت ضعیف ہے کیونکہ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور آپ نے حسین بن واقد کی مرویات کو منکر قرار دیا ہے۔

تیسرا زاویہ درایت کے لحاظ سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب اللہ کے حامل اور عامل تھے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے والے اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے تھے قرآن حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اس پر شاہد ہیں بنا بریں صریح حکم شرعی کی خلاف ورزی کوئی صحابی بھی نہیں کرتا تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مشاہیر صحابہ کرام میں سے تھے اور خلیفۃ المسلمین کے درجے پر فائز ہیں وہ حرام فعل کے کیسے مرتکب ہوئے اور انھوں نے شرعی مسئلے کا خلاف کیسے کر دیا؟ حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حرمت خمر پر کئی روایات اور احادیث منقول ہیں ملاحظہ فرمائیے درج ذیل روایات:

[حدثنا علي بن ميمون الرقي، حدثنا خالد بن حيان، عن سليمان بن عبد الله بن الزبرقان، عن يعلى بن شداد بن اوس، سمعت معاوية: يقول سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كل مسكر، حرام على مؤمن]

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ دینے والی چیز ہر مومن پر حرام ہے۔

(1) سنن ابن ماجہ: 4/ 483 رقم 3389
(2) صحیح ابن حبان مع حواشی الأرناؤوط: 12/ 195 رقم 5374
(3) مسند ابی یعلیٰ: 6/ 432 رقم 7355
(4) الفوائد لابن مندہ: 1/ 145 رقم 47
(5) مصباح الزجاجۃ: 4/ 41 رقم 1183

اسنادی حیثیت: یہ روایت حسن ہے

[حدثنا ابو كريب، حدثنا ابو بكر بن عياش عن عاصم بن بهدلة عن ابی صالح، عن معاوية قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه] اسناده صحيح.

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب پینے والے کو (حد) مارو اور چوتھی دفعہ ایسا کرے تو اس کو قتل کرو۔

(1) سنن ترمذی: 4/ 48 رقم 1444 (2) مسند احمد بن حنبل: 4/ 97 رقم 16934
(3) سنن الکبریٰ للبیہقی: 8/ 313 رقم 17956
(4) موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: 1/ 634 رقم 1519

اسنادی حیثیت: یہ روایت صحیح ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حرمت خمر کی روایات خود نقل کرنے والے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب پینے کی وعیدیں خود سماعت فرما چکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہ چکے تھے اس لئے یہ مسئلہ ان پر مخفی بھی نہ تھا اس لئے انھوں نے ان فرامین کے خلاف ہرگز نہیں کیا کیونکہ یہ ان کی دیانت کے خلاف تھا اگر ایسا ہوتا تو پھر محدثین نے ان سے روایات کیوں لی ہیں خصوصاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ایک پوری مسند امیر معاویہ سے نقل کی ہے لہٰذا یہ درایۃً روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

چوتھا زاویہ معانی کے اعتبار سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ

مذکورہ روایت میں بیان کردہ الفاظ میں عبارت کا مفہوم واضح نہیں اور معنی کے اعتبار سے اس کے مفہوم میں تدافع پایا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ لفظ ''ثم ناولہ ابی'' کے بعد ''ثم قال'' مذکور ہے اس ''قال'' کا فاعل اگر لفظ ''ابی'' کو بنایا جائے تو ''ثم قال'' کی بجائے نحوی لحاظ سے ''فقال'' ہونا چاہیے اور اگر ''ثم قال'' کا فاعل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے تو روایت کا مفہوم باہم متعارض بن جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماقبل میں ''شرب معاویۃ'' موجود ہے پھر یہ کہنا کہ ''ما شربتہ منذ حرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اس سے متعارض مفہوم بنتا ہے لہٰذا یہ جملہ درست نہیں اور یہ کسی راوی کا مدرج ہے۔

پانچواں زاویہ فقہی طریقہ سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ

یہ مسلمہ فقہی کلیہ ہے کہ محرم اور مبیح کا تعارض ہو تو محرم کو ترجیح دی جاتی ہے، اگر اس متنازعہ روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ مبیح روایت ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو روایات سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی میں ہیں وہ محرم ہیں لہٰذا ترجیح محرم کو ہوگی تو یہ متنازعہ روایت چھوڑ دی جائے گی۔

چھٹا زاویہ حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعاون کا تحقیقی جائزہ

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت کے دور میں ہر طرح کا تعاون فرماتے رہے مثلاً حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی اور ان سے وظائف بھی حاصل کرتے رہے اور ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کرتے رہے اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام وغیرہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان سے ہدایا اور وظائف بھی لیتے تھے اور اس دور کے جہاد میں بھی حصہ لیتے تھے اور مال غنیمت بھی وصول کرتے تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمائی تھی جیسا کہ

کتب روافض اور کتب اہل سنت میں صراحتاً موجود ہے۔

”جبرئیل بن احمد،و ابو اسحاق بن حمدویه و ابراهیم بن نصیر عن محمد بن عبد الحمید العطار الکوفی،عن یونس بن یعقوب،عن فضیل غلام محمد ابن راشد قال: سمعت أبا عبد الله علیہ السلام“ درج بالا سند سے یہ روایت ہے کہ:

”امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شام بلایا،جب یہ سب آ گئے تو گفتگو کے آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا“:

[فقال: یا حسن قم فبایع فقام بایع،ثم قال للحسین علیہ السلام: قم فبایع،فقام بایع،ثم قال قم فبایع فلتفت الی الحسین علیہ السلام ینظر ما یأمره،فقال: یا قیس انه امامی یعنی الحسن علیہ السلام]

ترجمہ: فرمایا اے حسن (رضی اللہ عنہ) اٹھیے اور میری بیعت کیجئے آپ علیہ السلام اٹھے اور بیعت کی،پھر امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو اٹھ کر بیعت کرنے کو کہا،انھوں نے بھی اٹھ کر بیعت کی پھر قیس کو فرمایا اٹھ کر بیعت کرو اس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا تاکہ مرضی معلوم کر سکے،آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے قیس امام حسن میرے امام ہیں

(1) بحار الانوار: جز44 / رقم9 (2) رجال کشی: رقم186

(3) معجم رجال الحدیث: 15/ 67 (4) الدرجات الرفیعہ،السید علی ابن معصوم: 1/ 377

(5) اختیار معرفۃ الرجال: رقم186 تحت ترجمہ قیس بن سعد بن عبادہ

(6) کلمات الامام الحسین الشیخ الشریفی: 1/ 203

(7) الانتصار: جز8/ 37

اہل سنت کی کتب میں اس کا تذکرہ کچھ اس طرح ہے۔

[اجتمع الناس علیه حین بایع له الحسن بن علی وجماعة ممن معه وذلك فی ربیع أو جمادی سنة احدی وأربعین]

ترجمہ: جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی) بیعت کر لی تو سب لوگ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر) متفق ہو گئے یہ (واقعہ) ربیع (الثانی) یا جمادی (الاول) 41ھ کا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: 1/ 445)

اگر بقول طعن کرنے والوں کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پینے کے مرتکب تھے تو ان حضرات نے کیوں منع نہیں کیا؟ خصوصاً راویت کے راوی سے ایسا کچھ ثابت نہیں، ان کے ساتھ دینی و دنیوی تعلقات کیوں استوار رکھے؟ کیا یہ حضرات گناہ اور ظلم پر تعاون کرتے رہے؟ کیا یہ آیات ان کے پیش نظر نہ تھیں

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة:2)

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (هود:113)

یقیناً ایسا نہیں ہے ایسا بے ہودہ اعتراض تو صرف تفضیلیوں اور رافضیوں کا مقدر ہے۔

ساتواں زاویہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سے فرمان موجود ہیں مگر ابھی صرف ایک فرمان پیش کرتا ہوں:

[حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا أبو مسهر عبد الأعلى بن مسهر، عن سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة بن يزيد، عن عبد الرحمن بن أبي عميرة وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال: لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا وأهد به۔]

ترجمہ: "حضرت ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے ہادی و مہدی بنا، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے"

(1) سنن ترمذی تحقیق احمد شاکر و آخرون: 5/ 687 رقم 3842 (2) مسند احمد: 4/ 216 رقم 17926
(3) معجم الاوسط للطبرانی: 1/ 205 رقم 656 (4) مسند الشامیین: 1/ 181 رقم 311
(5) معجم الصحابۃ لابن قانع: 2/ 146 رقم 621 (6) حلیۃ الاولیاء: 8/ 358
(7) الفوائد لابن مندہ: 1/ 197 رقم 40 (8) جامع المسانید والسنن لابن کثیر: 5/ 536 رقم 6986

اسنادی حیثیت: یہ روایت صحیح ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے جتنی دعائیں مانگیں وہ یقیناً قبول ہوئیں اس میں یہ دعا بھی شامل ہے اور اگر تفضیلیوں و رافضیوں کی بات کو مانا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا غلط ثابت ہوتی ہے اور یہ بات قطعاً درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں ہادی بھی بنایا اور مہدی بھی بنایا اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ وہ خود ان عیوب سے پاک ہوں اور وہ یقیناً ان عیبوں سے پاک ہیں کیونکہ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا شرف حاصل ہے لہٰذا مذکورہ اعتراض مردود ہے۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی

امام ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

[فتأمل هذا الدعاء من الصادق والمصدوق وان ادعية لامته لا سيما اصحابه مقبولة غير مردودة تعلم ان الله سبحانه استجاب لرسول الله ﷺ هذا الدعاء لمعاوية فجعله هاديا للناس مهديا في نفسه ومن جمع الله له بين هاتين المرتبتين كيف يتخيل فيه ما تقول عليه المبطلون ووصمه به المعاندون معاذالله لا يدعو رسول الله ﷺ هذا الدعاء الجامع لمعالي الدنيا والأخرة المانع لكل نقص نسبته اليه الطائفة المعارقة الفاجرة...] (تطہیر الجنان واللسان ابن حجر الہیتمی: ص 51)

ترجمہ: "صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا پر غور کرو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت، بالخصوص اپنے اصحاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور مانگیں مقبول ہوئیں ان میں سے کوئی بھی رد نہیں کی گئی، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی، یہ بھی مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور جس شخص میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں صفتیں جمع فرما دی ہوں اس کی بابت وہ باتیں کیوں کر خیال کی جا سکتی ہیں جو باطل پرست معاند کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی جامع دعا جو دنیا وآخرت کے مراتب کو شامل ہو اور ہر نقص سے پاک کرنے والی ہو اسی کے لئے ہی کریں گے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اہل سمجھا ہو گا۔

امام شرف الدین حسین بن عبد اللہ الطیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[ولا ارتياب ان دعاء النبي ﷺ مستجاب فمن كان حاله هذا كيف يرتاب في حقه]

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں، بلاشبہ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق میں) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے پس جس کا یہ حال ہو تو اس کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

(شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح: 12/ 3948 تحت رقم 6244)

یہی بات ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے: (مرقاۃ المفاتیح: 9/ 4042 رقم 6244)

آٹھواں زاویہ مذکورہ روایت میں موجود مشروب کا تحقیقی جائزہ

اگر بالفرض روایت کو کسی طرح مان بھی لیا جائے تو اس کا مفہوم اور محل یہ ہو گا کہ وہ مشروب جو حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے نوش فرمائی وہ خمر نہیں تھا جو شرعاً حرام ہے بلکہ وہ ایک قسم کا ایسا مشروب تھا جو مسکر نہیں ہوتا تھا جو بطور مقوی غذا کے استعمال ہوتا تھا اور راوی کی تعبیر نے اس کو ایسے الفاظ میں بدل دیا جس سے اس کے حرام ہونے کا شبہ پیدا کر لیا گیا اور وہ مشروب، نبیذ تھی۔

نبیذ کا استعمال سلف صالحین کی نظر میں

دور صحابہ کرام میں نبیذ کا استعمال ہوتا تھا اور یہ تمر (کھجور) سے بنائی جاتی تھی اور بعض اوقات منقّی اور شہد سے بھی تیار کی جاتی تھی اور نبیذ شرعاً حلال تھی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی حلت کی بنا پر اس کا استعمال کرتے تھے

[عن ابی مسعود قال عطش النبی ﷺ حول الكعبة فاستسقى فاتی بنبیذ من نبیذ السقاية فشمه فقطب فصب عليه من ماء زمزم ثم شرب فقال رجل: احرام هو فقال لا] (شرح معانی الآثار للطحاوی: 4 /219 رقم 6471)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کعبہ شریف کے پاس نبی ﷺ کو پیاس محسوس ہوئی تو آپ نے پانی طلب کیا آپ کے پاس مشکیزے میں سے نبیذ لائی گئی آپ نے اسے سونگھا پھر سامنے سے ہٹایا اس کے بعد اس میں آب زمزم ملا کر نوش فرمایا ایک شخص نے عرض کیا، کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں

[عن عمرو بن ميمون قال: شهدت عمر حين طعن، فجاءه الطبيب فقال: ای الشراب احب اليك قال النبيذ فاتی بنبيذ فشرب منه فخرج من احدى طعنتيه]

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا اس وقت آپ کی خدمت میں طبیب کو لایا گیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کو کونسا مشروب پسند ہے آپ نے فرمایا نبیذ، وہ لایا گیا تو آپ نے اس سے نوش فرمایا تو وہ نیزے کی دو ضربوں میں سے ایک (یعنی زخم) سے نکل گیا۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: 4 /218 رقم 6460)

[قَالَ: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: وَكَانَ عَلَى بَيْتِ مَالِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ عَلِيًّا شَرِبَ نَبِيذَ جَرَّةٍ خَضْرَاءَ.] (طبقات الکبریٰ ابن سعد: 6 /245 رقم 7921)

ترجمہ: موسیٰ بن طریف اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیت المال کا منشی تھا وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبیذ نوش فرمایا جو سبز رنگ کے مٹکے سے لیا گیا تھا۔

[خْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ، عَنِ ابْنِ

الْحَنَفِيَّةِ أَنَّهُ كَانَ يَشْرَبُ نَبِيذَ الدَّنِّ] (طبقات الکبریٰ ابن سعد: 5/ 115 رقم 5930)

ترجمہ: حضرت ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ مٹکے سے نبیذ نوش فرمایا کرتے تھے۔

[حدثنا ابوبکر ،وکیل دار العباس بحمص،قال : حدثنا شریح بن یونس،قال: حدثنا مروان بن معاویة،قال: حدثنا ابو العریان خالد بن نشیط قال: دعینا الی دعوة فیها الحسن البصری فأكلنا فأتی بنبیذ فشرب الحسن وشربنا]

ترجمہ: خالد بن نشیط کہتے ہیں کہ ایک دعوت طعام کا بندبست کیا ہے اس میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی مدعو تھے پس ہم سب لوگوں نے کھانا کھایا اور اس کے بعد پینے کے لئے نبیذ لایا گیا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے نوش فرمایا اور ہم نے بھی پیا۔ (الکنی والاسماء الدولابی: 4/ 309 رقم 923)

کیا سلف صالحین نبیذ کو خمر بھی کہتے تھے؟

اس مسئلے کی وضاحت کے لئے ایک بڑا ثبوت پیش خدمت ہے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ اس دور میں اہل مکہ و اہل مدینہ نبیذ پر بھی خمر کا اطلاق کر دیتے تھے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ ابن معین روایۃ الدوری'' میں لکھتے ہیں۔

[سمعت یحیی یقول سمعت یعقوب بن ابراهیم بن سعد عن ابیه قال: أخبرنی من رأی بریدة بن سفیان یشرب الخمر فی طریق الری قال: یحیی وقد روی محمد بن اسحاق عن بریدة بن سفیان هذا قال ابو الفضل ان اهل المدینة و مكة یسمون النبیذ خمرا والذی عندنا أنه رأی بریدة یشرب نبیذا فی طریق الری فقال رأیته یشرب خمرا]

ترجمہ: ''یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے یعقوب بن ابراہیم سے سنا وہ اپنے والد سے ذکر کرتے تھے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے بریدہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو طریق الری میں خمر پیتے ہوئے دیکھا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے بریدہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے اس چیز کو روایت کیا، اور ابو الفضل کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اور اہل مکہ نبیذ پر خمر کا اطلاق کرتے تھے اور نبیذ کو خمر کہہ دیتے تھے اصل بات یہ کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کو جو طریق الری میں نبیذ پیتے دیکھا گیا اسی کو دیکھنے والے نے خمر کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے''

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: 3/ 70 رقم 268)

حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام کے دور میں نبیذ پر بھی بعض دفعہ خمر کا اطلاق ہوتا تھا اور بعض دفعہ طعام کے بعد مقوی مشروب استعمال کیے جاتے تھے جن میں ایک نبیذ بھی ہے جو شرعاً حلال اور جائز ہے اور اس متنازعہ

روایت میں بھی نبیذ کا بیان ہے جس کو یار لوگوں نے حرام شراب بنا کر پیش کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنے بغض وعناد کا اظہار کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی حرام شراب کا استعمال نہیں کرتا تھا اللہ تعالیٰ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے بغض وعناد سے محفوظ فرمائے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان کہ صحابہ کرام اسلام کا دروازہ ہیں

امام ابوعبدالرحمن بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے بڑی پیاری مثال دے کر سمجھایا کہ:

[انما الاسلام کدار لها باب،فباب الاسلام الصحابة،فمن آذی الصحابة انما أراد الاسلام کمن نقر الباب انما یرید دخول الباب : فمن أراد معاویة فانما أرادالصحابة]

ترجمہ: دین اسلام ایک گھر ہے جس کا دروازہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں پس جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذا پہنچاتا ہے تو گویا وہ دین اسلام کو ایذا پہنچاتا ہے جیسے کوئی گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اندر داخل ہونے کے لئے ہی کھٹکھٹاتا ہے اسی طرح جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایذا رسانی کا ارادہ کرتا ہے دراصل وہ صحابہ کی ایذا رسانی کا ارادہ کرتا ہے (جوکہ درحقیقت دین اسلام کی ہی ایذا رسانی ہے)

(1) تاریخ دمشق ابن عساکر: 71/ 175، 176 (2) مختصر تاریخ دمشق: 1/ 346

(3) تہذیب الکمال: 1/ 340 (4) اکمال تہذیب الکمال: 1/ 57

(5) عدالۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم فی ضوالقرآن الکریم: 96، 118

(6) ترتیب المدارک وتقریب المسالک: 1/ 38

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر منکر روایت پر موضوع ہونے کا اطلاق کرتے ہیں فیضی صاحب ایک طرف موضوع روایات پر دعوتِ اسلامی اور مخالفین پر طعنہ زنی کرتے ہیں مگر دوسری طرف اپنی ہی کتاب میں اپنے ہی پیش کردہ اصولوں کے مطابق موضوع روایات کی بھرمار لگاتے ہیں موصوف کو اپنی روش پر خود ہی نظر ثانی کرنی چاہیے، اگر ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی، اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت سے استدلال جائز نہیں اور صحابی پر طعن کرنا درست نہیں اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

الزام نمبر 41:

عیدین سے قبل اذان کی بدعت کا مرتکب ہونا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 270,271 پر لکھتے ہیں۔

واھبہ، کا مصداق پھر بدعات؟

کثیر تعداد میں ایسے بزرگ ہوگزرے ہیں جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے تھے حالانکہ ان کے حق میں اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ، کی دعا منقول نہیں ہوئی، جبکہ واھد بہ، کے نام نہاد مصداق کا معاملہ یہ رہا کہ وہ حرام تک کے مرتکب ہو گئے مثلاً شراب، سود، رشوت وغیرہ پھر سنت میں کمی بیشی اور تبدیلی کے مرتکب بھی ہوئے مثلاً امام سیوطی لکھتے ہیں:

قال سعید بن المسیب: اول من احدث الاذان فی العید معاویہ، اخرہ ابن ابی شیبۃ، وقال: اول من نقص التکبیر معاویۃ. (تاریخ الخلفاء لسیوطی ص 332)

پہلا شخص جس نے عید میں اذان کی بدعت نکالی معاویہ ہے اس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے اول شخص جس نے عیدین کی تکبیریں کم کی تھیں وہ بھی معاویہ ہے۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ مُعَاوِيَةُ. (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/ 491 رقم 5556)

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قتادۃ بن دعامۃ السدوسی البصری .... کان حافظ عصرہ وھو مشھور بالتدلیس.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: 1/ 43 رقم 92 المرتبۃ الثالثۃ)

اس تحقیق سے معلوم کہ یہ روایت طبقہ ثالثہ کے مدلس قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور بدعتِ صحابی پر تو اہل سنت میں تفصیل سے لکھا گیا ہے اس لیے جناب کا یہ اعتراض پیش کرنا ہی مردود ہے۔

الزام نمبر 42:

تکبیرات عیدین میں کمی کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 271 پر لکھتے ہیں۔
اور فرمایا ہے اول شخص جس نے عیدین کی تکبیریں کم کی تھیں وہ بھی معاویہ ہے۔
(تاریخ الخلفاء لسیوطی ص 332)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اگر جناب موصوف دے دیں تو تحقیق کی جاسکتی ہے کہ امام سیوطی کے نقل کردہ قول کی سند صحیح ہے یا ضعیف، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی تاریخ الخلفاء میں اس کی سند نہیں دی، مگر اس کی سند کتاب الاوائل میں موجود ہے۔

روایت کی اسنادی حیثیت

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو أحمد، عن الجوهري، عن أبي زيد، عن رجاله، عن إبراهيم، عن الشعبي قال: أول من خطب جالساً معاوية، حين كثر شحمه وعظمت بطنه، وهو أول من نقص التكبير كان إذا قال: سمع الله لمن حمده انحط إلى السجود ولم يكبر. (الأوائل:1 /72)

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "الجوھری" کا تعین کیجئے تاکہ اس کی توثیق یا تضعیف کا علم ہوسکے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عن رجالہ" مجہول ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اور یہ کہ تکبیرات کو کم کرنا عید کی نماز میں نہیں بلکہ عام نماز میں ہر رفع اور وضع میں یعنی نماز میں اٹھتے اور جھکتے تکبیر پڑھنا ہے۔

جناب موصوف اگر اوائل کے متن کا مکمل ترجمہ کرتے تو ان کو معلوم ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ بالفرض صحت سند روایت امام شعبی نے کہا: سب سے پہلے جس نے تکبیرات کم پڑھیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد سجدے کے لیے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔

موصوف کو یہ نہیں معلوم کہ یہ فعل تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگانا کہ اول شخص جس نے نماز کی تکبیریں کم کیں یہ دلائل کی رو سے ثابت نہیں اور اس معاملہ میں صحابہ کرام کا اختلاف موجود ہے۔

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: نا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ.

ترجمہ: سعید بن عبدالرحمن بن ابزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/ 241 رقم 2512)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا عمل

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ. (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/ 242 رقم 2513)

الحسن بن عمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ. (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/ 242 رقم 2514)

حمید الطویل بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے نماز پڑھی مگر وہ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔

حضرت سالم رحمہ اللہ تابعی کا عمل

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ الْقَاسِمِ، وَسَالِمٍ، فَكَانَا لَا يُتِمَّانِ التَّكْبِيرَ. (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/ 242 رقم 2516)

حضرت عبیداللہ بن عمر فرماتے ہیں: میں نے قاسم اور سالم رحمہ اللہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں مگر وہ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا عمل

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ. (مصنف ابن ابی شیبہ:1/242 رقم 2518)

حضرت عمرو بن مرۃ کہتے ہیں: حضرت سعید بن جبیر کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُنْقِصُ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ مِسْعَرٌ، إِذَا انْحَطَّ بَعْدَ الرُّكُوعِ وَلَمْ يُكَبِّرْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ الثَّانِيَةَ لَمْ يُكَبِّرْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں کم تکبیرات پڑھتے تھے مسعر نے کہا: جب وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ کی طرف جاتے ہوئے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔ اور جب دوسرے سجدے کا ارادہ کرتے تو تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:1/242 رقم 2519)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: " صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَلَاةً ذَكَّرَنِي صَلَاةً صَلَّيْتُهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخَلِيفَتَيْنِ. قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، فَإِذَا هُوَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا سَجَدَ وَكُلَّمَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. فَقُلْتُ يَا أَبَا نُجَيْدٍ: مَنْ أَوَّلُ مَنْ تَرَكَهُ؟ قَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حِينَ كَبِرَ وَضَعُفَ صَوْتُهُ تَرَكَهُ.

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے تکبیرات میں کمی کی، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے ترک کیا۔

(مسند احمد بن حنبل:3/112 رقم:19881)

ابن بطال رحمہ اللہ کی تحقیق

محدث ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وقد فعله جماعة من السلف وتركه جماعة، ولم يقل أحد ممن فعله للذى لم يفعله إن صلاتك لا تتم إلا به . فممّن كان يُتم التكبير ولا ينقصه فى الصلاة فى كل خفض ورفع.

ترجمہ: سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہ تکبیرات پڑھی ہیں اور سلف صالحین کی ایک جماعت نے اس تکبیرات کو ترک بھی کیا ہے اور جنہوں نے ان تکبیرات کو ترک کیا ہے، ان سے کسی نے نہیں کہا کہ ان تکبیرات کے بغیر تمہاری نماز مکمل نہیں ہوئی۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال: 2/480)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عن مطرف قال قلنا يعنى لعمران بن حصين يا أبا نجيد هو بالنون والجيم مصغر من أول من ترك التكبير قال عثمان بن عفان حين كبر وضعف صوته وهذا يحتمل إرادة ترك الجهر وروى الطبرانى عن أبي هريرة أن أول من ترك التكبير معاوية وروى أبو عبيد أن أول من تركه زياد وهذا لا ينافى الذى قبله لأن زيادا تركه بترك معاوية وكأن معاوية تركه بترك عثمان وقد حمل ذلك جماعة من أهل العلم على الإخفاء ويرشحه حديث أبي سعيد الآتى فى باب يكبر وهو ينهض من السجدتين لكن حكى الطحاوى أن قوما كانوا يتركون التكبير فى الخفض دون الرفع قال وكذلك كانت بنو أمية تفعل وروى بن المنذر نحوه عن بن عمر وعن بعض السلف أنه كان لا يكبر سوى تكبيرة الإحرام وفرق بعضهم بين المنفرد وغيره ووجهه بأن التكبير شرع للايذان بحركة الإمام.

ترجمہ: مطرف بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمران بن حصین سے پوچھا: ان تکبیرات کو سب سے پہلے کس نے ترک کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کمی کی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ترک کر دیا ہو، امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کو ترک کیا اور ابو عبید نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے تکبیرات زیاد نے ترک کیں، اور یہ پہلی روایت کی منافی نہیں ہے، کیونکہ زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا بعض اہل علم نے کہا کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کو ترک کر دیا تھا اور وہ آہستہ تکبیر پڑھتے تھے اور ابن المنذر نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اسلاف تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ امام تو تمام تکبیرات پڑھے تا کہ اس کے عمل کا معلوم ہو سکے اور جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو، اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری لابن حجر: 2/ 270)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ موصوف فیضی کے تمام اعتراضات غلط اور لغو ہیں اور موصوف کے اختلافات کی سطح بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے، ایک فروعی اور فقہی مسئلہ کی آڑ میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھالا گیا اور صحابہ کے کہیں سے بھی کوئی جھوٹی ہی بات کیوں مل جائے اس کو لے کر صحابہ پر طعن کرنا جناب فیضی صاحب کا شیوہ ہے جو ان کی کتب میں موجود ہے جب کہ یہ طریقہ اہل سنت و جماعت کا نہیں ہے۔

الزام نمبر 43:

خطبہ عید کو نماز عیدین پر مقدم کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 271 پر لکھتے ہیں۔

بدعت برائے لغت

نہ صرف یہ کہ مذکورہ بدعت نکالی تھی بلکہ عیدین کے خطبہ کو بھی نماز عیدین سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا تھا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ.

امام زہری فرماتے ہیں: اول شخص جس نے عید کی نماز سے قبل خطبہ کی بدعت نکالی وہ معاویہ ہے۔

(فتح الباری ج3 ص278، تاریخ الخلفاء للسیوطی ص331)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وروی عبد الرَّزَّاق عَن بن جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: 2/452)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مُعَاوِيَةُ.

(مصنف عبد الرزاق: 3/284 رقم 5646)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے، محدث عبد الرزاق، کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح: 2/641)

مذکورہ روایت میں عبد الرزاق طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اور ان کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہیں

دوسری علت:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے، ابن جریج، کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے (النکت علی کتاب ابن الصلاح: 2/641)

مذکورہ روایت میں، ابن جریج بھی طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اور یہ روایت ابن جریج کی عن سے روایت کی وجہ سے ضعیف ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کے سند ضعیف ہے صحابہ کے عمل پر بدعت کے اطلاق پر تو اہل سنت و جماعت میں تصانیف معروف و مشہور ہیں اس لیے بدعات لغوی کی آڑ لے کر صحابی پر طعن مردود ہے۔

دیگر روایات:

جناب معترض نے یک طرفہ روایات پیش کر کے جو الزامی سلسلہ چلایا ہے، اگر اس کے برعکس کچھ مطالعہ کرلیں تو چند حقائق معلوم ہو جائیں گے اگر یہ روایت آپ کے نزدیک صحیح ہے تو یہ روایات بھی پڑھیں اور صحیح مانیں۔
مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے۔
عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. لَمَّا رَأَى النَّاسَ يَنْقُصُونَ فَلَمَّا صَلَّى حَبَسَهُمْ فِي الْخُطْبَةِ. (مصنف عبدالرزاق: 3/283 رقم 5644)
یوسف بن عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دینا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کیا جب دیکھا کہ لوگ کم ہونے لگے ہیں۔
یہی بات یوسف نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی بولی۔
اور امام الزہری کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو شروع کیا۔
معمر کہتے ہیں ان کو پہنچا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے آخری دور میں ایسا کرتے تھے۔
ابن حجر فتح الباری ج 2 ص 450 میں لکھتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے خطبہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دیتے تھے۔
وَسَيَأْتِي فِي الْبَابِ الَّذِي بَعْدَهُ أَنَّ عُثْمَانَ فَعَلَ ذَلِكَ أَيْضًا لَكِنْ لِعِلَّةٍ أُخْرَى
اور آگے باب میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے لیکن اس کی وجہ اور ہے سن 31 ہجری کا واقعہ ہے جو صحیح البخاری میں ہی ہے۔
حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ، قَالَ: أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتَّى

حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَأَوْصَى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَ: اسْتَخْلِفْ، قَالَ: وَقَالُوهُ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ أَحْسِبُهُ الْحَارِثَ، فَقَالَ: اسْتَخْلِفْ، فَقَالَ: عُثْمَانُ وَقَالُوا، فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ، قَالَ: فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرَ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ مجھے مروان بن حکم نے خبر دی کہ جس سال نکسیر پھوٹنے کی بیماری پھوٹ پڑی تھی اس سال عثمان رضی اللہ عنہ کو اتنی سخت نکسیر پھوٹی کہ آپ حج کے لیے بھی نہ جا سکے، اور (زندگی سے مایوس ہو کر) وصیت بھی کر دی، پھر ان کی خدمت میں قریش کے ایک صاحب گئے اور کہا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا یہ سب کی خواہش ہے، انہوں نے کہا جی ہاں، آپ نے پوچھا کہ کسے بناؤں؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے اس کے بعد ایک دوسرے صاحب گئے، میرا خیال ہے کہ وہ حارث تھے، انہوں نے بھی یہی کہا کہ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیں، آپ نے ان سے بھی پوچھا کیا یہ سب کی خواہش ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: لوگوں کی رائے کس کے لیے ہے؟ اس پر وہ بھی خاموش ہو گئے، تو آپ نے خود فرمایا: غالباً زبیر کی طرف لوگوں کا رجحان ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے علم کے مطابق بھی وہی ان میں سب سے بہتر ہیں اور بلاشبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں بھی ان میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (صحیح البخاری: رقم 3717)

یعنی یہ خطبہ کو پہلے کرنے کا واقعہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیماری کی وجہ سے پیش آیا جس میں آپ حج پر نہ جا سکے اور اتنے بیمار ہوئے کہ وصیت تک کر دی، عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی، ابو مسعود البدری کی وجہ سے یہ معلوم ہوا کہ یہ واقعہ دور عثمان کا ہے اور مدینہ کا ہے تو خطبہ عید دینا عثمان رضی اللہ عنہ کا کام ہے مروان کا نہیں ہے مروان کا یہ کام کرنا بطور علت ہے جس کی وجہ نکسیر پھوٹنے کی بیماری ہے اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہو سکتی۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، لَمَّا رَأَى النَّاسَ يَنْقُصُونَ فَلَمَّا صَلَّى حَبَسَهُمْ فِي الْخُطْبَةِ. (مصنف عبدالرزاق: 3 / 283 رقم 5644)

یوسف بن عبداللہ نے کہا جس نے عید کی نماز میں خطبہ پہلے کیا وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں جب دیکھا کہ لوگ کم ہو گئے ہیں

تاریخ أبي زرعۃ الدمشقی میں ہے۔

حدثنا أبو زرعة قَالَ: حدثنا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ المقرىء قال: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: غَدَوْتُ مَعَ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَّامٍ فِي يَوْمِ عيد، نقلت لَهُ: كَيْفَ كَانَتِ الصَّلَاةُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ؟ قَالَ: كَانَ يَبْدَأُ بالخطبة قبل الصلاة.

(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: 1/ 528)

یحییٰ بن سعید نے کہا میں نے یوسف بن عبداللہ بن سلام کے ساتھ عید کے دن پوچھا کہ عہد عمر میں عید کی نماز کیسی تھی؟ کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے نماز عید سے پہلے۔

سند میں کوئی ایسی علت نہیں کہ ان کو غیر صحیح قرار دیا جائے معلوم ہوا کہ عموم یہ ہے کہ نماز پہلے پھر خطبہ دیا جاتا تھا لیکن کسی وجہ سے اس کو آگے پیچھے عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کیا ہے۔

الأوسط لابن المنذر میں ہے۔

حدثنا علي بن عبد العزيز، قال: ثنا حجاج، قال: ثنا حماد، عن حميد، عن الحسن، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبا بكر، وعمر، وعثمان كانوا يصلون ثم يخطبون، فلما كثر الناس على عهد عثمان رأى أنهم لا يدركون الصلاة خطب ثم صلى.

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابی بکر کے دور میں عمر کے دور میں عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں نماز ہوتی پھر خطبہ لیکن جب لوگ زیادہ ہوئے دور عثمان رضی اللہ عنہ میں تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ نماز کو نہیں پاتے تو انہوں نے خطبہ دیا پھر نماز۔ (الأوسط لابن المنذر: 6/ 454 رقم 2120)

یعنی لوگوں کو آتے آتے وقت لگتا اور نماز چھوٹ جاتی لہٰذا آسانی کی وجہ سے ہوا بہر حال حسن بصری رحمہ اللہ نے ان تمام ادوار کو نہیں دیکھا لہٰذا کسی نے ان کو خبر دی ہوگی اس کے برعکس یوسف نے ان ادوار کو دیکھا ہے۔

کتاب الام میں امام شافعی نے جو روایت دی وہ ہے۔

أخبرنا الرَّبِيعُ قال أخبرنا الشَّافِعِيُّ قال أخبرنا إِبْرَاهِيمُ قال حدثني دَاوُد بن الْحُصَيْنِ عن عبد اللَّهِ بن يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ أَنَّ النبي صلى اللهُ عليه وسلم وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوا يَبْتَدِئُونَ بِالصَّلَاةِ قبل الْخُطْبَةِ حتى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فَقَدَّمَ الْخُطْبَةَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب نماز کے بعد خطبہ عید دیتے لیکن جب معاویہ رضی اللہ عنہ آئے تو

انہوں نے خطبہ پہلے کر دیا۔
اس کی سند میں إبراهيم بن أبي يحيى الأسلمي ہے جو متروک الحدیث ہے۔
فتح الباری میں ابن حجر نے لکھا ہے۔
وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ عُثْمَانُ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحْيَانًا بِخِلَافِ مَرْوَانَ فَوَاظَبَ عَلَيْهِ فَلِذٰلِكَ نُسِبَ إِلَيْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ مِثْلُ فِعْلِ عُثْمَانَ قَالَ عِيَاضٌ وَمَنْ تَبِعَهُ لَا يَصِحُّ عَنْهُ وَفِيمَا قَالُوهُ نَظَرٌ لِأَنَّ عَبْدَ الرَّزَّاقِ وبن أبي شيبة روياه جَمِيعًا عَنِ بن عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ.
(فتح الباری شرح صحیح البخاری: 2/452)
اور احتمال ہے اس طرح خطبہ پہلے کرنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کبھی کبھی کیا ہے...... اور روایت کیا گیا ہے کہ ایسا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کیا ہے اور قاضی عیاض اور ان کی اتباع کرنے والوں نے کہا ہے یہ صحیح نہیں اس پر نظر ہے اور مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں دونوں نے اس کو یوسف بن عبداللہ بن سلام کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

امام قرطبی کی تحقیق

امام ابو العباس احمد بن الشیخ کتاب المفہم لما اشکل میں فرماتے ہیں۔
وقد رُوِيَ أَنَّ أَوَّلَ مَنْ فعل ذلك عمر بن الخطّاب، وقيل: عثمان، وقيل: عمّار، وقيل: ابن الزبير، وقيل: معاوية، رضي الله عنهم..... فإنْ صحَّ عن واحدٍ مِنْ هؤلاء أنَّه قدَّم ذلك، فلعلَّه إنما فعل: لمَا رأى من انصرافِ الناسِ عن الخُطبة، تاركين لسماعها مستعجلين، ، أو ليدرك الصلاةَ مَنْ تأخّر وبَعُدَ منزلُهُ.
اور روایت کیا گیا ہے سب سے عید کی نماز کرنا پھر خطبہ دینا عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور کہا جاتا ہے عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اور کہا جاتا ہے عمار رضی اللہ عنہ نے کیا اور کہا جاتا ہے ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کیا اور کہا جاتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا پس اگر یہ ان سب سے صحیح ہے جن کا ذکر کیا تو ہو سکتا ہے انہوں نے ایسا کیا ہو جب دیکھا کہ لوگ خطبہ پہ جا رہے ہیں اور جلدی میں خطبہ نہیں سن رہے اور نماز میں دیر کر رہے ہیں اگر کوئی بیماری عام ہو یا کوئی اور وجہ ہو مثلا قحط وغیرہ تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس پیش کردہ روایت سے استدلال باطل و مردود ہے کیونکہ عیدین کے نماز سے

قبل خطبہ کی بدعت کا اطلاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کرنا غلط ہے۔

خطبہ عیدین کو مقدم کرنے پر اعتراض

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 272 پر لکھتے ہیں۔

اس سب وشتم اور لعنت کی خاطر خطبہ عیدین کو نماز عیدین پر مقدم کرنے کی بدعت کا موجد کون تھا؟ آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاویہ ہی تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ مروان اور زیاد نے یہ بدعت نکالی تھی لیکن یہ کیونکر متصور کیا جا سکتا ہے کہ صدر کے حکم کے بغیر گورنر اتنی بڑی تبدیلی کر سکتے ہیں؟ اوپر کے آرڈر کے بغیر ایسا ممکن ہی نہیں، اسی لئے قاضی عیاض اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، اور الفاظ حافظ کے ہیں:

ولا مخالفة بين هذين الاثرين واثر مروان، لان كلا من مروان وزياد كان عاملا لمعاوية، فيحمل على انه ابتداء ذالك وتبعه عماله.

ان دونوں قولوں اور اثر مروان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ مروان اور زیاد دونوں معاویہ کے گورنر تھے لہٰذا اس بدعت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کی ابتداء معاویہ نے کی تھی اور اس کے گورنروں نے پیروی کی تھی۔

(فتح الباری ج3 ص278، اکمال المعلم ج3 ص290)

جواب:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو مروان اور ابن سیرین کے اثر پر تبصرہ کیا ہے اس پر کلام پیش کیا جائے گا۔

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے ابن المنذر کے حوالہ سے جو ابن سیرین کا قول ہے کہ صلوٰۃ العید سے قبل سب سے پہلے خطبہ زیاد بن ابوسفیان نے بصرہ میں دیا تھا اس قول کی سند موجود نہیں ہے اس لیے اس سے استدلال مناسب نہیں ہے اور اگر بالفرض سند ثابت ہو جائے تو بدعت لغوی کی آڑ میں اعتراض فضول اور باطل ہے بدعت کے مسئلہ پر بہت تفصیل سے کتب لکھی گئی ہیں خاص طور پر میلاد پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کریں۔

مروان کا خطبہ عید کو صلوٰۃ پر مقدم کرنا بدعت تھا؟

صحیح بخاری میں مروی ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ، وَيُوصِيهِمْ، وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ، فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ، فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: غَيَّرْتُمْ وَاللهِ، فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ: قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ، فَقُلْتُ: مَا أَعْلَمُ وَاللهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ، فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: 2/452)

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحی کے دن (مدینہ کے باہر) عید گاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے، تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جہاد کے لیے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت پر قائم رہے لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مروان جو مدینہ کا حاکم تھا پھر میں اس کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحی کی نماز کے لیے نکلا ہم جب عید گاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بنا ہوا ایک منبر دیکھا جاتے ہی مروان نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لیے) چڑھے اس لیے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا اور لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے اس سے کہا کہ واللہ تم نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ اے ابو سعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابو سعید نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا مروان نے کہا کہ

ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے، اس لیے میں نے نماز سے پہلے خطبہ کو کر دیا۔
احادیث کی کتب میں ایسی بھی روایات موجود ہیں جن میں اس فعل کو سب سے پہلے کرنے کی بابت دوسرے کئی حضرات کے بھی نام آتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

مصنف عبدالرزاق الجزالثالث، باب اول من خطب ثم صلی رقم الحدیث 5644 میں تصریح موجود ہے کہ عیدالفطر کی صلوٰۃ سے قبل جنھوں نے سب پہلے خطبہ دیا وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، لَمَّا رَأَى النَّاسَ يَنْقُصُونَ فَلَمَّا صَلَّى حَبَسَهُمْ فِي الْخُطْبَةِ. (مصنف عبدالرزاق: 3/ 283 رقم 5644)

مصنف ابن ابی شیبہ تحت رخص ان یتخطب قبل الصلوٰۃ میں تصریح موجود ہے۔

حَدَّثنا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَبْدَؤُونَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ يُثَنُّونَ بِالْخُطْبَةِ، حَتَّى إِذَا كَانَ عُمَرُ وَكَثُرَ النَّاسُ فِي زَمَانِهِ، فَكَانَ إِذَا ذَهَبَ لِيَخْطُبُ ذَهَبَ جُفَاةُ النَّاسِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عُمَرُ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ حَتَّى خَتَمَ بِالصَّلَاةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ: 4/ 221 رقم 5806، 5734)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل

جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری الجزالثانی تحت کتاب العیدین ص 455 میں لکھتے ہیں۔

وَقِيلَ بَلْ سَبَقَهُ إِلَى ذَلِكَ عُثْمَانُ وروى بن الْمُنْذِرِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَى الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ أَوَّلُ مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ عُثْمَانُ صَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ خَطَبَهُمْ يَعْنِي عَلَى الْعَادَةِ فَرَأَى نَاسًا لَمْ يُدْرِكُوا الصَّلَاةَ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: 2/ 452)

ابن ابی شیبہ نے بھی اس قول کی سند نقل کی ہے۔

السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلْتُ الْحَسَنَ: مَنْ أَوَّلُ مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ صَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ خَطَبَهُمْ فَرَأَى نَاسًا كَثِيرًا لَمْ يُدْرِكُوا الصَّلَاةَ، فَفَعَلُوا

ذَالِكَ.

کہ ابن منذر نے حسن بصری سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ صلوٰۃ سے قبل سب سے پہلے جس نے خطبہ دیا وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:7/ 270 رقم الحدیث 35986)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عمل

امام احمد بن حنبل روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، مَوْلَى آلِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فِي يَوْمِ الْعِيدِ يَقُولُ حِينَ صَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ قَامَ يَخْطُبُ النَّاسَ: أَيُّهَا النَّاسُ، كُلًّا كَذَا سُنَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (مسند الامام أحمد بن حنبل:26/ 33 رقم الحدیث 16108)

جبکہ مسند احمد کی روایت کے تحت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ العید سے قبل یا بعد میں دونوں مواقع پر خطبہ دینے کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانا کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد 12، رقم الحدیث 16053)

محدث ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ، حَدَّثنا أَبِي، عن عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ ابنُ الزُّبَيْرِ. (مصنف ابن ابی شیبہ:20/ 124 رقم الحدیث 36906,38500)

سوم معترض کیا فرماتے ہیں کیا مروان کے ساتھ ساتھ وہ سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا معاویہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم پر بھی اس بدعت کے اجراء کا الزام لگائیں گے۔

خیر القرون کے افراد کے فقہی اجتہادات کو بدعت کے زمرے میں پیش کرنے والے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کو کیا بدعت کہنے کی جرات کر سکتے ہیں جس کے تحت انہوں نے صلوٰۃ العید میں اذان واقامت کہلائی۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد دوم میں "واختلف فی اول من احداث الاذان فیھا" کے تحت لکھتے ہیں کہ

"وروى بن الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ"

اور صحیح بخاری کی ہی روایت سے ابن حجر کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ

قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الفِطْرِ، إِنَّمَا الخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: 2/453)

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ عید الفطر کے دن صلوٰۃ کے لئے اذان نہیں ہے اور خطبہ صلوٰۃ کے بعد ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: 2/22 رقم 959)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب فیضی صاحب کے پاس نام نہاد یک طرفہ تحریر کے علاوہ کچھ نہیں، کیونکہ صحابہ کرام کی بدعات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اہل سنت کے اکابرین نے اس پر واضح تحریریں لکھیں ہیں اس لیے موصوف کا اعتراض فضول اور مردود ہے۔

الزام نمبر 44:

مساجد کے منبروں پر سب وشتم اور لعنت کرنا کرانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب کرنے کا الزام
قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 234 پر لکھتے ہیں۔
تمہاری عقل مندی کے پیش نظر ترک کر رہا ہوں لیکن میں اس بات کو ترک نہیں کرتا:

لا نترك شتم على ذمه، والترحم على عثمان والاستغفار له.

علی کو سب شتم کرنا اور عثمان کے لئے رحمت کی دعا کرنا اور ان کے لئے مغفرت مانگنا نہ چھوڑنا۔
(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جزری ج 3 ص 69، انساب الاشراف للبلاذری ج 5 ص 252،
مراۃ الزمان لسبط ابن الجوزی ج 7 ص 223)

جواب:

اس کا تفصیلی جواب مرزا جہلمی کے پہلے الزام کے تحت ملاحظہ فرمائیں یہاں مختصراً جواب حاضر ہے
پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں، ابن جریر طبری نے اس واقعہ کے پوری سند نقل کی ہے۔

قال هشام بن مُحَمَّد، عن أبي مخنف، عن المجالد بن سعيد، والصقعب ابن زهير، وفضيل بن خديج، والحسين بن عُقْبَةَ المرادي، قَالَ: كُلٌّ قَدْ حَدَّثَنِي بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ، فَاجْتَمَعَ حديثهم فِيمَا سقت من حديث حجر ابن عدي الكندي وأَصْحَابه: أن مُعَاوِيَةَ بن أَبِي سُفْيَانَ لما ولي الْمُغِيرَةَ بن شُعْبَةَ الْكُوفَةَ فِي جمادى سنة إحدى وأربعين دعاه، فحمد اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فإن لذي الحلم قبل الْيَوْمِ مَا تقرع العصا، وَقَدْ قَالَ المتلمس: الذي الحلم قبل الْيَوْمِ مَا تقرع العصا ... وما علم الإنسان إلا ليعلما وَقَدْ يجزي عنك الحكيم بغير التعليم، وَقَدْ أردت إيصاءك بأشياء كثيرة، فأنا تاركها اعتمادا عَلَى بصرك بِمَا يرضيني ويسعد سلطاني، ويصلح بِهِ رعيتي، ولست تاركا إيصاءك بخصلة: لا تتحم عن شتم علي وذمه، والترحم عَلَى عُثْمَانَ والاستغفار لَهُ، والعيب عَلَى أَصْحَاب علي، والإقصاء لَهُمْ، وترك الاستماع مِنْهُمْ، وبإطراء شيعة عُثْمَان رضوان الله عَلَيْهِ، والإدناء لهم. (تاریخ الطبری: 5/ 253)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ سند میں، هشام بن محمد الكلبی، رافضی وکذاب راوی ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا:

وكان غاليا فى التشيع أخباره فى الأغلوطات أشهر من أن يحتاج إلى الإغراق فى وصفها. (المجروحین لابن حبان: 3/ 91)

ابن تیمیہ نے کہا:

وأكثر المنقول من المطاعن الصريحة هو من هذا الباب يرويها الكذابون المعروفون بالكذب مثل أبي مخنف لوط بن يحيى ومثل هشام بن محمد بن السائب الكلبي وأمثالهما من الكذابين. (منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ: 5/ 81)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي الحافظ واه. (المعین فی طبقات المحدثین للذہبی: ص 18)

نیز اسے رافضی قرار دیتے ہوئے کہا:

ومع فرط ذكاء ابن الكلبي لم يكن بثقة. وفيه رفض. (تاریخ الاسلام للذہبی: 5/ 211)

امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ نے کہا:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي الاخباري النسابة اتهم بالكذب.

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن العراق: 1/ 123)

دوسری علت:

اس روایت میں راوی، لوط بن یحییٰ ابو مخنف الغامدی، شیعہ وکذاب ہے۔

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے کہا:

متروك الحديث (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 7/ 182)

امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا:

أبو مخنف وأبو مريم وعمرو بن شمر ليسوا هم بشيء قلت ليحيى هم مثل عمرو بن شمر

قال هم شر من عمرو بن شمر (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری:3/ 439)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا:

شیعي محترق صاحب أخبارهم. (الکامل فی ضعفاء الرجال:7/ 241)

اسماعیل الاصبہانی، الملقب بقوام السنہ نے کہا:

فَأَما مَا رَوَاهُ أَبُو مخنف وَغَيره من الروافض فَلَا اعْتِمَاد برواياتهم.
(الحجۃ فی بیان المحجۃ لقوام السنہ:2/ 568)

امام ابن الجوزی نے کہا:

وفي حَدِيث ابْن عَبَّاس أَبُو صَالح الْكَلْبِيّ وَأَبُو مخنف وَكلهمْ كذابون.
(الموضوعات لابن الجوزی:1/ 406)

ابن تیمیہ نے کہا:

لوط بن يحيى وهشام بن محمد بن السائب وأمثالهما من المعروفين بالكذب.
(منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ:1/ 59)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تالف، لا يوثق به. (میزان الاعتدال للذہبی:3/ 419)

دوسرے مقام پر کہا:

أبو مخنف. اسمه لوط بن يحيى. هالك. (میزان الاعتدال للذہبی:4/ 571)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے کہا:

لوط والكلبي كذابان. (اللآلیء المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ:1/ 355)

امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ نے کہا:

لوط بن يحيى أبو مخنف كذاب تالف. (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:1/ 98)

تیسری علت:

مذکورہ سند میں "كُلٌّ قَدْ حَدَّثَنِي بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيثِ" مجہول ہیں اور ان مجہول راویوں نے یہ روایت کس سے سنی اس کا بھی تذکرہ نہیں اس لیے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت میں رافضی راوی ہیں اور سند، ضعیف، متروک اور منقطع ہے اگر

ایسی روایات کو پیش کر کے اپنا نام نہاد مؤقف ثابت کرنا ہے تو جناب فیضی صاحب کو ہماری طرف سے داد تحسین، موصوف دوسروں کو موضوع حدیث سے اجتناب کا درس دے کر بڑے طریقہ سے موضوع روایات کی بھر مار کرتے ہیں۔

گورنر کا سب وشتم کرنے کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 234,235 پر لکھتے ہیں۔

ایک ہی ملاقات کی مار

ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ مغیرہ بن شعبہ کو وصیت کرتے ہوئے معاویہ نے دوسری وصیتوں کو تو مغیرہ بن شعبہ کی ذہانت کی وجہ سے ترک کر دیا تھا مگر شتم علی اور مذمت علی کی وصیت کو ترک نہیں کیا تھا لہٰذا خود سوچیے کہ کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے زیاد کو یہ خصوصی وصیت نہ کی ہو گی ہر گز نہیں بلکہ وہ ہر گورنر کو یہ ناپاک وصیت کرنا لازم سمجھتے تھے یہی وجہ ہے ان کا ہر گورنر سب وشتم میں پورا پورا حصہ لیتا تھا اور جو اس عمل سے گریز کرتا تھا تو اسے معزول کر دیا جاتا تھا چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عمیر بن اسحاق نے کہا:

كَانَ مَرْوَان أَمِيرا علينا سِتّ سِنِين فَكَانَ يسب عليا كل جُمُعَة ثمَّ عزل ثمَّ اسْتعْمل سعيد بن الْعَاصِ سنتَيْن فَكَانَ لَا يسبه ثمَّ أُعِيد مَرْوَان فَكَانَ يسبه.

مروان چھ سال ہم پر گورنر مقرر رہا اور وہ ہر جمعہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتا تھا پھر اسے معزول کر دیا گیا پھر سعید بن العاص کو عامل بنایا تو وہ سب وشتم نہیں کرتے تھے پھر دوبارہ مروان کو مقرر کیا گیا تو وہ سب وشتم کرتا تھا۔ (کتاب العلل للامام احمد ج 3 ص 167، تاریخ دمشق ج 21 ص 129، تاریخ الاسلام للذہبی ج 5 ص 231، 232، البدایہ والنہایہ ج 11 ص 318.)

یہ بات اس کتاب میں موجود ہے جو امیر شام کی شان اور دفاع میں انتہائی اہم سمجھی جاتی ہے اور اس میں اس سند کے راویوں کو ثقہ بھی کہا گیا ہے (تطہیر الجنان لابن حجر مکی ص 210)

جواب:

اس قسم کے اعتراضات، شرح اسنی المطالب: ص 171 تا 177 پر بھی فیضی نے کیے ہیں۔

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدثنِي أَبِي قَالَ حدثنا إِسْمَاعِيل قَالَ حدثنَا بن عون عَن عُمَير بن إِسْحَاق قَالَ كَانَ مَرْوَان أَمِيرا علينا سِتّ سِنِين فَكَانَ يسب عليا كل جُمُعَة ثمَّ عزل ثمَّ اسْتعْمل سعيد بن الْعَاصِ سنتَيْن فَكَانَ لَا يسبه ثمَّ أُعِيد مَرْوَان فَكَانَ يسبه.

(العلل ومعرفۃ الرجال:3/176)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابلِ احتجاج نہیں ہے کیونکہ سند میں راوی عمیر بن اسحاق کی واضح توثیق موجود نہیں ہے اس کی روایت لکھی تو جا سکتی ہے مگر استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عمير بن إسحاق أبو محمد مولى بني هاشم مقبول. (تقریب التہذیب:1/431)

حافظ ابن جوزی نے، عمیر ابن اسحاق، کو الضعفاء میں لکھا ہے۔ (الضعفاء والمتروکون:2/234)

نوٹ: یہ یاد رہے کہ متساہل محدثین کی توثیق معتبر نہیں ہوتی اور اگر بالفرض اس روایت کو مان بھی لیا جائے تو اس کے برعکس روایات موجود ہیں۔

مروان کے پیچھے نمازیں پڑھنا

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے مروان کے پیچھے نمازیں ادا کیں:

حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ.

"حضرات کریمین حسن اور حسین رضی اللہ عنہ مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔"

(المصنف لابن ابی شیبۃ، الصلوۃ، باب فی الصلوۃ خلف الامراء، حدیث نمبر 7642)

کوئی شخص یہ کہے کہ فاسق اور فاجر کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، اور صحابہ کرام نے فاسق و فاجر کے پیچھے نمازیں باامر مجبوری پڑھی ہیں مگر یہ نکتہ اہم ہے کہ فاسق و فاجر کے پیچھے نمازیں تو مجبوری کی حالت میں پڑھیں جا سکتی ہیں مگر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک ایسے شخص کے پیچھے کیسے نمازیں ادا کر سکتے ہیں؟ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ان مطلب و معنی میں، سب، کرے جو مخالفین بیان کرتے ہیں۔

راوی عمیر بن اسحاق کی توثیق کے دلائل کا علمی جائزہ

عمیر بن اسحاق کی روایت کے متعلق چند اہم نکات یہ ہیں:
(1) اس روایت کا بنیادی راوی عمیر بن اسحاق مجہول ہے
(2) امام ابن معین سے اس کی توثیق ان کے ایک شاگرد جو قدیم نہیں وہ بیان کرتے ہیں باقی نہیں۔
(3) جب کہ امام ابن معین کے قدیم اور امام ابن معین کی زیادہ صحبت پانے والے امام الدوری نے امام ابن معین سے اس راوی پر جرح ہی بیان کی ہے۔

اور یہ بات متفقہ ہے کہ امام ابن معین کے اقوال میں اختلاف آجائے تو فوقیت امام الدوری سے مروی اقوال کو دی جاتی ہے یہ مسئلہ متفقہ ہے۔

کتاب کے پہلے ایڈیشن میں مختصراً بیان کیا تو چند اعتراضات سامنے آئے ان کا جواب پیش خدمت ہے
لکھتے ہیں کہ بکھروی صاحب نے یہ کیسے کہہ دیا کہ عمیر بن اسحاق کی واضح توثیق نہیں جب کہ:
(1) امام ابن معین نے روایت الدارمی میں ثقہ لکھا ہے۔
(2) ابن ابی حاتم نے بھی اپنی سند کے ساتھ ابن معین کی توثیق نقل کی ہے۔
(3) ابن حبان نے عمیر بن اسحاق کو کتاب الثقات میں نقل کیا۔
(4) امام نسائی نے ان کو، لیس بہ باس، کہا۔
(5) امام ذہبی نے اپنی کتاب، ذکر أسماء من تکلم فیه وهو موثق، اس کا ذکر کیا۔
(6) ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کو ثقہ لکھا۔
(7) خزرجی نے، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، میں ابن معین کے حوالے سے اس کو ثقہ ہونے کا نتیجہ نکالا۔
(8) ابن حجر ہیثمی نے تطہیر الجنان میں یہی واقعہ لکھ کر اس سے پہلے لکھا وبسند رجاله الثقات۔
اس کے بعد لکھتے ہیں یہ سب کچھ عمیر بن اسحاق کی واضح توثیق نہیں تو اور کیا ہے۔

جواب:

ان ساری واضح توثیقات بقول معترض کے، سب کا جواب ملاحظہ فرمائیں اور پھر قارئین فیصلہ فرمائیں کہ مخالفین کے دلائل کتنے کمزور ہیں ان کمزور دلائل کی بنیاد پر کسی الزام کو ثابت نہیں کیا جاسکتا جب واضح اور پختہ دلائل کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان دکھائی جائے تو یہ معترض حضرات اس سے

آنکھیں بند کر لیتے ہیں اللہ ایسے تعصب سے محفوظ فرمائے۔

امام ابن معین رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی توثیق کا جواب

امام ابن معین رحمہ اللہ سے یہ قول امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے اس کے بارے میں لاعلمی بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"عمير بن اسحاق أبو محمد مولى بني هاشم سمع ابا هريرة وعمرو ابن العاص والحسن بن علي روى عنه ابن عون ولا نعلم روى عنه غير ابن عون سمعت ابي يقول ذلك. نا عبد الرحمن انا يعقوب بن اسحاق فيما كتب إلى قال انا عثمان بن سعيد قال قلت ليحيى بن معين عمير بن اسحاق كيف حديثه؟ فقال ثقة."

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 6/ 375 رقم 2074)

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: کہ ان سے سوائے ابن عون کے اور کوئی روایت نہیں کرتا اور بس اتنا سنا اپنے والد سے، عثمان بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے پوچھا کہ عمیر بن اسحاق حدیث میں کیسا ہے، فرمایا ثقہ ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے صرف اتنا بیان کیا کہ عمیر بن اسحاق سے صرف ابن عون ہی بیان کرتا ہے، اب آتے ہیں امام ابن معین کے قول کی طرف:۔

امام ابن معین سے عمیر کی توثیق بیان کرنے والے امام ابن معین کے غیر مستقل شاگرد امام عثمان بن سعید الدارمی ہیں اور امام ابن معین سے اس پر جرح بیان کرنے والے شاگرد قدیم اور زیادہ صحبت پانے والے مستقل شاگرد امام الدوری ہیں اور اس بات پر محدثین کا اتفاق ہے کہ امام ابن معین کے اقوال میں اختلاف کی صورت میں امام الدوری کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو انہوں نے روایت کیا ہوگا اس کو فوقیت ہوگی۔

امام الدوری اپنی کتاب تاریخ ابن معین میں کیا لکھتے ہیں:

سَمِعت يحيى يَقُول كَانَ عُمَيْر بن إِسْحَاق لَا يُسَاوِي شَيْئا وَلَكِن يكْتب حَدِيثه قَالَ أَبُو الْفضل يَعْنِي يحيى بقوله إِنَّه لَيْسَ بِشَيْء يَقُول إِنَّه لَا يعرف وَلَكِن بن عون روى عَنهُ فَقلت ليحيى وَلَا يكْتب حَدِيثه قَالَ بلَى.

کہ میں نے امام ابن معین سے سنا کہ عمیر بن اسحاق کسی قابل نہیں ہے اسکی روایت لکھی جائے اور ابو فضل کہ

جب وہ کسی کے بارے کہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے اسکا مطلب ہوتا ہے وہ انکو نہیں جانتے پہچانتے، لیکن ان سے تو ابن عون روایت کرتے ہیں تو میں نے پوچھا ابن معین سے کہ کیا میں اسکی حدیث نہ لکھوں؟ تو فرمایا، ہاں۔ (تاریخ ابن معین روایہ الداوی: 4/ 250 رقم 4209)

اب اس آخری عبارت سے یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ امام ابن معین لکھنے کا کہہ رہے ہیں ہاں سے یا نہ لکھنے کا لیکن کیونکہ پچھلی عبارت موجود ہے تو یہاں امام ابن معین یکتب حدیثہ کے بارے میں ہاں کا جواب ہی دے رہے ہیں کہ اسکی روایت لکھی جائے۔

اور جب کسی راوی کے بارے میں یکتب حدیثہ آجائے تو اسکی روایت متابعت وشواہد میں قبول ہوتی ہے یہ تو بالکل سیدھی سی بات ہے اور ثقہ کے الفاظ کیونکہ ابن معین کے غیر مستقل شاگرد نے بیان کیے ہیں اور معلوم نہیں کہ امام ابن معین کیسے ایک ایسے راوی کو ثقہ قرار دے سکتے ہیں؟ جب کہ ان کے ہم عصر امام احمد بن حنبل اسکو نہ جانتے ہوں، خود ان کا مستقل شاگرد بھی یہی بیان کرے، اور امام مالک جو ان سے بہت پہلے کے ہیں اور اہل مدینہ میں سے تھے وہ بھی اس کے بارے نہ جانتے تھے تو امام ابن معین تو قلیل الروایت والے کو ثقہ کہتے ہی نہیں بلکہ لیس بشیء کہہ دیتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ۲، ۳ روایت والے کو ثقہ جیسی صریح توثیق کر دیں یہ امام ابن معین کے منہج کے خلاف عبارت معلوم ہو رہی ہے کیونکہ امام الدوری نے امام ابن معین سے اپنی کتاب میں ایک اور بات بھی ابن عون کی عمیر بن اسحاق کے حوالے سے کہی ہے جو کہ یہ ہے:

سَمِعت يحيى يَقُول قد حدث بن عون عَن قَوْلهم لم يحدث عَنْهُم غَيره عُمَيْر بن إِسْحَاق ومسكين الْكُوفِي وَأبي مُحَمَّد عبد الرَّحْمَن بن عبيد.

ترجمہ: میں نے یحیی سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عون نے ان کے اقوال سے وہ بیان نقل کیا ہے جو کہ دیگر نقل نہیں کرتے۔ (تاریخ ابن معین روایت الدوری: 4/ 100 رقم 3353)

مطلب ابن عون ان تین حضرات سے تنہا روایت کرتے ہیں ان سے سب روایت کرنے میں منفرد ہیں جبکہ بقول ابن سعد اہل مدینہ نے عمیر سے کچھ بھی بیان کرنے سے توقف کیا ہے، لکھتے ہیں:

عُمَيْرُ بْنُ إِسْحَاقَ، كَانَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، فَتَحَوَّلَ إِلَى الْبَصْرَةِ فَنَزَلَهَا. فَرَوَى عَنْهُ الْبَصْرِيُّونَ. ابْنُ عَوْنٍ وَغَيْرُهُ، وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ شَيْئًا. وَقَدْ رَوَى عُمَيْرُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِ. (الطبقات الكبرى لابن سعد: 7/ 220)

امام عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق أبو محمد. حَدَّثنا زكريا بن يحيى، قال: حَدَّثَنا أبو موسى محمد بن المثنى، قال: حَدَّثَني محمد بن عَبد الله الأنصاري، قال: حَدَّثَني رجل، قال: قلتُ لمالك بن أنس من عمير بن إسحاق قال لا أدري إلا أنه روى عنه رجل لا نستطيع أن نقول فيه شيئا ابن عون.
(الضعفاء للعقیلی: 3/ 317 رقم 1333)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ ان کو الضعفاء میں لکھتے ہیں:

(الضعفاء والمتروکین لابن جوزی: 2/ 234 رقم 2605)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سألته عن عمير بن إسحاق فقال حدث عنه بن عون فقلت له حدث عنه غير بن عون فقال لا ثم قال سألوا مالكا عنه فقال لا أعرفه قال أبي وهو مديني.
(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: 3/ 109 رقم 4441)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن إبراهيم الموصلي قال سئل مالك بن أنس بن عمير بن إسحاق فقال لا أعرفه
(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: 3/ 110 رقم 4442)

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عن ابن معين: "كان عمير بن إسحاق لا يساوي شيئا، ولكن يكتب حديثه".

وفسرها الدوري بقوله: "وقال أبو الفضل -هو الدوري نفسه-: يعني يحيى بقوله: أنه ليس بشئ، يقول: إنه لا يعرف، ولكن ابن عون روى عنه.

فقلت ليحيى: ولا يكتب حديثه؟ قال: بلى "أي: يكتب حديثه.
(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: 1/ 67 رقم 4209)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق عن المقداد وأبي هريرة وعنه بن عون لينه بن معين وقواه غيره
(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: 2/ 96 رقم 4282)

امام ذہبی رحمہ اللہ ہی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق س شيخ ابن عون خرج له مسلم وفيه جهالة قال ابن معين لا يساوى شيئا (ذکر أسماء من تکلم فیہ وہو موثق: ص148 رقم270)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق أبو محمد مولى بني هاشم عن المقداد وعنه بن عون فقط.

(لسان المیزان: 7/ 328 رقم4302)

امام ابن عدی رحمہ اللہ:

وہ بھی ان کو الضعفاء میں درج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اسکی روایت (متابعت وشواہد) میں لکھنی چاہیے وہ بھی سیر میں۔

وعمير بن إسحاق لا أعلم يروى عنه غير بن عون، وهو ممن يكتب حديثه وله من الحديث شيء يسير. (الکامل فی الضعفاء لابن عدی: 6/ 134 رقم1247)

امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق لا نعلم أحدا روى عنه غير بن عون.

(تسمية من لم يرو عنه غير رجل واحد للنسائی: ص119)

امام یوسف بن الزکی عبد الرحمن ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوَى عَنه: عَبد الله بن عون قال أبو حاتم، والنَّسائي: لا نعلم روى عنه غيره.

(تہذیب الکمال مع حواشی: 22/ 369 رقم4512)

تقی الدین احمد بن علی المقریزی لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق بن نصر أبو محمد قال ابن معين: لا يساوي شيئا، ولكنه يكتب حديثه. قال عباس: يعني يحيى بقوله: 'لا يساوي شيئا' أنه لا يعرف، ولكن ابن عون روى عنه، قلت ليحيى: [فلا] يكتب حديثه؟ قال: بلى. وقال ابن عدي: وهو ممن يكتب حديثه، وله من الحديث شيء يسير.

(مختصر الکامل فی الضعفاء: ص525 رقم1247)

امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ سند صحیحین کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے موافقت کی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ شیخین نے اس سے کوئی روایت لی نہیں ہے اجتہاد میں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی موافقت کر دی اس سے معلوم ہوا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کو یہاں تسامح ہوئے ہیں جیسا کہ ان کے مستدرک میں تسامہات پر کتاب لکھی جا چکی ہے اور انہوں نے مستدرک کی تلخیص میں اپنے رجال کی کتب میں حکم کے خلاف باتیں لکھ دیں تو اس کے لیے دیکھنا پڑے گا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک عمیر بن اسحاق کا کیا مقام ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ یہاں واقعی تسامح ہے یا نہیں۔
امام ذہبی رحمہ اللہ نے المغنی فی الضعفاء میں عمیر بن اسحاق کی توثیق کو وثق کے الفاظ سے غیر معتبر قرار دیا ہے جو کہ ہماری بات کی تائید ہے اور امام ابن معین رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ یہ کسی قابل نہیں ہے۔
عُمَيْر بن إِسْحَاق شيخ ابْن عون وثق وَقَالَ ابْن معِين لَا يسوا ي حَدِيثه شَيْئاً.
(المغنی فی الضعفاء امام ذہبی: 2/ 492 رقم 4735)
اور اسی طرح میزان الاعتدال میں بھی امام ذہبی نے عمیر بن اسحاق کی امام نسائی اور ابن حبان سے توثیق نقل کرتے ہوئے بھی اس کی توثیق کو غیر معتبر قرار دیا ہے جس بات پر مخالف خوش ہو رہے تھے امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس توثیق کو غیر معتبر قرار دے دیا ہے، وہ میزان میں لکھتے ہیں:
عمير بن إسحاق [س]. وثق. ما حدث عنه سوى ابن عون. وقال يحيى بن معين: لا يساوى حديثه شيئا. لكن يكتب حديثه. هذه رواية عباس عنه. وأما عثمان فروى عن يحيى أنه ثقة. وقال النسائي وغيره: ليس به بأس. روى عن المقداد بن الأسود، وعمرو بن العاص، وجماعة. (میزان الاعتدال: 3/ 296 رقم 6485)
عمیر بن اسحاق کو ابن حبان (متساہل) نے ثقات میں درج کیا اور روایت بھی لی اور امام حاکم (متساہل) نے ضمنی توثیق کی اور امام مزی نے امام نسائی سے (غیر معتبر) توثیق منسوب کی ہے۔
اور ہم نے ثابت کیا دلائل سے کہ امام ابن حبان متساہلین میں سے ہیں اور امام حاکم متفقہ تو ان کی ضمنی توثیق کا کوئی فائدہ نہیں اور امام نسائی نے خود اپنی تین تصانیف میں عمیر بن اسحاق کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے سوائے ابن عون کے اور کوئی روایت نہیں کرتا اور باقی امام ابن معین سے مروی توثیق امام ابن معین کے مقدم شاگرد اور مستقل امام الدوری سے مروی قول کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے کیونکہ مقدم امام الدوری کا قول ہو گا محدثین کے تحت اور عمیر بن اسحاق کو مجہول کہنے والے جمہور محدثین ہیں۔

اتنے جمہور محدثین متقدمین ایسے راوی سے انجان تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ جو کسی راوی کی توثیق آسانی سے نہیں دیتے وہ ایک دو روایت کرنے والے کو ثقہ کہہ دیں اور جمہور محدثین متقدمین سے متاخرین تک اس سے لاعلم ہی رہے اور سوائے ابن عون سے اس کو کوئی بیان نہیں کرتا اور امام ابن معین رحمہ اللہ کی تصریح ہے کہا ابن عون، عمیر سے وہ روایت بیان کرتا ہے جو ان کے علاوہ باقی سب توقف کرتے ہیں اور امام ابن سعد رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے عرض ہے بعد والے جمہور محدثین نے امام مزی رحمہ اللہ کے اس دعوے پر کوئی اعتبار نہیں کیا ہے سوائے چند مقامات پر وہ بھی قرائن کے سہارے ورنہ بعد والے امام ذہبی رحمہ اللہ اور امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس کلیے کو تسلیم نہیں کیا ہے جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے کیونکہ راوی کے مجہول یا ثقہ ہونے کا فیصلہ جب متاخرین محدثین ناقدین کے اقوال دیکھتے ہیں تو جمہور کی رائے دیکھتے ہیں اسکے مطابق اور تہذیب الکمال کے راویان کے بارے میں ایسے بے سند اقوال آجائیں تو تائید میں ہوں تو ان کو قبول کر لیتے ہیں لیکن جب ایسا مجہول راوی جس کے بارے میں جمہور محدثین اس کے بارے میں جہالت کا فیصلہ دیں کہ یہ مجہول ہے اور تہذیب الکمال میں امام مزی رحمہ اللہ بے شک کسی متشدد امام جیسا کہ امام نسائی یا امام دارقطنی سے کسی راوی کی توثیق لکھ دیں بے سند تو قول کو امام ابن حجر عسقلانی اور امام ذہبی اور دیگر ائمہ ناقدین بھی رد کر دیتے ہیں جس کی ایک مثال یہاں بیان کرتے ہیں:

امام مزی تہذیب الکمال میں ایک راوی نافع بن محمود کے بارے لکھتے ہیں:

نافع بن مَحْمُود بن الربيع، ويُقال: ابن ربيعة الأَنْصارِيّ من أهل إيلياء.
رَوَى عَن: عبادة بْن الصامت (ر د س).
رَوَى عَنه: حرام بن حكيم الدمشقي (ر س)، ومكحول الشامي (ر د).
ذكره ابنُ حِبَّان فِي كتاب "الثقات".
روى له الْبُخَارِيّ فِي "القراءة خلف الإمام"، وفي أفعال العباد"، وأَبُو دَاوُدَ، والنَّسَائي.
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمَّارٍ، فَوَافَقْنَاهُ فِيهِ بِعُلُوٍّ، وذَكَرَ فِيهِ قِصَّةً.
ورَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمَّارٍ، ولَمْ يَذْكُرْ مَكْحُولًا فِي إِسْنَادِهِ.
ورواه أبو داود من وجه آخَرَ عَنْ مَكْحُولٍ وحْدَهُ، وذَكَرَ الْقِصَّةَ.

(تہذیب الکمال برقم: 6369)

اور امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں اس کی تفصیل میں مزید اور توثیق بھی شامل کی

ہے جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس راوی کے بارے میں کہ:

ذكره بن حبان في الثقات وقال الدارقطني لما أخرج الحديث هذا حديث حسن ورجاله ثقات وقال ابن عبد البر نافع مجهول. (تہذیب التہذیب برقم:738)

اب امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے سامنے نافع بن محمود کی توثیق ابن حبان اور امام دارقطنی سے بھی ثابت تھی جس میں امام دارقطنی نے نافع کی منفرد روایت کو حسن اور اس کے سارے رجال کو ثقات قرار دیا جس میں یہ راوی موجود تھا تو جتنی توثیق ثابت ہو رہی ہے امام ابن حبان اور امام دارقطنی سے، نیز الکاشف میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسی وجہ سے اس کو ثقہ قرار دیا اتنی توثیق دیکھنے کے بعد امام ابن حجر عسقلانی نے تب بھی نافع بن محمود کو حسن الحدیث درجے کا بھی راوی نہیں تسلیم کیا ہے جیسا کہا امام ابن حجر عسقلانی تقریب میں اسی راوی کے بارے فیصلہ دیتے ہیں:

نافع ابن محمود ابن الربيع ويقال اسم جده ربيعة الأنصاري المدني نزيل بيت المقدس مستور من الثالثة ردس. (تقریب التہذیب برقم7082)

جبکہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام ذہبی رحمہ اللہ، امام دارقطنی رحمہ اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ ان سب کی توثیق کو غیر معتبر قرار دیا ہے کیونکہ اس راوی کے مجہول ہونے کی طرف زیادہ محدثین سے اور ابن حبان رجال میں متساہل تھے اور امام دارقطنی حدیث کی صحیح میں بعض اوقات متساہل ہیں تو امام ابن حجر نے یقین نہ کیا اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ ہانی بن ہانی۔

امام مزی رحمہ اللہ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں:

هانئ بن هانئ الهمداني الكوفي . رَوَى عَن: علي بن أَبي طالب (بخ دت ص ق) .رَوَى عَنه: أَبُو إسحاق السبيعي (بخ دت ص ق) ولم يرو عنه غيره.قال النَّسَائي: ليس به بأس. وذكره ابنُ حِبَّان في كتاب "الثقات" .روى له الْبُخَارِيّ في "الأدب" والنَّسَائي في "خصائص علي".وفي مسنده.والباقون سوى مسلم. (تہذیب الکمال: رقم6548)

امام مزی رحمہ اللہ نے اس کی توثیق ابن حبان رحمہ اللہ سے پیش، اور امام نسائی رحمہ اللہ سے لیس بہ باس کی توثیق پیش کی نیز امام بخاری کا اس کو الادب اور امام نسائی کا اس کو خصائص علی میں ان سے روایت لینے کے بارے ذکر کیا ہے لیکن اس میں بھی امام نسائی کی توثیق شامل ہے۔

لیکن دیکھیے امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس راوی کے بارے تقریب میں کیا فیصلہ دیا ہے۔

هانئ ابن هانئ الهمداني بالسكون الكوفي مستور من الثالثة [الثانية] بخ.

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابن حبان رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ سے اسکی روایت نقل کرنے کو بھی کوئی دلیل نہیں بنایا بلکہ اس کو مستور قرار دیا ہے۔

(تقریب التہذیب:2/570 رقم7264)

نوٹ: امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے جمہور محدثین سے حانی بن حانی کی توثیق ثابت ہونے پر اس مسئلے سے رجوع کرلیا تھا لیکن امام مزی رحمہ اللہ سے مروی اس کی توثیق پر اعتماد نہ کیا تھا بلکہ جمہور محدثین کی اپنی کتب سے جب تک حانی کی توثیق ثابت نہ ہوئی، تو معلوم ہوا کہ یہاں مسئلہ یہ نہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی توثیق نقل کر دی امام مزی نے تو بس یہ اٹل کلیہ بن گیا کہ یہ توثیق اب امام نسائی رحمہ اللہ سے ثابت بھی ہوگئی اور وہ متشدد تھے تو بس اب مجہول نہیں ہوسکتا راوی جبکہ امام مزی رحمہ اللہ کے نزدیک سند محفوظ ہے لیکن اور محدثین نے نہیں دیکھی تو امام مزی کی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا الا اس کی تائید میں امام مزی رحمہ اللہ سے مروی اقوال پیش کیے جائیں۔

کیونکہ محدثین کی محدث کی ایسی سند کو بھی ضعیف قرار دے دیتے ہیں جس میں محدث یہ کہے حدثنا ثقہ رجل، یا حدثنا الشیخ الثقہ وغیرہ.... کیونکہ راوی مجہول ہے لیکن کیا معلوم جو اسکے نزدیک ثقہ ہو لیکن اس پر کسی اور امام کی جرح مفسر ہو تو ایسی صورت میں راوی مجہول ہی رہے گا اور مجہول صیغے سے توثیق بھی مجہول رجل کی قبول نہ ہوگی اور یہی حال امام مزی کے قول کا ہے کہ انکی نظر میں محفوظ ہے لیکن ہم کو نہیں معلوم اور سب سے اہم نقطہ امام مزی نے جو عمیر بن اسحاق کی توثیق نقل کی ہے بغیر سند سے یہ امام نسائی کی کتب میں اس راوی کے بارے جو امام نسائی کی تصریح ہے اس کے بھی خلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مزی کو یہ توثیق منسوب کرنے میں تسامح ہوا یا ان کی سند میں ضرور خرابی ہوگی۔

اب ہم ثبوت پیش کرتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس راوی کے بارے میں اپنی لاعلمی کا مکمل اظہار کیا ہے اپنی ایک نہیں تین کتب میں۔

(1) امام نسائی السنن الکبریٰ میں اسکی روایت نقل کرکے فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ بِشْرٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ مَبْعَثًا فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: « كَيْفَ وَجَدْتَ نَفْسَكَ؟ » قَالَ: « مَا زِلْتُ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّ مَنْ مَعِي خَوَلٌ لِي، وَايْمُ اللهِ مَا أَعْمَلُ عَلَى رَجُلَيْنِ

مَا دُمْتُ حَيًّا« قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: عُمَيْرُ بْنُ إِسْحَاقَ هٰذَا لَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا رَوَى عَنْهُ غَيْرَ ابْنِ عَوْنٍ، وَنُبَيْحٌ الْعَنَزِيُّ لَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا رَوَى عَنْهُ غَيْرَ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ.

(السنن الکبریٰ للنسائی: 8 /80 رقم 8695)

امام نسائی عمیر بن اسحاق کی روایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ عمیر بن اسحاق سے سوائے ابن عون کے اور کوئی روایت کرتا ہو اسی طرح امام نسائی نے اپنی دوسری تصنیف مجموعہ رسائل فی علوم الحدیث میں عمیر بن اسحاق کے بارے وہی اپنی لاعلمی کا بیان کرتے ہوئے اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں

عُمَيْرُ بن إِسْحَاقَ لَا نعلم أحدا روى عَنهُ غير عون (مجموعہ رسائل فی علوم الحدیث: رقم 8)

کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ عمیر بن اسحاق سے سوائے ابن عون کے کوئی روایت کرتا ہو۔

اور پھر امام نسائی نے اپنی تیسری تصنیف جس میں انہوں نے اس راوی کو ان راویان میں شمار کیا جن سے سوائے ایک کے اور کوئی روایت ہی نہیں کرتا اور وہاں بھی امام نسائی نے اس کے بارے میں وہی لاعلمی کا اعلان کیا ہے۔

عمير بن إسحاق لا نعلم أحدا روى عنه غير بن عون.

(تسمیہ من لم یرو عنہ غیر رجل واحد: ص 119)

تو معلوم ہوا امام نسائی رحمہ اللہ جو متشدد امام ہیں اور علل میں امام مسلم کے درجے کے برابر کے امام ہیں جب وہ اس راوی کے بارے میں لاعلمی کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ان کو سوائے اس سے ابن عون کے علاوہ کوئی اور روایت کرنے کا علم ہی نہیں اس لیے وہ کیسے ایسے راوی کو لاباس بہ کہہ سکتے ہیں جبکہ انہوں نے اس سے مروی روایت کو نہ ہی اپنی السنن المجتبیٰ میں داخل کی جن میں انہوں نے صحیح روایات کا التزام کیا تھا تو معلوم ہوا امام نسائی سے نہ ہی اس کی توثیق معتبر طریقے سے ثابت ہے اور بلکہ امام نسائی کی کتب سے اس راوی پر امام نسائی کی لاعلمی ہی ثابت ہے۔

اب آتے ہیں کہ امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں درج کیا ہے اور اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہے تو عرض ہے امام ابن حبان نے اس راوی کو اپنی صحیح میں لیا ہے تو یہ ضمنی توثیق سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ یہ راوی متابعت و شواہد میں قبول ہے نہ کہ منفرد روایت میں جیسا کہ مسند احمد کے محقق شعیب الارنووط نے ان کے بارے فیصلہ دیا ہے۔

محقق شعیب نے صحیح ابن حبان کی تحقیق میں عمیر بن اسحاق سے مروی منفرد روایت کو اسی وجہ سے حسن الحدیث

مانا ہے کہ امام ابن حبان نے ثقات میں درج کیا ہے اور امام نسائی نے لاباس بہ کہا ہے وغیرہ لیکن جب انہوں نے اپنی مدلل تحقیق کی اور جب جمہور متقدمین و متاخرین سے اس راوی کے بارے میں اقوال درج کیے تو اس طرف اپنا فیصلہ دیا ہے کہ روایت منفرد ہو تو اس کی روایت بالکل قبول نہ ہوگی۔
چنانچہ وہ مسند احمد کی روایت نمبر: 7455 کے حاشیے میں اسکی منفرد روایت کے بارے لکھتے ہیں:

إسناده ضعيف، تفرد به عمير بن إسحاق.

اور اسکے بارے میں تمام اقوال نقل کر کے کہتے ہیں:

والقول الفصل فيه أن حديثه يقبل في المتابعات والشواهد، وما انفرد به فضعيف، ولذا قال الحافظ في "التقريب": مقبول، أي: عند المتابعة، وإلا فلين الحديث.

ترجمہ: ان قسم کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ اس کی (عمیر بن اسحاق) کی روایت قبول کی جائے گی متابعت اور شواہد میں اور جس میں اس کا تفرد ہو گا وہ ضعیف ہوگی یہی وجہ ہے کہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں اس کو مقبول قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک یہ متابعت میں قبول ہوتا ہے ورنہ لین الحدیث ہوتا ہے۔
(مسند احمد بتحقیق الارناووط: 2/ 255 تحت رقم 7455 مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ القاہرہ)

اسی طرح اسی مسند میں رقم 9506 اور رقم 10331 کی روایات میں عمیر بن اسحاق تھا تو ان روایات کو شعیب الارناووط نے ضعیف قرار دیا۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ قرار دیا کا جواب

عرض ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے ابن حبان اور امام مزی کی کتاب پر یقین کرتے ہوئے ثقہ قرار دیا ہے لیکن انہوں نے امام ابن معین رحمہ اللہ سے عمیر بن اسحاق کی تضعیف کو بھی راجح مانتے ہوئے قبول کیا ہے۔
جیسا کہ وہ ایک روایت پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح خلا عمير بن إسحاق وثقه ابن حبان وغيره وضعفه ابن معين وغيره.
(مجمع الزوائد: 5/ 241 رقم 9025)

یعنی اس کو روایت کیا ہے امام طبرانی نے اور اس کے رجال صحیح کے ہیں سوائے عمیر بن اسحاق کے جس کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابن معین ضعیف قرار دیا ہے۔
اب ہم پیش کرتے ہیں وہ دلائل متقدمین و متاخرین سے کہ جمہور اس راوی سے بالکل ناواقف تھے۔
امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ:

، ومثل عمير بن إسحاق لم يرو عنه سوى عبد الله بن عون ، وغير من ذكرنا خلق كثير تتسع أسماؤهم ، وأقل ما ترتفع به الجهالة أن يروي عن الرجل اثنان فصاعدا من المشهورين بالعلم كذلك. (الکفایۃ فی علم الروایۃ: ص88 باب ذکر المجہول)

عمیر بن اسحاق کی مثال عبداللہ بن عون کے علاوہ ان سے کوئی روایت نہیں کرتا اور ان کے علاوہ جن خلق کثیر کا ذکر ہم نے جو کیا ہے ان میں سے بہت کم ہی ایسے ہیں جن سے جہالت مرتفع ہوتی ہے جس سے ایک سے زیادہ دو راوی روایت کرے جو علم کے ساتھ مشہور ہو۔

امام عقیلی رحمہ اللہ:

ابوجعفر محمد بن عمر بن موسیٰ العقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمير بن إسحاق أبو محمد حدثنا زكريا بن يحيى قال: حدثنا أبو موسى محمد بن المثنى قال: حدثني محمد بن عبد الله الأنصاري قال: حدثني رجل، قال: قلت لمالك بن أنس: من عمير بن إسحاق؛ قال: لا أدري، إلا أنه روى عنه، رجل لا نستطيع أن نقول، فيه شيئا، ابن عون. حدثنا محمد بن عيسى قال: حدثنا عباس قال: سمعت يحيى قال: عمير بن إسحاق لا يساوي شيئا، ولكنه يكتب حديثه.

(الضعفاء الکبیر للعقیلی: 3/ 317 رقم 1333)

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عمیر بن اسحاق کے بارے تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا سوائے اس کے کہ ان سے روایت کیا گیا ہے سوائے ابن عون کے، پھر امام ابن معین کے قدیم اور زیادہ صحبت والے شاگرد عباس الدوری فرماتے ہیں کہ عمیر بن اسحاق کسی قابل نہیں ہے لیکن اسکی روایت لکھی جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

سألته عن عمير بن إسحاق فقال حدث عنه بن عون فقلت له حدث عنه غير بن عون فقال لا ثم قال سألوا مالكا عنه فقال لا أعرفه قال أبي وهو مديني.

عبداللہ بن احمد اپنے والد امام احمد سے پوچھتے ہیں عمیر ابن اسحاق کے بارے تو وہ کہتے ہیں ان سے ابن عون نے روایت کیا ہے تو میں نے کہا کہ ان سے کوئی ابن عون کے علاوہ بھی روایت کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں پھر کہا کہ امام مالک سے بھی اس کے متعلق سوال ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا

ہوں اور پھر امام احمد نے فرمایا کہ وہ پوچھنے والے مدنی تھے۔

(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: 3/ 109 رقم 4441)

(نوٹ: یہ بات بہت اہم ہے کہ عمیر بن اسحاق اہل مدینہ کا ہے اور امام مالک بن انس جیسا اپنے وقت کا محدث اعظم ان سے ناواقف تھے)

امام ابن سعد رحمہ اللہ:

خود امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں اس راوی کا ترجمہ بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

عُمَيْرُ بْنُ إِسْحَاقَ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، فَتَحَوَّلَ إِلَى الْبَصْرَةِ فَنَزَلَهَا، فَرَوَى عَنْهُ الْبَصْرِيُّونَ، ابْنُ عَوْنٍ وَغَيْرُهُ، وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ شَيْئًا، وَقَدْ رَوَى عُمَيْرُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِ.

کہ عمیر بن اسحاق اہل مدینہ والوں میں سے تھے اور بصرہ بھی جاتے اور ان سے روایت کیا ہے بصریوں میں سے ابن عون وغیرہ نے اور ان سے اہل مدینہ میں سے کسی نے کچھ بھی روایت نہیں جبکہ عمیر بن اسحاق حضرت ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 7/ 220)

(نوٹ: یہ بات اہم ہے کہ یہ اہل مدینہ سے تھے لیکن اہل مدینہ میں سے کوئی بھی اس سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا تھا اس میں یہ شک بھی پیدا ہوتا ہے کہ کہیں یہ اہل تشیع میں سے نہ ہو یا رافضی ہو کہ اہل مدینہ جو اس کے علاقے کے تھے وہ اس سے اجتناب کرتے)

اس کے ساتھ قارئین کو یہ بھی غور کرنا ہوگا کہ یہ تفضیلی لوگ کسی صحابی کی فضیلت میں سند صحیح اور ثقہ راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے مگر کسی صحابی کے خلاف مجہول ضعیف اور مشکوک راویوں کی روایتوں کو قبول کرتے دیر نہیں لگاتے آخر کیا وجہ ہے کہیں بغض صحابہ تو نہیں؟ واللہ اعلم۔

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کا سب کرنا، ایک منقطع روایت

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خطبے میں برا بھلا کہنے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: خَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَسَبَّ عَلِيًّا فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَمِعْتُهُ

يَقُولُ : اثْبُتْ حِرَاءُ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلاَّ نَبِيٌّ ، أَوْ صِدِّيقٌ ، أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَبُو بَكْرٍ ، وَعُمَرُ ، وَعُثْمَانُ ، وَعَلِيٌّ ، وَطَلْحَةُ ، وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ ، وَعَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ عَوْفٍ ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ . هِلاَلُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ .
(السنن الکبریٰ للنسائی: 7/331رقم 8148)

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد خود اس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا ہے کہ ھلال بن یساف نے اس کو عبد اللہ بن ظالم سے نہیں سنا۔

اور یہ صرف امام نسائی رحمہ اللہ کا فیصلہ نہیں، دیگر ائمہ بھی یہی کہتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا فیصلہ آیندہ سطور میں ذکر ہوگا۔

اہل علم و معرفت نے امام بخاری رحمہ اللہ کے صحیح نہ ہونے سے مراد اس حدیث کا صحیح نہ ہونا بتایا ہے، نہ کہ واسطے کا صحیح نہ ہونا۔ جیسا کہ:

حافظ مغلطائی امام عقیلی رحمہ اللہ کی کتاب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال أبو جعفر العقيلي : كوفي لا يصح حديثه قاله البخاري.

ابو جعفر عقیلی نے کہا: عبد اللہ بن ظالم کوفی ہے اس کی حدیث صحیح نہیں اسی بات کے امام بخاری رحمہ اللہ (بھی) قائل ہیں۔ (إکمال تہذیب الکمال: 7/416)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث هو الذي أراده البُخارِيّ . یہی وہ حدیث ہے جس (کی عدم صحت کا) امام بخاری رحمہ اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 5/371)

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس سند میں ایک رجل (مجہول) کا واسطہ ہونا ہی درست ہے، اور ہلال نے اس حدیث کو ابن ظالم سے نہیں سنا، وہ فرماتے ہیں:

والذي عندنا أن الصواب قول من رواه عن الثوري، عن منصور، عن هلال، عن فلان بن حيان، أو حيان بن فلان، عن عبد الله بن ظالم، لأن منصور أحد الإثبات، وقد بين في روايته عن هلال أنه لم يسمعه من ابن ظالم، وأن بينهما رجلا.
(العلل الواردة فی الأحادیث النبویہ: 4/412)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عبد الله بن ظالم : عن سعيد بن زيد، قال البخاري: لا يصح حديثه.
عبداللہ بن ظالم عن سعید والی حدیث صحیح نہیں۔ (دیوان الضعفاء: ص219)
مزید امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:
عبد الله بن ظالم [عو]. عن سعيد بن زيد بحديث العشرة في الجنة. قال البخاري: لم يصح. رواه عنه هلال بن يساف. (میزان الاعتدال: 2/448)
حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
قلت: بل قال البخاري: لم يصح حديثه. (مختصر تلخیص الذہبی: 4/1979)
میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کی حدیث صحیح نہیں۔
یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تمام محدثین کی تضعیف کے مقابلے میں البانی اور احمد شاکر کا اس حدیث کو صحیح کہہ دینا ان کی علمی خطاء اور مرجوح قول ہے۔

نوٹ: اس روایت کی تحقیق زیادہ تفصیل کے ساتھ اسی کتاب میں مرزا جہلمی کے دلائل کے جواب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

ایسی ناقابل قبول روایات سے کچھ ثابت کرنے کی کوشش سے دلائل کی دنیا میں ان لوگوں کی بے بسی ظاہر ہوتی ہے۔

الزام نمبر 45:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 243,244 پر لکھتے ہیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی

علامہ سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

حجر بن عدی کی جلالت شان کا اسی سے اندازہ کیجئے کہ کوفہ سے شام گرفتار کر کے بھیجے گئے اور یہ خبر مدینہ پہنچی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد دوڑایا کہ حجر کو ہرگز قتل نہ کرنا لیکن قاصد اس وقت پہنچا جب وہ شہید ہو چکے تھے۔

(تدوین حدیث ص 454)

علامہ مناظر احسن نے یہ واقعہ ابن سعد سے نقل کیا ہے اسی طرح اس واقعہ کو دوسرے ائمہ نے بھی ذکر کیا ہے........اس واقعہ کو علامہ سید سلیمان نے یوں نقل کیا ہے...

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

سید سلیمان ندوی صاحب نے دو روایات نقل کیں ہیں اس میں ایک روایت تاریخ طبری کی ہے اور دوسری روایت الاستیعاب ابن عبد البر کی ہے۔

جناب سلیمان ندوی دیوبندی صاحب نے جو بات لکھی اس کا متن ملاحظہ کریں۔

ومؤازرته وإنقاذه من أيدي الأعداء، وكان (ض) يوقره العلماء والصلحاء ويجلونه ويحترمونه، فشق عليهم ذلك، وسمعت عائشة فبعثت عبد الرحمن بن الحارث بن هشام إلى معاوية في حجر وأصحابه فقدم عليه، وقد قتلهم، وقالت: لولا أنا لم نغير شيئا إلا آلت بنا الأمور إلى أشد مما كنا فيه لغيرنا قتل حجر، أما والله إن كان ما علمت لمسلما حجاجا معتمرا. قال أبو مخنف قال عبد الملك بن نوفل كانت عائشة تقول لولا أنا لم نغير شيئا إلا آلت بنا الأمور إلى أشد مما كنا فيه لغيرنا قتل حجر أما والله إن

كان ما علمت لمسلما حجاجا معتمرا. (تاریخ الطبری: 3/ 232)

ولما حج معاوية مر على عائشة فاستأذن عليها فأذنت له، فلما قعد قالت له: أأمنت أن أخبئ لك من يقتلك؟ قال: بيت الأمن دخلت. قالت: يا معارية أما خشيت الله في قتل حجر وأصحابه؟ قال: لست أنا قتلتهم، إنما قتلهم من شهد عليهم.

(تاریخ الطبری: 3/ 232 والسیرۃ الحلبیہ: 3/ 163)

قال أبو مخنف وحدثني عبد الملك بن نوفل عن سعيد المقبري أن معاوية حين حج مر على عائشة رضوان الله عليها فاستأذن عليها فأذنت له فلما قعد قالت له يا معاوية أأمت أن أخبأ لك من يقتلك قال بيت الأمن دخلت قالت يا معاوية أما خشيت الله في قتل حجر وأصحابه قال لست أنا قتلتهم إنما قتلهم من شهد عليهم.

(تاریخ الطبری: 3/ 232)

وفي رواية أخرى: قالت: يا معاوية أين كان حلمك عن حجر؟ فقال لها: يا أم المؤمنين لم يحضرني رشيد (تاریخ الطبری: 3/ 220)

قَالَ مخلد: قَالَ هِشَام: كَانَ مُحَمَّد إذا سئل عن الشهيد يغسل، حدثهم حديث حجر. قَالَ مُحَمَّدٌ: فلقيت عَائِشَة أم الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَة قَالَ مخلد: أظنه بمكة - فَقَالَتْ: يَا مُعَاوِيَة، أين كَانَ حلمك عن حجر! فَقَالَ لها: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، لم يحضرني رشيد! وروى مسروق التابعي عن عائشة (ض) قالت: ((أما والله لو علم معاوية أن عند أهل الكوفة منعة ما اجترأ على أن يأخذ حجرا وأصحابه من بينهم حتى يقتلهم بالشام. ولكن ابن آكلة الأكباد علم أنه قد ذهب الناس. أما والله إن كانوا لجمجمة العرب عزا ومنعة وفقها، ولله در لبيد حيث قال: ذهب الذين يعاش في أكنافهم ... وبقيت في خلف كجلد الأجرب يتأكلون مغالة وملاذة ... ويعاب قائلهم وإن لم يشغب.

(الاستیعاب لابن عبد البر: 1/ 332، انظر دیوان لبید: ص 156، 157)

(سیرۃ السیدۃ عائشہ أم المؤمنین رضی اللہ عنہا: 1/ 197)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت جناب قاری فیضی صاحب نے سید سلیمان ندوی دیوبندی کی کتاب سے نقل کی ہے، مگر جناب

نے ان روایات کی تحقیق کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ اس لیے کہ ان روایات کی حقیقت سامنے نہ آسکے مگر مذکورہ روایات قابل احتجاج نہیں ہیں۔

تاریخ طبری کی روایت کا تحقیقی جائزہ

ابن جریر طبری کی بیان کردہ سند قابل حجت نہیں۔

پہلی علت:

ابن جریر طبری سے ابو مخنف تک سند موجود نہیں ہے اس لیے ایسی بے سروپا اور منقطع روایات جناب فیضی صاحب ہی سنبھال کر رکھیں۔

دوسری علت:

طبری کی سند میں ابو مخنف رافضی اور کذاب راوی ہے جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

امام أبو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے کہا: متروك الحديث. (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 7/182)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سند منقطع اور ضعیف و متروک ہے اور ابو مخنف جیسے کذاب و رافضی راویوں کی روایت سے استدلال جناب فیضی صاحب کا ہی کمال ہے۔

الاستیعاب کی روایات کا تحقیقی جائزہ

ابن عبد البر نے جو سند بیان کی ہے اس کی سند مکمل نہیں ہے، جبکہ اس کی مکمل سند علامہ بلاذری نے اپنی کتاب الانساب میں نقل کی ہے مگر یہ سند بھی قابل حجت نہیں۔

وَحَدَّثَنِي أَبُو فِرَاسٍ الشَّامِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مَسْرُوقًا قَالَ، قَالَتْ عَائِشَةُ حِينَ قُتِلَ حُجْرٌ: لَوْ عَلِمَ مُعَاوِيَةُ أَنَّ عِنْدَ أَهْلِ الكوفة منعة وغيرا ما اجترأ على قَتْلِ حُجْرٍ وَأَصْحَابِهِ، وَلَكِنَّ ابْنَ آكِلَةِ الأَكْبَادِ عَلِمَ أَنَّ النَّاسَ قَدْ ذَهَبُوا، لِلَّهِ دَرُّ لَبِيدٍ حِينَ يَقُولُ: ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ ... وَبَقِيتُ فِي خَلَفٍ كَجِلْدِ الأَجْرَبِ.

(جمل من أنساب الأشراف: 5/263 رقم 692)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایات قابل حجت نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "أَبُو فِرَاسٍ الشَّامِيُّ" ضعیف ومتروک ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث. (التاریخ الکبیر: 8/49)

نوٹ: موصوف فیضی ذرا غور سے امام بخاری کی جرح منکر الحدیث پڑھ لیں کیونکہ جناب معترض امام بخاری کے منکر الحدیث کو سخت ترین جرح مانتے ہیں۔

محدث ابن الجوزی نے فرمایا:

مُؤَمل بن سعيد بن يُوسُف أَبُو فراس الرَّحبِي الشَّامي يروى عَن أَبِيه وَأسد بن ودَاعَة روى عَنهُ سُلَيْمَان بن سَلمَة الجنائزي قَالَ أَبُو حَاتِم الرَّازِيّ مُنكر الحَدِيث وَقَالَ ابْن حبَان لَا ادري مِنْهُ وَقع الْمُنكر أم من سُلَيْمَان لِأَن سُلَيْمَان كَانَ يروي الموضوعات عَن الْأَثْبَات فقد بَطل الِاحْتِجَاج بِمَا يرويانه. (الضعفاء والمتروکون: 3/31)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں ہشام بن محمد الکلبی رافضی ضعیف ومتروک راوی ہے جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ نے کہا:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي الاخباري النسابة اتهم بالكذب.

(تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن العراق: 1/123)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب کی پیش کردہ روایت میں ضعیف اور متروک راوی ہیں اور ایسے رافضی اور متروک راویوں کی روایات سے استدلال کرنا جناب فیضی صاحب کا ہی کرشمہ ہے جناب تو دوسروں کو ضعیف اور موضوع روایت سے استدلال نہ کرنے کا درس دیتے ہیں مگر خود جناب ایسی روایات سے استدلال کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں موصوف کو کچھ تو اپنے نام نہاد ریسرچ اسکالر ہونے کا بھرم رکھنا چاہیے تھا اس مقام پر جناب فیضی صاحب کی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 107 کا ایک جملہ ہی کافی ہے، یعنی بے حیا باش! ہرچہ خواہی کن۔

الزام نمبر 46:

امام حسن بصری رحمہ اللہ کی ناراضگی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 254 پر لکھتے ہیں۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے وقتاً فوقتاً کئی مقامات پر سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل ناحق پر مختلف الفاظ میں اظہار رنج فرمایا چنانچہ مبارک بن فضالہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ وَقَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَقَتْلَهُ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ: وَيْلٌ لِمَنْ قَتَلَ حُجْرًا وَأَصْحَابَ حُجْرٍ.

میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ کو سنا، جبکہ انہوں نے معاویہ کا اور اس کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا تو فرمایا حجر بن عدی اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قاتل کے لئے ہلاکت ہے۔ (الاستیعاب ج 1 ص 199، بغیۃ الطلب ج 5 ص 111، الانساب الاشراف للبلاذری ج 5 ص 273)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ أَحْمَدُ: وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الْوَاسِطِيُّ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فُضَالَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ وَقَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَقَتْلَهُ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ: وَيْلٌ لِمَنْ قَتَلَ حُجْرًا وَأَصْحَابَ حُجْرٍ. (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: 1/331)

الاستیعاب کی سند کی تحقیق

ابن عبد البر کی نقل کردہ سند قابل حجت نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابن عبد البر سے، احمد بن محمد، تک سند نامعلوم ہے اس لیے یہ سند منقطع ہے اور اگر اس کی سند جناب معترض کو معلوم ہے تو اس کے راوی اور ان کی توثیق پیش کریں۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں راوی، احمد بن محمد، ضعیف راوی ہے۔

علامہ سبط ابن العجمی لکھتے ہیں۔

قَالَ بن عدی کذبوہ وَأنکرت عَلَيْهِ عَلَيْهِ أَشْيَاء قَالَ الذَّهَبِيّ قلت فَمن أباطيل.

(الکشف الحثیث: 1/ 28)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: ضعیف. (لسان المیزان: 1/ 257)

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ولم أحدث عنه لما تكلموا فيه. (الجرح والتعدیل: 2/ 75)

محدث ابن الجوزی لکھتے ہیں: قَالَ ابْن عدی کذبوہ وَأنکرت عَلَيْهِ أَشْيَاء.

(الضعفاء والمتروکون: 1/ 84)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: قال ابن عدی یکتب حدیثه مع ضعفه. (المغنی فی الضعفاء: 1/ 54)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: قال بن عدی کذبوہ. (لسان المیزان: 1/ 594)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ راوی ضعیف ہے اور اس پر کذب کا الزام بھی ہے اور جناب فیضی صاحب کی نام نہاد تحقیق کے مطابق تو یہ روایت موضوع بنتی ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی، عثمان بن الھیثم مختلف فیہ ہونے کے ساتھ مختلط راوی ہے اور یہ ایک طالبعلم پر بھی عیاں ہے کہ حافظہ خراب ہونے والے راوی کی حافظہ خراب ہونے کے بعد والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

محدث ابن الکیال نے عثمان بن الہیثم کو مختلط راویوں میں لکھا ہے۔

عثمان بن الهيثم بن جهم بن عيسى العبدی أبو عمرو البصری المؤذن.

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات: 1/ 488)

محدث ابن سبط العجمی نے بھی عثمان بن الہیثم کو مختلط راویوں میں شمار کیا ہے۔

(الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط: 1/ 239)

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

كان صدوقا غير أنه بأخرة كان يتلقن ما يلقن. (الجرح والتعدیل: 6/ 172)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: عثمان بن الهيثم المؤذن؟ قال صدوق، كثير الخطأ.
(سوالات الحاکم: رقم 408)

جناب قاری صاحب ذرا یہ بھی مطالعہ فرمالیں کہ کثیر الخطاء راویوں کی روایت کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ ایسے متروک اور ضعیف راویوں کی روایت کے ذریعے ایک صحابی رسول ﷺ کی عظمت اور شان پر اعتراض کرنا ایک عالم کے شان کے مطابق نہیں۔

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں راوی "مبارك بن فضاله" اگرچہ صدوق ہے مگر راوی یہ بھی متکلم فیہ ہے
امام بیہقی لکھتے ہیں: لا يحتجّ به. (السنن الکبریٰ: 8/63)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

وقال ابن هانيء: وسئل (يعني أبا عبد الله) عن الربيع، ومبارك، أيهما أحب إليك؟ قال: الربيع أحب إلي، ومبارك كان يرسل، ليس حديثه بالقوي. (سوالات ابن ہانی: رقم 2256)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

مبارك بن فضاله لين كثير الخطأ، بصري، يعتبر به. (البرقانی: رقم 477).

محدث ابن الجوزی فرماتے ہیں:

كان يحيى بن سعيد لا يرضاه وضعفه أحمد بن حنبل وقال لرجل سأله عن مبارك ((دع مبارك)) ولم يعبأ به وقال يحيى بن معين والنسائي ضعيف الحديث وقال السعدي يضعف وقال أبو زرعة يدلس. (الضعفاء والمتروکین: 3/33)

حافظ علاء الدین مغلطائی فرماتے ہیں۔

وذكره العقيلي وابن الجارود والبلخي وأبو العرب والبرقي في «جملة الضعفاء».
(إکمال تہذیب الکمال: 11/ 58)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ الاستیعاب کی روایت منقطع وضعیف اور متروک ہے۔

الانساب کی روایت کا تحقیقی جائزہ

علامہ بلاذری نے اس کی سند اپنی کتاب میں الانساب میں نقل کی ہے۔

حَدَّثَنِي شيبان بْن فروخ عَنْ عثمان البري قَالَ: [كان الحسن إذا ذكر مُعَاوِيَة قَالَ: ويل

مُعَاوِيَةَ من حجر وأصحاب حجر، ياويله] (جمل من أنساب الأشراف 5:265)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ، عُثمان بن مقسم الُبری، ضعیف راوی ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

كذبه غير وَاحِد عَنهُ مَنَا كِير. (المغنی فی الضعفاء: 2/430)

نوٹ: فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر منا کیر پر موضوع کا اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

عُثمَان الُبرى هُوَ ابْن مقسم مَتْرُوك قد ذكر. (المغنی فی الضعفاء: 2/430)

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

تركه يحيى القطان، وابن المبارك. وقال أحمد: حديثه منكر. وقال الجوزجاني: كذاب. وقال النسائي والدارقطني: متروك. وقال الفلاس: صدوق، لكنه كثير الغلط، صاحب بدعة. قال يحيى بن معين: عثمان البرى ليس بشئ، هو من المعروفين بالكذب ووضع الحديث. قال ابن عدى: عامة حديثه مما لا يتابع عليه إسنادا ومتنا، وهو ممن يغلط الكثير، ونسبه قوم إلى الصدوق، وضعفوه للغلط الكثير، ومع ضعفه يكتب حديثه. (ميزان الاعتدال فی نقد الرجال: 3/58)

امام نسائی فرماتے ہیں: مَتْرُوك الحَدِيث۔ (الضعفاء والمتروكون: 1/75)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور متروک ہے اب ایسی روایات پر اپنی تحریر کی بنیاد رکھنا کون سی علمی روش ہے؟ جناب نے جس طرح اپنے ہی مقرر کردہ اصول کے تحت موضوع روایات سے استدلال کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

امام حسن بصری کے مشہور قول کی تحقیق

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 255 پر لکھتے ہیں۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے:

أربع خصال كن فِي مُعَاوِيَة، لو لَمْ يَكُنْ فِيهِ منهن إلا واحدة لكانت موبقة:

انتزاؤه عَلَى هَذِهِ الأمة بالسفهاء حَتَّى ابتزها أمرها بغير مشورة مِنْهُمْ وفيهم بقايا الصحابة وذو الفضيلة، واستخلافه ابنه بعده سكيرا خميرا، يلبس الحرير ويضرب بالطنابير، وادعاؤه زيادا، وقد [قال رسول الله ص: الولد للفراش، وللعاهر الحجر،] وقتله حجرا، ويلا لَهُ من حجر! مرتين.

چار باتیں معاویہ میں تھیں اگر ان میں فقط کوئی ایک بات بھی ان میں ہوتی تو وہ کی ہلاکت کے لئے کافی ہوتی۔

1: ان کا امت پر بلا مشورہ بے وقوف لوگوں کو چڑھا دینا، یہاں تک کہ انہوں نے امت کا حق زبردستی چھین لیا جبکہ امت میں بقایا صحابہ اور ارباب فضیلت بھی موجود تھے

2: ان کا اپنے بعد اپنے نشئی اور شرابی بیٹے کو خلیفہ بنانا، وہ ریشم پہنتا تھا، اور مزامیر بجاتا تھا

3: ان کا زیاد بن ابیہ کو ابوسفیان کا بیٹا بنا دینا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، بچہ شوہر کا ہوتا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہوتے ہیں۔

4: اور ان کا سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا، حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ان کے لئے دوہری ہلاکت ہے۔

(تاریخ الرسل والملوک والامم ج5 ص279، مراۃ الزمان ج7 ص238، الکامل فی التاریخ ج3 ص82، البدایۃ والنہایۃ ج11 ص428)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے، اس قول کی سند مذکورہ بیان کردہ حوالہ جات میں امام طبری نے تاریخ ابن جریر نقل کی ہے۔

قَالَ أَبُو مخنف: عن الصقعب بن زهير، عن الْحَسَن، قَالَ: أربع خصال كن فِي مُعَاوِيَة، لو لَمْ يَكُنْ فِيهِ منهن إلا واحدة لكانت موبقة: انتزاؤه عَلَى هَذِهِ الأمة بالسفهاء حَتَّى ابتزها أمرها بغير مشورة مِنْهُمْ وفيهم بقايا الصحابة وذو الفضيلة، واستخلافه ابنه بعده سكيرا خميرا، يلبس الحرير ويضرب بالطنابير، وادعاؤه زيادا، وقد [قال رسول الله ص: الولد للفراش، وللعاهر الحجر،] وقتله حجرا، ويلا لَهُ من حجر! مرتين. (تاریخ الطبری 5: 279)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت کی سند متروک اور نا قابل احتجاج ہے۔
پہلی علت: مذکورہ روایات میں راوی بلوط بن یحیی، أبو مخنف، رافضی کذاب ہے۔
امام ذہبی لکھتے ہیں۔

لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تَالِفٌ، لا يُوثَقُ بِهِ.تركه أبو حاتم وغيره.وقال الدارقطني: ضعيف.وقال ابن معين: ليس بثقة.وقال مَرَّةً: ليس بشيء.وقال ابنُ عَدِيّ: شيعي محترق، صاحب أخبارهم. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال:3/ 419)

دوسری علت: راقم کی تحقیق کے مطابق مذکورہ روایت میں راوی "الصقعب بن زھیر" کا سماع حضرت حسن البصری سے نہیں یعنی سند بھی مقطع ہے اگر جناب قاری فیضی صاحب پہلے راوی کا سماع ثابت کریں پھر دلیل میں ایسی روایت کو ذکر کریں تو مناسب رویہ ہوگا وگرنہ ایسی روایات سے استدلال علمی بددیانتی ہوگی نہ کہ تحقیق۔اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ پیش کردہ روایت ضعیف ومتروک ہے اور رافضی راوی کی کذب بیانی ہے۔

گورنرِ معاویہ کی برہمی کی تحقیق

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص256 پر لکھتے ہیں۔

فلما بلغ الربيع بن زياد بخراسان قتل حجر سخط ذلك وقال لا تزال العرب تقتل بعده صبرا ولو نكروا قتله منعوا أنفسهم من ذلك لكنهم أقروا فذلوا ثم دعا بعد صلاة جمعة لايام من خبره وقال للناس انى قد مللت الحياة وانى داع فأمنوا ثم رفع يديه وقال اللهم ان كان لى عندك خير فاقبضنى اليك عاجلا وأمن الناس ثم خرج فما تواترت ثيابه حتى سقط فحمل إلى بيته واستخلف ابنه عبد الله ومات من يومه.

جب ربیع بن زیاد کو خراسان میں قتل حجر کی خبر پہنچی تو وہ ناراض ہوئے اور فرمایا اس کے بعد عرب ہمیشہ بیمانہ طور پر قتل کیے جائیں گے اگر انہوں نے اس قتل پر آواز بلند کی ہوتی تو وہ خود کو محفوظ کر چکے ہوتے، لیکن چونکہ وہ خاموش رہے تو ذلت ان کا مقدر ہوگئی پھر انہوں نے ان ہی ایام میں

نماز جمعہ کے بعد لوگوں کو فرمایا میرا دل زندگی سے بھر چکا ہے میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو ، پھر انہوں نے بارگاہ الہی میں ہاتھ بلند کر کے عرض کیا: اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں میرے لیے کچھ خیر ہے تو مجھے جلد ہی اپنی طرف اٹھا لے، لوگوں نے آمین کہا پھر وہ باہر نکلے تو اپنے کپڑوں کو سنبھال نہ پائے تھے کہ گر گئے سو انہیں اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا اور وہ اسی دن وفات پا گئے۔

(تاریخ ابن خلدون ج3 ص17، تاریخ الطبری ج5 ص291، الکامل فی التاریخ ج3 ص89)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر الطبری لکھتے ہیں:

قَالَ علي: وأخبرني مُحَمَّد بن الفضل، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بلغني ان الربيع ابن زياد ذكر يَوْمًا بخراسان حجر بن عدي، فَقَالَ: لا تزال العرب تقتل صبرا بعده، ولو نفرت عِنْدَ قتله لم يقتل رجل مِنْهُمْ صبرا، ولكنها أقرت فذلت، فمكث بعد هَذَا الكلام جمعة، ثُمَّ خرج فِي ثياب بياض فِي يوم جمعة، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إني قَدْ مللت الحياة، وإني داع بدعوة فأمنوا ثُمَّ رفع يده بعد الصَّلاة، وَقَالَ: اللهم إن كان لي عندك خير فاقبضني إليك عاجلا وأمن الناس فخرج فما توارت ثيابه حَتَّى سقط فحمل إِلَى بيته، واستخلف ابنه عَبْد اللَّهِ. (تاریخ الطبری:5/291)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایات میں راوی "مُحَمَّدِ بْنِ الفضل العبسي" محدثین کرام کی نزدیک متروک وضعیف راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

ليس بشيء، حديثه حديث أهل الكذب. (العلل: رقم3601)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

محمد بن الفضل بن عطية الخراساني، قال متروك. (البرقانی: رقم452)

امام دارقطنی اپنی دیگر تصانیف میں لکھتے ہیں۔

متروك الحديث. (العلل: رقم 1405، والسنن: رقم 981)

امام بیہقی لکھتے ہیں: متروك (السنن الکبریٰ: 4/348)

امام بخاری فرماتے ہیں: سكتوا عَنهُ. (الضعفاء الصغیر: 1/105)

امام نسائی فرماتے ہیں: مَترُوك الحَدِيث. (الضعفاء والمتروکون: رقم 542)

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

ومحمد بن الفضل بن عطية خراسانى كذاب.

(من کلام أبی زکریا یحییٰ بن معین فی الرجال: 1/106)

حافظ علاء الدین مغلطائی لکھتے ہیں:

قال البخاری فی التاریخ الكبير: محمد بن الفضل بن عطية المخزومی سكن بخاری، سكتوا عنه، رماه ابن أبي شيبة. وفی كتاب أبي الفرج: كان ابن أبي شيبة شديد الحمل عليه، وقال النسائي: متروك الحديث. وذكره العقيلي وأبو العرب، والبلخي، والفسوی، وابن شاهين فی جملة الضعفاء والبرقی فی جملة الكذابين والقدرية. وقال أبو أحمد الحاكم: ذاهب الحديث. وفی كتاب أبي إسحاق الصريفينی: قال الإمام: ومحمد هذا ممن لا يرتاب فی تركه، وقال أبو سعيد النقاش: روى عن زيد بن أسلم ومنصور الموضوعات. وقال أبو عبد الله الحاكم: روى عن أبي إسحاق وداود بن أبي هند أحاديث موضوعة، كتب عنه بالعراق وخراسان. وقال ابن سعد: متروك الحديث.

(اکمال تہذیب الکمال: 10/310 رقم 4256)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال عبد الله بن أحمد عن أبيه ليس بشیء حديثه حديث أهل الكذب وقال بن معين ضعيف وقال مرة ليس بشیء ولا يكتب حديثه وقال مرة كان كذابا لم يكن ثقة وقال بن المدينی روى عجائب وضعفه وقال عمرو بن علی متروك الحديث كذاب وقال المفضل الغلابی ليس بثقة وقال أبو زرعة ضعيف الحديث وقال أبو حاتم ذاهب الحديث ترك حديثه وقال مسلم والنسائی وابن خراش متروك الحديث وقال

النسائي وابن خراش أيضا كذاب وقال صالح بن محمد كان يضع الحديث وقال أبو داود ليس بشيء وقال الدارقطني ضعيف وقال مرة متروك وقال بن حبان يروي الموضوعات عن الاثبات لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل الاعتبار وقال بن عدي وعامة حديثه مما لا يتابعه الثقات عليه وقال عبد السلام بن عاصم سمعت إسحاق بن سليمان وسئل عن حديث من أحاديثه قال تسألوني عن حديث الكذابين وقال صالح بن الضريس سمعت يحيى بن الضريس سمعت يحيى بن الضريس يقول لعمرو بن عيسى ألم أنهك عن حديث هذا الكذاب وقال الخطيب سكن بخاري وحدث بها بمناكير وأحاديث معضلة وقال البخاري سكتوا عنه سكن بخاري رماه بن أبي شيبة يعني بالكذب وقال أبو أحمد الحاكم ذاهب الحديث وقال الحاكم أبو عبد الله روى عن أبي إسحاق وداود بن أبي هند أحاديث موضوعة. (تہذیب التہذیب: 9/401)

نوٹ: ایسے کذاب اور متروک راوی کی موضوع روایت سے جناب فیضی استدلال کرتے ہیں اور مخالف پر فقرہ بازی اور جملے کستے ہوئے انہیں کچھ احساس ندامت نہیں ہوتا امیر اہل سنت کی ذات پر جس طرح کی فتویٰ بازی کی گئی وہ قابل مذمت ہے اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 59 میں امام بخاری کے سکتوا عنہ، کے بارے میں موصوف نے جو لکھا ہے انہیں جناب خود بھی پڑھ لیں تو ایسی روایت پیش کرنے کی جسارت نہ کریں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی "الفضل بن عطية" راوی بھی مختلف فیہ راوی ہے۔

ابن حبان فرماتے ہیں:

وذكره بن حبان في الثقات وقال يعتبر حديثه من غير رواية ابنه عنه لأن ابنه في الحديث ليس بشيء. (تہذیب التہذیب: 8/281)

اور محدث ابن حبان کی تصریح کے مطابق اس کی حدیث کو بطور اعتبار استدلال کیا جا سکتا ہے، مگر "مُحَمَّدِ بْنِ الفضل العبسي" کی روایت سے نہ ہو۔ مگر یہ روایت قابل حجت نہیں کیونکہ اس میں محمد بن الفضل العبسی، ہی روایت کر رہا ہے اس لیے محدث ابن حبان کے قول کے مطابق یہ روایت قابل قبول نہ ہوگی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں کذاب اور متروک راوی ہیں جس کی وجہ سے روایت سے

استدلال کرنا باطل اور مردود ہے۔ دوسروں کو کذاب راوی کی روایت پر طعنہ دینا اور خود ایسے کذاب راوی سے استدلال کرنا، یہ مہارت جناب فیضی صاحب کو ہی حاصل ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 256 پر لکھتے ہیں۔

امام بلاذری کے ہاں حضرت ربیع بن زیاد کے جو الفاظ ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اس سے قبل صبرا (بغیر جنگ، بغیر حد اور بلا جرم) قتل نہیں ہوتا تھا وہ فرماتے ہیں:

ألا إن الفتنة قد كانت تكون ولم يكن قتل الصبر.

اس سے قبل فتنہ تو تھا لیکن ظلما بیہمانہ قتل ہوتا نہیں تھا (انساب الاشراف ج 5 ص 275، 276)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وحدثت عَنْ عثمان بْن مقسم البري عن الحسن، وكان مع الربيع بن زياد بناحية خراسان، قَالَ، قَالَ الربيع لما بلغه قتل حجر وأصحابه: ألا إن الفتنة قد كانت تكون ولم يكن قتل الصبر. (جمل من أنساب الأشراف: 5/ 267)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

علامہ بلاذری نے " عثمان بْن مقسم البري" تک سند نہیں لکھی، اس لیے سند میں نامعلوم اور مجہول راوی ہیں شاید موصوف کو یہ معلوم ہو کہ مجہول اور منقطع سند ضعیف ہوتی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں " عثمان بن مقسم البري" میں متروک وکذاب راوی ہے۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

تركه يحيى القطان، وابن المبارك. وقال أحمد: حديثه منكر.

نوٹ: موصوف فیضی کو الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر، منکر، کے بارے میں اپنا اصول تو یاد ہوگا کہ منکر روایت موضوع ہوتی ہے۔

وقال الجوزجاني: كذاب. وقال النسائي والدارقطني: متروك. وقال الفلاس: صدوق،

لكنه كثير الغلط، صاحب بدعة.قال يحيى بن معين: عثمان البرى ليس بشئ، هو من المعروفين بالكذب ووضع الحديث.قال ابن عدى: عامة حديثه مما لا يتابع عليه إسنادا ومتنا،وهو ممن يغلط الكثير،ونسبه قوم إلى الصدوق،وضعفوه للغلط الكثير، ومع ضعفه يكتب حديثه. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال:3/58)

امام نسائی فرماتے ہیں: مَتْرُوكُ الحَدِيث.. (الضعفاء والمتروکون:1/75)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور متروک ہے کچھ تو احساس ندامت ہونا چاہیے کہ خود حدیث منکر کو موضوع قرار دیا مگر صحابی کی مخالفت میں یہ اصول بھول گئے۔

الزام نمبر 47:

قتل حجر بن عدی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 258,259 پر لکھتے ہیں۔

بعض مرسل اور مرفوع احادیث میں نبوی پیش گوئی آئی ہے کہ عذراء کے مقام پر سات افراد کو ظلماً قتل کیا جائے گا چنانچہ امام فسوی اور دوسرے محدثین عبداللہ بن رزین غافقی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا۔

سمعت علی بن أبي طالب يقول: يا أهل العراق سيقتل منكم سبعة نفر بعذراء، مثلهم كمثل أصحاب الأخدود. فقتل حجر بن عدی وأصحابه.

میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا، اے اہل عراق! عنقریب تم میں سے سات افراد کو عذراء کے مقام پر قتل کیا جائے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے اصحاب الاخدود کی، پس سیدنا حجر بن عدی اور ان کے ساتھی قتل کیے گئے۔

(المعرفہ والتاریخ ج 3 ص 416، تاریخ دمشق ج 12 ص 227)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قال يعقوب بن سفيان ثنا ابن بكير، ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ يَزِيدَ عن عبد الله بن [أبي] رزين الغافقي قال: سمعت علی بن أبي طالب يقول: يا أهل العراق سيقتل منكم سبعة نفر بعذراء، مثلهم كمثل أصحاب الأخدود. فقتل حجر بن عدی وأصحابه.

(المعرفہ والتاریخ: 3/320)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الله بن لهيعة" ضعیف ہے۔

علامہ بیہقی فرماتے ہیں: لا یحتجّ به. (السنن الکبریٰ: 1/302 و 5/343)
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔
یتفرد بإسناده ابن لهیعة، و ابن لهیعة لا یحتجّ به. (السنن الکبریٰ: 4/108)
امام دار قطنی فرماتے ہیں:
وقال الدَّارَقُطنِیّ: لا یحتج به. (العلل: 3475)
علامہ ذہبی فرماتے ہیں: قلت العمل علی تضعیف حدیثه (الکاشف: 1/590)
دوسری علت:
مذکورہ روایت میں " عبد الله بن لهیعة " کا حافظہ بھی خراب تھا اور اصول حدیث ہے کہ مختلط راوی کی روایت حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔
محدث سبط ابن العجمی فرماتے ہیں:
الکلام فیه معروف وقال بعض مشایخی فیما قرأت إنه نسب إلی الاختلاط انتهی والعمل علی تضعیف حدیثه والله أعلم. (الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط: 1/190)
تیسری علت:
مذکورہ روایت میں عبد الله بن أبی رزین مجہول راوی ہے اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: لا یدری من هو. (لسان المیزان لابن حجر: 7/261)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب معترض جس روایت کی بنیاد پر اعتراض کر رہے ہیں وہ ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 259,260 پر لکھتے ہیں۔
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی علیہ السلام کے موقوف قول کو جس مرفوع و مرسل حدیث سے تقویت دینے کا قصد فرمایا ہے وہ یہ ہے:

عن أبی الأسود قال: دخل معاویة علی عائشة فقالت: ما حملك علی قتل أهل عذراء حجرا وأصحابه؟ فقال: یا أم المؤمنین انی رأیت قتلهم إصلاحا للأمة، وأن بقاءهم فساد، فقالت: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:

سیقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لهم وأهل السماء.

حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ معاویہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا تمہیں کس بات نے اہل عذراء حجر اور ساتھیوں کے قتل پر ابھارا؟ انہوں نے کہا: یاام المومنین میں نے ان کے قتل میں امت کی اصلاح اور ان کی بقاء میں امت کا فساد سمجھا تھا، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا عنقریب عذراء کے مقام پر کچھ لوگ قتل کیے جائیں گے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہل آسمان غضب ناک ہوں گے۔

(المعرفۃ والتاریخ ج 3 ص 417، دلائل النبوۃ للبیہقی ج 6 ص 457، تاریخ دمشق ج 12 ص 227، البدایۃ والنہایۃ ج 9 ص 226.......)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند علامہ فسوی نے اپنی کتاب المعرفۃ والتاریخ میں نقل کی ہے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور ابن کثیر نے روایت مذکورہ کو علامہ فسوی کی ہی سند سے نقل کیا ہے اس لیے علامہ فسوی کی سند پر تحقیق پیش خدمت ہے مذکورہ روایات کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وقال يعقوب بن سفيان حدثنا حرملة ثنا ابن وهب أخبرني ابن لهيعة عن أبي الأسود قال: دخل معاوية على عائشة فقالت: ما حملك على قتل أهل عذراء حجرا وأصحابه؟ فقال: يا أم المؤمنين اني رأيت قتلهم إصلاحا للأمة، وأن بقاءهم فساد. فقالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سيقتل بعذراء ناس يغضب الله لهم وأهل السماء. (المعرفۃ والتاریخ: 3/320)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة" ضعیف ہے۔

محدث برہان الدین الحلبی لکھتے ہیں۔

الكلام فيه كثير فاش جرحا وتعديلا والعمل على تضعيف حديثه ساق الذهبي في ترجمته كلاما كثيرا ومنه ما قاله بن حبان سبرت أخباره في رواية المتقدمين

والمتاخرين عنه فرأيت التخليط في رواية المتأخرين موجودا وأما الأصل له في رواية المتقدمين كثيرا فرجعت إلى الاعتبار فرأيته كان يدلس عن أقوام ضعفاء على أقوام رآهم بن لهيعة ثقات فألزق تلك الموضوعات بهم فصريح هذا أنه ليس هو وضعها لكن ذكر الذهبي في ميزانه حدثنا حرملة ثنا بن وهب عنه عن عبيد الله بن أبي جعفر عن نافع عن بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في مرضه أدعوا أخي إلى أن قال فدعي له علي فستره وأكب عليه فلما خرج من عنده قيل له ما قال لك قال علمني ألف باب كل باب يفتح ألف باب قلت كامل صدوق قال بن عدي لعل البلاء فيه من بن لهيعة فإنه مفرط في التشيع انتهى.

(الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث: 1/ 160)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة" مدلس ہے اور طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے علاوہ مدلسین کی عن والی روایات استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عبد الله بن لهيعة الحضرمي قاضي مصر اختلط في آخر عمره و كثر عنه المناكير في روايته وقال بن حبان كان صالح ولكنه كان يدلس عن الضعفاء.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: 1/ 54 رقم 140، المرتبۃ الخامسہ)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة" غالی شیعہ راوی ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وقال ابن عدي: لعل البلاء فيه من ابن لهيعة. فإنه مفرط في التشيع.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: 2/ 483)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت منقطع ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وروى يعقوب بن سفيان في تاريخه. عن أبي الأسود. قال: دخل معاوية على عائشة

فعاتبته في قتل حجر وأصحابه، وقالت: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: يقتل بعدي أناس يغضب الله لهم وأهل السّماء. في سنده انقطاع.
(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 2/ 33)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وهذا اسناد ضعيف منقطع، وقد رواه عبد الله بن المبارك عن أبي لهيعة عن أبي الأسود أن عائشة قالت: بلغني أنه سيقتل بعذراء أناس يغضب الله لهم وأهل السماء. (البدایۃ والنہایۃ: 6/ 226، 8/ 55)

انساب الاشراف کی سند کا جائزہ

اس کی ایک سند علامہ بلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھی ہے۔

وَحَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلالٍ أَنَّ عائشة قالت لمعاوية، ودخل عليها بالمدينة: [سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يُقْتَلُ بِعَذْرَاءَ سَبْعَةُ نَفَرٍ يَغْضَبُ اللهُ وَأَهْلُ السَّمَاءِ مِنْ قَتْلِهِمْ]. (جمل من أنساب الأشراف: 5/ 266)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لہیعۃ "ضعیف ہے۔

علامہ بیہقی فرماتے ہیں: لا يحتجّ به. (السنن الکبریٰ: 1/ 302 و 5/ 343)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

يتفرد بإسناده ابن لهيعة، وابن لهيعة لا يحتجّ به. (السنن الکبریٰ: 4/ 108)

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

وقال الدَّارَقُطْنِيّ: لا يحتج به. (العلل: رقم 3475)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

قلت العمل علی تضعیف حدیثه. (الکاشف:1/590)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الله بن لهیعة" کا حافظہ بھی خراب تھا۔ اور اصول حدیث ہے کہ مختلط راوی کی روایت حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

محدث سبط ابن العجمی فرماتے ہیں:

الکلام فیه معروف وقال بعض مشایخی فیما قرأت إنه نسب إلی الاختلاط انتهی والعمل علی تضعیف حدیثه والله أعلم. (الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط:1/190)

تیسری علت: مذکورہ روایت میں "ابن لهیعة" غالی شیعہ راوی ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: وقال ابن عدی: لعل البلاء فیه من ابن لهیعة. فإنه مفرط فی التشیع. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال:2/483)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهیعة" مدلس ہے اور طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے علاوہ مدلسین کی عن والی روایات استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عبد الله بن لهیعة الحضرمی قاضی مصر اختلط فی آخر عمرہ و کثر عنه المناکیر فی روایته وقال بن حبان کان صالح ولکنه کان یدلس عن الضعفاء.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:1/54 رقم140، المرتبہ الخامسہ)

پانچویں علت:

مذکورہ روایت میں "عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ صَالِحٍ" کا حافظہ خراب تھا۔ اور مختلط راوی کی اختلاط میں روایت بیان کرنا روایت کی تضعیف ثابت کرتا ہے۔

محدث ابن الکیال نے عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ صَالِحٍ کا مختلط راوی میں لکھا ہے۔ (الکواکب النیرات:1/480)

چھٹی علت:

مذکورہ روایت میں "عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ صَالِحٍ" کثیر الاغلاط راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلۃ.(تقریب التہذیب:1/ 308)

ساتویں علت:

مذکورہ روایت میں سعید بن ابی ہلال کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت کریں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور ساتھ ہی روایت میں غالی شیعہ راوی بھی ہے غالی شیعہ کی روایت کو صحابی کے خلاف کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟

موصوف کی تمام روایات علمی میدان میں کسی حیثیت کی حامل نہیں اس طرح کی روایات پیش کر کے صحابی کی شان پر اعتراض کرنا مردود عمل ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر قتل حجر کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 262,263 پر لکھتے ہیں۔

قتل حجر بن عدی پر امیر شام کا پچھتانا

سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل ناحق کا یہ واقعہ اختصار کی خواہش کے باوجود بڑھتا چلا جا رہا ہے لہٰذا اس عنوان کے تحت جو دو چار روایات آئی ہیں انہیں مکمل نقل کرنے کی بجائے فقط اشارہ کر کے آگے نکلتا ہوں۔

1۔ یہ قتل ناحق مسلسل ان کا ذہنی تعاقب کرتا رہا وہ رہ رہ کر سوچتے تھے کہ آیا انہوں نے یہ درست کیا ہے یا غلط، اس پر انہوں نے مروان بن حکم کو خط لکھا کہ میں ایسا کر بیٹھا ہوں تو اس نے جواباً لکھا کہ تمہاری عقل اور حلم کہاں چلے گئے تھے۔ (تاریخ مدینہ دمشق ج 12 ص 230)

2۔ حتیٰ کہ بعد از قتل انہوں نے کسی اور کو نہیں خود زیاد ہی کو لکھ بھیجا کہ تیرے لکھے پر میں حجر بن عدی کو قتل تو کر بیٹھا ہوں لیکن اب اس کے بارے میں میرے سینے میں اضطراب ہے لہٰذا تم میرے پاس کسی صالح شخص کو بھیجو تاکہ میں اس سے تبادلہ خیال کروں، زیاد نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کو بھیجا اور کہا خبردار! اس معاملہ میں ان کی رائے کی قباحت کو ان پر عیاں نہ کرنا، ورنہ میں تجھے قتل کرا دوں گا وہ شام پہنچے تو انہیں کہا گیا پہلے غسل کر کے کپڑے بدل لو وہ تازہ دم ہو کر تخت پر آ کر بیٹھے تو معاویہ اور ان کا مکالمہ یوں ہوا:

میری خواہش تھی کہ میں حجر کو قتل نہ کرتا میں چاہتا تھا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو قید رکھتا، یا

انہیں شام کے مختلف مقامات پر ٹھہرا دیتا، یا معاف کر کے ان کے رشتہ داروں پر احسان کر دیتا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے کہا کاش! آپ نے ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر عمل کیا ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر میں وہاں سے واپس ہوا اور مجھے زیاد سے ملاقات کرنا بہت مبغوض تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ روپوش ہو جاؤں گا سو جب میں نے کوفہ پہنچ کر بعض مساجد میں نماز پڑھی تو ایک شخص کی زبان سے سنا کہ زیاد مر چکا ہے یہ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی

(انساب الاشراف ج 5 ص 275)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں مگر جناب نے ان روایات سے پچھتانے کے الفاظ کو جو خاص رنگ دیا وہ علمی بددیانتی وتسامح ہے کیونکہ پچھتانے سے مراد تو ندامت ہے اور احادیث میں ندامت کو توبہ کہا گیا ہے اور کسی کے توبہ کرنے کا بعد اس پر اعتراض کرنا گناہ عظیم ہے۔

محدث ابن عساکر اس قول کی سند لکھتے ہیں۔

ونبأنا عبد الله قال اخبرت عن محمد بن حميد الرازي حدثنا أبو تميله عن عيسى بن عبيد عن عبد الخالق بن عمرو قال لما قتل معاوية بن أبي سفيان حجرا واصحابه كتب الى مروان بما دخله من الندامة فكتب إليه مروان فأين كان رأيك واين كان حلمك واين كان ما يرجى منك فكتب إليه انك غبت عني واصحابك في جفاء قيس وطغام اليمن قال وقتله رجل من بني قيس من بني مرة. (تاریخ دمشق:12/230)

علامہ بلاذری اس قول کو اپنی کتاب انساب الاشراف میں بلا سند نقل کرتے ہیں۔

الْمَدَائِنِيّ قَالَ: كتب مُعَاوِيَة إلى زياد: أنه قد تلجلج فِي صدري شيء من أمر حجر. فابعث إلى رجلًا من أهل المصر له فضل ودين وعلم. فأشخص إليه عبد الرحمن بْن أبي ليلى وأوصاه أن لا يقبح له رأيه فِي أمر حجر. وتوعده بالقتل إن فعل. قَالَ ابن أبي ليلى: فلما دخلت عليه رحب بي وقال: اخلع ثياب سفرك والبس ثياب حضرك. ففعلت وأتيته. فَقَالَ: أما والله لوددت أني لم أكن قتلت حجرًا. وودت أني كنت حبسته وأصحابه أو فرقتهم فِي كور الشام فكفتنيهم الطواعين. أو مننت بهم على عشائرهم . فقلت: وددت والله أنك فعلت واحدة من هذه الخلال. فوصلني فرجعت وما شيء أبغض إلى

من لقاء زياد، وأجمعت على الاستخفاء، فلما قدمت الكوفة صليت في بعض المساجد، فلما انفتل الإمام إذا رجل يذكر موت زياد، فما سررت بشيء سروري بموته.
(جمل من أنساب الأشراف: 5/ 267)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
پہلی علت: مذکورہ روایت میں ضعیف ہے۔
محدث سبط العجمی لکھتے ہیں۔
مُحَمَّد بن حميد دت ق الرَّازِيّ الْحَافِظ عَن يَعْقُوب الْقمي قَالَ صَالح جزرة كُنَّا نتهم بن حميد فِي كل شَيْء مَا رَأَيْت أجرأ على الله مِنْهُ كَانَ يَأْخُذ أَحَادِيث النَّاس فيقلب بَعْضهَا على بعض وَقَالَ أَبُو أَحْمد الْعَسَّال سَمِعت فضلك الرَّازِيّ يَقُول دخلت على مُحَمَّد بن حميد وَهُوَ يركب الْأَسَانِيد على الْمُتُون. (الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث: 1/ 227)
علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
مُحَمَّد بن حميد الرَّازِيّ الْحَافِظ عَن يَعْقُوب الْعمي وَجَرِير وَابْن الْمُبَارك ضَعِيف لَا من قبل الْحِفْظ قَالَ يَعْقُوب بن شيبَة كثير الْمَنَاكِير وَقَالَ البُخَارِيّ فِيهِ نظر وَقَالَ ابو زرْعَة يكذب وَقَالَ النَّسَائِيّ لَيْسَ بِثِقَة وَقَالَ صَالح جزرة مَا رَأَيْت أحذق بِالْكَذِبِ مِنْهُ وَمن ابْن الشَّاذكُونِي. (المغني في الضعفاء: 2/ 573 رقم 5449)
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔
حافظ ضعيف وكان ابن معين حسن الرأي فيه. (تقريب التهذيب: 1/ 475 رقم 5834)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند کا راوی محمد بن حمید الرازی متکلم فیہ راوی ہے۔
دوسری علت:
مذکورہ روایت میں، عبد الخالق بن عمرو، کی توثیق پیش کریں بغیر توثیق کے راوی مجہول ہوتا ہے اور مجہول راوی کی سند ضعیف ہوتی ہے۔
تیسری علت:
مذکورہ روایت میں، عبد الخالق بن عمرو، سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سند پیش کریں یا پھر عبد الخالق

بن عمرو کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کریں، اس لیے یہ سند منقطع بھی ہے۔
اس کے علاوہ انساب الاشراف میں علامہ بلاذری نے بغیر سند کے روایت نقل کی ہے اور بغیر سند کے اقوال نقل کرنے پر جناب معترض کو پاس نامہ ہی پیش کرنا چاہیے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ تاریخ دمشق والی روایت ضعیف اور منقطع ہے۔
بالفرض اگر جناب کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو جناب کو ندامت کے بارے میں وارد احادیث کا شاید علم ہو کہ ندامت توبہ ہی ہوتی ہے جن روایات کے بل بوتے پر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نام نہاد طعن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان سے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توبہ ثابت ہوتی ہے اور توبہ کے بعد کسی ایک مسلمان پر الزام لگانا گناہ عظیم ہے۔

وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ بِنَيْسَابُورَ أَنَّ وَجِيهَ بْنَ طَاهِرٍ أَخْبَرَهُمْ إِجَازَةً أبنا أَبُو حَامِدٍ الْأَزْهَرِيُّ أبنا أَبُو مُحَمَّدٍ الْمَخْلَدِيُّ أبنا مُوسَى هُوَ ابْنُ الْعَبَّاسِ الْجُوَيْنِيُّ ثنا أَبُو بَكْرٍ الصَّغَانِيُّ ثنا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ ثنا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ النَّدَمُ تَوْبَةٌ قَالَ نعم.

(الأحاديث المختارة:6 /104 رقم 2091، مسند الحمیدی:1 /212)

راوی حمید الطویل نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ گناہ پر نادم ہونا توبہ ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی پر عیب لگانے، طنز کرنے، جملے بازی کرنے اور پھبتی کرنے سے منع کیا ہے۔
قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:
وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ. (الحجرات:49:11) اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔
وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ. (الھمزہ:104:1) "تباہی ہے ہر اشارے باز عیب جو کے لئے"
حدیث شریف میں ہے کہ:
جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو ایسے گناہ پر عار دلائے اور اس گناہ کا طعنہ دے جس گناہ سے وہ توبہ کر چکا ہے تو طعنہ دینے والا شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ خود اس گناہ کے اندر مبتلا نہیں ہو جائے گا۔
(ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ، باب منه، حدیث نمبر 2429)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:

أنبأنا أبو بكر بن عياش، قال: دخل عبد الله بن يزيد بن أسد على معاوية وهو في مرضه الذي مات فيه، فرأى منه جزعا، فقال: يا أمير المؤمنين، ما يجزعك؟ إن مت فإلى الجنة، وإن عشت فقد علمت حاجة الناس إليك.فقال: رحم الله أباك، إنه كان لنا لناصحا، نهاني عن قتل ابن الأدبر يعني حجر بن عدي. (الاصابة:6/507)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں عبداللہ بن یزید بن اسد حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں، انھوں نے کہا: امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ اگر آپ فوت ہو گئے تو جنت میں جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے والد پر رحمت فرمائے وہ مجھے نصیحت کرتے تھے اور حجر بن عدی کے قتل سے روکتے تھے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: جَعَلَ مُعَاوِيَةُ لَمَّا احْتُضِرَ يَضَعُ خَدًّا عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ يُقَلِّبُ وَجْهَهُ، وَيَضَعُ الْخَدَّ الْآخَرَ، وَيَبْكِي وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ فِي كِتَابِكَ: {إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ} [النساء: 48]. اللَّهُمَّ فَاجْعَلْنِي مِمَّنْ تَشَاءُ أَنْ تَغْفِرَ لَهُ.

اے میرے اللہ! میری خطا معاف فرما، لغزش سے درگزر فرما، اپنے حلم سے میری نادانی پر درگزر فرما، جس کی امید تیرے سوا کسی اور سے نہیں، تجھ سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں، وہ اپنا چہرہ زمین پر رکھ کر کہتے تھے اے میرے اللہ! آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ اس کو نہیں بخشتا جس نے اس سے شرک کیا، اس کے علاوہ وہ جسے چاہے گا بخش دے گا، اے اللہ! مجھے ان میں سے کر دے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔

(البدایۃ والنہایہ:11/467، سیر اعلام النبلاء:3/158)

اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت حجر بن عدی کی وہ تمام روایات سے استدلال مخالفین نے کرنا ہے تو ان پیش کردہ روایت کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس لیے یک طرفہ روایات کو پیش کر کے اپنے نام نہاد مؤقف کو ثابت کرنا بہت بڑی جسارت ہے اس مقام پر جنگ جمل میں شریک صحابہ کرام میں سے تین صحابہ کرام کا احساس ندامت پیش نظر رہے اس واقعہ کا پس منظر کیا تھا وہ پچھلے صفحات میں اس کی تفصیل کو دوبارہ پڑھ لیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے اعمال پر استغفار کرنا

جلیل القدر تابعی، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ قَدِمَ وَافِدًا عَلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَضٰى حَاجَتَهُ، ثُمَّ دَعَاهُ فَأَخْلَاهُ، فَقَالَ: يَا مِسْوَرُ! مَا فَعَلَ طَعْنُكَ عَلَى الْأَئِمَّةِ؟ فَقَالَ الْمِسْوَرُ: دَعْنَا مِنْ هٰذَا، وَأَحْسِنْ فِيمَا قَدِمْنَا لَهُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا، وَاللّٰهِ! وَلَتُكَلِّمَنَّ بِذَاتِ نَفْسِكَ، وَالَّذِي تَعِيبُ عَلَيَّ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَلَمْ أَتْرُكْ شَيْئًا أَعِيبُهُ عَلَيْهِ إِلَّا بَيَّنْتُهُ لَهُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا بَرِيءَ مِنَ الذَّنْبِ، فَهَلْ تَعُدُّ يَا مِسْوَرُ! مَا نَلِي مِنَ الْإِصْلَاحِ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا؟ أَمْ تَعُدُّ الذُّنُوبَ وَتَتْرُكُ الْحَسَنَاتِ؟ قَالَ الْمِسْوَرُ: لَا، وَاللّٰهِ! مَا نَذْكُرُ إِلَّا مَا تَرٰى مِنْ هٰذِهِ الذُّنُوبِ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَإِنَّا نَعْتَرِفُ لِلّٰهِ بِكُلِّ ذَنْبٍ أَذْنَبْنَاهُ، فَهَلْ لَكَ يَا مِسْوَرُ! ذُنُوبٌ فِي خَاصَّتِكَ، تَخْشٰى أَنْ تُهْلِكَكَ إِنْ لَمْ يَغْفِرْهَا اللّٰهُ؟ قَالَ مِسْوَرٌ: نَعَمْ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا يَجْعَلُكَ أَحَقَّ أَنْ تَرْجُوَ الْمَغْفِرَةَ مِنِّي؟ فَوَاللّٰهِ لَمَا أَلِي مِنَ الْإِصْلَاحِ أَكْثَرُ مِمَّا تَلِي، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا أُخَيَّرُ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، إِلَّا اخْتَرْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى مَا سِوَاهُ، وَإِنَّا عَلٰى دِينٍ يَقْبَلُ اللّٰهُ فِيهِ الْعَمَلَ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالْحَسَنَاتِ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالذُّنُوبِ، إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ عَمَّنْ يَشَاءُ، فَأَنَا أَحْتَسِبُ كُلَّ حَسَنَةٍ عَمِلْتُهَا بِأَضْعَافِهَا، وَأُوَازِي أُمُورًا عِظَامًا لَا أُحْصِيهَا وَلَا تُحْصِيهَا، مِنْ عَمَلٍ لِلّٰهِ فِي إِقَامَةِ صَلَوَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالْحُكْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَالْأُمُورِ الَّتِي لَسْتَ تُحْصِيهَا وَإِنْ عَدَدْتُهَا لَكَ، فَتَفَكَّرْ فِي ذٰلِكَ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَعَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ خَصَمَنِي حِينَ ذَكَرَ لِي مَا ذَكَرَ، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمْ يَسْمَعِ الْمِسْوَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَذْكُرُ مُعَاوِيَةَ إِلَّا اسْتَغْفَرَ لَهُ.

”سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بن کر گئے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا کام کر دیا، پھر انہیں علیحدہ بلا کر فرمایا: مسور! حکمرانوں پر تمہاری عیب جوئی کا کیا بنا؟ مسور کہنے لگے: اس بات کو چھوڑیں اور ہمارے موجودہ طرزِ عمل کی بنا پر ہم سے حسنِ سلوک روا رکھیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! تمہیں ضرور اپنے دل کی بات کہنا ہو گی اور اپنے خیال کے مطابق میرے عیوب بیان کرنا ہوں گے، مسور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل کی تمام بھڑاس نکال ڈالی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی انسان (ماسوائے انبیاء) غلطی سے معصوم نہیں۔ اے مسور! عوام کے

معاملے میں جو اصلاحات ہم نے کی ہیں، کیا آپ انہیں کچھ وقعت دیتے ہیں؟ نیکی تو دس گنا شمار ہوتی ہے کیا آپ غلطیوں کو شمار کرتے ہیں اور نیکیوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں؟
مسور نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو صرف ان غلطیوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جو نظر آتی ہیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ہر اس غلطی کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم سے ہوئی لیکن اے مسور! کیا تم سے اپنے خاص لوگوں کے بارے میں کوئی ایسی غلطی نہیں ہوئی، جس کو اگر اللہ معاف نہ کرے تو تمہیں اپنی ہلاکت کا ڈر رہو؟
مسور کہتے ہیں: بالکل ہم سے ایسی غلطیاں ہوئی ہیں۔
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تمہیں اپنے بارے میں مجھ سے بڑھ کر مغفرت کی امید کیوں ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سے بڑھ کر اصلاح کی کوشش میں رہتا ہوں اور اگر مجھے اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی نافرمانی میں سے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو میں ضرور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو ترجیح دوں گا ہم ایسے دین کے پیروکار ہیں جس کے مطابق اللہ تعالیٰ عمل کو قبول کرتا ہے، نیکی کی جزا دیتا ہے اور برائی کی سزا دیتا ہے، ہاں جسے چاہے معاف بھی کر دیتا ہے میں نے جو بھی نیکیاں کی ہیں، مجھے ان کے کئی گنا ثواب کی امید ہے اور میں ان امور کو سامنے رکھتا ہوں جنہیں نہ میں شمار کر سکتا ہوں، نہ تم، مثلاً اللہ کی رضا کے لیے مسلمانوں میں نظام صلاۃ کا قیام، اللہ کے راستے میں جہاد، اللہ کے نازل کردہ نظام کا نفاذ اور اسی طرح کے دوسرے امور جن کو میں ذکر بھی کروں تو تم شمار نہیں کر پاؤ گے اس بارے میں غور کرو۔
مسور کہتے ہیں: مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ بیان کر کے مجھے (میرے خیالات کو) مات دے دی ہے۔
عروہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی سیدنا مسور رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا، انہوں نے ان کے لیے استغفار فرمایا۔" (تاریخ بغداد للخطیب: 1/ 223، وسندہ صحیح)
اس روایت کرنے کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن یا اعتراض کرنا شریعت کے اصول کی مخالفت تو ہے ہی مگر ساتھ گناہ عظیم بھی ہے۔
علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے:
کہ اگر کسی صحابی سے امورِ فسق میں سے کوئی عمل ثابت ہوتا ہے تو اس کے یہ معنیٰ قطعاً نہیں کہ وہ اسی فسق پر فوت ہوئے ہیں، ہم توبہ سے پہلے تو اسے فاسق کہیں گے لیکن یہ نہیں کہ وہ اس فسق پر قائم رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور ان اوصاف کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بیان فرمائے ہیں وہ

اس پر قائم نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ (روح المعانی:26/133)
علامہ آلوسی فرماتے ہیں:
إنه ما مات من ابتلي منهم بمفسق إلا تائبا عدلا ببركة نور الصحبة.
ان میں سے جس سے بھی کوئی غلطی ہوئی وہ نور صحبت کی برکت سے اس وقت تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا جب تک کہ وہ توبہ کر کے پاک وصاف نہ ہو گیا ہو۔
ان حوالہ جات کے مطالعہ میں آجانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی قسم کے اعتراض سے پہلے مذکورہ روایت ذہن میں رہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث بھی پڑھ لیں جس میں ندامت کو توبہ کہا گیا ہے اور کسی شخص کے سابقہ گناہ پر عار دلانا گناہ ہے۔
ہمیں اپنی فہم وفراست پر ناز کرنے کی بجائے اپنے اکابرین کی راجح تحقیق پر بھروسہ اور ان کی تحقیقات پر اعتماد کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت اطہار کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الزام نمبر 48:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رگِ ہدایت کا طعنہ

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 265 پر لکھتے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف جنہیں: اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا، کا مصداق سمجھا جاتا ہے ان کی رگ ہدایت اس وقت بھی نہ پھڑکی جب انہیں خود انہی کے لوگوں نے منہ پر کہہ دیا تھا کہ قتل حجر ہدایت کے منافی ہے چنانچہ علامہ بلاذری لکھتے ہیں معاویہ نے عبدالرحمٰن بن اسود زہری کو بلایا اور کہا:

اذهب فاقتل حجرا وأصحابه، فَقَالَ: أما وجدت رجلًا أجهل بالله وأعمى عَنْ أمره مني.

جاؤ! حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دو اس نے کہا کیا آپ کو ایسا شخص نہیں ملتا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے امر کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ جاہل اور اندھا ہو؟

(انساب الاشراف ج 5 ص 268)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ الْعِجْلِيُّ عَنِ ابن عوانة عن أبيه قَالَ: دعا مُعَاوِيَة عَبْد الرَّحْمَنِ بْن الأسود بْن عَبْدِ يغوث الزهري فَقَالَ: اذهب فاقتل حجرا وأصحابه، فَقَالَ: أمَا وجدت رجلًا أجهل بالله وأعمى عَنْ أمره مني. (جمل من أنساب الأشراف: 5/260)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "الحکم بن عوانة الکلبی" کی توثیق وتعرف پیش کریں ورنہ مجہول راوی کی روایت پر کنز العلماء پر طنز کرتے ہوئے جو تحریر لکھی ہے اس سے رجوع کر لیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عن أبیه" کا تعارف وتوثیق ثابت کریں تاکہ راوی کے حالات واضح ہو سکیں کہ وہ

ثقہ ہے یا ضعیف ومتروک۔

تیسری علت: مذکورہ روایت میں " عن أبیہ" کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کریں ورنہ یہ روایت منقطع ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند ضعیف اور منقطع ہے ایسی روایات سے استدلال جناب فیضی صاحب کا ہی قلم کرسکتا ہے دوسروں پر فقرے بولنا اور طعنے دینا آسان ہے مگر تحقیق کرنا الگ معاملہ ہے

سب وشتم کا طعنہ

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 269 پر لکھتے ہیں۔

> دورِ معاویہ سے شروع ہونے والی یہ بدعت سئیہ اس قدر رائج اور عام ہوگئی تھی کہ اس سے خود سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی بچ نہ سکے چنانچہ سابقہ دور میں کبھی وہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے پھر انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے نصیحت فرمائی تو باز آگئے تو بہ فرمائی تھی اور خلافت سنبھالنے کے بعد اس بدعت سئیہ کو ختم بھی فرما دیا تھا۔
>
> (الکامل فی التاریخ ج 4 ص 98، 99)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

محدث فسوی روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ مَرْوَانَ بَعَثَ ابْنَهُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى الْمَدِينَةِ يَتَأَدَّبُ بِهَا فَكَتَبَ إِلَى صالح ابن كَيْسَانَ يَتَعَاهَدُهُ . فَكَانَ عُمَرُ يَخْتَلِفُ إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَسْمَعُ مِنْهُ الْعِلْمَ. فَبَلَغَ عُبَيْدَ اللهِ أَنَّ عُمَرَ يَنْتَقِصُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَأَتَاهُ عُمَرُ فَقَامَ يُصَلِّي، فَجَلَسَ عُمَرُ فَلَمْ يَبْرَحْ حَتَّى سَلَّمَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ: مَتَى بَلَغَكَ أَنَّ اللهَ سَخِطَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ بَعْدَ أَنْ رَضِيَ عَنْهُمْ؟ قَالَ: فَعَرَفَ عُمَرُ مَا أَرَادَ. فَقَالَ: مَعْذِرَةً إِلَيْكَ وَاللهِ لَا أَعُودُ. قَالَ: فَمَا سُمِعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ ذَاكِرًا عَلِيًّا إِلَّا بِخَيْرٍ. (المعرفۃ والتاریخ: 1/ 568)

محدث ابن عساکر لکھتے ہیں۔

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو بكر بن الطبري أنا أبو الحسين بن الفضل أنا

عبد الله بن جعفر نا يعقوب بن سفيان نا سعيد بن عفير حدثني يعقوب عن أبيه أن عبد العزيز بن مروان بعث ابنه عمر بن عبد العزيز إلى المدينة يتأدب بها فكتب إلى صالح بن كيسان يتعاهده فكان يلزمه الصلوات فأبطيوما عن الصلاة فقال ما حبسك قال كانت مرجلتي تسكن شعري فقال بلغ منك حبك تسكين شعرك أن تؤثره على الصلاة فكتب إلى عبد العزيز يذكر ذلك فبعث إليه عبد العزيز رسولا فلم يكلمه حتى حلق شعره وكان عمر يختلف إلى عبيد الله بن عبد الله يسمع منه العلم فبلغ عبيد الله أن عمر ينتقص علي بن أبي طالب فأتاه عمر فقام يصلي فجلس عمر فلم يبرح حتى سلم من ركعتين ثم أقبل على عمر بن عبد العزيز فقال متى بلغك أن الله سخط على أهل بدر بعد أن رضي عنهم قال قال فعرف عمر ما أرا فقال معذرة إلى الله وإليك والله لا أعود قال فما سمع عمر بن عبد العزيز بعد ذلك ذاكرا عليا إلا بخير.

(تاریخ دمشق: 45/ 136)

روایت کی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے اس لیے کہ روایت مذکورہ کے متن میں سب وشتم کے الفاظ نہیں ہیں جبکہ تنقیص کے الفاظ بھی حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ تک پہنچے جس پر انہوں نے تنبیہ کی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تذکرہ خیر ہی کیا تاریخ کی مستند کتب میں تنقیص اور سب وشتم کی وضاحت نہیں ہے کہ کن الفاظ کو سب وشتم سمجھا جاتا تھا اس لیے مذکورہ روایت سے استدلال کرنا مردود اور باطل ہے۔

مساجد کے منبروں پر سب وشتم اور لعنت کرنا کرانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 272 پر لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بنو امیہ کے اس عمل کا مقصد یہ بیان کیا ہے اور اسی پر اتفاق کیا ہے کہ بنو امیہ نے دونوں خطبوں میں ان ہستیوں پر لعنت بھیجنے کی بدعت نکال لی تھی جن پر لعنت بھیجنا جائز نہیں تھا، پس جونہی نماز مکمل ہوتی تو لوگ دوڑ لگا دیتے اور انہیں تنہا چھوڑ دیتے، سو اس لئے انہوں

نے خطبہ کو مقدم کیا۔ (اکمال المعلم ج3 ص290)

جواب:

جناب معترض کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سب وشتم کے الفاظ کیا تھے؟ کسی روایت میں واضح نہیں ہے خود جناب فیضی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ادب وتعظیم کرنے کا اقرار کیا ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کے حامی ہوتے تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت وفضیلت کے قائل نہ ہوتے، جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب شرح خصائص علی ص938 پر جو لکھتے ہیں وہ ملاحظہ کریں۔

کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں

جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے اس کی روشنی میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت معاویہ مجموعی طور پر اسلام کے خیر خواہ تھے اور حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ان کے دل میں ایک عظمت اور فضیلت موجود تھی مگر وہ اس کا اظہار عام نہیں کرتے تھے البتہ شاذ ونادر موقعوں پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کسی وفادار ساتھی یا اپنے ہی ہم راز کے سامنے ان کے علم وزہد وغیرہ کا اعتراف یا اظہار کر دیتے تھے جیسا کہ حضرت ضرار صدائی سے فرمائش کر کے عظمت مرتضوی سنی تھی اور سننے کے بعد کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ علی پر رحمت فرمائے وہ ایسے ہی تھے یا جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے بعد رو پڑے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان کا اعتراف

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو متعدد مقامات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر روایت نقل کرتے ہیں۔

وَقَالَ: رحم الله أَبَا الْحَسَن، كَانَ والله كذلك. فكيف حزنك عَلَيْهِ يَا ضرار؟

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: 3/1107)

محدث ابن عساکر ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

وقد اختنق القوم بالبكاء فقال هكذا كان أبو الحسن رحمه الله فكيف وجدك عليه يا ضرار. (تاریخ دمشق: 24/401)

ایک دفعہ ضرار ہمدانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کی جسے سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور حضرت ضرار ہمدانی کی باتوں کی تصدیق کی۔

علامہ ابو العباس القرطبی کا بیان

علامہ ابو العباس القرطبی لکھتے ہیں۔

قلت : وهذا الحديث : يدل على معرفة معاوية بفضل علي، رضي الله عنه ومنزلته، وعظيم حقه، ومكانته، وعند ذلك يبعد على معاوية أن يصرح بلعنه وسبه؛ لما كان معاوية موصوفًا به من الفضل والدين، والحلم، و كرم الأخلاق، وما يروى عنه من ذلك فأكثره كذب لا يصح . وأصح ما فيها قوله لسعد بن أبي وقاص : ما يمنعك أن تسب أبا التراب ؟ وهذا ليس بتصريح بالشيء، وإنَّما هو سؤال عن سبب امتناعه ليستخرج ما عنده من ذلك، أو من نقيضه، كما قد ظهر من جوابه، ولما سمع ذلك معاوية سكت، وأذعن، وعرف الحق لمستحقه.

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت اور ان کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھے جب یہ صورت حال ہے تو پھر ان کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صراحتاً سب وشتم کرنے کے حوالے سے ان کے بارے میں جو کچھ مروی ہے اس کا زیادہ تر حصہ جھوٹ اور غیر صحیح ہے اس میں سب سے زیادہ صحیح ان کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کا مذکورہ بالا ارشاد ہے مگر وہ سب وشتم میں صریح نہیں ہے وہ اس بارے میں محض ایک سوال تھا کہ ان کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سب وشتم دینے سے کون سے چیز مانع ہے؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کا جواب سنا تو پر سکون ہو کر اپنا سر جھکا لیا اور سمجھ گئے کہ حق حق دار کو ملا ہے۔

(المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم:20/30)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت کا اقرار

صحابی رسول ﷺ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم بن مسعدة أنا حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد بن عدي نا عبد الله بن ناجية نا أبو عمرو عثمان بن عبد الله بن عمرو بن عثمان العثماني

نا ابن لهيعة قال سمعت أبا الزبير عن جابر قال كنا عند معاوية فذكر علي أحسن ذكره وذكر أبيه وأمه ثم قال وكيف لا أقول هذا لهم هم خيار خلق الله وعنده بنيه أخيار أبناء أخيار. (تاریخ دمشق: 42/415)

''ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر اچھے انداز میں کیا، پھر کہا میں اس طرح کیوں نہ کہوں جبکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین شخص تھے، ان کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ تھا، وہ بہترین نسب کے حامل تھے۔''

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شان و فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے اس لیے منبر پر سب وشتم بمعنی گالیاں یا تنقیص کرنے کا کیا جواز ہو سکتا تھا؟ اس کی سند اگرچہ کمزور مگر فضائل میں منکر تو جناب فیضی صاحب بھی نہیں ہیں اس لیے اس سے احتجاج دیگر روایات کی روشنی میں جائز ہے۔

الزام نمبر 49:

یزید کی ولی عہدی میں قرآن وسنت اور خلفاء راشدین کی خلاف ورزی کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 273 پر لکھتے ہیں۔

یزید کی تقرری سنت یا بدعت؟

علماء حدیث کا کہنا ہے کہ اور تو اور مسلم امہ پر ظالم ملوکیت کا تسلط بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبدیلی کی وجہ سے ہوا اور اس کا ارتکاب بھی اسی شخص سے ہوا جسے سواھدبہ، کا مصداق قرار دیا جاتا ہے چنانچہ ابن ابی عاصم لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اول من یغیر سنتی رجل من بنی امیة. اول شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا بنو امیہ سے ہوگا۔

(الاوائل لابن ابی عاصم ص 77 حدیث 63، المصنف لابن ابی شیبۃ ج 19 ص 554،555 حدیث 37027)

امام سیوطی کی، الجامع الصغیر، میں یہ حدیث، یغیر، کی بجائے، یبدل، کے لفظ ہیں، علامہ البانی نے وہاں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر للالبانی: 504 حدیث 2582، جمع الجوامع لسیوطی ج 3 ص 255 حدیث 8819)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن ابی عاصم روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، ثنا أَبِي، ثنا عَوْفٌ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مَخْلَدٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّهُ قَالَ لِيَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ. (الاوائل لابن ابی عاصم: 1/ 78)

ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي خَلْدَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَلَيهِ وسَلمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: 20/ 156 رقم الحدیث 38623،37027)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت کی سند قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں عوف بن أبي جميلة شیعہ اور قدری راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

كانت فيه بدعتان: كان قدريًا، وكان شيعيًا. (العلل: رقم 2913)

محدث بندار فرماتے ہیں۔

وقال بندار وهو يقرأ لهم حديث عوف: والله لقد كان عوف قدريا رافضيا شيطانا.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: 3/ 305)

ابن سعد فرماتے ہیں: وَكَانَ يَتَشَيَّعُ. (الطبقات الکبریٰ: 7/ 258)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ثقة رمي بالقدر وبالتشيع. (تقریب التهذیب: 1/ 433)

محدث عقیلی نقل کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن أحمد قال سمعت بندار وهو يقرأ علينا حديث عوف فقال يقولون عوف والله لقد كان عوف قدريا رافضيا شيطانا. (الضعفاء العقیلی: 3/ 429)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی مہاجر ابن مخلد کی روایت متابعت کے بغیر قبول نہیں ہوتی، اس لیے ابن حجر عسقلانی نے اسے مقبول لکھا ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مقبول. (تقریب التهذیب: 1/ 548)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: لينه وهيب بن خَالِد. (المغنی فی الضعفاء: 2/ 680)

محدث ابو حاتم لکھتے ہیں۔

لين الحديث، ليس بذاك، وليس بالمتين، شيخ يكتب حديثه.
(الجرح والتعديل: 8/ 262)

محدث عقیلی فرماتے ہیں۔

قال كان وهيب بن خالد يعيب المهاجر أبا مخلد ويقول لا يحفظ وهو الذى روى عنه عوف وعبد الوهاب الثقفي. (الضعفاء العقیلی: 4/ 208)

محدثین کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مہاجر ابن مخلد کی روایات بغیر متابعت کے قابل قبول نہیں ہوتی اور ساتھ متکلم فیہ راوی بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ اس میں ضعیف اور شیعہ راوی ہیں جب حمصی راوی کی روایت موصوف کی تحقیق کے مطابق موضوع ہو سکتی ہے تو صحابہ کرام کے خلاف کوفیوں اور شیعہ راوی کی روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سنت کی تبدیلی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 274,275 پر لکھتے ہیں۔

لیکن بادی النظر میں یقال لہ یزید، کا تفسیری جملہ مدرج معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے اس کو کچھ محدثین نے نقل ہی نہیں کیا چنانچہ امام ابن عدی جیسے ماہر محدث کے کلام سے بھی یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں اور نہ ہی یہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں بلکہ یہ کسی اور شخص نے اپنی طرف سے وضاحتاً شامل کر دیے، وہ لکھتے ہیں:

وفي بعض الاخيار مفسر ازاد يقال له: يزيد.
بعض روایات میں وضاحتی اضافہ ہے کہ اس کو یزید کہا جائے گا۔

(الکامل فی الضعفاء الرجال ج 4 ص 97)

بعد میں ان الفاظ کے شامل کرنے کی اہم دلیل اور حدیث ملتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: جب یزید بن ابی سفیان شام پر امیر تھا تو مسلمانوں نے ایک جنگ کی اس میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس میں ایک خوبصورت لڑکی تھی جو کسی مسلمان کے حصہ میں آئی یزید بن ابی سفیان نے اس کو اپنے پاس منگوا لیا ان دنوں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں تھے اس شخص نے ان کے ہاں شکایت کی تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اس کی مدد کے لئے یزید بن ابی سفیان کے پاس گئے اسے کہا

کہ وہ لونڈی اس شخص کو واپس کر دو یزید نے پس وپیش سے کام لیا تو انہوں نے فرمایا اگر تم پس وپیش ایسا کرتے ہو تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة.

پہلا شخص جو میری سنت تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ چل دیے تو یزید بن ابی سفیان ان کے پیچھے گیا اور کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں اس پر یزید نے وہ لونڈی اس شخص کو دے دی۔

(تاریخ دمشق ج 65 ص 250، اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج 6 ص 408 حدیث 6160)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو سهل محمد بن إبراهيم أنا أبو الفضل الرازي أنا جعفر بن عبد الله نا محمد بن هارون نا محمد بن بشار نا عبد الوهاب نا عوف ثنا مهاجر أبو مخلد حدثني أبو العالية حدثني أبو مسلم قال غزا يزيد بن أبي سفيان بالناس فغنموا فوقعت جارية نفيسة في سهم رجل فاغتصبها يزيد فأتى الرجل أبا ذر فاستعان به عليه فقال له رد على الرجل جاريته فتلكأ عليه ثلاثا فقال إني فعلت ذاك لقد سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية يقال له يزيد فقال له يزيد بن أبي سفيان نشدتك بالله أنا منهم قال لا قال فرد على الرجل جاريته.

(تاریخ دمشق: 65/250)

حافظ ابن حجر عسقلانی روایت لکھتے ہیں۔

قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ثَنَا هوذة بن خليفة، عن عوف، عن (أَبِي خَالِدٍ) عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: "لَمَّا كان زمن يَزِيدُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَمِيرًا بِالشَّامِ قَالَ: غزا المسلمون فسلموا وغنموا، فَكَانَ فِي غَنِيمَتِهِمْ جَارِيَةٌ نَفِيسَةٌ، فَصَارَتْ لِرَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ يَزِيدُ فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ، وأبو ذَرٍّ يَوْمَئِذٍ بِالشَّامِ قَالَ: فَاسْتَعَانَ الرَّجُلُ بِأَبِي ذَرٍّ عَلَى يَزِيدَ فَانْطَلَقَ مَعَهُ، فَقَالَ لِيَزِيدَ: رُدَّ عَلَيْهِ جَارِيَتَهُ. فَتَلَكَّأَ ثلاث مرار، فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ يَتْرُكُ سُنَّتِي

رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ. قَالَ: ثُمَّ وَلَّى عَنْهُ. فَلَحِقَهُ يَزِيدُ فَقَالَ: أُذَكِّرُكَ بِاللّٰهِ أَنَا هُوَ؟ قَالَ: اللّٰهُمَّ لَا. وَرَدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتِهِ. (اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: 188/5)

جناب کو یہ نہیں معلوم کہ یزید بن معاویہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ میں فرق کیا ہے؟

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تو صحابی رسول ﷺ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے امیر تھے۔

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں صحابی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر بھی انتہائی گھناؤنا الزام لگایا گیا ہے اور وہ یہ کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) کسی اور کی لونڈی کو زبردستی چھین لیا اور جب انہیں یزید سے متعلق حدیث رسول سنائی گئی تو انہوں نے غصب کردہ لونڈی واپس کی۔

روایت مذکورہ کی تمام اسانید سے معلوم ہوتا کہ ابوالعالیہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے بیچ سے ایک روای ساقط ہے۔

دوسری علت: عبدالوہاب کے علاوہ تمام رواۃ نے اس سند کو انقطاع کے ساتھ بیان کیا ملاحظہ ہو:

صرف عبدالوہاب نے وصل کیا ہے اور یہ اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ان کے حافظہ پر جرح ہوئی ہے

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

عبد الوهاب بن عبد المجيد الثقفي. ويكنى أبا محمد. وكان ثقة وفيه ضعف.

(الطبقات لابن سعد: 212/7)

اور آخر عمر میں ان کا حافظہ اس حد تک خراب ہوگیا تھا کہ یہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ثقة تغير قبل موته بثلاث سنين.

(تقریب التھذیب لابن حجر: رقم 284/1)

امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا: كان عبد الوهاب الثقفي قد اختلط بآخرة.

(تاریخ ابن معین: 106/4)

یعنی امام ابن معین اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صرف اختلاط کی جرح کی لیکن یہ نہیں کہا کہ انہوں نے اختلاط کے بعد کچھ روایت نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ عبدالوہاب ثقہ ہونے کے باوجود متکلم فیہ تھے۔

تیسری علت:

ان کے وصل والی روایت کے ہوتے ہوئے بھی بہت سارے محدثین نے اس زیر بحث روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔

ابن عساکر رحمہ اللہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا:

رواه عبد الوهاب الثقفي عن عوف عن أبي مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر زاد فيه أبا مسلم. (تاریخ دمشق لابن عساکر:18/ 160)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس سند میں ابومسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

أخرجه الروياني في مسنده عن بندار، وروى من وجه آخر، عن عوف، وليس فيه أبو مسلم. (تاریخ الاسلام للذہبی:5/ 273)

امام بیہقی رحمہ اللہ بھی اس سند کو منقطع قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وفي هذا الإسناد إرسال بين أبي العالية وأبي ذر. (دلائل النبوۃ للبیہقی:6/ 467)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس سند پر انقطاع ہی کا حکم لگایا ہے چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ ابن عساکر کی مذکورہ روایت اور اس جیسی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقد أورد ابن عساكر أحاديث في ذم يزيد بن معاوية كلها موضوعة لا يصح شيء منها وأجود ما ورد ما ذكرناه على ضعف أسانيده وانقطاع بعضه. (البدایۃ والنہایۃ:8/ 231)

یعنی ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عساکر میں موجود یزید کی مذمت کرنے والی تمام روایات کو مردود قرار دیا ہے ان میں زیر بحث روایت بھی ہے۔

نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کے کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ سے تضعیف کا قول نقل کیا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكذا رواه البخاري في التاريخ وأبو يعلى عن محمد بن المثنى عن عبد الوهاب ثم قال البخاري والحديث معلول. (البدایۃ والنہایۃ:8/ 231)

ابن طولون نے بھی ابن کثیر رحمہ اللہ کے حوالہ سے امام بخاری کی تضعیف نقل کرتے ہوئے کہا:

قال البخاري: والحديث معلول. (قيد الشريد لابن طولون: ص38)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثني محمد، قال: حَدَّثَنَا عبد الوهاب قال: حدثنا عوف عن المهاجر بن مخلد، قال: حَدَّثَنَا أبو العالية، قال: وحدثني أبو مسلم قال: كان أبو ذر بالشام وعليها يزيد بن أبي سفيان فغزا الناس فغنموا. والمعروف أن أبا ذر كان بالشام زمن عثمان وعليها معاوية ومات يزيد في زمن عُمَر ولا يعرف لأبي ذر قدوم الشام زمن عُمَر رضي الله عنه. (التاريخ الأوسط للبخاري: 1/397)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے امیر تھے اور عہد فاروقی ہی میں وفات پا گئے اور عہد فاروقی میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا شام آنا ثابت ہی نہیں ہے اور زیر بحث روایت میں اسی دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو شام میں بتلایا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے شام میں صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو زیر بحث حدیث سنائی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ اشکال پیش کیا ہے کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جن دنوں شام کے امیر تھے ان دنوں ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں تھے ہی نہیں کیونکہ یہ تو عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام آئے اور صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ شام میں صرف حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنھم کے دور تک زندہ تھے چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: يزيد بن أبي سفيان كان من أمراء الأجناد بالشام في أيام أبي بكر وعمر. لكن سميه يزيد بن معاوية يشبه أن يكون هو والله أعلم. وفي هذا الإسناد إرسال بين أبي العالية وأبي ذر. (دلائل النبوة للبيهقي: 6/467)

یعنی صحابی رسول یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ تو ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں لشکر شام کے امیر ہوا کرتے تھے (اور اس دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ شام آئے ہی نہیں)

امام بیہقی نے جو یہ فرمایا: لكن سميه يزيد بن معاوية يشبه أن يكون هو، والله أعلم. (دلائل النبوة للبيهقي: 6/467)

عرض ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ تمام تر روایات میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہی کی صراحت ہے، نیز اگر یہ تسلیم

کرلیا جائے کہ اس حدیث میں لونڈی غصب کرنے کا جو واقعہ ہے وہ یزید بن معاویہ کا واقعہ ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید نے جب ایک لونڈی غصب کی تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث سنادی لیکن جب انہوں نے مسند خلافت غصب کی کما یقال تو اس وقت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث لوگوں کو کیوں نہ سنائی گئی کیونکہ ظاہر ہے یہ واقعہ پیش آنے کے بعد یہ حدیث کئی لوگوں کے علم میں آچکی ہوگی۔

نیز اسی حدیث میں ہے کہ یزید نے جب ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وہ میں ہوں تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ....لہٰذا اگر یہ واقعہ یزید بن معاویہ کا ہے تب تو بتصریح ابوذر رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ اس کے مصداق ہے ہی نہیں۔

الغرض یہ کہ امام بخاری وامام بیہقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق شام میں ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ملے ہی نہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی اسی تحقیق کو امام ابن کثیر نے بھی برضاء ورغبت نقل کیا ہے۔

چوتھی علت:

محدثین کرام نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے۔

(1) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلول بھی کہا ہے:

(التاریخ الأوسط للبخاری: 1/ 397، البدایۃ والنہایۃ: 8/ 231)

(2) امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے

(الکامل فی الضعفاء الرجال لابن عدی: 4/ 97)

واضح رہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعفاء میں اس روایت کو نقل کرکے یہ بھی فرمایا:

وفي بعض الأخبار مفسر ازاد. يقال له: يزيد.

یعنی بعض روایات میں رجل کی اس وضاحت کے ساتھ اضافہ ہے کہ اس آدمی کو یزید کہا جائے گا۔

(الکامل فی الضعفاء الرجال لابن عدی: 4/ 97)

یہ اضافہ زیر بحث روایت ہی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کے سامنے ہر طرح کی روایات تھیں اس کے باوجود بھی امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔

(الذخیرۃ فی الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: 1/ 540)

(3) امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے منقطع قرار دیا ہے، اور اس کے متن کو بھی منکر بتلایا ہے۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی: 6/ 467)

واضح رہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ حدیث پر حکم لگاتے وقت حدیث کے دیگر طرق کو بھی پیش نظر رکھتے تھے لیکن یہاں پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے منقطع قرار دیا گویا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت اصلاً منقطع ہی ہے

(4) امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ نے ابن عدی کے حوالے سے اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا:

لم یذکر علیه کلاما. وأورده فی ذکر أبی العالیة، وکأنه استنکره، فذکره.

امام ابن عدی نے اس پر کوئی کلام ذکر نہیں کیا ہے اور ابو العالیہ کے تذکرہ میں اسے ذکر کیا ہے گویا کہ آپ نے اسے منکر مان کر ذکر کیا ہے۔ (الذخیرۃ فی الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: 1/ 540)

(5) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ: 8/ 231)

(6) امام سیوطی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر: 1/ 244)

واضح رہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ شواہد اور دیگر اسناد کے پیش نظر روایات کو حسن قرار دینے میں معروف ہیں لیکن اس کے باوجود بھی یہاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے ضعیف قرار دیا گویا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت ثابت نہیں بلکہ مردود ہے۔

(7) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کو نقل کرنے کے بعد سند میں ابو مسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

رواه معاویة بن هشام، عن سفیان، عن عوف، فلم یذکر بین أبی العالیة وأبی ذر أحدا۔ اس روایت کو معاویہ بن ہشام نے سفیان عن عوف کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابو العالیہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کے بیچ کسی کو ذکر نہیں کیا۔ (إتحاف المہرۃ لابن حجر: 14/ 224)

(8) امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی زیر بحث روایت کی سند میں ابو مسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

أخرجه الرویانی فی مسنده عن بندار، وروی من وجه آخر، عن عوف، ولیس فیه أبو مسلم.

اسے امام رویانی نے مسند میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث دوسری سند سے مروی ہے اس میں ابو مسلم کا ذکر نہیں ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: 5/ 273)

(9) امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بھی ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا:
رواه عبد الوهاب الثقفي عن عوف عن أبي مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر زاد فيه أبا مسلم.
اسی روایت کو عبدالوہاب الثقفی نے بھی عوف عن أبي مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر کے طریق سے روایت کیا اس میں اس نے ابومسلم کا اضافہ کر دیا ہے۔
(تاریخ دمشق لابن عساکر: 18/ 160)

امام ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ نے کہا:
بلغني أن أبا ذر كان ينزل المدينة فلما قتل عمر رضي الله عنه تحول إلى الشام ثم قدم المدينة على عهد عثمان رضي الله عنه.
مجھ تک یہ بات پہونچی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ میں قیام کیا کرتے تھے لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ابوذر رضی اللہ عنہ شام منتقل ہو گئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں دوبارہ شام میں آئے۔
(معجم الصحابة للبغوی: 1/ 533)
امام بغوی رحمہ اللہ کے اس قدیم قول سے معلوم ہوا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی شام منتقلی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کے بعد نہیں بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئی، اس قدیم حوالے کے بہت عرصہ بعد پیدا ہونے والے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا حوالہ قطعاً غیر مسموع ہے۔
خود ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اسی کتاب میں یہ بھی کہا کہ:
له حديث واحد، أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: الجائر من الولاة تلتهب به النار التهابًا. في حديث ذكره اختصرته. رواه عنه أبو هلال مُحَمَّد بن سليم الراسبي، ذكره ابن أبي شيبة وغيره. (الاستیعاب لابن عبدالبر: 1/ 172)
بشر بن عاصم کی ایک روایت ہے جس میں اس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یہ روایت کرتا ہے کہ ''والیوں میں سے جو ظالم ہوگا وہ آگ میں بری طرح جلے گا'' یہ اس کی روایت کردہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے میں نے مختصر ذکر کیا ہے اس سے اس روایت کو ابوہلال محمد بن سلیم راسبی نے بیان کیا ہے، اسے امام ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔
ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ وغیرہ کی جس روایت کو مختصرًا نقل کیا ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ ہی میں تھے نہ کہ شام میں۔
ابن ابی شیبہ کی یہ روایت (مسند ابن أبی شیبہ :2/ 87) میں ہے۔
نیز اسی روایت کو عبد بن حمید نے دوسری سند سے روایت کیا ہے۔
(المنتخب من مسند عبد بن حمید: ص160 رقم430)
نیز امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ایک تیسری سند سے روایت کیا ہے۔(شعب الایمان: 9/ 487)
نیز امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے ایک چوتھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی: 2/ 38,39 رقم1219)
اس کے علاوہ اس کی اور بھی سندیں اور طرق ہیں بلکہ یہ روایت مسند رویانی میں بھی ہے جیسا کہ ابن المبرد الحنبلی نے "محض الصواب فی فضائل أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب" میں ذکر کیا ہے۔
معلوم ہوا کہ امام ابوذر رضی اللہ عنہ سے متعلق امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے دو متضاد باتیں ذکر کی ہیں ایک جگہ بغیر کسی حوالہ کے یہ ذکر کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد یہ شام چلے گئے اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں واپس آئے جب کہ دوسری جگہ ایسی روایت کا حوالہ دیا جس میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں بتلایا گیا ہے۔
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ہی ابوذر رضی اللہ عنہ کے شام جانے سے متعلق ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جو بات کہی ہے وہ بے سند و بے حوالہ ہے جبکہ دیگر باسند روایات میں یہ ملتا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں ہی تھے، اس سلسلے کی ایک روایت کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے۔
امام أبوبکر محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ نے فرمایا:

حدثنا أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبد الحميد الواسطي قال: حدثنا هارون بن عبد الله البزاز قال: حدثنا سيار بن حاتم قال: حدثنا جعفر بن سليمان قال: حدثنا المعلى بن زياد، عن الحسن قال: بينما عمر بن الخطاب رضي الله عنه آخذا بيد أبي ذر رحمه الله إذ غمزها، فقال له أبو ذر: مه يا قفل الإسلام أوجعتني فقال: ما هذا يا أبا ذر؟ فقال: يا أمير المؤمنين، تذكر يوم كذا و كذا؟ يذكره إذ أقبلت فأشرفت على الوادي، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لن تصيبكم فتنة ما كان هذا بين أظهركم فأنت قفل الإسلام يا عمر. (الشریعۃ للآجری: 4/ 1911 رقم1388)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے کہا:

أخبرنا أبو غالب وأبو عبد الله ابنا البنا قالا أنا أبو الحسين بن الآبنوسي أنا أبو الطيب عثمان بن عمرو بن المنتاب نا يحيى بن محمد بن صاعد نا الحسين بن الحسن بن حرب نا ابن المبارك أنا رشدين بن سعد عن عبد الله بن الوليد عن وائل المدني أنه حدث عن نجدة وكان مولى لعمر بن الخطاب عن عمر أنه كان في سوق المدينة يوما فطأطأ رأسه فأخذ شق تمرة فمسحها من التراب ثم مر أسود عليه قربة فمشى إليه عمر وقال اطرح هذه في فيك فقال له أبو ذر ما هذه يا أمير المؤمنين قال هذه أثقل أو ذرة قال بل هذه أثقل من ذرة قال فهل فهمت ما أنزل الله في سورة النساء {إن الله لا يظلم مثقال ذرة وإن تك حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه أجرا عظيما} كان بدء الأمر مثقال ذرة وكان عاقبته أجرا عظيما. (تاریخ دمشق لابن عساکر: 44/ 314)

ان دونوں روایات میں ابوذر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ اے امیر المومنین، اس سے پتہ چلا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ میں ہی تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

أخبرنا يزيد بن هارون قال: أخبرنا أبو أمية بن يعلى عن سالم أبي النضر قال: لما كثر المسلمون في عهد عمر ضاق بهم المسجد فاشترى عمر ما حول المسجد من الدور...... فجاء يقوده حتى أدخله المسجد فأوقفه على حلقة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيهم أبو ذر فقال: إني نشدت الله رجلا سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر حديث بيت المقدس حين أمر الله داود أن يبنيه إلا ذكره. فقال أبو ذر: أنا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم. (الطبقات لابن سعد: 4/ 15)

ان تمام روایات میں اس بات کا ذکر ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں ہی تھے یہ تمام روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن باسند ہیں جبکہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی ذکر کردہ بات بے سند و بے اصل ہے لہٰذا یہ باسند روایات ابن عبد البر کی ذکر کردہ بے سند بات سے زیادہ قوی ہیں اور زیادہ قوی ضعیف روایات کو بے اصل یا کم قوی روایات کے خلاف پیش کیا جا سکتا ہے۔

دیگر سندوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ میں تھے۔

امام حمیدی رحمہ اللہ نے کہا:

ثنا سُفْيَانُ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، وَحَكِيمُ بْنُ جُبَيْرٍ، سَمِعَاهُ مِنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ أَخْوَالِهِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْحَوْتَكِيَّةِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ حَاضِرُنَا يَوْمَ الْقَاحَةِ إِذْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْنَبٍ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: أَنَا...

ابن حوتکیہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوم قاحہ کے موقع پر تم میں سے کون موجود تھا جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک خرگوش لایا گیا تھا؟ تو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں.......

(مسند الحمیدی: 1 /227، والضیاء فی الأحادیث المختارة: 1 /421)

اس حدیث میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کے درمیان یہ سوال پیش کیا، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ عہد خلافت ہی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی مجلس میں یہ سوال کیا اور ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔

ابن عبد البر کی کتاب سے پیش کردہ بات بے سند ہونے کے ساتھ ساتھ صرف منفرد بات ہے جب کی دوسری طرف ایک سے زائد بلکہ بہت ساری باسند روایات ہیں جو پیش کردہ بات کے خلاف ہیں لہٰذا کثیر روایات میں جو بات ہے اس کے خلاف ایک منفرد اور بے سند بات کی کوئی حیثیت نہیں۔

ولی عہدی محبت کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 280 پر لکھتے ہیں۔

> وہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں تو اس مقصد کی خاطر 51ھ میں آئے تھے مگر دوسرے مقامات پر وہ یہ کام اس سے قبل شروع کر چکے تھے کیونکہ یزید کو ولی عہد بنانے میں انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ بھی قبول کیا تھا اور مغیرہ کی وفات 50ھ میں ہوئی تھی اور چونکہ اسی مشورہ کی بدولت مغیرہ کو تاحیات گورنری پر بحال کر دیا گیا تھا لہٰذا ظاہر ہے کہ مغیرہ کی وفات 50ھ سے قبل ہی ولی عہدی کے لئے بھاگ دوڑ شروع کر دی گئی تھی امام ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ 56ھ میں لوگوں نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی اور اس کی ابتداء مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی تھی جبکہ امام ابن اثیر اس سے قبل سنہ 50ھ میں مغیرہ کی وفات لکھ چکے ہیں۔
>
> (الکامل فی التاریخ ج 3 ص 59، 97)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو القاسم عن العقدی عن أبي جعفر عن المدائنی عن الهيثم عن عدی عن الشعبي قال: كتب المغيرة بن شعبة الى معاوية حين كبر وخاف العزل، فكتب اليه معاوية، أما ما ذكرت من كبر سنك، فأنت أكملت عمرك، وأما ما ذكرت من اقتراب أجلك، فانى لو أستطيع دفع المنية لدفعتها عن آل أبي سفيان، وأما ما ذكرت من سفهاء قريش، فان حلماء قريش أنزلوك هذا المنزل، وأما ما ذكرت من العمل فصح رويدا تدرك الهيجاء جمل، فاستأذن معاوية فى القدوم فاذن له، فقال الربيع ابن هريم: فخرج المغيرة، وخرجنا معه إلى معاوية، فقال له: يا مغيرة! كبرت سنك، واقترب أجلك، ولم خرجنا معه الى معاوية، فقال له: يا مغيرة! كبرت سنك، واقترب أجلك، ولم يبق منك شئ، ولا أظننى الا مستبدلا بك، قال: فانصرف الينا، ونحن نعرف الكآبة فى وجهه، فقلنا ما يريد أن يصنع؟ قال: ستعلمون قال: فأتى معاوية فقال: يا أمير المؤمنين، ان الانفس يغدى عليها ويراح، فلو نصبت لنا علما نصير اليه، مع أنى قد دعوت أهل العراق الى يزيد فركنوا اليه، حتى جاءنى كتابك، فقال: يا أبا محمد، انصرف الى عملك، فأحكم هذا الأمر لابن أخيك، فأقبلنا على اليزيد فركض، فقال: يا مغيرة! وضعت رجلك فى ركاب طويل، ألقى على أمة محمد، قال: فذاك الذى دعا الى البيعة ليزيد. (الاوائل:1/233)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت میں راوی، اَبو القاسم، مجہول راوی ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت میں راوی، اَبی جعفر، مجہول راوی ہے۔

تیسری علت:

پیش کردہ روایت میں، الہیثم عن عدی، متروک ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت میں مجہول و متروک راوی ہیں اور ایسی روایات سے استدلال جناب فیضی صاحب کا ہی طرہ امتیاز ہے دوسروں کو طعنہ دینے والا خود متروک روایات سے استدلال کرنے کا مرتکب ہے۔
قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 281 پر لکھتے ہیں۔

نیز خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس ولی عہدی کو محبت پدری کا شاخسانہ بھی قرار دیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

وما جعلها معاوية الا كرامة لولده. معاویہ نے یہ معاملہ اپنے بیٹے کے وقار کے لئے کیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج 10 ص 3295، تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 171، الکافی الشاف ص 255)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الميني قَالَ: إِنِّي لَفِي الْمَسْجِدِ حِينَ خَطَبَ مَرْوَانُ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ أَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي يَزِيدَ رَأْيًا حَسَنًا، وَإِنْ يَسْتَخْلِفَهُ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: أَهِرَقْلِيَّةٌ؟! إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَاللهِ مَا جَعَلَهَا فِي أَحَدٍ مِنْ وَلَدِهِ، وَلَا أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ فِي وَلَدِهِ إِلَّا رَحْمَةً وَكَرَامَةً لِوَلَدِهِ. فَقَالَ مَرْوَانُ: أَلَسْتَ الَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ: أُفٍّ لَكُمَا؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَلَسْتَ ابْنَ اللَّعِينِ الَّذِي لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاكَ. قَالَ: وَسَمِعَتْهُمَا عَائِشَةُ فَقَالَتْ: يَا مَرْوَانُ، أَنْتَ الْقَائِلُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ كَذَا وَكَذَا؟ كَذَبْتَ، مَا فِيهِ نَزَلَتْ، وَلَكِنْ نَزَلَتْ فِي فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ. ثُمَّ انْتَحَبَ مَرْوَانُ، ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ حَتَّى أَتَى بَابَ حُجْرَتِهَا فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا حَتَّى انْصَرَفَ. (تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم: 10/ 3295)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
پہلی علت:

پیش کردہ روایت میں راوی عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمِينِي ، کی توثیق اور ان کا سماع ثابت کریں۔

دوسری علت:

بالفرض مذکورہ روایت کو مان لیا جائے تو ایسے الفاظ متعدد صحابہ کرام نے ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیے ہیں صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے بارے میں ذاتی آراء کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

صحابی رسول جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول

صحابی رسول جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے سخت خلاف تھے بلکہ اس لڑائی کو ملوکیت کی لڑائی بتاتے تھے، چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ: قُلْتُ لِجُنْدُبٍ: إِنِّي قَدْ بَايَعْتُ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَإِنَّهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ أَخْرُجَ مَعَهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَقَالَ: أَمْسِكْ، فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ يَأْبَوْنَ، فَقَالَ : افْتَدِ بِمَالِكَ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَأْبَوْنَ إِلَّا أَنْ أَضْرِبَ مَعَهُمْ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ جُنْدُبٌ، حَدَّثَنِي فُلَانٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِقَاتِلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، سَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلَنِي -قَالَ: شُعْبَةُ فَأَحْسِبُهُ قَالَ : فَيَقُولُ: عَلَامَ قَتَلْتَهُ؟ فَيَقُولُ: قَتَلْتُهُ عَلَى مُلْكِ فُلَانٍ ". قَالَ: فَقَالَ جُنْدُبٌ: فَاتَّقِهَا.

ابوعمران عبدالملک بن حبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ شام جاؤں، تو جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا مت کرنا، میں نے کہا: وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہیں، جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مالی فدیہ دے کر بس کرو، میں نے کہا وہ لوگ اس کے علاوہ کسی بات پر راضی نہیں کہ میں ان کے ساتھ تلوار لے کر نکلوں، اس پر جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کے ساتھ آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا، تو اللہ تعالی اس سے پوچھے گا کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے اسے فلاں شخص کی ملوکیت کے لئے قتل کیا، اس کے بعد جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس لئے ابوعمران تم اس سے بچو۔

(مسند أحمد: 4/ 63 رقم (16600) 16717، وط 27/ 145 وقال المعلقون: واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین)

موصوف قاری صاحب کیا اس روایت کی آڑ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض یا ان کو بادشاہ کہنے کی جرات کر سکتے ہیں؟

صحابی رسول ابو برزہ الأسلمی رضی اللہ عنہ کا قول

صحابی رسول ابو برزہ الأسلمی رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے اس قدر خلاف تھے کہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔

یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس کے آخر میں ہے:

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا.

اور وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

(مصنف ابن أبی شیبہ: 7/449 و اسنادہ صحیح)

نیز یہی روایت مستدرک حاکم میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس میں ہے:

ان ذلك الذي بمكة يعني ابن الزبير أن يقاتل إلا على الدنيا.

وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

(المستدرک للحاکم: 4/517 و اسنادہ صحیح)

صحابی رسول ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول

اور صحابی رسول ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے کہا: اللہ نے ان کے دلوں کو بھی اندھا کر دیا ہے۔ (صحیح مسلم: حدیث 3429، دارالسلام)

صحابی رسول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

ایک اور صحیح روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو تنگ نظر اور متعصب قرار دیا ہے چنانچہ: امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا:

أنا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ كَانَ النَّاسُ يَرِدُونَ مِنْهُ عَلَى أَرْجَاءِ وَادٍ رَحْبٍ لَيْسَ كَالضَّيِّقِ الْحَصِرِ الْحَصِرِ الْمُتَعَصِّبِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حکومت کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص نہیں دیکھا آپ کو تمام لوگوں نے حد درجہ سخی اور کشادہ دل پایا، آپ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح تنگ نظر، تنگ دل، بخیل اور متعصب نہ تھے۔

(1) الآمالی فی آثار الصحابہ لعبد الرزاق: ص 74 و اسنادہ صحیح

(2) المصنف لعبد الرزاق: 11/ 453 رقم 20985

(3) ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ: 10/ 48 من طریق معمر بہ و اسنادہ صحیح

صحابہ کرام کے ایسے تمام اقوال ایک دوسرے کے بارے میں نہ کوئی نفسانی خواہش پر مبنی تھی اور نہ دنیاوی حرص پر محمول تھے بلکہ ایسے اقوال تو خالص دینی محبت اور شریعت کے بالادستی کی وجہ سے تھے اس لیے اس طرح کے اقوال کی آڑ میں صحابہ کرام کی عظمت پر اعتراض کرنا موصوف قاری فیضی صاحب کی ہی عادت ہو سکتی ہے مگر اس کا حقیقت اور اصول سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔

خواہش نفسانی کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 283 پر لکھتے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ معاویہ کا اپنے بیٹے کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کرنے کی سعی کرنا خواہش نفسانی پر مبنی تھا تو پھر ان کا یہ اقدام سراسر قرآن مجید کے خلاف ہوا کیونکہ قرآن میں خواہش نفسانیہ کی اتباع سے ممانعت آئی ہے؟ اگر امیر اہل سنت کو انکار ہو تو یہ خواہش نفسانی نہیں تھی تو پھر ان سے سوال ہے کہ اس ولی عہدی کی تکمیل کے لئے معاویہ نے رشوتیں کیوں دی تھیں تفصیل کے لئے گذشتہ صفحات میں، ہادی مہدی اور رشوت، کا عنوان ملاحظہ فرمائیں نیز اس خلاف شرع کام کی تکمیل کے لئے موصوف نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھمکیاں بھی دی تھیں اور کذب بیانی بھی کی اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے معتمد علماء کرام کی تصریحات، یزید کی بیعت اتنا آسان، کے عنوان کے تحت گزر چکی ہیں۔

جواب:

قاری صاحب کو شاید یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام نے ایک دوسرے کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے اس سے استدلال کر کے ان کی شان کے بارے میں اعتراض کرنا باطل اور غلط ہے۔

صحابی رسول ابو برزہ الاَسلمی رضی اللہ عنہ کا قول

صحابی رسول ابو برزہ الاَسلمی رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے اس قدر خلاف تھے کہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس کے آخر میں ہے:

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا.

وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

(مصنف ابن اَبی شیبہ: 7/449 واسنادہ صحیح)

مستدرک حاکم میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس میں ہے:

ان ذلك الذي بمكة يعني ابن الزبير أن يقاتل إلا على الدنيا.

وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

(المستدرک للحاکم: 4/517 واسنادہ صحیح)

کیا جناب قاری فیضی صاحب اس روایت کی آڑ لے کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دنیادار کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موصوف نے تو دنیا کی طلب اور دنیادار ہونے کا فتویٰ، ضعیف ومتروک روایات سے استدلال کر کے پیش کیا ہے ایسی روایات سے استدلال کرنا علمی میدان میں باطل اور مردود ہے۔

الزام نمبر 50:

یزید کی ولی عہدی کی خواہش کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 283,284 پر لکھتے ہیں۔

یزید کی ولی عہدی: خواہش یا سنت؟

ہمارے لوگوں نے تو یزید کی باطل ولی عہدی کو سنت انبیاء بناڈالا ہے لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ اللہ عزوجل نے خود یزید کے باپ کی زبان سے، ہوی، (خواہش) کا لفظ صادر کرادیا تھا چنانچہ مصعب زبیری متوفیٰ 236ھ لکھتے ہیں:

وكان معاوية يقول: لولا هوائي في يزيد لأبصرت طريقي.

معاویہ کہا کرتے تھے، اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں اپنی راہ دیکھ لیتا۔

(نسب قریش ص 127، تاریخ دمشق ج 65 ص 395)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں حافظ ابن عساکر اس قول کی سند نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو الحسين بن الفراء وأبو غالب وأبو عبد الله ابنا أبي علي قالوا أنا أبو جعفر بن المسلمة أنا أبو طاهر المخلص نا أحمد بن سليمان ثنا الزبير قال ولد معاوية بن أبي سفيان يزيد وأمه ميسون بنت بحدل بن أنيف بن دلجة بن قنافة بن عدي بن زهير بن حارثة بن جناب بايع له معاوية من بعده وكان أول من جعل ولي العهد في صحته وكان معاوية يقول لولا هوائي في يزيد لأبصرت قصدي. (تاریخ دمشق: 65/395)

مصعب الزبیری لکھتے ہیں۔

وكان معاوية يقول: "لولا هوائي في يزيد لأبصرت طريقي. (نسب قریش: 1/127)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ، مصعب الزبیری، کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ درمیان میں بہت سارے راوی موجود نہیں ہیں مصعب الزبیری نے اس قول کی سند بیان نہیں کی کہ انہوں

نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کس سے سنا؟ اس لیے یہ روایت بغیر سند کے قابل قبول نہیں اور نہ اس سے استدلال کرنا درست ہے ایسی مردود اور باطل روایت سے استدلال کرنا جناب معترض قاری فیضی صاحب کی عادت تو ہو سکتی ہے مگر علمی و تحقیقی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

خواہش کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 284 پر لکھتے ہیں۔

علامہ بلاذری نے تو ایسے الفاظ نقل کیے ہیں کہ کسی تشریح کی حاجت ہی نہیں رہتی، وہ لکھتے ہیں کہ امیر شام نے بوقت وفات ایک مکالمہ میں مروان بن الحکم کو کہا تھا۔

ولولا هواي في يزيد لابصرت رشدي.

اگر میری خواہش آڑے نہ آتی تو میں یزید کے معاملہ میں ہدایت کو پالیتا۔

(انساب الاشراف للبلاذری ج 5 ص 35)

یاد رہے کہ یہ جملہ ایک طویل روایت سے لیا گیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے علامہ ابن حجر مکی وغیرہ۔

جواب: پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سعد عن الواقدي عن ابن أَبِي الزناد عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا صَارَ مُعَاوِيَةُ بِالْأَبْوَاءِ فِي حَجَّتِهِ اطَّلَعَ فِي بِئْرٍ فَأَصَابَتْهُ اللِّقْوَةُ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لبعرضِ خَيْرٍ، إِمَّا ابْتُلِيَ فأجر، وإمّا عُوفِيَ فَشَكَرَ، وَإِمَّا عوقِبَ بِذَنْبٍ فَمُحِّصَ، وَلَئِنِ ابْتُلِيتُ لَقَدِ ابْتُلِيَ الصَّالِحُونَ، وَلَئِنْ مَرِضَ عُضْوٌ مِنِّي فَمَا أُحْصِي صَحِيحِي، وَلَمَّا عُوفِيتُ أَكْثَرُ، وإنّي اليوم ابن بضع وسبعين سنة، وما لي عَلَى رَبِّي أَكْثَرُ مِمَّا أَعْطَانِي، فَرَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا دَعَا لِي بِالْعَافِيَةِ، فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: جَزِعْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: يَا مَرْوَانُ إِنِّي قَدْ رَقَقْتُ وَذَكَرْتُ مَا كُنْتُ عَنْهُ عَزُوفًا، وَقَدِ ابْتُلِيتُ فِي أَحْسَنِي، وَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ عُقُوبَةً مِنْ رَبِّي، وَلَوْلا هَوَايَ فِي يَزِيدَ لأَبْصَرْتُ رُشْدِي. (جمل من أنساب الأشراف: 5/28)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس کی سند میں واقدی ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔

ابن معین انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت بھی نہ لکھو۔

بخاری اور ابو حاتم انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔

ابن المدینی، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، رقم:7999)

اگر کسی کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کی عبارت پیش کرنی ہے تو بہت شوق سے پیش کرے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا مؤقف بھی تسلیم کرے اور ساتھ اس روایت میں دیگر علت کو بھی ملحوظ خاطر رکھے۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں، عبد الرحمن بن أبی الزناد، ضعیف راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: مضطرب الحدیث۔ (الجرح والتعدیل:5/الترجمہ 1201)

امام یحیی بن معین نے فرمایا: ضعیف. (تاریخ بغداد:10/228)

امام علی بن المدینی نے فرمایا: کَانَ عند أصحابنا ضعیفا. (سوالات: الترجمہ 165)

امام نسائی نے فرمایا: لا یحتج بحدیثه. (الضعفاء والمتروکین: الترجمہ 367)

تیسری علت:

مذکورہ سند میں، عبد الرحمن بن أبی الزناد، کا حافظہ خراب تھا محدث ابن الکیال نے اس راوی کو مختلط راوی میں لکھا ہے۔ (الکواکب النیرات:1/477)

حافظہ خراب ہونے کے بعد روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جناب موصوف اس کے بارے میں بھی اگر مطالعہ فرمالیتے تو ایسی روایات نقل کرنے کی زحمت نہ کرتے۔

جناب فیضی اور ابن ابی الزناد کی روایت کا موضوع ہونا

جناب قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 90 پر عبد الرحمن بن ابی الزناد کی روایت کو موضوع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دوسری روایت عبدالرحمان بن ابی الزناد ہے اس کے بارے میں ابن الجوزی لکھتے ہیں:

هذا حديث لا يصح ،وفيه عبدالرحمان بن ابي الزناد.قال احمد هو مضطرب الحديث ،وقال يحيى والرازي،لا يحتج به.

یہ حدیث موضوع ہے اس میں عبدالرحمان بن ابی الزناد ہے امام احمد فرماتے ہیں وہ مضطرب الحدیث ہے اور محدث یحییٰ اور ابو حاتم رازی نے کہا اس سے دلیل نہیں لی جاتی۔

(العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج1 ص 227، 228 حدیث 445، 446)

مخالفت صحابہ کا ایسا خبط ہے کہ جس راوی کی روایت کو موضوع قرار دیا اسی راوی کی روایت سے استدلال بھی کیا۔

چوتھی علت:

مذکورہ رویات میں، عبد اللہ بن ذکوان، کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کریں، اس لیے یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔

اس طرح کی روایات کی تمام اسانید جو کہ تاریخ دمشق: 59 / 214 میں موجود ہیں ضعیف اور متروک ہیں اس لیے اس روایت کے ضعف کو خود قاری فیضی صاحب نے مانا ہے۔

الزام نمبر 51:

تحریری معاہدہ کی تحقیق

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 292 پر لکھتے ہیں۔

اتباع سنت یا منافی ایمان؟

امیر اہل سنت نے جس ظالمانہ ولی عہدی کو سنت انبیاء قرار دے ڈالا وہ تقرری خلاف شریعت تو ویسے بھی تھی لیکن امیر شام نے اس کو خود پر مزید شدید کر لیا تھا وہ اس طرح کہ انہوں نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کر کے اخروی لحاظ سے اپنے آپ کو مزید پھنسا لیا تھا اس معاہدہ میں دوسری شقوں کے ساتھ ایک شق یہ بھی تھی۔

هذا ما صالح عليه الحسن بن علي رضي الله عنهما معاوية بن أبي سفيان صالحه على أن يسلم إليه ولاية المسلمين على أن يعمل فيهم بكتاب الله تعالى وسنة رسول الله وسيرة الخلفاء الراشدين المهديين وليس لمعاوية بن أبي سفيان أن يعهد إلى أحد من بعده عهدا بل يكون الأمر من بعده شورى بين المسلمين.

یہ صلح نامہ ہے جس پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح کی تھی انہوں نے اس بات پر ان سے صلح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت انہیں سونپ دیں گے اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں میں کتاب الٰہی، سنت نبوی اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے اور معاویہ بن ابوسفیان کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ کسی سے اپنے بعد ولی عہدی کا معاہدہ کریں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کی شوریٰ میں طے ہوگا۔

(الصواعق المحرقة ص398، 399، وط، ص399)

جواب:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ ابن حجر مکی نے اس معاہدہ کی سند نہیں دی، تحقیق کے میدان میں حیثیت اصول کی ہوتی ہے، جس قول کی سند ہی بیان نہیں کی گئی اس سے استدلال باطل اور مردود ہے جناب معترض پہلے اس قول کی سند پیش کریں تا کہ اصول کے تحت اس کی تحقیق پیش کی

جاسکے ایسی روایات سے معترض قاری فیضی صاحب اپنے حوارئین کو تو خوش کر سکتے ہیں مگر علمی میدان میں اس کو پیش کرنا باطل ہے۔
قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 300 پر لکھتے ہیں۔

خواہش کا متبع بھی قابل مدحت؟

ان خط کشیدہ باتوں میں سے پہلی بات وہ ہے جس کو امیر شام نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔
لولا هوای فی یزید لابصرت قصدی. اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں راہ اعتدال کو دیکھ لیتا۔
میں عرض کرتا ہوں کہ جب امیر شام خود اعتراف کر رہے ہیں کہ یزید کے معاملہ میں وہ خواہش کا شکار ہو گئے تھے تو یہ بات قابل تعریف کیسے ہو گئی؟ قرآن وسنت میں ھوی، (خواہش) کی پیروی کی مذمت آئی ہے۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔
محدث ابن عساکر نے اس روایت کی 3 مختلف اسانید بیان کی ہیں۔

قال ونا یعقوب نا شهاب بن عباد نا محمد بن الحسن بن أبي یزید الهمدانی عن مجالد عن الشعبی قال لما أصاب معاویة اللقوة بکی فقال له مروان ما یبکیك یا أمیر المؤمنین فقال راجعت عنه عزوفا کبرت سني ورق عظمي و كثر الدمع في عيني ورميت في أحسني وما يبدو مني ولولا هوای فی یزید لأبصرت قصدی. (تاریخ دمشق: 59/ 214)

أخبرنا أبو بکر بن کرتیلا أنا أبو بکر الخیاط أنا أبو الحسین السوسنجردی أنا أحمد بن أبي طالب حدثني أبي حدثني السعیدی حدثني عمر بن علي بن عمر بن مسلم أنا محمد بن إسحاق العثمانی نا أبو یوسف محمد بن أحمد ووصفه بفضله نا فیاض بن محمد القرشی عن جعفر بن برقان عن یزید بن أبي زیاد قال خرج معاویة خاجا فاطلع في بئر عادیة......وإما آمن أن تکون عقوبة من ربي ولولا هوای فی یزید لأبصرت.
(تاریخ دمشق: 59/ 214)

أخبرنا أبو الحسن الفرضی أنا أبو الفتح الرازی وأبو محمد بن فضیل قالا أنا أبو الحسن

بن عوف أنا أبو علي بن منير أنا أبو بكر بن خريم نا هشام بن عمار نا عبد المؤمن بن مهلهل القرشي حدثني رجل من الزياديين قال حج معاوية بن أبي سفيان عاما ......وخشيت أن تكون عقوبة من ربي ولولا هواي في يزيد لأبصرت رشدي.

(تاریخ دمشق:59/215)

پہلی روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس کی سند میں، محمد بن الحسن بن أبي یزید الہمدانی، ضعیف و متروک ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

محمد بن الحسن بن أبي يزيد الهمداني أبو الحسن الكوفي ثم الواسطي عن الاعمش وطبقته وعنه أحمد بن منيع وآخرون ضعفه جماعة وقال النسائي متروك.

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ، رقم:4799)

دوسری علت:

اس کی سند میں، مجالد بن سعید ہمدانی کوفی، ضعیف ہے۔

مجالد بن سعید ہمدانی کوفی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، نیز یہ آخری عمر میں ''اختلاط'' کا شکار بھی ہوگیا تھا۔

امام ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجَالِدٌ حَدِيثُهُ عَنْ أَصْحَابِهِ كَأَنَّهُ حُلْمٌ. ''مجالد کی اپنے اصحاب سے بیان کردہ حدیث ایسے ہے، جیسے خواب''

نیز فرماتے ہیں: حَدِيثُ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، كَأَنَّهُ حُلْمٌ.

''مجالد کی شعبی سے بیان کردہ روایت گویا خواب ہے'' (المجروحین لابن حبان:3/11)

ابوسعید، عبداللہ بن سعید، اشج، کندی کہتے ہیں:

ذَكَرَ رَجُلٌ عُثْمَانَ عِنْدَ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، فَقَالَ: مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ لِغُلَامِهِ: جُرَّهُ وَاطْرَحْهُ فِي الْبِئْرِ.

”مجالد بن سعید کے پاس ایک آدمی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو وہ اپنے غلام سے کہنے لگا: اس کو کھینچ کر کنویں میں پھینک دو“ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 4/234)

اس کی سند ”انقطاع“ کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے، امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آخری عمر میں حافظے کا بگاڑ ہے۔ (الجرح والتعدیل: 8/361)

حافظ عبد الرحیم بن حسین، عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ، وَقَدِ اخْتَلَطَ أَخِيرًا.

”جمہور محدثین کرام نے اسے ”ضعیف“ قرار دیا ہے یہ آخری عمر میں مختلط بھی ہو گیا تھا۔“

(طرح التثریب فی شرح التقریب: 2/389)

حافظ، ابو الحسن، علی بن ابو بکر، ہیثمی فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ ”اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔“

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 5/45 رقم 7966)

علامہ، محمود بن احمد، عینی، حنفی لکھتے ہیں:

وَمُجَالِدٌ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ ”مجالد کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے“

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 6/240، تحت الحدیث: 934)

علامہ ابن مُفلح فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ ”اسے اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔“ (المبدع فی شرح المقنع: 7/345)

علامہ عبد الروف مناوی رحمہ اللہ حافظ عراقی سے نقل کرتے ہیں:

”اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“ (فیض القدیر: 6/14 ح: 8247)

علامہ، احمد بن محمد بن علی، شوکانی فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ ”اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے۔“ (نیل الأوطار: 2/273)

دوسری روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: اس کی سند میں، فیاض بن محمد القرشی، کی توثیق پیش کریں اور پھر استدلال کریں۔

دوسری علت: اس کی سند میں، یزید بن أبی زیاد، کا حافظہ خراب تھا، مذکورہ روایت میں شاگرد کا حافظہ خراب

ہونے سے پہلے کی سماع ثابت کریں۔

تیسری روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: اس کی سند میں عبد المؤمن بن مهلهل القرشي، کی توثیق پیش کریں۔

دوسری علت: مذکورہ سند میں "حدثني رجل من الزياديين" کا تعین اور توثیق پیش کریں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی تینوں اسانید ضعیف اور متروک ہیں اور اس سے استدلال مردود ہے۔

الزام نمبر 52:

نکاح کے بعد اور وطی سے قبل بیوی کے پورے جسم کا معائنہ کرانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 313,314 پر لکھتے ہیں۔

کیا واقعتہ وہ ایسی پارسا تھی؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ امیر شام نے میسون کی موجودگی میں ایک اور عورت سے شادی کر لی تو میسون کو اس کے جسم کا معائنہ کرنے کا حکم دیا میسون نے اس عورت کی شرم گاہ تک کا معائنہ کیا چنانچہ ابن کثیر ہی لکھتے ہیں:

اور (انہوں) معاویہ نے نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ سے بھی نکاح کیا جس کا حسن انہیں اچھا لگا اور انہوں نے میسون بن بحدل سے کہا جا کر عم زادی کو دیکھو وہ اندر گئی تو معاویہ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا وہ حسن و جمال میں کامل ہے لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے ایک تل دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کا خاوند قتل ہو جائے گا اور اس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا تو حضرت معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور ان کے بعد حبیب بن سلمہ فہری نے اس سے نکاح کر لیا پھر اس کے بعد نعمان بن بشیر نے اس سے نکاح کیا اور قتل ہو گئے اور اس کا سر اس کی گود میں رکھا گیا۔(البدایہ والنہایہ مترجم اردو ج 8 ص 189، وتحقیق اکرم عبداللطیف البوشی ج8 ص210، تحقیق محسن الترکی ج11 ص463)

کیا عورت کی شرم گاہ کو دیکھنا جائز ہے؟

اس عبارت میں دو ایسی باتوں کا ذکر ہے جو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلاۃ والتسلیم کے خلاف ہیں،

1۔کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسری عورت کی ناف کے نیچے دیکھے۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت

سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها. فطلقها مُعَاوِيَة. فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ. فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها. (تاریخ الطبری:5/329)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابن جریر طبری نے جو سند أحمد، عَن علی نقل کی ہے اس سند میں راوی، احمد، اور راوی، علی، کا تعین جناب قاری صاحب ہی کریں تاکہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے۔

دوسری علت:

ابن جریر کی سند میں راوی، علی، کا تعین اور اس راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود ہونا اور اس عمل کا مشاہدہ کرنے والا کا ثبوت پیش کریں یہ بات تو ثابت ہے کہ راوی، علی، کا تعین جو بھی ہو، اس کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر گز نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندرجات پر بحث کریں خوامخواہ ایک ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے عورتوں کی شرم گاہ دیکھنے کا لزام لگانا خود ایک شرم والی بات ہے۔

جناب فیضی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات لگانے میں اتنے مست ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ناف کے نیچے اور شرمگاہ میں بہت فرق ہے جناب قاری فیضی صاحب نے اس ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے جو فضول اور واہیات زبان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال کی وہ بیان کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ صرف بغض صحابہ والے ہی کر سکتے ہیں۔

الزام نمبر 53:

بیوی کی شرم گاہ کے نیچے تل کی وجہ سے طلاق دے دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 315 پر لکھتے ہیں۔

2۔ مذکورہ بالا عبارت میں دوسری خلاف شرع بات یہ ہے کہ میسون نے اپنی بن جانے والی سوکن نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ کی ناف کے نیچے تل دیکھا اپنے شوہر معاویہ بن ابوسفیان کو بتایا کہ اس کے تل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شوہر قتل کیا جائے گا اور اس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا اس پر امیر شام نے اس حد تک یقین کرلیا کہ اسی وقت نائلہ کو طلاق دے ڈالی، حالانکہ نائلہ معاویہ کے بعد حبیب سلمہ فہری کی زوجہ رہی مگر وہ قتل ہوا اور نہ اس کا سر نائلہ کی گود میں رکھا گیا خدا جانے کہ معاویہ قتل سے اس قدر کیوں ڈرتے تھے؟

جواب:

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك. فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها. فطلقها مُعَاوِيَة. فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ، فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها. (تاریخ الطبری:5/ 329)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابن جریر طبری نے جو سند أحمد، عن علی نقل کی ہے اس سند میں راوی ،احمد، اور راوی ،علی، کا تعین جناب قاری فیضی صاحب ہی کریں تاکہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے۔

دوسری علت:

ابن جریر کی سند میں راوی، علی، کا تعین اور اس راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود ہونا کا ثبوت پیش کریں یہ بات تو ثابت ہے کہ راوی، علی، کا تعین جو بھی ہو، اس کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہرگز نہیں ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندجات پر بحث کریں خوامخواہ ایک ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے الزام لگانا خود ایک شرم والی بات ہے جناب قاری فیضی صاحب نے اس ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے جو فضول اور واہیات زبان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال کی وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔

الزام نمبر 54:

جسم پر تل کی وجہ سے یزید کی ماں میسون کا غیبی خبر دینا اور موصوف کا اس پر یقین کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 315 پر لکھتے ہیں۔

مگر افسوس کہ انہوں نے اپنی بیوی کی غیبی خبر پر یقین کرلیا اور، کاملۃ الجمال، خاتون کے ساتھ نکاح کر لینے کے بعد اس کی ناف کے نیچے ایک تل کو سبب قتل یقین کرتے ہوئے اسے چلتا کیا گویا ان پر ان کی بیوی کی غیب دانی کا سکہ چل گیا اور، اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا ، کا اثر رہ گیا

جواب:

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها، فطلقها مُعَاوِيَة، فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ، فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها. (تاریخ الطبری:5/329)

مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندرجات پر بحث کریں اس سند میں راوی ، احمد، اور راوی ، علی، کا تعین جناب قاری فیضی صاحب ہی کریں تاکہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے خوامخواہ ایک ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے الزام لگانا خود ایک شرم والی بات ہے۔

جناب قاری فیضی صاحب نے اس ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے جو فضول اعتراضات لگائے ہیں وہ علمی خیانت ہے۔

الزام نمبر 55:

فقط میسون کی خبر کی وجہ سے اپنی تازہ منکوحہ کو طلاق دے ڈالنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 316 پر لکھتے ہیں۔

اب یہ وضاحت تو امیر اہل سنت ہی کر سکتے ہیں کہ ان کی فیض دہندہ ہستی نے محض ایک تل کی وجہ سے جو طلاق دی وہ احسن تھی، طلاق حسن تھی، طلاق بدعی تھی یا پھر اجتہاد تھا، اگر اجتہاد تھا تو کون سا ،دو اجروں والا۔

جواب:

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا. فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها. فطلقها مُعَاوِيَة. فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ، فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها. (تاریخ الطبری: 5/329)

مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندرجات پر بحث کریں اس سند میں راوی، احمد، اور راوی، علی، کا تعین جناب قاری فیضی صاحب ہی کریں تاکہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے۔

موصوف نے حدیث کی اسانید کی توثیق پیش نہیں کی اور متروک اور منقطع روایت کی وجہ سے الزام پر الزام لگائے جا رہے ہیں موصوف نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ اسانید اور اس کی توثیق پر بحث کی ہے مگر جو الزام لگائے ان روایات کی تحقیق پیش نہیں کی، اس لیے کہ حقائق قارئین کے سامنے آجائیں گے، جناب قاری صاحب پہلے روایت ثابت کریں پھر طلاق حسن اور اجتہاد کے بارے میں پوچھیے گا سوال پوچھنے کا ہم بھی حق رکھتے ہیں مگر ہم فیضی صاحب جیسا بغض نہیں رکھتے، ورنہ وہ خود ہی بتائیں کہ جھوٹے راویوں، منکر الحدیث راویوں، ضعیف راویوں، مجہول راویوں، اور منقطع روایتوں کے بل بوتے پر تحقیق کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ایسے راویوں کی روایتوں کو لے کر ان عظیم ہستیوں پر پھبتیاں کسنا اور بے سروپا الزام لگانا تحقیق کی کون سی قسم ہے؟

الزام نمبر 56:

آدمیوں کا خصی کرانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 317 پر لکھتے ہیں۔

کیا مرد کو خصی کرنا جائز ہے؟

البدایہ والنہایہ کے اسی مقام پر شاید میسون کے تقوی کو ظاہر کرنے کے لئے ایک اور واقعہ بھی منقول ہے ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ایک روز حضرت معاویہ اس کے ہاں آئے تو ان کے ساتھ ایک خصی خادم بھی تھا اس نے اس سے پردہ کیا اور کہنے لگی آپ کے ساتھ یہ کون شخص ہے؟ اس نے کہا یہ خصی ہے اس کے سامنے آجاؤ اس نے کہا اللہ نے جس چیز کو حرام کیا ہے مثلہ اسے حلال نہیں کرسکتا اور اس نے اس سے حجاب کیا ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے معاویہ سے کہا محض آپ کا اسے مثلہ کر دینا ہر گز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے۔

(البدایہ والنہایہ مترجم اردو ج8 ص189)

یہ ترجمہ جس عبارت کا ہے اس کے یہ الفاظ ،ان مجرد مثلتك له لن تحل ما حرمه الله عليه. (آپ کا اس کا مثلہ کر دینا ہر گز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے) بتا رہے ہیں کہ اس شخص کو امیر شام کے حکم سے خصی کیا گیا تھا لہذا دیکھنا ہو گا کہ شرعاً کسی شخص کو خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند پیش کرنا جناب معترض قاری فیضی کی ذمہ داری ہے بغیر سند کے اقوال کو پیش کرنا تو جناب معترض کے اپنے اصول کے بھی خلاف ہے اس لیے اس روایت کی سند اور اس کی توثیق پیش کریں اس کے بعد متن پر کلام کیا جاسکتا ہے ورگرنہ اس قول سے استدلال کرنا تحقیق کے اصولوں کے منافی ہے۔

موصوف تو میسون کے اسلام پر بات کر رہے تھے، مذکورہ روایت سے تو میسون کا اسلام ثابت ہو رہا ہے میسون کا قرآن سے استدلال اور اس پر میسون کا عمل اس کے اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص318 پر لکھتے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام میں خصی خادم رکھنے والے پہلے شخص معاویہ ہی ہیں چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کی اولیات کے بیان میں زبیر بن بکار سے نقل کرتے ہیں: واول من اتخذ الخدام الخصیان فی الاسلام.

وہ اول شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں خصی نوکر رکھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج3 ص157، الاوائل للعسکری ص247، تاریخ الخلفاء لسیوطی ص332)

جواب:

جناب معترض نے جو الاوائل ص247 اور سیر اعلام النبلاء 3/157 سے زبیر بن بکار کا قول پیش کیا ہے۔ کیا زبیر بن بکار نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا؟ اس کی سند اور ان کے راویوں کی توثیق پیش کر دیں تو اس پر کلام کیا جا سکتا ہے وگرنہ بغیر سند کے اقوال پیش کرنا دھوکہ تو ہو سکتا ہے مگر تحقیق نہیں موصوف فیضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف متروک و منکر روایات کو پیش کرنے کے ساتھ بغیر سند کے اقوال پیش کرنے میں بھی ماہر ہیں مگر ایک طالبعلم پر آپ کی یہ مناظرانہ چال مخفی نہیں۔

الزام نمبر 57:

قرآن مجید کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل کتاب کو اپنا راز دار بنانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 324 پر لکھتے ہیں۔

امیر شام اور اہل کتاب

قارئین کرام! آپ سے التماس ہے کہ ایک طرف آپ مذکور الصدر مفسرین کرام کی مشاہدات وتجربات پر مبنی تحریر اپنے سامنے رکھیں اور دوسری طرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فراست پر مبنی ارشادات کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ اگر کسی شخص کو تمام عالم اسلام پر حکومت کرنے کا موقعہ مل جائے اور پھر کوئی کتابی عورت نکاح کے ذریعے اس کے بستر تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ کیا کیا گل کھلائے گی؟

جواب:

پاک دامن اہل کتاب عورتوں کے بارے میں مفسرین اور علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حکم ہر پاک دامن کتابی عورت کے لئے ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام جیسا کہ ابن جریر نے سلف کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ محصنہ سے مراد عفیفہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسرائیلی عورتیں ہیں چنانچہ امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ذمی عورتیں ہیں حربی نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ....(سورۃ التوبہ:29)

"جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں، ان سے جنگ کرو"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نصرانی عورت سے نکاح کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے بڑا اور شرک کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کہے کہ میرا رب عیسیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ... (سورۃ البقرۃ:221)

"اور تم (اے مومنو!) مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں"

ابن ابی حاتم نے اپنے والد گرامی، محمد بن حاتم بن سلیمان مودب، قاسم بن مالک مزنی، اسماعیل بن سمیع کی سند کے ساتھ ابو مالک غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ... (سورۃ البقرۃ:221)

"اور تم (اے مومنو!) مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح مت کرو"
نازل ہوئی تو لوگ ان سے نکاح کرنے سے رک گئے حتیٰ کہ اس کے بعد یہ آیت
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ... (سورۃ المائدہ:5)
"اور پاکدامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں"
نازل ہوئی تو لوگوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع کر دیا۔

چنانچہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نصرانی عورتوں سے نکاح کیا اور اس مذکورہ آیت کے پیش نظر انہوں نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا اور انہوں نے اسے سورۃ بقرہ کی اس آیت کے لئے مخصص قرار دیا جس میں مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے بشرطیکہ یہ کہا جائے کہ کتابی عورتیں بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں ورنہ دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہوگا کہ قرآن حکیم میں کئی ایک مقامات پر اہل کتاب کا مشرکین سے الگ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ.
(سورۃ البینۃ:1)

"جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی۔"

نیز فرمایا۔
وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا....
(سورۃ آل عمران:20)

"اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم (بھی اللہ کے فرماں بردار بنتے اور) اسلام لاتے ہوئے پس اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پائیں گے۔"

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کی تحقیق

ابو محمد موافق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب "المغنی" میں فرماتے ہیں کہ:

مَسْأَلَةٌ: قَالَ: (وَحَرَائِرُ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَذَبَائِحُهُمْ حَلَالٌ لِلْمُسْلِمِينَ) لَيْسَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، بِحَمْدِ اللهِ، اخْتِلَافٌ فِي حِلِّ حَرَائِرِ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ. وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ ذٰلِكَ عُمَرُ،

وَعُثْمَانُ، وَطَلْحَةُ، وَحُذَيْفَةُ وَسَلْمَانُ، وَجَابِرٌ، وَغَيْرُهُمْ. قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: وَلَا يَصِحُّ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الْأَوَائِلِ أَنَّهُ حَرَّمَ ذَلِكَ. وَرَوَى الْخَلَّالُ، بِإِسْنَادِهِ، أَنَّ حُذَيْفَةَ، وَطَلْحَةَ، وَالْجَارُودَ بْنَ الْمُعَلَّى، وَأُذَيْنَةَ الْعَبْدِيَّ، تَزَوَّجُوا نِسَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. وَبِهِ قَالَ سَائِرُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

وَحَرَّمَتْهُ الْإِمَامِيَّةُ، تَمَسُّكًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى {وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ} [البقرة: 221]، {وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ} [الممتحنة: 10]. وَلَنَا، قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى {الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ} [المائدة: 5] إلَى قَوْلِهِ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ} [المائدة: 5]. وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ. فَأَمَّا قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ {وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ} [البقرة: 221]. فَرُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهَا نُسِخَتْ بِالْآيَةِ الَّتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ. وَكَذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ فِي الْآيَةِ الْأُخْرَى؛ لِأَنَّهُمَا مُتَقَدِّمَتَانِ، وَالْآيَةُ الَّتِي فِي أَوَّلِ الْمَائِدَةِ مُتَأَخِّرَةٌ عَنْهُمَا. وَقَالَ آخَرُونَ:

لَيْسَ هَذَا نَسْخًا، فَإِنَّ لَفْظَةَ الْمُشْرِكِينَ بِإِطْلَاقِهَا لَا تَتَنَاوَلُ أَهْلَ الْكِتَابِ، بِدَلِيلِ قَوْلِهِ سُبْحَانَهُ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ} [البينة: 1]. وَقَالَ {إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ} [البينة: 6]. وَقَالَ {لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا} [المائدة: 82]. وَقَالَ {مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ} [البقرة: 105].

وَسَائِرُ آيِ الْقُرْآنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا، فَدَلَّ عَلَى أَنَّ لَفْظَةَ الْمُشْرِكِينَ بِإِطْلَاقِهَا غَيْرُ مُتَنَاوِلَةٍ لِأَهْلِ الْكِتَابِ، وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَقَتَادَةَ. وَلِأَنَّ مَا احْتَجُّوا بِهِ عَامٌّ فِي كُلِّ كَافِرَةٍ، وَآيَتُنَا خَاصَّةٌ فِي حِلِّ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَالْخَاصُّ يَجِبُ تَقْدِيمُهُ. إذَا ثَبَتَ هَذَا، فَالْأَوْلَى أَنْ لَا يَتَزَوَّجَ كِتَابِيَّةً؛ لِأَنَّ عُمَرَ قَالَ لِلَّذِينَ تَزَوَّجُوا مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ: طَلِّقُوهُنَّ. فَطَلَّقُوهُنَّ إلَّا حُذَيْفَةَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: طَلِّقْهَا. قَالَ: تَشْهَدُ أَنَّهَا حَرَامٌ؟ قَالَ: هِيَ جَمْرَةٌ، طَلِّقْهَا. قَالَ: تَشْهَدُ أَنَّهَا حَرَامٌ؟ قَالَ: هِيَ جَمْرَةٌ. قَالَ: قَدْ عَلِمْت أَنَّهَا جَمْرَةٌ، وَلَكِنَّهَا لِي حَلَالٌ. فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ طَلَّقَهَا، فَقِيلَ لَهُ: أَلَا طَلَّقْتَهَا حِينَ أَمَرَك عُمَرُ؟ قَالَ: كَرِهْت أَنْ يَرَى النَّاسُ أَنِّي رَكِبْت أَمْرًا لَا يَنْبَغِي لِي. وَلِأَنَّهُ رُبَّمَا مَالَ إلَيْهَا قَلْبُهُ فَفَتَنَتْهُ، وَرُبَّمَا كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فَيَمِيلُ إلَيْهَا. (5387) فَصْلٌ: وَأَهْلُ الْكِتَابِ الَّذِينَ هَذَا حُكْمُهُمْ، هُمْ أَهْلُ التَّوْرَاةِ

وَالْإِنْجِيلِ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: {أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا} [الأنعام: 156] . فَأَهْلُ التَّوْرَاةِ الْيَهُودُ وَالسَّامِرَةُ، وَأَهْلُ الْإِنْجِيلِ النَّصَارَى، وَمَنْ وَافَقَهُمْ فِي أَصْلِ دِينِهِمْ مِنَ الْإِفْرِنْجِ وَالْأَرْمَنِ وَغَيْرِهِمْ.

ترجمہ: بحمداللہ اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ آزاد اہل کتاب عورتیں حلال ہیں، چنانچہ حضرت عمر عثمان، طلحہ، حذیفہ، سلمان، جابر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔

ابن منذر فرماتے ہیں کہ اوائل میں سے کسی سے بھی صحیح طور پر یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے اسے حرام قرار دیا ہو خلال نے اپنی سند کے ساتھ حذیفہ، طلحہ، جارود بن معلیٰ اور اذینہ عبدی کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کی تھی چنانچہ دیگر تمام اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔

ہاں البتہ امامیہ نے اسے درج ذیل آیات کے پیش نظر حرام قرار دیا ہے:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ... (سورۃ البقرۃ:221)

اور تم (اے مومنو) شرک کرنے والی عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ... (سورۃ الممتحنہ:10)

"اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دے دو)"

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَتُ مِنَ الْمُؤْمِنَتِ وَالْمُحْصَنَتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ.... (سورۃ المائدۃ:5)

آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں جب تم ان کا مہر دے دو۔

نیز امامیہ کا استدلال اجماع صحابہ سے بھی ہے۔ (اب ان کے دلائل کا جواب سنیے)

چنانچہ آیت کریمہ (ولا تنکحوا المشرکت) کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت سورۃ مائدہ کی آیت ان سے بعد کی ہے دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیات منسوخ تو نہیں ہیں لیکن بات یہ ہے کہ مشرکین کا لفظ جب مطلقاً استعمال ہو تو اہل کتاب اس میں شامل نہیں ہوتے جیسا کہ درج ذیل آیات میں مشرکین کے ساتھ اہل کتاب کو الگ سے مستقل طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ. (سورۃ البینہ:1)

"جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر) سے باز رہنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی"

اور فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ... (سورۃ البینۃ: 6)

"بے شک وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں اور مشرک ہیں"

اور فرمایا: مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ... (سورۃ البقرۃ: 105)

"جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرک وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے"

اسی طرح دیگر سارے قرآن مجید میں بھی مشرکین اور اہل کتاب کا ذکر الگ الگ کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا لفظ اہل کتاب کو شامل نہیں ہوتا چنانچہ سعید بن جبیر اور قتادہ سے یہی مروی ہے ان لوگوں نے جو استدلال کیا ہے وہ ہر کافر کے بارے میں عام ہے جبکہ ہمارے سامنے اس وقت مسئلہ خاص اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی حلت کا ہے اور اصول یہ ہے کہ خاص کو مقدم کرنا واجب ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو پھر زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ کتابیہ سے شادی نہ کی جائے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان لوگوں سے کہا تھا جنہوں نے اہل کتاب خواتین سے شادی کی تھی کہ انہیں طلاق دے دو تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا دیگر تمام لوگوں نے انہیں طلاق دے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی فرمایا کہ اسے طلاق دے دو تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ حرام ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ مست کر دینے والی ہے اسے طلاق دے دو انہوں نے پھر کہا کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ حرام ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ مست کر دینے والی ہے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مشکوک اور ناقابل اعتماد ہے لیکن یہ مجھ پر حلال ہے لیکن بعد میں جب انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے پوچھا گیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم دیا تو آپ نے اس وقت طلاق کیوں نہ دی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کتابیہ عورت سے شادی کرنے میں اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ کہیں اس کی طرف دل کا میلان اس قدر زیادہ نہ ہو جائے کہ وہ فتنہ ہی میں مبتلا کر دے یا ہو سکتا ہے کہ دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد کا رجحان (میلان) ماں کی طرف ہو جائے"۔ (المغنی لابن قدامہ: 7/129)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے نکاح میں خاص علت ہے اس کو مطلقاً حرام کہہ دینا غلط ہے اور جب اہل کتاب نکاح کے بعد اسلام لائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

الزام نمبر 58:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عیسائی درباری کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 325 پر لکھتے ہیں۔
امیر معاویہ کے عیسائی وزیر و درباری
1۔ یوحنا وزیر تعلیم
2۔ ابن اثال شاہی طبیب
3۔ سرجون بن منصور رومی عیسائی، مشیر اعلیٰ
4۔ ابن اخطل (بلکہ اخطل) درباری شاعر

جواب:

موصوف معترض نے ہر بات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنے میں ایک خاص رنگ دیا ہے اور حقائق کو پیش کرنے میں بددیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں جناب کو شریعت کے قانون اور اصول کا یا تو علم نہیں یا پھر جان بوجھ کر ایسی لایعنی باتیں تحریر کرتے ہیں۔

عیسائی یا غیر مسلم شہری مسلمان شہریوں کی طرح حکومتی عہدوں پر فائز ہوسکیں گے، البتہ وہ عہدے جن کا تعلق خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ ہے، وہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوں گے، جیسے امامت، مؤذن، قاضی (البتہ غیر مسلم شہریوں کا الگ قاضی بنانے میں کوئی حرج نہیں) وغیرہ،

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ابن آثال حمص کا فنانشل کمشنر اور وہاں کا حاکم تھا۔
عبدالملک بن مروان کے دور میں اس کا چیف سیکرٹری ابن سرجون عیسائی تھا۔
حجاج بن یوسف کے شعبہ خراج کا میر منشی فرخ زاد آتش پرست تھا۔
پوری دولت عباسیہ کا چیف کاتب ابواسحاق صابی تھا۔
ہارون الرشید کا خصوصی سیکرٹری جبریل بن بخت یشوع عیسائی تھا۔
سلطنت دیلم کے شہنشاہ کا وزیر اعظم نصر بن ہارون عیسائی تھا۔
سلطنت مغلیہ میں پنج ہزاری اور چار ہزاری عہدوں پر متعدد ہندو اور سکھ براجمان تھے، یہ چند نام پچھلی صدی کے مؤرخ علامہ شبلی کے ایک مقالے سے لیے گئے ہیں ورنہ تاریخ کی ورق گردانی کی جائے اور اس میں

اسلامی اندلس کو شامل کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ان غیر مسلم شہریوں کے ناموں پر تیار ہوسکتی ہے جو اسلامی ریاستوں میں مختلف عہدوں پر فائز کیے گئے۔

کیا یہ اعتراض بنو عباس کے خلفاء پر بھی کریں گے؟

اموی عہد میں متعدد پہلوؤں سے طب کا فروغ ہوا علامہ شبلی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی کو دربار کا میر منشی مقرر کیا اور ابن آثال ایک عیسائی کو ضلع حمص کی کلکٹری کی خدمت دی، ابن آثال طبیب بھی تھا اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے طب کی بعض کتابیں یونانی زبان سے ترجمہ کیں اور گویا یہ ترجمہ کے رواج کا پہلا دیباچہ تھا۔ (مقالات شبلی، سوم، ص 3، مقالہ: تراجم)

عہدِ اموی میں علوم وفنون کی ترقی اصلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پوتے خالد بن یزید کی مرہون منت ہے یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد خالد نے جانشینی قبول کرنے اور تختِ سلطنت پر مسند نشین ہونے سے انکار کردیا اور اپنا پورا وقت علمی مصروفیات میں گزارا۔

شبلی نے اپنے متعدد مقالات میں خالد بن یزید کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور اس کی علمی خدمات کو سراہا ہے:

''خاندانِ امیہ میں اول جس شخص نے قدیم تصنیفات کی جستجو اور تلاش کی وہ خالد بن یزید تھا۔ یہ قیاس یقین کے قریب پہنچ جاتا ہے کہ کتب خانہ کی اول جس نے بنیاد ڈالی وہ یہی خالد تھا خالد کے بعد تالیفات اور تصنیفات کو بے انتہا ترقی ہوئی، خالد خود بھی مصنف تھا اور اس کی تصنیفات میں سے جو کتابیں مورخ ابن الندیم کے زمانہ تک موجود تھیں اور خود اس مورخ کی نظر سے گزریں ان کے نام یہ ہیں: الحرارۃ، کتاب الصحیفۃ الکبیر، کتاب الصحیفۃ الصغیر'' (مقالات ششم: ص 124، 125)

مؤرخین نے تاریخ طب کے حوالے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عہد کا ایک واقعہ لکھا ہے علامہ شبلی نے بیان کیا ہے:

''علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں حکیم ماسرجویہ کے حال میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ماسرجویہ کی ایک کتاب، جو اس نے سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی تھی، خزانۃ الکتب (کتب خانہ) میں پائی اور کتب خانہ سے نکلوا کر اس کے نسخے شائع کرائے''

(مقالات، ششم: ص 124، مزید ملاحظہ کیجیے ص 144)

علم طب عہدِ عباسی میں

مختلف علوم وفنون، جن میں علم طب بھی شامل ہے، ان میں غیر معمولی ترقی عہد عباسی میں ہوئی، خلیفہ منصور

کے زمانے سے ہی دیگر زبانوں سے عربی زبان میں ترجمے کا آغاز ہوگیا تھا اس دور میں طب اور بیطرہ (معالجۂ حیوانات) کی متعدد کتابوں کا ترجمہ ہوا پھر ہارون رشید اور اس کے بعد مامون رشید کے دور میں ترجمے کا کام اپنے عروج پر پہنچا مختلف ممالک سے یونانی اور دیگر زبانوں کی کتابیں منگوائی گئیں، مترجمین کی خدمات حاصل کی گئیں اور 'بیت الحکمۃ' کے نام سے دار الترجمہ قائم کیا گیا یہ خدمات مامون کے بعد معتصم، واثق، متوکل، معتضد اور مابعد عباسی خلفاء کے دور میں بھی انجام پاتی رہیں۔

شبلی نے اپنے مقالات (مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم، اسلامی کتب خانے، اسلامی حکومتیں اور شفا خانے، تراجم) میں عہد عباسی میں دیگر علوم وفنون کے ساتھ طب میں ہونے والے کاموں کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے انھوں نے ان مترجمین کے نام بھی گنوائے ہیں جنھوں نے ترجمے کی خدمت انجام دی، مثلاً یوحنا بن ماسویہ، حنین بن اسحاق، اسحاق بن حنین، جیش بن الحسن، ثابت بن قرۃ، قسطا بن لوقا، یعقوب کندی وغیرہ، اس ضمن میں انھوں نے بیت الحکمۃ کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اور مترجمین میں خاص طور پر حنین بن اسحاق کی خدمات کو سراہا ہے خاندانِ برامکہ، جس کے پاس عہد عباسی میں وزارت کا منصب تھا، اس نے بھی فروغِ علم میں دلچسپی لی، انھوں نے بعض ہندو اطباء کو ہندوستان سے بلایا، انھیں اسپتالوں میں رکھ کر ان سے علاج معالجہ کی خدمات لیں اور سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ بھی کروایا، علامہ شبلی نے متعدد مقامات پر برامکہ کی خدمات کا تذکرہ کیا۔ (مقالات شبلی: ص83، 138، 139، 144، 145)

غرض عہد عباسی میں مختلف علوم وفنون اور بالخصوص علم طب کے فروغ میں مسلمانوں نے جو خدمات انجام دیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ شریعت میں یہودی یا نصرانی کا کسی حکومتی عہدے پر فائز ہونے میں کوئی ممانعت نہیں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء اور حکمران جو بنو امیہ کے تھے یا بنو عباس کے، انہوں نے غیر مسلموں کو اپنا مشیر رکھا۔

موصوف فیضی صاحب ایسے فضول اعتراض لا کر اپنی علمی استعداد کا جو مظاہرہ کر رہے ہیں، وہ مدرسہ کے ایک طالبعلم پر بھی عیاں ہے ایسے فضول اعتراض کر کے ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا باطل اور مردود ہے۔

الزام نمبر 59:

نصرانی طبیب سے مسلمانوں کے سربرآوردہ لوگوں کو زہر دلا کر انہیں راہ سے ہٹانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 327 پر لکھتے ہیں۔

امام ابن عبد البر، امام ابن اثیر جزری اور دوسرے حضرات اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبدالرحمان بن خالد بن ولید قریش کے شہ سواروں اور بہادروں میں سے تھے وہ حسن ہدایت ،فضیلت والے اور صاحب کرم تھے مگر اپنے بھائی مہاجر بن خالد کی ضد میں سیدنا علی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے منحرف تھے جبکہ مہاجر بن خالد سیدنا علی علیہ السلام کے محب تھے اور جنگ جمل وصفین میں ان کے ساتھ تھے اور عبدالرحمان، معاویہ کے ساتھ تھے پھر جب معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خطاب میں کہا اے اہل شام! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری اجل قریب آن لگی ہے اور میں تم میں سے ہی ایک شخص ہوں میں چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو ولی عہد بنا دوں تا کہ تمہارا نظام چلتا رہے لہٰذا تم مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو اس پر سب کے سب نے بیک آواز کہا ہم عبدالرحمان بن خالد کو پسند کرتے ہیں یہ جواب معاویہ کو ناگوار گزرا تو انہوں نے اس کو اپنے دل میں رکھ لیا پھر عبدالرحمان بیمار ہوئے تو معاویہ نے اپنے طبیب ابن آثال کو حکم دیا کہ وہ اس کا کام تمام کر دے اس نے اسے زہر پلا دیا تو ان کا انتقال ہو گیا۔

(الاستیعاب ج 1 ص 499، اسد الغابۃ ج 3 ص 436، انساب الاشراف للبلاذری ج5 ص118....)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن آثال نے یہ کام معاویہ کے امر سے کیا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے

(البدایہ والنہایہ ج11 ص174)

میں کہتا ہوں حافظ ابن کثیر اور ان کی مانند دوسرے وکلاء طلقاء کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ واقعہ محض ،قیل، یا، قالوا، صیغہ ہائے تمریض سے منقول نہیں بلکہ بعض حضرات نے اس کی مکمل سند بھی نقل کی ہے جیسا کہ ابن عساکر اور ابن ابی اصیبعہ، جبکہ سبط ابن الجوزی نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر طبری روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عمر، قال: حدثني علي، عن مسلمه ابن محارب، أن عبد الرَّحْمَنِ بن خَالِد بن الْوَلِيد كَانَ قَدْ

عظم شأنه بِالشَّامِ، ومال إِلَيْهِ أهلها، لما كَانَ عندهم من آثار أَبِيهِ خَالِد بن الْوَلِيد، ولغنائه عن الْمُسْلِمِينَ فِي أرض الروم وبأسه، حَتَّى خافه مُعَاوِيَة، وخشي عَلَى نفسه مِنْهُ، لميل الناس إِلَيْهِ، فأمر ابن أثال أن يحتال فِي قتله، وضمن لَهُ إن هُوَ فعل ذَلِكَ أن يضع عنه خراجه مَا عاش، وأن يوليه جباية خراج حمص، فلما قدم عبد الرَّحْمَنِ بن خَالِد حمص منصرفا من بلاد الروم دس إِلَيْهِ ابن أثال شربة مسمومة مع بعض مماليكه، فشربها فمات بحمص، فوفى لَهُ مُعَاوِيَة بِمَا ضمن لَهُ، وولاه خراج حمص، ووضع عنه خراجه. (تاریخ الطبری:5/227)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں، مسلمہ بن محارب، کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں، مسلمہ بن محارب، کا سماع، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، سے ثابت کریں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کی سند ضعیف اور منقطع ہے۔

علامہ بلاذری روایت نقل کرتے ہیں۔

فحدثني مُحَمَّد بْن سَعْد عَنِ الْوَاقِدِيِّ فِي إِسْنَادِهِ قَالَ: تُوُفِّيَ خَالِد بْن الْوَلِيد بحمص سنة عشرين، أَو إحدى وعشرين، وَكَانَ عَبْد الرَّحْمَنِ بْن خَالِد يلي الصوائف فيبلي ويحسن أثره، فعظم شأنه بالشام، ومال النَّاس إِلَيْهِ فحسده مُعَاوِيَة وخافه، فدس إِلَيْهِ متطببا يقال لَهُ: ابْن أثال، وجعل لَهُ خراج حِمْص فسقاه شربة فمات، فاعترض خَالِد بْن

المهاجر بْن خَالِد بْن الْوَلِيد، ويقال خَالِد بْن عَبْدِ الرَّحْمَنِ. ابْن أثال وَكَانَ يعرف بالأركون، والأركون كالرئيس فِي الناحية. فقتله فرفع ذَلِكَ إِلَى مُعَاوِيَة فحبسه أياما ثُمَّ أغرمه ديته ولم يقده. (جمل من أنساب الأشراف:10/ 209)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں واقدی کذاب اور متروک ہے۔

اس کی سند میں واقدی ضعیف ہے۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔

ابن معین انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت بھی نہ لکھو۔

امام بخاری اور ابو حاتم انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔

ابن المدینی، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، رقم:7999)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں واقدی سے سند نقل نہیں کی، اس لیے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی سند متروک اور ضعیف ہے۔

ابن ابی اصیبعہ روایت لکھتے ہیں۔

أَبُو عبد الله مُحَمَّد بن الْحسن بن مُحَمَّد الْكَاتِب الْبَغْدَادِيّ ابْن الْكَرِيم قَالَ حَدثنَا أَبُو غَالب مُحَمَّد بن الْمُبَارك بن مُحَمَّد بن مَيْمُون عَن أبي الْحسن عَليّ بن أَحْمد بن الْحُسَيْن بن محمويه الشَّافِعِي اليزدي عَن أبي سعد أَحْمد بن عبد الْجَبَّار بن أَحْمد بن أبي الْقَاسِم الصَّيْرَفِي الْبَغْدَادِيّ عَن أبي غَالب مُحَمَّد بن أَحْمد بن سهل بن بَشرَان النَّحْوِيّ الْوَاسِطِيّ عَن أبي الْحُسَيْن عَليّ بن مُحَمَّد بن عبد الرَّحِيم بن دِينَار الْكَاتِب عَن أبي الْفرج عَليّ بن الْحُسَيْن

الْأَصْبَهَانِيُّ الْكَاتِب قَالَ فِي كِتَابه الْمَعْرُوف بالأغاني الْكَبِير أَخْبرنِي عمي قَالَ حَدثنَا أَحْمد بن الْحَرْث الخزاز قَالَ حَدثنَا الْمَدَائِنِي عَن شيخ أهل الْحجاز عَن زيد بن رَافع مولى الْمُهَاجِرين خَالِد بن الْوَلِيد عَن أبي ذِئْب عَن أبي سُهَيْل أَن مُعَاوِيَة لما أَرَادَ أَن يظْهر العقد ليزِيد قَالَ لأهل الشَّام إِن أَمِير الْمُؤمنِينَ قد كبرت سنه ورق جلده ودق عظمه واقترب أَجله يُرِيد أَن يسْتَخْلف عَلَيْكُم فَمن ترَوْنَ فَقَالُوا عبد الرَّحْمَن بن خَالِد بن الْوَلِيد فَسكت وأضمرها ودس ابْن أثال النَّصْرَانِي الطَّبِيب.

(عیون الأنباء فی طبقات الأطباء: 1 /172)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

علامہ ابن ابی اصیبعیہ نے یہ رویات، ابو الفرج الاصبہانی، کی کتاب الاغانی سے روایت کی ہے ابو الفرج الاصبہانی شیعہ تھا جس کی روایت نا قابل قبول ہیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی، أَحْمد بن الْحَرْث الخزاز، کی توثیق پیش کریں، تاکہ اس کی توثیق یا تضعیف کا علم ہو سکے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں "عَن شيخ أهل الْحجاز" مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند ضعیف اور متروک ہے۔

محدث ابن عساکر روایت نقل کرتے ہیں۔

أنبأنا أبو بكر محمد بن عبد الباقي عن أبي محمد الجوهري عن أبي عمر بن حيوية أنا سليمان بن إسحاق بن إبراهيم أنا الحارث بن محمد بن أبي أسامة أنا محمد بن سعد أنا محمد بن عمر الواقدي نا عبد الله بن جعفر عن صالح بن كيسان قال كانت غزوة أبي عبد الرحمن القيني مبلغا إلى عبد الرحمن وكان شاتيا بأرض الروم يعني سنة ست وأربعين

وقدم عبد الرحمن بن خالد بن الوليد حمص قافلا ودس ابن أثال بعض أولئك المماليك فسقاه شربة فمات عبد الرحمن بحمص فاستعمل معاوية ابن أثال على خراج حمص. (تاریخ دمشق:16/ 163)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔
پہلی علت:
مذکورہ روایت میں واقدی کذاب اور متروک ہے۔
اس کی سند میں واقدی ضعیف ہے۔
احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔
ابن معین انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت بھی نہ لکھو۔
بخاری اور ابو حاتم انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔
ابن المدینی، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے۔
دارقطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔
ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔
(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، رقم:7999)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور متروک ہے۔
الاوائل للعسکری میں روایت نقل ہے۔

أخبرنا أبو أحمد عن الجوهري عن أبي زيد عن عبد الله بن محمد بن حكيم عن خالد بن سعد عن أبيه قال: لما أراد معاوية ان يعقد البيعة ليزيد قال لاهل الشام: أن أمير المؤمنين قد كبر، ودنا من أجله، فما ترون؟ وقد أردت أن أولي أمركم رجلا من بعدي، قالوا: عليك بعبد الرحمن بن خالد، فأضمرها، واشتكى عبد الرحمن بن خالد، فأمر ابن أثال طبيبا من عظماء الروم فسقاه شربة فمات، فبلغ معاوية موته، فقال: ما أنجد إلا من أنقص عنك من تكره. (الاوائل:1/ 234)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: مذکورہ روایت میں "الجوھری" کا تعارف و توثیق ثابت کریں تاکہ اس کی توثیق یا تضعیف کا قارئین کرام کو علم ہو سکے۔

دوسری علت: مذکورہ روایت کی سند میں، عبداللہ بن محمد بن حکیم، کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اس طرح کی روایت پیش کرنا تو جناب فیضی صاحب کا ہی کام ہے مگر علمی میدان میں ایسی روایت سے استدلال کرنا مردود ہے۔

الزام نمبر 60:

عیسائیوں کا اقتدار میں شرکت کا الزام

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 328 پر لکھتے ہیں۔

عیسائیوں کی اقتدار بنو امیہ میں شرکت

سرجون بن منصور عیسائی امیر شام کا وزیر مالیات اور مشیر اعلیٰ تھا چنانچہ ابن کثیر وغیرہ لکھتے ہیں:

وکان کاتبہ وصاحب امرہ سرجون بن منصور الرومہ.

اور معاویہ کا وزیر مال اور مشیر خاص سرجون بن منصور رومی تھا۔

(البدایہ والنہایہ (قطر) ج 8 ص 8، ص 211، اثر اہل الکتاب فی الفتن ص 436)

جواب:

سرجون بن منصور پہلے عیسائی تھا مگر بعد میں اس نے اسلام قبول کیا۔

محدث ابوالحسین الرازی لکھتے ہیں۔

أنه كان نصرانيا فأسلم. (تاریخ دمشق: 20/161)

محدث ابن عساکر لکھتے ہیں۔

كان كاتبا لمعاوية بن أبي سفيان ثم أسلم على يديه. (تاریخ دمشق: 20/161)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سرجون نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اس لیے فیضی صاحب کا مذکورہ پیش کردہ حوالہ سے استدلال بھی غلط ہے۔

الزام نمبر 61:

میسون کے نصرانی ہونے کا اعتراض

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 329,330 پر لکھتے ہیں۔

کیا ام یزید (میسون) مسلمان تھی؟

ہمارے مؤرخین اور علماء انساب میں سے کسی نے بھی میسون کے مسلمان ہونے کی تصریح نہیں کی ، ماسوا اس کے کہ صغانی لاہوری نے اسے تابعیہ لکھا ہے ظاہر ہے کہ یہ انہوں نے فقط اصطلاحی طور لکھا ہے ورنہ عند الشریعہ تو اس کے شوہر بھی تابعین بالاحسان میں سے نہیں تھے، جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں اشارہ کر چکے ہیں اور ہماری کتاب، الصحابۃ والطلقاء، میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے اس کے برعکس اس کے عیسائی ہونے کے شواہد زیادہ ہیں، چنانچہ ڈاکٹر رضوان علی ندوی مشہور مؤرخ فلپ ہٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں،

یزید کی ماں کے حوالے سے یہ بات تمام قدیم عربی تواریخ میں لکھی ہوئی ہے کہ وہ شام کے عرب قبیلے بنی کلب (جس کے اکثر لوگ قدیم سے عیسائی ہو گئے تھے) کے ایک سردار کی بیٹی میسون بنت بحدل تھی ہمارے مؤرخ اس کے مذہب کی تصریح نہیں کرتے لیکن لبنان کے ایک عیسائی عرب نے تصریح کی ہے کہ وہ نصرانی تھی۔ (حدیث قسطنطنیہ، حقائق واوہام ص 118)

جواب:

پیش کردہ استدلال غلط اور باطل ہے کیونکہ اول تو حافظ ابن کثیر نے ان کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے۔

علامہ زبیدی نے بھی میسون بنت بحدل کے تابعیہ ہونے پر علامہ صاغانی سے استدلال کیا ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں۔

وميسون بنت بحدل بن أنيف..... قال الصاغاني: وهي من التابعيات.

(تاج العروس: 8/ 483)

اس لیے موصوف کا یہ استدلال اور ڈاکٹر رضوان ندوی کی یہ بات غلط ہوئی کہ مسلم مؤرخین نے ان کے اسلام کی

تصریح نہیں کی، اگر جناب ابن کثیر، علامہ صاغانی اور علامہ زبیدی رحمہ اللہ علیہ کی تحریر سے استفادہ کرتے تو یہ کم علمی والی بات نہ کرتے۔

موصوف قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 317 کے حوالہ سے قارئین کے سامنے حقائق پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ کے اسی مقام پر شاید میسون کے تقوی کو ظاہر کرنے کے لئے ایک اور واقعہ بھی منقول ہے ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ایک روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاں آئے تو ان کے ساتھ ایک خصی خادم بھی تھا اس نے اس سے پردہ کیا اور کہنے لگی آپ کے ساتھ یہ کون شخص ہے؟ اس نے کہا یہ خصی ہے اس کے سامنے آجاؤ اس نے کہا اللہ نے جس چیز کو حرام کیا ہے مثلہ اسے حلال نہیں کرسکتا اور اس نے اس سے حجاب کیا ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا محض آپ کا اسے مثلہ کردینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے۔

(البدایہ والنہایہ مترجم اردو ج8 ص189)

یہ ترجمہ جس عبارت کا ہے اس کے یہ الفاظ، ان مجرد مثلتك له لن تحل ما حرمه الله عليه. (آپ کا اس کا مثلہ کردینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے) بتارہے ہیں کہ اس شخص کو امیر شام کے حکم سے خصی کیا گیا تھا لہٰذا دیکھنا ہوگا کہ شرعاً کسی شخص کو خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

اب موصوف جس حوالہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر رہے ہیں، اسی حوالہ سے میسون بنت بحدل کا شریعت اور اسلام پر عمل کرنا ثابت ہو رہا ہے، جناب موصوف فیضی صاحب کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ جناب کے پیش کردہ حوالہ، نہ صرف عمل بلکہ استنباط دلائل کی اہم مثال ہے میسون بنت بحدل کا پردہ کرنا اسلام پر عمل ہے نہ کہ صرف اسلام کے بارے میں معلومات، قارئین کرام خود ان حوالہ جات سے نتیجہ اخذ کریں۔

قاری ظہور احمد فیضی کی کتاب صلح الامام الحسن، میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات

(القول الاحسن فی جواب کتاب صلح الامام الحسن)

خلاصہ جواب

یہاں پر القول الاحسن فی جواب کتاب صلح امام حسن، کے نئے ایڈیشن کے مطابق خلاصہ کتاب اور اعتراضات کے جوابات اور ص نمبر دے دیے گئے ہیں اصل کتاب میں تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

(1) تاریخی روایات قبول کرنے کے اصول ص42
(2) تاریخ طبری میں کذاب راویوں کی تحقیق ص50
(3) شیعہ راوی کی روایت سے استدلال کی علمی حیثیت ص67
(4) صلح امام حسن و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں ص121
(5) صحابہ کرام قبل و بعد فتح مکہ کے لیے بشارت ص140
(6) صلح امام حسن رضی اللہ عنہ دو عظیم گروہوں کی شان ص175
(7) امام حسن رضی اللہ عنہ کا صلح کے بعد بیعت کرنا ص180
(8) قاتلین عثمان کو سزا ص183
(9) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں تھا ص194
(10) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عدل میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے اعلیٰ ص198
(11) کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء اور مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں؟ ص207
(12) ناگوار بیعت یا عام الجماعۃ ص238
(13) کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغض علی کی وجہ سے سنت کو ترک کیا ص260
(14) کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تلبیہ پڑھنے سے روکا ص262
(15) حج تمتع اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ص267
(16) کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سنت کو ترک کیا ص273
(17) کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو مصیبت کہا ص284
(18) امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اطمینان کا الزام ص293
(19) امام حسین رضی اللہ عنہ اور مقام معاویہ رضی اللہ عنہ ص300
(20) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی تکریم کرنا ص301
(21) شرائط صلح اور اس کے جوابات ص306

(22) حب دنیا میں مبتلا تھی؟ ص324
(23) کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کافر، فاسق، ظالم، جائر، غاصب اور جابر تھے؟ ص331
(24) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبردستی خلافت پر قابض ہنے کا الزام ص340
(25) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ص349
(26) امام حسن بصری رحمہ اللہ اور حجر بن عدی کے قاتل ص353
(27) سورۃ حدید آیت 10 پر فیضی کے اشکالات کے جوابات ص365
(28) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا اصولی جواب ص411
(29) آیات سورۃ الانبیاء اور تمام صحابہ کا جنتی ہونا ص466
(30) سورۃ توبہ کی آیت 100 پر اشکالات کے جوابات ص473
(31) صحابہ میں کچھ منافق صحابہ بھی تھے (فیضی) ص490
(32) جواب ص491
(33) اصحاب صفین مجتہد نہیں بلکہ باغی تھے (فیضی) ص519
(34) جواب ص519
(35) حضرت عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر نصرانی ہونے کا الزام ص536
(36) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام پر الزامات کا جائزہ ص550
(37) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں مہاجرین وانصار شامل نہ تھے ص562
(38) حضرت عثمان غنی کو شہید کرنے کا صحابہ پر الزام اور اس کا جواب ص575

انجنیئر مرزا محمد علی جہلمی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مختلف اعتراضات کے جوابات

انجنیئر مرزا محمد علی جہلمی کا تعارف اور عقائد

مرزا جہلمی کون ہے؟ پاکستان کا ایک صوبہ پنجاب کے نام سے ہے وہیں جہلم نام کا ایک تاریخی شہر آباد ہے، جو دریائے جہلم اور جی ٹی روڈ کے درمیان واقع ہے اسی جہلم کی طرف منسوب ہو کر مرزا محمد علی 'جہلمی' کہلاتا ہے مرزا جہلمی 1977 میں پیدا ہوا، انگریزی تعلیم خوب پائی میکینکل انجنیئر بنا، کسی مدرسے میں پڑھا، نہ کسی دینی درس گاہ کا رخ دیکھا، لیکن خود کو اہلِ علم کے روپ میں پیش کرتا ہے عوام اس کے حلیہ اور چکنی چپڑی باتوں سے فریب کھا جاتے ہیں کرتے پاجامہ میں ملبوس، سر پر ہمیشہ پگڑی، جس کا رنگ بدلتا رہتا ہے، چہرہ بیضوی اور بدن پتلا دبلا، یہ ہے اس کا حلیہ، سوشل میڈیا ہی اس کا وجہ تعارف ہے اس کے سبسکرائبر کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے اس کی ہر ویڈیو میں سامنے ٹپائی رکھی رہتی ہے اور اس پر صحاحِ ستہ یعنی بخاری شریف، مسلم شریف، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کا سیٹ، ساتھ ہی دو چار مریدین بھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی خاص مقام پر عوام کو اپنے ٹھاٹھ بھی پڑھاتا ہے۔

تعلیمی لیاقت:

جیسا کہ عرض کیا جا چکا کہ مرزا نے کسی مدرسے میں نہیں پڑھا اس کی پوری تعلیم اسکولوں اور کالجوں سے ہے، مذہبِ اسلام کے بارے میں اس کی ساری معلومات اردو اور انگریزی کتابوں سے حاصل شدہ ہیں ایسے ہی لوگ نیم ملا خطرۂ ایمان کہلاتے ہیں، عربی میں کہیے تو حاطب لیل، جو رات میں رسی سمجھ کر سانپ کو اٹھا لاتا ہے، آپ اسے خود رو مولوی یا ریڈی میڈ عالم کہہ سکتے ہیں، اس کی عربی دانی کا یہ عالم ہے کہ وہ عربی عبارت پڑھ نہیں سکتا، اعراب لگانے میں سخت ٹھوکر کھاتا ہے۔ اہل سنت کی مشہور کتاب' جاء الحق کو' جاءُ الحق' پڑھتا ہے، قرآن کے اس ٹکڑے 'فلا تطع الکافرین' کا ترجمہ یوں کرتا ہے: اے نبی! آپ کافروں کی بات کا برا نہ مانیں، جب کہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی! آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں، ان کی اتباع نہ کریں۔

مسلم علمی کتابی فرقے کا اعلان:

مرزا جہلمی 2014 سے سوشل میڈیا سے وابستہ ہے، اس کے ارد گرد ہزاروں جہلا جمع ہو چکے ہیں متاثرین میں زیادہ تر غیر مقلدین کے عوام ہیں، جہلمی خود کو غیر مقلدین کے نمایاں ترین رہنما حافظ زبیر علی

زئی کو اپنا استاد بتاتا ہے، ابتداء میں حافظ زبیر علی زئی اس کے سلسلے میں نرم گوشہ رکھتے تھے، لیکن بعد میں اس سے ناطہ توڑ لیا اور اس پر متروک ہونے کا حکم لگا دیا۔
جب کسی کم علم آدمی کے حامی کچھ بڑھ جائیں تو وہ کسی قدیم فرقے سے مربوط نہیں رہتا، بلکہ ایک نئے فرقے کی بنیاد بھی رکھ دیتا ہے، محمد علی جہلمی نے بھی اپنا ایک فرقہ بنایا ہے، جس کا نام ہے: مسلم علمی کتابی، یہ نئی جماعت نقشہ عالم پر 24 فروری 2020 کو آئی، جہلمی کا کہنا ہے کہ بریلوی مسلمان ہو سکتے ہیں تو مسلم علمی کتابی کیوں نہیں؟

مرزا محمد علی جہلمی کے عقائد

محمد علی جہلمی 31 سال تک بریلوی رہا، 2008 میں بریلویت سے توبہ کی، پھر غیر مقلد بن گیا، اب اللہ جانے کیا ہے، اپنے افکار و خیالات سے کبھی قادیانی لگتا ہے، کبھی شیعہ، کبھی جماعتِ اسلامی سے وابستہ لگتا ہے اور کبھی غیر مقلدین کا ترجمان، اس کے مکتبِ فکر کے بارے میں کچھ بھی فیصلہ کرنا مشکل ہے، یہ قادیانیت نواز بھی ہے، قادیانیوں کے چینل پر اس کے متعدد ویڈیوز ہیں، جن سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مرزائیوں کو اس سے کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے، آئیے، محمد علی مرزا کے چند عقائد پر نظر ڈالتے ہیں:
(1) قادیانیوں کے اعضائے وضو بھی قیامت میں چمکیں گے، حالانکہ احادیث کے مطابق اعضائے وضو صرف ان مسلمانوں کے چمکیں گے جو نماز کے لئے وضو کریں گے اور قادیانی مسلمان نہیں، بلکہ مرتد ہیں۔
(2) اللہ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا ہے، بلکہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے ذریعے اعلانِ مغفرت کا تعلق صرف ان 1400 صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے، جو صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے، کیوں کہ سورۂ فتح کی آخری آیت یعنی "محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار" صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی اور مغفرت کا وعدہ بھی انہیں کے لئے ہے، جب کہ ہم تمام اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مغفور ہیں، خواہ وہ صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے، یا پہلے، یا بعد میں، اللہ نے سب کی مغفرت کا واضح اعلان کر دیا ہے، جیسا کہ "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل" اور اس جیسی دوسری آیتوں سے صاف ظاہر ہے۔
(3) سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بدعتی تھے اللہ ان سے راضی نہیں ہوا، معاذ اللہ!
جب کہ ہمارا عقیدہ ہے: الصحابة کلھم عدول، یعنی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نیکی اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر تھے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان

کے فضائل بہت منقول ہیں۔

(4) فتح مکہ کے موقع پر ایمان لا کر جنہوں نے صحابیت کا شرف پایا، وہ اسلام کی طرف طبعی میلان کی بنا پر نہیں، بلکہ مسلمانوں کے غلبے کے خوف سے ایمان لائے، العیاذ باللہ!

جب کہ ہم سنیوں کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کے منتخب بندے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔

(5) سب سے پہلے مسلمان سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی ثابت ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ بعض محدثین کی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو رد کرنے اور یہ کہنے کی وجہ سے ناصبیت، بابائیت اور فرقہ پرستی کے مرتکب ہوئے کہ سب سے پہلے مسلمان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، حالانکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے ایمان لانے کو کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیان کرتے ہیں۔

(6) قادیانی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں اور یہود و نصاریٰ نبی نہیں مانتے، لہذا قادیانی ان دونوں اقوام سے افضل ہیں، جب کہ ہم اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اہلِ کتاب ہیں، ان کی خواتین سے نکاح جائز ہے اور ان کا ذبیحہ بھی جائز ہے، رہے قادیانی تو وہ مرتد ہیں، خواہ وہ پیدائشی طور پر بھی قادیانی کیوں نہ ہو، یہ لوگ زندیق ہیں، جو کفر کا انتہائی درجہ ہے، لہذا یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے کبھی افضل نہیں ہو سکتے۔

(7) تفسیر ابن کثیر کی خرابیوں پر پانچ گھنٹوں کا لیکچر دے سکتا ہوں، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں گپ شپ، سیکسی باتیں اور شرکیہ عقائد بھی گھسیڑ دیئے ہیں، جب کہ علامہ عماد الدین ابن کثیر بصری کی یہ کتاب ہر زمانے میں اہلِ علم کے درمیان مقبول رہی ہے، علامہ جلال الدین سیوطی اسے بے حد پسند فرماتے تھے اور ہر دور میں بے حد مقبول رہی ہے روایت و درایت کے اعتبار سے کسی بھی محدث کی تفسیر اتنی شان دار نہیں ہے آٹھویں صدی ہجری کے یہ مفسر پائے کے محدث بھی تھے۔

بنو امیہ خاص کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا منبروں پر گالیاں دلوانے کا الزام

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر واقعہ کربلا کے ص:16 پر عنوان قائم کرتا ہے اور لکھتا ہے:
چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب کے فضائل کا بیان اور ان پر ممبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟
مرزا صاحب مذکورہ عنوان قائم کرنے کے بعد جو روایات لائے ہیں گالیاں اور لعن کو ثابت کرنے کے لیے ان روایات اور شبہات کی حقیقت علمی تحقیقی انداز میں قارئین کی خدمت میں حاضر ہے:

(1) پہلی روایت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت اور اس کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالاَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلاَثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَلَنْ أَسُبَّهُ لأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَهُ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم » أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلاَّ أَنَّهُ لاَ نُبُوَّةَ بَعْدِي «. وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ » لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ «. قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ » ادْعُوا لِي عَلِيًّا «. فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) دَعَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ » اللَّهُمَّ هَؤُلاَءِ أَهْلِي «.

ترجمہ: بکیر بن مسمار نے عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا اور کہا: آپ کو اس سے کیا چیز روکتی ہے کہ آپ ابوتراب (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) پر سب (رد) کریں، انہوں نے جواب دیا: جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت علی) سے کہی تھیں، میں ہرگز ان پر سب نہیں کروں گا، ان میں سے کوئی ایک بات بھی میرے لئے ہوتو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہوگی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ ان سے فرمارہے تھے جب آپ ایک جنگ میں ان کو پیچھے چھوڑ کر جارہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا تھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جارہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمھیں یہ پسند نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ وہی مقام ہو جو حضرت ہارون (علیہ السلام) کا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ تھا، مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے، اسی طرح خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: اب میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں، فرمایا: پھر ہم نے اس بات کے لئے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کو میرے پاس بلاؤ، انھیں شدید آشوب چشم کی حالت میں لایا گیا، آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور انھیں جھنڈا عطاء فرمایا اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت اتری:

(تو آپ کہہ دیں آؤ) ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو بلالیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ،حضرت فاطمہ، حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔

صحیح مسلم: 7/ 120 حدیث نمبر 6373 اور یہ روایت دیگر کئی ایک جگہوں پر موجود ہے

اس روایت کے راویوں کے بارے ایک تجزیہ ملاحظہ فرمائیں اس روایت کے راوی درج ذیل ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالاَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ.......

قتیبہ بن سعید، محمد بن عباد، حاتم بن اسماعیل، بکیر بن مسمار اور عامر بن سعد..... صحیح مسلم: 7/ 120 حدیث نمبر 6373)

عربی لفظ "سَبّ" کا معنی ومفہوم احادیث کی روشنی

صحیح مسلم کی 6373 حدیث ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا بس اتنا ذکر ہے، کیا حکم دیا؟ وہ اس حدیث میں ذکر نہیں ہے، یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہہ رہے بلکہ وہ لوگ بھی کہتے ہیں جن کو مرزا صاحب حق گو عالم دین کہتے ہیں جیسا کہ ہم آئندہ سطور میں بیان کریں گے، اس روایت میں آگے یہ بیان ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ ابوتُراب (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو "سب" کیوں نہیں کرتے؟ مرزا صاحب "سب" کا معنی لعنت کرنا اور گالی دینا کرتے ہیں حالانکہ عربی زبان میں "سب" چھوٹے سے چھوٹے اختلاف سے لیکر بڑی سے بڑی گالی پر بھی بولا جاتا ہے، قرائن وشواہد ہی بتائیں گے کہ جس موقع پر لفظ "سب" بولا گیا ہے وہاں اس سے مراد کیا ہے؟ لیکن یہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو کون سی چیز مانع ہے کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر "سب" نہیں کرتے؟

ہم اہل سنت یہ بات دلائل وبراہین کی روشنی میں کہتے ہیں کہ یہاں "سب" سے مراد تنقید کرنا ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف قصاصِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ہوا تھا، یہ مطالبہ صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں تھا بلکہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا بھی تھا کہ جن کے جنتی ہونے کے مرزا صاحب بھی اقراری ہیں، انکاری نہیں، ان کا یہ نظریہ تھا کہ قصاص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فوری لیا جائے، تاخیر درست نہیں ہے جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا ان کا نظریہ یہ تھا کہ فوری قصاص خانہ جنگی کا سبب بن جائے گا مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ قصاصِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھوڑا موخر کر دیا جائے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تنقید پر کیوں نہیں کرتے تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں ان پر تنقید نہیں کر سکتا، میں نے ان کے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنے ہوئے ہیں لہٰذا میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں

اس بات کو دلیل بنا کر مرزا جہلمی کہتے ہیں کہ یہاں "سب" سے مراد گالی اور لعنت ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کا حکم دیتے تھے، ہم صحیح بخاری ومسلم سے کچھ روایات پیش کرتے ہیں جو "سب" کے معنی کو متعین کرتی ہیں کہ بسا اوقات "سب" کا معنی لفظی اختلاف بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات تنقید کرنا بھی ہوتا ہے۔

پہلی مثال:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ عَامِرَ بْنَ وَاثِلَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلاَةَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلاَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَلِكَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ «إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ عَيْنَ تَبُوكَ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلاَ يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ». فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلاَنِ وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم «هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا». قَالاَ نَعَمْ. فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ قَالَ ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلاً قَلِيلاً حَتَّى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ قَالَ وَغَسَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِيهَا فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ أَوْ قَالَ غَزِيرٍ شَكَّ أَبُو عَلِيٍّ أَيُّهُمَا قَالَ حَتَّى اسْتَقَى النَّاسُ ثُمَّ قَالَ «يُوشِكُ يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ أَنْ تَرَى مَا هَا هُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا».

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کل تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دن نکلنے سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے اور جو کوئی تم میں سے اس چشمے کے پاس جائے، تو اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آجاؤں، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر ہم اس چشمے پر پہنچے اور ہم سے پہلے وہاں دو آدمی پہنچ گئے تھے، چشمہ کے پانی کا یہ حال تھا کہ جوتی کے تسمہ کے برابر ہوگا، وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ تم نے اس کے پانی کو ہاتھ لگایا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سب کیا (اس لئے کہ انہوں نے حکم کے خلاف کیا تھا) اور اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنایا، پھر لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھویا، پھر وہ پانی اس چشمہ میں ڈال دیا تو وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا اور لوگوں نے (اپنے جانوروں اور آدمیوں کو) پانی پلانا شروع کیا،

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تُو دیکھے گا کہ یہاں جو جگہ ہے وہ گھنے باغات سے لہلہا اٹھے گی۔ (صحیح مسلم:7/60 رقم 6086)

وضاحت: اس روایت میں الفاظ ہیں جلدی کرنے والے دو افراد کو آپ نے (سب) کیا، اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی شخص یہ بدگمانی نہیں کرسکتا کہ آپ نے انہیں معاذ اللہ گالیاں دی ہوں گی، اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ان پر تنقید فرمائی ہوگی اور انہیں اپنی اصلاح کا کہا ہوگا۔

دوسری مثال:

صحیح بخاری: رقم 2411، 3408، 6517، 7472، صحیح مسلم رقم: 6302، 6303 میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ

ترجمہ: مسلمانوں میں سے ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص نے "سب" کیا،

"سب" کیا ہے؟ اس کی وضاحت اسی حدیث میں ان الفاظ میں ہے:

قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ،

ترجمہ: مسلمان کہنے لگا کہ مجھے اس رب کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے، جب کہ یہودی نے کہا مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو جہانوں پر فضیلت دی۔

(صحیح بخاری: رقم 2411، 3408، 6517، 7472)

یہ جو دو جملے ایک مسلمان کا اور دوسرا یہودی کا، یہودی نے مسلمان کے جملے پر "سب" کیا ہے، تنقید کرتے ہوئے اس کے خلاف جملہ بولا ہے لہٰذا حدیث نے ہم کو یہ بتایا کہ بسا اوقات، سب، کا معنیٰ نقد اور تنقید بھی ہوتا ہے، اب اگر یہاں "سب" کا معنیٰ گالی گلوچ یا لعنت کریں تو حدیث اس کا رد کرتی ہے۔

تیسری مثال:

صحیح بخاری: 8/41 رقم 6141 روایت میں ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مہمان آئے وہ مہمانوں کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے وہاں انہیں کافی دیر ہوگئی جب وہ واپس آئے تو انہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ مہمانوں کو شام کا کھانا ان کو کھلایا ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ

ہم نے ان سے پوچھا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ ہم نے نہیں کھانا، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے مہمان نواز تھے اس لیے انہیں اس بات پر غصہ آ گیا اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ ،فَسَبَّ

ترجمہ: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے ہوئے اور انہوں نے "سب" کیا۔ (صحیح بخاری: 8 / 41 رقم 6141)

اب کوئی "سب" کا معنی کرے کہ انہوں نے گھر والوں کو لعنت کی اور گالیاں دیں؟ یقیناً اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے گھر والوں کو تنقید کا نشانہ بنایا کہ آپ لوگوں نے غلط کیا، وہ تو مہمان ہیں، تکلف میں پڑ گئے لیکن آپ نے بھی انہیں کھانا نہیں دیا، تو اس حدیث میں بھی لفظ "سب" ہے، اس کا معنی لعنت یا گالی گلوچ تو ہے نہیں بس گھر والوں پر تنقید کی۔

چوتھی مثال:

حدیث میں ہے کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں کچھ باتیں بظاہر آپ کے خلاف کر دوں گا تا کہ کعب بن اشرف کو اپنی طرف مائل کیا جا سکے اور وہ مطمئن رہے کہ یہ مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے، کیا مجھے اجازت ہے؟ جب کعب بن اشرف کے پاس سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گئے تو اس نے کہا کہ آپ مجھ سے کچھ چیزیں مانگ رہے ہیں تو اس کے عوض آپ مجھے اپنے بیٹے گروی رکھ دیں جب تم مجھے مال واپس کرو گے تو پھر اپنے بیٹے لے جانا، تو اس وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا، ہم اپنے بچوں کو آپ کے پاس بطور گروی نہیں رکھ سکتے کیونکہ:

يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا، فَيُقَالُ: رُهِنَ فِي وَسْقَيْنِ مِنْ تَمْرٍ

ترجمہ: ہمارے بچوں کو "سب" کیا جائے گا، کہا جائے گا کہ کچھ کلو کھجوروں کے عوض اسے بطور ضمانت رکھا گیا تھا۔ (صحیح مسلم: 5 / 184 رقم 4765)

اس حدیث میں بھی لفظ "سب" استعمال ہوا ہے جس کا مطلب "طعنہ، نقص" ہے، ہمارے بچوں کو لوگ طعنے دیں گے کہ تم تو چند کلو کھجور کے بدلے گروی رکھے گئے تھے۔

پانچویں مثال:

روایت میں ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا، دونوں اختلاف کرتے ہوئے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں آئے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے

مخاطب ہو کر کہا:

قَالَ الْعَبَّاسُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ الظَّالِمِ اسْتَبَّا.

(صحیح بخاری: 9/ 121 رقم 7305)

اے امیر المؤمنین: میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کر دیں، دونوں ایک دوسرے کو "سب" کر رہے تھے۔ اب کوئی نیم رافضی یہاں "سب" کا معنی لعنت کرے اور کہے کہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے، ایک دوسرے پر لعنت کر رہے تھے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے چچا کو لعنت کر رہے تھے اور گالیاں دے رہے تھے۔

معاذ اللہ، ایسا کوئی ناصبی ہی سوچ سکتا ہے، اہل سنت تو کبھی بھی ایسا نہیں سوچتے۔

بہر حال مرزا جہلمی کی جو شرح ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد کو گالیاں دینے اور لعنت کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ "سب" کا معنی گالیاں اور لعنت کرنا ہوتا ہے تو آپ کریں یہاں معنی کہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے، ایک دوسرے پر لعنت کر رہے تھے، معاذ اللہ، جیسے وہاں قرائن و شواہد سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے لعنت کی ہو یا گالیاں دی ہیں اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے لعنت کی ہو یا گالیاں دی ہیں، کیوں اصرار کرتے ہیں آپ؟ نہ ہم وہاں یہ معنی کرتے ہیں اور نہ ہی یہاں یہ معنی کرتے ہیں، آپ لوگ ناانصافی کرتے ہیں ایک جگہ کہتے ہیں کہ یہاں معنی اختلاف اور تنقید ہوگا اور دوسری جگہ کہتے ہیں کہ نہیں جی، یہاں معنی لعنت اور گالی ہے، ہم کہتے ہیں کہ جیسے یہاں "سب" کا معنی لعنت یا گالیاں کرنا ثابت نہیں ویسے ہی وہاں بھی اس کا معنی لعنت اور گالی کرنا ثابت نہیں ہے، کیوں منافقت اختیار کرتے ہو؟

وضاحت: مرزا صاحب اس راویت کو مختلف جگہوں سے نقل کرتے ہیں لوگوں کے سامنے تعداد بڑھانے کے چکر میں، لیکن ان تمام روایات میں ،سب، کے الفاظ ہیں مرزا جہلمی اس کا معنی کرتے ہیں، گالیاں دینا، حالانکہ اس لفظ کا ہر وقت یہ معنی نہیں ہوتا جبکہ حقائق یہ ہیں کہ جب ایک شخص، دوسرے کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اس پر رد کرے اور اس کے مؤقف پر تنقید کرے اور اپنے دلائل پیش کرے، تو اسے بھی 'سب' کہا جاتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء پر تصور کرتے تھے اس وجہ سے کہ قاتلین عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے جلدی قصاص لینے کا مطالبہ کر رہے تھے اور یاد رہے یہ صرف ایک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ نہیں تھا بلکہ دیگر کئی

کبار صحابہ کا بھی یہی مطالبہ تھا، جن میں ام المؤمنین عائشہ، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی شامل ہیں۔
مرزا جہلمی اس اصول کو تمام صحابہ کے لیے مقرر فرماتے! لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مرزا کا مشن ہی عداوت صحابہ پھیلانا ہے نہ کہ حقائق بیان کرنا۔

نوٹ:

ہمارا منہج ہے کہ اس طرح کی روایات کو عوام کے سامنے اس سیاق میں نہ ہی بیان کیا جائے کیونکہ عوام میں ان روایات کی حقیقت سمجھنے کی اہلیت نہیں ہوتی وہ ان کی چھوٹی چھوٹی بشری تقاضوں کے مطابق ہونے والی اجتہادی خطاؤں کو دیکھ کر ان کے فضائل، مغفرت اور جنتی ہونے والے دلائل بھلا دیتے ہیں اور الحمد للہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا دلائل سے ثابت ہے جس حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بھی یقینی ہے۔
یاد رکھیں اگر عوام کو بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتا تو میں اس حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف والی روایت کو اس سیاق میں کبھی نہ بیان کرتا سب کا یہ معنی (کسی کو غلطی پر تصور کرتے یا دیکھتے ہوئے اس پر تنقید کرنا) دیگر کئی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔
مذکورہ وضاحت کو سمجھنے کے بعد مرزا کی طرف سے اس پیش کردہ روایت کی وضاحت پیش خدمت ہے۔
اولاً: یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنا چاہتے تھے کہ آپ بھی یہ مؤقف بیان کریں کہ قصاص عثمان کے سلسلے میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ٹھیک نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رد کریں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو فضائل بتائے ان میں یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت ہارون علیہ السلام کی جگہ دی، جس کا مطلب ہے وہ بلند پائے کے عالم ہیں، وہ اجتہاد میں غلط نہیں ہو سکتے جیسا کہ امام نووی نے فرمایا:

أَنَّ مَعْنَاهُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخَطِّئَهُ فِي رَأْيِهِ وَاجْتِهَادِهِ، وَتُظْهِرَ لِلنَّاسِ حُسْنَ رَأْيِنَا وَاجْتِهَادِنَا، وَأَنَّهُ أَخْطَأَ؟.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: کیا مسئلہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے اور اجتہاد کو خطاء قرار نہیں دیتے؟ اور لوگوں کے سامنے ہمارے رائے اور اجتہاد کی اچھائی ظاہر نہیں کرتے؟ اور کیوں بیان نہیں کرتے کہ علی خطاء پر ہیں؟ (شرح نووی: 8/ 148 تحت رقم 4420)
ثانیاً: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بأنه أمر سعدا بسبه، وإنما سأله عن السبب المانع له من السب، كأنه يقول: هل امتنعت تورعا، أو خوفا، أو غير ذلك، فإن كان تورعا وإجلالا له عن السب فأنت مصيب محسن، وإن كان غير ذلك فله جواب آخر.

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں کوئی صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولنے کا حکم دیا تھا بلکہ پوچھا تھا کہ آپ تنقید کیوں نہیں کرتے؟ گویا کہ کہا: کیا آپ خوف اور ڈر کی وجہ سے تنقید نہیں کرتے یا تورعا (احتیاطًا) نہیں کرتے؟ یا کوئی دوسرا مسئلہ ہے؟

(شرح نووی: 8/ 148 تحت رقم 4420)

اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جلال کی وجہ سے اور تورعا (احتیاطًا) تنقید نہیں کرتے تو آپ درست اور اچھا کرنے والے ہیں، اگر یہ نہیں تو جواب دوسرا ہوگا۔

ثالثًا: اس روایت میں موجود ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید یعنی علمی رد کا حکم دیا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب انکار کر دیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعد پر کوئی سختی نہیں کی، نہ ہی مجبور کیا بلکہ خاموش ہو گئے۔

رابعا: اس روایت کا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے بیچ میں موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کر رہے تھے جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہیں کر رہے تھے اور ان پر رد کرنے سے عاجز تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھ لیا آپ کیوں نہیں تنقید کر رہے؟ تو اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان تنقید کرنے والوں پر رد کرتے ہوئے فضائل علی رضی اللہ عنہ بیان کرنا شروع کر دیے۔

اشار اليه النووی بقوله (لعل سعدا قد كان فى طائفة يسبون فلم يسب معهم، وعجز عن الإنكار، وأنكر عليهم، فساله هذا السؤال) (شرح نووی: 8/ 148 تحت رقم 4420)

خامسًا: اگر بالرضا والمحال سب کا معنی گالیاں مان لیں تو، کیا ہم جنتی شہزادوں حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دیگر بیٹوں سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ خاموشی سے سنتے رہتے تھے کوئی رد نہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا امیر تسلیم کیا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص علی کو گالیاں دیتا ہو حسنین کریمین اس سے وظائف وصول کرتے ہوں؟ اسے امیر المؤمنین اور مسلمانوں کا قائد اعلیٰ مانتے ہوں؟ نعوذ باللہ، جبکہ آج کا رافضی و نیم رافضی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کر رہا ہے یعنی حسنین کریمین کا منہج اور مرزا کا منہج الگ ہے۔

نوٹ: اسی طرح سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کچھ دیگر روایات بھی ہیں لیکن ان کے اندر (سب) کے الفاظ ہیں جس کا مفہوم ہے کسی کے مؤقف پر تنقید کرنا یا رائے کو رد کرنا، وغیرہ ان الفاظ کا یہاں پر معنی گالیاں کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف فرماتے تھے:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ أَقْضَى بِحَقٍّ مِنْ صَاحِبِ هٰذَا الْبَابِ، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ.

"میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا" (تاریخ دمشق ابن عساکر: 59/161 وسندہٗ حسنٌ)

سند کے رواۃ کی تعدیل پیش خدمت ہے۔

(1) لیث بن سعد:

قال عنہا الحافظ: ثقۃ ثبت امام مشہور. (التقریب: ص519 رقم5684)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج:

قال عنہا الحافظ: ثقۃ (التقریب: ص102 رقم760)

(3) بسر بن سعید:

قال الحافظ: ثقۃ جلیل (التقریب: ص96 رقم666)

نوٹ: اس قول کے اندر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی کیوں کہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

نوٹ: مرزا جہلمی اپنے ریسرچ پیپر کے ص:20 پر مستدرک حاکم کے حوالے سے روایت ذکر کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مجہول شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بد دعا کی وہ وہیں گر کر مر گیا، اب کوئی عدل پرست مرزا سے پوچھے کہ اس واقعے کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کرنے کا کیا مقصد؟ مرزا صاحب! اللہ کا خوف کریں، اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

دوسری روایت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ، وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک بار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس (ملاقات کے لئے) گئے (اثنائے گفتگو میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چھڑ گیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کچھ تنقیدی الفاظ کہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور فرمایا: آپ ایسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہیں جس کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: "جس کا مولیٰ میں ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ (دوست) ہے۔" اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے (علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: "تیرا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون کا موسیٰ سے تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: "آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے (اور وہ جھنڈا علی کو ملا)۔

(سنن ابن ماجہ: 1/ 88 رقم 121)

اولاً: یہ سند ضعیف ہے اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یہاں گالیاں مراد نہیں لے سکتے، کیوں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا غضبناک ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے لگے (یہاں نال کا معنی شکایت کرنا ہے نہ کہ گالیاں دینا) اس بات پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ غصہ کا ہونا اسی وجہ سے تھا کیوں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی جماعت سے ہیں، ایسے شخص کے اجتہاد کو غلط کہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا غصہ میں آنا فطری بات ہے کیونکہ ہوسکتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بار بار یہ کہتے رہے ہوں جس

سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے، اور پھر یہ روایت منقطع ہے ابن سابط نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی اور ابو معاویہ پر بھی کلام ہے، ابن ماجہ کی اس روایت کے دو راویوں کے بارے میں کلام ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(1) عبدالرحمن بن سابط کے بارے تہذیب الکمال میں المزی لکھتے ہیں:

عبد الرحمان بن سابط. ويقال:عبد الرحمان بن عبد الله بن سابط. ويقال: عبد الرحمان بن عبد الله بن عبد الرحمان بن سابط بن أبي حميضة بن عمرو ن أهيب بن حذافة بن جمح القرشي الجمحي المكي.تابعي، أرسل عن النبي صلى الله عليه وسلم (ت).روى عن: أنس بن مالك من وجه ضعيف.وسعد بن أبي وقاص وقيل: لم يسمع منه. (تہذیب الکمال للمزی: 17/ 123، 124 رقم 3822)

یعنی انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے لیکن ان سے سماع نہیں کیا۔

(2) امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں مرسل کہا ہے۔ (تاریخ الکبیر للبخاری: 5/ 295 رقم 960)

(3) امام دارقطنی نے مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اسانید میں عبدالرحمن بن سابط کا ذکر نہیں کی۔ (العلل دارقطنی: 4/ 305 مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

(4) امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عبد الرحمن بن سابط ويقال عبد الرحمن بن عبد الله بن سابط ويقال عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الرحمن بن سابط بن أبي حميضة ابن عمرو ابن أهيب بن حذافة بن جمح الجمحي المكي.تابعي أرسل عن النبي صلى الله عليه وسلم. وروى عن عمر وسعد بن أبي وقاص والعباس بن عبد المطلب وعباس بن أبي ربيعة ومعاذ بن جبل وأبي ثعلبة الخشني وقيل لم يدرك واحدا منهم . قيل ليحيى بن معين سمع عبد الرحمن بن سعد ابن أبي وقاص قال لا. (تہذیب التہذیب: 6/ 164)

یعنی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کرتے ہیں حضرت عمر، حضرت سعد، حضرت عباس، حضرت عباس بن ابی ربیعہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں لیکن ان میں کسی کو بھی انہوں نے نہیں دیکھا، یحیٰی بن معین سے پوچھا گیا کہ عبدالرحمن نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔

اسی طرح ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے الاصابہ: 5/ 176 پر ان کا ذکر کیا ہے۔
یہ نہ صرف صحابہ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کرتے ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے حضرت ابی بکر، حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات کی ہیں لیکن علماء نے ان روایات کو مراسیل کہا ہے اور امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے ان میں کسی کو بھی نہیں ملے، بہر حال یہ بات تو طے ہے کہ یہ مرسل ہیں اور بہت سے علماء نے اس بات میں ابن معین کی بات کو ہی صحیح مانا ہے، اس لئے علماء انہیں کثیر الارسال کہتے ہیں اسی بنا پر ابن معین نے انہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایات میں مرسل قرار دیا اور ان کی صحابہ سے حدیث کو مرسل کہا ہے، یہ بات صحیح ہے کہ ابن معین ان کی بارے میں منفرد ہیں لیکن علماء اہل سنت میں سے کسی نے ابن معین کی بات سے اختلاف نہیں کیا ابن حاتم کو اگر اختلاف تھا تو انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مسئلے میں لکھ دیا کہ یہ متصل ہے لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں انہوں نے بھی نہیں لکھا، گویا کہ وہ بھی ابن معین کی بات صحیح جانتے تھے اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ یہاں تمام علماء رجال ابن معین کا ساتھ دے رہے ہیں۔

راوی ابو معاویہ:

علماء نے انہیں اعمش کے طریق سے تو پسندیدہ کہا ہے لیکن ان کی دوسری احادیث کو مضطرب کہا ہے مدلس بھی تھے اور وہ مرجئی مذہب کے تھے جن کا ماننا ہے کہ انسان ایک بار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو پھر اسے جہنم سے نجات مل جاتی ہے دنیا میں پھر جو چاہے کرے۔
ان کا ترجمہ اس طرح ہے ان کا نام محمد بن خازم الاعمی تھا۔
(1) ابن حجر عسقلانی نے طبقات المدلسین ص 46 میں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے۔
(2) ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔
كان حافظا متقنا ولكنه كان مرجئا خبيثا یہ حافظ تھے لیکن ساتھ میں مرجئی خبیث بھی تھے۔
(3) امام ابی داود السجستانی:
امام ابو داؤد لکھتے ہیں کہ
كان مرجئا، ومرة: كان رئيس المرجئة بالكوفة.
(4) امام احمد بن حنبل:
أبو معاوية الضرير في غير حديث الأعمش مضطرب، لا يحفظها حفظا جيدا.
(تہذیب الکمال: 25/ 128 تحت رقم 5173)

یعنی ابومعاویہ اعمش کے علاوہ دوسری احادیث میں مضطرب ہے اور ان کا حافظہ بھی کم تھا۔

(5) امام آجری:

وَقَال الآجری عَن أبي داود أيضا : أبو معاوية إذا جاز حديث الأعمش كثر خطؤه، يخطئ على هشام بن عروة، وعلى بن إسماعيل، وعلى عَبد الله بن عُمَر.

(سوالات للآجری: 3/147)

(6) یحیٰی بن معین:

أبو معاوية أثبت من جرير فی الأعمش وروى أبو معاوية ، عن عبيد الله بن عمر أحاديث مناكير (تہذیب الکمال: 25/129)

(7) ابن خراش:

وقال عبد الرحمن ابن خراش صدوق، وهو فی الأعمش ثقة، وفی غيره فيه اضطراب.

(تہذیب الکمال: 25/132)

(8) ابن سعد:

قال ابن سعد كان ثقة كثير الحديث يدلس، وكان مرجئا (طبقات ابن سعد: 6/392)

(9) ابن ابی حاتم:

قال عبد الرحمان بن أبي حاتم: سمعت أبي يقول: أثبت الناس فی الأعمش: الثوری، ثم أبو معاوية الضرير، ثم حفص بن غياث، وعبد الواحد بن زياد، وعبدة بن سليمان أحب إلى من أبي معاوية يعنی فی غير حديث الأعمش. (الجرح والتعدیل: 7/248 رقم 1360)

وقال ابن حجر فی التهذيب قال النسائی: ثقة فی الأعمش وقال أبو داود: قلت لأحمد كيف حديث أبي معاوية عن هشام بن عروة؟ قال: فيها أحاديث مضطربة يرفع منها أحاديث إلى النبی صلى الله عليه وسلم. (تہذیب التہذیب: 9/139)

ان دونوں راویوں پر جرح کے بعد یہ روایت خود بخود ہی ضعیف ہو جاتی ہے پھر اس حدیث (یعنی ابن ماجہ کی حدیث) میں سب کا لفظ موجود نہیں ہے، باقی جو بھی روایات ہیں وہ تقریباً اسی ہی مضمون کی ہیں اور ہم نے جیسا کہ اوپر لکھا ہے کہ اس میں مقام کا بھی تعین نہیں ہے کہیں پر شام لکھا ہے کہیں پر مکہ تو کہیں پر مدینہ بہر حال ہم نے ان روایات کی مناسب تاویل پیش کی ہے اور پھر ابن ماجہ کی روایت تو صحیح نہیں ہونی چاہیے اگر صحیح

ہے بھی تو اس میں صرف شکایت کرنے کا لکھا ہے جس کا مطلب ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قصاص کے مسئلہ میں جو اجتہاد تھا یا انہوں نے قصاص نہیں لیا تھا تو ہوسکتا ہے وہ اس کی ہی شکایت کرنے لگے ہوں، اس میں سب کا لفظ تک نہیں ہے باقی جن بھی کتب میں یہ روایات پائیں جاتی ہیں وہ ایسی ہی ہیں۔

تیسری روایت:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، قَالَ: خَطَبَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَالَ مِنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الْعَاشِرَ. (مسند احمد:1 /188 رقم1631)

ترجمہ: عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ تنقیدی جملے کہے تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے ....آگے پوری حدیث سنائی دس جنتی صحابہ والی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ موجود ہے۔

اولاً: اس روایت کی سند ضعیف ہے اس میں موجود راوی عبدالرحمن بن اخنس مجهول الحال ہے۔

جیسا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: لایعرف. (المغنی فی الضعفاء:2 /375 رقم3521)

ابن حجر فرماتے ہیں: مستور من الثالثة. (التقریب: رقم3795)

جب روایت کی سند ضعیف ہے تو مرزا کی عداوت صحابہ میں پیش کردہ کاوش مردود ہوگئی۔

ثانیاً: اس ضعیف حدیث میں گالیوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بس یہ الفاظ ہیں (فنال منہ) جس کا معنی ہے کہ ان کا تذکرہ کیا ان کے موقف واجتہاد پر تنقید وتردید کی۔

چوتھی روایت:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خطباء کی طرف منسوب روایت

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ حُصَيْنٌ: أَخْبَرَنَا عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ

الْمَازِنِيِّ، قَالَ: لَمَّا خَرَجَ مُعَاوِيَةُ مِنَ الْكُوفَةِ، اسْتَعْمَلَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: فَأَقَامَ خُطَبَاءَ يَقَعُونَ فِي عَلِيٍّ، قَالَ: وَأَنَا إِلَى جَنْبِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، قَالَ: فَغَضِبَ فَقَامَ فَأَخَذَ بِيَدِي، فَتَبِعْتُهُ فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الظَّالِمِ لِنَفْسِهِ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ آثَمْ، قَالَ قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَالزُّبَيْرُ، وَطَلْحَةُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَنِ الْعَاشِرُ؟ قَالَ: قَالَ: أَنَا.

ترجمہ: عبداللہ بن ظالم مازنی سے مروی ہے کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے باہر تشریف لے گئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر گئے، انہوں نے بعض ایسے خطباء کا تقرر کر دیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے عبداللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا تھا وہ شدید غصے میں آئے اور اٹھ گئے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا، انہوں نے کہا: کیا تم اس آدمی کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے اور ایک جنتی آدمی پر لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دے دوں کہ وہ بھی جنتی ہے تو میں گنہگار نہیں ہوں گا عبداللہ کہتے ہیں میں نے ان سے دریافت کیا، وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے حرا! تو سکون کر جا، تجھ پر اس وقت جو لوگ موجود ہیں وہ یا تو نبی ہیں یا صدیق یا شہید میں نے دریافت کیا: یہ کون کون تھے؟ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہم، اس سے آگے وہ خاموش رہے میں نے پوچھا اور دسواں آدمی کون تھا؟ انھوں نے کہا: میں خود، دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حراء خوشی سے حرکت کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حراء، سکون کر۔ (مسند احمد: رقم 1644، مسند احمد: رقم 11592 دوسرا نسخہ: رقم 1644 ورواہ ابوداؤد: 4648)

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور مرفوع حصہ کہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے یہ حدیث دیگر کئی سندوں سے صحیح وثابت ہے، لیکن عبداللہ بن ظالم والی یہ روایت ثابت

نہیں ہے جس میں مرفوع حصہ کے ساتھ ساتھ دیگر عجیب وغریب باتوں کا بھی بیان ہے۔

حدیث عبداللہ بن ظالم کی تضعیف کرنے والے محدثین

اس حدیث کو درج ذیل محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(1) امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفیٰ 256ھ) آپ نے فرمایا:

عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه و سلم عشرة في الجنة قاله عبيد بن سعيد عن سفيان عن منصور عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم التميمي سمع سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه و سلم وقال مسدد عن خالد عن حصين مثله ولم يقل التميمي وقال أبو الأحوص عن منصور عن هلال عن سعيد عن النبي صلى الله عليه و سلم وزاد بعضهم بن حيان فيه ولم يصح وليس له حديث إلا هذا وبحسب أصحابي القتل روى عنه عبد الملك بن ميسرة.

(التاریخ الکبیر للبخاری: 5/124)

اس عبارت میں امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن ظالم کی دو حدیث پیش کی ہیں۔

پہلی حدیث کی مختلف سندیں پیش کرنے بعد (ولم یصح) کہہ کر اس کی تضعیف کردی ہے۔

درج ذیل محدثین نے امام بخاری کی عبارت سے عبداللہ بن ظالم کی حدیث کی تضعیف ہی سمجھی ہے۔

(1) آدم بن موسیٰ (المتوفیٰ 305ھ):

یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں ان سے امام عقیلی رحمہ اللہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حدثني آدم بن موسى، قال: سمعت البخاري قال: عبد الله بن ظالم، عن سعيد بن زيد، عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولا يصح. (الضعفاء للعقيلي: 3/254 واسنادہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے شاگرد آدم بن موسیٰ نے اپنے استاذ امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے۔

(2) أبو بشر ابن حماد الدولابي (المتوفیٰ 310ھ):

یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں ان سے امام ابن عدی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سمعتُ ابن حماد يقول: قال البُخاري: عَبد الله بن ظالم، عن سعيد بن زيد، عن النبي صَلى الله عَليه وسلم، ولم يصح. (الکامل لابن عدی: 7/10)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے شاگرد ابو بشر ابن حماد الدولابی نے اپنے استاذ امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے

(3) امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 322ھ):

آپ نے عبداللہ بن ظالم کو ضعفاء میں نقل کیا پھر صحیح سند سے امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف کو روایت کیا جیسا کہ اوپر گذرا دیکھئے: (الضعفاء للعقیلی: 3/ 254 واسنادہ صحیح)

پھر سندوں کا اختلاف ذکر کر کے اس روایت کی تضعیف ہی کی طرف اشارہ کیا۔

(4) امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 365ھ):

آپ نے بھی ابو بشر الدولابی کی سند سے امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی اور آخر میں فرمایا:

وهذا الحديث هو الذي أراده البُخاري (الکامل لابن عدی: 7/ 10)

(5) امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 748ھ):

آپ نے کہا: عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد بحديث العشرة في الجنة. قال البخاري: لم يصح. (میزان الاعتدال للذہبی: 2/ 448)

معلوم ہوا کہ تمام محدثین نے یہی سمجھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف ہی کہا ہے۔

لہٰذا آج کے کسی شخص کا امام بخاری کے قول (ولم یصح) کا کوئی اور مطلب بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(3) امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 303ھ):

امام نسائی رحمہ اللہ جو اس روایت کے راوی بھی ہیں وہ خود اپنی کتاب میں ایک جگہ اس روایت پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هلال بن يساف لم يسمعه من عبد الله بن ظالم.

ہلال بن یساف نے اس روایت کو عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنا ہے (سنن النسائی الکبریٰ: 5/ 58)

امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 322ھ):

آپ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے جیسا کہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ دیکھئے: (الضعفاء للعقیلی: 3/ 254 واسنادہ صحیح)

اس کے بعد اس کی سندوں کے اختلاف کا ذکر کر کے اس کی تعلیل وتضعیف کی ہے۔

(3) امام ذہبی نے لکھا:

ساق العقيلي علله.
یعنی امام عقیلی نے اس حدیث کی علتیں بیان کی ہیں (میزان الاعتدال للذہبی: 2/ 448)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا:

وقال العقيلي عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد كوفي لا يصح حديثه.
(تہذیب التہذیب لابن حجر: 5/ 270)

معلوم ہوا کہ امام ذہبی اور ابن حجر رحمہما اللہ نے بھی یہی سمجھا ہے کہ امام عقیلی نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور یہ بات بالکل درست ہے۔

(4) امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی 365ھ)

آپ نے اس روایت کو الکامل میں عبد اللہ بن ظالم کی منکر روایات میں شمار کیا ہے اور امام بخاری سے تضعیف نقل کی ہے اور اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا ہے دیکھئے: (الکامل لابن عدی: 7/ 10)

واضح رہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کا منہج ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں راوی کی منکر روایات ذکر کرتے ہیں

(5) امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی 385ھ)

آپ نے پوری صراحت کے ساتھ کہا:

والذي عندنا أن الصواب قول من رواه، عن الثوري، عن منصور، عن هلال، عن فلان بن حيان، أو حيان بن فلان، عن عبد الله بن ظالم. لأن منصور أحد الإثبات، وقد بين في روايته عن هلال أنه لم يسمعه من ابن ظالم، وأن بينهما رجلا.
(العلل للدارقطنی: 4/ 412)

امام دارقطنی رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ کس قدر اعلیٰ نقد ہے ان شاء اللہ اس کی وضاحت آگے ہوگی۔

(6) امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748ھ):

آپ امام حاکم کے کلام پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذكر البخاري عبد الله بن ظالم، فقال: لم يصح حديثه.
(المستدرک للحاکم مع تعلیق الذہبی: 3/ 358)

ایک دوسری کتاب میں اس بات کو لکھتے ہیں:

عبد الله بن ظالم: عن سعيد بن زيد، قال البخاري، لا يصح حديثه.

(دیوان الضعفاء والمتروکین: ص219)

معلوم ہوا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں ورنہ وہ امام حاکم رحمہ اللہ پر تعاقب نہیں کرتے۔

یہ کل چھ محدثین ہیں اور سب کے سب علل کے ماہرین ہیں بلکہ فن علل میں بہت اعلیٰ مقام پر ہیں بلکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے ضعفاء پر مستقل کتاب نہ لکھی ہو اور یہ سب اس حدیث کی تضعیف کر رہے اس کے باوجود بھی آج کوئی صاحب یہ تاثر دیں کہ اس حدیث کو ضعیف کہنے والا صرف میں ہی ہوں تو یہ کہاں کا انصاف ہے۔

حدیث عبداللہ بن ظالم کی تخریج

اس حدیث کو ہلال بن یساف کے طریق سے درج ذیل دو لوگوں نے روایت کیا ہے:

(1) منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی (2) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی الکوفی

منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی کی روایت

منصور سے یہ روایت تین راویوں سے منقول ہے:

(1) امام سفیان ثوری (2) ابوالاحوص الحنفی (3) محمد بن یوسف الفریابی

(1) امام سفیان ثوری کی روایت:

امام سفیان ثوری سے اسے درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

(1) عبداللہ بن إدریس (کتب ستہ کے زبردست ثقہ راوی)

امام أبو داود رحمہ اللہ (المتوفی 275ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ وَسُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلاً فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ الْكُوفَةَ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الظَّالِمِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيثَمْ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ وَالْعَرَبُ تَقُولُ آثَمُ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ عَلَی حِرَاءٍ » اثْبُتْ حِرَاءُ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلاَّ نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ «. قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ. قُلْتُ وَمَنِ الْعَاشِرُ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ أَنَا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلاَلِ بْنِ يِسَافٍ عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ ظَالِمٍ بِإِسْنَادِهِ.

(سنن ابوداود مع تعلیق البانی:4/343 رقم4650)

(2) معاویہ بن ہشام الأسدی (کتب ستہ کے ثقہ راوی)

امام عبداللہ بن أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 290ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْبَلْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ حَيَّانَ بْنِ غَالِبٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِرَاءٍ، فَتَحَرَّكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلاَّ نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ، قَالَ: وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعَلِيٌّ، وَعُثْمَانُ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ.

(فضائل الصحابہ لأحمد بن حنبل:1/114 رقم83)

(3) القاسم بن یزید الجرمی (سنن نسائی کے ثقہ راوی)

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303ھ) نے کہا:

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ الْجَرْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: اسْتَقْبَلْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: أُمَرَاؤُنَا يَأْمُرُونَنَا أَنْ نَلْعَنَ إِخْوَانَنَا، وَإِنَّا لَا نَلْعَنُهُمْ وَلَكِنْ نَقُولُ: عَفَا اللّٰہُ عَنْهُمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتَكُونُ بَعْدِي فِتَنٌ يَكُونُ فِيهَا وَيَكُونُ فَقَالَ رَجُلٌ: لَئِنْ أَدْرَكْنَاهَا لَنَهْلِكَنَّ قَالَ: بِحَسْبِكُمُ الْقَتْلُ قَالَ: ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي أَحْبَبْتُ عَلِيًّا لَمْ أُحِبَّهُ شَيْئًا قَطُّ قَالَ: أَحْبَبْتَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ

الرَّحْمٰنِ، وَسَعْدٌ، وَلَوْ شِئْتُ عَدَدْتُ الْعَاشِرَ يَعْنِي نَفْسَهُ فَقَالَ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ. (سنن الکبریٰ للنسائی: 7/ 332 رقم 8149)

(4) عبید بن سعید القرشی (صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی)

ان سے درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

(1) یوسف بن یعقوب الصفار:

ابوبکر بن ابی عاصم (المتوفی 287ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَارُ ثِقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ الْقُرَشِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ أَتَانِي رَجُلٌ فَقَالَ أَخْبِرْنِي عَنْ عَلِيٍّ فَإِنِّي أَحْبَبْتُهُ حُبًّا لَمْ أُحِبَّهُ أَحَدًا قَطُّ قَالَ أَحْسَنْتَ أَحْبَبْتَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ عُثْمَانَ فَإِنِّي أَبْغَضْتُهُ بُغْضًا لَمْ أُبْغِضْهُ أَحَدًا قَطُّ قَالَ بِئْسَ مَا صَنَعْتَ أَبْغَضْتَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ قَالَ تَحَرَّكَ حِرَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اسْكُنْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ قَالَ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُخْبِرَكُمْ بِالْعَاشِرِ أَخْبَرْتُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ. (السنۃ لابن ابی عاصم: 2/ 618 رقم 1425)

(2) اسحاق بن ابراہیم:

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303ھ) نے کہا:

أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ ابْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: تَحَرَّكَ حِرَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

(سنن الکبریٰ للنسائی: 3/ 327 رقم 8136)

(3) محمد بن ابان ابوبکر:

ابوسعید الشاشی (المتوفی 335ھ) نے کہا

وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، أنا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: جَاءَهُ رَجُلٌ فَذَكَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.
(مسند الشاشی:1/ 116 رقم 214)

(4) ابو کریب:
امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی 360ھ) نے کہا:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. (معجم الکبیر للطبرانی:1/ 150 رقم 347)
یہ رواۃ عبید بن سعید القرشی سے ایک ہی طرح روایت کر رہے ہیں لیکن عبید بن سعید القرشی کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ تعلیقاً بغیر سند کے اس طرح ذکر کی ہے:
عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه وسلم عشرة في الجنة قاله عبيد بن سعيد عن سفيان عن منصور عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم التميمي سمع سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه وسلم. (التاریخ الکبیر للبخاری:5/ 124)
عرض ہے کہ اول تو یہ روایت معلق ہے اس کی مکمل سند میں تلاش نہیں کر سکا۔
دوسرے یہ کہ عبید بن سعید کے درج بالا تمام شاگردوں کے متفقہ بیان کے خلاف ہے اس لئے معتبر نہیں۔
(5)،(6)
مذکورہ رواۃ کے علاوہ عبید اللہ بن عبید الرحمن الأشجعی نے بھی سفیان کے طریق سے ایسے ہی روایت کیا ہے دیکھئے: (سنن أبی داود:4/ 211)
اسی طرح أبو خالد القرشی نے بھی سفیان کے طریق سے ایسے ہی روایت کیا ہے دیکھئے:
(الضعفاء للعقیلی:3/ 256)
لیکن ان دونوں روایات کی سند مجھے نہیں مل سکی لیکن اوپر چار رواۃ سے ان دونوں کی متابعت ثابت ہے۔
معلوم ہوا کہ سفیان ثوری کے چھ (6) شاگردوں نے اس سند کو اسی طرح عن سفیان، عن منصور، عن ہلال، عن فلان بن حیان، عن عبداللہ بن ظالم کی سند سے روایت کیا ہے یعنی ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ ابن حیان

کے واسطے کو باقی رکھا ہے۔
لیکن ان چھ شاگردوں کے علاوہ سفیان ہی کے طریق سے أبو حذیفة موسى بن مسعود النهدی البصری نے اسی کو روایت کیا تو ابن حیان کا واسطہ ساقط کر دیا چنانچہ:
امام حاکم رحمہ اللہ (المتوفی 405ھ) نے کہا:
حدثنا أبو بكر بن إسحاق، أنا على بن عبد العزيز، ومحمد بن غالب قالا: حدثنا أبو حذيفة (ح) وثنا دعلج بن أحمد السجزي، ببغداد، حدثنا عبد العزيز بن معاوية البصري، حدثنا أبو حذيفة، حدثنا سفيان الثوري، عن منصور، عن هلال بن يساف، عن عبد الله بن ظالم، عن سعيد بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشرة في الجنة: فذكر أبا بكر، وعمر، وعثمان، وعليا، وطلحة، والزبير، وعبد الرحمن بن عوف، وسعد بن أبي وقاص، وسعيد بن زيد، وعبد الله بن مسعود رضي الله عنهم.
هذا حديث تفرد بذكر ابن مسعود فيه أبو حذيفة وقد احتج البخاري بأبي حذيفة إلا أنهما لم يحتجا بعبد الله بن ظالم. (المستدرک للحاکم: 3/ 358 رقم 5384)
أبو حذیفہ موسىٰ بن مسعود النهدی البصری پر کئی محدثین نے جرح کی ہے چند کے حوالے ملاحظہ ہوں:
امام محمد بن بشار (المتوفیٰ 252ھ) نے کہا: ضعیف فی الحدیث (سنن الترمذی: 5/ 79 واسنادہ صحیح)
امام ترمذي رحمہ اللہ (المتوفیٰ 279ھ) نے کہا: ضعیف فی الحدیث (سنن الترمذی: 5/ 78)
امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 385ھ) نے کہا: کثیر الوھم (سؤالات الحاکم للدارقطنی: ص: 274)
امام حاکم رحمہ اللہ (المتوفیٰ 405ھ) نے کہا: کثیر الوھم (المستدرک للحاکم: 1/ 33)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفیٰ 852ھ) نے کہا: صدوق سیء الحفظ
(تقریب التہذیب لابن حجر: رقم 7010)
بلکہ بعض محدثین نے تو خاص سفیان سے اس کی روایت میں اس پر جرح کی ہے مثلاً:
امام أبو حاتم الرازي رحمہ اللہ (المتوفیٰ 277) نے کہا:
وروى أبو حذيفة عن سفيان بضعة عشر ألف حديث، وفي بعضها شيء.
(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 163)
معلوم ہوا کہ یہ راوی سیئ الحفظ ہے اور خاص سفیان سے اس کی روایت پر بھی کلام ہے۔

اس لئے امام سفیان ثوری سے ایک جماعت کی روایت کے خلاف اس کی روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے یاد رہے کہ اس روایت میں اس نے سند کے ساتھ ساتھ متن میں بھی یہ گڑبڑ کی کہ عشرہ مبشرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کرلیا یہ واضح غلطی جس کی طرف امام حاکم نے بھی اشارہ کردیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس روایت میں یہ راوی وہم کا شکار رہا ہے اس لئے اس کا بیان معتبر نہیں۔

سفیان کے ایک اور شاگرد وکیع نے بھی یہ روایت بیان کی ہے لیکن ان کی سندوں میں شدید اضطراب ہے ملاحظہ ہو:

(1) وکیع حدثنا سفیان، عن منصور، وحصین، عن هلال بن یساف عن عبد الله بن ظالم، عن سعید.... (الضعفاء للعقیلی 3/255)

اس میں ابن حیان کا واسطہ ساقط ہے۔

(2) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُصَيْنٍ، وَمَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ..... (مسند أحمد: 1/187 رقم 1630)

اس میں ابن حیان اور ابن ظالم کا واسطہ ساقط ہے۔

(3) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، وَحُصَيْنٍ(؟) عَنِ ابْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدٍ (الضعفاء للعقیلی 3/255)

اس میں ہلال اور ابن حیان کا واسطہ ساقط ہے۔

(4) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُصَيْنٌ، عَنِ ابْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ.. (مسند أحمد 1/187 رقم 1630)

اس میں بھی ہلال اور ابن حیان کا واسطہ ساقط ہے اور روایت منصور کے بجائے حصین سے ہے۔

(5) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٌ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ (مسند أحمد: 1/187 رقم 1630)

اس میں ہلال، ابن حیان اور ابن ظالم تینوں کا واسطہ ساقط ہے۔

واضح رہے کہ وکیع نے سفیان سے روایت کرنے میں کئی مقامات پر غلطی کی ہے چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 241ھ) سفیان سے وکیع کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

لیس یرویه أحد غیر وکیع ما أراه إلا خطأ.

اسے وکیع کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا میں یہی سمجھتا ہوں کہ وکیع نے غلطی کی ہے۔

(العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد: 1/ 325)

ایک دوسرے مقام پر امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سفیان سے وکیع کی ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

أخطأ فيه وكيع

اس میں وکیع نے غلطی کی ہے۔ (العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد: 2/ 401)

الغرض یہ کہ وکیع کی سند شدید اضطراب کے سبب غیر معتبر ہے۔

اس لئے سفیان ثوری کا وہی طریق محفوظ اور صحیح ہے جسے امام سفیان ثوری سے ایک جماعت نے بیان ہے۔ اور یہ طریق (عن سفیان عن منصور، عن ہلال، عن ابن حیان، عن عبد اللہ بن ظالم) ہے یعنی ہلال اور ابن ظالم کے بیچ ایک واسطہ ہے۔

دوم: ابوالاحوص الحنفی کی روایت:

منصور بن المعتمر سے اسی روایت کو ابوالاحوص الحنفی نے بھی روایت کیا ہے چنانچہ:

أبوبکر بن أبی عاصم (المتوفی 287ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى تِسْعَةٍ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَصَدَقْتُ قَالَ قُلْتُ وَمَا ذَاكَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى حِرَاءٍ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلاَّ نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ قُلْتُ فَمَنِ الْعَاشِرُ قَالَ أَنَا.

(السنۃ لابن أبی عاصم: 2/ 618 رقم 1426)

اس میں ہلال اور ابن ظالم کے بیچ واسطہ ساقط ہے لیکن ابوالاحوص حنفی کی متابعت کسی نے نہیں کی ہے اس لئے اس کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ حفظ و اتقان میں ابوالاحوص سفیان ثوری کے ہم پلہ نہیں بلکہ امام ابوحاتم نے ابوالاحوص کو زائدہ اور زہیر سے بھی کم رتبہ بتلایا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

صدوق دون زائدة وزهير في الإتقان.

ترجمہ: (ابوالاحوص) یہ صدوق ہیں اور حفظ و اتقان زائدہ اور زہیر سے کم تر ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:4 /259)

جبکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

سفیان فقیه حافظ زاهد امام أهل العراق وأتقن أصحاب أبي إسحاق وهو احفظ من شعبة وإذا اختلف الثوري وشعبة فالثوري

ترجمہ: سفیان ثوری، فقیہ، حافظ، اہل عراق کے امام، ابواسحاق کے اصحاب میں سب زیادہ متقن اور شعبہ سے بھی بڑے حافظ ہیں، اور جب سفیان ثوری اور شعبہ کے بیان میں اختلاف ہو تو سفیان ثوری ہی کا بیان معتبر ہوگا۔ (الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:4 /224)

نیز متعدد ائمہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو امام شعبہ رحمہ اللہ سے بھی بڑا حافظ بتلایا تو بھلا ابوالاحوص کا سفیان ثوری سے کیا مقابلہ ہوسکتا ہے لہٰذا سفیان ثوری رحمہ اللہ کے خلاف ابوالاحوص کی بات نامعتبر ہے۔

واضح رہے کہ ابوالاحوص نے یہ یہی روایت حصین سے بھی بیان کی ہے کما یاتی اس لئے ظاہر ہے کہ اس نے حصین والی سند کو منصور والی روایت پر فٹ کر دیا ہے، بلکہ کبھی ابوالاحوص اس روایت کو ایک ساتھ حصین ومنصور دونوں سے روایت کرتے تھے چنانچہ:

اَبوسعید الشاشی (المتوفی 335ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنَادِي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، أنا أَبُو الأَحْوَصِ بْنُ سُلَيْمٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَمَنْصُورٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ ابْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَصَدَقْتُ، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبَلِ حِرَاءٍ فَارْتَجَّ بِهِمُ الْجَبَلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ. قَالَ: وَكَانَ عَلَى الْجَبَلِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ قَالَ: قُلْتُ: مَنِ الْعَاشِرُ؟ قَالَ: أَنَا وَلَنْ أُخْبِرَ بِهِ أَحَدًا بَعْدَكَ. (مسند الشاشی:1 /108 رقم 199)

اس لئے بالکل ظاہر ہے کہ انہوں نے منصور اور حصین دونوں کی سندوں کو ایک کر دیا ہے جبکہ دونوں کی سند الگ ہے جیسا کہ سفیان ثوری جیسے حافظ ومتقن نے بیان کیا ہے، واضح رہے کہ سفیان ثوری نے بھی حصین ومنصور دونوں کی روایت بیان کی ہے مگر منصور کی سند الگ بتلائی ہے اور حصین کی سند الگ بتلائی ہے حصین

سے ثوری کی روایت آگے آرہی ہے۔

سوم: محمد بن یوسف الفریابی:

منصور بن المعتمر سے یہی روایت محمد بن یوسف الفریابی کے طریق سے مروی ہے جس میں حلال اور ابن حیان کا واسطہ ساقط ہے مگر فریابی تک سند سخت ضعیف ہے چنانچہ:

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی 360ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »سَيَكُونُ بَعْدِي فِتَنٌ يَكُونُ فِيهَا وَيَكُونُ« فَقُلْنَا: إِنْ أَدْرَكْنَا ذَلِكَ هَلَكْنَا؟ قَالَ: »بِحَسْبِ أَصْحَابِي الْقَتْلُ«.

(معجم الكبير للطبراني: 1/ 150 رقم 346)

عرض ہے اس کی سند میں امام طبرانی کا استاذ (عبد اللہ بن محمد بن سعید بن أبي مریم أبو بکر الجمحي مولاہم المصري) سخت ضعیف ہے دیکھئے: (إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني ص: 387)

اس لئے اس کی روایت مردود ہے اس کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام منصور بن المعتمر نے اس روایت کو (عن ہلال، عن ابن حیان، عن عبد اللہ بن ظالم) کی سند سے بیان کیا ہے یعنی ہلال اور بن ظالم کے بیچ ایک واسطہ ہے۔

حصین بن عبد الرحمن السلمی الکوفی کی روایت

حصین بن عبد الرحمن نے عبد اللہ بن ظالم کی یہی روایت ہلال کے طریق سے بیان کیا تو اس نے ہلال اور عبد اللہ بن ظالم کے بیچ کا واسطہ ساقط کر دیا ہے جیسا کہ حصین کے کئی شاگردوں نے بیان کی ہے ان میں سے بعض شاگرد تو وہی ہے جنہوں نے اپنے شیخ منصور سے اسی سند کو اس واسطے کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا ہے اور یہ سفیان اور ابو الاحوص ہیں۔

امام سفیان ثوری کا طریق:

امام الحمیدی (المتوفی 219ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ عَنْ هِلَالِ بْنِ

يِسَافٍ عَنِ ابْنِ ظَالِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : « عَشَرَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي الْجَنَّةِ : أَنَا فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ ». ثُمَّ سَكَتَ سَعِيدٌ فَقَالُوا : مَنِ الْعَاشِرُ ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا. (مسند الحمیدی:1/ 97رقم 89)

ابو الأحوص کا طریق:

امام ابن أبی شیبہ رحمہ اللہ (المتوفی 235ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ : أَشْهَدُ عَلَى تِسْعَةٍ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْت عَلَى الْعَاشِرِ لَصَدَقْت، قَالَ : قُلْتُ : وَمَا ذَاكَ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى حِرَاءٍ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ وَعُثْمَان وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْك إلاَّ نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ، قَالَ: قُلْتُ: مَنِ الْعَاشِرُ، قَالَ: أَنَا. (مصنف ابن أبی شیبہ:12/ 14رقم 32611)

ان دونوں کے اور بھی دیگر کوئی رواۃ مثلاً شعبہ، ہشیم، ادریس، جریر، خالد بن عبداللہ وغیرہم نے حصین سے اسی طرح روایت کیا ہے:

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 290ھ) لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الله قال حدثني أبي قثنا محمد بن جعفر قثنا شعبة عن حصين ح وحدثني عبيد الله بن عمر القواريري قال حدثني هشيم وحدثني سريج بن يونس وزهير أبو خيثمة قالا نا هشيم وحدثني أبو بكر بن أبي شيبة قثنا أبو الأحوص عن حصين وحدثني عثمان بن أبي شيبة قال نا ابن إدريس وجرير عن حصين وحدثني وهب بن بقية الواسطي قال أنا خالد بن عبد الله عن حصين قال أبي ونا علي بن عاصم قال حصين أنا عن هلال بن يساف عن (؟) عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل وهذا لفظ حديث هشيم : إنه قال أشهد على التسعة انهم في الجنة ولو شهدت على العاشر لم آثم. (فضائل الصحابہ:1/ 109)

نوٹ: وکیع نے بھی حصین سے روایت کیا ہے مگر وکیع کی سندوں میں شدید اضطراب ہے جیسا کہ سفیان ثوری سے ان کی روایت کے ضمن میں تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔
معلوم ہوا کہ حصین کی بیان کردہ سند میں ہلال بن یساف اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ ایک واسطہ ساقط ہے۔

ترجیح:

اب ظاہر ہے کہ دو راویوں کے بیچ واضح اختلاف ہے۔
ایک راوی اس حدیث کی سند میں ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ ابن حیان کا واسطہ بیان کر رہے ہیں اور یہ منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی ہیں اور دوسرے راوی ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ یہ واسطہ بیان نہیں کر رہے ہیں یہ حصین بن عبدالرحمن السلمی الکوفی ہیں اور یہ دونوں ثقہ ہیں اس لئے دیکھنا ہے کہ ان میں کس کی روایت راجح ہے تو اصل مسئلہ زیادت ثقہ کا ہے یعنی منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی نے سند میں ایک راوی کا اضافہ کیا ہے یہ ثقہ کی زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے متعلق دو مؤقف ہیں:
ایک اہل ظاہر و بعض فقہاء کا مؤقف ہے کہ ثقہ کی زیادت مطلق قبول کی جائے گی۔
اس اصول سے منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی کی زیادت قبول کی جائے گی کیونکہ ثقہ ہی نہیں بلکہ زبردست ثقہ ہیں۔
دوسرا مؤقف ائمہ حدیث کا ہے کہ قرائن کی روشنی میں فیصلہ ہوگا انہی قرائن میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجے کا حافظ و ثقہ اگر زیادت بیان کرے اور جو زیادت بیان نہیں کر رہا ہے وہ حفظ و اتقان میں اس سے کم تر ہو تو ایسی صورت میں حافظ و متقن کی زیادت قبول کی جائے گی اس اصول سے بھی منصور بن المعتمر بن عبد اللہ السلمی کی زیادت قبول کی جائے گی کیونکہ حصین بن عبدالرحمٰن الکوفی کی بنسبت بہت ہی اعلیٰ درجے کے ثقہ ہیں بلکہ ان کے مقابلے میں حصین بن عبدالرحمٰن کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ حصین بن عبدالرحمٰن الکوفی کے حافظہ پر جرح بھی ہوئی ہے جبکہ منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی پر کوئی جرح نہیں ہوئی اور ائمہ حدیث نے ان کی زبردست توثیق کی ہے اور انہیں اعلیٰ درجے کا حفظ و اتقان والا بتلایا ہے بلکہ:
امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفیٰ 198ھ) فرماتے ہیں:
قَالَ وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ مَنْصُورٌ أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوفَةِ.
منصور اہل کوفہ میں سب سے اثبت ہیں: (سنن الترمذی: 5/ 187 تحت رقم 1302 واسنادہ صحیح)

امام ابراہیم بن موسیٰ الرازی (المتوفیٰ 220ھ) فرماتے ہیں:
أثبت أهل الكوفة منصور
اہل کوفہ میں سب سے اثبت منصور ہیں: (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 178 واسنادہ صحیح)
بلکہ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفیٰ 233ھ) تو علی الاطلاق کہتے ہیں:
منصور من أثبت الناس
منصور تمام لوگوں میں سب سے اثبت ہیں: (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 178)
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفیٰ 241ھ) فرماتے ہیں:
عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ النَّسَوِيُّ:
سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: مَنْصُوْرٌ أَثْبَتُ أَهْلِ الكُوْفَةِ،
اہل کوفہ میں سب سے اثبت منصور ہیں (سیر اعلام النبلاء: 11/ 295)
امام عجلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 261) فرماتے ہیں:
قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ العِجْلِيُّ: كَانَ مَنْصُوْرٌ أَثْبَتَ أَهْلِ الكُوْفَةِ
منصور کوفہ میں سب سے اثبت تھے: (سیر اعلام النبلاء: 9/ 500) (معرفۃ الثقات للعجلی: 2/ 299)
منصور کے شاگرد امام سفیان ثوری بیان کرتے ہیں:
كنت لا أحدث الأعمش عن أحد إلا رده، فإذا قلت: منصور، سكت
میں امام اعمش سے جس (اہل کوفہ) کی بھی روایت بیان کرتا وہ اسے رد کر دیتے (یعنی اس میں غلطی نکال دیتے) لیکن جب منصور کی حدیث بیان کرتا تو خاموش ہو جاتے۔
(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 177 واسنادہ صحیح)
امام سفیان ثوری کی یہ شہادت بھی دیکھئے فرماتے ہیں:
ما خلفت بعدي بالكوفة آمن على الحديث من منصور بن المعتمر.
ترجمہ: میں نے کوفہ میں منصور سے بڑھ کر کسی کو حدیث کے معاملے میں مامون نہیں پایا۔
(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 178 واسنادہ صحیح)
امام منصور روایت حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ غیر ثقہ سے روایت ہی بیان نہیں کرتے تھے دیکھئے:
(تہذیب الکمال للمزی: 28/ 549)

اسی لئے امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ (المتوفی 198ھ) فرماتے ہیں:
إذا حدثت عن منصور فقد ملأت يدك من الخير لا ترد غيره.
جب منصور کی سند سے تمہیں حدیث بیان کر دی جائے تو تم نے اپنے ہاتھ خیر سے بھر لئے اب کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ (سنن الترمذی: 3/ 549 واسنادہ صحیح)
اور سب سے زبردست تبصرہ تو امام ابن مہدی نے کیا ہے ان کا تبصرہ تو زیر بحث روایت میں فیصلہ کن کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:
امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفی 198ھ) نے فرمایا:
أربعة بالكوفة لا يختلف في حديثهم فمن اختلف عليهم فهو يخطئ، ليس هو هم، منهم منصور بن المعتمر.
کوفہ میں چار محدثین ایسے ہیں کہ ان کی بیان کردہ احادیث سے اختلاف نہیں کیا جائے گا اور جس نے ان سے اختلاف کیا وہی غلطی پر ہے کیونکہ وہ ان جیسا نہیں، ان میں منصور بن المعتمر ہیں۔
(الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: 8/ 177 واسنادہ صحیح)
کتنی زبردست توثیق ہے کہ منصور کی بیان کردہ روایت سے کوئی اختلاف کرے تو اختلاف کرنے والا ہی غلط ہوگا، اس سنہری قول سے تو روز روشن کی طرح عیاں ہوگا کہ منصور کے خلاف حصین بن عبدالرحمٰن الکوفی کی بیان کردہ روایت ہی غلط ہے۔
اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ منصور بن المعتمر بن عبداللہ السلمی کے مقابلے میں حصین بن عبدالرحمٰن السلمی الکوفی کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہٰذا منصور ہی کی روایت درست ہے اور ان کی روایت کے مطابق سند میں ابن حیان موجود ہے جو مجہول ہے اور جس نے اسے ساقط کر کے سند بیان کی ہے اس کی سند منقطع ہے اب اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مزید کچھ اور کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ واضح دلیل سے ثابت ہوگا کہ حصین کی روایت منقطع ہے اب اس انقطاع کی تائید میں یا منصور کی روایت کی ترجیح میں ائمہ فن کے اقوال کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن پھر بھی ہم آگے ائمہ فن کی تصریحات بھی پیش کرتے ہیں۔

ائمہ فن کی تصریح:

ماقبل کی تفصیل کی روشنی میں کسی کو ادنی شک نہیں ہونا چاہئے امام منصور کی بیان کردہ سند ہی راجح ہے کیونکہ امام منصور بن المعتمر ثقاہت واتقان کے جس مقام پر ہیں اس میں ان کا کوئی معاصر ان کی برابری نہیں

کر سکتا اس لئے ہر انصاف پسند شخص کی آواز یہی ہوگی کی امام منصور کی بیان کردہ روایت ہی راجح ہے، امام دارقطنی جیسا ماہر علل زیر بحث حدیث کی تمام سندوں پر بے لاگ تبصرہ کرنے کے بعد آخر میں پکار اٹھتا ہے:

وَالَّذِي عِنْدَنَا أَنَّ الصَّوَابَ قَوْلُ مَنْ رَوَاهُ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ، أَوْ حَيَّانَ بْنِ فُلَانٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ. لِأَنَّ مَنْصُورًا أَحَدُ الْإِثْبَاتِ، وَقَدْ بَيَّنَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ هِلَالٍ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنِ ابْنِ ظَالِمٍ، وَأَنَّ بَيْنَهُمَا رَجُلًا..

ترجمہ: ہمارے نزدیک صحیح بات ان راویوں کی ہے جنہوں نے عن الثوری، عن منصور، عن ہلال، عن فلان بن حیان، أوحیان بن فلان، عن عبداللہ بن ظالم کی سند سے روایت کیا ہے کیونکہ منصور اثبات میں سے ایک ہیں اور انہوں نے اپنی روایت میں بیان کر دیا ہے کہ ہلال نے اس روایت کو ابن ظالم سے نہیں سنا بلکہ ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ ایک شخص موجود ہے۔ (العلل للدارقطنی: 4/ 412)

امام دارقطنی کا یہ قول آنے کے بعد معلوم ہوا کہ امام نسائی رحمہ اللہ یہ فیصلہ کرنے میں اکیلے نہیں ہیں کہ اس روایت کو ہلال نے عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنا بلکہ امام دارقطنی جیسے ماہر علل نے بھی یہی بات کہی ہے اور ان دونوں کے برخلاف کسی بھی محدث نے ایک حرف بھی نہیں کہا ہے۔

علامہ احمد شاکر کا تساہل

علامہ أحمد محمد شاکر لکھتے ہیں:

هلال بن يساف، بكسر الياء: تابعي ثقة، سبق الكلام عليه في 610، وقد جزم البخاري في الكبير 3/ 2/ 202 بأنه أدرك علياً وسمع أبا مسعود البدري الأنصاري، وأبو مسعود مات سنة 40، فأن يكون سمع سعيد بن زيد أولى.

ہلال بن یساف ثقہ تابعی ہیں ان پر حدیث نمبر (610) کے تحت گفتگو ہو چکی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر (3/ 2/ 202) میں کہا ہے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو پایا ہے اور ابو مسعود البدری سے سنا ہے اور ابو مسعود البدری کی وفات 40 ہجری میں ہوئی ہے تو سعید بن زید سے ان کا سماع بدرجہ اولی ممکن ہے۔

(مسند أحمد شاکر: 2/ 289)

عرض ہے کہ سعید بن زید تو دور کی بات ہلال نے تو سعید بن زید کے شاگرد عبداللہ ابن ظالم سے بھی یہ روایت نہیں سنی ہے جیسا کہ ما قبل میں اسے ثابت کیا جا چکا ہے اور ائمہ فن کی تصریحات بھی پیش کی جا چکی ہے۔

احمد شاکر کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ جب دو راویوں کی بیچ معاصرت ثابت ہو تو ان کی روایت کو سماع پر

محمول کیا جاتا ہے اصولی طور پر یہ بات بالکل درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن دو ہم عصر راویوں کے بارے میں یہ ثبوت مل جائے کہ انہوں نے ایک دوسرے سے نہیں سنا ہے تو وہاں بھی معاصرت سے سماع پر استدلال کیا جائے کیونکہ معاصرت کا یہ لازمی مطلب قطعاً نہیں ہوتا کہ ہر معاصر اپنے معاصر سے ملا بھی ہو بلکہ اگر ملنا بھی ثابت ہو تو بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس ملاقات میں اس سے حدیثیں بھی سنا ہو کتب رجال میں کتنے ایسے راوی موجود ہیں جن کے سماع کا ایسے راوی سے محدثین نے انکار کیا ہے جن کے وہ معاصر رہ چکے ہیں چنانچہ:

أبو حاتم الرازي رحمہ اللہ (المتوفی 277) لکھتے ہیں:

الزهري لم يسمع من أبان بن عثمان شيئا، لا أنه لم يدركه، قد أدركه، وأدرك من هو أكبر منه، ولكن لا يثبت له السماع منه كما أن حبيب بن أبي ثابت لا يثبت له السماع من عروة بن الزبير، وهو قد سمع ممن هو أكبر منه غير أن أهل الحديث قد اتفقوا على ذلك واتفاق أهل الحديث على شيء يكون حجة.

(المراسیل لابن أبي حاتم: ص192)

ترجمہ: زہری نے أبان بن عثمان سے کچھ نہیں سنا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے بے شک ان کا زمانہ پایا ہے بلکہ ان سے بڑی عمر والوں کا بھی زمانہ پایا ہے لیکن ان (أبان بن عثمان) سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے جس طرح حبیب بن أبي ثابت کا عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں ہے جبکہ انہوں نے ان سے بڑی عمر والوں سے بھی سن رکھا ہے مگر محدثین کا اس عدم سماع پر اتفاق ہے اور ان کا کسی چیز پر اتفاق کر لینا حجت ہے۔

بلکہ کتنے ایسے راوی ہیں جن کے سماع کا ایسے راوی سے محدثین نے انکار کیا ہے جن کے وہ نہ صرف معاصر رہ چکے ہیں بلکہ ان سے مل بھی چکے ہیں یا دیکھ بھی چکے ہیں لیکن اس ملاقات و رؤیت میں ان سے حدیثیں نہیں سنیں مثلاً امام ابو اسحاق رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ چکے ہیں لیکن ان سے احادیث نہیں سنیں چنانچہ:

أبو حاتم الرازي رحمہ اللہ (المتوفی 277ھ) فرماتے ہیں:

لم يسمع أبو إسحق من ابن عمر إنما رآه رؤية

ترجمہ: ابو اسحاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا بلکہ انہیں صرف دیکھا ہے۔

(المراسیل لابن أبي حاتم الرازي: ص24)

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی 234ھ) فرماتے ہیں:

الأعمش لم يسمع من أنس بن مالك إنما رآه رؤية بمكة يصلي

ترجمہ: اعمش نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے صرف ان کو مکہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(المراسیل لابن أبي حاتم الرازی: ص179)

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھیں ایک راوی کسی سے مل چکا ہوتا ہے اور اس سے کچھ احادیث بھی سن چکا ہوتا ہے پھر بھی اس سے اس کی بعض روایت کو منقطع بتلایا جاتا ہے کیونکہ وہ خاص اس روایت کو اس راوی سے نہیں سنا ہوتا ہے مثلاً ابواسرائیل یہ اپنے استاذ الحکم بن عتیبہ سے مل بھی چکے ہیں اور ان سے احادیث بھی سن چکے ہیں لیکن ان کی ایک خاص حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں:

وأبو إسرائيل لم يسمع هذا الحديث من الحكم بن عتيبة

ترجمہ: ابواسرائیل نے یہ حدیث حکم بن عتیبہ سے نہیں سنی ہے۔ (سنن الترمذی: 1/ 379)

ظاہر ہے کہ اب امام ترمذی کا قول یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ابواسرائیل الحکم بن عتیبہ کا معاصر ہے بلکہ اس سے مل بھی چکا ہے حتیٰ کی اس سے احادیث بھی سن چکا ہے اس لئے اگر کسی خاص حدیث کے بارے میں دلیل مل جائے کہ اس حدیث کو کسی راوی نے اپنے سے اوپر والے سے نہیں سنا ہے یا ائمہ حدیث اس بات کی صراحت کر دیں تو خاص اس حدیث میں سماع نہیں مانا جائے اگرچہ دونوں کے بیچ معاصرت رہی ہو یا ملاقات بھی ہوئی ہو یا دیگر احادیث کا سماع بھی ہوا ہو ان سب کے باوجود بھی خاص حدیث میں دلیل یا ائمہ فن کی تصریح کے سبب سماع نہیں مانا جائے گا۔

لہٰذا زیر بحث حدیث میں بھی ہلال کا عبداللہ بن ظالم سے سماع نہیں مانا جائے گا کیونکہ یہاں عدم سماع کی دلیل بھی موجود ہے اور ائمہ فن کی تصریح بھی موجود ہے۔

علامہ احمد شاکر کے تساہل کی وجہ

اب رہی بات یہ کہ کیا یہ چیز احمد شاکر جیسے محدث کو معلوم نہ تھی کہ خاص مقام پر عدم سماع وانقطاع ثابت ہونے سے معاصرت وغیرہ کو سماع کی دلیل نہیں بنایا جائے گا تو عرض ہے کہ یقیناً احمد شاکر صاحب کو بھی یہ بات معلوم ہے لیکن یہاں وہ معاصرت سے سماع کا اثبات اس لئے کر رہے ہیں کیونکہ وہ اصلاً اس بات ہی کے منکر ہیں کہ یہاں عدم سماع و انقطاع کا خصوصی ثبوت ہے چنانچہ احمد شاکر نے معاصرت سے سماع پر استدلال کرنے کے بعد آگے چل کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں انقطاع کی خاص دلیل موجود نہیں

ہے۔
دراصل احمد شاکر نے یہ سمجھ لیا ہے کہ امام ابوداؤد نے دو روایات کی بنا پر ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ ایک واسطہ مانا ہے پھر احمد شاکر نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ انقطاع پر دلالت کرنے والی یہ دونوں روایات ثابت ہی نہیں ہے اس لئے خاص انقطاع ثابت نہیں ہوا لہٰذا معاصرت کو سماع پر ہی محمول کیا جائے گا عرض ہے کہ اصولی طور پر یہ بات بالکل درست ہے کہ اگر خاص انقطاع کا ثبوت نہ ملے تو معاصرت کو سماع پر محمول کیا جائے گا لیکن زیر بحث معاملہ میں خاص انقطاع کو غیر ثابت کہنا یہ احمد شاکر کی بہت بڑی چوک ہے جس کی وضاحت ہم پیش کئے دیتے ہیں۔
دراصل احمد شاکر نے یہ سمجھا ہے کہ یہاں خاص انقطاع کی دو دلیلیں ہیں:
(1) ایک محمد بن العلاء أبی کریب کی روایت (2) دوسری عبید اللہ الأشجعی کی روایت
پھر ان دونوں روایات کو احمد شاکر نے ضعیف ثابت کیا ہے ذیل میں ہم ان کی اس تضعیف کا جائزہ لیتے ہیں:
محمد بن العلاء أبی کریب کی روایت:
امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفیٰ 275ھ) لکھتے ہیں:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (ابی کریب) عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ وَسُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ....... اس روایت میں (وسفیان عن منصور..) کہہ کر سند کی جو تحویل ہے اس کے قائل ابن ادریسؒ ہیں، یعنی ابن ادریس نے جس طرح اپنے استاذ حصین سے یہ روایت نقل کی ہے اسی طرح ابن ادریس نے اپنے استاذ سفیان ثوری سے بھی یہ روایت نقل کی ہے یعنی الگ الگ دونوں سندوں کو لکھا جائے تو یہ شکل ہوگی: (سنن أبی داود 4 /343 رقم 4650)
(1) حدثنا محمد بن العلاء، عن ابن إدريس، أخبرنا حصين، عن هلال بن يساف، عن عبد الله بن ظالم.
(2) حدثنا محمد بن العلاء، عن ابن إدريس، أخبرنا سفيان، عن منصور، عن هلال بن يساف، عن عبد الله بن ظالم المازني، ذكر سفيان رجلا فيما بينه وبين عبد الله بن ظالم المازني.

یعنی اس روایت میں ابن ادریس کے دو استاذ ہیں ایک حصین اور دوسرے سفیان ثوری۔
ابن ادریس نے اپنے استاذ حصین والی سند کو ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ بغیر کسی واسطے کے روایت کیا ہے، جبکہ اپنے دوسرے استاذ سفیان ثوری والی سند کو ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ کسی اور شخص کے ذکر کے ساتھ روایت کیا ہے۔
لیکن احمد شاکر کو زبردست وہم ہوا ہے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ سفیان ثوری والی جو دوسری سند ہے اسے سفیان ثوری سے نقل کرنے والے محمد بن العلاء أبو کریب ہیں نہ کہ ابن ادریس۔
یعنی تحویل سند (وسفیان عن منصور...) کے ناقل احمد شاکر کی نظر میں محمد بن العلاء أبو کریب ہیں یعنی احمد شاکر کی سمجھ کے مطابق الگ الگ دونوں سندوں کو لکھا جائے تو یہ شکل ہوگی:

حدثنا محمد بن العلاء، عن ابن إدريس، أخبرنا حصين، عن هلال بن يساف، عن عبد الله بن ظالم، حدثنا محمد بن العلاء، عن سفيان، عن منصور، عن هلال بن يساف، عن عبد الله بن ظالم المازني، ذكر سفيان رجلا فيما بينه وبين عبد الله بن ظالم المازني

ظاہر ہے کہ اس سمجھ کے اعتبار سے سفیان ثوری والا طریق ثابت نہیں ہوگا کیونکہ سفیان ثوری سے اسے نقل کرنے والے محمد بن العلاء أبو کریب قرار پائیں گے اور ان کی سفیان ثوری سے ملاقات ہی نہیں۔
اب احمد شاکر کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

ورواه أبو داود عن محمد بن العلاء أبي كريب عن ابن إدريس عن حصين، فذكر فيه أيضاً عبد الله بن ظالم، وذكر في إسناده أيضاً أن أبا كريب رواه "عن سفيان عن منصور عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم المازني، قال: ذكر سفيان رجلا فيما بينه وبين عبد الله بن ظالم المازني"......وهذا كلام غير محرر من أبي داود، أتى من انقطاع الرواية، فإن أبا كريب لم يدرك الثوري، الثوري مات سنة 161 وأبو كريب مات سنة 248 عن 87 سنة.

ترجمہ: امام ابوداؤد نے اسے عن محمد بن العلاء أبي كريب عن ابن إدريس عن حصين کی سند سے ذکر کیا ہے اس میں عبداللہ بن ظالم کا ذکر ہے امام ابوداؤد نے اپنی سند میں یہ بھی ذکر کیا کہ محمد بن العلاء أبو کریب نے اسے عن سفيان عن منصور عن ہلال بن یساف عن عبداللہ بن ظالم المازنی کی سند سے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ سفیان نے ہلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ ایک شخص کا اضافہ کر دیا ہے یہ ابوداؤد کا غیر درست کلام ہے جو

منقطع روایت پر مبنی ہے کیونکہ محمد بن العلاء أبی کریب کو سفیان ثوری کا زمانہ نہیں ملا ہے سفیان ثوری کی وفات 161 ہجری میں ہوئی ہے اور محمد بن العلاء أبی کریب کی وفات 248 ہجری میں ہوئی ہے یعنی 87 سال کا فاصلہ ہے۔ (مسند أحمد ت شاکر: 2/ 289،290)

قارئین غور فرمائیں احمد شاکر کتنے زبردست وہم کے شکار ہو گئے انہوں نے تحویل سند والی روایت کو ابن ادریس کے بجائے محمد بن العلاء أبو کریب کا بیان سمجھ لیا اور اس بنا پر سفیان ثوری والی روایت ہی کو منقطع ٹھہرا دیا جبکہ یہ واضح غلطی ہے اور بالفرض مان بھی لیں کہ یہاں سفیان ثوری والی سند محمد بن العلاء أبو کریب ہی نے بیان کی ہے جو منقطع ہونے کے سبب ثابت نہیں تو بھی ماقبل میں ہم نے سفیان ثوری کے کئی شاگردوں مثلا معاویہ بن ہشام الأسدی، القاسم بن یزید الجرمی اور عبید بن سعید القرشی سے بسند صحیح یہ روایت پیش کی ہے اس لئے اس کے ثابت ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

عبید اللہ الأشجعی کی روایت:

احمد شاکر نے بلال اور عبداللہ بن ظالم کے بیچ انقطاع ثابت کرنے والی جس دوسری دلیل کو غلط قرار دیا وہ ہے یہ:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلاَلِ بْنِ يِسَافٍ عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ بِإِسْنَادِهِ. (سنن أبي داود: 4/ 343 تحت رقم 4650)

احمد شاکر کا کہنا ہے کہ امام ابوداؤد نے اسے اشجعی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اشجعی سے امام ابوداؤد کی ملاقات نہیں ہے اس لئے یہ بھی ثابت نہیں۔

پہلی روایت ابوکریب کی تھی وہ غیر ثابت نکلی اور دوسری روایت اشجعی کی تھی وہ بھی غیر ثابت نکلی اس لئے ان دو غیر ثابت روایت کی بنیاد پر یہ نہیں مانا جاسکتا کہ سفیان ثوری نے بلال کے بعد مزید واسطہ ذکر کیا ہے ملاحظہ ہوں احمد شاکر کے الفاظ:

وأبو داود لم يدرك الأشجعي. فروى كل منهما شيئاً لم يسمعه. فأخطأ فيه. جعلا رواية الثوري عن منصور فيها "عبد الله بن ظالم"، وجعلا أن هلالاً يسمعه من ابن ظالم، بل من رجل مجهول سماه أبو داود فيما حكى عن الأشجعي "ابن حيان"

(مسند أحمد ت شاکر: 2/ 289،290)

ترجمہ: ابوداؤد نے اشجعی کا زمانہ پایا ہی نہیں تو دونوں (ابوکریب اور ابوداؤد) نے ایسی چیز روایت کی جسے

سنا ہی نہیں اس لئے غلطی کی، ان دونوں نے ثوری عن منصور کی روایت میں، عبد اللہ بن ظالم، کا اضافہ کیا پھر ہلال کو ابن ظالم سے نہ سننے والا بنا کر کسی مجہول شخص سے سننے والا بتایا، اور ابو داود نے اشجعی سے نقل کرتے ہوئے اس مجہول کا نام، ابن حیان، بتایا ہے عرض ہے کہ سفیان ثوری والی اس دوسری روایت سے متعلق احمد شاکر کا یہ کہنا درست ہے کہ یہ ثابت نہیں کیونکہ ابو داود نے اشجعی سے بلا سند نقل کیا ہے، لیکن سفیان ثوری والی سند کے لئے صرف یہ اشجعی والی روایت ہی نہیں بلکہ ماقبل میں ہم نے سفیان ثوری کے کئی شاگردوں مثلا معاویہ بن ہشام الأسدی، القاسم بن یزید الجرمی اور عبید بن سعید القرشی سے بسند صحیح یہ روایت پیش کی ہے اس لئے سفیان ثوری والی اس سند کے ثابت ہونے میں کوئی کلام نہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ احمد شاکر کی نظر میں اس سند کے اندر خصوصی انقطاع کا ثبوت نہیں ہے اسی لئے انہوں نے معاصرت سے سماع پر استدلال کیا ہے، اگر احمد شاکر تخریج میں اور کتب کی طرف رجوع کرتے اور انہیں سفیان ثوری والی سند کا ثبوت دوسری کتب میں مل جاتا تو وہ بھی یہاں معاصرت سے سماع پر قطعا استدلال نہیں کرتے بہر حال احمد شاکر نے انقطاع کی خاص دلیل کو ثابت نہ سمجھ کر معاصرت سے سماع پر استدلال کیا تھا لیکن اب جبکہ ہم نے خاص انقطاع کو ثابت کر دیا ہے تو اس کے بعد بھی احمد شاکر کے فیصلہ کا حوالہ دینا اندھی تقلید کے سوا کچھ نہیں۔

حدیث عشرہ کی صحیح سند

واضح رہے کہ عبد اللہ بن ظالم والی حدیث کے ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے اندر جو مرفوع حصہ بیان ہوا ہے وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ دس صحابہ کے لئے جنت کی بشارت والا مرفوع حصہ دیگر کئی صحیح سندوں سے ثابت ہے ذیل میں ہم اس مرفوع حصہ کو صحیح سند سے پیش کرتے ہیں:

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی 279 ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « أَبُو بَكْرٍ فِى الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِى الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِى الْجَنَّةِ وَعَلِىٌّ فِى الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِى الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِى الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِى الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِى الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِى الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِى الْجَنَّةِ ».

عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (سعید

بن زید) جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ علیہم اجمعین)"

(سنن ترمذی:5/ 647 رقم 3747)

اسی طرح امام نسائی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ.

(سنن الکبری للنسائی:7/ 328 رقم 8138)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی (المتوفی 287ھ) نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا خَلِيفَةُ بْنُ خَيَّاطٍ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ شُعْبَةَ فِي حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ: عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

(الآحاد والمثانی:1/ 232 رقم 232)

ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی (المتوفی 307ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ.

(مسند ابو یعلی:1/ 382 رقم 835)

امام احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ) بھی اس کو روایت فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ. (مسند احمد:1 /193 رقم 1675)

یہ روایت سنداً متصل ہے اس کے سارے رجال ثقہ ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔

پانچویں روایت:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هَذَا فُلاَنٌ، لأَمِيرِ الْمَدِينَةِ يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ يَقُولُ لَهُ أَبُو تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا سَمَّاهُ إِلاَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلاً وَقُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ فَيَقُولُ اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ.

(صحیح بخاری:5 /23 رقم 3703)

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، بیان کیا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے یہاں آیا اور عرض کیا کہ فلاں شخص اس کا اشارہ امیر مدینہ کی طرف تھا، بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے، ابوحازم نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ انہیں "ابوتراب" کہتا ہے، اس پر حضرت سہل ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ نام تو ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اس نام سے زیادہ اپنے لیے اور کوئی نام پسند نہیں تھا یہ سن کر میں نے اس حدیث کے جاننے کے لیے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا اے ابوعباس! یہ واقعہ کس طرح سے ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے اور پھر باہر آ کر مسجد میں لیٹ رہے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ سے) دریافت فرمایا، تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو ان کی چادر پیٹھ سے نیچے گر گئی ہے اور ان کی کمر پر اچھی طرح سے مٹی لگ چکی ہے آپ مٹی ان کی کمر سے صاف فرمانے لگے اور بولے، اٹھو اے ابوتراب اٹھو دو مرتبہ آپ نے فرمایا)

وضاحت:

اس روایت پر غور کریں تو کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بندہ جب شکایت لے کر آیا کہ امیر مدینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بول رہا ہے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ تو جواب میں اس شخص نے کہا وہ علی کو ابوتراب بول رہا ہے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی یہ تو کوئی گالی نہیں ہے اور نہ ہی برا بھلا بولنا ہے یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ نام ہے جو انہیں اصل نام سے بھی زیادہ محبوب ہے، اس روایت سے پتہ چلا کہ جن راویوں نے (سب) وغیرہ کے الفاظ ذکر کیے ہیں اس سے مراد گالیاں نہیں بلکہ اس طرح کے القابات سے یاد کرنا ہے اور بعض لوگ اس کا اصل مطلب سمجھ نہیں سکتے تھے تو اس وجہ سے ان کا غلط مفہوم مراد لیتے تھے۔

چھٹی روایت:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اسْتُعْمِلَ عَلَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ مِنْ آلِ مَرْوَانَ قَالَ فَدَعَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتِمَ عَلِيًّا قَالَ فَأَبَى سَهْلٌ فَقَالَ لَهُ أَمَّا إِذْ أَبَيْتَ فَقُلْ لَعَنَ اللَّهُ أَبَا التُّرَابِ. فَقَالَ سَهْلٌ مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي التُّرَابِ وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ إِذَا دُعِيَ بِهَا. فَقَالَ لَهُ أَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهِ لِمَ سُمِّيَ أَبَا تُرَابٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ » أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ «. فَقَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَىْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لإِنْسَانٍ » انْظُرْ أَيْنَ هُوَ «.

فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ. فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ فَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ » قُمْ أَبَا التُّرَابِ قُمْ أَبَا التُّرَابِ «

ترجمہ: ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: کہ مدینہ میں مروان کے آل میں سے ایک شخص کو (کسی جگہ کسی سرکاری عہدہ پر) مقرر کیا گیا تو اس نے سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولنے کا حکم دیا سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو وہ شخص بولا کہ اگر تو برا بھلا کہنے سے انکار کرتا ہے تو کہہ کہ ابوتراب پر اللہ کی لعنت ہو سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا اور وہ اس نام کے ساتھ پکارنے والے شخص سے خوش ہوتے تھے وہ شخص بولا کہ اس کا قصہ بیان کرو کہ ان کا نام ابوتراب کیوں ہوا؟ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پایا، آپ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ وہ بولیں کہ مجھ میں اور ان میں کچھ باتیں ہوئیں اور وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور یہاں نہیں سوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ! علی مسجد میں سو رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ان کے پہلو سے الگ ہو گئی تھی اور (ان کے بدن سے) مٹی لگ گئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی پونچھنا شروع کی اور فرمانے لگے کہ اے ابوتراب اٹھ، اے ابوتراب اٹھ۔ (صحیح مسلم: 7/123 رقم 6382)

وضاحت:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان کے خاندان کا ایک شخص، جس کا نام معلوم نہیں، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا روایت میں نہ تو اس کا نام مذکور ہے اور نہ ہی اس کا عہدہ نیز یہ واضح ہے کہ وہ گورنر نہیں تھا، اسی طرح اس نے اپنے بغض کا اظہار برسر منبر نہیں کیا بلکہ نجی محفل میں کیا اس دور میں چونکہ ناصبی فرقہ ظاہر ہو رہا تھا، اس وجہ سے ایسے لوگوں کی موجودگی کا امکان موجود ہے تاہم یہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقرر کردہ گورنر تھا اور نہ ہی کوئی اور راہم عہدے دار تھا کسی چھوٹے موٹے عہدے پر فائز رہا ہوگا اور وہ اپنے زعم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کروانے چلا تھا لیکن حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسے منہ توڑ جواب دے کر خاموش کر دیا، حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے اس مبارک رد والے عمل پر حکومتی طور پر کوئی رد نہیں کیا گیا، اس سے واضح معلوم ہو رہا ہے وہ ایک کسی ناصبی شخص کا ذاتی عمل تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پاک ہیں، نیز اس

روایت میں یہ نہیں کہ اس شخص نے یہ کام معاویہ کے حکم سے کیا تھا اسی طرح یہ بھی نہیں کہ اس شخص کی شکایت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی ہو اور آپ نے صرف نظر کی ہو۔

انتہائی اہم ترین بات

اس میں موجود مجہول شخص ناصبی مردود ذہن رکھتا تھا جو اہل بیت کی دشمنی میں نمایاں رہے تھے اور ان کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کچھ لوگ رافضیت والی ذہنیت رکھتے تھے جو حضرت معاویہ ،حضرت عثمان تمام بنو امیہ، حضرت عائشہ اور دیگر کبار صحابہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ پر سب کرتے تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بعض تو قاتلین عثمان، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور آج تک مرزا اور اس کے حواری روافض، حضرت معاویہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم وغیرہ پر نقطہ چینی کرتے ہوئے آرہے ہیں لیکن، معاذ اللہ ہم اس وجہ سے سیدنا ومحبوبنا حضرت علی المرتضیٰ، شیر خدا، اسد اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کوئی ذرہ برابر شک نہیں کرسکتے کہ ان کے حکم یا رضامندی سے یہ سب کچھ ہوتا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روافض کے اس کام سے بریٔ الذمہ ہیں، لیکن افسوس کے ساتھ مرزا صاحب اپنے پیشوا روافض کے مشن پر چلتے ہوئے صحابی رسول معاویہ رضی اللہ عنہ کو بری قرار دینے کی بجائے ان کے خلاف زبان درازی کررہے ہیں۔

یاد رہے ہم اہلسنت ناصبیوں اور رافضیوں دونوں سے بیزار ہیں۔

علامہ قرطبی ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وعند ذلك يبعد على معاوية أن يصرح بلعنه وسبه ؛ لما كان معاوية موصوفًا به من الفضل والدين ، والحلم ، وكرم الأخلاق ، وما يروى عنه من ذلك فأكثره كذب لا يصح . وأصح ما فيها قوله لسعد بن أبي وقاص : ما يمنعك أن تسب أبا التراب ؟ وهذا ليس بتصريح بالشيء ؛ وإنَّما هو سؤال عن سبب امتناعه ليستخرج ما عنده من ذلك ، أو من نقيضه ، كما قد ظهر من جوابه ، ولما سمع ذلك معاوية سكت ، وأذعن ، وعرف الحق لمستحقه ،.........وأما التصريح باللعن ، وركيك القول ، كما قد اقتحمه جهَّال بني أمية وسفلتهم ، فحاشا معاوية منه ، ومن كان على مثل حاله من الصحبة ، والدين ، والفضل ، والحلم ، والعلم ، والله تعالى أعلم .

ترجمہ: میرے نزدیک یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحت کریں (بولیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

لعن طعن کرنے کے لیے یا گالیاں دینے کے لیے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ متصف تھے اعلیٰ عقل، دین، بردباری اور اچھے اخلاق کے ساتھ جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اکثر جھوٹ ہے صحیح ثابت نہیں،.....اس مسئلہ میں (مخالفین کی طرف سے پیش کردہ دلائل میں سے) سب سے صحیح ترین دلیل حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جن روایتوں کے اندر لعن اور نامناسب الفاظ کی صراحت ہے وہ بنی امیہ کے بعض جاہلوں اور ہلکے قسم کے افراد کی طرف سے سرزد ہوئے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پاک ہیں، کیونکہ ان کی جو حالت ہے صحابیت، دین، فضل، بردباری وغیرہ کی (وہ اسکے منافی ہے). واللہ تعالیٰ اعلم.

(المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم:6/ 278، 279)

جناب والا، آپ غور فکر و کریں تو حقیقت بھی یہی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تو فضیلت علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے وہ کیسے ان پر لعن طعن کرسکتے ہیں؟ یا کرواسکتے ہیں؟ جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا درج ذیل فرمان ملاحظہ فرمائیں:

قال ونا إبراهيم نا يحيى قال حدثني يعلى بن عبيد الحنفي نا أبي قال جاء أبو مسلم الخولاني وأناس معه إلى معاوية فقالوا له أنت تنازع عليا أم أنت مثله فقال معاوية لا والله إني لأعلم أن عليا أفضل مني وأنه لأحق بالأمر مني ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما وأنا ابن عمه وإنما أطلب بدم عثمان فائتوه فقولوا له فليدفع إلى قتلة عثمان وأسلم له.

ترجمہ: ابو مسلم الخولانی چند افراد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کر رہے ہیں کیا آپ ان جیسے ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ کی قسم نہیں، یقیناً میں جانتا ہوں علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں، لیکن تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے؟ میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں میں تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ وہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کر دیں میں اس کی اطاعت کروں گا۔

(تاریخ دمشق:59/ 132، سیر اعلام النبلا للذہبی:4/ 300 وسندہ حسن)

ساتویں روایت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب روایت

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ،

قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ لِي: أَيُسَبُّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ؟ قُلْتُ: مَعَاذَ اللهِ، أَوْ سُبْحَانَ اللهِ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا، فَقَدْ سَبَّنِي.

ترجمہ: یحیی بن ابی بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ابو اسحاق سے، ابو عبداللہ الجدلی نے ہم سے بیان کیا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنقید کی جاتی ہے؟ میں نے کہا کہ معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی کلمہ کہا، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کی اس نے مجھ پر تنقید کی۔

(مسند احمد: 6/323 رقم 27284)

مسند احمد کی یہ سند ضعیف ہے ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں، اسی طرح اس مضمون کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب تمام روایات کی اسناد ضعیف ہیں فضائل میں تو ضعیف روایات مقبول ہوتی ہیں مگر کسی پر اگر الزام ثابت کرنا ہو تو اس کے لئے صحیح اسناد کے ساتھ روایات ضروری ہیں ہر ایک روایت کی سند اور اس پر جرح ملاحظہ فرمائیں۔

(1) یہ روایت مسند احمد کے علاوہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(1) سنن الکبری للنسائی: 7/441 رقم 8422
(2) مستدرک للحاکم: 3/130 رقم 4615
(3) فضائل الصحابہ للاحمد: 2/594 رقم 1011
(4) مجمع الزوائد: 9/29 رقم 14740
(5) مصنف ابن ابی شیبہ: 12/76 رقم 32776
(6) معجم ابن المقریٔ: 1/203 رقم 202
(7) معجم الکبیر للطبرانی: 23/322 رقم 737، 738
(8) خصائص علی: ص 111 رقم 91
(9) الشریعہ للآجری: 4/193 رقم 1491
(10) مسند ابی یعلی: 6/286 رقم 7013
(11) غایۃ المقصد فی زوائد المسند: 2/1351

مسند احمد کی سند یہ ہے:

(1) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ........ (مسند احمد: 6/323 رقم 27284)

(2) سنن الکبری للنسائی کی سند یہ ہے۔

أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي

إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ:....

(سنن الکبریٰ للنسائی:7/441 رقم8422)

(3) مستدرک للحاکم کی سند یہ ہے۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ كَامِلٍ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ الْعَوْفِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ لِي ..... (مستدرک للحاکم:3/130 رقم4615)

(4) فضائل الصحابہ للاحمد کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ لِي:...

(فضائل الصحابہ للاحمد:2/594 رقم1011)

(5) مصنف ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ فِطْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ: قَالَتْ لِي أُمُّ سَلَمَةَ:........ (مصنف ابن ابی شیبہ:12/76 رقم32776)

(6) معجم الکبیر للطبرانی کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ، ثنا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ:.. (معجم الکبیر للطبرانی:23/322 رقم737)

(7) خصائص علی للنسائی کی سند یہ ہے۔

أخبرنا العباس بن محمد الدوري قال حدثنا يحيى بن أبي بكير قال حدثنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن أبي عبد الله الجدلي قال دخلت أم سلمة فقالت....

(خصائص علی للنسائی: ص111 رقم91)

(8) غایۃ المقصد فی زوائد المسند کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ لِي:.... (غایۃ المقصد فی زوائد المسند:2/1351)

(9) الشریعہ للآجری کی سند یہ ہے۔

حدثنا الفريابي قال: حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا يحيى بن أبي بكير قال: حدثنا إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن أبي عبد الله الجدلي قال: دخلت على أم سلمة رضي الله عنها فقالت لي:.. (الشریعہ للآجری: 4/193 رقم 1491)

مسند احمد اور دیگر کتب میں موجود اسناد میں ابو عبداللہ الجدلی راوی ہے جو ثقہ تو ہے لیکن محدثین نے ان کے بارے جو کچھ کہا ہے وہ بھی قابل غور ہے ایسے راوی کی تفرد والی روایت قبول نہیں ہوتی، محدثین کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

(1) امام ذہبی رحمہ اللہ (م748ھ) فرماتے ہیں:

أبو عبد الله الجدلي .شيعي بغيض.

ابوعبداللہ الجدلی شیعہ تھا اور بغض رکھنے والا شخص تھا۔ (میزان الاعتدال للذہبی: 4/544 رقم 10357)

ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

أبو عبد الله الجدلي شعي ثقل قال الجوزجاني كان صاحب راية المختار.

(المغنی فی الضعفاء للذہبی: 2/794 رقم 7573)

(2) امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَيُسْتَضْعَفُ فِي حَدِيثِهِ، وَكَانَ شَدِيدَ التَّشَيُّعِ،

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی کو حدیث میں ضعیف کہا جاتا ہے اور شدید قسم کا شیعہ تھا۔

(طبقات ابن سعد: 6/228)

(3) امام ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ (م276ھ) لکھتے ہیں:

أسماء الغالية من الرافضة أبو الطفيل صاحب راية المختار، وكان آخر من رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم موتاً. وأبو عبد الله الجدلي، وزرارة بن أعين، وجابر الجعفي.

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے ابوعبداللہ الجدلی کو غالی رافضیوں میں شمار کیا ہے۔

(المعارف للدینوری: ص138)

(4) امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م852ھ) لکھتے ہیں:

أبو عبد الله " الجدلي الكوفي اسمه عبد بن عبد وقيل عبد الرحمن بن عبد........

يستضعف في حديثه وكان شديد التشيع...

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی کو حدیث میں ضعیف کہا جاتا ہے اور شدید قسم کا شیعہ تھا۔

(تہذیب التہذیب: 12/ 148 رقم 705)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

أبو عبد الله الجدلي اسمه عبد أو عبد الرحمن ابن عبد ثقة رمي بالتشيع من كبار الثالثة

(تقریب التہذیب: 2/ 654 رقم 8207)

(5) مشہور بن مرزوق بن محمد الحرازی لکھتے ہیں:

أبو عبد الله الجدلي... من كبار الثالثة... ثقة رمي بالتشيع، اسمه عبد أو عبد الرحمن بن عبد.

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی تیسرے درجہ کا ثقہ ہے تشیع سے رمی کیا گیا ہے

(تسمیہ من تشیع أو رمی بالتشیع من رواہ الکتب الستہ. ص 7)

(6) امام ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزقانی رحمہ اللہ (م 259ھ) فرماتے ہیں:

وكان أبو عبد الله الجدلي صاحب راية المختار.

ابوعبداللہ الجدلی مختار ثقفی (کذاب) کے ساتھی تھے۔ (احوال الرجال الجوزقانی: ص 46 رقم 14)

لہٰذا ایک شیعہ راوی کی روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے جب کہ وہ متفرد بھی ہو اس کے ساتھ دوسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ابوعبداللہ الجدلی کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع و ملاقات ثابت نہیں ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے صرف دو روایتیں ہیں ایک یہ ضعیف روایت اور ایک دوسری روایت جو اس سے بھی سخت ضعیف روایت ہے۔

اس روایت کا ایک اور راوی ابواسحاق السبیعی ہے جو کہ مدلس ہے اور یہاں عن سے روایت کر رہا ہے اور اس کی کسی کتاب میں سماع کی تصریح نہیں ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں تیسرے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

عمرو بن عبد الله السبيعي الكوفي مشهور بالتدليس وهو تابعي ثقة وصفه النسائي وغيره بذلك

(طبقات المدلسین لابن حجر: ص 42 رقم 91)

لہٰذا اصول حدیث کے مطابق یہ روایت قبول نہیں ہے ان علتوں کی وجہ سے

اس روایت کی دوسری اسناد یہ ہیں۔

(1) مسند ابی یعلی الموصلی کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَجَلِيُّ ، عَنِ السُّدِّيِّ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ : قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ :.....

(مسند ابو یعلی الموصلی:6/ 286 رقم 7013)

(2) معجم ابن المقرئ کی سند یہ ہے۔

حدثنا محمد بن أحمد بن إسحاق التستري ، بتستر حدثنا الحسن بن علي بن عفان ، حدثنا عبيد الله بن موسى ، حدثنا عيسى بن عبد الرحمن النخعي ، عن السدي ، عن أبي عبد الله الجدلي قال : قالت لي أم سلمة :... (معجم ابن المقرئ:1/ 203 رقم 202)

(3) معجم الاوسط کی سند یہ ہے۔

حدثنا أحمد بن رشدين قال حدثنا يوسف بن عدي الكوفي قال حدثنا عمرو بن أبي المقدام عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أخي زيد بن أرقم قال : دخلت على أم سلمة أم المؤمنين فقالت من أين أنتم فقلت من أهل الكوفة فقالت أنتم الذين تشتمون النبي قلت ما علمنا أحدا يشتم النبي قالت بلى أليس تلعنون عليا وتلعنون من يحبه وكان رسول الله يحبه.لم يرو هذا الحديث عن عبد الرحمن بن أبي زيد بن أرقم إلا يزيد بن أبي زياد ولا عن يزيد إلا عمرو بن أبي المقدام تفرد به يوسف بن عدي (معجم الاوسط للطبرانی:1/ 110 رقم 344)

(4) تاریخ دمشق لابن عساکر کی سند یہ ہے۔

أبو سعد محمد بن محمد بن محمد وأبو علي الحسن بن أحمد وأبو القاسم غانم بن محمد بن عبيد الله ثم أخبرنا أبو المعالي عبد الله بن أحمد بن محمد الحلواني أنا أبو علي قالوا أنا أبو نعيم الحافظ نا سليمان بن أحمد نا أحمد بن محمد بن الحجاج بن رشدين نا يوسف بن عدي الكوفي نا عمرو بن أبي المقدام عن يزيد بن ابي زياد عن عبد الرحمن ابن أخي زيد بن أرقم قال دخلت على أم سلمة أم المؤمنين فقالت...

(تاریخ دمشق لابن عساکر:42/ 265،266)

یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(1) ان دونوں سندوں میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اخی زید بن ارقم مجہول راوی ہے ان کے حالات کتب اسماء الرجال میں نہیں ہیں

(2) یزید بن ابی زیاد شیعہ راوی ہے اور شیعہ راوی کی صحابہ کرام کے خلاف روایت قبول نہیں کی جاتی ہے چنانچہ امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ فُضَيْلٍ: كَانَ مِنْ أَئِمَّةِ الشِّيْعَةِ الكِبَارِ.

ترجمہ: ابن فضیل کہتے ہیں کہ یہ (یزید بن ابی زیاد) شیعہ کے کبار ائمہ سے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: هُوَ مِنْ شِيْعَةِ أَهْلِ الكُوْفَةِ... (سیر اعلام النبلاء: 6/130 رقم 41)

(3) ان اسناد میں ایک عمرو بن ابی المقدام ہے جو کہ ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ راوی بھی ہے ملاحظہ فرمائیے:

نا عبد الرحمن قال قرء على العباس بن محمد الدوری قال قال يحيى بن معين عمرو بن ثابت بن ابی المقدام ليس بثقة ولا مأمون. نا عبد الرحمن قال سألت ابی عن عمرو بن ثابت بن ابی المقدام فقال ضعيف الحديث يكتب حديثه كان ردى الرأى شديد التشيع. نا عبد الرحمن قال سألت ابا زرعة عن عمرو بن ابی المقدام فقال ضعيف الحديث.

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں، عمرو بن ثابت بن ابی مقدام ثقہ نہیں ہے اور نہ ہی قابل اعتماد ہے، عبدالرحمٰن (ابن ابی حاتم) کہتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی یہ بری رائے والا ہے اور شدید قسم کا شیعہ تھا، امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں یہ ضعیف الحدیث ہے۔

(الجرح والتعدیل: 6/223 رقم 1239)

امام نسائی فرماتے ہیں:

عمرو بن ثابت بن هرمز متروك الحديث وهو عمرو بن أبي المقدام.

ترجمہ: عمرو بن ثابت بن ہرمز متروک الحدیث ہے اور وہ عمرو بن ابی مقدام ہے۔

(الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص 185 رقم 450)

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

كان ممن يروي الموضوعات.لا يحل ذكره إلا على سبيل الاعتبار.
ترجمہ: یہ جھوٹی روایتیں بیان کرتا تھا اس لحاظ سے اس سے روایت جائز نہیں۔
(المجروحین لابن حبان:2/ 76)

امام بخاری فرماتے ہیں:
عمرو بن ثابت بن هرمز: وهو عمرو بن أبي المقدام أبو ثابت، عن أبيه ليس بالقوي عندهم.
ترجمہ: یہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے۔ (الضعفاء للبخاری: ص100 رقم269)
امام ابن سعد فرماتے ہیں:
وَلَيْسَ عَمْرٌو عِنْدَهُمْ فِي الْحَدِيثِ بِشَيْءٍ وَمِنْهُمْ مَنْ لاَ يَكْتُبُ حَدِيثَهُ لِضَعْفِهِ وَرَأْيِهِ وَكَانَ مُتَشَيِّعًا مُفْرِطًا.
ترجمہ: عمرو حدیث میں کچھ نہیں اس کے ضعیف ہونے اور رائے کی وجہ سے اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی، اور یہ غالی شیعہ تھا (طبقات الکبریٰ لابن سعد:6/ 383 رقم8395)
لہٰذا درج بالا وجوہات کی وجہ سے یہ روایتیں قبول نہیں ہیں۔
(5) مستدرک للحاکم کی سند اور متن یہ ہے۔
حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحَافِظُ، بِهَمْدَانَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى بْنِ إِسْحَاقَ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا جَنْدَلُ بْنُ وَالِقٍ، حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ عُثْمَانَ الْبَجَلِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ التَّيْمِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيَّ يَقُولُ: حَجَجْتُ وَأَنَا غُلَامٌ، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ وَإِذَا النَّاسُ عُنُقٌ وَاحِدٌ، فَاتَّبَعْتُهُمْ، فَدَخَلُوا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهَا تَقُولُ: يَا شَبِيبَ بْنَ رِبْعِيٍّ، فَأَجَابَهَا رَجُلٌ جِلْفٌ جَافٍ: لَبَّيْكِ يَا أُمَّتَاهُ، قَالَتْ: يُسَبُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَادِيكُمْ؟ قَالَ: وَأَنَّى ذَلِكَ؟ قَالَتْ: فَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: إِنَّا لَنَقُولُ أَشْيَاءَ نُرِيدُ عَرَضَ الدُّنْيَا، قَالَتْ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي، وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللَّهَ تَعَالَى.
(مستدرک للحاکم:3/ 121 رقم4616)

یہ سند بھی چند وجوہات کی وجہ سے ضعیف ہے وہ وجوہات یہ ہیں:

(1) ابوجعفر احمد بن عبید مجہول راوی ہے متاخرین محدثین کی توثیق قابل قبول نہیں ہے کیونکہ متقدمین محدثین اس کی توثیق نہیں کرتے۔
(2) احمد بن موسیٰ بن اسحاق التیمی بھی مجہول ہے اس کی بھی متاخرین اور متساہل محدثین کی توثیق قبول نہیں ہے کیونکہ متقدمین محدثین کے مقابلے میں متساہل محدثین کی توثیق قبول نہیں ہوتی۔
(3) جندل بن والق راوی کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قلت: قال مسلم فی الکنی متروك وقال البزار فی کتاب السنن لیس بالقوی.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے الکنی میں اسے متروک کہا ہے اور امام بزار کتاب السنن میں اس کے بارے کہا کہ یہ قوی نہیں۔ (تہذیب التہذیب: 2/103 رقم 192)
(4) اس سند میں ایک راوی بکیر بن عثمان مجہول راوی ہے جس کا کتب اسماء الرجال میں بغیر جرح وتعدیل کے تذکرہ ہے ایسا راوی مجہول ہوتا ہے۔
لہٰذا مجہول اور ضعیف راویوں والی روایت قابل قبول نہیں ہے۔
اسی طرح جتنی روایات اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ان کا حال ان روایات جیسا ہی ہے لہٰذا مرزا جہلمی کو شرم آنی چاہیے کہ دعویٰ تو صحیح حدیث کا کرتا ہے اور دلیل کے طور پر جھوٹی اور ضعیف ترین روایتیں پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطاء فرمائے آمین۔

حجر بن عدی کے حوالے سے مرزا کے اعتراضات کے جوابات

مرزا جہلمی اور ان کے حواری مستدرک حاکم کی ایک روایت سے دلیل لیتے ہیں کہ حجر بن عدی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطبہ دیا تھا لہٰذا وہ صحابی ہے اور حضرت امیر معاویہ نے ایک صحابی کو قتل کیا تھا مرزا جہلمی اس کے ثبوت میں چند روایت پیش کرتا ہے دیکھیے اس کی وڈیو، حجر بن عدی کی دردناک شہادت، 12 اگست 2021، اس کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔
جواب: اس روایت کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَافِظُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ قُتَيْبَةَ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا مَخْشِيُّ بْنُ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ، فَقَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا: الْبَلَدُ الْحَرَامُ، قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا كَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هَذَا كَحُرْمَةِ بَلَدِكُمْ هَذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. (رواہ الحاکم رقم الحدیث: 6037)

یہ روایت سخت ضعیف ترین ہے اس میں دو علتیں ہیں۔

پہلی علت:

اس سند میں محشی بن حجر ہیں جبکہ صحیح نام محشی بن حجیر ہے امام حاکم سے سہو ہو گئی ہے انہوں نے حجیر کو حجر سمجھ لیا اس وجہ سے انہوں نے عن حجر بن عدی لکھ دیا اور اسی غلط فہمی کی وجہ سے انہوں نے حجر کو صحابی لکھ دیا جیسا کہ محقق عادل مرشد نے وضاحت کی ہے، ابن حجر نے بھی (الاصابہ: ج 1 ص 474) میں اسکو محشی بن حجیر ہی لکھا ہے، حجیر الگ ہیں جن کا مکمل نام حجیر بن ابی حجیر الہلالی ہیں اور حجر بن عدی الگ ہیں۔ اسی طرح طبرانی نے (المعجم الکبیر: ح 3572) میں اسکو محشی بن حجیر ہی لکھا اور اس محشی کے بارے میں کوئی جرح وتعدیل نہیں ملتی، یاد رہے کہ اسی طرح محشی بن حجر بن عدی نامی راوی کی بھی جرح وتعدیل نہیں ملتی۔

دوسری علت: اس سند میں عبادہ بن عمر ہے اسکے بارے تعدیل نہیں ملتی وہ مجہول الحال ہے۔

نوٹ: اس سند میں عباد بن عمر ہے یہ غلطی ہے اس راوی کا اصل نام عبادہ بن عمر بن ابی ثابت السلولی ہے جیسا کہ طبع دار الرسالہ کے محقق عادل مرشد نے وضاحت کی ہے۔

علامہ مقبل الوادعی مستدرک پر اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں:

في السند عباد بن عمر وصوابه (عبادة بن عمر) كما في ترجمة شيخه عكرمة بن عمار من تهذيب الكمال وعبادة بن عمر مقبول كما في التقريب ومعنى مقبول: أي إذا توبع وإلا فلين".

اس میں عباد بن عمر ہے جو کہ صحیح عبادہ بن عمر ہے جیسا کہ اس کے شیخ عکرمہ بن عمار کے ترجمے میں تہذیب الکمال میں موجود ہے اور عبادہ بن عمر مقبول ہے جیسا کہ تقریب میں ہے اور مقبول کا معنی یہ ہے کہ اس کی روایت متابعت میں حجت ہے ورنہ وہ کمزور ہے۔ (المستدرک للحاکم: 3/ 576)

سَمِعْتُ أَبَا عَلِيٍّ الْحَافِظَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ قُتَيْبَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ يَعْقُوبَ، يَقُولُ: قَدْ أَدْرَكَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ الْجَاهِلِيَّةَ، وَأَكَلَ الدَّمَ فِيهَا، ثُمَّ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ مِنْهُ، وَشَهِدَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْجَمَلَ، وَصِفِّينَ،

وَقُتِلَ فِي مُوَالَاةِ عَلِيٍّ.

ترجمہ: ابراہیم بن یعقوب کہتے ہیں کہ حجر بن عدی نے زمانہ جاہلیت بھی پایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی پائی آپ سے سنا بھی اور علی کے ہمراہ جنگ جمل اور صفین میں شریک بھی ہوئے اور علی کی دوستی میں قتل ہوئے۔ (المستدرک للحاکم: ح:6038)

یہ روایت بھی ضعیف ہے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سے آگے سند منقطع ہے کیونکہ ان کی وفات 269ھ یا بعض نے 256ھ لکھی ہے۔ دیکھیں (تہذیب الکمال: ج1 ص312) اور ان کی عمر تقریباً 75 سال بتائی گئی ہے۔ اور حجر بن عدی کا قتل معاویہ کے زمانہ میں تقریباً 51ھ کو ہوا ہے، درمیان میں بہت فاصلہ ہے۔

ابن حجر ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں کہ۔

وروى بن قانع في ترجمته من طريق شعيب بن حرب عن شعبة عن أبي بكر بن حفص عن حجر بن عدي رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن قوما يشربون الخمر يسمونها بغير اسمها.

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

کیونکہ ابو حفص کا سماع تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت نہیں جیسا کہ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: لم يسمع من ابي هريره ولا من عائشه رضي الله عنهما.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات 58ھ میں ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا کی 59ھ میں، معاملہ اس قدر ہے کہ ابو حفص کی حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت سننا ثابت نہیں تو حجر بن عدی سے کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ جس کی وفات 51ھ میں ہوئی۔ (المراسیل لابن ابی حاتم: 25)

حجر بن عدی کے قتل کے ساتھ تعلق رکھنے والی ضعیف روایات

مرزا جہلمی لوگوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارنے اور معاذ اللہ ظالم ثابت کرنے کے لیے تابعی حجر بن عدی کے واقعے کے حوالے سے ضعیف ترین روایات پیش کرتا ہے اور لوگوں کو یہ پیغام دینے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کو صرف حب علی کے جرم میں قتل کیا گیا حالانکہ یہ بہت بڑا جھوٹ اور پروپیگنڈا ہے، اس کا جرم بغاوت اور مسلمانوں کے اتفاقی کلمہ کو توڑنا تھا اور دوبارہ جنگ والا ماحول قائم کرنا تھا۔

مرزا جہلمی اپنے باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لیے مستدرک حاکم کے اندر حجر بن عدی کے بارے میں

باب کے اندر موجود روایات پڑھنے کا تاکیدی حکم جاری کرتا ہے اور اس جاہل کو معلوم ہی نہیں جن روایات سے وہ اپنا باطل نظریہ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ سب روایات ضعیف ہیں اور کچھ صحیح ہیں وہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی حقانیت کو عیاں کر رہی ہیں جیسا کہ آگے وضاحت آجائے گی۔ ان شاء اللہ، ہم اس حوالے سے سب سے پہلے مستدرک حاکم کے حوالے سے پانچ روایات پر بحث کرتے ہیں جن کے پڑھنے کا مرزا حکم دیتا ہے لیکن وہ ضعیف ہیں۔

(1) مرزا کی پہلی دلیل

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا عَارِمٌ أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْحَنْظَلِيِّ، حَدَّثَنِي مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ: أَرْسَلَنِي زِيَادٌ إِلَى حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ وَيُقَالُ فِيهِ: ابْنُ الْأَدْبَرِ فَأَبَى أَنْ يَأْتِيَهُ، ثُمَّ أَعَادَنِي الثَّانِيَةَ فَأَبَى أَنْ يَأْتِيَهُ قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، إِنِّي أُحَذِّرُكَ أَنْ تَرْكَبَ أَعْجَازَ أُمُورٍ هَلَكَ مَنْ رَكِبَ صُدُورَهَا.

ترجمہ: زیاد کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ مجھے زیاد نے حجر بن عدی کی جانب ان کو بلانے کے لیے بھیجا ان کو ابن ادبر کہا جاتا تھا حجر نے آنے سے انکار کر دیا اس نے دوسری مرتبہ بھیجا لیکن ہمیں اس بار بھی آنے سے منع کر دیا اس نے تیسری مرتبہ یہ کہہ کر بھیجا کہ تم ایسے امور کی دم پر سوار ہونے سے باز آجاؤ جن امور کے سینوں پر سوار ہونے والے بھی ہلاک ہو گئے۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6027)

تبصرہ: یہ روایت ضعیف ترین ہے۔

پہلی علت:

محمد بن زبیر الحنظلی متروک الحدیث ہیں درج ذیل محدثین نے انہیں منکر الحدیث لکھا ہے

(1) محمد بن اسماعیل البخاری فرماتے ہیں:

"منکر الحدیث، وفیہ نظر منکر"

منکر الحدیث ہے اور محل نظر ہے۔ (الکامل فی الضعفاء لابن عدی: ج7 ص198)

(2) ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

"لیس بالقوی، فی حدیثہ إنکار"

یہ قوی نہیں اسکی حدیث میں نکارت ہے۔ (الجرح والتعدیل: ج1 ص259)

(3) ابو حاتم بن حبان البستی فرماتے ہیں:

"منکر الحدیث جدا"

بہت زیادہ منکر الحدیث تھا۔ (المجروحین: ج2 ص25)

دوسری علت:

مولیٰ زیاد مجہول ہے اور مجہول کی روایت مردود ہوتی ہے۔

مرزا کی دوسری دلیل:

حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَلَفٍ الدُّورِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عُلَاقَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ حُجْرَ بْنَ الْأَدْبَرِ حِينَ أُخْرِجَ بِهِ زِيَادٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ، وَرِجْلَاهُ مِنْ جَانِبٍ وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ.

ترجمہ: زیاد بن علاقہ کہتے ہیں کہ میں نے حجر بن ادبر کو دیکھا جب زیاد نے ان کو معاویہ کی جانب بھیجا (وہ اونٹ کے ایک جانب تھے) ان کے پاؤں ایک جانب لٹک رہے تھے۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6028)

تبصرہ: مذکورہ روایت میں اعمش مدلس ہیں اور راوی بغیر استثناء کے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أحد الأئمة الثقات، عداده في صغار التابعين، ما نقموا عليه إلا التدليس.

آپ ائمہ ثقات میں سے تھے آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں ہے سوائے تدلیس کے۔ (میزان الاعتدال: 2/ 224)

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت: وهو يدلس، وربما دلس عن ضعيف، ولا يدري به، فمتى قال حدثنا فلا كلام، ومتى قال "عن" تطرق إلى احتمال التدليس.

" میں کہتا ہوں کہ اعمش تدلیس کیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ ضعیف راوی سے بھی تدلیس کیا کرتے تھے اور آپ کو اس کا علم نہ ہوتا۔ لہٰذا جب آپ حدثنا کہیں تو ان کی روایت کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن جب آپ، عن، کہیں تو اس میں تدلیس کا احتمال موجود ہے۔ (میزان الاعتدال: 2/ 224)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب النکت علی کتاب ابن الصلاح میں انہیں تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"الثالثة: منأ كثروا من التدليس وعرفوا به، وهم..... وسليمان الاعمش....."

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کثرت سے تدلیس کرنے کی وجہ سے جانے جاتے تھے اور وہ ہیں.... اور سلیمان الاعمش.... (النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: 2/ 640)

یہ روایت ضعیف ہے سلیمان بن مہران اعمش مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں ابن حجر عسقلانی اس کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کرتے ہیں یعنی اس کی عن والی روایت مردود ہے۔

(1) اسی طرح امام ذہبی فرماتے ہیں:

"الاعمش يدلس وربما دلس عن ضعيف لا يدري به"

اعمش تدلیس کرتا ہے اور کبھی کبھار ضعیف جس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہوتی اس سے بھی تدلیس کر لیتا ہے۔ (میزان الاعتدال: 2/ 224)

(2) ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں: الاعمش ربما دلس اعمش کبھی تدلیس کرتا تھا۔

(العلل لابن ابی حاتم: 1/ 14)

(3) ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں: الاعمش حافظ يخلط ويدلس"

اعمش حافظ تو ہے لیکن تدلیس اور تخلیط کرتا ہے۔ (الجرح والتعدیل: 8/ 17)

مرزا کی تیسری دلیل:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ الْكِنْدِيُّ يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كَانَ قَدْ وَفَدَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَهِدَ الْقَادِسِيَّةَ، وَشَهِدَ الْجَمَلَ، وَصِفِّينَ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَتَلَهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بِمَرْجِ عَذْرَاءَ، وَكَانَ لَهُ ابْنَانِ: عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَتَلَهُمَا مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ صَبْرًا، وَقُتِلَ حُجْرٌ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ.

ترجمہ: مصعب بن عبداللہ زبیری کہتے ہیں کہ حجر بن عدی کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے جنگ قادسیہ، جنگ جمل اور صفین میں علی کے ساتھی تھے معاویہ بن ابوسفیان نے ان کو مرج عذراء جگہ پر قتل کر دیا اور ان کے دو بیٹے تھے عبداللہ اور عبدالرحمٰن ان دونوں کو مصعب بن

زبیر نے باندھ کر قتل کر دیا اور حجر کو 53 ہجری میں قتل کیا گیا تھا۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6029)

تبصرہ: یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے اندر ابو عبداللہ مصعب بن عبداللہ الزبیری ہیں جو کہ 156ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی وفات 236ھ بتائی گئی ہے جبکہ حجر بن عدی کا قتل 51ھ میں ہوا ہے۔

مرزا کی چوتھی دلیل:

حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: رَأَيْتُ حُجْرَ بْنَ عَدِيٍّ وَهُوَ يَقُولُ: أَلَا إِنِّي عَلَى بَيْعَتِي لَا أُقِيلُهَا، وَلَا أَسْتَقِيلُهَا سَمَاعَ اللهِ وَالنَّاسِ.

ترجمہ: ابو اسحاق کہتے ہیں میں نے حجر بن عدی کو دیکھا اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو گواہ بناتے ہوئے کہہ رہے تھے خبردار میں اپنی بیعت پر قائم ہوں اور میں نے نہ اس کو توڑا ہے اور نہ توڑنے کی خواہش رکھتا ہوں۔
(المستدرک للحاکم: رقم 6031)

مرزا کی پانچویں دلیل:

أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ يَحْيَى الْمُقْرِءُ، بِبَغْدَادَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَرِيدِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْخٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مِخْنَفٍ، أَنَّ هَدِيَّةَ بْنَ فَيَّاضٍ الْأَعْوَرَ، أُمِرَ بِقَتْلِ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ، فَمَشَى إِلَيْهِ بِالسَّيْفِ، فَارْتَعَدَتْ فَرَائِصُهُ فَقَالَ: يَا حُجْرُ، أَلَيْسَ زَعَمْتَ أَنَّكَ لَا تَجْزَعُ مِنَ الْمَوْتِ، فَإِنَّا نَدَعُكَ فَقَالَ: وَمَا لِي لَا أَجْزَعُ، وَأَنَا أَرَى قَبْرًا مَحْفُورًا، وَكَفَنًا مَنْشُورًا، وَسَيْفًا مَشْهُورًا، وَإِنِّي وَاللهِ لَنْ أَقُولَ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ قَالَ: فَقَتَلَهُ وَذَلِكَ فِي شَعْبَانَ سَنَةَ إِحْدَى وَخَمْسِينَ.

ترجمہ: ہدیہ بن فیاض اعور کو حکم دیا گیا کہ حجر بن عدی کو قتل کر دو وہ اپنی تلوار لے کر ان کی جانب بڑھا تو حجر کانپنے لگا ہدیہ بن فیاض نے کہا کیا تم یہ دعویٰ نہیں کیا کرتے تھے کہ تم موت سے نہیں گھبراتے؟ تاکہ ہم تجھے چھوڑ دیں حجر نے کہا، ہاں میں کیوں نہ گھبراؤں کہ مجھے کھودی ہوئی قبر نظر آ رہی ہے مجھے بکھرا ہوا کفن دکھائی دے رہا ہے اور تلوار سونتی ہوئی نظر آ رہی ہے اور خدا کی قسم میں وہ بات ہرگز نہیں کر سکتا جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے راوی کہتے ہیں اس کے بعد ہدیہ بن فیاض نے ان کو قتل کر دیا یہ واقعہ شعبان کے مہینے میں

51 ہجری کو پیش آیا۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6033)

یہ روایت مردود ترین ہے اسکی سند میں ابو مخنف لوط بن یحیی کذاب ہے

مرزا کی چھٹی دلیل:

حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّيْرَفِيُّ بِمَرْوَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ: لَا تَغْسِلُوا عَنِّي دَمًا، وَلَا تُطْلِقُوا عَنِّي قَيْدًا، وَادْفِنُونِي فِي ثِيَابِي فَإِنَّا نَلْتَقِي غَدًا بِالْجَادَّةِ.

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حجر بن عدی نے کہا: تم میرے خون کو مت دھونا اور نہ ہی میری بیڑیاں اتارنا اور مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفن کرنا کیوں کہ کل ہماری ملاقات اپنے اپنے راستے (نظریے) پر قائم رہتے ہوئے ہوگی۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6034)

یہ روایت ضعیف ہے اس روایت میں اشعث بن سوار راوی ضعیف ہے۔

ابن عدی الکامل میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابن حماد قال حدثنا عباس ومعاوية عن يحيى قال أشعث بن سوار ضعيف وقال النسائي فيما أخبرني محمد بن العباس عنه قال أشعث بن سوار كوفي ضعيف.

امام یحییٰ بن معین اور نسائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: اشعث بن سوار ضعیف ہیں۔

(الکامل لابن عدی: 1/ 371)

ابو حاتم بن حبان البستی فرماتے ہیں: "فاحش الخطا كثير الوهم"

یہ بہت بڑی غلطیاں کرتا تھا اور بہت زیادہ وہم کا شکار بندہ تھا۔ (المجروحین: 1/ 171)

احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "ضعيف الحديث" (کتاب العلل: 2/ 2)

دوسری جگہ فرمایا: هو أمثل من محمد بن سالم ولكنه على ذاك ضعيف.

یعنی ضعیف ہے۔ (کتاب العلل: 1/ 443)

مرزا کی ساتویں دلیل:

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عِيسَى الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَبَّانِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ

إِبْرَاهِيمَ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَنَّ زِيَادًا، أَطَالَ الْخُطْبَةَ، فَقَالَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ: الصَّلَاةُ فَمَضَى فِي خُطْبَتِهِ، فَقَالَ لَهُ: الصَّلَاةُ، وَضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى الْحَصَى، وَضَرَبَ النَّاسُ بِأَيْدِيهِمْ إِلَى الْحَصَى، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ كَتَبَ فِيهِ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ: أَنْ سَرِّحْ بِهِ إِلَيَّ فَسَرَّحَهُ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ: وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا؟ إِنِّي لَا أُقِيلُكَ، وَلَا أَسْتَقِيلُكَ، فَأَمَرَ بِقَتْلِهِ، فَلَمَّا انْطَلِقُوا بِهِ طَلَبَ مِنْهُمْ أَنْ يَأْذَنُوا لَهُ، فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، فَأَذِنُوا لَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: لَا تُطْلِقُوا عَنِّي حَدِيدًا، وَلَا تَغْسِلُوا عَنِّي دَمًا، وَادْفِنُونِي فِي ثِيَابِي فَإِنِّي مُخَاصِمٌ قَالَ: فَقُتِلَ. قَالَ هِشَامٌ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ إِذَا سُئِلَ عَنِ الشَّهِيدِ ذَكَرَ حَدِيثَ حُجْرٍ.

ترجمہ: محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ زیاد نے خطبہ لمبا کر دیا تو حجر بن عدی نے کہا نماز کا وقت ہو چکا ہے زیاد نے اپنا خطبہ جاری رکھا حجر نے دوبارہ کہا کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے اور ساتھ اپنا ہاتھ زمین پر مارا، ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی ہاتھ زمین پر مارے، زیاد ممبر سے نیچے اترا اور نماز پڑھادی اور حجر کے بارے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب خط لکھا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں لکھا کہ ان کو میرے پاس بھیج دو زیاد نے ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جب حجر بن عدی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین اور کہا امیر المؤمنین میں حاضر ہوں میں نہ تجھ سے کوئی بات کروں گا اور نہ تیری سنوں گا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا جب ان کو قتل کے لئے لے کر جا رہے تھے تو انہوں نے نماز پڑھنے کے لیے کچھ دیر مہلت کا مطالبہ کیا ان کو مہلت دی گئی انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر کہا: میری بیڑیاں مجھ سے نہ اتارنا اور نہ ہی میرے جسم سے میرا خون دھونا مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفن دینا کیونکہ (قیامت کے دن میرا تمہارے ساتھ) جھگڑا ہوگا اس کے بعد ان کو قتل کر دیا گیا ہشام کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین سے جب بھی شہید کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ حجر والا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6036)

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ ہشام بن حسان مدلس ہے ابن حجر اس کو تیسرے طبقہ میں ذکر فرماتے ہیں اور کہا کہ ان پر یہ حکم ابن مدینی، ابو حاتم اور جریر بن حازم نے لگایا ہے۔ (الطبقات: رقم 129 تحقیق علی زئی)

مرزا کی آٹھویں دلیل:

سَمِعْتُ أَبَا عَلِيٍّ الْحَافِظَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ قُتَيْبَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ يَعْقُوبَ،

يَقُولُ : قَدْ أَدْرَكَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ الْجَاهِلِيَّةَ، وَأَكَلَ الدَّمَ فِيهَا، ثُمَّ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ مِنْهُ، وَشَهِدَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْجَمَلَ، وَصِفِّينَ، وَقُتِلَ فِي مُوَالَاةِ عَلِيٍّ.

ابراہیم بن یعقوب کہتے ہیں کہ حجر بن عدی نے زمانہ جاہلیت بھی پایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی پائی آپ سے سنا بھی اور علی کے ہمراہ جنگ جمل اور صفین میں شریک بھی ہوئے اور علی کی دوستی میں قتل ہوئے۔ (المستدرک للحاکم: رقم 6038)

یہ روایت بھی ضعیف ہے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سے آگے سند منقطع ہے کیونکہ ان کی وفات 269ھ یا بعض نے 256ھ لکھی ہے۔ دیکھیں (تہذیب الکمال: 1/312)

اور ان کی عمر تقریباً 75 سال بتائی گئی ہے۔ اور حجر بن عدی کا قتل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تقریباً 51ھ کو ہوا ہے درمیان میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

مرزا کی نویں دلیل:

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَتَّابٍ الْعَبْدِيُّ بِبَغْدَادَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الْكِلَابِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا مُعَاوِيَةُ، قَتَلْتَ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ، وَفَعَلْتَ الَّذِي فَعَلْتَ وَذَكَرَ الْحِكَايَةَ بِطُولِهَا.

مروان بن حکم کہتا ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا اس نے کہا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا؟ اور تم نے یہ کام کر دیا اور پورا قصہ بیان کیا۔
(المستدرک للحاکم: رقم 6039)

یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کے اندر علی بن زید بن جدعان ہے وہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں: علی بن زید بن جدعان لیس هو بالقوی روی عنه الناس، یہ قوی نہیں۔ (الجرح والتعدیل: 6/18)

ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں: لیس بالقوی، قوی نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل: 6/187)

یحیی بن معین فرماتے ہیں: لیس بحجة، یعنی حجت نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل: 6/187)

مرزا کی دسویں دلیل:

اوپر مذکور روایت مرزا صاحب بحوالہ مسند احمد بھی ذکر کرتے ہیں لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے اس میں بھی علی بن زید بن جدعان ہی ہے۔

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ لَهُ: أَمَا خِفْتَ أَنْ أُقْعِدَ لَكَ رَجُلًا فَيَقْتُلَكَ؟ فَقَالَ: مَا كُنْتِ لِتَفْعَلِي وَأَنَا فِي بَيْتِ أَمَانٍ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَعْنِي: الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ. كَيْفَ أَنَا فِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَكِ، وَفِي حَوَائِجِكِ؟ قَالَتْ: صَالِحٌ، قَالَ: فَدَعِينَا وَإِيَّاهُمْ حَتَّى نَلْقَى رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ: سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے تو سیدہ نے ان سے کہا: کیا تمہیں اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ میں کسی کو تمہاری گھات میں تمہیں قتل کرنے کے لیے بٹھادوں اور وہ تمہیں قتل کردے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایسا کام نہیں کریں گی۔ (یا آپ ایسا نہیں کرسکتیں) کیونکہ میں حفظ و امان کی حدود کے اندر ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایمان دھوکے سے قتل کرنے سے مانع ہے اچھا اب آپ یہ بتائیں کہ میں آپ کے اور آپ کی ضروریات کے پورا کرنے میں، کیسا جا رہا ہوں؟ سیدہ نے کہا: ٹھیک ہو، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس آپ ہمیں اور لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑیں، یہاں تک کہ ہم اپنے رب سے جا ملیں۔ (مراد یہ ہے کہ آپ میرے اور لوگوں کے معاملات میں دخل نہ دیا کریں) (مسند احمد ح: 11895 وفی نسخ: ح16832)

مرزا جہلمی اس ضعیف روایت کو بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور کہتے حجر کے قتل کی وجہ سے ام المومنین اتنی ناراض ہوگئیں کہ معاویہ کو قتل کی دھمکی دی حالانکہ جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ سب الزامات ہیں کیونکہ اس روایت میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے مرزا صاحب کو اللہ کا خوف نہیں تحقیق کیے بغیر جنتی افراد پر الزامات لگاتا ہے اور خود کو عدل پرست ظاہر کرتا ہے حالانکہ مرزا سب سے بڑا مطلب پرست شخص ہے۔

نوٹ: شعیب ارناؤط نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے مقصد یہ ہے کہ یہ روایت بذات خود صحیح نہیں بلکہ دوسری روایت اسکو صحیح بنا رہی ہے اور یہ حکم پورے واقعے کی صحت کے لیے نہیں بلکہ شعیب ارناؤط کا مقصد یہ ہے کہ اس واقعے میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث سنائی وہ تو صحیح سند سے ثابت ہے، نہ کہ حجر والا پورا یہ واقعہ۔

مرزا کی گیارہویں دلیل:

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل أخبرنا عبد الله بن جعفر حدثنا يعقوب بن سفيان حدثنا حرملة أخبرنا ابن وهب أخبرنا ابن لهيعة عن أبي الأسود قال دخل معاوية على عائشة فقالت ما حملك على قتل أهل عذراء حجر وأصحابه فقال يا أم المؤمنين إني رأيت قتلهم صلاحا للأمة وإن بقاءهم فساد للأمة فقال سمعت رسول الله يقول سيقتل بعذراء ناس يغضب الله لهم وأهل السماء

ترجمہ: حضرت معاویہ ؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تجھے اس کام پر کس بات نے ابھارا کہ تو نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا اے ام المؤمنین میں نے ان کے قتل میں امت کی خیر خواہی سمجھی اور ان کے زندہ رہنے میں امت کے لیے فساد سمجھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عذراء جگہ پر کچھ لوگوں کو قتل کیا جائے گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہل آسمان غصے میں آجائیں گے۔

(رواہ یعقوب بن سفیان الفسوی فی المعرفۃ والتاریخ: 3/ 320، دلائل النبوۃ: 6/ 457، ابن عساکر فی تاریخ دمشق: 12/ 226)

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں موجود راوی ابوالاسود جس کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے وہ تبع تابعی ہے وہ معاویہ سے کیسے بیان کر سکتے ہیں؟

لہٰذا یہ سند منقطع ہے اس روایت پر مرزا کے ممدوح البانی کا تبصرہ پیش خدمت ہے۔

وهذا إسناد ضعيف. رجاله كلهم ثقات لكنه معضل فإن أبا الأسود هذا واسمه: محمد بن عبد الرحمن بن نوفل من أتباع التابعين، ولذلك قال ابن كثير عقبه في "البداية" وهذا إسناد ضعيف منقطع". وبالانقطاع أعله الحافظ أيضاً في ترجمة حجر من "الإصابة وأعلها الحافظ ابن عساكر بعلة أخرى وهي الوقف، فقال عقبه: "ورواه ابن المبارك عن ابن لهيعة فلم يرفعه". ثم ساق إسناده إليه عن ابن لهيعة: حدثني خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال: أن معاوية حج فدخل على عائشة رضي الله تعالى عنها- فقالت يا معاوية! قتلت حجر بن الأدبر وأصحابه؟! أما والله! لقد بلغني أنه سيقتل بـ (عذراء) سبعة رجال يغضب الله تعالى لهم وأهل السماء. قلت

وهذا منقطع أيضاً سعيد بن أبيه لا لمن أتباع التابعين أيضاً. على أن أحمد وغيره رماه بالاختلاط.

ترجمہ: یہ سند ضعیف ہے روات تو سارے ثقات ہیں لیکن حدیث معضل ہے (یعنی جس میں سند سے دو راوی مسلسل گر جائیں) اس میں موجود راوی ابو الاسود کا نام محمد بن عبد الرحمن بن نوفل ہے، جو تبع تابعین میں سے ہیں ابن کثیر البدایہ کے اندر فرماتے ہیں یہ سند ضعیف ہے اور اسی منقطع ہونے کی علت کو حافظ (ابن حجر) نے، حجر (بن عدی) کے ترجمہ میں الاصابہ کے اندر ذکر کیا ہے اور حافظ ابن عسا کرنے (ضعف کی دوسری) علت بیان کی ہے وہ یہ کہ یہ روایت موقوف ہے اس روایت کے بعد فرماتے ہیں اس کو ابن مبارک نے ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے لیکن مرفوع بیان نہیں کیا پھر اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو پیش کیا، ابن لہیعہ کہتے ہیں مجھے خالد بن یزید نے خبر دی وہ سعید بن ابی ہلال سے بیان کرتے ہیں (آگے مذکورہ پوری حدیث)

ناصر الدین البانی کہتے ہیں یہ روایت اسی طرح منقطع بھی ہے کیوں کہ سعید بن ابی ہلال تبع تابعین میں سے تھا (اور وہ معاویہ سے بیان کر رہا ہے) اسی طرح امام احمد نے اس پر اختلاط کا حکم بھی لگایا ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ: 13/ 712 رقم 6324)

مرزا کی بارہویں دلیل:

وروى أحمد: عن عفان، عن ابن علية عن أيوب عن عبد الله بن أبي مليكة - أو غيره - قال لما قدم معاوية المدينة دخل على عائشة فقالت: أقتلت حجرا؟ فقال: يا أم المؤمنين إني وجدت قتل رجل في صلاح الناس خير من استحيائه في فسادهم.

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ میں آئے تو انہوں نے فرمایا: تم نے حجر کو قتل کر دیا ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ام المومنین میں نے ان کے قتل میں لوگوں کی خیر خواہی سمجھی اور ان کے زندہ رہنے میں ان کے لیے فساد سمجھا۔ (البدایہ والنہایہ: 8/ 60، تاریخ دمشق: 12/ 229)

یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ایوب کے استاد کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ یہ کون ہے؟ عبد اللہ بن ابی ملیکہ یا کوئی اور؟ اس کا کوئی پتہ نہیں کون ہے؟

تاریخ دمشق میں وضاحت ہے کہ اسماعیل یعنی ابن علیہ کو شک ہوا کہ ایوب کس سے بیان کر رہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

واخبرنا أبو عبد الله البلخي أنبأنا أبو القاسم بن العلاف أنبأنا علي بن احمد نبأنا أبو

القاسم سالم نبأنا عبد الله بن احمد حدثنا أبي نبأنا عفان نبأنا إسماعيل بن إبراهيم بن علية نبأنا ايوب عن عبد الله بن أبي مليكة أو غيره شك إسماعيل قال لما قدم معاوية دخل على عائشة......

جب راوی کے بارے میں تعین نہیں تو روایت کو مردود ہی سمجھا جائے گا۔

مرزا کی تیرہویں دلیل:

قال يعقوب بن سفيان ثنا ابن بكير ثنا ابن لهيعة حدثني الحارث بن يزيد عن عبد الله أبي رزين الغافقي قال سمعت علي بن أبي طالب يقول يا أهل العراق سيقتل منكم سبعة نفر بعذراء مثلهم كمثل أصحاب الأخدود فقتل حجر بن عدي وأصحابه،

(اخرجہ سفیان الفسوی فی المعرفۃ والتاریخ: 3/ 328، 329، دلائل النبوۃ للبیہقی: 6/ 456، البدایہ والنہایہ: 9/ 225)

اس روایت کے بارے میں ابن کثیر فرماتے ہیں اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف ہیں ابن لہیعہ آخر میں مختلط ہو گئے تھے اس وجہ سے کئی علماء نے ان پر سخت جرح کی ہے بہر حال جنہوں نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا جیسے ابن مبارک، ابن وہب تو ان کی روایت تو مقبول ہے مزید وضاحت تقریب وغیرہ میں دیکھیں۔

مرزا کی چودہویں دلیل:

انبانا ابو صالح الاخباری قال انبانا عبد الله نبانا احمد ابن ابراهيم نبانا حجاج نبانا ابو معشر قال وراكب اليهم معاويه حتى اتاهم بمرج العذراء فلما اتاهم سلم عليهمفقال من انت؟......فارسل اليهم رجل اعور معه عشرون كفنا فلما راه حجر تفائل فقال يقتل نصفكم ويترك نصفكم قال فجعل رسول يعرضوا عليهم التوبه والبراءة من علي...الخ.

ترجمہ: معاویہ ان کی (یعنی حجر اور ان کے ساتھیوں) کی طرف سوار ہو کر گئے یہاں تک کہ مرج عذراء جگہ پر ان کے پاس پہنچے جب پہنچے تو سلام کیا اور (ہر ایک سے تعارف پوچھا) تم کون؟.... پھر ایک شخص اعور کو ان کے پاس بھیجا جس کے ساتھ بیس کفن تھے جب حجر نے اس کو دیکھا تو شگون لیتے ہوئے فرمایا تم میں سے آدھے قتل کیے جائیں گے اور آدھے چھوڑ دیے جائیں گے، پھر قاصد ان پر توبہ اور علی سے برات پیش کر رہا

تھا (یعنی علی سے برات کرو تو تمہیں چھوڑ دیں)۔ (تاریخ دمشق 12: 222)

یہ سند بھی دو وجوہات کی وجہ سے ضعیف ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن السندی ہیں، یاد رہے حجر کا قتل 51ھ میں ہوا ہے ابو معشر اس واقعے کو کیسے بیان کر سکتے ہیں؟؟

جبکہ اس کی کسی صحابی سے روایت کرنا بھی ثابت نہیں امام بخاری فرماتے ہیں:

اس نے نافع وغیرہ سے روایت بیان کی ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

رأى أبا أمامة بن سهل بن حنيف، المتوفى سنة مائة.

اس نے صرف ابو امامہ بن سہل کو دیکھا ہے جس کی وفات ایک سو ہجری میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء 1: 145)

اس پر کئی علماء نے جرح کی ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں: ضعيف من السادسة (التقریب 1: 559)

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث (التاریخ الکبیر 9/92)

اور امام بخاری جس کو منکر الحدیث بولیں تو عندالبخاری اس سے روایت لینا بھی جائز نہیں۔

دوسری علت:

ابو صالح قاسم بن سالم الاخباری کی توثیق نہیں ملتی، مستدرک حاکم کے اندر ایک صحیح سند روایت میں وضاحت موجود ہے کہ معاویہ نے لوگوں سے حجر اور انکے ساتھیوں کے بارے میں مشورہ کیا اور انکے جرم کی وجہ سے سب نے کہا ان کو قتل کر دو صرف ایک شخص نے سفارش کی چھوڑ دینا چاہیے لیکن ساتھ میں اس نے بھی کہا کہ آپ نے قتل کر دیا تو درست کیا تفصیل روایت میں دیکھیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانَ الْغَلَابِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَهِشَامٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ بِشْرِ بْنِ عُبَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَ زِيَادٌ بِحُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بِحَبْسِهِ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ: مَرْجُ عَذْرَاءَ، ثُمَّ اسْتَشَارَ النَّاسَ فِيهِ قَالَ: فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: الْقَتْلُ الْقَتْلُ. قَالَ: فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسَدٍ الْبَجَلِيُّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْتَ

رَاعِينَا وَنَحْنُ رَعِيَّتُكَ ، وَأَنْتَ رُكْنُنَا وَنَحْنُ عِمَادُكَ ، إِنْ عَاقَبْتَ قُلْنَا : أَصَبْتَ ، وَإِنْ عَفَوْتَ قُلْنَا : أَحْسَنْتَ وَالْعَفْوُ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ، وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ : فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ قَوْلِهِ.

ترجمہ: جب زیاد نے حجر بن عدی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک جگہ پر قید کرنے کا حکم دیا اس جگہ کو مرج عذراء کہا جاتا ہے اس کے بعد لوگوں سے ان کے بارے میں مشورہ کیا تو لوگ کہنے لگے کہ ان کو قتل کریں، ان کو قتل کریں، راوی کہتے ہیں عبداللہ بن زید بن اسد بجلی اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بولے اے امیر المومنین! آپ ہمارے حکمران ہیں اور ہم آپ کی رعایا ہیں آپ ہماری بنیاد ہیں اور ہم آپ کے ستون ہیں اگر آپ سزا دیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے صحیح کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم کہیں گے آپ نے احسان کیا ہے اور معاف کرنا ہی تقویٰ کے قریب تر ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا راوی کہتے ہیں عبداللہ بن زید بن اسد کے یہ کہتے ہی سب لوگ وہاں سے چلے گئے۔ (المستدرک للحاکم:3 /469رقم 5977)

عبداللہ بن زید کی بات سن کر لوگ اس لیے چلے گئے کہ وہ ان کی بات سے متفق نہیں تھے کیونکہ لوگوں کے خیال کے مطابق حجر بن عدی کے جرائم ایسے تھے کہ ان کو قتل ہی کیا جائے جیسا کہ سارے لوگ کہ رہے تھے القتل القتل، یعنی انکو قتل کرو، انکو قتل کرو۔ واللہ اعلم)

امام صالح بن احمد بن حنبل حسن سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

حدثني أبي(الامام المحدث احمد بن حنبل) قال: حدثنا أبو المغيرة (هو عبد القدوس بن الحجاج الخولاني، ثقة)قال:حدثنا ابن عياش(صدوق ؛ حسن الحديث) قال:حدثني شرحبيل بن مسلم (تابعي، ثقة)قال:لما بعث بحجر بن عدي بن الأدبر وأصحابه من العراق إلى معاوية بن أبي سفيان،استشار الناس في قتلهم، فمنهم المشير، ومنهم الساكت، فدخل معاوية منزله، فلما صلى الظهر قام في الناس خطيباً فحمد الله وأثنى عليه، ثم جلس على منبره، فقام المنادي فنادى:أين عمرو بن الأسود العنسي، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال:ألا إنا بحصن من الله حصين لم نؤمر بتركه، وقولك يا أمير المؤمنين في أهل العراق ألا وأنت الراعي ونحن الرعية، ألا وأنت أعلمنا بدائهم، وأقدرنا على دوائهم، وإنما علينا أن نقول:{ سمعنا وأطعنا غفرانك

ربنا وإليك المصير ﴾[البقرة/. 285]فقال معاوية:أما عمرو بن الأسود فقد تبرأ إلينا من دمائهم، ورمى بها ما بين عيني معاوية . ثم قام المنادي فنادى:أين أبو مسلم الخولاني،فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال:أما بعد فلا والله ماأبغضناك منذ أحببناك،ولا عصيناك منذ أطعناك،ولا فارقناك منذ جامعناك،ولا نكثنا بيعتنا منذ بايعناك، سيوفنا على عواتقنا، إن أمرتنا أطعناك، وإن دعوتنا أجبناك وإن سبقناك نظرناك،ثم جلس .ثم قام المنادي فقال:أين عبد الله بن رم أخمر الشرعبي، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: وقولك يا أمير المؤمنين في هذه العصابة من أهل العراق، إن تعاقبهم فقد أصبت، وإن تعفو فقد أحسنت . فقام المنادي فنادى:أين عبد الله بن أسد القسري،فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال:يا أمير المؤمنين،رعيتك وولايتك وأهل طاعتك،إن تعاقبهم فقد جنوا أنفسهم العقوبة،وإن تعفوا فإن العفو أقرب للتقوى،يا أمير المؤمنين لا تطع فينا من كان غشوماً ظلوماً بالليل نؤو عن عمل الآخرة هاسؤوماً،يا أمير المؤمنين إن الدنيا قد انخشعت أوتار ،ومالت بها عمادها وأحبها أصحابها، واقترب منها ميعادها ثم جلس . فقلت: القائل هو:اسماعيل بن عياش لشرحبيل: فكيف صنع؟ قال: قتل بعضاً واستحيى بعضاً،وكان فيمن قتل حجر بن عدي بن الأدبر .

ترجمہ: شرحبیل بن مسلم کہتے ہیں جب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو عراق سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کرنے کے حوالے سے لوگوں سے مشورہ کیا تو کچھ قتل کرنے کا اشارہ کر رہے تھے اور کچھ خاموش ہو گئے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے جب ظہر نماز پڑھی تو لوگوں میں خطبہ دیا اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی پھر آپ ممبر پر بیٹھ گئے،اسکے بعد منادی کھڑا ہو کر پکارنے لگا کہ،عمرو بن اسود عنسی کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف وثنا بیان کی اور کہا: میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مضبوط قلعے میں ہوں جس کو چھوڑنے کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا (قلعہ سے مراد معاویہ کی بیعت اور اطاعت ہے) امیر المؤمنین اہل عراق کے بارے میں آپ کا جو فرمان ہے (اس کو آپ ہی زیادہ سمجھتے ہیں) کیونکہ آپ راعی (حکمران) ہیں اور ہم آپ کی رعیت ہیں آپ سب سے زیادہ ان لوگوں کی بیماری (جرم) کے بارے میں جانتے ہیں اور ان کی بیماری کے علاج کرنے کے حوالے سے سب سے

زیادہ قدرت رکھنے والے ہیں۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ کہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی اے اللہ تیری بخشش طلب کرتے ہیں اور تیری طرف لوٹنا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا عمر بن اسود نے تو ان کے خون سے برات کر لی ہے اور معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنکھوں کے سامنے چھوڑ دیا ہے اس کے بعد منادی کھڑا ہو کر پکارنے لگا کہ ابو مسلم الخولانی کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''اللہ کی قسم! ہم نے جب سے محبت کرنا شروع کی ہے، آپ سے نفرت نہیں کی، جب سے آپ کی اطاعت میں آئے ہیں، نافرمانی نہیں کی جب سے ملے ہیں، آپ سے جدا نہیں ہوئے جب سے آپ کی بیعت کی ہے، بیعت نہیں توڑی، ہماری تلواریں کندھوں پر ہیں، اگر آپ کا حکم ہوا تو ہم سر مو انحراف نہیں کریں گے، اگر آپ نے پکارا تو لبیک کہیں گے، اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے جائیں گے اور اگر ہم آگے نکل گئے تو آپ کا انتظار کریں گے''

پھر پکارنے والا کھڑا ہو گیا اور کہا کہ عبداللہ بن مخمر شرعبی کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی پھر کہنے لگے کہ اے امیر المومنین اہل عراق کے (قتل کے بارے میں) آپ کا جو قول ہے. (اس کے حوالے سے ہم یہی کہتے ہیں) اگر آپ نے انہیں سزا دی تو یقیناً درست کیا اگر آپ نے انہیں معاف کر دیا تو بھی اچھا کیا، پھر منادی کھڑا ہو گیا اور عبداللہ بن اسد قسری کہاں ہے؟ وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی اور کہا اے امیر المؤمنین یہ آپ کی رعیت اور ولایت ہے اور آپ کے اہل اطاعت (یعنی جن پر آپ کا حکم چلتا ہے) میں سے ہیں اگر آپ نے انہیں سزا دی تو انہوں نے اپنی جان کے لیے جرم کا ارتکاب تو کیا ہے اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو معاف کرنا بھی تقوی کے زیادہ قریب ہے، اے امیر المؤمنین آپ کبھی اطاعت نہ کرنا اس شخص کی جو بڑا سخت ظالم ہو اور رات کے وقت بہت زیادہ سونے والا ہو (یعنی رات کو تہجد نہیں پڑھتا بلکہ سو کر گزارتا ہے) اور آخرت کے اعمال سے غافل ہو، اے امیر المؤمنین بے شک دنیا نے اپنی رسیوں کو جھکا دیا ہے اور دنیا اپنے بلندیوں کے ساتھ مائل ہو چکی ہے اور اہل دنیا اس سے محبت کرنے لگے ہیں اور دنیا کا وقت قریب آچکا ہے، پھر وہ بیٹھ گئے راوی اسماعیل بن عیاش کہتا ہے کہ میں نے شرحبیل سے کہا پھر ان کے ساتھ کیا ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا (مشاورت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے) بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو زندہ چھوڑ دیا اور جن کو قتل کیا گیا تھا ان میں حجر بن عدی بھی تھے۔

(مسائل الامام احمد روایہ ابن صالح: 2/ 328، 331)

اس روایت کے اندر عبداللہ بن اسد نے جو بات کی، اس میں صراحت ہے کہ ان انہوں نے ایسا جرم کیا ہے

کہ جس وجہ سے انہیں قتل کیا جا سکتا ہے دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔

عبد الله بن أسد القسري، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: يا أمير المؤمنين، رعيتك وولايتك وأهل طاعتك، إن تعاقبهم فقد جنوا أنفسهم العقوبة۔

ترجمہ: پھر منادی کھڑا ہو گیا اور کہا عبد اللہ بن اسد قسری کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی اور کہا اے امیر المؤمنین یہ آپ کی رعیت اور ولایت اور آپ کے اہل اطاعت (یعنی جن پر آپ کا حکم چلتا ہے) ان میں سے ہیں اگر آپ نے انہیں سزا دی تو انہوں نے اپنی جان کے لیے جرم کا ارتکاب تو کیا ہے الخ

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے بھی اس مسئلے میں مشورہ کیا تھا جس کا ذکر مستدرک حاکم کی صحیح روایت کے اندر موجود ہے۔

حدثنا أبو علي مخلد بن جعفر، ثنا أبو الحسن محمد بن محمد الكارزي، ثنا علي بن عبد العزيز، ثنا أبو نعيم، ثنا حرملة بن قيس النخعي، حدثني أبو زرعة بن عمرو بن جرير قال: ما وفد جرير قط إلا وفدت معه، وما دخل على معاوية إلا دخلت معه، وما دخلنا معه عليه إلا ذكر قتل حجر بن عدي.

ترجمہ: ابو زرعہ عمر بن جریر فرماتے ہیں کہ جریر (بن عبد اللہ، صحابی رسول) جب بھی سفر پر گئے میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہا ہوں اور جب بھی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میں بھی ان کے ساتھ گیا اور ہم جب بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ حجر بن عدی کے قتل کے حوالے سے تذکرہ ضرور کرتے (یعنی ان سے مشورہ کرتے کہ انہیں قتل کیا جائے یا نہیں؟) (المستدرک للحاکم: رقم 6035)

نوٹ: ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مستدرک حاکم کے اندر ایک روایت موجود ہے اس کے الفاظ اور وضاحت یہ ہے۔

حدثنا علي بن حمشاذ العدل، ثنا معاذ بن المثنى بن معاذ العنبري، حدثني أبي، ثنا أبي، عن ابن عون، عن نافع قال: لما كان ليالي بعث حجر إلى معاوية جعل الناس يتحيرون ويقولون: ما فعل حجر؟ فاتى خبره ابن عمر وهو محتبئ في السوق، فاطلق حبوته ووثب، وانطلق فجعلت أسمع نحيبه، وهو مول.

ترجمہ: نافع فرماتے ہیں جب حجر بن عدی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا جا رہا تھا لوگ بہت حیران تھے اور پوچھ رہے تھے حجر کا کیا قصور ہے؟ یہ خبر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی وہ بازار میں کسی جگہ چھپے ہوئے

تھے تو لوگوں کے بیچ میں آگئے اور جب جا رہے تھے تو میں ان کی بہت زیادہ رونے کی آوازیں سن رہا تھا۔
(مستدرک للحاکم: رقم 6030)

نوٹ: ابن عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی وجہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر تنقید یا اعتراض کرتے ہوئے نہیں تھی بلکہ ان کا مقصد یہی تھا کہ حجر اتنے سمجھدار اور عابد انسان ہیں لیکن انہوں نے اتنی بڑی غلطی کر کے اپنی جان کیوں گنوا دی؟ اور انسانی فطرت میں یہ چیز ہے کہ جب کوئی قابل شخص کسی غلطی کی وجہ سے اپنی جان کو ضائع کر دے تو اس پر افسوس ہوتا ہے۔

نوٹ: کسی بھی صحابی کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر تنقید کرنا صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حجر بن عدی کے معاملہ کی تحقیق

اس کی تفصیل قاری ظہور احمد فیضی کے الزام نمبر 38 کے جواب کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

کیا امام حسن رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلوایا مرزا کا الزام

اس الزام کے ثبوت میں مرزا ایک روایت پیش کرتا ہے اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟ روایات کا جائزہ

مرزا جہلمی کی وڈیو 11 ستمبر 2018ء میں جو اپ لوڈ ہوئی ہے امام حسن کا قاتل کون؟ اس میں مرزا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا کہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوئے، بعض روایات کو اس نے خود ہی جھوٹا اور ضعیف کہا مگر سنن ابو داؤد کی روایت کو صحیح کہہ کر لوگوں کو کنفیوز کیا ہے اور صحابہ دشمن لوگوں کو خوش کیا ہے اس روایت کی حقیقت کیا ہے پیش خدمت ہے۔ جس طرح ہمارے بعض کرم فرما ہر کسی کے جرم کو بنوامیہ بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کھاتے ڈالتے ہیں ان محققین کا بس چلے تو ہر واقعہ کا ذمہ دار بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیں انہی بے بنیاد جرائم میں یہ بھی ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا جو کہ باطل ہے وہ روایت سند اور متن کے ساتھ یہ ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِيكَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ فَرَجَّعَ

الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً قَالَ لَهُ وَلِمَ لاَ أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي حِجْرِهِ فَقَالَ » هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ «. فَقَالَ الأَسَدِيُّ جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ فَقَالَ الْمِقْدَامُ أَمَّا أَنَا فَلاَ أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغِيظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ. ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي قَالَ أَفْعَلُ. قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَنْهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ قَالَ خَالِدٌ فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لاِبْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ وَلَمْ يُعْطِ الأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

ترجمہ: مقدام بن معدی کرب، عمرو بن اسود اور بنی اسد کے قنسرین کے رہنے والے ایک شخص معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا؟ مقدام نے یہ سن کر » انا للہ وانا الیہ راجعون « پڑھا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے کوئی مصیبت سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا، اور فرمایا: یہ میرے مشابہ ہے اور حسین علی کے، یہ سن کر اسدی نے کہا: ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا تو مقدام نے کہا: آج میں آپ کو ناپسندیدہ بات سنائے، اور ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انہوں نے کہا: معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا، مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے تو انہوں نے کہا: معاویہ! قسم اللہ کی میں یہ ساری چیزیں آپ کے گھر میں دیکھ رہا ہوں؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مقدام! مجھے معلوم تھا کہ میں تمہاری نکتہ چینیوں سے بچ نہ سکوں گا، خالد کہتے ہیں: پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام کو اتنا مال دینے کا حکم دیا جتنا ان کے اور دونوں ساتھیوں کو نہیں دیا تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا، مقدام نے وہ سارا مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی چیزیں اچھی طرح روکنے والے آدمی ہیں۔ (سنن أبي داود: 4/ 115 رقم 4133)

اس روایت میں بہت سی علتیں جو اس کو ضعیف بناتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی علت:

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس کا ایک راوی، بقیہ بن الولید صدوق ہونے کے ساتھ تدلیس تسویہ (سند کے کسی بھی حصہ سے ضعیف ومتروک راوی کو گرادینا) کرتے تھے۔

بقیہ بن الولید کی تدلیس تسویہ کا ثبوت

(1) حافظ صلاح الدین العلائی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی بقیہ تدلیس تسویہ سے دوچار تھے فرماتے ہیں:

بقية بن الوليد مشهور به مكثر له عن الضعفاء يعاني التسوية (جامع التحصیل: ص 105)

(2) حافظ زرکشی رحمہ اللہ تدلیس تسویہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وممن اشتهر بفعل هذا بقية بن الوليد.

ترجمہ: بقیہ بن الولید تدلیس تسویہ کرنے میں مشہور تھے۔ (النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی: 2/ 106)

(3) حافظ ابن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بقية بن الوليد مشهور بالتدليس مكثر له عن الضعفاء يعاني تدليس التسوية وهو أفحش أنواع التدليس. (کتاب المدلسین: ص 37 رقم 4)

بقیہ تدلیس میں مشہور تھے کثرت کے ساتھ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے، تدلیس کی قبیح ترین قسم تدلیس تسویہ میں ملوث تھے

(4) سبط ابن العجمی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔

بقية بن الوليد مشهور بالتدليس مكثر له عن الضعفاء وتعاني تدليس التسوية (التبیین لأسماء المدلسین: ص 16)

(5) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

هذا حديث منكر وبقية من المدلسين يحدث عن الضعفاء ويحذف ذكرهم في أوقات

ترجمہ: یہ منکر حدیث ہے، بقیہ مدلسین میں سے ہے، بسا اوقات ضعیف راویوں سے روایت کر کے سند کے مختلف مقامات میں انہیں حذف کر دیتے تھے۔ (العلل المتناہیہ: 2/ 659)

(6) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ بقیہ کی تدلیس تسویہ کی دلیل دینے کے بعد فرماتے ہیں:

وكان بقية من أفعل الناس لهذا.

ترجمہ: بقیہ یہ کام (تدلیس تسویہ) سب سے زیادہ کرنے والے تھے۔

(علل الحدیث لابن أبي حاتم: 1/ 115)

(7) حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: قد صرح بقية بالتحديث فقال: نا شعبة. لكن لا ينفعه ذلك فإنه معروف بتدليس التسوية.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بقیہ نے، نا شعبہ، کہہ کر سماع کی صراحت کی ہے لیکن یہ بات ان کو فائدہ نہیں دے گی کیونکہ وہ تدلیس تسویہ کی وجہ سے معروف ہیں۔ (البدر المنیر: 5/ 102)

(8) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "بقية حدثني يونس بن يزيد عن الزهري" سند کے بارے فرماتے ہیں:

ففيه تدليسه التسوية لأنه عنعن لشيخه. (التلخیص الحبیر: 2/ 107)

ترجمہ: اس میں بقیہ کی تدلیس تسویہ ہے کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ سے آگے عن سے روایت بیان کی ہے۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وبقية صدوق لكنه يدلس ويسوي وقد عنعنه عن شيخه وعن شيخ شيخه.

ترجمہ: بقیہ صدوق ہیں، لیکن تدلیس تسویہ کرتے ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے معنعن بیان کی ہے۔ (موافقۃ الخبر الخبر فی تخریج أحادیث المختصر: 1/ 276)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"بقية بن الوليد ثنا مسلم بن زياد قال: سمعت أنس بن مالك رضي الله عنه" اس سند کے بارے لکھتے ہیں:

وإنما عابوا عليه التدليس والتسوية وقد صرح بتحديث شيخه له وبسماع شيخه فانتفت الريبة.

ترجمہ: محدثین نے بقیہ پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا ہے (لیکن اس سند میں) انہوں نے اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے سماع کی صراحت کر رکھی، لہٰذا تدلیس کا شک رفع ہوا۔ (نتائج الأفکار لابن حجر: 2/ 376)

اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ کی تدلیس کا شبہ تب ہی رفع ہوگا، جب وہ پوری سند میں سماع کی تصریح کرے، ورنہ نہیں۔

نیز ایک سند "بقية بن الوليد ثنا بحير بن سعد عن خالد بن معدان" کے بارے لکھتے ہیں:

وقد أمن تدليسه لتصريحه في هذا بالتحديث، لكن ينظر في حديث بحير عن خالد لأن بقية كان يسوي.

ترجمہ: بقیہ نے اس سند میں سماع کی صراحت کرکے اپنی تدلیس سے بے خوف کر دیا ہے، لیکن، بحیر عن خالد، میں غور کیا جائے گا، کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔ (إتحاف المهرة لابن حجر: 13/ 233)

(9) حافظ بوصیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وبقية هو ابن الوليد يدلس بتدليس التسوية.

ترجمہ: بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔ (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجہ: 1/ 136)

(10) ابن القطان فاسی رحمہ اللہ، بقیہ قال نا ابن جریج، سند کے بارے فرماتے ہیں:

فما بقي فيه إلا التسوية. ترجمہ: اس میں صرف تدلیس تسویہ (کی علت) باقی ہے۔

(التلخیص الحبیر: 3/ 309)

(11) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بقیہ کی تدلیس تسویہ کی مثال دی ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو گرا دیتے تھے۔ (المجروحین: 1/ 200، 201)

(12) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ "بقية بن الوليد قال حدثني محمد بن الفضل" سند کے بارے فرماتے ہیں:

وأما الطريق الثالث فبقية مغموز بالتدليس.

(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية: 2/ 129)

مزید "بقية بن الوليد قال نا عيسى بن ابراهيم" سند کے بارے لکھتے ہیں:

وبقية كان مدلسا سمع من المتروكين والمجهولين ويدلس.
(العلل المتناہیہ فی الأحادیث الواہیہ:2/ 245)

حافظ ابن الجوزی کا سماع کے باوجود تدلیس کا اعتراض کرنا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کون سی تدلیس ہے۔

(13) امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ ایک روایت جو "ابو تقی قال حدثني بقية قال: حدثني عبد العزيز بن أبي رواد عن نافع عن ابن عمر" کی سند سے مروی ہے، اس کے بارے فرماتے ہیں:

لم يسمع بقية هذا الحديث من عبد العزيز إنما هو عن أهل حمص وأهل حمص لا يميزون هذا.

ترجمہ: بقیہ نے یہ حدیث عبد العزیز سے نہیں سنی یہ روایت اہل حمص سے ہے اور وہ اس میں تمیز نہیں کرتے تھے (عدم سماع کو صیغہ سماع سے ذکر کر دیتے تھے)۔ (علل الحدیث لابن أبی حاتم:6/ 271)

(14) ابو مسہر رحمہ اللہ نے کہا:

أحاديث بقية ليست نقية فكن منها على تقية.

ترجمہ: بقیہ کی احادیث ستھری نہیں لہذا تم ان سے بچو۔ (میزان الاعتدال:1/ 332)

(15) ابو اسحاق جوزجانی رحمہ اللہ نے فرمایا

رحم الله بقية ما كان يبالي إذا وجد خرافة عمن يأخذه فإن حدث عن الثقات فلا بأس به. (میزان الاعتدال:1/ 332)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بقیہ پر رحم فرمائے کسی سے کوئی خرافات والی بات پاتے تھے تو اس کو بھی روایت کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اگر وہ ثقہ راویوں سے حدثنا کہہ کر روایت کرتے ہیں تو کوئی عیب نہیں۔

(16) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

لا أحتج بقية. میں بقیہ کو قابل حجت نہیں سمجھتا۔ (میزان الاعتدال:1/ 332)

(17) یحیی بن معین سے بقیہ کے بارے میں مضر بن محمد الاسدی نے پوچھا تو انھوں نے کہا:

ثقة إذا حدث عن المعروفين ولكن له مشائخ لا يدري من هم؟

بقیہ جب معروف راویوں سے حدثنا کے ساتھ روایت کرے تو قابل اعتماد ہیں لیکن ان کے کچھ ایسے شیوخ ہیں جن کے بارے میں کچھ اتا پتا نہیں۔ (میزان الاعتدال:1/ 333)

(18) یعقوب الفسوی نے فرمایا۔

وبقيه يذكر بحفظ إلا انه يشتهي الملح والطرائف من الحديث فيروى عن الضعفاء.

ترجمہ: بقیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حافظ الحدیث تھے لیکن ان کو چٹخارے دار اور نادر باتیں بہت پسند تھیں لہٰذا وہ ضعیف راویوں سے بھی ایسی باتیں روایت کر دیتے تھے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی: 13/ 129)

(19) امام ابو احمد الحاکم محدث خراسان (یہ امام ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک کے استاد ثقہ، امام ہیں) بقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثقة في حديثة إذا حدث عن الثقات بما يعرف لكنه ربماروى عن أقوام مثل الأوزاعي و الزبيدي و عبيد الله العمري أحاديث شبيهة بالموضوعة أخذها عن محمد بن عبدالرحمن و يوسف بن السفر و غيرهما من الضعفاء و يسقطهم من الوسط و يرويها عن من حدثوه بها عنهم.

ترجمہ: جب وہ ان ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرے جو معروف ہیں (صیغہ صراحت کے ساتھ) تو ثقہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ اہل علم مثلاً اوزاعی، زبیدی اور عبید اللہ العمری سے موضوعات کے مشابہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جو اس نے محمد بن عبد الرحمٰن اور یوسف بن السفر وغیرہما ضعیف راویوں سے حاصل کی تھیں وہ انہیں درمیان سے گرا کر ان سے حدیثیں بیان کرتا ہے جن سے انہوں نے اسے احادیث سنائی تھیں۔

(تہذیب التہذیب: 1/ 418، 419)

مرزا جی کے بابوں اور ممدوحوں سے بھی بقیہ کی تدلیس تسویہ کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

(20) شعیب الارناؤوط نے بھی اسی روایت کو مسند احمد کی تحقیق میں بقیہ بن الولید کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

إسناده ضعيف، بقية وهو ابن الوليد مدلس ويسوي، وقد عنعن.

(مسند احمد تحقیق شعیب الاناؤوط: 28/ 426 رقم 17189)

(21) البانی کے شاگرد ابو اسحاق حوینی کے نزدیک بھی بقیہ بن الولید تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے اور جب تک پوری سند میں سماع کی صراحت نہ کر دے اس کی روایت قبول نہیں وہ لکھتے ہیں:

بقية بن الوليد كان يدلس تدليس التسوية وهو ما يسمى عند القدماء بتدليس

التجويد فنحتاج أن يصرح في كل طبقات السند و كنت أعتقد قديمًا أنه يدلس تدليس الإسناد كالأعمش وابن جريج وغيرهما. وقال لي شيخنا أبوعبد الرحمن الألباني رحمه الله: إنه يقع لي أن تدليس بقية هو من التدليس المعتاد. ولكن ثبت أن بقيّة كان يدلس تدليس التسوية.

ترجمہ: بقیہ تدلیس تسویہ کرتا ہے اور قدماء اس کو تدلیس تجوید کہتے ہیں ہم محتاج ہوتے ہیں کہ یہ سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت کرے پہلے میں سمجھتا تھا کہ بقیہ بن ولید اعمش، اور ابن جریج وغیرہما کی طرح تدلیس الاسناد کرتا ہے ہمارے شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا: کہ میرے مطابق بقیہ عام مدلس ہے لیکن ثابت ہوا کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔ (نثل النبال بمعجم الرجال: 1/ 302)

(22) ناصر الدین البانی، بقیہ بن ولید کی تدلیس تسویہ کے بارے لکھتے ہیں:

قلت: إن سلم من وهم بقية ففيه تدليسه تدليس التسوية لأنه عنعن لشيخه

ترجمہ: میں (البانی) کہتا ہوں کہ اگر یہ بقیہ کے وہم سے محفوظ ہے تو اس میں بقیہ کی تدلیس تسویہ موجود ہے کیوں کہ اس نے اپنے شیخ کے شیخ سے صیغہ، عن، سے روایت بیان کر رکھی ہے۔ (ارواء الغلیل: 3/ 89)

(23) محمد بن خلیفہ بن علی التمیمی لکھتے ہیں:

وقال ابن الوزير: "الوليد مدلس مكثر من التدليس حتى عن الكذابين، وتعاني تدليس التسوية فلا ينفع قوله حدثنا ولا سمعت، لأن معنى تدليس التسوية أنه قد سمع من شيخه شعيب، ثم أسقط شيخ شعيب الذي بينه وبين أبي الزناد. فيحتمل أن يكون في الإسناد ساقط ضعيف بل كذاب. فكيف يحسن الحديث مع هذا، مع أنه قد رواه الثقات والحفاظ عن أبي الزناد بغير ذكر الأسماء.

(معتقد أہل السنہ والجماعہ فی أسماء اللہ الحسنیٰ: ص 90)

(24) حماد بن محمد الأنصاری لکھتے ہیں۔

بقية بن الوليد الحمصي: المحدث المشهور المكثر، له في مسلم حديث واحد، وكان كثير التدليس عن الضعفاء والمجهولين، وتعاني تدليس التسوية.

(إتحاف ذوی الرسوخ بمن رمی بالتدلیس من الشیوخ: ص 13)

(25) عبد الرحمن محمد سعید الدمشقی لکھتے ہیں:

والحديث ضعيف. رواه بقية بن الوليد وهو مدلس تدليس التسوية. كان له أصحاب يسقطون الضعفاء من حديثه ويسوونه. والمدلس لا يقبل منه ما عنعن. والرواية معنعنة. (أحاديث يحتج بها الشيعة: ص342)

(26) الشیخ أبو محمد شحاتہ السکندری لکھتے ہیں:

والمتهم به بهذا السند: بقية بن الوليد الشامي، فقد سمعه من أحد الكذابين، ثم دلّسه عن الأوزاعي. وقد قال أبو مسهر الدمشقي: أحاديث بقية ليست نقية فكن منها على تقية. وفي سياق هذه القصة المكذوبة ما ينبئك بشناعة الكذب على أنبياء الله ورسله. (ارکان الاسلام و دعائمہ عند الرافضۃ الامامیہ: ص73)

(27) ابو الحسن مبشر احمد ربانی غیر مقلد ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

اگر چہ علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ محل نظر ہے، کیونکہ اس کی سند میں بقیہ بن الولید مدلس راوی ہے اور یہ تدلیس التسویہ کرتا ہے جو انتہائی بری تدلیس ہے اور اس کی تصریح بالسماع مسلسل نہیں ہے۔

(احکام و مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں: ص218)

(28) حافظ ندیم ظہیر غیر مقلد بقیہ بن الولید کے بارے لکھتے ہیں:

"یہ صدوق حسن الحدیث ہیں، تاہم تدلیس تسویہ سے بھی متصف ہیں، لیکن مذکورہ حدیث کی سند میں قطعاً مضر نہیں، کیوں کہ انہوں نے سماع با مسلسل کیا ہوا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، ص:10، فروری 2017)

بقیہ بن ولید کی حیثیت ناقدین حدیث کے ہاں کیا تھی اس ملاحظہ فرمائیں:

ابو الحسن ابن القطان رحمہ اللہ نے کہا:

بَقِيَّةُ يُدَلِّسُ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَيَسْتَبِيحُ ذَالِكَ وَهٰذَا إِنْ صَحَّ مُفْسِدٌ لِعَدَالَتِهٖ.

ترجمہ: بقیہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے تھے اور اس کو درست سمجھتے تھے اگر یہ بات صحیح ہے تو بقیہ کی عدالت ساقط ہے۔

اس پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے یہ تجزیہ پیش کیا ہے:

قُلْتُ نَعَمْ وَاللهِ صَحَّ هٰذَا عَنْهُ. أَنَّهٗ يَفْعَلُهٗ وَصَحَّ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ بَلْ وَعَنْ جَمَاعَةٍ كِبَارٍ فِعْلُهٗ وَهٰذِهٖ بَلِيَّةٌ مِّنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ فَعَلُوْا ذَالِكَ بِاجْتِهَادٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں، بقیہ کے بارے میں یہ بات صحیح ہے کہ وہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے تھے اور اس

کو درست سمجھتے تھے یہ فعل ولید بن مسلم اور اکابر محدثین کی ایک جماعت سے بھی صحیح سند کے ساتھ منقول ہے یہ ان کی طرف سے ایک قسم کی بلا ہے لیکن یہ ان کی اجتہادی خطاء ہے۔ (میزان الاعتدال: 1/ 339)

ناقدین حدیث کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ بقیہ مدلس تھے اور سب سے بڑی قسم کی تدلیس کے مرتکب تھے وہ مشہور راویوں سے نادر اور چٹخارے دار روایات نقل کرنے کے بڑے شوقین تھے وہ خرافات والی روایات کو نقل کرنے میں کوئی خوف نہیں کرتے تھے سنن ابوداؤد کی روایت جس کو مرزا حضرت امیر معاویہ کی مذمت میں پیش کر رہا ہے کہ انھوں نے حضرت امام حسن کی وفات کو مصیبت قرار دیا نیز ایک اسدی صحابی کی جانب یہ بات منسوب ہے کہ انھوں نے حضرت امام حسن کو آگ کا ایک انگارہ کہا، وہ روایت شاذ و نامقبول ہے یہ بقیہ بن ولید کی ان روایات میں سے ہے جو خرافات کے ضمن میں آتی ہیں اس روایت کو بقیہ کے سوا کسی ثقہ راوی نے نقل نہیں کیا ہے یہ روایت بقیہ کا تفرد ہے اور بقیہ نمک مرچ لگی ہوئی اور چونکانے والی نادر روایت بھی کثرت سے بیان کیا کرتے تھے، جیسا کہ ناقدین حدیث کے اقوال آپ نے ملاحظہ کیے محدثین کے اصول کے مطابق بقیہ کی یہ روایت ناقابل قبول ہے محدثین کا یہ اصول ہے کہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے راوی کی روایت اگر لفظ عن سے ہو تو وہ ناقابل حجت ہوتی ہے ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن الصلاح رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

والصحيح التفصيل بين ما صرح فيه بالسماع فيقبل و بين ما أتى فيه بلفظ محتمل فيرد.

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ مدلس اگر روایت میں سماع کی صراحت کرے تو روایت مقبول ہوگی اور اگر احتمال والے لفظ سے روایت کرے (مثلاً عن، روی، قال وغیرہ) سے روایت کرے تو روایت نامقبول ہوگی۔

(الباعث الحثیث الی اختصار علوم الحدیث: 1/ 53)

لہٰذا یہ روایت بقیہ بن الولید کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک بہانے کا رد:

مرزا جہلمی کہتا ہے کہ بقیہ نے یہ روایت بحیر کی کتاب سے لکھی ہے لہٰذا قبول ہے، بقیہ کا بحیر کی کتاب سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس کی بنیاد درج ذیل قول ہے:

حدثنا الفضل بن عبد الله بن سليمان، حدثنا سليمان بن عبد الحميد، حدثنا حيوة، قال: سمعت بقية يقول لما قرأت على شعبة كتاب بحير بن سعد، قال: قال لي يا أبا

یحمد لو لم أسمع هذا منك لطرت. (الکامل فی الضعفاء الرجال:2/264)
(1) اس قول کی سند میں امام ابن عدی کا شیخ الفضل بن عبداللہ بن سلیمان کذاب ہے خود امام ابن عدی اور امام دارقطنی نے اس پر جرح کر رکھی ہے۔
(1) الکامل فی ضعفاء الرجال:7/126
(2) موسوعۃ اقوال ابی الحسن الدارقطنی فی رجال الحدیث وعللہ:2/519
(2) امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الفضل بن محمد بن عبد الله بن الحارث الباهلي. أبو العباس الأنطاكي العطار الأحدب. سمع: هشام بن عمار، ودحيماً، وجماعة. وعنه: عمر بن علي العتكي، وأبو علي النيسابوري، وابن عدي وقال: له أحاديث لا يتعابهخ عليها الثقات. وقال الدارقطني: هو كذاب. وقال ابن عدي أيضاً. (تاریخ الاسلام للذہبی:23/215)

(3) امام ابن عساکر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال وأنبأنا حمزة بن يوسف قال الفضل بن محمد الأنطاكي الأحدب سمعت ابن عدي والدارقطني وغيرهما يقولون إنه كذاب (تاریخ دمشق:48/362)

مرزا صاحب زیر بحث روایت کی وجہ سے بہت بغلیں بجاتے، جشن مناتے، لوٹنیاں کھاتے اور ڈینگیں مارتے ہیں کہ زبیر علی زئی نے اسے حسن یا صحیح کہا ہے، جیسے سیدنا معاویہ پر تبرا کر کے ان کو قلبی سکون ملتا ہے اور نامہ اعمال میں بے شمار، نیکیوں، کا اضافہ ہو جاتا ہے جو انہیں نجات کا واحد ذریعہ معلوم ہوتا ہے، اس کام کو وہ خاص طور پر کارِ خیر اور دین کی اصل خدمت سمجھتے ہیں، لیکن افسوس کہ نیم رافضیوں کو علم ہونے کے باوجود ان کی زبانیں فضائل سیدنا معاویہ بیان کرنے سے گنگ اور ہاتھ لکھنے سے مفلوج ہو گئے؟ جو صرف اور صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض کا نتیجہ ہے۔

بقیہ کی روایت پر ایک شبہ کا جواب

اگر کوئی کہے کہ بقیہ بن ولید کی یہ روایت مسند امام احمد میں لفظ ''حَدَّثَنا'' کے ساتھ مروی ہے لہٰذا سماع کی صراحت ہونے کی وجہ سے مقبول ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ بقیہ سے اس روایت کو نقل کرنے والے تین راوی ہیں۔
(۱) حَیْوَہ بن شُرَیح (۲) محمد بن مُصَفّٰی (۳) عمرو بن عثمان بن سعید الحمصی۔

المعجم الکبیر میں امام طبرانی رحمہ اللہ نے اِس کی سند یہ ذکر کی ہے:

محمد بن مصفّٰی ثنا بقيّة عن بَحِير بن سعد۔

المعجم الکبیر ہی میں حیوہ بن شریح کی سند یوں ہے:

حيوة بن شُريح ثنا بقية بن الوليد عن بحير بن سعد۔

سنن ابو داؤد میں عمرو بن عثمان کی سند یوں ہے:

عمرو بن عثمان بن سعيد الحمصي حدثنا بقية عن بحير بن سعد۔

مسند امام احمد میں سند یوں ہے:

حیوہ بن شریح نے بقیہ سے روایت کی بقیہ نے کہا: حدثنا بحیر بن سعد۔

بقیہ کی روایت معنعن ہونے کی وجہ سے نامقبول ہے

بقیہ بن ولید سے روایت کرنے والے تین راویوں میں سے محمد بن مصفّٰی اور عمرو بن عثمان بن سعید الحمصی نے بقیہ عَن بحیر کہہ کر روایت کیا ہے صرف تنہا حیوہ بن شریح نے لفظ حدثنا سے روایت نقل کی ہے اور المعجم الکبیر میں خود حیوہ بن شُریح کی روایت بھی لفظ حدثنا سے نہیں ہے بلکہ لفظ عَن سے ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ مسند احمد کی روایت میں لفظ حدثنا کا ذکر سہو ہے کیوں کہ خود حیوہ بن شریح نے اس کو لفظ عَن سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ دو راوی محمد بن مصفّٰی اور عمرو بن عثمان نے بھی لفظِ عَن سے روایت کیا ہے ثابت ہوا کہ بقیہ کی یہ روایت معنعن (عن والی) ہونے کی بنا پر نامقبول ہے جب یہ نامقبول ہے تو اِس روایت کو بنیاد بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام رکھنا کیوں کر درست ہوگا کہ انھوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو مصیبت قرار نہیں دیا؟

دوسری علت:

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وروايته عن أهل بلده أهل الشام فيها كلام وأكثر أهل العلم يضعفون بقية عن الشاميين وغيرهم وله مناكير وهو ضعيف ليس ممن يحتج به.

ترجمہ: اس کی شامیوں سے روایت میں کلام ہے اور اکثر اہل علم بقیہ کو شامیین وغیرہ سے روایت کرنے میں ضعیف قرار دیتے ہیں اس کی منکر روایات بھی ہیں بقیہ ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: 10/ 272)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ سے ثابت ہو گیا کہ اکثر اہل علم کے نزدیک بقیہ شامیوں وغیرہ سے روایت میں ضعیف ہے اور بحیر بھی شامی ہے۔

تیسری علت:

خالد بن معدان کثیر الارسال راوی ہے اور اس روایت میں بھی اس نے ارسال کیا ہے

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

خالد ابن معدان الكلاعي الحمصي أبو عبد الله ثقة عابد يرسل كثيرا من الثالثة.

(تقریب التہذیب: 1/ 190 رقم 1678)

امام ذہبی فرماتے ہیں: وَأَكْثَرُ ذَالِكَ مُرْسَلٌ. (سیر اعلام النبلاء: 8/ 104 رقم 216)

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

خالد بن معدان الشامي الثقة المشهور قال الذهبي كان يرسل ويدلس.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: ص 31 رقم 46)

اسماعیلی فرماتے ہیں:

وقال الإسماعيلي بينه وبين المقدام بن معد يكرب جبير بن نفير.

ترجمہ: اور اسماعیلی فرماتے ہیں کہ (خالد بن معدان) اور المقدام بن معد کے درمیان جبیر بن نفیر ہے (یعنی خالد بن معدان نے ارسال کیا ہے) (تہذیب التہذیب: 3/ 119، 120 رقم 222)

چوتھی علت:

امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اس کا جنازہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا:

أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الشَّعْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا جَدِّي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنِي أَبُو وَاقِدٍ قَالَ: تُوُفِّيَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي رَبِيعٍ الْأَوَّلِ سَنَةَ تِسْعٍ وَأَرْبَعِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ. (مستدرک للحاکم: 3/ 169 رقم 4790)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دمشق میں تھے تو شہادت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے پاس تعزیت کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو بھیجا اور یزید نے جا کر تعزیت کی ملاحظہ کیجیے تاریخ دمشق میں ابن عساکر بیان کرتے ہیں:

قال قدم عبد الله بن عباس وافدا على معاوية فأمر معاوية ابنه يزيد أن يأتيه فأتاه في منزله فرحب به ابن عباس.....وخرج ابن عباس وجاء الناس يعزونه إذ رفعت الخيل وإذا يزيد بن معاوية قد أتاه ماشيا فلما دنا وسع له فلم يرتفع وجلس بين يديه وقال مجلس المعزى لا مجلس المهنى ثم ذكر الحسن فقال رحم الله أبا محمد أوسع الرحمة وأفسحها وعظم أجرك وأحسن عزاءك وعوضك من مصابك ما هو خير لك ثوابا وخير عقبى...
(تاریخ دمشق:65/404)

اگر امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی بھی عمل دخل ہوتا تو وہ یہ معاملات کرتے، اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے ورثاء ان کا جنازہ اموی گورنر حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو پڑھانے دیتے اور یزید کی تعزیت قبول کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا

(1): سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود زہر دینے والے کا نام نہیں بتایا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب آپکو زہر دیا گیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگے اے بھائی آپ کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اگر میرے ساتھ کام کرنے والا وہی ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ اسکو سخت سزا دے گا اگر وہ نہیں ہے تو میں ناپسند کرتا ہوں تو میرے بدلے میں ایک بے گناہ کو قتل کرے۔
(تاریخ ابن کثیر: 8/62)

مزید اسی روایت میں ہے۔
میرے بھائی اسکو چھوڑ دو حتی کہ میں اور وہ اللہ سے ملاقات کریں آپ نے اسکا نام بتانے سے انکار کر دیا۔
(تاریخ ابن کثیر:8/62)

صاحب ناسخ التواریخ شیعی نے لکھا ہے۔
امام حسن رضی اللہ عنہ سے جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کا نام پوچھا تو آپ نے منع کر دیا۔
(ناسخ التواریخ جلد 2 ص146)

اسی طرح ابن اشہر اشوب شیعی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔
(مناقب آل ابی طالب جلد 4 ص 42 بحوالہ تحفہ جعفریہ جلد 5 ص 217)
ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا بالکل بے بنیاد ہے بلکہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے نام بتانے سے صاف انکار کر دیا نہ جانے ہمارے مخالفین کو کس نے بتا دیا؟
(2): حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا اور نہایت اکرام کرتے تھے اسکے باوجود یہ کہنا کہ آپ نے زہر دیا انتہائی بغض اور صریح الزام تراشی ہے۔
(3): امام حسن کو زہر دینا عقل بھی تسلیم نہیں کرتی ہے کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپکو خلافت بھی سونپ دی تھی اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دینا تھا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیتے کہ وہ ذی جلال اور حق کے سامنے ڈٹ جانے والے تھے جب کے امام حسن رضی اللہ عنہ ان امور سے دور رہنے والے تھے۔
بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے زہر دیا یہ بے حقیقت اور بے ثبوت بات ہے۔ شیعہ نوازی کرنے والوں کے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر 1:

قال ابن عبد البرّ: ذکر أبو زید عمر بن شبه وأبو بکر بن أبي خیثمة قالا: حدّثنا موسی بن إسماعیل قال: حدّثنا أبو بلال عن قتادة قال: دخل الحسین علی الحسن، فقال: یا أخي! إنّي سقیت السمّ ثلاث مرّات، لم أسق مثل هذه المرّة، إنّي لأضع کبدي، فقال الحسین: من سقاك یا أخي؟ قال: ما سؤالك عن هذا، أترید أن تقاتلهم؟ أکلهم إلی الله، فلمّا مات ورد البرید بموته علی معاویة، فقال: یا عجبا من الحسن شرب شربة من عسل بماء رومة فقضی نحبه.»
ترجمہ: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے بھائی! میں نے کئی بار تین بار زہر پیا ہے، لیکن اس مرتبہ کی طرح کبھی نہیں پلایا گیا میرا جگر نکلتا جا رہا ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی! آپ کو کس نے زہر پلایا ہے؟ فرمایا: اس بارے میں آپ کے سوال کا کیا مطلب ہے؟ کیا آپ ان سے لڑائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ میں ان کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی موت کا پیغام پہنچا تو آپ کہنے لگے: افسوس ہے کہ حسن نے رومہ کے پانی کے ساتھ شہد کا ایک

جام پیا اور فوت ہو گئے۔" (الاستیعاب لابن عبدالبر: 1/ 115)

جواب:

اس کی سند سخت ترین "ضعیف" ہے اس کا راوی محمد بن سلیم ابو ہلال الراسبی (م ۱۶۷ھ) جمہور کے نزدیک "ضعیف" ہے۔

اس راوی پر جرح کرنے والے محدثین

(1) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قد احتمل حديثه إلّا أنّه يخالف في حديثه قتادة. وهو مضطرب الحديث عن قتادة.

"اس کی حدیث بیان کی گئی ہے، لیکن یہ قتادہ سے بیان کرنے میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ قتادہ سے اس کی حدیثیں مضطرب ہیں۔" (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 7/ 273)

(2) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ابو ہلال راسبی کی قتادہ سے روایات کیسی ہیں؟ فرمایا: اس میں ضعف ہے، یہ راوی کچھ اچھا ہے۔" (الجرح والتعدیل: 7/ 274)

(3) امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذه الأحاديث لأبي هلال عن قتادة عن أنس كلّ ذلك، أو عامّتها غير محفوظة.

"یہ ابو ہلال کی قتادہ عن انس احادیث ہیں یہ سب کی سب یا اکثر غیر محفوظ ہیں۔"

(الکامل لابن عدی: 6/ 214)

ان تینوں ائمہ کرام کی جرح مفسر ہے یہ روایت بھی ابو ہلال کی قتادہ سے ہے، لہٰذا "ضعیف" ہے۔

(4) امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فيه ضعف.

"اس میں کمزوری ہے۔" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 7/ 275)

(5) امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليس بقوي.

"یہ قوی راوی نہیں ہے۔" (الضعفاء للنسائی: رقم 516)

(6) امام ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليّن. "کمزور راوی ہے۔" (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 7/ 274)

(7) امام یزید بن زریع کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں۔ (الجرح والتعدیل: 7/ 273)
نیز فرماتے ہیں:
عدلت عن أبي هلال عمدا.
”میں جان بوجھ کر ابو ہلال سے دور رہتا ہوں“ (الجرح والتعدیل: 7/ 273 وسندہٗ صحیحٌ)
(8) امام یحییٰ بن سعید القطان اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔
(الجرح والتعدیل: 7/ 273 وسندہٗ صحیحٌ)

(9) امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
وكان أبو هلال شيخا صدوقا، إلّا أنّه كان يخطىء كثيرا من غير تعمّد، حتّى صار يرفع المراسيل، ولا يعلم، وأكثر ما كان يحدّث من حفظه، فوقع المناكير في حديثه من سوء حفظه.
”ترجمہ: ابوہلال سچا شیخ تھا، لیکن بغیر قصد کے بہت زیادہ غلطیاں اس سے سرزد ہوتی تھیں، یہاں تک کہ وہ انجانے میں مرسل روایات کو مرفوع بیان کرنے لگا وہ اکثر اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا، لہٰذا اس کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے منکر روایات اس کی حدیث میں داخل ہو گئیں۔“
(المجروحین لابن حبان: 2/ 295، 296)

(10) امام البزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
واحتملوا حديثه، وإن كان غير حافظ.
ترجمہ: محدثین نے اس کی حدیثیں لی ہیں، اگرچہ یہ حافظے والا نہیں تھا۔“
(مسند البزار: 2/ 340 رقم 7196)

(11) امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
محلّه الصدق، لم يكن بذاك المتين.
ترجمہ: اس کا مقام سچ والا ہے زیادہ مضبوط راوی نہ تھا۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 7/ 274)
(12) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب الضعفاء: ص 121 رقم 339 میں ذکر کیا ہے۔
(13) امام عقیلی رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب الضعفاء الکبیر: 4/ 74 رقم 1630 میں ذکر کیا ہے۔

اس راوی کی تعدیل کرنے والے محدثین

(1) امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔ (سوالات الحاکم: ص 24 رقم 468)
یہ قول امام دارقطنی کے اپنے ہی قول کے معارض ہے، لہٰذا ساقط ہے۔
امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ "ضعیف" راوی ہے۔ (موسوعۃ اقوال الدارقطنی: 31/ 260)
(2) امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:
سلام بن مسكين أحبّ إليك أم أبو هلال؟ قال: أبو هلال أشبه بالمحدثين.
ترجمہ: سلام بن مسکین آپ کو زیادہ اچھے لگتے ہیں یا ابو ہلال؟ فرمایا: ابو ہلال محدثین کے زیادہ قریب ہے۔
(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 7/ 274)
یہ جمہور کی جرح کے معارض و مخالف قول ہے لہٰذا ناقابل قبول ہے۔
(3) امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
كان سليمان بن حرب جيّد الرأي في أبي هلال الراسبي.
ترجمہ: سلیمان بن حرب، ابو ہلال الراسبی کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔"
(الجرح والتعدیل: 7/ 274)

(4) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ليس بصاحب كتاب. ليس به بأس.
ترجمہ: یہ صاحب کتاب نہ تھا اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الجرح والتعدیل: 7/ 274)
یہ قول خود امام صاحب کے اپنے قول کے معارض و مخالف ہے، لہٰذا یہ ناقابل التفات ہے۔
امام صاحب خود فرماتے ہیں:
فَسَمِعْتُ يَحْيَى بن مَعِينٍ يقول : أبو هِلاَل الرَّاسِبِيُّ لم يكن له كتاب وهُوَ ضعيف الحَدِيث.
ترجمہ: اس کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ اس کی حدیث ضعیف ہے۔
(تاریخ ابن ابی خیثمۃ: 1/ 492 رقم 2019)
(5) امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب الکمال: 16/ 319)
یہ قول مردود ہے، کیونکہ اس کے راوی ابو عبید الآجری کے حالات نہیں مل سکے۔

(6) امام عبدالرحمن بن مہدی اس سے روایت لیتے تھے اور وہ غالبا ثقہ سے روایات بیان کرتے تھے۔
(7) امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ: 3/ 268 رقم 2044 میں اس کی روایت کے بارے فرمایا:
إسناده حسن أبو هلال الراسبي صدوق فيه لين وقد توبع.
(8) امام حاکم نے مستدرک: 4/ 333 رقم 7952 میں اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کو ثقہ قرار دیا ہے لیکن امام حاکم تصحیح میں متساہل ہیں۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ ابو ہلال الراسبی البصری جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔
خصوصاً جب یہ قتادہ سے بیان کرے تو ''ضعیف'' ہوتا ہے، لہٰذا حافظ العلائی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ جمہور نے اس کی توثیق کی ہے (فیض القدیر للمناوی: 6/ 381) صحیح نہیں۔
باقی متاخرین، محدثین کا اسے ثقہ قرار دینا متقدمین کے مقابلے میں قابل قبول نہیں۔
دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں قتادہ بن دعامہ مدلس ہیں، لہٰذا روایت ''ضعیف'' ہے اصول یہ ہے کہ جب ثقہ مدلس بخاری ومسلم کے علاوہ بصیغۂ عن یا قال روایت بیان کرے تو وہ ''ضعیف'' ہوتی ہے۔
امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
قتادة إذا لم يقل: سمعت وخولف في نقله، ولا تقوم به حجة.
ترجمہ: قتادہ جب سماع کی تصریح نہ کریں اور اپنی روایت میں ثقہ راویوں کی طرف سے مخالف کیے جائیں تو ان سے حجت نہیں لی جا سکتی۔ (التمہید لابن عبدالبر: 3/ 307)
تیسری بات یہ ہے کہ قتادہ بن دعامہ کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں، لہٰذا یہ قول منقطع ہے اور منقطع روایت حجت نہیں ہوتی۔

دوسری دلیل:

»وقال الهيثم بن عدي: دس معاوية إلى ابنة سهيل بن عمرة امرأة الحسن مأة ألف دينار على أن تسقيه شربة بعث بها إليها ففعلت.
ترجمہ: ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) کی بیوی سہیل بنت عمرہ کو ایک ہزار دینار کے عوض سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) کو زہر پلانے پر اکسایا اس نے زہر اس کے پاس بھیجی تو اس نے ایسا کر دیا۔ (انساب الاشراف لاحمد بن یحییٰ البلاذری: 3/ 59)
جواب: یہ روایت ''موضوع'' (جھوٹ کا پلندا) ہے۔

اس کا راوی ہیثم بن عدی بالاتفاق ''کذاب'' اور ''متروک الحدیث'' ہے
امام ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:
وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ، وَأَبُو دَاوُدَ: كَذَّابٌ.
ترجمہ: ابن معین اور ابو داوٗد اس کو کذاب کہتے ہیں۔
وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: سَكَتُوا عَنْهُ. وَقَالَ النَّسَائِيُّ، وَغَيْرُهُ: مَتْرُوْكُ الحَدِيْثِ
اور امام بخاری اس سے سکوت کرتے ہیں اور نسائی وغیرہ نے متروک الحدیث کہا۔
(سیر اعلام النبلاء: 10/ 103 رقم 4)
اس لیے شیعہ اور شیعہ نواز اس کی روایات کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

دلیل نمبر 3:

قال الإمام ابن سعد: أنا محمّد بن عمر: نا عبدالله بن جعفر عن عبد الله بن حسن قال: كان الحسن بن علي رجلا كثير نكاح النساء، وكنّ أقلّ ما يحظين عنده، وكان قلّ امرأة يتزوّجها إلّا أحبّته وضنت به، فيقال: إنّه كان سقي، ثم أفلت، ثم سقي فافلت، ثمّ كانت الآخرة توفّي فيها، فلمّا حضرته الوفاة، قال الطبيب، وهو يختلف إليه: هذا رجل قد قطع السم أمعاءه، فقال الحسين: يا أبا محمّد! خبّرني من سقاك السمّ، قال: ولم يا أخي؟ قال: أقتله، والله قبل أن أدفنك، أو لا أقدر عليه، أو يكون بأرض أتكلّف الشخوص إليه، فقال: يا أخي! إنّما هذه الدنيا ليال فانية دعه، حتّى ألتقي أنا وهو عند الله، فأبى أن يسمّيه، وقد سمعت بعض من يقول: كان معاوية قد تلطّف لبعض خدمه أن يسقيه سمّا.«

ترجمہ: عبداللہ بن حسن بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ عورتوں سے بہت زیادہ نکاح کرتے تھے عورتیں ان کے پاس بہت کم عرصہ گزار پاتیں تقریباً سب عورتیں، جن سے آپ شادی کرتے، وہ آپ سے محبت کرتیں، کہا جاتا ہے کہ ان کو زہر پلایا گیا، لیکن وہ جانبر ہو گئے، پھر زہر پلایا گیا، لیکن وہ پھر جانبر ہو گئے جب آخری دفعہ زہر دیا تو وہ اس میں فوت ہو گئے جب ان کی وفات کا وقت حاضر ہوا تو طبیب نے ان کی طرف آتے ہوئے کہا: یہ ایسا آدمی ہے، جس کی انتڑیاں زہر نے کاٹ دی ہیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو محمد! مجھے بتائیے کہ آپ کو زہر کس نے پلائی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں اے بھائی؟ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا

: اللہ کی قسم میں اسے آپ کو دفن کرنے سے پہلے قتل کر دوں گا یا اس پر قادر نہ ہو سکوں گا یا وہ ایسی زمین میں ہو گا، جہاں میرا داخل ہونا مشکل ہو گا اس پر حسن ؓ نے فرمایا: اے میرے بھائی! یہ دنیا چند فانی راتوں پر مبنی ہے اس شخص کو چھوڑ، میں اسے اللہ کے ہاں مل لوں گا یہ کہہ کر انہوں نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ معاویہ ؓ نے حسین ؓ کے کسی خادم کو زہر پلانے پر ورغلایا تھا۔"

(تاریخ ابن عساکر: 13/ 283،284)

یہ روایت سخت ترین "ضعیف" ہے۔

اس کا راوی محمد بن عمر الواقدی "کذاب" ہے۔

چند محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

امام شافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 204ھ) نے کہا:

كتب الواقدي كذب

ترجمہ: واقدی کی ساری کتابیں جھوٹی ہیں۔ (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 20 وسندہ صحیح)

امام إسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ 237ھ) نے کہا:

عندي ممن يضيع الحديث.

ترجمہ: میرے نزدیک یہ حدیث گھڑنے والوں میں سے تھا۔

(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: 8/ 20 وسندہ صحیح)

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 303ھ) نے کہا:

والكذابون المعروفون بوضع الحديث على رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعة: ابن أبي يحيى بالمدينة والواقدي ببغداد ومقاتل بن سليمان بخراسان ومحمد بن السعيد بالشام.

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث گھڑنے والے مشہور و معروف جھوٹے راوی چار ہیں، مدینہ میں ابن ابی یحییٰ، بغداد میں واقدی، خراسان میں مقاتل بن سلیمان، شام میں محمد بن سعید۔

(میزان الاعتدال: 3/ 562)

امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 507ھ) نے کہا:

أجمعوا على تركه.

ترجمہ: اس کے متروک ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔ (معرفۃ التذکرۃ لابن القیسرانی: ص163)
امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 748ھ) نے کہا:
قد انعقد الإجماع اليوم على أنه ليس بحجة، وأن حديثه في عداد الواهي.
ترجمہ: آج اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ واقدی حجت نہیں ہے اور اس کی حدیث سخت ضعیف میں شمار ہوگی۔ (سیر أعلام النبلاء للذہبی: 9/469)

دلیل نمبر 4:

ابوبکر بن حفص بیان کرتے ہیں:
توفّي الحسن بن علي وسعد بن أبي وقّاص في أيّام بعد ما مضى من إمارة معاوية عشر سنين، وكانوا يرون أنّه سقاهما سمًّا.
ترجمہ: سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد کے دس سال گزرنے کے بعد فوت ہوئے لوگوں کا خیال تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو زہر پلایا تھا۔
(مقاتل الطالبین لابی الفرج علی بن الحسین الاصبہانی: ص20)
تبصرہ: یہ روایت شیطان لعین نے گھڑی ہے، جو رافضیوں کے ہاتھ لگ گئی ہے انہوں نے اس کو اپنے مذہب وعقیدہ پر دلیل بنالیا ہے۔
(1) صاحبِ کتاب اموی شیعہ ہے اس کے بارے میں توثیق ثابت نہیں اس کے شاگرد محمد بن ابی الفوارس کہتے ہیں:
وكان قبل أن يموت اختلط.
''یہ اپنی موت سے پہلے بدحواس ہوگیا تھا۔'' (تاریخ بغداد للخطیب: 11/398)
(2) اس کے راوی احمد بن عبید اللہ بن عمار کے بارے میں امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:
وكان يتشيّع. ''یہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔'' (تاریخ بغداد: 4/252)
حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
من رؤوس الشيعة. ''یہ شیعہ کے سرداروں میں سے تھا۔'' (میزان الاعتدال للذہبی: 1/118)
اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔
(3) اس کا مرکزی راوی عیسیٰ بن مہران ہے اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

رافضي، كذّاب.

"یہ رافضی اور بہت بڑا جھوٹا تھا۔" (میزان الاعتدال للذہبی: 3/324)

امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں کہ یہ کذاب آدمی تھا۔ (الجرح والتعدیل: 6/290)

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

حدّث بأحاديث موضوعة مناكير، محترق في الرفض.

"اس نے بہت سی من گھڑت اور منکر روایات بیان کی ہیں یہ کٹر قسم کا رافضی تھا۔"

(الکامل لابن عدی: 5/260)

نیز فرماتے ہیں:

والضعف بيّن على حديثه "اس کی حدیث پر ضعف واضح ہے۔"

(الکامل لابن عدی: 5/261)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رجل سوء، ومذهب سوء.

"آدمی بھی بُرا تھا اور اس کا مذہب بھی بُرا تھا۔" (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ص 31 رقم 416)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان عيسىٰ بن مهران من شياطين الرافضة ومردتهم، ووقع إليّ كتاب من تصنيفه في الطعن على الصحابة وتضليلهم وإكفارهم وتفسيقهم، فوالله لقد قف شعري عند نظري فيه، وعظم تعجّبي ممّا أودع ذلك الكتاب من الأحاديث الموضوعة...

"عیسیٰ بن مہران شیاطین اور لعین قسم کے رافضیوں میں سے تھا مجھے اس کی تصنیفات میں سے ایک کتاب ملی، جو کہ صحابہ کرام پر طعن، ان کو گمراہ قرار دینے، ان کو فاسق کہنے اور ان کی تکفیر پر مبنی تھی اللہ کی قسم! اس کتاب کو دیکھتے ہوئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس کتاب میں اس نے جو من گھڑت احادیث ذکر کی تھیں، ان سے میں بڑا متعجب ہوا......" (تاریخ بغداد للخطیب: 11/167)

تنبیہ:

لسان المیزان: 6/282 رقم 5954 میں اس کے حالات لکھتے ہوئے کسی ناسخ نے غلطی سے "ولحقه ابن جرير" (ابن جریر اس کو ملے تھے) کی بجائے "وثقه ابن جرير" (ابن جریر نے اسے ثقہ قرار دیا ہے) لکھ دیا

ہے۔
اس کذاب کی روایت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے حیرانی کی بات ہے کہ یہ لوگ یوم حساب سے غافل ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کے خلاف ان کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تحریروں اور زبان سے نکلی ہوئی باتوں کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی؟

دلیل نمبر 5:

عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں:

» كنت مع الحسن والحسين في الدار، فدخل الحسن المخرج، ثمّ خرج، فقال: لقد سقيت السمّ...«

''میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ گھر میں تھا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ دروازے میں داخل ہوئے، پھر باہر آئے اور فرمایا: میں نے زہر پیا ہے...'' (مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی الشیعی الاموی: ص20)

جواب:

اس من گھڑت روایت کا معنیٰ ومفہوم وہی ہے اور اس میں علتیں بھی بعینہ وہی ہیں، جو اس سے پہلے والی روایت میں ہیں۔

دلیل نمبر 6:

ابن جعدۃ کہتے ہیں:

» كانت جعدة بنت الأشعث بن قيس تحت الحسن بن علي، فدسّ إليها يزيد أن سمي حسنا، إنّي مزوّجك، ففعلت، فلمّا مات الحسن بعثت إليه الجعدة، تسأل يزيد الوفاء بما وعدها، فقال: إنّا والله لم نرضك للحسن، فنرضاك لأنفسنا.«

ترجمہ: جعدہ بنت الاشعث بن قیس سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی یزید نے اسے بہلایا کہ تو حسن کو زہر دے دے تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا اس نے ایسا کر دیا جب حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو جعدہ نے یزید سے اپنے وعدے کو وفا کرنے کا مطالبہ کیا اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے تجھے حسن کے لیے پسند نہیں کیا تھا، اپنے لیے کیسے کریں۔'' (تاریخ ابن عساکر: 13/ 284، المنتظم لابن الجوزی: 5/ 226)

جواب: یہ جھوٹا قصہ ہے۔

(1) اس کا گھڑنے والا یزید بن عیاض بن جعدۃ اللیثی ہے، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن المدینی، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن عدی، امام ابوزرعہ الرازی، امام ابوحاتم الرازی، امام ساجی، امام جوزجانی، امام عمرو بن علی الفلاس وغیرہم نے اسے "ضعیف، منکر الحدیث" اور "متروک الحدیث" کے الفاظ کے ساتھ مجروح کیا ہے اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں ہے۔

(2) اس کا دوسرا راوی محمد بن خلف بن المرزبان الآجری کے بارے میں متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے توثیق کا کوئی کلمہ استعمال نہیں کیا، بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو أخباري، لين.

"یہ تاریخ دان تھا اور کمزور راوی تھا۔" (سوالات حمزہ بن یوسف السہمی: ص103 رقم 59)

لہٰذا حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء: 27/294 رقم 171) کا اسے صدوق قرار دینا صحیح نہیں۔

دلیل نمبر 7:

» عن أم موسى أن جعدة بنت الأشعث ابن قيس سقت الحسن السم. فاشتكى منه شكاة. قال: فكان يوضع تحته طست وترفع أخرى نحوا من أربعين يوما. «

"ام موسیٰ بیان کرتی ہیں کہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلایا اس سے آپ بیمار ہو گئے آپ کے نیچے ایک برتن رکھا جاتا اور دوسرا اٹھایا جاتا تقریباً چالیس دن تک یہ معاملہ رہا۔"

(تاریخ ابن عساکر: 13/284)

جواب:

اس کی سند "ضعیف" ہے۔

یعقوب نامی راوی کا تعین درکار ہے، نیز ام موسیٰ سے اس کا سماع مطلوب ہے۔

خلاصہ کلام: وہ روایات جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا، ان کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا ہے سند دین ہے، بے سند اور "ضعیف" روایات پیش کرنا اور ان پر اپنے عقیدہ وعمل کی بنیاد ڈالنا اہل حق کا وطیرہ نہیں نیز "ضعیف" اور بے سروپا روایات صحابہ کرام کے خلاف پیش کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ بدگمانی کے زمرہ میں آئے گا بدگمانی گناہ ہے اللہ تعالیٰ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

حدیث سفینہ اور مرزا جہلمی کا باطل استدلال

مرزا جہلمی اپنی وڈیو 18 مارچ 2017، موضوع خلافت راشدہ 30 سال کے تحت حدیث سفینہ پیش کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرتا ہے اسی طرح ریسرچ پیپر واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر میں نمبر 2 کے حدیث سفینہ لکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتا ہے اس کی پوری تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (نبوت کے طرز پر خلافت) تیس سال ہے، پھر اللہ تعالیٰ سلطنت جسے چاہے گا یا اپنی سلطنت جسے چاہے گا، دے گا۔

(سنن ابوداود: 4/343 رقم 4749)

مرزا جہلمی صاحب اس روایت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ خلافت کا دور صرف تیس سال تک چلا اور اس کے بعد خلافت ختم ہوگئی۔

اولا: اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ تیس سال کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی؟ اس میں تو صرف یہ ہے کہ خلافت تیس سال تک ہے یعنی اس امت کی اعلیٰ ترین اور افضل ترین خلافت تیس سال تک ہے اس کے تو ہم بھی قائل ہیں پہلے چار خلفاء اور ان کی حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر اعتبار سے افضل ہے۔

اس میں یہ نہیں کہ تیس سال کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی جیسے آپ نے دس جنتی صحابہ کے نام لیے کہ یہ جنتی ہیں؛ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دس کے علاوہ باقی صحابہ جنتی نہیں ہیں؟

ان دس میں تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نام بھی نہیں ہیں جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اسی طرح حدیث میں ہے (الحج عرفة) حج تو عرفہ کے دن کا ہے کیا اس کا مطلب ہے کہ حج عرفہ کے دن پورا ہو جاتا ہے؟ حالانکہ یوم عرفہ کے بعد بھی حج کے کئی احکام باقی رہتے ہیں، صحیح بخاری: 2/128، 129 رقم 1392 میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت آیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ معاملہ چھ افراد کے حوالے کیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے، اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان چھ کے علاوہ باقی سے راضی نہیں تھے؟ بلکہ مقصد یہی ہے کہ ان سے سب سے زیادہ راضی تھے۔

ثانیاً: بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں جیسا کہ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا رِزْقُ اللهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ فَرَجَحْتَ بِأَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ وُزِنَ أَبُو بَكْرٍ بِعُمَرَ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ بِعُمَرَ، ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ بِعُثْمَانَ فَرَجَحَ عُمَرُ بِعُثْمَانَ، ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ، فَاسْتَهَلَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ.

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے (خواب میں) دیکھا گویا کہ آسمان سے ایک ترازو اتری ہے تو آپ کا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھاری ہو گئے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بھاری ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ بھاری ہو گئے، پھر ترازو اٹھالی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تاویل یہ کی کہ یہ خلافت نبوت کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا ملوکیت دے دے گا" (مسند البزار: 9/281 رقم 3829)

اس حدیث کے سارے رجال ثقہ ہیں جبکہ مؤمل بن اسماعیل مرزا کے ہاں تو حسن الحدیث ہیں۔

اس حدیث پر غور کریں، اس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد ان کے دور کو خلافت نبوت کا دور قرار دیا ہے اور پھر اس کے بعد ملوکیت کا دور بتلایا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی ناصبی اس حدیث کی بنیاد پر یہ کہنا شروع کر دے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت خلافت راشدہ سے خارج ہے؟ تو ایسا شخص صریح غلطی پر اور گمراہ تصور ہوگا کیونکہ اس حدیث میں یہ تو نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی۔

ثالثاً: اس روایت کا اگر مقصد یہ ہے کہ تیس سال کے بعد خلافت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی تو امام مہدی رحمہ اللہ کی حکومت کو تقریباً تمام علماء خلافت ہی مانتے ہیں اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حکومت کو بھی کئی علماء نے خلافت کا دور کہا ہے اسی طرح صحیح بخاری وغیرہ کے اندر موجود روایت کہ اس امت میں بارہ خلفاء قریش سے آئیں گے ہر ایک پر اجماع ہوگا تو یہ خلافت کدھر جائے گی کیا ان روایات کا انکار کرنا جائز ہے۔

رابعاً: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے عادل بادشاہ بھی تھے جس کی بادشاہت کی خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی ہے کہ آپ کی بادشاہت کو رحمت والی بادشاہت کہا گیا ہے اور بادشاہ ہونے کے باوجود آپ کی حکومت کو خلافت سے خارج نہیں کیا جا سکتا، حضرت داؤد علیہ السلام ایک ہی وقت میں بادشاہ بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ. (سورہ ص: آیت 20)

ترجمہ: اور ہم نے اس کی ملک (بادشاہت) کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکومت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا

مذکورہ آیت میں داؤد علیہ السلام کو بادشاہ کہا گیا مندرجہ ذیل آیت میں خلیفہ۔

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (سوۃ ص: آیت 26)

ترجمہ: اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

لہٰذا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلافت سے خارج کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اشارۃً اس کو خلافت بھی کہا ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ » لاَ يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الأُمَّةُ «. فَسَمِعْتُ كَلاَمًا مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَمْ أَفْهَمْهُ قُلْتُ لأَبِي مَا يَقُولُ قَالَ » كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ. (سنن ابوداؤد: 4/ 170 رقم 4281)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دین (اپنی اصل شکل و حالت میں) قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک پر امت اتفاق کرے گی پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی جسے میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ سارے

خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔
صحیح مسلم میں روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَمَعِي أَبِي فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ « لاَ يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً ». فَقَالَ كَلِمَةً صَمَّنِيهَا النَّاسُ فَقُلْتُ لأَبِي مَا قَالَ قَالَ « كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ ». (صحیح مسلم:6/3 رقم4814)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین مضبوط رہے گا بارہ خلیفوں تک پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی جسے میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ سارے خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔
طبرانی کے اندر الفاظ ہیں کہ ان بارہ خلیفوں کے دور میں دین صالح (نقص وعیب اور بدعات سے پاک) رہے گا۔

نوٹ:

مذکورہ احادیث سے پتہ چلا کہ اس امت میں بارہ قریشی خلفاء آئیں گے اور ان پر پوری امت محمدیہ متفق ہو جائے گی اور ان کے دور میں دین مضبوط رہے گا اور بدعات وخرافات سے پاک رہے گا یاد رہے کہ تاریخ اسلام گواہ ہے عظیم قریشی شہزدے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر پوری امت حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما سمیت متفق ہو گئی اور یقیناً ان کے دور میں اسلام غالب مضبوط رہا بہت زیادہ اور تاریخی فتوحات نصیب ہوئیں۔

حدیث سفینہ کی تخریج

(1) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم خِلاَفَةُ النُّبُوَّةِ ثَلاَثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ.

(1) سنن ابوداود: 4/343 رقم 4649 (2) معجم الکبیر للطبرانی: 6/194 رقم 6329
(3) اخبار اصفہان: 3/420 رقم 899 (4) الکامل الضعفاء الرجال: 4/457

(2) حَدَّثَنَا الْحَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَفِينَةُ، قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يَكُونُ مُلْكٌ. ثُمَّ قَالَ سَفِينَةُ: أَمْسِكْ، خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ وَخِلَافَةُ عُمَرَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ وَخِلَافَةُ عُثْمَانَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ ثُمَّ خِلَافَةُ عَلِيٍّ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِينَ قُلْتُ: فَمُعَاوِيَةُ؟ قَالَ: كَانَ أَوَّلَ الْمُلُوكِ.

(1) مسند الطیالسی: 2/261 رقم 1203 (2) تہذیب الکمال: 6/509
(3) فضائل الخلفاء الراشدین: 1/346 رقم 218 (4) المدخل للبیہقی: 1/31 رقم 30

(3) حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، ح وَعَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي حَمَّادٌ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " الْخِلَافَةُ ثَلَاثُونَ عَامًا، ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ الْمُلْكُ " قَالَ سَفِينَةُ: " أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ سِتَّ سِنِينَ .

(1) مسند احمد تحقیق: 36/248 رقم 21919 (2) شرح مشکل الآثار: 8/4143349
(3) مسند الرویانی: 1/219 رقم 674

(4) حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ الْعَبْسِيُّ، كُوفِيٌّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، حَدَّثَنِي سَفِينَةُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكًا بَعْدَ ذَلِكَ " ثُمَّ قَالَ لِي سَفِينَةُ: " أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ، وَأَمْسِكْ خِلَافَةَ عَلِيٍّ " قَالَ: " فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِينَ سَنَةً، ثُمَّ نَظَرْتُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْخُلَفَاءِ، فَلَمْ أَجِدْهُ يَتَّفِقُ لَهُمْ ثَلَاثُونَ " (مسند احمد تحقیق: 36/256 رقم 21928)

(5) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ، ثنا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، حَدَّثَنِي سَفِينَةُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْخِلَافَةُ بَيْنَ أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذَلِكَ» ، ثُمَّ قَالَ لِي سَفِينَةُ: أَمْسِكْ، فَأَمْسَكْتُ خِلَافَةَ أَبِي

بَكْرٍ وَخِلَافَةَ عُمَرَ وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَوَجَدْتُهَا ثَلَاثِينَ۔

(1) معجم الکبیر للطبرانی: 7/ 83 رقم 6442 (2) معجم شیوخ ابن عساکر: 1/ 70 رقم 120

(3) فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم: ص 346 رقم 218

(6) حَدَّثَنِي بِهِ، مُحَمَّدُ بْنُ عُمَارَةَ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ مُلْكٌ «. قَالَ لِي سَفِينَةُ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ: سَنَتَانِ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ: عَشْرٌ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ: اثْنَتَا عَشْرَةَ، وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ: سِتٌّ، قَالَ: فَنَظَرْتُ فَوَجَدْتُهَا ثَلَاثُونَ سَنَةً.

(1) صریح السنۃ للطبری: ص 24 رقم 26 (2) تاریخ دمشق: 39/ 251

(3) الاعتقاد للبیہقی: ص 333 (4) دلائل النبوۃ: 6/ 342

(7) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بن يَحْيَى السَّاجِيُّ، حَدَّثَنَا سَوَّارُ بن عَبْدِ اللهِ بن سَوَّارٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بن سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بن جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ مَنْ يَشَاءُ، أَوْ قَالَ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ". قَالَ سَعِيدٌ: "أَمْسَكَ أَبُو بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَعُمَرُ عَشْرًا، وَعُثْمَانُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ، وَعَلِيٌّ سِتًّا"

(1) معجم الکبیر للطبرانی: 6/ 194 رقم 6330 (2) فضائل الخلفاء الراشدین: ص 346

اس حدیث کے تمام طرق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مرکزی راوی سعید بن جمہان ہیں، اور وہ صدوق وثقہ ہیں اور ان کی حدیث کو سلف صالحین نے قبول کیا ہے لیکن ان سے نیچے کئی راویوں نے مختلف اضافے کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے، ان اضافوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کو ہدف تنقید کیا گیا ہے اس روایت کے متن میں جہاں تک خلافت کی بات ہے وہ صحیح ہے باقی راویوں کے اضافے درست نہیں ہیں اور نہ ان اضافوں کو محدثین نے قبول کیا ہے اور نہ ہم اصول حدیث کے مطابق قبول کر سکتے ہیں مرزا نے اس حدیث کے متن کی من مانی تشریح سے لوگوں کے ذہنوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی حکومت کے خلاف کیا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب (خمر) پینے کا الزام اور اس کا جواب

مرزا جہلمی کا حضرت معاویہ پر شراب پینے کا الزام لگانا اور ان کے متعلق نازیبا الفاظ کے ساتھ گفتگو کرنا قابل مذمت ہے اس کا تفصیلی جواب قاری ظہور احمد فیضی کے الزام نمبر 40 کے جواب کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بغض علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آہستہ تلبیہ کہلوانے کا مرزا کا الزام

مرزا ایک روایت پیش کر کے یہ الزام لگاتا ہے وہ روایت یہ ہے۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: مَا لِي لَا أَسْمَعُ النَّاسَ يُلَبُّونَ؟ قُلْتُ: يَخَافُونَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ، مِنْ فُسْطَاطِهِ، فَقَالَ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ.

ترجمہ: سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرفات میں تھا تو وہ کہنے لگے کیا بات ہے میں لوگوں کو تلبیہ پکارتے ہوئے نہیں سنتا، میں نے کہا لوگ معاویہ سے ڈر رہے ہیں (انہوں نے لبیک کہنے سے منع کر رکھا ہے) تو ابن عباس اپنے خیمے سے باہر نکلے اور کہا لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ. علی کے بغض میں لوگوں نے سنت چھوڑ دی۔ (النسائی: رقم 3009)

جواب: اس روایت کا ترجمہ دیکھ لیں بریکٹ لگا کر اپنے الفاظ بھی داخل کیے گئے، اس کے ساتھ یہ دیکھ لیں کہ مرزا کا دعوٰی ہے کہ میں صحیح حدیث پیش کرتا ہوں جبکہ یہ ضعیف روایت ہے فضائل میں تو ضعیف روایت قبول ہوتی ہے مگر کسی پر الزام ثابت کرنے کے لئے تو یہ قابل قبول نہیں ہوتی، اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ بدعتی شیعہ راوی کا حضرت معاویہ کے خلاف بیان قبول نہیں ہوتا آئیے دیکھتے ہیں کہ اس کا راوی کیسا ہے اس روایت میں ایک راوی خالد بن مخلد ہے بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے جبکہ بعض نے اس پر جرح کی ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

امام ذہبی لکھتے ہیں:

(1) وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: صَدُوقٌ، لَكِنَّهُ يَتَشَيَّعُ.
ترجمہ: امام داؤد فرماتے ہیں: صدوق ہے لیکن شیعہ ہے۔
(2) وَقَالَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: لَهُ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ.
ترجمہ: اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔
(3) وَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ سَعْدٍ: كَانَ مُنْكَرَ الحَدِيثِ، مُفْرِطاً فِي التَّشَيُّعِ، كَتَبُوا عَنْهُ ضَرُورَةً.
ترجمہ: محمد بن سعد فرماتے ہیں: یہ منکر الحدیث تھا اور غالی شیعہ تھا ضرورتاً اس سے لکھتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: 10/ 218 رقم 55)

(4) جیسا کہ بعض راوۃ کی خاص علاقہ والے راویوں سے روایت لی جاتی ہے کیوں کہ انہوں نے اس کو صحیح طرح یاد کیا ہوتا ہے اور اگر یہی راوی کسی دوسرے علاقے کے لوگوں سے بیان کرے تو اس کی روایت نہیں لی جائے گی، کیوں وہ روایت اسے صحیح طرح یاد نہیں ہوتی اور اس میں غلطیاں کرتا ہے، اور یہ جرح مفسر کی ایک قسم ہے۔
چنانچہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
الضرب الثانی من حدث عن أهل مصر أو إقليم فحفظ حديثهم، وحدث عن غيرهم فلم يحفظ.
دوسری قسم ان راویوں کی ہے جنہوں نے کسی شہر والوں یا کسی خطے کے لوگوں سے روایت کی تو ان کی حدیث کو یاد کر لیا اور (جب) ان کے علاوہ سے روایت کی تو یاد نہ رکھ سکے۔ (شرح علل الترمذی: 2/ 609)
امام ابن رجب حنبلی اس راوی کے بارے ایک اصول بتاتے ہیں:
ذکر الغلابی فی تاریخ قال القطوانی یوخذ عنه مشیخه المدینه وابن بلال قط. یرید سلیمان بن بلال، ویعنی بهذا لا یوخذ عنه الا حدیثه عن اهل المدینة وسلیمان ابن بلال منهم.
ترجمہ: (امام جرح والتعدیل) غلابی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ (خالد بن مخلد) القطوانی سے وہ حدیثیں قبول کی جائیں گی جو اس نے اپنے مدنی استاد اور ابن بلال یعنی سلیمان بن بلال سے بیان کی ہیں (ابن رجب فرماتے ہیں) اس کا مطلب یہ کہ اس سے روایت نہیں لی جائے گی مگر وہ جو اہل مدینہ سے یا سلیمان بن بلال سے بیان کرے۔ (شرح علل الترمذی ابن رجب: 2/ 614 ذکر خالد بن مخلد القطوانی)

اس پر نکارت کی جرح ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر شیعیت کی بھی جرح ہے جیسا کہ اس کے شاگرد امام ابن سعد رحمہ اللہ نے گواہی دی ہے نیز دیگر اہل علم نے بھی اس کی تائید کی ہے اور زیر نظر روایت میں اس کی شیعیت بہت نمایاں ہے اسی لئے تو اہل تشیع اسے مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اور یہ زیر نظر روایت میں اس نے یہ روایت اہل مدینہ سے نہیں بیان کی ہے بلکہ اہل کوفہ سے بیان کی ہے اس لئے یہ روایت ضعیف ہے واضح رہے کہ یہ بخاری ومسلم کا راوی ہے اور بخاری ومسلم کے راوی عام طور سے ثقہ ہوتے ہیں لیکن بعض ضعیف بھی ہوتے اور بخاری ومسلم کے علاوہ دیگر کتب میں ان کی روایات ضعیف قرار دی جاتی ہیں اس طرح کی کئی مثالیں ہیں اس لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی راوی بخاری مسلم کا ہو تو لازمی طور پر ثقہ ہو بلکہ بخاری ومسلم کے رجال میں بعض ضعیف رواۃ بھی ہیں اور امام بخاری ومسلم متابعات وشواہد اور جانچ پڑتال کی بنیاد پر ایسے رواۃ کی احادیث بھی ان کی سندوں میں امتیازی خوبیوں کے باعث لے لیتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ درج بالا روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں موجود خالد بن مخلد متکلم فیہ ہے اس کے اندر کٹر شیعیت ہے اس روایت کو اس نے اہل مدینہ کے بجائے اہل کوفہ سے نقل کیا ہے لہٰذا یہ روایت قبول نہیں ہے۔

اس الزام کا جواب مکمل تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو ،، میری کتاب ،، القول الاحسن فی جواب کتاب صلح امام حسن ، کے ص 260 تا 264 میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر قتل کرنے اور باطل طریقہ سے مال کھانے کا مرزا جہلمی کا الزام

مرزا جہلمی یہ روایت پیش کر کے حضرت معاویہ پر الزام لگاتا ہے آئیے اس الزام کا تحقیقی جواب ملاحظہ فرمائیں روایت کو ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَأَتَيْتُهُمْ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم الصَّلاَةَ جَامِعَةً. فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلاَّ كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلاَءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي. ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ هَذِهِ. فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الآخَرِ». فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللهَ آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم- فَأَهْوَى إِلَى أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَاىَ وَوَعَاهُ قَلْبِي. فَقُلْتُ لَهُ هَذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللهُ يَقُولُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلاَ تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَاعْصِهِ

فِي مَعْصِيَةِ اللهِ.

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے میں ان کے پاس آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا تو عبداللہ نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ رکے ہم میں سے بعض نے اپنا خیمہ لگانا شروع کر دیا اور بعض تیر اندازی کرنے لگے اور بعض وہ تھے جو جانوروں میں ٹھہرے رہے۔

روایت کی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کا مال لوٹتے اور ناحق قتل کرواتے تھے؟

معترض کے پاس دلیل ہے تو کوئی نہیں، دلیل تراشنے کی کوشش کرتے ہیں مذکورہ روایت کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ دیکھیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کا مال بھی لوٹتے تھے اور لوگوں کو ناحق طریقے سے قتل بھی کرواتے تھے۔

قارئین یہ جانتے ہیں کہ یہ بات جو کر رہا ہے وہ شخص کون ہے؟ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی حریف ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حامی ہے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف ہے اور کھل کر تنقید بھی کر رہا ہے، یہ مخالف آدمی ہے، اگر کسی کو قتل کروانا تھا تو کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے حامیوں کو حکم دیتے یا پھر اپنے مخالف کو؟

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

الْمَقْصُودُ بِهٰذَا الْكَلَامِ أَنَّ هٰذَا الْقَائِلَ لَمَّا سَمِعَ كَلَامَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَذِكْرَ الْحَدِيثِ فِي تَحْرِيمِ مُنَازَعَةِ الْخَلِيفَةِ الْأَوَّلِ وَأَنَّ الثَّانِي يُقْتَلُ فَاعْتَقَدَ هٰذَا الْقَائِلُ هٰذَا الْوَصْفَ فِي مُعَاوِيَةَ لِمُنَازَعَتِهِ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَتْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَةُ عَلِيٍّ فَرَأَى هٰذَا أَنَّ نَفَقَةَ مُعَاوِيَةَ عَلَى أَجْنَادِهِ وَأَتْبَاعِهِ فِي حَرْبِ عَلِيٍّ وَمُنَازَعَتِهِ وَمُقَاتَلَتِهِ إِيَّاهُ مِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ وَمِنْ قَتْلِ النَّفْسِ لِأَنَّهُ قِتَالٌ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَا يَسْتَحِقُّ أَحَدٌ مَالًا فِي مُقَاتَلَتِهِ.

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: 12/234)

عبدالرحمن بن عبدرب کعبہ نے جو اعتراض کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں نے بیعت کر لی، بیعت کے بعد خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور اس کی نافرمانی سے رکنے کا حکم ہے تو معاویہ رضی اللہ عنہ جو اپنے لشکروں پر مال خرچ کر رہے ہیں اور جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں مارے

جارہے ہیں یہ تو گویا ناحق ہے تو اس تناظر میں عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے یہ بات کی تھی کہ یہ تو سیدنا علی ﷛ کی مخالفت ہے جو درست نہیں ہے، حق نہیں ہے ناحق ہے، یہ ان کا ایک موقف تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حرام کھانے والے خلیفہ سے امام حسن ﷛ کا معاہدہ کہ ان کو اس لوٹ کے مال میں سے خمس دیا جائے کیا ہے؟ کیا وہ حرام نہیں ہے؟

اللہ معاویہ ﷛ کا پیٹ نہ بھرے، سے مرزا کے باطل استدلال کا جواب

مرزا جہلمی اعتراض کرتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بد دعا دی' چنانچہ مسلم شریف کی حدیث لاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ ایک بار مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا' میں بلانے گیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کھانا کھا رہے ہیں تو فرمایا ان کا پیٹ نہ بھرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا بھی قبول ہے اور خلاف دعا بھی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کے خلاف دعا کی۔

جواب:

مرزا کی پیش کردہ اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں:

:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، کہا: آپ آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے کھلے ہاتھ سے ہلکی سی ضرب لگائی اور فرمایا: جاؤ، میرے لیے معاویہ کو بلا لاؤ، میں نے آپ سے آ کر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں آپ نے دوبارہ مجھ سے فرمایا: جاؤ، معاویہ کو بلا لاؤ میں نے پھر آ کر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 6628)

اس حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(1) ظاہر یہ ہے کہ عہد سے مراد دعا ہے اور یہ کلام اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی اے مولیٰ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو میری دعا رد نہ فرمائے گا کیونکہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی ان کی دعا مثل عہد الٰہی کے ہے جس کے خلاف کا احتمال نہیں ۔ مرقات ۔

(2) یعنی چونکہ تو نے مجھ میں بشریت بھی ودیعت رکھی ہے اور بشریت کے لیے غصہ بھی لازم ہے اگر میں کسی وقت غصہ میں کسی کو زبانی یا بدنی تکلیف پہنچا دوں تو تو میری بددعا یا میری مار کو اس شخص کے لیے رحمت بنا دینا میری بددعا کو الٹی کر کے لگانا اس فرمان پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بددعاؤں کو جو کسی امتی کے لیے ہو جائیں خود دعا بنا دیا کہ عرض کیا خدایا وہ بددعائیں میری قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کر دے ۔

دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر بلاوجہ سختی فرما دیں برا کہہ دیں، مار دیں تو ان پر قصاص نہیں، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی بھی پکڑ لی اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا بھی مگر قصاص نہیں دیا۔

تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بددعا یقیناً ان کو دعا ہو کر لگی کہ غریب تھے پھر اتنے بڑے مالدار ہوئے کہ امام حسن و حسین علیہما السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل کو لاکھوں روپے نذرانے دیتے رہتے تھے دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ، خیال رہے کہ ان تمام سے وہ بددعائیں و سزائیں مراد ہیں جو غیر مستحق کو دی جائیں اور ممکن ہے کہ عام بددعائیں و سزائیں مراد ہوں، مستحق کو دی جائیں یا غیر مستحق کو بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں (اشعۃ اللمعات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز بہت اصرار سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ مجھے وہ چیز دے کر جائیے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں حضرت ام المؤمنین غمگین بیٹھ گئیں، تب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی بعض سے فرمادیا عقرٰی حلقٰی بعض کو فرمایا رغم انف ابی ذر ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح:3/ 326 رقم الحدیث 2224)

اعتراض کرنے والے نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی' کم از کم اتنی ہی بات سمجھ لی ہوتی کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گالیاں دینے والوں کو معاف کر دیتے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں دعا کرتے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا بھی نہیں کہ آپ کو نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں صرف دیکھ کر خاموش واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ عرض کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہ کوئی قصور تھا نہ کوئی خطاء اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف دعا کریں' یہ ناممکن ہے۔

عرب میں محاورۃ اس قسم کے الفاظ پیار و محبت کے موقع پر بھی بولے جاتے ہیں ان سے بددعا مقصود نہیں ہوتی مثلاً: تیرا پیٹ نہ بھرے' تجھے تیری ماں روئے' وغیرہ کلمات غضب کے لیے نہیں بلکہ کرم کے لیے ارشاد ہوئے ہیں اور اگر مان بھی لیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کلمات ارشاد فرمائے تو یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں رحمت. بنی اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتنا بھرا اور اتنا مال دیا کہ انہوں نے سینکڑوں کا پیٹ بھر دیا ایک ایک شخص کو بات بات پر لاکھوں لاکھوں انعام دیتے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے عہد لیا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر میں کسی مسلمان کو بلاوجہ لعنت یا اس کے خلاف دعا کروں تو اسے رحمت اجر اور پاکی کا ذریعہ بنا دینا۔

اس روایت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں (اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے) اس سے کچھ ہواء پرست لوگ یہ دلیل لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ الفاظ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت اور ان کے بددعا ہے حالانکہ حقیقت پر غور کیا جائے تو یہ الفاظ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ بھی اس حدیث سے فضل معاویہ سمجھے ہیں جبھی تو اس روایت کو ان احادیث کے ساتھ لائے ہیں جن کے الفاظ ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ. فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ، أَوْ لَعَنْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً. وفي رواية: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّ فِيهِ زَكَاةً وَأَجْرًا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں انسان ہوں جس بھی مسلمان شخص کو میں نے برا بھلا بولا یا اس پر لعنت کی یا اسے سزا دی تو اس کو اس کے لئے گناہوں سے کفارہ اور رحمت بنا دے ایک روایت میں ہے کہ اس کے لیے اجر بنا دے۔

(صحیح مسلم: 8/ 24 رقم 6779)

اسی طرح یہ واقعہ بھی صحیح مسلم میں اسی ضمن میں موجود ہے:

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ

كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ فَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ فَقَالَ آنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ لَا كَبِرَ سِنُّكِ فَرَجَعَتْ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) ام انس بھی کہلاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا: تو وہی لڑکی ہے، تو بڑی ہوگئی ہے! تیری عمر بڑی نہ ہو وہ لڑکی روتی ہوئی واپس حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے خلاف دعا فرمادی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر کسی صورت زیادہ نہ ہوگی، یا کہا: اب میرا زمانہ ہرگز زیادہ نہ ہوگا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے دوپٹہ لپیٹتے ہوئے نکلیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نے میری (پالی ہوئی) یتیم لڑکی کے خلاف دعا کی ہے؟ آپ نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ کہتی ہے: آپ نے دعا فرمائی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، اور اس کا زمانہ لمبا نہ ہو، (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے، پھر فرمایا: ام سلیم کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے پختہ عہد لیا ہے، میں نے کہا: میں ایک بشر ہی ہوں، جس طرح ایک بشر خوش ہوتا ہے، میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس طرح بشر ناراض ہوتے ہیں میں بھی ناراض ہوتا ہوں، تو میری امت میں سے کوئی بھی آدمی جس کے خلاف

میں نے دعا کی اور وہ اس کا مستحق نہ تھا تو اس دعا کو قیامت کے دن اس کے لیے پاکیزگی، گناہوں سے صفائی اور ایسی قربت بنا دے جس کے ذریعے سے تو اسے اپنے قریب فرما لے۔
(صحیح مسلم:8 /26 رقم6792)

اس حدیث کے حوالے سے امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وَقَدْ فَهِمَ مُسْلِم رَحِمَهُ الله مِنْ هَذَا الْحَدِيث أَنَّ مُعَاوِيَة لَمْ يَكُنْ مُسْتَحِقًّا لِلدُّعَاءِ عَلَيْهِ، فَلِهَذَا أَدْخَلَهُ فِي هٰذَا الْبَاب۔

ترجمہ: اور امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث سے یہی سمجھے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے کبھی بھی مستحق نہیں تھے تبھی اس روایت کو اس باب کے اندر ذکر فرمایا ہے۔ (شرح مسلم للنووی:8 /422)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(وكان من خصائصه أنه إذا سب رجلا ليس بذلك حقيقًا، يُجعلُ سَبُّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كفارة عنه).

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اگر کسی کو (سب) یعنی برا بھلا بولتے ہیں یہ اس کے لئے حقیقی معنی میں مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ سب اس کے لیے (گناہوں کا) کفارہ ہو جائے گا۔
(الفصول فی سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ص385)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ اس طرح کی ایک عبارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هِيَ كَلِمَةٌ لَا يُرَادُ بِهَا الدُّعَاءُ، وَإِنَّمَا تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَدْحِ. كَمَا قَالُوا لِلشَّاعِرِ إِذَا أَجَادَ: قَاتَلَهُ اللهُ لَقَدْ أَجَادَ.

ترجمہ: یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس سے بد دعا مراد نہیں ہوتی اسے صرف تعریف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جب کوئی شاعر عمدہ شعر کہے تو عرب لوگ کہتے ہیں: قَاتَلَهُ اللهُ (اللہ تعالیٰ اسے مارے)، اس نے عمدہ شعر کہا ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال:9 /329)

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے اخروی فائدہ بھی حاصل کیا علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وأما في الآخرة: فقد أتبع مسلم هذا الحديث بالحديث الذي رواه البخاري وغيرهما من غير وجه عن جماعة من الصحابة. أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: اللهم إنما أنا بشر فأيما عبد سببته أو جلدته أو دعوته عليه وليس لذلك أهلاً

فاجعل ذلك كفارةً وقربة تقربه بها عندك يوم القيامة.
یعنی آخرت میں فائدہ اس طرح لیا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے جس کو بخاری وغیرہ نے بھی کئی اسناد سے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں ایک انسان ہوں جس کو بھی میں نے دنیا میں برا بھلا کہا ہے یا سزا دی ہے یا بددعا دی ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس بددعا کو اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بنادے اور اس کو قیامت کے دن تیرے پاس قریب ہونے کا سبب بنادینا۔ (البدایہ والنہایہ:8/128)
اسی طرح یہ بات یاد رکھیں عرب ان الفاظ کو غیر ارادی طور پر استعمال کرتے ہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّهِ وَدُعَائِهِ وَنَحْوِهِ لَيْسَ بِمَقْصُودٍ، بَلْ هُوَ مِمَّا جَرَتْ بِهِ عَادَةُ الْعَرَبِ فِي وَصْلِ كَلَامِهَا بِلَا نِيَّةٍ، كَقَوْلِهِ: تَرِبَتْ يَمِينُكَ، وعَقْرَى حَلْقَى، وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ: لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ، وَفِي حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ: لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، لَا يَقْصُدُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ حَقِيقَةَ الدُّعَاءِ.

ترجمہ: بعض احادیث میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو بددعا وغیرہ منقول ہے، وہ حقیقت میں بددعا نہیں، بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو عرب لوگ بغیر نیت کے بطور تکیہ کلام کے طور پر بول دیتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ 'تَرِبَتْ يَمِينُكَ' (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو)، (ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ) 'عَقْرَى حَلْقَى' (تو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)، ایک حدیث میں یہ فرمان کہ 'لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ' (تیری عمر زیادہ نہ ہو) اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ 'لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ' (اللہ تعالیٰ ان کا پیٹ نہ بھرے)، یہ ساری باتیں اسی قبیل سے ہیں ایسی باتوں سے اہل عرب بددعا مراد نہیں لیتے۔ (شرح النووی علیٰ مسلم:8/414 تحت رقم4705)
یعنی یہاں اصل معنی مراد نہیں ہوتا جس کے لیے کئی مثالیں احادیث میں موجود ہیں ہم دو مثالیں ذکر کرتے ہیں

(1) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ- يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيَّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه

وسلم فَقَالَ » يَا أَبَا ذَرٍّ ابْدُ فِيهَا «. فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ » أَبُو ذَرٍّ «. فَسَكَتُّ فَقَالَ » ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لأُمِّكَ الْوَيْلُ «. فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلاً فَقَالَ » الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں جمع ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تم ان بکریوں کو جنگل میں لے جاؤ، چنانچہ میں انہیں ہانک کر مقام ربذہ کی طرف لے گیا، وہاں مجھے جنابت لاحق ہو جایا کرتی تھی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روز یوں ہی رہا کرتا، پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: ابوذر!۔ میں خاموش رہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے، ابوذر! تمہاری ماں کے لیے بربادی ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے ایک کالی لونڈی بلائی، وہ ایک بڑے پیالے میں پانی لے کر آئی، اس نے میرے لیے ایک کپڑے کی آڑ کی اور (دوسری طرف سے) میں نے اونٹ کی آڑ کی اور غسل کیا، (غسل کر کے مجھے ایسا لگا) گویا کہ میں نے اپنے اوپر سے کوئی پہاڑ ہٹا دیا ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو (کے پانی کے حکم میں) ہے، اگرچہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب تم پانی پا جاؤ تو اس کو اپنے بدن پر بہالو، اس لیے کہ یہ بہتر ہے۔ (سنن ابوداود: 1/ 129 رقم 332)

اس روایت میں جو بددعا ہے وہ غیر ارادی طور پر ہے اس طرح کی ایک مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں

(2) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ

عَقْرَى حَلْقَى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا .

ترجمہ: ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے، ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی، جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے، چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے (افعال عمرہ کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہدی نہیں لے گئی تھیں، اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی تھیں س لیے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی، میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟ میں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جاؤ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاؤں گی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عقری حلقی (تو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو) کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چڑھائی کے بعد اتر رہے تھے (صحیح بخاری: 2 / 174 رقم 1561)

رافضی، تفضیلی اور مرزا جہلمی اعتراض یہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا پھر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں آئے۔

جواب: (1) اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بلا رہے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جانے سے جواب دے دیا ہو

بلکہ روایت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھاتے دیکھا اور چلے گئے اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے ہیں۔

(2) اگر بالفرض مان لیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہوگا پھر بھی فوراً نہیں آئے کیونکہ آپ کھانا کھا رہے تھے اور اسلام نے تو یہاں تک اصول بیان کیا ہے کہ انسان اگر بھوکا ہو تو پہلے کھانا کھائے اور فرض نماز بعد میں پڑھے، ہمیں کیا حق بنتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کا حکم لگائیں رافضی، ان کے ہمنوا نیم رافضی اور مرزا جہلمی صاحبان اگر آپ لوگ اتنے معتدل مزاج انسان ہیں اور اپنے آپ کو بڑے حق پرست تصور کرتے ہیں تو درج ذیل میں ایک حدیث پڑھیں اور نتائج پر غور کریں پھر وہ حکم لگائیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے لگایا ہے؟

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ {وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا}.

ترجمہ: ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی، اور انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھا دے گا ہماری اس عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورۃ الکہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے »وكان الإنسان أكثر شيء جدلا« (صحیح بخاری: 2/ 62 رقم 1127)

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح)، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم طَرَقَهُ

وَفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَهُمْ أَلَا تُصَلُّونَ فَقَالَ عَلِيٌّ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ قَالَ لَهُ ذَالِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعَهُ وَهُوَ مُدْبِرٌ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ {وَكَانَ الإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً}.
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يُقَالُ مَا أَتَاكَ لَيْلاً فَهُوَ طَارِقٌ وَيُقَالُ الطَّارِقُ النَّجْمُ وَالثَّاقِبُ الْمُضِيءُ يُقَالُ أَثْقِبْ نَارَكَ لِلْمُوقِدِ.

ترجمہ: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اور مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم کو عتاب بن بشیر نے خبر دی، انہیں اسحاق ابن ابی راشد نے، انہیں زہری نے، انہیں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے اور فاطمہ بنت رسول اللہ کے گھر ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ تہجد کی نماز نہیں پڑھتے، علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہے تو ہم کو اٹھا دے گا، جوں ہی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا تو آپ پیٹھ موڑ کر واپس جانے لگے اور کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے آپ اپنی ران پر ہاتھ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے »وكان الإنسان أكثر شيء جدلا« "اور انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے" اگر کوئی تمہارے پاس رات میں آئے تو »طارق« کہلائے گا اور قرآن میں جو» والطارق« کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ستارہ ہے اور» ثاقب« بمعنی چمکتا ہوا، عرب لوگ آگ جلانے والے سے کہتے ہیں »ثقب نارك« یعنی آگ روشن کر اس سے لفظ »ثاقب« ہے۔ (صحیح بخاری: 9/ 131 رقم 7347)

مذکورہ حدیث پر غور کریں معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت تہجد کے لیے اٹھنے کا حکم دیا لیکن سامنے سے انہوں نے بشری تقاضہ کے مطابق اس بات کو اس وقت قبول کرنے سے کوتاہی کر لی کیونکہ ان کا خیال یہی ہوگا کہ تہجد فرض نہیں لہذا اللہ نے جب توفیق دی تو اٹھ کر پڑھیں گے۔

تفضیلی اور مرزا جہلمی اگر کوئی ناصبی کھڑا ہو جائے اور کہنے لگ جائے کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر دی؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے افسوس میں آیت پڑھ دی، تو آپ لوگ کیا جواب دینگے؟

ہم تو اس شخص کو منہ توڑ جواب دیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی مت کر ان جنتی انسانوں کا ارادہ یہی تھا کہ تہجد فرض نہیں ہم بعد میں اٹھ کر لیں گے۔

تفضیلی اور مرزا جہلمی لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو آپ لوگ جگہ جگہ چیخ چیخ کر زبان درازی کرتے ہیں اور باطل کو حق بنانے کی ناکام کاوش کرتے ہیں لیکن اس مذکورہ حدیث پر آپ لوگ خاموش کیوں؟ کہاں گئی آپ لوگوں کی عدل پرستی اور حدیث نوازی، اگر آپ لوگوں نے یہ حدیث اور اس کا وہ باطل مفہوم عوام کے سامنے بیان کر دیا جس طرح کا مفہوم آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نکالتے ہیں تو رافضی، تفضیلی لوگ، مرزا جہلمی کو گریباں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے ان شاءاللہ۔

میزبان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر جفا کرنا اور بے اعتنائی کر کے ان کی توہین کرنا

اعتراض:

حضرت معاویہ کا سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ الانصاری سے سلوک

فَمَرَّ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ رَجَعَ مِنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا.

پس ان کا گذر معاویہ پر ہوا تو معاویہ نے ان سے زیادتی کی، پھر وہ غزوہ سے لوٹے تو بھی انہوں نے ان سے زیادتی کی اور ان کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

(المستدرک ج 3 ص 461 حدیث 5941)

جواب:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، ثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، ثَنَا فِرْدَوْسٌ الْأَشْعَرِيُّ، ثَنَا مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ خَالِدَ بْنَ زَيْدٍ الَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي دَارِهِ غَزَا أَرْضَ الرُّومِ، فَمَرَّ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ رَجَعَ مِنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا، قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْبَأَنَا أَنَّا سَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً. قَالَ مُعَاوِيَةُ فَبِمَ أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ. قَالَ: فَاصْبِرُوا إِذًا. فَأَتَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِالْبَصْرَةِ، وَقَدْ أَمَّرَهُ عَلِيٌّ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْهَا. فَقَالَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ لَكَ مِنْ مَسْكَنِي كَمَا خَرَجْتَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَرَ أَهْلَهُ فَخَرَجُوا، وَأَعْطَاهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ فِي الدَّارِ. فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ انْطِلَاقِهِ قَالَ: حَاجَتُكَ؟ قَالَ: حَاجَتِي عَطَائِي وَثَمَانِيَةُ أَعْبُدٍ يَعْمَلُونَ فِي أَرْضِي، وَكَانَ عَطَاؤُهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ فَأَضْعَفَهَا لَهُ خَمْسَ مِرَارٍ، وَأَعْطَاهُ عِشْرِينَ

أَلْفًا وَأَرْبَعِينَ عَبْدًا قَدْ تَقَدَّمَ هَذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ صَحِيحٍ، وَأَعَدْتُهُ لِلزِّيَادَاتِ فِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. (المستدرک علی الصحیحین: 3/522)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: اس روایت میں راوی، فردوس بن الأشعری، کی توثیق پیش کریں متساہل محدث کی توثیق قابل قبول نہیں ہوتی۔

دوسری علت: مذکورہ روایت میں " مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ " کی توثیق ثابت کریں، مجہول راوی کی روایت سے استدلال مردود ہے۔

تیسری علت: مذکورہ روایت میں " حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ "طبقہ ثالثہ کا مدلس راوی ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے طبقہ ثالثہ کی مدلس راوی کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حبيب بن أبي ثابت الكوفي تابعي مشهور يكثر التدليس.

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: رقم 69)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت میں مجہول راوی ہیں اور سند مرسل منقطع ہے۔

اس کے علاوہ اگر بالفرض یہ بات تسلیم کر لی جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو ہی پیش کیا تھا جو کہ انصار کے بارے تھا لہٰذا یہ صرف اعتراض ہی اعتراض ہے ورنہ کچھ نہیں۔

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سلوک کا اعتراض

پھر یہ جفا اور ترجیحی سلوک صرف سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ سیدنا ابو سعید خدری انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی معاویہ کے سامنے یہ حدیث پیش کی تو انہیں بھی معاویہ نے صاف کہہ دیا پھر تم صبر ہی کرو۔ (مسند احمد (شاکر) ج10 ص280، 281 حدیث 11781)

جواب: پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ لِأَصْحَابِهِ: أَمَا وَاللهِ لَقَدْ كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ أَنَّهُ لَوْ قَدِ

اسْتَقَامَتِ الْأُمُورُ قَدْ آثَرَ عَلَيْكُمْ. قَالَ: فَرَدُّوا عَلَيْهِ رَدًّا عَنِيفًا، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَجَاءَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ أَشْيَاءَ لَا أَحْفَظُهَا. قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَكُنْتُمْ لَا تَرْكَبُونَ الْخَيْلَ، قَالَ: فَكُلَّمَا قَالَ لَهُمْ شَيْئًا: قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَلَمَّا رَآهُمْ لَا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ: أَفَلَا تَقُولُونَ قَاتَلَكَ قَوْمُكَ فَنَصَرْنَاكَ، وَأَخْرَجَكَ قَوْمُكَ، فَآوَيْنَاكَ؟ قَالُوا: نَحْنُ لَا نَقُولُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْتَ تَقُولُهُ: قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا، وَتَذْهَبُونَ أَنْتُمْ بِرَسُولِ اللهِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنَّ النَّاسَ لَوْ سَلَكُوا وَادِيًا، وَسَلَكْتُمْ وَادِيًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ كَرِشِي، وَأَهْلُ بَيْتِي، وَعَيْبَتِي الَّتِي آوِي إِلَيْهَا، فَاعْفُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قُلْتُ لِمُعَاوِيَةَ: "أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّنَا سَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً؟ قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قُلْتُ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ، قَالَ: فَاصْبِرُوا إِذًا. (مسند الامام احمد بن حنبل: 3/89 رقم 11864 مطبوعہ بیروت)

روایت کی اسنادی حیثیت

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت: اس سند میں ایک راوی، الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، پر محدثین کرام کا کلام موجود ہے جس کی وجہ سے یہ متکلم فیہ راوی ہے۔

امام ابوحاتم فرماتے ہیں:

هو صدوق صالح الحديث يهم كثيرا يكتب حديثه. قلت يحتج به؟ قال لا.
(الجرح والتعدیل: 7/75)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

لا يكاد يحدث عن غير عطية. (تہذیب التہذیب: 8/298)

اور یہ روایت تو عطیہ العوفی سے مروی ہے۔

دوسری علت: مذکورہ کا راوی الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، محدثین کرام کے نزدیک شیعہ راوی ہے۔

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

وقال عبد الخالق بن منصور عن بن معين صالح الحديث إلا أنه شديد التشيع.
(تہذیب التہذیب: 8/298)

امام عجلی فرماتے ہیں۔
وقال العجلي جائز الحديث صدوق وكان فيه تشيع. (تہذیب التہذیب: 8/298)

تیسری علت:
یہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی عطیہ العوفی ہے ائمہ جمہور نے اس کے ضعف، پر جرح کی ہے جن کے اقوال حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی نے جمع کیے ہیں۔
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:
مجمع على ضعفه. (المغنی فی الضعفاء: 2/436)
امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
ضعفه الثَّوريّ وهشيم ويحيى وأحمد والرازي والنَّسائي. (الضعفاء والمتروکون: 2/230)
عطیہ کی تضعیف، امام سفیان ثوری، ہشیم بن بشیر، امام یحییٰ، امام احمد بن حنبل، رازی اور امام نسائی کی ہے۔
اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:
فلا يحل الاحتجاج به ولا كتابة حديثه إلا على جهة التعجب.
یعنی اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے مگر صرف تعجب کے لیے۔ (المجروحین: 2/176)
چوتھی علت: مذکورہ روایت میں عطیہ العوفی شیعہ اور مدلس بھی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:
صدوق يخطىء كثيرا وكان شيعيا مدلسا.
یعنی وہ صدوق ہے لیکن کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا ہے اور وہ مدلس شیعہ تھا (تقریب التہذیب: 1/393)
قارئین کے سامنے راویوں کی علمی حیثیت پیش کی گئی ہے جس سے ایسی روایات کے مردود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتے تھے؟

امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتْ: الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ، قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الإِسْلاَمِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الجِنَانِ، قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ.

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ تم دیکھتی ہو لوگوں نے کیا کیا اور اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمانوں کے مجمع میں جاؤ' لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا موقع پر نہ پہنچنا مزید پھوٹ کا سبب بن جائے آخر حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے پھر جب لوگ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اس معاملہ میں جسے گفتگو کرنی ہو وہ ذرا اپنا سر تو اٹھائے یقیناً ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس پر کہا کہ آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اسی وقت اپنے لنگی کھولی (جواب دینے کو تیار ہوا) اور ارادہ کر چکا تھا کہ ان سے کہوں کہ تم سے زیادہ اس معاملہ کا حق دار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری اس بات سے مسلمانوں میں اختلاف بڑھ نہ جائے اور خونریزی نہ ہو جائے اور میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جانے لگے اس کے بجائے مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنت میں تیار کر رکھی ہیں۔ حبیب ابن ابی مسلم نے کہا کہ اچھا ہوا آپ محفوظ رہے اور بچا لیے گئے' آفت میں نہیں پڑے۔ (صحیح البخاری: 5/ 140 رقم 4108)

مذکورہ روایت بطور طعن قابل احتجاج نہیں ہے اس حدیث کے بعض جملوں کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو ان شاء اللہ کوئی اشکال نہیں ہوگا اس روایت کا مفہوم توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اور اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

روایت میں بیان کردہ اجتماع کب ہوا؟

پیش کردہ روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے کون سا اجتماع مراد ہے اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے مختلف رائے ملتی ہیں، ملاحظہ ہو:

پہلی رائے:

امام ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قد كان من أمر الناس ما كان ولم يجعل لي من الأمر شيء أشار إلى جعل عمر الخلافة شورى في ستة ولم يجعل له من الأمر شيء فقالت له الحق فإنهم ينتظرونك هذا لأن عمر قال يشهدكم عبد الله وليس له من الأمر شيء وهذه حكاية الحال التي جرت في زمن عمر.
(کشف المشکل من حدیث الصحیحین: 2/575)

یہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چھ لوگوں کی شوریٰ بنائی اور اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شامل نہیں کیا گیا اس وقت کی بات ہے لیکن یہ درست نہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کے اس رائے کی سختی سے تردید کی ہے۔ (فتح الباری لابن حجر: 7/403)

دوسری رائے:

امام ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والظاهر أنه أراد صلح الحسن بن علي ووهم الراوي.

ظاہراً یہ معاملہ صلح حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے وقت کا ہے۔

(مجمع الزوائد ہیثمی: 4/ 242 تحت رقم 7075 طبع دار الفکر، بیروت، طبع 1412ھ)

لیکن یہ درست نہیں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے غلط قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر: 7/403)

تیسری رائے:

تیسری رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کے وقت یہ معاملہ درپیش ہوا مگر یہ رائے بھی درست نہیں۔

چوتھی رائے:

چوتھی رائے یہ ہے کہ اس سے تحکیم کے وقت کا واقعہ مراد ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس کی تائید دیگر صحیح روایت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت اسی سند سے مروی ہے اور اس میں واقعہ تحکیم کی صراحت ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَقَامَ مُعَاوِيَةُ عَشِيَّةً فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فِي هٰذَا الْأَمْرِ، فَلْيُطْلِعْ لِي قَرْنَهُ، فَوَاللهِ لَا يَطْلُعُ فِيهِ أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ: يُعَرِّضُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَأَطْلَقْتُ حَبْوَتِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُومَ إِلَيْهِ فَأَقُولَ: يَتَكَلَّمُ فِيهِ رِجَالٌ قَاتَلُوكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيهِ الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيهِ عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْتُ إِلَى مَنْزِلِي أَتَانِي حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: مَا الَّذِي مَنَعَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ حِينَ سَمِعْتَ الرَّجُلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: لَقَدْ أَرَدْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيهَا الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيهَا عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ. فَقَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، فَإِنَّكَ عُصِمْتَ، وَحُفِظْتَ مِمَّا خِفْتَ عُرَّتَهُ. (مصنف عبدالرزاق: 5/464)

اسی طرح دوسرے مقام پر یہ روایت موجود ہے۔

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: "دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطِفُ، فَقُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، وَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ" قَالَتْ: فَالْحَقْ بِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَالَّذِي أَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ. فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى يَذْهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فَلْيُطْلِعْ قَرْنَهُ".

(مصنف عبدالرزاق: 5/483 رقم 9779 واسنادہ صحیح)

اس روایت میں یہ الفاظ فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ، سے واضح معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس موقع پر بات کی گئی یعنی تحکیم کے موقع پر یہ بات ہوئی اور یہی رائے درست ہے۔

اس گفتگو میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ھذا الامر، کا مطلب تھا قصاص عثمان کا مطالب، مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس سے خلافت سمجھے، چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نسب کے لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب تھے اور پھر ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاجزادے حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس معاملہ میں احق فرمایا لیکن آج کے لوگوں نے اس کا مطلب الٹا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا شروع کر دیا اللہ ہدایت عطاء فرمائے۔

کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حکومت کے طالب تھے اور نہ ملنے پر شکوہ کیا؟

بطور طعن پیش کردہ حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ.

اس کا ترجمہ درست نہیں کیا ہے: ترجمہ یہ کیا گیا، مجھے تو کچھ بھی حکومت نہیں ملی، حالانکہ اس کا مناسب ترجمہ یہ ہونا چاہیے تھا:

اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں اصل عربی الفاظ میں خلافت و امارت کا لفظ موجود نہیں ہے اس لئے "الامر" سے حکومت ہی مراد ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس سے مسلمانوں کے معاملات بھی مراد ہو سکتے ہیں یہ جملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہا ہے یعنی آپ مذکورہ اجتماع میں شرکت نہ کرنے کی وجہ بتا رہے تھے کہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق انہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے اس لئے ان کا اس اجتماع میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔

بعض حضرات اس جملہ کا یہ مفہوم مراد لیتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ انہیں خلافت وامارت کی کوئی ذمہ داری کیوں نہیں دی گئی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی میں کبھی بھی خلافت وامارت کی خواہش کی ہی نہیں لہٰذا خلافت وامارت نہ پانے پر وہ شکوہ کیونکر کر سکتے ہیں علاوہ بریں خود ان کے والد خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی اشارہ تھا کہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت و امارت مناسب نہیں لہٰذا یہ کیسے مان لیا جائے کہ اپنے والد محترم کی منشاء کے خلاف بلکہ اپنے معروف مزاج کے خلاف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خلافت وامارت نہ ملنے پر شکوہ کریں۔

اور بعض روایات میں تو آتا ہے کہ لوگوں نے خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنی چاہئے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ (الطبقات الکبریٰ ط دار صادر: 4/ 151 واسنادہ صحیح)

بلکہ بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کے لئے پیسے کا لالچ دیا گیا اس پر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننا منظور نہیں کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ط دار صادر: 4/ 164)

حتیٰ کہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يُحَدِّثُ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالُوا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّكَ سَيِّدُ النَّاسِ وَابْنُ سَيِّدٍ، فَاخْرُجْ نُبَايِعْ لَكَ النَّاسَ، قَالَ: إِنِّي وَاللهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَا يُهَرَاقُ فِي سَبَبِي مِحْجَمَةٌ مِنْ دَمٍ، فَقَالُوا: لَتَخْرُجَنَّ أَوْ لَنَقْتُلَنَّكَ عَلَى فِرَاشِكَ، فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ قَوْلِهِ الْأَوَّلِ، قَالَ الْحَسَنُ: فَأَطْمَعُوهُ وَخَوَّفُوهُ، فَمَا اسْتَقْبَلُوا مِنْهُ شَيْئًا حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ.

(الطبقات الکبریٰ ط دار صادر: 4/ 151 واسنادہ صحیح)

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنا رہے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اس کے بعد لوگوں نے آپ کو لالچ دی، اور دھمکایا بھی لیکن کسی بھی صورت میں آپ خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوئے۔

غور کریں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بغیر مانگے خلافت دی جا رہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، اس پر انہیں راضی کرنے کے لئے مال و دولت کی لالچ دی گئی اس پر آپ نے ٹھکرا دیا پھر آپ کو دھمکی دی گئی اور جبراً خلیفہ بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کے باوجود بھی آپ تیار نہ ہوئے ایسے جلیل القدر صحابی کے بارے میں بغیر کسی واضح اور صریح دلیل کے ہم کیسے مان لیں کہ وہ خلافت و امارت نہ پانے پر شکوہ کر رہے تھے؟

مناسب توجیہ یہ ہے کہ مذکورہ بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہی تھی۔

دراصل مذکورہ اجتماع میں علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیچ اختلاف کو ختم کرنے کے لئے صحابہ و تابعین اکٹھا ہونے والے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس اجتماع میں شرکت نہیں کرنا چاہتے کیونکہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تھی۔

اسی لئے انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے اس پر ان کی بہن نے انہیں سمجھایا کہ آپ اس اجتماع میں ضرور شرکت کریں، لوگوں کے لئے آپ کی رائے بہت اہمیت رکھے گی ممکن ہے آپ کے ذریعہ لوگوں میں صلح ہو جائے اس لئے آپ ضرور جائیں یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس اجتماع میں شریک ہو گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے کون مراد ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے بعض کے بقول حسن اور ان کے والد رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور بعض کے بقول ابن عمر اور ان کے والد رضی اللہ عنہ مراد ہیں لیکن یہ دونوں باتیں بے دلیل ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تخصیص کے عمومی طور پر یہ بات کہی ہے۔ کیونکہ اول تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ عام ہیں دوسرے کہ حضرت حسن یا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں کیوں مراد لے سکتے ہیں۔

اور مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں جو یہ صراحت ہے کہ اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَقَامَ مُعَاوِيَةُ عَشِيَّةً فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فِي هٰذَا الْأَمْرِ، فَلْيُطْلِعْ لِي قَرْنَهُ، فَوَاللهِ لَا يَطْلُعُ فِيهِ أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ: يُعَرِّضُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَأَطْلَقْتُ حَبْوَتِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُومَ إِلَيْهِ فَأَقُولَ: يَتَكَلَّمُ فِيهِ رِجَالٌ قَاتَلُوكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ فِيهِ الدِّمَاءَ، وَأُحْمَلُ فِيهِ عَلَى غَيْرِ رَأْيِي، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْتُ إِلَى مَنْزِلِي أَتَانِي حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: مَا الَّذِي مَنَعَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ حِينَ سَمِعْتَ الرَّجُلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: لَقَدْ أَرَدْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ فِيهَا الدِّمَاءَ، وَأُحْمَلُ فِيهَا عَلَى غَيْرِ رَأْيِي، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ. فَقَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، فَإِنَّكَ عُصِمْتَ، وَحُفِظْتَ مِمَّا خِفْتَ عُرَّتَهُ.

تو یہ وضاحت صحابی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ نیچے کے کسی راوی نے اپنی طرف سے یہ وضاحت کی ہے لہٰذا یہ معتبر نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: 5/464)

بالخصوص جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈے سے کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ان کے کلام کا ایسا مطلب لے لیا گیا جو ان کی مراد ہی نہیں تھی مثلاً ایک موقع پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے متعلق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک

بات کہی ہے جس کا مطلب بعض حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت نہ کرنے پر قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن جب دیگر حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں وضاحت طلب کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس افواہ پر حیرانی ظاہر کی اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا ہے میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔

لہٰذا جب تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ میں صراحت نہ ملے ہم دوسرے کی وضاحت پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام قطعا نہیں لگا سکتے۔

رہی بات یہ کہ پھر حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جواب نہ دینے کہ وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ ان کی طرف نہیں تھا؟ تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے لہجہ میں عدم اتفاق ظاہر ہوا ہو اس لئے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی گئی لہٰذا ان سے یہ سوال بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف تھا رہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عدم اتفاق تو اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اصل روایت کے اندر کسی بھی معین شخص کی طرف اشارہ کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جملہ میں بغیر کسی شخص کی تعین کے عمومی طور پر اپنی بات کہی ہے۔

باپ کے حوالہ کا مطلب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے جملہ میں عام شخص کی بات کرتے ہوئے اس کے باپ کا بھی ذکر کیا ہے اسے عام طور سے حقیقت پر محمول کیا گیا ہے لیکن یہاں سیاق سے یہی ظاہر ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالہ میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ یہ بات کہی ہے چنانچہ اہل عرب کبھی کبھی بات میں تاکید پیدا کرنے کے لئے بطور مبالغہ کسی شخص کا تذکرہ اس کے باپ کے ساتھ بھی کردیتے تھے مثلاً کہتے:

فلان افضل منك ومن ابيك.

یعنی فلاں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی افضل ہے اور یہاں باپ سے موازنہ مقصود نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ ایک بار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آپ فقیہ نہیں ہیں تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

واللہ لأنا أفقه منك ومن أبيك. (أنساب الأشراف للبلاذري، ط، دار الفكر: 4/ 54 واسنادہ صحیح)

اللہ کی قسم! میں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی زیادہ فقیہ ہوں۔

یہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالے میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لے لیا ہے ورنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ہرگز نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ خود کو مبشر بالجنہ اور جلیل القدر صحابی زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑا فقیہ بتلائیں۔
اسی طرح کی ایک اور مثال کے لئے دیکھئے: (المعجم الکبیر للطبرانی:20/403 واسنادہ صحیح)
خلاصہ یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں پر بطور مبالغہ باپ کا نام لیا ہے حقیقت مراد نہیں ہے۔

یہ اجتماع کس مسئلہ کے متعلق تھا؟

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات جس معاملہ سے متعلق کہی ہے وہ معاملہ کیا ہے یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہاں خلافت کے معاملہ میں بات چل رہی ہے، حالانکہ یہ بات قطعا درست نہیں اس سے انکار نہیں کہ روایات میں "الأَمرِ" خلافت کے لئے بھی بولا گیا ہے لیکن ہر جگہ اس لفظ سے خلافت ہی مراد نہیں ہوتی ہے اور یہاں بھی یہی بات ہے کہ یہ خلافت کے معنی میں نہیں کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشن خود کو خلیفہ بنانا نہیں تھا بلکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا لہٰذا یہاں پر معاملہ سے مراد وہ معاملہ ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشن تھا اور وہ ہے، قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص اسی معاملہ کے بارے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بات کہی ہے کہ میں ہر بولنے والے اور اس کے باپ سے اس معاملے میں زیادہ حق دار ہوں یعنی خون عثمان کے مطالبہ کے بارے میں۔ اور یہ بات درست ہے کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ حق دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔
علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإنه ولي عثمان بن عفان والمطالب بدمه وهو أحق الناس.

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ولی تھے اور ان کے خون کے طالب تھے اور اس بابت تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار وہی تھے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:17/185)
اور بالکل صحیح روایت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعتراف و اقرار ثابت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں، نہ ہی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہیں اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف قاتلین عثمان سے قصاص لینا ہے چنانچہ:
یحییٰ بن سلیمان الجعفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 238ھ) نے کہا:

حدثنا يعلى بن عبيد، عن أبيه، قال: جاء أبو مسلم الخولاني وأناس إلى معاوية، وقالوا: أنت تنازع عليا، أم أنت مثله؟ فقال: لا والله، إني لأعلم أنه أفضل مني، وأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، والطالب بدمه، فائتوه، فقولوا له، فليدفع إلى قتلة عثمان، وأسلم له. فأتوا عليا، فكلموه، فلم يدفعهم إليه.

ابومسلم الخولانی اور کئی حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں یا خود کو ان کی طرح سمجھتے ہیں؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں، اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ قتل کئے گئے، اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اور ان کے خون کا طالب ہوں، لہٰذا تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کر دیں میں ان کی خلافت تسلیم کر لیتا ہوں پھر یہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بات کی لیکن علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان کو امیر معاویہ کے حوالے نہیں کیا۔

(کتاب صفین الجعفی بحوالہ سیر أعلام النبلاء للذہبی: 3/ 140 واسنادہ صحیح)

اس صحیح روایت میں غور کریں کس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے اور نہ خلافت میں ان سے زیادہ حق دار ہیں بلکہ وہ صرف قاتلین عثمان سے قصاص چاہتے ہیں۔ اس صاف اور صریح بیان کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہے کہ امیر معاویہ خود کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھیں لہٰذا ثابت ہوا کہ بخاری کی روایت میں انہوں نے جس معاملہ میں خود کو زیادہ حق دار کہا ہے وہ خلافت کا معاملہ نہیں بلکہ خون عثمان کے مطالبہ کا معاملہ ہے اور بے شک اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

اور جو لوگ امیر معاویہ کے جملے میں مستعمل لفظ "اب" (باپ) کو حقیقی معنی میں لیتے اور معاملہ کو خلافت کا معاملہ مانتے ہیں اور اس جملہ کا روئے سخن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے جو چوتھے خلیفہ ہیں تو بھلا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حق دار کیسے سمجھ سکتے ہیں جو بالاتفاق دوسرے خلیفہ ہیں؟

رہی بات یہ کہ پھر حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جواب نہ دینے کی وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف نہیں تھا؟ تو جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے

بیان کے لہجہ میں عدم اتفاق ظاہر ہوا ہو اس لئے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی گئی لہٰذا ان سے یہ سوال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف تھا۔

اور رہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عدم اتفاق تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بھی انہی حضرات کو زیادہ حق دار سمجھتے ہوں جو اسلام لانے کے اعتبار سے پہلے ہوں لیکن جس انداز سے جواب ان کے ذہن میں آیا تھا اس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی تھی اور لوگ کچھ ان کی منشاء کے خلاف کچھ اور ہی مطلب اخذ کر سکتے تھے اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی جیسا کہ خود انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا:

وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَالِكَ. اور میری بات کا مطلب میری منشاء کے خلاف نہ لیا جانے لگے۔

جس غلط فہمی سے لوگوں کو بچانے کے لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا آج لوگ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بھلا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ کے سامنے اپنے والد کو ان سے زیادہ خلافت کا حق دار ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے والد سے اختلاف رہا ہی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اس کج فہمی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقيل أراد عمر وعرض بابنه عبد الله وفيه بعد لأن معاوية كان يبالغ فى تعظيم عمر.

اور کہا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مراد لیا اور ان کے بیٹے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور یہ بہت بعید ہے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری لابن حجر: 7/404)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی احترام کرتے تھے اور انہیں خود سے افضل اور خلافت کے زیادہ حق دار سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح روایت سے ثبوت پیش کیا گیا ہے اس لئے درست بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ عمر رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے نہ علی رضی اللہ عنہ کو، بلکہ سرے سے حق خلافت ہی کی بات نہیں کی ہے بلکہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی بات کی ہے اور اس معاملہ میں بغیر کسی کی تعین کے خود کو سب سے زیادہ حق دار کہا ہے۔ جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل مانتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیثیت کے بارے میں اعلان کیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر

کے فرمایا:

محدث ابن عساکر اپنی سند سے قول نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو السعود بن المجلي أنا أبو منصور بن عبد العزيز أنا أبو الطيب بن خاقان ح قال وأنا أبو محمد بن أيوب أنا أبو بكر بن الجراح قالا أنا أبو بكر بن دريد أنا أبو حاتم عن العتبي قال قال معاوية يا أيها الناس ما أنا بخيركم وإن منكم لمن هو خير مني عبد الله بن عمر وعبد الله بن عمرو وغيرهما من الأفاضل ولكن عسى أن أكون أنفعكم ولاية. (تاریخ دمشق: 59/163)

اس روایت کو امام ابن کثیر نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ دُرَيْدٍ عَنْ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الْعُتْبِيِّ قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا أَنَا بِخَيْرِكُمْ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْأَفَاضِلِ، وَلَكِنْ عَسَى أَنْ أَكُونَ أَنْفَعَكُمْ وِلَايَةً. (البدایہ والنہایہ: 8/134)

اے لوگوں: میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں بلکہ تم میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جیسے کئی لوگ مجھ سے افضل ہیں، لیکن امید ہے کہ کاروبار خلافت چلانے کے اعتبار سے میں ان سب سے زیادہ نفع مند ثابت ہوں گا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام کو دھمکی دینے کا الزام غلط اور باطل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنگ صفین میں دعائے قنوت پڑھنے کی تحقیق

حدثنا حدثنا هشيم، قال: أخبرنا حصين، قال: حدثنا عبد الرحمن بن معقل، قال: " صليت مع علي صلاة الغداة، قال: فقنت، فقال في قنوته: " اللهم عليك بمعاوية وأشياعه، وعمرو بن العاص، وأشياعه، وأبي السلمي، وعبد الله بن قيس وأشياعه "

عبدالرحمٰن بن معقل کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی اور آپ رضی اللہ عنہ نے قنوت کیا اور قنوت میں یہ الفاظ کہے" اے اللہ معاویہ اور اس کے گروہ، عمرو بن العاص اور اس کے گروہ، ابوالسلمی اور عبداللہ بن قیس اور اس کے گروہ کو پکڑ لے ان کو برباد کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم 7123)

جواب: اس روایت کا تعلق جنگ صفین سے ہے اور اس جنگ صفین میں جو قنوت پڑھا اس میں عبداللہ بن قیس کا نام ہے جو کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر میں تھے، اپنے لشکر اور ساتھیوں پر قنوت کیوں پڑھا جائے گا؟

اس لیے ثابت ہوا کہ یہ روایت شاذ ہے۔

اعتراض: ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ قنوت جس میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے یہ واقعہ تحکیم کے بعد کا ہے، کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم واقعہ تحکیم پر حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے۔

جواب: مگر یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ

اول: تو حضرت موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا ثبوت صحیح سند کے ساتھ پیش کریں۔

دوم: یہ کہ کیا ناراضگی کی وجہ سے کسی پر قنوت نازلہ پڑھا جا سکتا ہے؟ اس کا ثبوت پیش کریں۔

سوم: یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک شاگرد حضرت طارق ابن اشیم نے یہ کہا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کئی سال کوفہ میں رہا مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قنوت نہیں پڑھی۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لأَبِي: يَا أَبَةِ، إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، هَاهُنَا بِالكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا يَقْنُتُونَ؟، قَالَ:

أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ. (سنن الترمذی:□ /□□□ ، رقم□□□)

چہارم: اور اگر بالفرض یہ مان لیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قنوت پڑھی تو قابل تحقیق بات یہ ہے کہ اس قنوت میں کیا پڑھا؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو قنوت میں پڑھا اس کے بارے میں امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قنوت میں اپنے مخالف پر فتح کی دعا پڑھی۔

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثنا الشَّعْبِيُّ، قَالَ: لَمَّا قَنَتَ عَلِيٌّ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ أَنْكَرَ النَّاسُ ذَلِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّمَا اسْتَنْصَرْنَا عَلَى عَدُوِّنَا.

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم:□□□□ ، □□□□)

امام شعبی رحمہ اللہ کے اس واضح فرمان کے بعد تو معاملہ مزید واضح ہوگیا، اس لیے ایسی روایات سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن وطعن ثابت کرنا علمی دھوکا اور دھونس کے علاوہ کچھ نہیں۔

مزید یہ کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اہل شام کو برا بھلا کہنے سے منع بھی کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

أخبرنا إبراهيم حدثنا محمد حدثنا سعيد قال سمعت بن المبارك عن معمر عن الزهري قال أخبرني صفوان بن عبد الله بن صفوان أن رجلا قال يوم صفين: اللهم العن أهل الشام فقال علي لا تسبوا أهل الشام جما غفيرا فإن فيهم قوما كارهون لما ترون وان فيهم إلا بدال. (الجہاد لابن المبارک: ص152 رقم:192)

جس سے یہ ثابت ہوا کہ جنگ صفین کے درمیان بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اہل شام پر قنوت میں لعن طعن یا برا بھلا کہنے سے منع کیا اور قنوت پڑھنے میں کسی پر لعن طعن نہیں بلکہ جنگ میں مخالف پر کامیابی کی دعا تھی، اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب عمومی طور پر بھی لعن طعن سے منع فرمایا تو پھر نماز میں لعن طعن کا عمل کیسے کر سکتے تھے؟ اس روایت سے ان روایات پر بھی مزید وضاحت ہو جاتی ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نام لے کر لعن کیا گیا، کہ ایسی روایات غیر محفوظ، شاذ اور ضعیف ہیں۔

اعتراض: ثابت کریں کہ صفین کے بعد کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ اگر تحقیق کی ہوتی تو ایسے اعتراضات بالکل نہ کیے جاتے۔

اول: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک شاگرد حضرت طارق ابن اشیم نے یہ کہا کہ وہ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کئی سال کوفہ میں رہا مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قنوت نہیں پڑھی۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لأَبِي: يَا أَبَةِ، إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، هَاهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا يَقْنُتُونَ؟، قَالَ: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ. (سنن الترمذی: [illegible] / [illegible]، رقم [illegible])

دوم: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قنوت صرف لڑائیوں میں پڑھتے تھے۔ محدث ابن جریر الطبری روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي أَبُو الْخَطَّابِ الْجَارُودِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ الْقُنُوتِ، فَقَالَ: إِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فَارْكَعْ، قُلْتُ: "فَإِنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقْنُتُ؛ قَالَ: كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الْحَرْبِ"

(تہذیب الآثار: 1 / 377، رقم: 674)

اور امام شعبی رحمہ اللہ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے مخالفین پر کامیابی کی دعا پڑھتے تھے اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ قنوت والی روایات بالفرض ثابت بھی ہوں تو اس کا تعلق جنگ صفین سے ہے اور اس قنوت میں اپنے مخالفین پر لعن طعن نہیں بلکہ ان پر فتح کی دعا تھی۔ اور جنگ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے قنوت ثابت نہیں ہے بلکہ دوران جنگ صفین بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے لعن طعن سے منع کیا۔

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، قَالَ: " سَأَلْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ، فَقَالَ: كُلُّ صَلاةٍ يَقْنُتُ فِيهَا ". قُلْتُ: " قَدْ عَرَفْتُ مَا أَرَدْتَ، كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْنُتُ يَدْعُو عَلَى عَدُوِّهِ ". فَقَالَ: مَا قَنَتَ حَتَّى دَعَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، حدثني علي بن سعيد الكندي قال حدثنا أحمد بن بشير عن ابن شبرمة قال سألت الشعبي عن القنوت في الفجر فقال كل الصلاة يقنت فيها قلت قد عرفت ما أردت كان علي رضي الله عنه يقنت يدعو على عدوه فقال ما قنت حتى دعا بعضهم على بعض.

ترجمہ: مجھ سے علی بن سعید الکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے احمد بن بشیر نے بیان کیا، انہوں نے

ابن شبرمہ کی سند سے، انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے فجر کے وقت قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ہر وہ نماز جس میں میں قنوت پڑھتا ہوں، دوہ، انہوں نے کہا: انہوں نے ایسا نہیں کہا جب تک کہ وہ ایک دوسرے کے لیے دعا نہ کریں۔

ابن شبرمہ کی روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے الشعبی سے فجر کے وقت قنوت کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: ہر نماز میں قنوت ہے، میں نے کہا: مجھے معلوم تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دشمنوں کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا: جب تک آپس میں ایک دوسرے کے خلاف دعا نہ کریں، وہ دعا نہیں کرتے تھے۔ (تہذیب الآثار للطبری: 1/ 382، رقم 694)

گیہوں کا صدقۂ فطر ایک صاع یا نصف صاع؟

مالی عبادتوں میں سے ایک عبادت صدقۂ فطر ہے، جو عید الفطر کے موقعے پر عمل میں آتی ہے، متعدد حدیثوں سے اس کی فضیلت ثابت ہے، صدقۂ فطر کی ادائیگی کی بہت سے حکمتیں ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں:
(1) پہلی یہ کہ اس کے ذریعے روزوں میں ہونے والی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔
(2) دوسری یہ کہ اس سے غربا و مساکین کا مالی تعاون ہو جاتا ہے جس سے ان کی عید خوشی سے گزر جاتی ہے۔ ان دونوں حکمتوں کا ذکر درج ذیل حدیث میں موجود ہے {سنن ابی داود، حدیث نمبر: 1371}
صدقۂ فطر میں اناج یا اس کی قیمت میں سے جو فائدہ مند ہو وہ دینا بہتر ہے، زمانۂ نبوی میں صدقۂ فطر میں گیہوں، جو، کھجور، منقی، پنیر وغیرہ غذائی اجناس دی جاتی تھیں، گیہوں کے علاوہ دوسری اجناس سے صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع ہونے میں فقہا کا اتفاق ہے، البتہ گیہوں کے سلسلے میں اختلاف ہے، جمہور فقہا بہ شمول ائمۂ ثلاثہ دوسرے غلوں کی مانند گیہوں میں بھی ایک صاع صدقۂ فطر کے قائل، لیکن گیہوں کی مقدار کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جمہور فقہا سے اختلاف ہے، آپ کے نزدیک گیہوں سے صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع ہے کچھ اہل علم حضرات نے طرفین کے دلائل کا جائزہ لیے بغیر یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس مسئلے میں جمہور فقہا کا موقف قوی اور امام ابو حنیفہ کا موقف ضعیف ہے۔ لیکن اپنی بے مائیگی کے باوجود جب ہم نے اس مسئلے کا جائزہ لیا تو معاملہ برعکس نظر آیا، اور آفتاب نیم روز کی مانند یہ ظاہر ہو گیا کہ دوسرے درجنوں مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی فقہ حنفی کو دیگر مذاہب پر بالادستی حاصل ہے، مرزا جہلمی نے صدقہ فطر کی تحقیق کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کیا کہ انہوں نے سنت میں اپنی رائے کو داخل کیا جس طرح وہ پہلے بھی کئی معاملات میں اپنی رائے داخل کو داخل کیا تھا، کہ انہوں نے پہلی مرتبہ نصف صاع گندم کا قول کیا۔ اس کا جواب حاضر خدمت ہے۔

ذیل میں اس مسئلے سے متعلق مختصر تجزیاتی تحریر پیش کی جاتی ہے کھجور، جو، منقی، پنیر، وغیرہ میں صدقۂ فطر کی مقدار جمہور کی طرح احناف کے نزدیک بھی ایک صاع ہے۔ البتہ صاع کی مقدار میں جمہور اور فقہائے احناف کا اختلاف ہے، جمہور فقہا صاعِ حجازی کا اعتبار کرتے ہیں؛ حجازی صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا

ہے، فقہائے احناف کے نزدیک عراقی صاع کا اعتبار ہے؛ عراقی صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ قول مختار پر موجودہ وزن سے عراقی صاع چار (4) کلو، چورانوے (94) گرام، چونسٹھ (64) ملی گرام ہے تاہم گیہوں کی مقدار میں جمہور فقہا اور احناف کا اختلاف ہے، جمہور فقہا کے نزدیک دوسری اجناس کی طرح گندم میں بھی فطرے کی مقدار ایک صاع ہے، جب کہ احناف کے نزدیک گیہوں میں نصف صاع (2/کلو 47/گرام 32/ملی گرام) ہے دلائل کی رو سے احناف کا مذہب راجح اور قوی ہے؛ کیونکہ فطرے میں گیہوں کی مقدار سے متعلق دونوں طرح کی احادیث موجود ہیں، کچھ احادیث میں ایک صاع اور کچھ میں نصف صاع کی صراحت ہے، لیکن اصول تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک صاع گندم والی احادیث یا تو باعتبار سند ضعیف ہیں، یا مرفوع نہیں ہیں، جب کہ نصف صاع گندم والی احادیث صحیح بھی ہیں اور مرفوع بھی، جس سے فقہ حنفی کی بالا دستی آشکار ہوتی ہے اور مرزا جہلمی نے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث پاک سے گندم میں ایک صاع فطرہ ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی ہے وہ اپنے محل میں نہیں، لہٰذا پہلے ہم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک اور اس سے اخذ کردہ چند نتائج اور ان کا فساد ذکر کریں گے، اور آخر میں نصف صاع گندم والی احادیث و آثار پیش کریں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے مرزا جہلمی نے ایک صاع گندم فطرہ ثابت کرنے کی کوشش کی، ائمہ ستہ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے اپنی اپنی کتب میں اختصار و تطویل کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، درج ذیل الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ إِنِّي أُرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں اور اس کے بعد ہم ہر چھوٹے، بڑے، آزاد اور

غلام کی طرف سے صدقہ فطر میں کھانے، پنیر، جو، کھجور اور کشمش میں سے ایک ایک صاع دیتے تھے، پھر جب ہمارے پاس معاویہ ابن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) حج یا عمرہ کرنے کی غرض سے آئے اور آپ نے ممبر پر دوران خطاب فرمایا کہ میری رائے میں دو (2) مُد، شامی گندم ایک صاع کھجور کے برابر ہیں، تو لوگوں نے آپ کی رائے پر عمل کرنا شروع کر دیا، لیکن میں پوری زندگی ایک صاع گندم ہی فطرہ نکالتا رہوں گا جیسے پہلے نکالتا تھا۔ (صحیح مسلم:3/ 69 رقم 2331) (صحیح بخاری:2/ 161 رقم 1506)

مذکورہ حدیث سے ماخوذ نتائج اور ان کا فساد

پہلا نتیجہ: گندم میں ایک صاع فطرے کے قائل حضرات خاص کر مرزا جہلمی اس حدیث میں وارد لفظ، طعام ،سے گندم مراد لیتے ہیں، اور اس پر علامہ خطابی کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ جب لفظ طعام مطلق بولا جائے تو اس سے گندم ہی مراد ہوتا، اور لوگ جب ،اذهب إلى سوق الطعام ، بولتے ہیں تو اس سے "سوق الحنطة" (گندم کا بازار) ہی مراد لیتے ہیں، لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مذکورہ اشیاء کے ساتھ ساتھ گندم سے بھی ایک صاع فطرہ ادا کرتے تھے۔

پہلے نتیجے کا فساد: ہمارے علم کی حد تک ان حضرات کا لفظ طعام سے گندم مراد لینا ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے۔

اولاً: اس حدیث میں لفظ طعام سے کیا مراد ہے، اس بارے میں علما کے متعدد نظریے ہیں، مثلا:

(1) طعام سے مراد کھجوریں ہیں (2) طعام سے مراد مکئی ہے (3) طعام سے مراد گندم ہے (4) طعام عام ہے جو کھانے کی ہر قسم کو شامل ہے۔

حدیث میں طعام کے بعد دوسری اشیاء کا ذکر اہتمام کے پیش نظر تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہے (5) طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرے غلے ہیں۔

ثانیاً: محقق علمائے احناف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں طعام سے اس کا مفہوم عام بھی مراد لیا جاسکتا ہے، البتہ طعام سے گندم کے علاوہ دوسرے غلے مراد لینا ہی از روئے تحقیق درست ہے، اس کے چند دلائل ہیں، ان میں سے دو دلیلیں درج ذیل ہیں مذکورہ بالا حدیث میں "طعام" سے گندم کے علاوہ دوسرے اناج مراد ہونے پر دلائل۔

پہلی دلیل: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو اختصارا روایت کیا، آپ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ، وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ وَالأَقِطُ وَالتَّمْرُ.

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں عید الفطر کے دن کھانے سے ایک صاع صدقہ فطر نکالتے تھے، اس وقت ہمارے کھانے جو، کشمش، پنیر، اور کھجور ہی ہوا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: 2/162، کتاب صدقۃ الفطر، باب الصدقۃ قبل العید، حدیث: 1510)

صحیح بخاری کی اس روایت سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں طعام کے عموم سے گندم خارج ہے کیونکہ راوی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے طعام کی مراد کو خود واضح فرمادیا، اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ راوی کی تفسیر کے بعد کسی قسم کی تاویل مسموع نہیں ہوتی، لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فطرے میں گندم کے علاوہ دوسرے غلوں کا ایک صاع دیا کرتے تھے۔

دوسری دلیل: مشہور محدث امام محمد بن خزیمہ علیہ الرحمۃ (م 311ھ) نے بطریق فضیل بن غزوان، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

لم تكن الصدقة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا التمر، والزبيب، والشعير، ولم تكن الحنطة.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں صدقہ فطر کھجور، منقی، اور جو ہی دیا جاتا تھا، گیہوں اس وقت عام مروج نہ تھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: 4/85، حدیث: 2406 مطبوعہ المکتب الاسلامی)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حجاز مقدس میں اس وقت گیہوں عام نہیں تھا، لوگ صدقات میں دوسرے غلے دیا کرتے تھے، البتہ امام حاکم نے، المستدرک للحاکم میں بطریق عیاض بن عبداللہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے صدقہ فطر کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا:

لا أخرج إلا ما كنت أخرجه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم صاعا من تمر، أو صاعا من حنطة، أو صاعا من شعير، أو صاعا من إقط. فقال له رجل من القوم: أو مدين من قمح، فقال: لا. تلك قيمة معاوية، لا أقبلها، ولا أعمل بها.

ترجمہ: میں فطرے میں وہی اناج نکالوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نکالتا تھا، کھجور، گندم، جو، پنیر سے ایک ایک صاع، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا گندم سے دو مُد، تو آپ نے فرمایا: نہیں، یہ تو حضرت معاویہ کی (مقرر کردہ) قیمت ہے، نہ مجھے یہ تسلیم ہے اور نہ میں اس پر عمل کرتا ہوں۔ (المستدرک علی الصحیحین: 1/ 570، حدیث: 1495، مطبوعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مگر اس روایت میں "أو صاعا من حنطة" کے الفاظ راوی کا وہم ہیں، اسی وجہ سے ان پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ (م 275ھ) نے اپنی سنن (حدیث نمبر: 1618) میں اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (حدیث نمبر: 2419) میں "غیر محفوظ" ہونے کا ریمارک لگایا، اس زیادتی پر تبصرہ ملاحظہ کیجیے:

(1) امام ابو داؤد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدَةُ وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِمَعْنَاهُ وَذَكَرَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فِيهِ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ أَوْ صَاعَ حِنْطَةٍ. وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ. (سنن ابو داؤد: ح1618)

(2) امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابو بکر السلمی نیشاپوری لکھتے ہیں:

ذكر الحنطة في خبر أبي سعيد غير محفوظ، ولا أدري ممن الوهم. قوله: وقال له رجل من القوم: "أو مدين من قمح" إلى آخر الخبر دال على أن ذكر الحنطة في أول القصة خطأ، أو وهم. إذ لو كان أبو سعيد قد أعلمهم أنهم كانوا يخرجون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم صاع حنطة، لما كان لقول الرجل: أو مدين من قمح معنى.

(صحیح ابن خزیمہ: ح2419)

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حنطہ (گیہوں) کا ذکر احادیث مشہورہ کے خلاف ہے، معلوم نہیں یہ وہم کس راوی کی طرف سے ہے راوی کا قول: حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے کہا: یا گیہوں کے دو مُد، الخ

اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث کے شروع میں گیہوں کا ذکر غلطی یا وہم ہے، کیونکہ اگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ لوگوں کو پہلے ہی سے یہ بتا دیتے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک صاع گندم نکالتے تھے تو سائل کے قول: "یا گیہوں سے دو مُد" کا کوئی مطلب ہی نہیں رہ جاتا ہے۔

عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے اس قول کے تحت لکھتے ہیں:

قَالَ صَاعٌ مِنْ حِنْطَةٍ وَهٰذَا غَلَطٌ مِنْهُ (تحفۃ الاحوذی: 2/ 209 رقم 609 تحت قولہ صاعا من طعام)
ابو سعید الخدری کے اثر میں جہاں ایک صاع حنطۃ ہے اس کے بارے شعیب الاناووط صحیح ابن خزیمہ 9/ 99 رقم 3306 کی تحقیق میں لکھتے ہیں:
وقال بإثره: ذکر الحنطة فی خبر أبی سعید غیر محفوظ.
صحیح مسلم: رقم 2331 میں ہے کہ جب حضرت معاویہ نے گندم نصف صاع کا لوگوں کو بتایا تو وہاں لکھا ہے فَأَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ. تمام لوگوں نے اس کو قبول کرلیا، وہ کون لوگ تھے اس بارے غیر مقلد عبدالرحمٰن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں:
(فَأَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ)
اَلْمُرَادُ بِالنَّاسِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. لوگوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔
(تحفۃ الاحوذی: 2/ 209 رقم 609)
دوسرا نتیجہ: کچھ لوگ حضرت ابو سعید خدری ﷛ کی روایت سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نصف صاع گندم سے متعلق کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے، اس لیے کہ اگر کوئی مرفوع حدیث ہوتی تو امیر معاویہ ﷛ فطرے میں نصف صاع گندم متعین کرتے وقت ضرور ذکر فرماتے اور یہ نہ کہتے کہ "إني أري" (میری رائے یہ ہے الخ) کیونکہ نص کے ہوتے ہوئے رائے واجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی، یونہی اگر حدیث مرفوع ہوتی تو حضرت ابو سعید خدری، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے فتوے کی مخالفت نہ کرتے۔
دوسرے نتیجے کا فساد: ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ یا حضرت ابو سعید خدری ﷛ کو نصف صاع گیہوں والی حدیث نہ پہنچی ہو، تاہم آپ حضرات تک کسی حدیث کے نہ پہنچنے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں اس حدیث کا وجود ہی نہیں، اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ: عدم وجود، وجود عدم کو مستلزم نہیں"، کتنے ہی صحابہ کرام ایسے ہیں جنھیں کچھ حدیثیں نہیں پہنچ سکیں، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ساری احادیث تو حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو بھی نہیں پہنچیں، جب کہ دیگر صحابہ کرام کو پہنچ گیئں تھیں، لیکن اس سے ان مقدس ہستیوں کی علمی جلالت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیوں کہ مجتہد کے لیے تمام احادیث کا احاطہ کرنا ضروری نہیں ہے، چنانچہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ﷛ کو ابتدا میں میراث جدہ کی روایت نہ پہنچنا، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ﷛ کو گھر میں داخل ہونے کے لیے تین بار اجازت مانگنے کے بعد اجازت نہ ملنے پر واپس ہوجانے والی حدیث موصول نہ ہونا، خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین ﷛ کا شوہر کے گھر عدت گذارنے

سے متعلق ہمشیرۂ حضرت ابو سعید خدری، فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کی حدیث پر اطلاع نہ پانا، خلیفہ چہارم مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو حاملہ کی عدت وضع حمل ہونے کے حوالے سے حضرت سُبیعہ بنت حارث اسلمیہ کی حدیث کا نہ پہنچنا اسی قبیل سے ہے کہ واقع میں یہ احادیث موجود تھیں مگر دوسرے مہتم بالشان امور میں مصروفیت کے سبب ان حضرات قدسیہ تک تاخیر سے پہنچیں، لہٰذا اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا دوسرے صحابہ کرام کو نصف صاع گندم والی حدیث نہیں پہنچ سکی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس تعلق سے حدیث ہے ہی نہیں، اگر تھوڑی سی بھی توجہ دی جاتی تو کئی مرفوع اور غیر مرفوع احادیث مل جاتیں، غالباً اس وقت نصف صاع گیہوں والی حدیث کے مشہور نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت حجاز شریف میں گیہوں عام نہیں تھا، بعد میں زمانہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں عام ہوا، اس وقت چند ہی لوگ گیہوں استعمال کرتے تھے، ان کے یہاں دوسرے غلے جیسے کھجور، جو، منقی وغیرہ کا چلن تھا، جیسا کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک صحیح بخاری کے حوالے سے اوپر گذرا۔

اب نصف صاع گندم کے احادیث وآثار پیش خدمت ہیں:

نصف صاع گندم صدقہ فطر کے متعلق احادیث وآثار

قال أحمد وروى عن الزهري عن ثعلبة بن أبي صعير عن أبيه وقيل عبد الله بن ثعلبة أو ثعلبة بن عبد الله عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم صاع من بر أو قمح عن كل اثنين.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لوگوں کے ایک صاع گندم ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: 3/ 330)

1389 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْوَاسِطِيُّ، ثنا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، ثنا هَمَّامٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ: »أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَامَ خَطِيبًا فَأَمَرَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ، عَلَى الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ، وَالْعَبْدِ صَاعُ تَمْرٍ، أَوْ صَاعُ شَعِيرٍ، عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ، أَوْ عَنْ كُلِّ رَأْسٍ، وَصَاعُ قَمْحٍ، بَيْنَ اثْنَيْنِ.

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور صدقہ فطر دینے کا حکم دیا، جوان، بوڑھے، آزاد اور غلام ہر ایک کے بدلے ایک صاع

کھجور، یا ایک صاع جو، یا ہر ایک سر کے بدلے ایک صاع، گندم، دو کے درمیان۔

(معجم الکبیر للطبرانی: 2 / 87 رقم 1389)

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ البَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ: أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ سِوَاهُ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجاج مکہ میں یہ خبر بھیجی کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد ہو یا عورت پر واجب ہے۔ گیہوں یا کسی اور چیز کا ایک صاع کھانا، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی: 2 / 53 رقم 674)

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ - وَهُوَ أَمِيرُ الْبَصْرَةِ فِي آخِرِ الشَّهْرِ أَخْرِجُوا زَكَاةَ صَوْمِكُمْ، فَنَظَرَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قُومُوا فَعَلِّمُوا إِخْوَانَكُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ هَذِهِ الزَّكَاةَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى كُلِّ ذَكَرٍ وَأُنْثَى، حُرٍّ وَمَمْلُوكٍ، صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ.

(سنن نسائی: 5 / 50 رقم 674)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ حُمَيْدٌ: أَخْبَرَنَا عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللهُ فِي آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ، فَقَالَ: أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا، فَقَالَ: مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قُومُوا إِلَى إِخْوَانِكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ. فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَأَى رُخْصَ السِّعْرِ، قَالَ: قَدْ أَوْسَعَ اللهُ عَلَيْكُمْ، فَلَوْ جَعَلْتُمُوهُ صَاعًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، قَالَ حُمَيْدٌ: وَكَانَ الْحَسَنُ يَرَى صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى مَنْ صَامَ. (سنن ابوداود: 2 / 113 رقم 1622)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنُ صُعَيْرٍ الْعُذْرِيُّ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ

فَقَالَ: " أَدُّوا صَاعًا مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ، وَصَغِيرٍ وَكَبِيرٍ.

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار سے دو دن پہلے لوگوں سے خطاب فرمایا: ایک صاع گیہوں یا گیہوں دو یا دو کے درمیان دے دو۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر آزاد اور غلام، جوان اور بوڑھے کے لیے۔

(مسند احمد: 29/ 67 رقم 23663 بتحقیق شعیب الارناووط ضعیف مرفوع)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي الزَّرْدِ الْأُبُلِّيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ تَكُنِ الصَّدَقَةُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا التَّمْرُ وَالزَّبِيبُ وَالشَّعِيرُ، وَلَمْ تَكُنِ الْحِنْطَةُ.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں صدقۂ فطر کھجور، منقی، اور جو ہی دیا جاتا تھا، گیہوں اس وقت عام مروج نہ تھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: 4/ 85 رقم 2406)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُونَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ سُلْتٍ أَوْ زَبِيبٍ. قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رضى الله عنه وَكَثُرَتِ الْحِنْطَةُ جَعَلَ عُمَرُ نِصْفَ صَاعٍ حِنْطَةٍ مَكَانَ صَاعٍ مِنْ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صدقۂ فطر دیا کرتے تھے، ایک پیمانہ جو، کھجور یا ٹوکری یا کشمش، عبداللہ نے کہا: جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کثرت تھی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کے ایک صاع کے بدلے آدھا صاع گیہوں کر دیا۔

(سنن ابو داؤد: 2/ 27 رقم 1616)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَكَانَ مَعْمَرٌ، يَقُولُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ: " عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، فَقِيرٍ أَوْ غَنِيٍّ، صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ " قَالَ مَعْمَرٌ: وَبَلَغَنِي أَنَّ الزُّهْرِيَّ، كَانَ يَرْوِيهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فطرانہ کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہر آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، غریب ہو یا امیر، ایک صاع کھجور یا آدھا صاع گندم ادا کرے، معمر نے کہا: مجھے خبر ملی کہ زہری اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد: 2/277 رقم 7710)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: كُنَّا نُؤَدِّي زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ، بِالْمُدِّ الَّذِي تَقْتَاتُونَ بِهِ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صدقہ فطر گندم کے دو مد کے ساتھ دیا کرتے تھے جو ہم کھانا کھاتے ہیں۔

(مسند احمد: 44/501 رقم 26946 تحقیق شعیب الاناووط حديث صحيح، وهذا إسناد حسن، عبد الله بن المبارك صحيح السماع من ابن لهيعة)

سنن دارقطنی میں امام دارقطنی نے صحابہ کرام کے اقوال نقل کیے ہیں:

2125- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ عَبْدٍ أَوْ حُرٍّ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

ترجمہ: ابو الزبیر نے بیان کیا کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، چھوٹے اور بڑے، غلام ہو یا آزاد، دو مد (آدھا صاع) گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو۔

2126- وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ أَبُو أُمَيَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو مد گندم یا ایک صاع کھجور یا جو۔

2127- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بن محمد، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَلَى مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ نَفَقَتُكَ نِصْفُ صَاعِ بُرٍّ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس پر تم خرچ کرتے ہو اس کے لیے آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور ہے۔

2128- وَعَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَنْبَأَنِي مَنْ أَدَّى إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

2129- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَنْبَأَنِي رَجُلٌ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ أَدَّى إِلَيْهِ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ بَيْنَ رَجُلَيْنِ.

ترجمہ: ابی قلابہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے ایک آدمی نے بتایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کے درمیان ایک صاع صدقہ دیا۔ (سنن دار قطنی: 3/87)

اسی طرح مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

امام ابو بکر ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ایک پورا باب لگایا ہے (فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ.) صدقہ فطر میں جس نے آدھا صاع گیہوں کہا؟ اس کے تحت۔

فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ

10435- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ حُرٍّ، أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ، أَوْ كَبِيرٍ، ذَكَرٍ، أَوْ أُنْثَى، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ہر آزاد یا غلام، جوان ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، کھجور کا ایک صاع فرض کیا ہے۔ یا جو، یا آدھا صاع گندم۔

10436- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عُثْمَانَ، قَالَ: صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک صاع کھجور یا آدھا صاع گیہوں۔

10437- حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ أَدَّى إِلَى أَبِي بَكْرٍ

صَدَقَةَ الْفِطْرِ، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ.

10438- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، يَرْفَعُهُ؛ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ؟ فَقَالَ: عَنِ الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ، وَالْمَمْلُوكِ، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ.

سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے مرفوع بیان کیا، آپ سے صدقہ فطر کے بارے میں پوچھا گیا؟ آپ نے فرمایا: جوان، بوڑھے، آزاد اور مالک کی طرف سے آدھا صاع گیہوں، یا ایک صاع کھجور یا جو۔

10439- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ، وَالْعَبْدِ، عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ.

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: چھوٹے، بوڑھے، آزاد اور غلام کی طرف سے اور ہر انسان کی طرف سے صدقہ فطر آدھا صاع گیہوں ہے۔

10440- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، وَمَنْ خَالَفَ الْقَمْحَ، مِنْ تَمْرٍ، أَوْ زَبِيبٍ، أَوْ أَقِطٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ غَيْرِهِ، فَصَاعٌ تَامٌّ.

ترجمہ: مجاہد رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر شخص کے لیے آدھا صاع گیہوں، اور اس کے لیے جو گیہوں نہیں، کھجور، یا کشمش، یا پنیر، یا جو، یا اس کے علاوہ جو ہر ایک میں ایک صاع۔

10441- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَمَّنْ صَامَ مِنَ الأَحْرَارِ، وَعَنِ الرَّقِيقِ مَنْ صَامَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يَصُمْ، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ.

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صدقہ فطر، آزادوں میں سے روزہ رکھنے والوں کے لیے اور ان میں سے غلاموں کی طرف سے جنہوں نے روزہ رکھا، اور روزہ نہ رکھنے والوں کے لیے آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو۔

10442- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَسَنِ؛ أَنَّهُ قَالَ مِثْلَ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ فِيمَنْ لَمْ يَصُمْ مِنَ الأَحْرَارِ.

10443- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ وَالأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو مد گندم سے یا ایک صاع کھجور یا جو۔

10445- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنِ ابْنِ طَاوُوسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ.

ترجمہ: ابن طاؤس اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں: آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور۔

10447- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ.

ترجمہ: امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو مد (آدھا صاع) گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو۔

10448- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ تَمْرٍ.

ترجمہ: عمرو کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: دو مد (آدھا صاع) گیہوں، یا ایک صاع جو، یا کھجور۔

10449- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ الْحَكَمَ، وَحَمَّادًا؟ فَقَالاَ: نِصْفُ صَاعِ حِنْطَةٍ. قَالَ: وَسَأَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ، وَسَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ؟ فَقَالاَ مِثْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: اس نے حکم سے اور حماد سے پوچھا؟ وہ کہنے لگے: آدھا صاع گیہوں، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمن بن القاسم اور سعد بن ابراہیم سے پوچھا؟ اور انہوں نے بھی یہی کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 3/ 171، 172)

10470- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ قُرَّةَ، قَالَ: جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ، أَوْ قِيمَتُهُ نِصْفُ دِرْهَمٍ (مصنف ابن ابی شیبہ: 3/ 174 رقم 10470)

ترجمہ: قرہ کی روایت میں انہوں نے کہا: ہمارے پاس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف سے صدقہ فطر کے لیے لکھا ہوا آیا: ہر شخص کے لیے آدھا صاع، یا اس کی قیمت آدھا درہم ہے۔

2148- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ عَبْدٍ أَوْ حُرٍّ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

ترجمہ: مجھ سے ابو الزبیر نے بیان کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صدقہ فطر ہر

مسلمان کو دیا جاتا ہے، چھوٹے اور بڑے، غلام یا آزاد، دو مد (آدھا صاع) گندم یا ایک صاع کھجور یا جو۔
(سنن دار قطنی: 5/395 رقم 2148)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات اور ان کے جوابات

جنگ جمل میں شرکت کی وجہ سے حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر مرزا اور اس کی حواری جو سطحی قسم کے اعتراضات کرتے ہیں ذیل میں ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

اعتراض نمبر 1:

قرآن پاک میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو اپنے گھر میں ٹھہرے رہنے کا حکم دیا گیا ہے حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں شرکت کر کے قرآن مجید کے احکام کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔

جواب: مشہور مثال ہے "المعترض کالاعمیٰ" یہی حال مذکورہ اعتراض کرنے والوں کا بھی ہے سورۃ الاحزاب کی آیت کریمہ "وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن" میں استقرار فی البیوت کا جو حکم دیا گیا ہے وہ عام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ایک خاص نوعیت اور کیفیت کے ساتھ ہے اور وہ جاہلیت کی رسم کے مطابق زیب و زینت کے ساتھ بغیر پردے کے گھر سے باہر نکلنا ہے اعتراض کرنے والوں کے قول کے مطابق اگر امہات المؤمنین کو گھروں سے نکلنا منع ہوتا تو وہ درج ذیل احکام شرع پر کیسے عمل کرتیں حالانکہ بالاتفاق مندرجہ ذیل احکام ان کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ امور سرانجام بھی دیئے ہیں:

(1) حج و عمرہ کے لیے جانا۔

(2) غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا۔

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے وقت اپنے حجروں سے نکل کر عیادت کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جانا۔

(4) فوت شدگان کی تعزیت کے لیے جانا۔

(5) والدین اور اقارب کی ملاقات کے لیے تشریف لے جانا۔

(6) عیادت مریض کے لیے تشریف لے جانا۔

(7) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب امہات المؤمنین سفر حج کے لیے جانے لگیں تو ان کے ساتھ

محافظ کے طور پر سیدنا عثمان غنی ﷛ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف ﷛ کو امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق ﷛ نے روانہ کیا۔ (روح المعانی 22: 12/ تحت الایہ قرن فی بیوتکن)

اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا اپنے گھروں سے نکلنا مطلقاً منع نہ تھا، اس لیے امہات المؤمنین مذکورہ بالا امور شرعیہ کو پوری زندگی سرانجام دیتی رہیں اور دینی معاملات کو پورا کرنے کے لیے تستر اور حجاب کے ساتھ گھروں سے نکلتی رہیں اور آج گئے گزرے دور میں بھی پردہ نشین عورتیں ستر وحجاب کی پابندیوں کے ساتھ سفر کے لیے نکلتی ہیں خاص طور پر وہ سفر جو دینی، ملی یا دنیاوی مصالح پر مبنی ہو جیسے حج وعمرہ اور جہاد وغیرہ۔

جنگ جمل کے موقع پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک دینی مصلحت یعنی اصلاح بین الناس اور مطالبہ قصاص از خلیفہ عادل کے لیے سفر اختیار فرمایا تھا جو کہ بالکل صحیح تھا اور اس کا جواز حج وعمرہ کی طرح ہے چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

،،کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر بھی اس نوعیت کا تھا کہ مسلمانوں میں باہم رخنہ پڑ گیا تھا اس کی اصلاح ہو اور امام عادل کے قتل کے قصاص کے مطالبہ میں سب مسلمان متفق اور شریک ہوں... آپ کا یہ سفر حج وعمرہ کے سفر کی مانند تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص630)

اعتراض نمبر 2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر بغیر محرم کے تھا لہٰذا، عند الشرع صحیح نہ تھا۔

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر ایک نیک مقصد کے لیے تھا اور شرعی محارم کے ہمراہ تھا، علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ام المؤمنین کے ساتھ آپ کی بہنوں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے صاجزادے اس سفر میں موجود تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دریں سفر عبداللہ بن زبیر ہمشیرہ زادہ حقیقی وے ہمراہ وے بود وطلحہ بن عبیداللہ شوہر خواہرش ام کلثوم بنے ابی بکر وزبیر بن العوام شوہر خواہر دیگرش بود اسمائ بنت ابی بکر واولاد ایں ہر دو نیز ہمراہ بود۔ (تحفہ اثناء عشریہ ص330 طبع لاہور تحت جواب طعن اول)

نیز عظیم مفسر سید محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكان معها ابن اختها عبدالله بن الزبير وغيره من ابناء اخواتها ام كلثوم زوج طلحه واسماء زوج الزبير بل كل من معها بمنزلة الابناء في المحرمية وكانت في هودج من حديد. (روح المعانی 22: 10/ تحت الایہ وقرن فی بیوتکن)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر محارم کے ساتھ ہوا تھا اس لیے یہ اعتراض مردود ہے۔

اعتراض نمبر 3: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ قتال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عناد اور عداوت کی وجہ سے کیا تھا اور اس میں ناکامی کی وجہ سے بعد میں شرمندگی کا اظہار کرتی تھیں اور رویا کرتی تھیں۔ نیز یہ اعتراض حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر بھی عائد ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں حضرات کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے شدید عداوت تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ ایک بہانہ تھا۔

جواب: اس اعتراض کے متعلق چند باتیں پیش خدمت ہیں:

(1): یہ اعتراض بھی جہلاء نے اہلِ بیتِ رسول سے بغض و عداوت کی وجہ سے وضع کیا ہے حالانکہ اہل بیت رسول کے ساتھ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول کا بہت ہی اچھا برتاؤ تھا اور اہل بیت بھی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور اصحاب رسول سے محبت و مودت کا تعلق رکھتے تھے۔

(2): واقعہ جمل پر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ندامت اور افسوس کا اظہار نہیں کیا بلکہ امیر المؤمنین محبوب المسلمین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس واقعہ پر اظہار افسوس اور متاسفانہ کلام منقول ہے ذیل میں دو حوالے درج کیے جاتے ہیں:

(1) سید محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقد صح انه رضی الله عنه لما وقع الانهزام علی من مع ام المومنین وقتل من قتل من الجمعین طاف فی مقتل القتلیٰ كان یضرب فخذیه ویقول: یالیتنی مت من قبل هذا وكنت نسیا منسیا۔ (روح المعانی 11/22)

(2) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت امیر قتلی را ملاحظہ فرمود، رانہائے خود را کوفتن گرفت و مے فرمود یالیتنی مت قبل ہذا وکنت نسیا منسیا۔ (تحفہ اثناء عشریہ ص 335)

مذکورہ دونوں حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب جمل کے مقتولین پر نظر ڈالی تو اس وقت بے ساختہ طور پر اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ کاش میں اس سے قبل فوت ہوگیا ہوتا اور بھلا دیا گیا ہوتا۔

کیا معترضین اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا ہے بلکہ اس مقام پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے جو مراد لیا گیا ہے حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کے فرمان میں بھی اسی قسم کا کلام پایا گیا ہے اور اس کا مقصد و محمل بھی وہی ہے۔

(3) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام کا واقعہ جمل کے بعد اس پر تاسف کرنا اور پریشان ہونا خشیت الٰہی اور تقوی کی بناء پر تھا اور مسلمانوں کے باہم قتال اور افتراق بین المسلمین پر تھا اس سے جانبین کی باہمی عداوت اور عناد کا تصور قائم کرنا اصل کلام کے محمل سے بعید تر ہے اور مقصد کلام کے خلاف ہے اور توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل کے قبیل سے ہے۔

اعتراض نمبر 4:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل کے سفر میں نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بلکہ اس پر جمی بھی رہیں وہ اس طرح کہ اہل تشیع کی عام روایات اور اہل السنۃ کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ کا لشکر مکہ سے بصرہ کی طرح جب عازم سفر ہوا تو راستہ میں ایک ایسے مقام سے گزرا جہاں پانی تھا تو وہاں کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ کونسا مقام ہے؟ تو محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس جگہ کو "حوآب" کہتے ہیں۔ یہ سن کر آپ فرمانے لگیں کہ "ردونی" مجھے واپس لے چلو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی ازواج مطہرات سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ تم میں سے اس کا کیا حال ہوگا جس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے اس پر حضرت طلحہ وزبیر اور لشکر کے دیگر نے تحقیق کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ مقام ماء الحوآب نہیں ہے لوگوں کی شہادت کے بعد حضرت عائشہ نے پھر آگے سفر شروع کر دیا۔ اس روایت کی بناء پر مخالفین صحابہ سیدہ پر سخت معترض ہوئے کہ انہوں نے اس فرمان نبوی کی علانیہ مخالفت کی اور بصرہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔

جواب: اس اعتراض کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے

(1) روایت کے اعتبار سے (2) درایت کے اعتبار سے۔

روایت کے اعتبار سے:

(1): مستند کتب احادیث میں یہ روایت نہیں ہے۔

(2): واقعہ کی اکثر سندوں کا آخری راوی قیس بن ابی حازم ہے جس کے بارے میں علماء رجال نے تصریح کی ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے اور اس سے کئی منکر روایات مروی ہیں جن میں سے ایک روایت "کلاب الحوآب" بھی ہے

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَرَوَى: عَلِيُّ بنُ المَدِيْنِيِّ، أَنَّ يَحْيَى بنَ سَعِيْدٍ قَالَ لَهُ: قَيْسُ بنُ أَبِي حَازِمٍ مُنْكَرُ الحَدِيْثِ.قَالَ: ثُمَّ ذَكَرَ لَهُ يَحْيَى أَحَادِيْثَ مَنَاكِيْرَ، مِنْهَا: حَدِيْثُ كِلاَبِ الحَوْأَبِ.
(سیر اعلام النبلاء:7/222)

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

وقال ابن المديني قال لي يحيى بن سعيد قيس بن أبي حازم منكر الحديث ثم ذكر له يحيى أحاديث مناكير منها حديث كلاب الحوأب.
(تہذیب التہذیب:8/347 تحت قیس بن ابی حازم)

امام المزی نے بھی اس کو اسی طرح نقل فرمایا ہے:

وَقَال علي بن المديني: قال لي يحيى بن سَعِيد: قيس بن أَبي حازم منكر الحديث - ثم ذكر له يحيى أحاديث مناكير منها حديث كلاب الحوأب.
(تہذیب الکمال:24/15 رقم4896)

(3): اس واقعہ کی بعض روایات میں عبدالرحمن بن صالح ازدی پایا جاتا ہے جس کے بارے میں علماء رجال نے تصریح کی ہے کہ یہ جلنے والا شیعہ ہے اور صحابہ کرام کے حق میں مثالب و مصائب کی بری روایات بیان کرتا ہے اور کوفہ کے مشہور غالی جلنے والے شیعوں میں سے ہے۔

امام ابن عدی لکھتے ہیں:

عَبد الرحمن بن صالح الأزدي كوفي.سمعت إبراهيم بن مُحَمد بن عيسى يقول: سَمعتُ موسى بن هارون الحمال يقول عَبد الرحمن بن صالح شيعي محترق حرقت عامة ما سمعت منه يروي أحاديث سوء في مثالب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم.
(الکامل فی ضعفاء الرجال:5/515 رقم1152)

امام خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

أخبرنا العتيقي حدثني يوسف بن عمر القواس حدثنا محمد بن موسى الخلال أخبرنا يعقوب بن يوسف المطوعي قال كان عبد الرحمن بن صالح الأزدي رافضيا........ وكان يحدث بمثالب أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم. (تاریخ بغداد:10/261)

(4): واقعہ حوآب مؤرخین کے نزدیک کوئی متفق علیہ امر نہیں ہے کہ جس کا انکار کرنا مشکل ہو کیونکہ قدیمی

مؤرخین میں سے اکثر نے اس واقعہ کو اس مقام میں ذکر ہی نہیں کیا شہادت کے طور پر ہم فریقین کے ایک ایک مؤرخ کا فقط نام ذکر کرتے ہیں:

(1) خلیفہ بن خیاط م 240ھ۔

(2) صاحب اخبار الطوال احمد بن داود دینوری شیعی م 282ھ۔

بعض مؤرخین نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند انتہائی کمزور اور مجروح ہے مثلاً مؤرخ الطبری نے اپنی تاریخ میں اپنی سند کے ساتھ اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور اس کی سند علماء فن کے نزدیک مجروح ہے:

(1) طبری کا استاد اسماعیل بن موسیٰ فزاری ہے جو غالی شیعہ ہے

(2) پھر اس کا استاد علی بن عابس الرزاق بالکل غیر معتبر ہے۔

(3) اس کے بعد دو راوی ابوالخطاب الہجری اور صفوان بن قبیصہ الاحمسی دونوں مجہول ہیں۔

(4) پھر ان سے اوپر والے راوی صاحب الجمل العرنی اور اس کے بعد العرنی کو ایک سوار ملتا ہے العرنی اور سوار دونوں مجہول ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ طبری کی یہ روایت مذکورہ بالا کوائف کی وجہ سے بالکل بے حکم ہے، ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے، بعد والے لوگوں نے طبری سے ہی نقل کی ہے۔

درایت کے اعتبار سے

اگر بالفرض "روایت حوآب" کو درست تسلیم کرلیا جائے اور علماء کی تنقیدات سے صرف نظر کرلیا جائے تب بھی درایت کے اعتبار سے جواب یہ ہے کہ پیش کردہ روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عامر کے پانیوں سے گزرنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کو بطور پیش گوئی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں ایک کو یہ مصیبت پیش آئے گی جو بعد میں صحیح ثابت ہوئی، اس حدیث سے نہی سمجھنا اور مخالفت رسول پر اصرار اور ضد کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف کرنا بالکل غلط ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس اعتراض سے بری ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے

تفتازانیہ میں شاہ حسین گردیزی صاحب کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات

کتاب، تفتازانیہ، کا تعارف

تفتازانیہ کتاب جس کے مصنف شاہ حسین گردیزی صاحب ہیں اس کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ قاضی طاہر ہاشمی دیوبندی نے علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ کی مختلف کتب کی بعض عبارات لے کر ان پر اعتراضات کئے اور انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ ہونے اور شیعہ قرار دینے کی ناپاک جسارت کی ہے تفتازانیہ کا معرضِ وجود میں آنا طاہر ہاشمی دیوبندی کی کتاب کے مندرجات دیکھ کر شاہ حسین گردیزی صاحب کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور انہوں نے علامہ تفتازانی پر اٹھائے گئے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے کتاب لکھ دی جس کا نام تفتازانیہ رکھا، کتاب ہذا سے مقصود علامہ تفتازانی کا دفاع کرنا تھا اور مصنف نے اس کا حق ادا کیا یا نہیں کیا یہ قاری پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود پڑھنے کے بعد فیصلہ کر لے، مگر اس کتاب کے بطن سے چند مسائل نے مزید جنم لیا جو صراحتاً عقیدہِ اہلسنت سے انحراف پر مبنی تھے۔

کتاب تفتازانیہ سے پیدا ہونے والے باطل نظریات

(1) شاہ حسین گردیزی صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر خلافت و امارت کے حصول کے لئے جنگ کرنے کا الزام لگایا۔

(2) اسی طرح خلافت و امارت کے حصول کے لئے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قصاصِ عثمان کو ڈھال بنانے کا الزام لگایا۔

(3) صحابی کی تعریف کو مشکوک بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

(4) صحابی کی تعریف کو یوں پیش کیا کہ جس کے بعد صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد درجہ صحابیت سے ہی خارج ہو جاتی ہے۔

(5) عند المحدثین صحابی کی تعریف کی آڑ میں جگہ جگہ بعض اصحابِ رسول پر طنز کرتے رہے ہیں۔

(6) تجویز دیتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنا اپنا وظیفہ نہ بنا لیا جائے مگر قاری پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر لازمی پہنچتا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی کتاب کا بیشتر حصہ صرف اس بات کے لئے وقف کر دیا ہے کہ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے باغی باغی کی رٹ لگا کر باغیوں کا امام ثابت کرنے کی سعی نامشکور کرتے نظر آتے ہیں۔

(7) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جگہ جگہ خطار کار ثابت کر کے ان کی خطاء اجتہادی اور ان کے مجتہد ہونے کا

انکار کرتے ہیں۔
(8) الصحابة کلھم عدول کے متفقہ قانون کو دھندلاتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو غیر عادل ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔
ان کی عبارات میں کئی مقامات پر تضاد بیانی بھی واضح موجود ہے جو قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔

شاہ حسین گردیزی صاحب کے تفتازانیہ میں تضادات

شاہ حسین گردیزی صاحب دراصل خود کنفیوز ہیں اور قارئین کو بھی کنفیوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں سارے ان کے ساتھی تفضیلی ہیں اور اہل سنت کے سامنے شان صحابہ بھی بیان کرتے ہیں اسی لیے جب ان کے ساتھی حضرات جو تفضیلیوں کے سربراہان بھی ہیں نے اس کتاب کی رونمائی کی تقریب بڑی جوش وخروش اور سج دھج کے کروائی اور لوگوں کو خوب یہ تاثر دیا کہ ہم نے ناصبیوں کا منہ بند کر دیا ہے یہاں عرض کرتا جاؤں کہ
تفضیلی حضرات ہم اہل سنت و جماعت جو صحیح سلف وخلف کی فکر پر گامزن ہیں ان کو یہ لوگ ناصبی کہہ کر یاد کرتے ہیں ،جب کہ سلف صالحین یہ فرماتے ہیں کہ جو اہل سنت کو ناصبی کہتا ہے وہ خود رافضی ہے۔
ایک ملاقات میں جو ان کے گھر پر ہوئی ،شاہ حسین گردیزی صاحب مجھے اور میرے ساتھ سید صابر حسین شاہ بخاری اور ظفر محمود قریشی کو تھوڑی دیر بعد فرماتے کہ ،آپ متشدد بریلوی ہیں ،میں اس کو شاہ صاحب کا مذاق سمجھتا رہا مگر جب یہ بات کہہ کر حد کر دی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو صحابہ کو بھی کافر کہتے ہیں تو پھر میں نے جواباً کہا کہ شاہ صاحب یا تو آپ ہمیں بے وقوف سمجھتے ہیں یا پھر آپ ہمیں جاہل سمجھتے ہیں کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں یا پھر آپ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں اور یہ بات تو پکی ہے کہ ہم نہ تو بے وقوف ہیں اور نہ ہی جاہل یقیناً آپ کو سخت غلط فہمی ہے آپ اگر چاہیں تو آپ کی اور آپ جیسے کئی لوگوں کی اعلیٰ حضرت کے حوالے سے غلط فہمی دور کر دی جائے میں البرہان الحق ،کے اگلے شمارے میں اس پر تفصیلی جواب دے دوں گا ،شاہ صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے اس سے اگلے شمارے میں نے ،اعلیٰ حضرت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب ،کے نام مضمون لکھ کر شاہ صاحب کو بھجوایا اگلے سال دوبارہ ملاقات ہوئی ،تو میرے ساتھ فیصل خان رضوی صاحب ،مفتی سرادر علی خان صاحب ،ظفر محمود قریشی صاحب ،افضل شاہد اعوان صاحب اور علامہ ذوالفقار شاہ صاحب تھے ،میں نے ایک کتاب جو شاہ صاحب نے ترجمہ کروائی تھی اور اس میں انتساب شاہ صاحب کے نام تھا پر بات شروع کی کیونکہ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی تھی ،لیکن شاہ صاحب اس بات سے ہی مکر گئے اور کہا کہ مجھے اس کا کچھ معلوم نہیں بلکہ انہوں نے محمود شاہ ہزاروی کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیوں کے بارے کچھ بتایا ،اسی طرح گولڑہ کے حوالے سے بھی یہ باتیں بتائیں کہ وہ بھی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے کیا کہتے تھے ہمارے سامنے ہمارے بن گئے اور دیگر تفضیلی شاہ حضرات کے سامنے ان میں ان کے بن گئے، بالکل یہی حال کتاب تکفازانیہ میں ہے کبھی اہل سنت کے ساتھ تو کبھی تفضیلیوں کے مؤقف پر آئیے ان تضادات کو دیکھتے ہیں۔

تضاد نمبر 1:

صحابی اس شخصیت کو کہیں گے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں اتباع اور اخذِ فیض کی نیت میں 'مکثِ طویل (یعنی طویل مدت)'' گزارا ہو۔ (تکفازایہ ص244)

جبکہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

وہ لوگ جو فتح مکہ کے بعد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے ان کے پاس 'مکثِ طویل'' کی گنجائش نہیں تھی۔''

(تکفازینہ: ص253)

آخر اس قیاس کا نتیجہ کیا نکلا کہ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، وہ صحابی نہیں ہیں۔

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔'' (تکفازایہ: ص444)

پچھلے قیاس کے نتیجے اور اس مقدمے کو دوبارہ ترتیب دیں تو نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی نہیں، جبکہ تکفازانیہ کے ان صفحات 512,395,391,301,2 میں آپ کو صحابی شمار کیا ہے۔

اب مصنف ہی وضاحت فرمائیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانتے ہیں یا نہیں؟

اب یا تو مصنف کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں یا نہیں اگر صحابی ہیں جیسا کہ کچھ مقامات پر اس کی تصریح ہے تو پھر مزید تضادات سامنے آتے ہیں۔

تضاد نمبر 2:

شاہ حسین گردیزی صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے لکھتے کہ

''یہ وہ پاکیزہ اور طاہرین ہیں جن کے کردار وعمل کی تعریف علیم بذات الصدور کر رہا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کتنے بلند کردار لوگ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں رہ کر تزکیہ کے مرتبہ سے فیض یاب ہوئے۔ (تکفازانیہ: ص224)

تکفازانیہ میں لکھتے ہیں:

جنگ جمل کے عقب میں کوئی سازش، منصوبہ اور حصولِ اقتدار کی خواہش نہیں جس بس رات گئی بات گئی ہوگئی...... مگر جنگِ صفین کے عقب میں ایسی بہت سی چیزیں تھیں جو اس کی بقاء اور دیر پا ہونے کا سبب بنیں۔ (تنکا زانیہ: ص389)

اسی قسم کا مضمون تنکا زانیہ ص499,394 پر بھی ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ مصنف کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ حصولِ اقتدار کے لیے لڑی، حصولِ اقتدار کے لیے ایک عظیم معرکہ بپا کرنا اور اس میں ہزاروں جانوں کے قتل کا سبب بننا، آج بھی انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے اور ایسے شخص کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، قابل نفرت سمجھا جاتا اور دنیا و خواہش پرست کہا جاتا ہے، اب اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حصولِ اقتدار کے لیے جنگ لڑی تو تزکیے کے مرتبے سے فیض یاب ہونے کے کیا معنی ہیں؟

یہ تو شاہ صاحب ہی وضاحت کر سکتے ہیں کہ اس میں کیا معاملہ ہے کبھی ادھر تو کبھی ادھر۔

تضاد نمبر 3:

شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اہلِ طریقت کو اپنے اکابر کی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے حضرات کا ادب و احترام کرنا چاہیے اور ان کے لیے کوئی بے ادبی اور کم درجہ کے لفظ و کلمہ کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے (تنکا زانیہ: ص445)

تنکا زانیہ کے دوسرے مقام پر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

بہر کیف! اس مقام میں قاسطین کا معنی، ظلم کرنے والے ہیں اور وہ اہل صفین ہیں جن کے سربراہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ (تنکا زانیہ: ص305)

یہاں اس مقام پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالموں کا سربراہ قرار دیا، کیا یہ بے ادبی اور کم درجے کا لفظ نہیں؟ اور کیا یہ لفظ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان ہے؟ اسی طرح پوری کتاب کے ہر چند صفحے کے بعد آپ کے لیے لفظ، باغی، استعمال کیا گیا ہے، کہ، آپ باغی تھے، باغیوں کے سردار تھے۔

مانا کہ یہ لفظ حدیث سے ثابت ہے، لیکن کیا بیانِ حقیقت کا انداز یہی ہوتا ہے، کہ جگہ بہ جگہ، موقع بے موقع اس کا اظہار کیا جائے؟

اب دیکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً بشر ہیں، آپ کی بشریت کا انکار کفر ہے، لیکن اگر کوئی آپ کے لیے اسی لفظ کی رٹ لگاتا رہے، جگہ بہ جگہ آپ کو بشر کہے، تو کیا اس کے عمل کو بے ادبی نہیں کہا جائے گا؟

غور کیجیے کہ خیر و شر دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، لیکن اس کے باوجود علماء شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟

اصل وجہ یہی ہے کہ اس میں بے ادبی کا شائبہ ہے، معلوم ہوا کہ اظہار حقیقت میں پہلوئے ادب ملحوظ ہو تو یہ ،حقیقت ظاہر کرنا، ہے، اور اگر ادب کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ ،بے ادبی، ہے، اسے حقیقت کا اظہار نہیں کہا جا سکتا۔

تضاد نمبر 4:

نقاز انیہ میں لکھتے ہیں کہ:

اس بحث میں چونکہ حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے نام ہیں، یہ تمام صحابہ کرام ہیں بلکہ قرآنی تصریحات کے مطابق پہلے تینوں حضرات اولین صحابہ ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار ان حضرات کے متبعین میں آتا ہے۔ (نقاز انیہ: ص 177)

اس عبارت میں مصنف کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

"وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ.

یعنی اور مہاجرین و انصار جنہوں نے ایمان لانے میں سبقت کی اور جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اس عبارت میں مصنف نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "الذین اتبعوھم باحسان" میں داخل مانا ہے۔

جب کہ نقاز انیہ کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

امت کا دانش مند طبقہ یہ مؤقف رکھتا ہے کہ وہ لوگ جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آمادہ پیکار ہوئے، وہ ہر روایت ولقاء کے باوجود تجریح و تنقید سے مستثناء نہیں ہیں، کیونکہ ان کی عدالت کو قبول نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ وہ، الذین اتبعوھم باحسان، میں شامل نہیں ہیں۔ (نقاز انیہ: ص 268)

اس دو رخی کے علاوہ مزید غضب یہ ہے کہ مصنف نے اس ،دانش مند طبقے، کی نہ کوئی دلیل ذکر کی، نہ اس مؤقف پر کسی بزرگ و عالم کی عبارت پیش کی، اور نہ کسی تفسیر کا حوالہ دیا۔

محسوس ہوتا ہے کہ یہ ،دانش مند طبقہ، خود مصنف اور ان کے حواری ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو انہیں خوش فہمی کے موضوع پر علماء کا لکھا ہوا مواد پڑھنا چاہیے۔

تضاد نمبر 5:

شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

آپ کے دور اقتدار میں سب سے پہلے جنگِ جمل ہوئی، پھر جنگِ صفین ہوئی اس کی کوکھ سے خوارج پیدا ہوئے جنہیں، مارقین، کہا گیا ہے اور ان سے جنگِ نہروان ہوئی، اور یہ تینوں طبقات باغین میں شمار ہوتے ہیں کہ انہوں نے امام برحق کی طاعت سے خروج کیا اور پھر ان سے آمادہ پیکار ہوئے اور قتال کیا اور ایسے ہی لوگوں کو باغی کہا جاتا ہے۔ (تفتازانیہ: ص307)

اس عبارت میں مصنف نے اہلِ جمل و صفین میں کوئی تفریق نہ رکھی۔

جبکہ دوسرے مقام پر ان کے درمیان فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

گویا اہلِ جمل اور اہلِ صفین میں فرق ہے، اہلِ جمل کے تینوں رہنماؤں پر باغی کا اطلاق نہیں ہوگا، اور اہلِ صفین اہلِ بغاوت ہیں۔ (تفتازانیہ: ص437)

تضاد نمبر 6:

شروعِ کتاب کے تقریباً 170 صفحات، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے جملے ،رکب علی و ھرب معاویۃ، کی تشریح میں ہیں، کیونکہ اس جملے پر اعتراض ہوا کہ اس میں ،معاویہ، سے صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں، اور اس جملے سے آپ کے بارے میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، شاہ حسین گردیزی صاحب نے علامہ تفتازانی سے اپنے علمی لگاؤ کی بنیاد پر انہیں ،توہین و تنقیص کے اس الزام سے بری قرار دیتے ہوئے، ثابت کیا کہ اس میں ،معاویہ، سے مراد صحابیِ رسول نہیں ،یقیناً اکابرین سے حسنِ ظن قائم کرنے اور ان پر عائد ہونے والے الزامات کو رد کرنے کی یہ روش قابل ستائش ہے، جس پر دو رائے نہیں، لیکن جب بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آتی ہے، تو شاہ صاحب کی یہ روش تبدیل ہوتی نظر آتی ہے، صحابی رسول کہ جن کے درجے تک کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں پہنچ سکتا، ان سے حسنِ ظن قائم کرنے میں شاہ حسین گردیزی صاحب ہچکچاتے دکھائے دیتے ہیں، بلکہ صاف اور صریح لفظوں میں تفتازانیہ: ص389 یوں لکھتے ہیں، جنگ جمل کے عقب میں کوئی سازش، منصوبہ اور حصولِ اقتدار کی خواہش نہیں تھی.... مگر جنگِ صفین کے عقب میں ایسی بہت سی چیزیں تھیں جو اس کی بقاء اور دیرپا ہونے کا سبب بنیں۔

اسی قسم کا مضمون ص 499,394 پر بھی ہے اس دورخی کے ساتھ مزید غضب یہ کہ اس پر نہ کسی بزرگ کا حوالہ

دیا، نہ کسی کتاب کی تصریح پیش کی تو کیا شاہ حسین گردیزی صاحب پر معاذ اللہ وحی اتری ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حصولِ اقتدار کے لیے جنگ لڑی؟

آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اجتہادی خطاء پر محمول کرنے سے کون سی چیز رکاوٹ بن رہی ہے؟

اصل مسئلہ وہی ہے جو شاہ صاحب نے خود تفتازانیہ: ص 471 پر ذکر کیا کہ:

دلوں میں ایسی ترجیحات ہیں جو ثابت شدہ چیزوں سے میل نہیں کھاتیں، وہ ترجیحات ذاتی ہیں اور دل حقائق قبول نہیں کرتے۔

شاہ حسین گردیزی صاحب کی علامہ تفتازانی رحمہ اللہ سے بغاوت

شاہ حسین گردیزی صاحب نے پوری کتاب علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے دفاع میں لکھی ہے ان سے خاص علمی لگاؤ بھی رکھتے ہیں تفتازانیہ: ص 151 پر لکھتے ہیں کہ:

ان کے قلم کے نور سے آج درسگاہوں کی نورانیت ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت ثابت کرنے میں مصنف اتنا آگے بڑھ گئے کہ خود اپنے ممدوح سے بھی باغی ہو گئے۔

تفتازانیہ: ص 486 پر علامہ تفتازانی کی عبارت کچھ یوں ہے:

ما وقع من المخالفات والمحاربات لم یکن من نزاع فی خلافته بل عن خطا فی الاجتهاد.

یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں جو اختلاف ہوا اور جنگیں ہوئیں وہ خلافت میں نزاع کی وجہ سے نہ تھیں بلکہ وہ اجتہاد میں خطا کی وجہ سے تھیں۔

اس عبارت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء کو، خطائے اجتہادی، کہا گیا ہے۔ لیکن شاہ حسین گردیزی صاحب، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ سے بغاوت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

،،اگر یہ مہربانی کی جائے کہ اس (یعنی لفظِ خطاء) کے ساتھ ،منکر، اور ،اجتہادی، کی قید نہ لگائی جائے اور اس خطاء کو محض اور صرف خطاء ہی رہنے دیا جائے تو وہ بہتر ہوگا۔ (تفتازانیہ: ص 443)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اجتہادی کی قید مصنف کو کیوں کانٹے کی طرح چبھ رہی ہے، کہ اسے ختم کرنے کے درپے ہیں؟

تفتازانیہ: ص 591 پر علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ ہے کہ:

روافض خاص کر ان کے غالی لوگوں نے بعض صحابہ کرام کے بغض میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کی ہے مصنوعی حکایات اور افترا آت کی بنیاد پر، جبکہ قرنِ ثانی اور ثالث میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا، اہلِ سنت کو چاہیے وہ ان جھوٹی باتوں سے خود کو بچائیں اور صحابہ کرام کی طرف گھٹیا باتوں کے انتساب سے گریز کریں۔

لیکن شاہ حسین گردیزی صاحب، علامہ تفتازانی کی بات کو رد کرتے ہوئے، اور روافض کے چنگل میں پھنستے ہوئے، بغیر دلیل مصنوعی حکایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گویا لوگوں کے لیے حالات اتنے مشکل کر دیے گئے وہ ان کی تائید وحمایت میں بات کرنے سے بھی رہ گئے، جمعہ کے خطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کی جانے لگی اور، علی، نام رکھنے پر پابندی ہوگئی۔

(تفتازانیہ: ص394، 395)

" کیا شاہ صاحب سند صحیح یا تواتر سے اپنی بیان کردہ بات کو ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں، اور ہر گز نہیں تو کیا یہ بات روافض کی طرف سے، لوگوں کے دلوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول کی محبت نکالنے کے لیے گھڑی ہوئی باتوں میں سے نہیں؟

ہمارا شاہ حسین گردیزی صاحب سے وہی شکوہ ہے جو خود انہوں نے تفتازانیہ: ص 153 پر کیا ہے،، کیا اہلِ سنت و جماعت پر اس برے وقت نے بھی آنا تھا کہ اصاغر اکابر کی توہین اور کردار کشی میں لگ جائیں،،

تفتازانیہ: ص 587 پر علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کی عبارت ہے:

والمذهب ان الباغی لیس بفاسق، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے یہ عبارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں لکھی ہے، کہ آپ اگرچہ باغی تھے، لیکن اس سے فسق لازم نہیں آتا، لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آپ کو مسلمانوں کا امیر بنانا بالکل درست تھا۔

معلوم ہوا کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل تھے۔

لیکن اس سے بغاوت کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

،، صحابی کی عدالت باطل بھی ہو سکتی ہے اور بغاوت سے اس کا بطلان ہو سکتا ہے،، (تفتازانیہ: ص367)

صغریٰ، کبریٰ اور نتیجہ کچھ یوں ترتیب پاتا ہے کہ چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے اور بغاوت سے عدالت باطل ہو جاتی ہے، لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل نہ تھے۔

تفتازانیہ: ص268 پر اس کی تصریح ہے:

وہ لوگ جو حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے آمادہ پیکار ہوئے وہ رؤیت ولقاء کے باوجود تجریح وتنقید سے مستثناء نہیں کیونکہ ان کی عدالت کو قبول نہیں کیا جاسکتا، اسی ضمن میں مصنف کا ترجمہ عبارت میں سقم بھی ملاحظہ فرمائیں۔
مکمل عبارت یہ ہے:

"والمذهب ان الباغي ليس بفاسق ولو سلم فانماظهر ذلك في امامة علي رضي الله عنه" اس کا بے ربط ترجمہ یہ کیا گیا ہے:

اور یہ مؤقف کہ باغی فاسق نہیں ہوتا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ باغی تھے لیکن اس کا ظہور اور عیاں ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقتدار میں ہوا لہٰذا ان کا انعزال آپ کی ذمہ داری تھی۔

اس ترجمے میں تین خرابیاں ہیں۔

پہلی یہ کہ والمذہب ان الباغی لیس بفاسق پورا جملہ ہے، جس کا ترجمہ مصنف نے مرکب ناقص جیسا کیا ہے: اور یہ مؤقف کہ باغی فاسق نہیں ہوتا، ایسا لگ رہا ہے کہ آگے کوئی خبر آئے گی، کہ یہ مؤقف درست ہے یا نہیں۔

دوسری خرابی یہ کہ ،سلم، کی ھو ضمیر سے مراد باغی ہونا لیا ہے، حالانکہ اس سے مراد باغی کو فاسق ماننا ہے جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے۔

تیسری خرابی لفظ ،لیکن، ہے، جس کا یہاں کوئی محل نہیں، کہ یہ استدراک کے لیے آتا ہے اور عبارت میں کوئی استدراک نہیں۔

مزید یہ کہ یہ عبارت، لہٰذا ان کا انعزال آپ کی ذمہ داری تھی، مصنف کا اپنی طرف سے اندراج ہے، عربی میں یہ عبارت نہیں، نہ مصنف نے اسے بریکٹ میں رکھا کہ اصل سے الگ ہونا ظاہر ہو اب اس عبارت کا درست ترجمہ ملاحظہ ہو:

"مذہب یہ ہے کہ باغی فاسق نہیں ہوتا، اور اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے (کہ باغی فاسق ہوتا ہے) تو یہ معاملات، محض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ظاہر ہوئے (اس لیے حضرت عثمان پر کوئی الزام نہیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ولو سلم ،سے جواب بر سبیل تسلیم یا بر سبیل تنزل ہوتا ہے، اصل جواب وہی ہوتا ہے جو پہلے ذکر کیا جائے تو حاصل کلام یہ ہوا کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل تھے کہ باغی فاسق نہیں ہوتا، اور مصنف اسے ماننے کے لیے تیار نہیں۔

شاہ حسین گردیزی اور کتاب تفتازانیہ

شاہ حسین گردیزی صاحب نے کتاب، تفتازانیہ، میں خصوصی طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور عمومی طور پر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے پہلے اس کتاب میں جو صحابہ و اہل بیت کی گستاخیاں کی گئیں اس کی جھلک ملاحظہ کیجیے۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناموں کا موازنہ کرتے ہوئے معاویہ کا معنی شاہ حسین گردیزی لکھتے ہیں:

معاویہ، المعاویہ، سے نقل ہو کر آیا ہے اور وہ کتیا جسے شہوت پیدا ہوتی ہے تو وہ چیخ کر کتوں کو اپنی اس کیفیت سے آگاہ کرتی ہے۔ (تفتازانیہ: ص88 معاویہ کا معنی)

(2) اور، المعاویہ، اس شہوتی کتیا کو کہتے ہیں، جو کتوں کی طرف میلان کرے جب کتیا کتوں کو بھونکے اور کتے اسے بھونکے۔ (تفتازانیہ: ص93,94)

(3) ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے معنی میں پستی پائی جاتی ہے کیونکہ اس لفظ کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو معاشرہ میں پست ہوتی ہیں۔ (تفتازانیہ: ص95)

(4) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

حضرات محدثین نے اصول حدیث میں جرح و تعدیل کے جو قواعد و ضوابط بیان کیے ہیں اس میں حضرات صحابہ کرام کو شامل نہیں کیا گیا ہے اس لیے کہ احسان، انفاق و قتال کرنے اور انتقال دین و شریعت میں کردار ادا کرنے والے صحابہ کرام کی تعدیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی ہے اور وہ اس معاملہ میں ملائکہ مطھرون کی طرح ہیں اور قرآن حکیم جس صورت میں آج موجود ہے ان کی عدالت و دیانت کی زندہ و پائندہ مثال ہے اس لیے ان پر جرح نہیں ہو سکتی تاہم امت کا دانش مند طبقہ یہ مؤقف رکھتا ہے کہ وہ لوگ جو حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے آمادہ پیکار ہوئے وہ رؤیت ولقاء کے باوجود تجریح و تنقید سے مستثناء نہیں ہیں کیونکہ ان کی عدالت کو قبول نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ وہ الذین اتبعوھم باحسان، میں شامل نہیں ہیں ظاہر ہے کہ یہ ایک جزوی چیز ہے جو اصل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ (تفتازانیہ: ص268)

نوٹ: دانشمند طبقہ صرف ان کے اپنے مخصوص علماء ہیں ورنہ سلف و خلف میں کوئی حوالہ تو دیا ہوتا اور یہ اہلسنت بھی اپنے مخصوص طبقے کو کہتے ہیں۔

(5) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

بہر کیف! اس مقام میں قاسطین کا معنی، ظلم کرنے والے ہیں اور وہ اہل صفین ہیں جن کے سربراہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ (تکفا زانیہ: ص305)

(6) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت عمار قتل ہو گئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے دو آدمیوں ابوغادیہ اور ابن جز سکسکی نے انہیں قتل کیا۔ (تکفا زانیہ: ص317)

نوٹ: حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ پر یہ شاہ حسین گردیزی صاحب کا جھوٹا الزام ہے اپنے مقام پر اس کا جواب دیا جائے گا۔

(7) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار سے فرمایا ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں میں سے دو آدمیوں نے قتل کر دیا ہے تو وہ گروہ باغی ہوگا انہیں قتال سے دستبردار ہو کر امام کی اطاعت کر لینی چاہیے تھی اس میں اجتہاد اور تفقہ کی کیا بات ہے کہ علماء کی مجلس قائم کی جائے اور اس میں تحقیق و تفتیش ہو کر گروہِ معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہے یا نہیں، بہر نوع! یہ حقیقت بالکل واضح ہے اس میں کسی اجتہاد کی حاجت نہیں ہے اور اجتہاد کے بغیر ہی عوام سمجھ رہی ہے۔ (تکفا زانیہ: ص317،318)

(8) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

اس عبارت میں تین باتوں کا بیان ہے۔

(1) جمہور علماء کا موقف یہ ہے (2) حضرت معاویہ باغی ہیں (3) سب سے پہلے بغاوت کرنے والے ہیں یہ تینوں باتیں حقیقت کے مطابق ہیں اور بغیر کسی کمی بیشی کے حقیقت ہیں اس میں کوئی ابہام اور پوشیدگی نہیں ہے۔ (تکفا زانیہ: ص387)

(9) اور ملوکیت غالب آ گئی جمعہ کے خطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کی جانے لگی، اور علی نام رکھنے پر پابندی ہو گئی۔ (تکفا زانیہ: ص395)

(10) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے معاملہ میں بگاڑ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی کیا، اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حلقہ اطاعت میں داخل ہو جاتے اور ان کا تعاون کرتے تو آپ غالب آ جاتے اور قاتلین پر حد قائم کر دیتے یعنی ان سے قصاص لے لیتے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس طرف کوئی توجہ

نہیں کی اور اختلاف جاری رکھا اور پھر جنگ چھیڑ دی، جس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے شہید ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ پر، فئۃ باغیہ، کی مہر لگا دی جواب مٹنے والی نہیں ہے۔ (نگارزانیہ: ص408)

(11) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

اور یہ بات بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دلائل نبوت میں سے ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا اسی طرح وقوع پزیر ہوا لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوئے۔ (نگارزانیہ: ص422)

(12) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

یعنی اگر صحابی ہونے کی وجہ سے معاملہ برابر ہو جائے تو کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے، کہ انہیں مجتہد تسلیم کر کے ایک اجر بھی دیا جائے؟ اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ ان کے اس اجتہاد کی وجہ سے ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے ہیں تو انہیں اس ایک اجر کا انعام بھی دیا جائے۔ (نگارزانیہ: ص428)

(13) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو اس خطہ کے گورنر تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت سے بغاوت کا اعلان کر دیا اور خون عثمان کا عذر سامنے رکھ لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آمادہ پیکار ہو گئے۔ (نگارزانیہ: ص441)

(14) شاہ حسین گردیزی صاحب بڑی خوشی سے لکھتے ہیں:

مولانا سعیدی نے، تفئ الی امر اللہ، سے مسلسل جنگ، مراد لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے عدم بغاوت کی رعایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حضرات مفسرین نے دیوار تفسیر میں دراڑ ڈالنے کی ،، سعی مسلسل،، ناکام بنادی۔ (نگارزانیہ: ص480)

(15) شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

اور قاتلان عمار باغی ہیں اور حضرت معاویہ جو اپنے اس لشکر کے سربراہ تھے باغی ہیں

(نگارزانیہ: ص484)

جواب:

ان تمام باتوں کو سمجھنے کے لیے جنگ صفین اور اس سے متعلقہ باتوں کو سمجھنا ضروری ہے لہٰذا پہلے اس معاملہ کو واضح کیا جاتا ہے اس کا مطالعہ فرمائیں کافی باتوں کا جواب اس میں آجائے گا اور جو باتیں رہ جائیں گی اس کا جواب بھی دے دیا جائے گا۔

جنگ صفین حضرت علی ؓ وحضرت معاویہ ؓ میں جنگ کی حقیقت

جنگ جمل کے بعد دوسری بڑی جنگ صفین کے مقام پر ہوئی، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جنگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی افواج کے درمیان لڑی گئی لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے، حضرت علی ؓ کی فوج کا بڑا حصہ اب باغی تحریک کے کارکنوں پر مشتمل تھا اور انہوں نے اپنی پوری قوت میدان میں جھونک دی تھی، ان کے عزائم کی راہ میں حضرت معاویہ ؓ آخری چٹان بن کر کھڑے تھے، باغی ان کی قوت کا خاتمہ کر کے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے شام پر لشکر کشی کر دی، اور اپنی پوری قوت لگا دی، تاکہ حضرت معاویہ ؓ اور ان کی افواج کا خاتمہ ہو، حضرت علی ؓ ان باغیوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے ساتھ تشریف لے گئے اور انہیں جنگ سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، تاہم جنگ ہو کر رہی اور اس جنگ میں باغیوں کی قوت کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

کیا جنگ صفین کی روایتیں قابل اعتماد ہیں؟

اگر تاریخ طبری اور بلاذری میں جنگ صفین سے متعلق روایتوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کی سب ابو مخنف کی روایت کردہ ہیں جو صحابہ کرام سے خاص بغض رکھتا تھا یہ وہ صاحب تھے جنہوں نے جنگ صفین پر پہلی کتاب لکھی، ان کے پڑدادا مخنف بن سلیم ازدی اس جنگ میں شریک تھے، ابو مخنف اور ان کی قبیل کے دیگر مؤرخین کی کوشش یہ رہی ہے کہ ان روایتوں میں صحابہ کرام کی ایسی تصویر پیش کی جائے کہ یہ ایک دوسرے کے مخالف نظر آئیں، اسی طرح حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم کی ایسی تصویر پیش کی جائے، جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ حضرات باغیوں کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے اور دیگر مخلص صحابہ کے لیے اپنے دل میں بغض رکھتے تھے، ایسے تمام جملے ابو مخنف کی ایجاد ہیں اور ان سے ہٹ کر کسی بھی قابل اعتماد راوی نے ایسی کوئی بات روایت نہیں کی ہے۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ پر تحقیق

کتب تاریخ کی اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی گھڑی ہوئی ہیں، لوط بن یحییٰ ابو مخنف کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

(1، 2) علامہ ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اخباری، تالف، لایوثق بہ۔ (لسان المیزان: 5/ 567، میزان الاعتدال: 3/ 419)

(3) ابو حاتم وغیرہ نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل: 7/ 248)
(4) یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا۔
"لیس بثقة، لیس بشيء۔ یہ ثقہ نہیں اور نہ کوئی چیز ہے۔ (الضعفاء الکبیر: 4/ 568)
(5) ابو عبید آجری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو داؤد رحمہ اللہ سے ابو مخنف کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور فرمایا کہ کیا کوئی اس کے بارے میں بھی پوچھتا ہے؟ یعنی یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کے بارے میں پوچھا جائے۔ (لسان المیزان: 5/ 568)
(6) ابن عراق کنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کذاب تالف" (تنزیہ الشریعہ: 1/ 98)
(7) ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی کذاب کہا ہے۔ (الموضوعات: ص 406)
(8) ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "شیعي محترق، صاحب اخبارهم"
(الکامل فی الضعفاء الرجال: 6/ 93، لسان المیزان: 5/ 568)

ابو مخنف وہ شیعی مؤرخ ہے جس نے خیر القرون میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر جھوٹ سے بھری مستقل کتابیں لکھی ہیں:
سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت ابو بکر، شوریٰ، خلافت سے متعلق حضرت عمر کی قائم کردہ شوریٰ، مقتل عثمان، مقتل علی، جنگ جمل وصفین، مقتل حسین، وفات معاویہ اور ولایت یزید، مقتل عبداللہ بن الزبیر، سلیمان بن صرد اور عین وردہ وغیرہ۔ (الاعلام للزرکلی: 5/ 245، الفہرست لابن الندیم، ص: 105، 106، معجم الادباء: 6/ 670)
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، طبری وغیرہ سے ابو مخنف کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَلِلشِّيعَةِ وَالرَّافِضَةِ فِي صِفَةِ مَصْرَعِ الْحُسَيْنِ كذب كثير وأخبار باطلة، وفيما ذكرنا كِفَايَةٌ، وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ، وَلَوْلَا أن ابن جرير وغيره من الحفاظ والأئمة ذَكَرُوهُ مَا سُقْتُهُ، وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لُوطِ بْنِ يَحْيَى، وَقَدْ كَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، وَلَكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ، عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ، وَلِهٰذَا يَتَرَامَى عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ المصنفين فِي هٰذا الشأن مِمَّنْ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: شیعوں اور رافضیوں کی شہادت حسین سے متعلق بہت ساری دروغ گوئیاں اور بے بنیاد خبریں ہیں، ہم نے جو ذکر کیا اس میں کفایت ہے اور ہماری ذکر کردہ بعض چیزیں قابل اشکال ہیں، اگر ابن جریر طبری وغیرہ جیسے ائمہ اور حفاظ اسے ذکر نہ کرتے تو ہم بھی ان روایات کو نہ لاتے اور یہ اکثر ابو مخنف کی روایتیں ہیں،

جو یقیناً شیعہ ہے اور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن اخباری (صحافی) اور حافظ ہے اور اس کے پاس اس حوالے سے ایسی چیزیں ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں، لہٰذا بعد کے اکثر مصنفین نے ان روایات کے بارے میں ابومخنف سے نقل پر اکتفا کیا ہے۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ: 8/202)

ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس قول سے واضح ہے کہ ابومخنف کی روایات سے استشہاد کیا ہے نہ کہ استدلال اور وہ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہادت کے باب میں مزید یہ کہ آج کل رافضیت پھیلانے والے ہر لکھاری نے یہ طریقہ کار بنالیا ہے کہ جس راوی پر شیعہ ہونے کی جرح موجود ہو تو اسے فوراً شیعہ اولیٰ یا محب اہل بیت ثابت کرنے بیٹھ جاتا ہے جبکہ یہ بات غلط ہے کہ ہر ثقہ یا صدوق شیعہ سے مراد شیعہ اولیٰ ہے کیونکہ بہت سارے ایسے شیعہ راوی ہیں جنہوں نے صحابہ کرام پر طعن کیا اور عقائد اہل سنت کے خلاف مرویات بھی نقل کیں تو انہیں شیعہ اولیٰ کہنا باطل و مردود ہے۔

ابومخنف کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ کی رائے

ابن عدی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ اس کی کوئی روایت قابل اعتبار نہیں، سب بے ہودہ روایتیں ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ یہ بدبخت سلف صالحین کی ہتک عزت کرتا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

حدث بأخبار من تقدم من السلف الصالحين، ولا يبعد مِنهُ أن يتناولهم، وَهو شاعى محترق صاحب أخبارهم وإنما وصفته لا يستغني عن ذكر حديثه فإني لا أعلم له من الأحاديث المسندة ما أذكره وإنما له من الأخبار المكروه الذى لا أستحب ذكره۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال: 7/241)

ترجمہ: ابومخنف متقدمین سلف صالحین کے بارے میں خبریں نقل کرتا ہے اور اس سے بعید نہیں کہ وہ ان کی ہتک عزت کرے، یہ شیعہ اور ان کا مورخ ہے، میں نے اس لیے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کی احادیث کے ذکر سے استغناء نہیں، میرے علم میں اس کی کوئی ایسی صحیح روایت نہیں جسے میں ذکر کروں، البتہ اس کی صرف وہ ناپسندیدہ، بدبودار روایتیں ہیں جنہیں میں ذکر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے باب میں ابومخنف کی مطاعن سے استدلال کرنا مردود ہے

چونکہ جنگ صفین سے متعلق تمام روایتیں ابومخنف ہی کے توسط سے ہم تک پہنچی ہیں، اس وجہ سے صحیح صورتحال کا اندازہ لگانا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ پھر بھی ہم کوشش کرتے ہیں کہ درایت کے اصولوں کے تحت بعض سوالات کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

جنگ جمل اور صفین کے درمیانی عرصے میں کیا اہم واقعات پیش آئے؟

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ملکی انتظام پر توجہ فرمائی، اب آپ نے کوفہ میں قیام فرمایا، اب آپ کی خلافت کو بالعموم تسلیم کر لیا گیا اور لوگوں نے آپ کی بیعت کرنا شروع کر دی، صرف ایک شام کا صوبہ ایسا تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی، صحابہ کرام کا ایک گروہ، جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم جیسے لوگ تھے، غیر جانبدار ہو کر مدینہ میں مقیم تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خط و کتابت شروع کی اور اتحاد کی کوششیں شروع کیں لیکن باغیوں نے ایسی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا، ان حضرات کے درمیان بعض سفیروں کا بھی تبادلہ ہوا، ایسے ہر موقع پر باغیوں نے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو مخلص مسلمان آ کر ملتے، یہ انہیں بھی بدظن کر کے دور کر دیتے اور انہیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے، یہ باغی جعل سازی کے فن میں ید طولی رکھتے تھے اور اس سے پہلے بھی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر چکے تھے، جس کی مثال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگا کر خط بنایا گیا، اس لیے اس بات کا غالب امکان موجود ہے کہ انہوں نے حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے نام سے خود یہ خطوط لکھے ہوں، ابو مخنف اور سید شریف رضی نے ان میں سے بعض خطوط اپنی کتب میں درج کیے ہیں لیکن ان میں جو زبان استعمال ہوئی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان خطوط میں بھی بہت کچھ داخل کر دیا گیا ہے، ان جملوں سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ دونوں جلیل القدر صحابہ ایک دوسرے سے بدظن تھے، ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل سمجھتے تھے اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان پر بغاوت کا الزام عائد کرتے تھے، یہ خطوط باغیوں کی دسیسہ کاریوں کے سوا کچھ نہیں ہیں جو انہوں نے ان دونوں صحابہ کو بدنام کرنے کے لیے کی ہیں، چونکہ باغی گروہ سے تعلق رکھنے والے راوی اپنی تحریک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے چلا رہے تھے، اس وجہ سے انہوں نے خاص کر ایسی روایات وضع کرنے کی کوشش کی ہے جن کے مطابق وہ یہ ظاہر کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دل و جان سے انہی کے ساتھ تھے، جن صحابہ نے ان کی تحریک کی راہ میں روڑے اٹکائے، وہ ان کی دل کھول کر کردار کشی کرتے ہیں، ان خطوط کے جعلی پن کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ ان کی سند میں ابو مخنف، ہشام کلبی، سیف بن عمر اور واقدی جیسے راوی موجود ہیں، جنہیں محدثین نے "کذاب" کے درجے میں رکھا ہے، دوسرے یہ کہ اگر ان حضرات میں

اس درجے کی بدگمانی موجود ہوتی تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مختلف شہروں کو بھیجے گئے اپنے خط میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے صفائی پیش کیوں کرتے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر کیوں روتے اور ان کے لیے دعا کیوں کرتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے اقتدار ان کے سپرد کیوں کرتے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا دارالحکومت کوفہ کیوں منتقل کیا؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ سے نکلنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجبوری تھی، لیکن جنگ جمل کے بعد انہوں نے واپس مدینہ کا رخ کیوں نہیں کیا اور کوفہ کو اپنا دارالحکومت کیوں بنا لیا؟ ہمیں اس سوال کے جواب میں یہ امور سمجھ میں آتے ہیں:

(1) کوفہ چونکہ ایک بہت بڑی چھاؤنی تھا اور مشرق کے تمام ممالک کے معاملات کوفہ ہی سے کنٹرول ہوتے تھے، اس وجہ سے ضرورت اس امر کی تھی کہ اسے کنٹرول میں لایا جائے۔

(2) باغی تحریک کا مرکز بھی اب کوفہ ہی بن چکا تھا، اس وجہ سے ان پر نظر رکھنے کے لیے کوفہ میں موجودگی ضروری تھی۔

(3) مدینہ منورہ عالم اسلام کے وسط میں تھا اور فوجی چھاؤنیوں سے دور علاقہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تجربے سے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ دارالحکومت ایسے مقام پر ہونا چاہیے جہاں فوج کی بڑی تعداد موجود ہو۔

باغیوں کے نقطہ نظر سے صوبہ شام کی اہمیت کیا تھی؟

شام کے صوبے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں شام کا صوبہ شمال مشرق میں دریائے فرات سے لے کر مغرب میں دریائے نیل تک پھیلا ہوا تھا، موجودہ شام، لبنان، فلسطین اور اردن کے پورے پورے ممالک صوبہ شام کا حصہ تھے جبکہ عراق اور ترکی کے بعض حصے بھی اسی صوبے میں شامل تھے، شام ایک غیر معمولی صوبہ تھا کیونکہ اس کی سرحدیں رومی سلطنت کے ساتھ لگتی تھیں جس کا سربراہ قیصر روم تھا، قیصر کی کوشش تھی کہ کسی طرح اپنے مقبوضات واپس لے لے، ضرورت اس امر کی تھی کہ شام پر کسی غیر معمولی صلاحیتوں والے گورنر کو مقرر کیا جاتا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو 20ھ/642ء میں یہاں کا گورنر مقرر کیا، آپ نے اپنے حسن انتظام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو متاثر کیا اور مزید علاقے آپ کے صوبے میں شامل کر دیے گئے، جب عبداللہ بن سباء نے مختلف شہروں میں اپنی باغی تحریک کو منظم کرنا شروع کیا تو وہ شام بھی آیا مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیدار مغزی سے اسے ناکامی ہوئی، اس کے بعد ان باغیوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسری مرتبہ سامنا اس وقت ہوا جب مالک الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے کوفہ میں بلوہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا جہاں آپ نے نہایت نرمی سے ان کی اصلاح کی کوشش کی، معلوم ہوتا ہے کہ مالک الاشتر اور اس کے ساتھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طاقت سے خاصے مرعوب ہوئے، روایتوں میں آتا ہے کہ جب باغی صعصعہ نے حضرت معاویہ ر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! اگر اہل شام کو علم ہو جائے کہ تم نے ان کے حاکم کے ساتھ یہ کیا ہے، تو میں انہیں تمہیں قتل کرنے سے نہیں روک سکوں گا۔" (تاریخ الامم والملوک: 3/ 76)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کتنی محبت کرتے تھے، عراق اور مصر کی نسبت شام میں باغیوں کو ذرا سی بھی پذیرائی نہ ملی اور یہاں وہ اپنی شاخ قائم کرنے میں بری طرح ناکام ہو گئے کیونکہ شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت مستحکم تھی، ان وجوہات کی بنیاد پر باغی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے منصوبے کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی ان باغیوں نے شام پر حملے کا منصوبہ بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اہل مدینہ کو تیار کرنے کی کوشش کی لیکن سب مسلمانوں نے سرد مہری دکھائی اور باغیوں کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا، جب کہ باقی صوبوں میں یہ معاملہ نہ تھا جنگ جمل کے بعد انہوں نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کا پلان بنایا، جو لوگ اب تک سامنے آئے تھے، ان کی حیثیت معمولی تھی اندرونی قوت زیادہ تھی، اب تک اس کے جو لوگ سامنے آئے تھے، وہ تھوڑے لوگ تھے، ان کی بڑی طاقت چونکہ پہلے بصرہ کی جنگ اور پھر جنگ جمل میں ختم ہو چکی تھی، اس وجہ سے انہوں نے اب آخری داؤ لگانے کا فیصلہ کر لیا، مالک الاشتر اور دیگر باغی لیڈروں اپنے چھپے ہوئے ساتھیوں کو حرکت میں لائے اور اب باغیوں کی پوری قوت سامنے آ گئی اور انہوں نے اہل شام پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جنگ صفین کے بارے میں یہ بات غلط مشہور ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی افواج کے درمیان لڑی گئی، یہ بات انہی باغیوں کے ساتھی ابو مخنف نے مشہور کی ہے اور یہ انہی کی بیان کردہ تفصیلات ہیں جن سے طبری اور بلاذری کی تواریخ بھری پڑی ہیں یہ جنگ دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور باغی تحریک کے لیڈروں کے درمیان لڑی گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ

کے مخلص ساتھیوں کی پوری کوشش تھی کہ جنگ نہ ہو اور آپ نے مسلسل سفارت کاری کے ذریعے معاملات کو سلجھانے کی کوشش کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں نہ کی؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ بات جانتے تھے کہ قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھیر رکھا ہے اور ان کی راہ میں آخری رکاوٹ اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں، اگر آپ بھی بیعت کر لیتے تو اگلے دن ہی یہ باغی آپ کو معزول کروا دیتے اور پھر ان کی راہ بالکل ہی صاف ہو جاتی، باغیوں نے دیگر گورنروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور ان کا مقصد یہی تھا کہ کمزور گورنر مقرر کروا کر ان کے پردے میں خود حکومت کی جائے، اسی خطرے کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی لیکن ان کی خلافت کا انکار بھی نہ کیا اور صرف یہی مطالبہ رکھا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان باغیوں کو اپنے سے الگ کر دیں اور انہیں سزا دیں تو وہ ان کی بیعت کے لیے تیار ہیں۔

ابو مخنف وغیرہ نے حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین سفارت کاری کا حال لکھا ہے اور اس ضمن میں اپنی صحابہ دشمنی کے پیش نظر ایسی باتیں درج کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے دل میں ایک دوسرے کے بارے میں بغض تھا، یہ بات خلاف حقیقت ہے، اگر ان کے دلوں میں بغض اور دشمنی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ دو ماہ تک جنگ و جدال سے کیوں پرہیز کرتے؟ ایسے ہی ایک واقعے کو بیان کرتے ہوئے اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کچھ جملے لکھے ہیں، جن سے آپ کا اصل مقصد ظاہر ہوتا ہے:

آپ کے صاحب (حضرت علی) کا یہ خیال کہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا، ہم اس کی تردید نہیں کرتے لیکن کیا آپ لوگ قاتلین عثمان سے واقف نہیں ہیں؟ کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ قاتلین عثمان ہی آپ کے صاحب (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھی (بنے ہوئے) ہیں؟ وہ ان قاتلین کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم انہیں عثمان کے قصاص میں قتل کر دیں اس کے بعد ہم آپ کے امیر کی اطاعت کرنے اور اتحاد جماعت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 79)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات سے کوئی مسئلہ نہ تھا بلکہ ان کا مطالبہ صرف ان باغیوں کو الگ کر کے سزا دینے کا تھا، دوسری طرف باغی گروہ کا پورے کا پورا گروہ اب ظاہر ہو چکا تھا اور یہ اب اکٹھے ہو کر کوفہ میں جمع تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس مطالبے کو کوفہ

کی جامع مسجد میں پیش کیا تو کئی ہزار آدمیوں نے اٹھ کر کہا کہ ہم قاتل عثمان ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیسے جا ملے؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر فتح کیا اور پھر یہاں کے گورنر رہے، آپ نہایت ہی اعلیٰ پائے کے سیاستدان تھے اور دور جاہلیت میں سفارت کا منصب آپ کے سپرد تھا، واقدی، ہشام کلبی اور ابو مخنف وغیرہ نے اپنی روایتوں میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خاص طور پر کردار کشی کی کوشش کی ہے کیونکہ آپ نے نہایت اعلیٰ تدابیر کے ذریعے باغیوں کی سازشوں کو ناکام بنایا اور پھر ان کی مصری شاخ کا قلع قمع کیا، انہوں نے آپ پر یہ بہتان لگایا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کیا تھا تو آپ ان کے خلاف ہو گئے، ان کی بہن آپ کے نکاح میں تھیں، جنہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی اور پھر لوگوں کو خلیفہ کے خلاف بھڑکانے لگے، یہ بے اصل روایات ہیں اور ان کا وضع کرنے والا آپ کے خلاف دل میں بغض رکھتا ہے، اگر فی الواقع ایسا ہی ہوتا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتے دار انہیں کس طرح اپنا قریبی ساتھی بلکہ سپہ سالار بنا لیتے؟

جب باغیوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے، یہاں جب آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے بری طرح روئے اور اسی حالت میں دمشق چلے گئے، انہیں اپنے تن من کا بھی ہوش نہ تھا، اس سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی باہمی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (تاریخ الامم والملوک: 2/ 658)

واقدی وغیرہ نے ایسی جھوٹی روایتیں نقل کر دی ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، دولت اور مصر کی گورنری کے لالچ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے تھے، اس ضمن میں وہ ایک قصہ پیش کرتے ہیں جس میں آپ نے اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد سے مشورہ کیا، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جو قدیم الاسلام اور نہایت ہی عابد و زاہد صحابی ہیں، نے اپنے والد کو مشورہ دیا کہ آپ گھر بیٹھ رہیں، محمد نے مشورہ دیا کہ آپ ملکی سیاست میں حصہ لیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ عبداللہ نے جو مشورہ دیا، وہ میری آخرت کے لیے اچھا ہے جبکہ محمد نے جو مشورہ دیا، وہ میری دنیا کے لیے اچھا ہے، یہ محض گھڑی ہوئی بے اصل روایت ہے جسے کی سند میں واقدی جیسے راوی موجود ہیں جنہیں محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔

(تاریخ الامم والملوک: 3/ 70)

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میدان عمل میں نہ آتے تو باغیوں کا سامنا کرنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافی مشکلات پیش آتیں کیونکہ باغی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کر کے لوگوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکا رہے تھے، چونکہ باغیوں کے منصوبوں کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی بے مثال تدابیر سے خاک میں ملا دیا، اس وجہ سے ان کے راویوں نے آپ کو خاص کر نشانہ بنایا ہے جیسے آج کے دور میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نام لے کر اہل سنت وجماعت کی عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اہل حق علماء ان کی اس سازش کو ناکام بنا رہے ہیں تو وہ انہیں ناصبی اور کیا کیا کہتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں اللہ ہدایت عطاء فرمائے۔

اس وقت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رجحان کیا تھا؟

جو اکابر صحابہ کرام، اس وقت موجود تھے، ان کا رجحان تین قسم کا تھا:

(1) اکابر صحابہ کرام کا ایک مختصر گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، باغیوں کی یہ کوشش رہی تھی کہ جب کوئی مخلص ساتھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آملتا تو وہ اسے ہر ممکن طریقے سے بدظن کر کے علیحدہ کرنے کی کوشش کرتے، یہی وجہ ہے کہ قدیم الاسلام صحابہ کی بہت کم تعداد تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھی، ان میں حضرت عمار بن یاسر، قیس بن سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ شامل تھے۔

(2) صحابہ کرام کا ایک گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جن میں حضرت نعمان بن بشیر، عمرو بن عاص، معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہم جیسے لوگ شامل تھے۔

(4) صحابہ کرام کا ایک گروہ غیر جانبدار تھا جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر، ابوموسیٰ اشعری، اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم جیسے بزرگ صحابہ تھے۔

بدری صحابہ میں سے بہت کم تھے، جو جنگ صفین میں شریک ہوئے، مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن بن سيرين قال ثارت الفتنة واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة آلاف لم يخف منهم أربعون رجلا قال معمر وقال غيره خف معه يعني عليا مئتان وبضعة وأربعون من أهل بدر منهم أبو أيوب وسهل بن حنيف وعمار بن ياسر.

ترجمہ: فتنہ کی آگ بھڑکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد 10000 تھی، ان میں

سے صرف 40 کے علاوہ باقی جنگ کے لیے نہ نکلے، معمر کہتے ہیں: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ نکلے، اس وقت اہل بدر میں سے 240 سے زائد صحابہ کرام زندہ تھے جن میں سے صرف ابوایوب انصاری، سہل بن حنیف اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: 11/ 357 رقم 20735)

ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص سے پوچھا گیا:

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن بن سيرين قال قيل لسعد بن أبي وقاص ألا تقاتل فإنك من أهل الشورى وأنت أحق بهذا الأمر من غيرك قال لا أقاتل حتى تأتوني بسيف له عينان ولسان وشفتان يعرف الكافر من المؤمن قد جاهدت وأنا أعرف الجهاد ولا أبخع بنفسي إن كان رجل خيرا مني.

"آپ جنگ کیوں نہیں کرتے کیونکہ آپ تو اہل شوریٰ میں سے ہیں اور اس معاملے میں بقیہ سب کی نسبت زیادہ حق دار ہیں؟"

فرمایا: "میں اس وقت تک جنگ نہیں کروں گا جب تک کہ آپ لوگ مجھے ایسی تلوار نہ لادیں جس کی دو آنکھیں، زبان اور ہونٹ ہوں اور وہ کافر اور مومن میں فرق کر سکے، میں نے جہاد کیا ہے اور میں جہاد کو سمجھتا ہوں، اگر کوئی شخص مجھ سے بہتر ہو تو میں اپنی جان کو روکنے والا نہیں ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق: 11/ 357 رقم 20736)

باغیوں کا اہل شام کے خلاف کیا منصوبہ تھا؟

اہل شام کے خلاف باغیوں کا منصوبہ یہ تھا:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد گھیرا ڈال دیا جائے اور ان کے مخلص ساتھیوں کو ان سے دور کر دیا جائے تاکہ وہ آزادانہ اپنی پالیسیوں کو نافذ نہ کر سکیں۔

(2) اپنی پوری قوت اکٹھی کر کے اہل شام پر فیصلہ کن ضرب لگائی جائے تاکہ ان کے اقتدار کو کوئی خطرہ لاحق نہ رہے۔

اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ جیسے حضرات طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفارت کاری کے ذریعے معاملہ طے ہو گیا تھا، بالکل اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی معاملہ طے کر لیا جائے چنانچہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور انہوں نے جوابی خطوط لکھے، افسوس کہ ان خطوط میں غالی

راویوں نے بہت کچھ ملا دیا ہے۔

فلما قدم جرير بن عبدالله على علي فيما حدثني عمر بن شبة قال حدثنا أبو الحسن عن عوانة فأخبره خبر معاوية واجتماع أهل الشام معه على قتاله وأنهم يبكون على عثمان ويقولون إن عليا قتله وآوى قتلته وإنهم لا ينتهون عنه حتى يقتلهم أو يقتلوه فقال الأشتر لعلي قد كنت نهيتك أن تبعث جريرا وأخبرتك بعداوته وغشه ولو كنت بعثتني كان خيرا من هذا الذي اقام عنده حتى لم يدع بابا يرجو فتحه إلا فتحه ولا بابا يخاف منه إلا أغلقه فقال جرير لو كنت ثم لقتلوك لقد ذكروا أنك من قتلة عثمان رضي الله عنه فقال الأشتر لو أتيتهم والله يا جرير لم يعيني جوابهم ولحملت معاوية على خطة أعجله فيها عن الفكر ولو أطاعني فيك أمير المؤمنين لحبسك وأشباهك في محبس لا تخرجون منه حتى تستقيم هذه الأمور فخرج جرير بن عبدالله إلى قرقيسياء.

ترجمہ: جب جریر بن عبداللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، جیسا کہ مجھ سے عمر بن شبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالحسن نے عوانہ کی سند سے بیان کیا، تو انہوں نے انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی ان کی لڑائی کے بارے میں ان سے ملاقات کی خبر سنائی، اور یہ کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر روتے اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا اور اس کے قاتلوں کو پناہ دی اور جب تک وہ ان کو قتل نہ کر دیں، وہ اسے نہیں روکیں گے، اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے آپ کو جریر کو بھیجنے سے منع کیا تھا، اور میں نے کہا، آپ کو اس کی دشمنی اور فریب کے بارے میں بتایا اور اگر آپ مجھے بھیجتے تو اس سے بہتر ہوتا جو اس کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ وہ کوئی ایسا دروازہ نہ چھوڑتا جس کے کھلنے کی امید رکھتا ہو سوائے اسے کھولنے کے اور کوئی دروازہ نہ تھا، جب تک وہ اسے بند نہ کرے اس سے ڈرتا تھا، خدا کی قسم، جریر، وہ ان کا جواب نہیں سمجھ سکا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک منصوبہ بنایا جس میں میں اسے سوچنے سے روک دوں گا، اور اگر امیر المومنین نے آپ کے بارے میں میری بات مانی ہوتی تو وہ آپ کو اور آپ کے چاہنے والوں کو ایک ایسے قید خانے میں بند کر دیتے جہاں سے آپ اس وقت تک نہیں نکلیں گے جب تک یہ

معاملات درست نہ ہو جائیں، چنانچہ جریر بن عبداللہ قرقیسیہ کی طرف نکل گئے۔
(تاریخ الامم والملوک: 3/71)
جنگ جمل کے بعد باغیوں نے بھی اپنی پوری طاقت کو بل سے باہر نکال لیا اور حضرت علی ﷛ کے گرد گھیرا ڈال دیا، ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح بھی آپ کو آزادانہ فیصلے نہ کرنے دیے جائیں ورنہ آپ اپنی حکمت و دانش سے ان کی تحریک کا خاتمہ کر دیں گے، چنانچہ ان باغیوں نے کوششیں شروع کیں کہ مخلص ساتھیوں کو کسی نہ کسی طریقے سے حضرت علی ﷛ سے دور کیا جائے، ان کی اس کوشش کا اندازہ حضرت جریر بن عبداللہ ﷛ کے واقعے سے ہوتا ہے، آپ حضرت عثمان ﷛ کی طرف سے ہمدان کے گورنر تھے، جب انہیں حضرت علی ﷛ کی جانب سے بیعت کی دعوت ملی تو ان کے پاس آئے اور بیعت کر لی اس کے بعد ان کے درمیان یہ مکالمہ ہوا:
جریر ﷛: آپ مجھے معاویہ ﷛ کے پاس قاصد بنا کر بھیجیے کیونکہ میری ان سے دوستی ہے میں انہیں آپ کی اطاعت کے لیے قائل کر لوں گا۔
مالک اشتر: آپ انہیں ہرگز معاویہ کے پاس نہ بھیجیے کیونکہ میرے خیال میں یہ دل سے معاویہ کے ساتھ ہیں۔
علی ﷛: انہیں جانے دیجیے تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ یہ وہاں سے کیا خبر لاتے ہیں،
جریر ﷛ کے ہاتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں حضرت علی ﷛ نے حضرت معاویہ ﷛ کو اپنی بیعت کی دعوت دی تھی اور یہ لکھا تھا کہ مہاجرین و انصار نے ان کی بیعت کر لی ہے جب جریر شام پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اہل شام حضرت عثمان ﷛ کی شہادت پر روتے ہیں اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قاتلین عثمان کو قتل نہ کریں گے، وہ اپنی بیویوں سے تعلق نہ کریں گے جریر ﷛ نے واپس آ کر حضرت علی ﷛ کو ساری بات سنائی تو اشتر کہنے لگا:
اشتر: میں نے آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ جریر کو قاصد بنا کر نہ بھیجیں میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اس کے دل میں آپ کی جانب سے عداوت اور کینہ بھرا ہوا ہے۔ اس کے بھیجنے سے بہتر تھا کہ آپ مجھے قاصد بنا کر روانہ کر دیتے یہ مزے سے معاویہ کے پاس رہا اور جو دروازہ اپنے لیے کھلوانا چاہا، اسے کھلوا لیا ہو گا اور جسے بند کروانا چاہا، اسے بند کروا دیا۔
جریر: اگر تم شام جاتے تو وہ تمہیں تو ضرور ہی قتل کر دیتے کیونکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ تم حضرت عثمان ﷛ کے قاتلوں

میں سے ہو

اشتر: واللہ جریر! اگر میں جاتا تو ان کے جواب کا انتظار نہ کرتا اور معاویہ پر ایسا حملہ کرتا کہ انہیں ہر فکر سے نجات دلا دیتا اگر امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) میری تسلیم کریں تو میں تمہیں اور تم جیسے آدمیوں کو ایسے قید خانے میں بند کروں کہ جہاں سے اس وقت تک تم نہ نکل سکو، جب تک یہ معاملات طے نہ ہو جائیں چنانچہ جریر بن عبداللہ قرقیسیہ کی طرف نکل گئے۔ (تاریخ الامم والملوک:3/ 71)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ قَالَ: خَرَجَ مِنَ الْكُوفَةِ جَرِيرٌ، وَعَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ، وَحَنْظَلَةُ الْكَاتِبُ إِلَى قِرْقِيسِيَا، وَقَالُوا: »لَا نُقِيمُ فِي بَلْدَةٍ يُشْتَمُ فِيهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ترجمہ: سند کے بعد، کوفہ سے حضرت جریر، حضرت عدی بن حاتم اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہم قرقیسیا چلے گئے اور انہوں نے کہا: ہم ایسے شہر میں نہیں رہتے جہاں عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین کی جاتی ہو۔

(معجم الکبیر للطبرانی:2/ 293 رقم 2217)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے ساتھ، حضرت حنظلہ اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم ایسے شہر میں نہیں رہیں گے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی جاتی ہیں۔

(تاریخ دمشق:39/ 510)

اس سے باغیوں کی اس تہمت کی بھی نفی ہوتی ہے جس کے مطابق یہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو اپنا ساتھی بتاتے ہیں ایسا ہی ایک اور واقعہ ابو مسلم خولانی کے ساتھ پیش آیا:

أن أبا مسلم الخولاني وجماعة معه دخلوا على معاوية فقالوا له: أنت تنازع عليا أم أنت مثله؟ فقال: والله إني لأعلم أنه خير مني وأفضل، وأحق بالامر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، وأنا أطلب بدمه وأمره إلي؟ فقولوا له: فليسلم إلي قتلة عثمان وأنا أسلم له أمره. فأتوا عليا فكلموه في ذلك فلم يدفع إليهم أحدا، فعند ذلك صمم أهل الشام على القتال مع معاوية.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے دوران ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ لوگوں کی ایک جماعت لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تاکہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر

آمادہ کریں اور جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کر رہے ہیں، کیا آپ کے خیال میں آپ علم و فضل میں ان جیسے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "واللہ! میرا یہ خیال نہیں، میں جانتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر ہیں، افضل ہیں اور خلافت کے بھی مجھ سے زیادہ مستحق ہیں، لیکن کیا آپ لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے، میں ان کا چچازاد بھائی ہوں، اس لیے مجھے ان کے خون کا قصاص لینے کا حق زیادہ ہے، آپ جا کر علی رضی اللہ عنہ سے کہہ دیجیے کہ قاتلین عثمان کو میرے سپرد کر دیں، میں خلافت کو ان کے سپرد کر دوں گا، یہ حضرات اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان سے اس معاملہ پر بات کی، لیکن انہوں نے کسی ایک قاتل کو بھی ان کے حوالے نہ کیا (کیونکہ وہ ایسا کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے) جب اس بات کا علم اہل شام کو ہوا تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: 11/ 425)

باغیوں نے اب شام پر فیصلہ کن حملے کی تیاری شروع کر دی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہرگز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو چیلنج نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کے مقابلے میں خود کسی خلافت کے دعوے دار تھے، ان کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ ان باغیوں کو گرفتار کر کے انہیں قرار واقعی سزا دی جائے، پھر وہ بیعت کر لیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار نہ تھا، لیکن وہ اس پوزیشن میں نہ تھے کہ باغیوں کو گرفتار کر سکتے، اب باغی تحریک کا پورا گروہ ظاہر ہو چکا تھا اور یہ لوگ مخلصین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب پھٹکنے نہ دے رہے تھے۔

باغیوں نے اب شام پر حملے کا منصوبہ بنایا جس کے سبب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے دفاع پر مجبور ہونا پڑا، مالک الاشتر اس معاملے میں پیش پیش تھا اور ادھر ادھر سے لوگوں کو اکٹھا کر رہا تھا۔

فقام رجل من بني فزارة فقال له أ تريد أن تسير بنا إلى إخواننا من أهل الشام فنقتلهم لك كما سرت بنا إلى إخواننا من أهل البصرة فقتلتهم كلا ها الله إذا لا نفعل ذلك. فقام الأشتر فقال من هذا المارق. فهرب الفزاري واشتد الناس على أثره فلحق في مكان من السوق تباع فيه البراذين فوطئوه بأرجلهم وضربوه بأيديهم ونعال سيوفهم حتى قتل.

ترجمہ: بنو فزارہ کے ایک شخص نے اشتر سے کہا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے شامی بھائیوں کے قتل کے لیے جائیں جیسا کہ تم ہمیں اپنے بصری بھائیوں کے قتل کے لیے لے گئے تھے، واللہ! ہم

یہ ہرگز نہ کریں گے، اشتر نے سن کر کہا کہ لو اس کی خبر، یہ سن کر لوگ اس پر پل پڑے اور اسے لاتوں اور گھونسوں سے مارا دیا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید:3/ 174)

یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شام پر حملے کا کوئی ارادہ نہیں فرمایا بلکہ یہ باغی لیڈر مالک الاشتر وغیرہ تھے جنہوں نے شام پر حملے کی منصوبہ بندی کی، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو شام پر حملہ کرنا کوئی ایسا جلدی والا کام نہ تھا جس کے لیے باغیوں کی سرکوبی کو پس پشت ڈالا جاتا، آپ نے اسی وجہ سے باغیوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لیا تھا کہ اگر ان سے اس وقت قصاص لیا گیا تو ان کے قبائل بغاوت کے لیے کھڑے ہو جائیں گے، جنہیں سنبھالنا بہت مشکل ہوگا، سوال یہ ہے کہ اگر باغی گروہ کے بارے میں یہ خطرہ تھا تو اہل شام کے بارے میں بھی یہی خطرہ اس سے کہیں زیادہ موجود تھا، اگر باغیوں پر حملہ کرنے سے ان کے حمایتیوں کی بغاوت کا اندیشہ تھا تو اہل شام پر حملہ کرنے سے ان کے حمایتیوں کی بغاوت کا اندیشہ کہیں زیادہ تھا، باغی تو محض چند ہزار تھے جبکہ ان کے مقابلے میں اہل شام لاکھوں تو رہے ہوں گے، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ چھوٹے خطرے سے بچنے کے لیے بڑے خطرے کو دعوت دے دیں یقیناً نہیں، یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے دس روپے کے نقصان سے بچنے کے لیے ہزار روپے خرچ کر دیے جائیں، ظاہر ہے کہ شام پر حملہ دراصل باغیوں کی اسکیم تھی اور وہی اس میں پیش پیش تھے، اس مقصد کے لیے انہوں نے یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ضرور استعمال کیا اور آج بھی ان کے ہمنوا یہی کر رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے خلاف کاروائی کیوں نہ کی؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں تو ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ موسم حج تھا اور مسلمانوں کی اکثریت مدینے میں موجود نہیں تھی جس کی وجہ سے باغیوں کو کاروائی کا موقع مل گیا، لیکن اب تو حج کو بھی کافی عرصہ گذر چکا ہے اور مسلمان اکٹھے ہو چکے تھے اب کون سا امر مانع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے خلاف کاروائی نہ کی؟ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مخلص مسلمانوں کو ساتھ ملا کر ان باغیوں کا قلع قمع کر دیتے؟

اس سوال کے جواب میں ہمیں جنگ جمل و صفین کے درمیان کے زمانے پر غور کرنا پڑے گا، صورتحال اب کچھ یوں تھی:

جنگ جمل کے بعد باغی تحریک کا پورا گروہ میدان میں نکل آیا تھا اور انہوں نے کوفہ کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔

باغی لیڈر جیسے مالک الاشتر، عبداللہ بن سباء وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مخلص ساتھیوں کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تھا اور مسلسل ان کی نگرانی کیے ہوئے تھے، مخلص صحابہ و تابعین کی بڑی تعداد یا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملی تھی یا پھر یہ حضرات غیر متعلق ہو کر گھروں میں بند ہو چکے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد یہی باغی نظر آ رہے تھے، اگر کوئی مخلص مسلمان قریب آنے کی کوشش کرتا تو یہ باغی اسے حیلے بہانے سے دور کرنے کی کوشش کرتے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے، ان حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ ان باغیوں کے خلاف کاروائی کر سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے حملے میں ان کا ساتھ کیوں دیا؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حملہ باغیوں نے کرنا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ساتھ کیوں چل پڑے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ان باغیوں کو بالکل ہی بے شتر و مہار نہیں چھوڑنا چاہتے تھے کیونکہ آپ کو خدشہ تھا کہ اگر ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا تو یہ راستے بھر میں مسلم آبادیوں پر ظلم و ستم ڈھاتے جائیں گے اس کا اندازہ رقہ کے واقعے سے ہوتا ہے جو کہ دریائے فرات کے کنارے ایک قصبہ تھا اس واقعے کو خود ان باغیوں کے حمایتی ابو مخنف اور ہشام کلبی نے روایت کیا ہے۔

لأهل الرقة اجسروا لي جسرا حتى أعبر من هذا المكان إلى الشأم فابوا وقد كانوا ضموا إليهم السفن فنهض من عندهم ليعبر من جسر منبج وخلف عليهم الأشتر وذهب ليمضي بالناس كيما يعبر بهم على جسر منبج فناداهم الأشتر فقال يا أهل هذا الحصن ألا إني أقسم لكم بالله عز و جل لئن مضى أمير المؤمنين ولم تجسروا له عند مدينتكم جسرا حتى يعبر لأجردن فيكم السيف ثم لأقتلن الرجال ولأخربن الأرض ولآخذن الأموال.

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر رقہ کے مقام پر پہنچا تو آپ نے اہل رقہ سے درخواست کی کہ دریائے فرات پر کشتیوں کا ایک پل بنا دیں تاکہ آپ یہاں سے گزر سکیں، اہل رقہ نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اہل شام پر لشکر کشی کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مجبور نہیں کیا اور اس جگہ کو چھوڑ کر ایک اور مقام منبج کی طرف چل پڑے، اشتر اپنے ساتھیوں سمیت پیچھے رہ گیا اور اہل رقہ سے کہنے لگا: اے قلعے والو! میں تمہیں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امیر المومنین اپنے دستے سمیت منبج کے پل سے گزر گئے اور تم نے یہاں ہمارے لیے پل نہ بنایا تو

میں تم پر حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل کر دوں گا اور تمہاری اس زمین کو اجاڑ کر رکھ دوں تمہارے قبضے میں جتنے مال ہیں، وہ سب چھین لوں گا۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 72)

مجبوراً اہل رقہ کو پل بنانا پڑا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لشکر کے ساتھ نہ ہوتے تو یہ لوگ راستے کی آبادیوں کا کیا حشر کرتے؟ یہی وہ وجہ تھی جس کی خاطر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان باغیوں کے ساتھ چلے تھے آخر کار صفین کے مقام پر عراقی اور شامی لشکر ایک دوسرے کے مدمقابل آموجود ہوئے، تاریخ طبری میں جنگ صفین کی تمام تر روایات ابومخنف کی روایت کردہ ہیں اور اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے واقعات کو کس طرح اپنی مرضی کے مطابق توڑ مروڑ کر پیش کیا ہوگا، اس نے یہ کوشش کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں ذاتی نوعیت کی دشمنی ثابت کی جائے حالانکہ حقیقت اس سے کہیں دور ہے ان دونوں صحابہ کے دل ایک دوسرے سے صاف تھے یہ باغی ہی تھے جو اہل شام پر حملہ کرنے میں پیش پیش تھے اور مالک الاشتر اس مہم کا سربراہ بنا ہوا تھا، یہ روایت بھی ابومخنف ہی کی ایجاد ہے کہ شامی لشکر نے عراقیوں پر پانی بند کر دیا تھا، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں لشکر ذوالحجہ 36ھ کے پورے مہینے تک آمنے سامنے پڑے رہے اور سوائے چھوٹی موٹی جھڑپوں کے، ان کے درمیان جنگ نہ ہوئی، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جانب کے مخلصین جنگ نہ کرنا چاہتے تھے۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 75)

اب شہادت عثمانی کو ایک سال گزر چکا تھا، جب محرم کا آغاز ہوا دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو صلح کا پیغام بھیجا تاکہ گفت وشنید سے معاملہ سلجھایا جا سکے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دوران بھی حج کے فریضے سے غافل نہ رہے اور انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصاص عثمان کا طریقہ درست تھا؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے حصول کے لیے جو طریقہ اختیار کیا، وہ درست نہ تھا، اول تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے براہ راست وارث نہ تھے، دوسرے یہ کہ اگر انہوں نے قصاص کا مطالبہ ہی کرنا تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ نئے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیر مشروط اطاعت کرتے اور پھر ان کی عدالت میں اپنا مقدمہ لے کر آتے، اس کے برعکس انہوں نے فوج کشی کا راستہ اختیار کیا، کیا یہ عمل درست ہے؟

یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو قتل کا ایک عام واقعہ سمجھا جاتا ہے کہ جیسے عام قتل ہو جائے تو مقتول کے وارثوں کو چاہیے کہ وہ حکومت سے رجوع کر کے قاتل کو سزا دلوائیں، حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا، یہاں ایک چھوٹے سے گروہ نے، جو کروڑوں مسلمانوں کے مقابلے میں محض چند ہزار افراد پر مشتمل تھے، بغاوت کر کے خلیفہ وقت کو یرغمال بنایا اور پھر انہیں شہید کر دیا، یہ محض قتل کا کیس نہیں تھا بلکہ "فساد فی الارض" کا کیس تھا، سورۃ المائدہ میں اس جرم کی سزا یہ بیان ہوئی ہے کہ ایسے مجرموں کو ان کے جرم کے تناسب سے سولی، ہاتھ پاؤں کاٹنے یا جلاوطنی میں سے کوئی ایک سزا دی جا سکتی ہے، اس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ ان کے قصاص کا مطالبہ لے کر کھڑا ہو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی درست نہیں ہے کہ انہوں نے فوج کشی کی، انہوں نے کوئی فوج کشی نہیں کی بلکہ ان باغیوں سے محض اپنا دفاع کیا، ان کے پاس نہایت ہی اعلیٰ تربیت یافتہ فوج موجود تھی جو پوری طرح ان سے وفادار تھی اور ان سے محبت کرتی تھی، یہ شامی افواج، قیصر روم کی نہایت ہی منظم افواج کا مقابلہ کر کے تجربہ حاصل کر چکی تھیں، اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فوج کشی کرنا ہوتی تو وہ اس وقت حملہ کرتے جب بصرہ میں حضرات طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم قوت اکٹھی کر رہے تھے، اس وقت اگر باغیوں پر دو جانب سے ضرب لگائی جاتی تو وہ پس کر رہ جاتے، اس کے برعکس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلسل خط و کتابت اور سفارت کاری کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بار ہا مطالبہ کیا کہ وہ ان باغیوں کو سزا دیں اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو ان سے علیحدہ ہو جائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ یقیناً ان باغیوں کو سزا دیتے لیکن ان کا مسئلہ یہ تھا کہ باغی پوری طرح معاملات کو کنٹرول کیے ہوئے تھے، اگر کوئی مخلص مسلمان ان کے قریب آتا تو باغی حیلے بہانے سے اسے دور کر دیتے تھے، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان سے ہٹ جاتے تو پھر یہ باغی مسلم آبادیوں کا نجانے کیا حشر کرتے اور کیا فتنہ و فساد پھیلاتے۔

جو بھی معاملہ ہوا، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کی نیت پاکیزہ اور درست تھی، دونوں کے ہاں فرق صرف حکمت عملی کا تھا، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان باغیوں نے گھیرے میں نہ لے رکھا ہوتا، تو حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسے شریف النفس اور جلیل القدر صحابی کی سفارت کاری سے معاملہ طے پا جاتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخلص ساتھی مل کر ان باغیوں کی سرکوبی کرتے۔

جنگ صفین میں کیا حالات پیش آئے؟

دو ماہ جنگ بندی کے بعد محرم 37ھ/657ء کو جنگ شروع ہوئی اور اس میں مالک الاشتر اور اس کے ساتھی پیش پیش تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوشش تھی کہ فریقین کا نقصان کم سے کم ہو کیونکہ دونوں جانب مخلص مسلمان موجود تھے، آپ نے اپنی فوج کو یہ ہدایات دیں:

قال أبو مخنف حدثني عبدالرحمن بن جندب الأزدي عن أبيه أن عليا كان يأمرنا في كل موطن لقينا فيه معه عدوا يقول لا تقاتلوا القوم حتى يبدؤوكم فأنتم بحمد الله عز و جل على حجة وتركُكم إياهم حتى يبدءوكم حجة أخرى لكم فإذا قاتلتموهم فهزمتموهم فلا تقتلوا مدبرا ولا تجهزوا على جريح ولا تكشفوا عورة ولا تمثلوا بقتيل فإذا وصلتم إلى رحال القوم فلا تهتكوا سترا ولا تدخلوا دارا إلا بإذن ولا تأخذوا شيئا من أموالهم إلا ما وجدتم في عسكرهم ولا تهيجوا امرأة بأذى وإن شتمن أعراضكم وسببن أمراءكم وصلحاءكم فإنهن ضعاف القوى والأنفس.

ترجمہ: آپ لوگ اس وقت تک ہرگز جنگ نہ کیجیے جب تک فریق مخالف پہل نہ کرے، اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ آپ حق پر ہیں، آپ کی جانب سے جنگ کی ابتداء نہ ہونا آپ کے حق پر ہونے کی اضافی دلیل ہے، جب آپ ان سے جنگ کریں تو انہیں شکست دیجیے اور پشت پھیر کر نہ بھاگے، کسی زخمی پر حملہ نہ کیجیے، نہ کسی کو بے لباس کیجیے، نہ کسی مقتول کے ہاتھ پاؤں یا ناک کان کاٹیے، اگر آپ لوگوں کے کجاووں تک پہنچ جائیں تو ان کے خیموں کے پردے چاک نہ کیجیے اور نہ بلا اجازت ان کے گھروں میں داخل ہوں، نہ ان کے اموال میں سے میدان جنگ کے مال غنیمت کے علاوہ کچھ لیجیے، خواتین کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیے خواہ وہ آپ کی بے عزتی کریں اور آپ کے سرداروں اور نیک لوگوں کو برا بھلا کہیں، کیونکہ عورتیں اعضاء اور جذبات کے اعتبار سے کمزور ہوتی ہیں۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 82)

اس ضمن میں ابومخنف نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔

فلما كان من الغد خرج محمد بن علي وعبيدالله بن عمر في جمعين عظيمين فاقتتلوا كأشد القتال ثم إن عبيدالله بن عمر أرسل إلى ابن الحنفية أن أخرج إلي فقال نعم ثم خرج يمشي فبصر به أمير المؤمنين فقال من هذان المتبارزان فقيل ابن الحنفية وعبيدالله بن عمر فحرك دابته ثم نادى محمدا فوقف له فقال أمسك دابتي فأمسكها ثم مشى إليه علي فقال أبرز لك هلم إلي فقال ليست لي في مبارزتك حاجة فقال بلى فقال لا.

کہ دوران جنگ عبید اللہ بن عمر ﷛، شامی لشکر کی طرف سے آئے، ان کے مقابلے کے لیے محمد بن علی ﷛ نکلے، حضرت علی ﷛ نے جب اپنے بیٹے کو حضرت عمر ﷛ کے بیٹے کے مدمقابل دیکھا تو خود نکل کر گئے اور اپنے بیٹے کو روکا، پھر عبید اللہ سے فرمایا: اگر مقابلہ کرنا ہی ہے تو مجھ سے کرو،، اس موقع پر عبید اللہ نے وہی کیا جو کوئی بھی شریف شخص اچانک اپنے والد کے قریبی دوست کو دیکھ کر کرے گا، وہ یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ، مجھے آپ کے مقابلے کی ضرورت نہیں۔

(تاریخ الامم والملوک: 3/ 83)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات میں ایک دوسرے کا کیسا احترام موجود تھا، حضرت حسن ﷛ لڑائی سے دور رہے اور مقابلے پر نہ اترے۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 86)

حضرت عمار بن یاسر ﷛ جنگ میں کیسے شہید ہوئے؟

ابومخنف کی روایت کے مطابق حضرت عمار جنگ صفین میں شہید ہوئے، باغی راویوں کی کوشش یہ رہی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر ﷛ کو اپنا ساتھی ثابت کیا جائے چنانچہ انہوں نے آپ پر یہ جھوٹا الزام عائد کیا ہے کہ آپ حضرت عثمان ﷛ کے خلاف سازش میں باغیوں کے ساتھ شریک تھے، کبھی یہ کہا کہ حضرت عمار ہی دراصل ابن سوداء تھے، اس طرح سے انہوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عمار گویا انہی کے ساتھی تھے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص بالکل ابتداء ہی میں اسلام قبول کرتا ہے اور اس کی راہ میں اپنے والدین کو اپنے سامنے شہید ہوتا دیکھتا ہے، پھر وہ اپنی پوری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ گزارتا ہے اور دین کے لیے جہاد میں حصہ لیتا ہے، کیا ایسے شخص سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ عمر کے آخری حصے میں وہ ان باغیوں سے مل جائے گا جن کی اسلام دشمنی واضح تھی؟ ابو مخنف وغیرہ نے اس ضمن میں جو روایات وضع کی ہیں، ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ باغی تحریک کی ساکھ کو کچھ بہتر بنایا جائے اور حضرت معاویہ ﷛ کو بغاوت کا مجرم ثابت کیا جائے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مرتبہ دیکھ کر فرمایا تھا کہ، عمار! آپ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا" یہ حدیث امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند میں بیان کی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے راوی حضرت عمرو بن عاص ﷛ ہیں جن پر باغی، حضرت عمار ﷛ کی شہادت کا الزام عائد کرتے ہیں۔

ہشام کلبی اور ابو مخنف نے اپنے الفاظ حضرت عمار ﷛ کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اور دعویٰ کیا

ہے کہ حضرت عمار ﷛ نعوذ باللہ حضرت معاویہ ﷛ اور عمرو بن عاص ﷛ کو اسلام دشمن سمجھتے تھے۔
سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہی تھا تو پھر انہی کے ساتھی حضرت امام حسن بن علی ﷛ نے حضرت معاویہ ﷛ کو اقتدار کیوں سونپا؟ ان باغی راویوں کی کوشش یہ رہی ہے کہ اپنے الفاظ کو صحابہ کرام کی زبان سے کہلوائیں تاکہ ان کی تحریک کو قوت ملے طبری نے ان اسناد کے ساتھ بیان کی ہے:

(1) حدثني محمد، عن خلف، قال: حدثنا منصور بن أبي نويرة، عن أبي مخنف. وحدثت عن هشام بن الكلبي، عن أبي مخنف، قال: حدثني مالك بن أعين الجهني، عن زيد بن وهب الجهني...

(2) حدثني موسى بن عبد الرحمن المسروقي، قال: أخبرنا عبيد بن الصباح، عن عطاء بن مسلم، عن الأعمش، عن أبي عبد الرحمن السلمي...

پہلی سند تو کسی تبصرے کی محتاج نہیں ہے کہ اس میں ابو مخنف اور ہشام کلبی تشریف فرما ہیں، دوسری سند میں عطاء بن مسلم (135ھ/753ء) ہیں جو کہ تدلیس کے لیے مشہور ہیں۔ (سیر الاعلام النبلا: رقم 3765)
دوسرے صاحب اعمش (147ھ/765ء) ہیں جن میں تشیع کا رجحان پایا جاتا تھا اور وہ تدلیس بھی کیا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: رقم 2383)
محدثین کا مسلمہ اصول ہے کہ تدلیس کرنے والے راوی اگر 'عن' کہہ کر روایت کریں تو یہ قابل قبول نہیں ہوتی ہے کیونکہ یہ ذو معنی لفظ ہے، جنگ صفین میں حضرت عمار ﷛ کی شہادت کی داستان سے متعلق طبری نے انہی حضرات سے منسوب ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے، اس کی سند میں یہی عطاء بن مسلم اور اعمش موجود ہیں، عطاء سے اس روایت کو ولید بن صالح بیان کرتے ہیں جن کے حالات نامعلوم ہیں، عین ممکن ہے کہ یہ صاحب باغی تحریک کا حصہ رہے ہوں۔

حدثنا أحمد بن محمد قال حدثنا الوليد بن صالح قال حدثنا عطاء بن مسلم عن الأعمش قال قال أبو عبد الرحمن السلمي كنا مع علي بصفين ....فلما كان الليل قلت لأدخلن إليهم حتى أعلم هل بلغ منهم قتل عمار ما بلغ منا وكنا إذا توادعنا من القتال تحدثوا إلينا وتحدثنا إليهم فركبت فرسي وقد هدأت الرجل ثم دخلت فإذا أنا بأربعة يتسايرون معاوية وأبو الأعور السلمي وعمرو بن العاص وعبد الله بن عمرو وهو خير الأربعة فأدخلت فرسي

بينهم مخافة أن يفوتني ما يقول أحد الشقين فقال عبدالله لأبيه يا أبت قتلتم هذا الرجل في يومكم هذا وقد قال فيه رسول الله صلى الله عليه و سلم ما قال قال وما قال قال ألم تكن معنا ونحن نبني المسجد والناس ينقلون حجرا حجرا ولبنة لبنة وعمار ينقل حجرين حجرين ولبنتين لبنتين فغشي عليه فأتاه رسول الله صلى الله عليه و سلم فجعل يمسح التراب عن وجهه ويقول ويحك يا بن سمية الناس ينقلون حجرا حجرا ولبنة لبنة وأنت تنقل حجرين حجرين ولبنتين لبنتين رغبة منك في الأجر وأنت ويحك مع ذلك تقتلك الفئة الباغية فدفع عمرو صدر فرسه ثم جذب معاوية إليه فقال يا معاوية أما تسمع ما يقول عبدالله قال وما يقول فأخبره الخبر فقال معاوية إنك شيخ أخرق ولا تزال تحدث بالحديث وأنت تدحض في بولك أو نحن قتلنا عمارا إنما قتل عمارا من جاء به فخرج الناس من فساطيطهم وأخبيتهم يقولون إنما قتل عمارا من جاء به فلا أدري من كان أعجب هو أو هم.

ترجمہ: ابوعبدالرحمن السلمی کا کہنا ہے کہ جب رات ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ میں دشمنوں میں جاؤں اور یہ معلوم کروں کہ آیا ہماری طرح انہیں عمار کے قتل کا علم ہوا یا نہیں، جب جنگ بند ہوتی تھی تو دونوں جانب کے لشکری آپس میں ملتے تھے اور باتیں بھی کیا کرتے تھے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آہستہ آہستہ شامیوں کے لشکر کی جانب چلا، جب میں شامی لشکر میں داخل ہوا تو چار افراد میدان جنگ میں گھوم رہے تھے یہ معاویہ، ابوالاعور اسلمی، عمرو بن عاص اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تھے، عبداللہ ان چاروں میں سب سے بہتر تھے میں ان کے بیچ میں داخل ہو گیا تاکہ وہ باتیں سنوں جو مخالفین حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں کریں۔

عبداللہ نے ایک شخص کی لاش دیکھ کر اپنے والد سے کہا: ابا جان! کیا آپ نے آج اس شخص (عمار) کو بھی قتل کر دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں کچھ فرمایا تھا۔" عمرو کہنے لگے: "کیا فرمایا تھا؟" عبداللہ نے جواب دیا: کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم مسجد نبوی بنا رہے تھے، لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے

اور عمار دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے، اس سے ان پر غشی طاری ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے چہرے سے مٹی صاف کی اور فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! افسوس کہ لوگ تو ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے ہیں جبکہ تم دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں لے کر آتے ہو، یہ کام تم ثواب کے لیے کر رہے ہو افسوس! تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا،،

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کا رخ موڑ لیا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے وہ حدیث نہیں سنی جو عبداللہ بیان کر رہے ہیں؟" معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا حدیث ہے؟" عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث سنائی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تمہارا تو بڑھاپے سے دماغ خراب ہوگیا، تم حدیثیں بیان کرتے رہتے ہو اور تمام دن اپنے پیشاب میں لتھڑے رہتے ہو، کیا ہم نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے؟ عمار رضی اللہ عنہ کو تو اس نے قتل کیا ہے جو انہیں میدان میں گھسیٹ لایا ہے۔

(تاریخ الامم والملوک:3/99)

روایت کی سند کا تجزیہ ہم اوپر کر چکے ہیں سند کے تجزیے کے بعد متن کے تجزیے کی طرف آئیے سوال یہ ہے کہ کیا میدان جنگ میں ممکن ہے کہ مخالف فوج کا ایک شخص دوسری فوج کے کیمپ میں داخل ہو اور سیدھا اس فوج کے کمانڈروں اور جرنیلوں کے پاس جا پہنچے اور ان کی گفتگو سن لے اور کسی کو کوئی خبر نہ ہو، دلچسپ امر یہ ہے کہ روایت کے مطابق سلمی نے یہ کام اس وقت کیا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف تین ساتھی تھے اور وہ بھی کسی بند جگہ پر بھی نہیں بلکہ کھلے میدان میں موجود تھے۔

کسی نے صحیح کہا ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، روایت گھڑنے والا شاید حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی سے آگاہ نہیں تھا روایت کے الفاظ کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم سے کہہ رہے تھے:

" کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم مسجد نبوی بنا رہے تھے، لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور عمار دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے۔

یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سن سات ہجری میں ایمان لائے جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر سن ایک ہجری میں ہوئی، کیا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ ایمان لانے سے چھ

برس قبل مدینہ آ کر مسجد نبوی کی تعمیر میں شریک ہوتے؟ اگر ایسا نہیں تھا تو پھر کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے..." کہنے کا کیا مطلب ہے؟

روایت کے الفاظ سے لگتا ہے کہ باغی راویوں کے دل حضرت معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے بغض سے لبریز ہیں چنانچہ اس نوعیت کی بدزبانی وہی کر سکتے ہیں کہ "تمہارا تو بڑھاپے سے دماغ خراب ہو گیا ہے، تم حدیثیں بیان کرتے رہتے ہو اور تمام دن اپنے پیشاب میں لتھڑے رہتے ہو، انہوں نے یہ الفاظ گھڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیے ہیں جن کا حلم اور تدبر ضرب المثل ہے اور ان کے مخالفین بھی مانتے ہیں کہ وہ انتہا درجے کے بردبار انسان تھے، وہ تو کبھی کسی عام آدمی سے بھی ایسی سخت کلامی نہ کرتے تھے کجا یہ کہ اپنی ہی فوج کے سپہ سالار سے ایسی بات کرتے۔

رہا یہ سوال کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کس نے کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں یہ ارشاد موجود ہے کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عین ممکن ہے کہ قاتلین عثمان کی باغی تحریک کے لوگوں ہی نے انہیں میدان جنگ میں شہید کر دیا ہو تا کہ اس کا الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگا کر انہیں باغی ثابت کیا جا سکے، بعض لوگ ابو مخنف وغیرہ کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہتے ہیں، حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند نہیں کیا بلکہ انہوں نے بار بار یہ کہا کہ ہم آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں، آپ قاتلین عثمان سے قصاص لیجیے، اگر آپ اس کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو ہمیں ان سے مقابلہ کرنے دیجیے، انہوں نے کبھی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار نہ اٹھائی، ہاں جب باغیوں نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے اپنا دفاع ضرور کیا۔

جنگ بندی کیسے ہوئی؟

دوران جنگ اہل شام نے قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کر دیا اور دعوت دی کہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے، عراقی لشکر کی غالب اکثریت نے اس دعوت کو قبول کیا اور یوں جنگ رک گئی، یہ ایک نہایت ہی مبارک اقدام تھا جس کے باعث مسلمانوں میں خونریزی ختم ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ باغیوں کی امیدوں پر پانی بھی پھر گیا، اس وجہ سے انہوں نے اس معاملے میں بھی اپنی روایتوں میں دل کے پھپھولے پھوڑے۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جنگ میں جب عراقی لشکر غالب آنے لگا تو اہل شام نے قرآن نیزوں پر بلند کر دیے، اس کا خیال ہے کہ محض جنگی تدبیر کے طور پر ان حضرات نے یہ کام کیا اور اس کا مشورہ حضرت عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ نے دیا، ہمارے مؤرخین نے بھی بغیر سوچے سمجھے اس روایت کو نقل کر دیا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ اس روایت کا صرف ایک راوی ہے اور وہ ابو مخنف ہے جو جنگ صفین کے سو سال بعد اس کے واقعات لکھ رہا ہے، اس نے بغیر کسی سند کے براہ راست حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گفتگو نقل کی ہے جیسے وہ خود ان کے ساتھ خیمے میں موجود تھا اور ٹیپ ریکارڈر اس کے پاس تھا۔

درایت کے نقطہ نظر سے غور کیجیے تو اس کے بالکل الٹ بات ہونی چاہیے، عراقی لشکر کے بارے میں یہ بات معلوم و معروف ہے کہ ان میں مخلص مسلمان بھی تھے اور قاتلین عثمان کی پارٹی بھی، ان کے دل قطعی طور پر ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، اس لشکر میں بڑی تعداد ان مخلص مسلمانوں کی تھی جو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتے تھے، دوسری طرف شامی لشکر یکجان تھا، اس میں غالب تعداد مخلص مسلمانوں کی تھی اور وہ باغی تحریک کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک نیم دل لشکر کیسے اس مخلص اور تربیت یافتہ لشکر پر غالب آ گیا؟ دنیا میں جنگوں کی تاریخ کو دیکھا جائے تو ہمیشہ وہی لشکر غالب آتا ہے جو اپنے مقصد کے ساتھ مخلص ہو خواہ اس کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو، تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں دو لشکر تعداد اور اسلحے میں برابری کی سطح پر ہوں اور نیم دل لشکر غالب آیا ہو، ہاں اگر تعداد اور اسلحے میں بہت زیادہ فرق ہو تو الگ بات ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عراقی لشکر کے غالب آنے کی بات محض افسانہ ہی ہے جس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ شامی لشکر کی جانب سے صلح کے پیغام کو سازش قرار دیا جائے، کتب تاریخ میں ہمیں ایسی روایات بھی ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی جنگ نہ چاہتے تھے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دونوں جانب کے مقتولین کو دیکھا تو انہیں اتنا دکھ ہوا کہ وہ رو پڑے، پھر انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی دعوت دی، یہ ایک نہایت ہی پر خلوص اقدام تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خلوص کا جواب خلوص سے دیا۔

وحدثني أحمد بن إبراهيم الدورقي، حدثنا وهب بن جرير، عن جويرية، عن يحيى بن سعيد: عن عتبة قال: تنازلنا بصفين فاقتتلنا بها أياماً فكثرت القتلى بيننا وعقرت الخيل، فبعث علي إلى عمرو: إن القتلى قد كثروا، فأمسك حتى يدفن الجميع قتلاهم. فأجابه: فاختلط بعض القوم ببعض حتى كانوا هكذا: - وشبك بين أصابعه وكان الرجل من أصحاب علي يشد فيقتل في عسكره فيستخرج منه. وكان عمرو يجلس بباب خندقه فلا يخفى

عليه قتيل من الفريقين، فمر عليه برجل من أصحاب علي قد قتل في عسكر معاوية فبكى عمرو وقال: لقد كان مجتهداً، فكم من رجل أخشن في أمر الله قد قتل يرى علي ومعاوية أنهما بريئان من دمه.

ترجمہ: عتبہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ صفین کے میدان میں اترے اور یہاں کئی دن تک ہم نے جنگ کی، ہمارے مابین مقتولین کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور گھوڑے بھی زخمی ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا، مقتولین بہت زیادہ ہو گئے ہیں، جنگ روک دیجیے تاکہ ہم ان تمام مقتولین کو دفن کرلیں، انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا، اس کے بعد (دونوں جانب کے) لوگ آپس میں گھل مل گئے لشکر علی کا ایک شخص جو شدت دکھا رہا تھا، اسے اس کے کیمپ میں قتل کر دیا گیا اور اس کی لاش یہاں سے نکال دی گئی، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس خندق (جہاں مقتولین کو دفن کیا جا رہا تھا) کے دروازے پر بیٹھے تھے اور دونوں فریقوں کے مقتولین کی تعداد ان سے مخفی نہ تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کی لاش لائی گئی جو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں قتل کیا گیا تھا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر رو پڑے اور بولے: "یہ شخص مجتہد تھا، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے حکم پر سختی سے کاربند تھے مگر مارے گئے وہ دیکھ رہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی اس کے خون سے بری ہیں۔

(انساب الاشراف: 1/331)

حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ فِي مَسْجِدِ أَهْلِهِ أَسْأَلُهُ عَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِينَ قَتَلَهُمْ عَلِيٌّ بِالنَّهْرَوَانِ. فِيمَا اسْتَجَابُوا لَهُ. وَفِيمَا فَارَقُوهُ. وَفِيمَا اسْتَحَلَّ قِتَالَهُمْ. قَالَ: كُنَّا بِصِفِّينَ فَلَمَّا اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِأَهْلِ الشَّامِ اعْتَصَمُوا بِتَلٍّ. فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ لِمُعَاوِيَةَ: أَرْسِلْ إِلَى عَلِيٍّ بِمُصْحَفٍ. وَادْعُهُ إِلَى كِتَابِ اللهِ. فَإِنَّهُ لَنْ يَأْبَى عَلَيْكَ. فَجَاءَ بِهِ رَجُلٌ. فَقَالَ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ. ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ. وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾. فَقَالَ عَلِيٌّ: نَعَمْ أَنَا أَوْلَى بِذَلِكَ. بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ.

ترجمہ: ابو وائل کہتے ہیں: ہم صفین میں تھے جب اہل شام کے ساتھ جنگ خوب زور پکڑ گئی، شامی ایک ٹیلے پر چڑھ گئے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا: ''آپ علی کی طرف قرآن بھیج کر ان کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیجیے، مجھے امید ہے کہ وہ اس سے انکار نہیں کریں گے'' معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کی کتاب ہے'' علی رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کرلیا اور فرمایا: ''میں لوگوں کو اس کی دعوت دینے کا زیادہ حق دار ہوں، ٹھیک ہے، ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کرے گی۔''

(مسند احمد: 3/ 485 رقم 15975)

جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں ایک حکم نامہ بھیجا، جس میں لکھا تھا:

سب نے دیکھا کہ جنگ نے دونوں فریقوں کو دانت سے کاٹنا شروع کر دیا ہے اور فریقین میں اپنے پنجے گاڑ دیے ہیں تو وہ میری بات ماننے پر آمادہ ہو گئے اور میں نے بھی ان کی بات کو مان لیا اور تیزی سے بڑھ کر ان کے مطالبہ صلح کو قبول کرلیا، یہاں تک کہ ان پر حجت واضح ہوگئی اور ہر طرح کا عذر ختم ہوگیا۔

(نہج البلاغہ: خط نمبر 58)

صلح کے بعد ایک معاہدہ تحریر کیا گیا، جنگ کے دوران جن لوگوں کو جنگی قیدی بنایا گیا تھا، فریقین نے انہیں آزاد کر دیا۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 105)

ان روایتوں کے برعکس ابومخنف نے ایسی روایتیں درج کی ہیں، جن کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس جنگ کو جاری رکھنا چاہتے تھے جبکہ باغیوں کے ایک گروپ نے، جو بعد میں خوارج بنے، انہیں مجبور کر کے یہ جنگ رکوائی اور پھر تحکیم کو بنیاد بنا کر یہ لوگ آپ کی فوج سے الگ ہو گئے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوارج جنگ رکوانا چاہتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی ان کی بات مان لی تو پھر ان کے پاس کیا جواز تھا کہ وہ آپ سے علیحدہ ہوتے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں صلح اور جنگ بندی تو باغیوں کے تمام گروپوں کی موت تھی، کیا ان کا دماغ خراب ہوگیا تھا کہ وہ مسلمانوں میں صلح کروا کر اپنے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتے، جنگ کی جس آگ کو انہوں نے اتنی محنت سے بھڑکایا تھا، اسے خود ہی ٹھنڈا کر کے کیا وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے چلے تھے؟ کیا وہ اس درجے میں احمق ہو گئے تھے کہ اس ''خودکش صلح'' کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کرنے لگے، افسوس کہ ہمارے پاس ابومخنف سے ہٹ کر غیر جانبدار ذرائع سے ایسی روایات موجود نہیں ہیں، جو جنگ بندی کی تفصیلات کو بیان کریں البتہ ابومخنف ہی کی یہ روایت معقول نظر آتی

ہے:

فجاء الأشعث بن قيس إلى علي فقال له ما أرى الناس إلا قد رضوا وسرهم أن يجيبوا القوم إلى ما دعوهم إليه من حكم القرآن فإن شئت أتيت معاوية فسألته ما يريد فنظرت ما يسأل قال ائته إن شئت فسله فأتاه فقال يا معاوية لأي شيء رفعتم هذه المصاحف قال لنرجع نحن وأنتم إلى ما أمر الله عز وجل به في كتابه تبعثون منكم رجلا ترضون به ونبعث منا رجلا ثم نأخذ عليهما أن يعملا بما في كتاب الله لا يعدوانه ثم نتبع ما اتفقا عليه فقال له الأشعث بن قيس هذا الحق فانصرف إلى علي فأخبره بالذي قال معاوية فقال الناس فإنا قد رضينا.

ترجمہ: اشعث بن قیس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میرا خیال ہے کہ سب لوگ اس پر راضی اور خوش ہیں کہ قرآن کے حکم پر چلنے کی جو دعوت انہیں دی گئی ہے، وہ اسے قبول کریں، اگر آپ چاہیں تو میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں تاکہ آپ ان کے سوالات پر غور فرما سکیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ کا یہی خیال ہے تو پھر ان سے جا کر پوچھیے، اشعث، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا: معاویہ! آپ نے یہ قرآن کس لیے اٹھوائے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: اس لیے کہ ہم اور آپ ان احکامات پر عمل کریں جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں دیے ہیں، آپ اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلے کے لیے متعین کیجیے جس پر ہم راضی ہوں اور ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں (جس پر آپ راضی ہوں) ہم دونوں فریقوں پر یہ لازم ہوگا کہ جو کچھ اللہ عزوجل کی کتاب میں پائیں، اس پر عمل پیرا ہوں اور اس سے سر مو تجاوز نہ کریں، جس امر پر یہ دونوں متفق ہو جائیں، ہم اس کی پیروی کریں۔ اشعث بن قیس نے جواب دیا: یہ حق کی بات ہے، اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے اور جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، انہیں مطلع کیا، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جواب دیا ہم نے یہ بات قبول کی اور ہم اس سے راضی ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک: 3/ 102)

مسند احمد کی اوپر بیان کردہ روایت سے حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس جنگ کو رکوانے والے مخلص مسلمان

تھے جو آپس میں جنگ نہ چاہتے تھے اور پہلے ہی دو ماہ تک اس جنگ کو ٹالتے چلے آئے تھے، جنگ بندی کی تجویز حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا پر جوش خیر مقدم کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے ایسی امید نہیں کی جا سکتی ہے کہ آپ مسلمانوں کا خون بہانا چاہتے ہوں گے، آپ کا جو خطبہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ خونریزی سے کس حد تک بچنا چاہتے تھے، جنگ صفین کے بارے میں آپ کے جو تاثرات آگے آرہے ہیں، ان سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے۔

جنگ صفین کے خاتمے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تاثرات

اس ضمن میں متعدد روایتیں حدیث و تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس جنگ کا شدید افسوس تھا اور آپ اپنی جان دے کر بھی جنگ کو بند کروانا چاہتے تھے چند روایات یہ ہیں:

عمرو سمع عليا رضي الله عنه وعاتبه في تخلفه عنه فلقي الحسن بن علي فقال: لا تحزن عليه فوالله لسمعته يقول يوم صفين أو يوم كذا وكذا: ياليت امي لم تلدني وليت اني مت قبل اليوم قاله موسى بن اسمعيل عن صدقة ابي سهل سمع زاذان قال: لقيت عمرا.

عمرو جنگ صفین میں پیچھے رہ گئے تھے جب علی رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس پر مواخذہ کیا وہ کہتے ہیں کہ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے فرمایا: ''آپ فکر مت کیجیے، اللہ کی قسم کہ میں نے انہیں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو صفین والے دن فرماتے سنا تھا: 'کاش! میری والدہ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا، کاش! میں آج کے دن سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔

(تاریخ الکبیر للبخاری: 6/384 ترجمہ نمبر 2717)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الأَسَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُهَلَّبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا يقول يَوْمَ صِفِّينَ وَهُوَ عَاضٌّ عَلَى شَفَتِهِ: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ الأَمْرَ يَكُونُ هَكَذَا مَا خَرَجْت، اذْهَبْ يَا أَبَا مُوسَى فَاحْكُمْ وَلَوْ حَزَّ عُنُقِي.

ترجمہ: سلیمان بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے (جنگ صفین کے) ایک عینی شاہد سے سنا کہ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہونٹ کاٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے، اگر میں جانتا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا تو (کوفہ سے) باہر ہی نہ نکلتا، ابو موسیٰ! آپ فیصلہ کیجیے، خواہ یہ میری گردن اڑا

دینے ہی کا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 15 / 292 رقم 39007)

اسی موقع پر آپ نے لوگوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر قائل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّينَ عَلِمَ أَنَّهُ لاَ يَمْلِكُ أَبَدًا، فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لاَ يَتَكَلَّمُ بِهَا، وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ كَانَ لاَ يَتَحَدَّثُ بِهَا، فَقَالَ فِيمَا يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ، لاَ تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ، وَاللهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ لَقَدْ رَأَيْتُمَ الرُّؤُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ.

ترجمہ: حارث کہتے ہیں جب علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ جان چکے تھے کہ اب آپ کا اقتدار کبھی مستحکم نہ ہوگا، آپ ایسی چیزوں کے بارے میں بات کرنے لگے جن کے بارے میں آپ نے پہلے بات نہ کی تھی اور ایسی احادیث بیان کرنے لگے جو پہلے بیان نہ کی تھیں، انہی باتوں میں سے آپ کا یہ ارشاد بھی ہے: ”لوگو! معاویہ کی گورنری کو ناپسند نہ کرو، واللہ! اگر تم نے انہیں کھو دیا تو تم ضرور دیکھو گے کہ سر، شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہوں گے جیسا کہ حنظل کا پھل اپنے پودے سے گرتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 15 / 292 رقم 39009)

بعد کی تاریخ نے ثابت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے کس قدر درست تھی جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ رہے، امت فتنہ وفساد سے محفوظ رہی اور جیسے ہی ان کی وفات ہوئی، خانہ جنگیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اہل شام کے مقتولین کو جنتی قرار دیا۔

عن يزيد بن الأصم قال لما وقع الصلح بين علي ومعاوية خرج علي فمشى في قتلاه فقال هؤلاء في الجنة ثم مشى في قتلى معاوية فقال هؤلاء في الجنة وليصير الأمر إلي وإلى معاوية فيحكم لي ويغفر لمعاوية هكذا أخبرني حبيبي رسول الله (صلى الله عليه وسلم).

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ جب علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہوگئی تو علی رضی اللہ عنہ اپنے مقتولین کی جانب نکلے اور فرمایا: ”یہ لوگ جنت میں ہوں گے“ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولین کی طرف چلے اور فرمایا: ”یہ لوگ بھی جنت میں ہوں گے۔ (روز قیامت) یہ معاملہ میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوگا فیصلہ میرے حق میں دیا جائے گا اور معاویہ کو معاف کر دیا جائے گا،

مجھے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بتایا تھا۔(تاریخ دمشق:59/139)
اہل تشیع کی مشہور کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مراسلہ نقل کیا گیا ہے جو آپ نے جنگ صفین کے بارے میں شہروں میں بھیجا اس میں لکھا ہے:
حضرت علی علیہ السلام کا خط، جو آپ نے شہروں کی جانب لکھا، اس میں آپ نے اپنے اور اہل صفین کے درمیان ہونے والے واقعے کو بیان فرمایا:

ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہم اہل شام کے ساتھ ایک میدان میں اکٹھے ہوئے، ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی اسلام کے متعلق دعوت ایک، اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق کے معاملے میں نہ ہم ان سے بڑھ کر تھے اور نہ وہ ہم سے بڑھ کر، صرف ایک معاملے میں ہم میں اختلاف ہوا اور وہ تھا خون عثمان کا جبکہ ہم اس سے بری تھے، ہم نے اس کا حل یہ پیش کیا کہ جو مقصد آج نہیں حاصل ہو سکتا ہے، اس کا وقتی علاج یہ کیا جائے کہ آتش جنگ کو خاموش کر دیا جائے اور لوگوں کے جذبات کو پرسکون ہو لینے دیا جائے اس کے بعد جب حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے گا اور حالات سازگار ہو جائیں گے تو ہم اتنے طاقتور ہو جائیں گے کہ حق (یعنی قصاص) کو اس کے مقام پر رکھ لیں، لیکن انہوں نے کہا کہ اس کا علاج صرف جنگ ہی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ نے اپنے پاؤں پھیلا دیے اور جم کر کھڑی ہو گئی، شعلے بھڑک اٹھے اور مستقل ہو گئے، سب نے دیکھا کہ جنگ نے دونوں فریقوں کو دانت سے کاٹنا شروع کر دیا ہے اور فریقین میں اپنے پنجے گاڑ دیے ہیں تو وہ میری بات ماننے پر آمادہ ہو گئے اور میں نے بھی ان کی بات کو مان لیا اور تیزی سے بڑھ کر ان کے مطالبہ صلح کو قبول کر لیا یہاں تک کہ ان پر حجت واضح ہو گئی اور ہر طرح کا عذر ختم ہو گیا، اب اس کے بعد کوئی اس حق پر قائم رہ گیا تو گویا اپنے آپ کو ہلاکت سے نکال لے گا ورنہ اسی گمراہی میں پڑا رہ گیا تو ایسا عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے گردش ایام اسی کے سر پر منڈلا رہی ہوگی۔
(نہج البلاغہ: خطبہ نمبر 58)

یہ تحریر وہ خط ہے جو نہج البلاغہ کے مؤلف شریف رضی کے مطابق مختلف شہروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بھیجا گیا تا کہ اس جنگ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقطہ نظر کو واضح کیا جا سکے اندر لائن الفاظ سے واضح ہے کہ آپ، اہل شام کو عین مسلمان سمجھتے تھے اور ہر حال میں صلح چاہتے تھے اس سے ابو مخنف کی ان روایات کی بھی

تردید ہو جاتی ہے جن کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے اور اپنے ساتھیوں کے مجبور کر دینے پر وہ بادل نخواستہ جنگ بندی کے لیے تیار ہوئے تھے۔

کیا جنگ صفین سے بیرونی قوتوں نے فائدہ اٹھایا؟

یہاں پر تاریخ کے طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر مسلم دنیا میں انتشار پیدا ہوا تھا، تو کیا بیرونی قوتوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی اور اگر نہیں کی تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اہل سیاست کی یہ نفسیات ہے کہ وہ موقع سے فائدہ اٹھانے کے ماہر ہوتے ہیں انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ سوال دلچسپ ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے دونوں بیرونی دشمنوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کی، ہماری مراد ایران اور روم کی طاقتوں سے ہے، اس کی ہم کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

ایران کی ساسانی سلطنت کا خاتمہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں ہو چکا تھا اور اس کا آخری بادشاہ یزدگرد ادھر ادھر چھپتا پھر رہا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یزدگرد بھی ایک پن چکی والے کے ہاتھوں مارا گیا جب مسلمانوں نے ایرانیوں کو شکست دی تو ان کی ہزاروں سالہ بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا عام ایرانیوں کو اس سے بہت فائدہ پہنچا کیونکہ دور بادشاہت کی جو اشرافیہ تھی، وہ ان کا خون چوس رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں انہی کی زمینوں پر بحال رکھا اور فصلوں کی نصف پیداوار ان کا حق قرار پائی، فصل کا بقیہ نصف حصہ بطور خراج وصول کر کے سرکاری خزانے میں داخل کیا جاتا جسے انہی عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاتا، ایرانی پروفیشنلز جن میں ان کے فوجی، ڈاکٹر، انجینئر، اکاؤنٹنٹ اور دیگر شعبوں کے ماہرین تھے، اسلامی فوج اور سول سروس کا حصہ بن گئے یہ تمام فوائد ایرانی عوام کو پہنچے لیکن ان کی وہ اشرافیہ جو ملکی وسائل پر قابض چلی آ رہی تھی اور ایرانی بادشاہت سے ان کے مفاد وابستہ تھے، اسے ہضم نہ کر سکی، اشرافیہ کی ہمیشہ سے یہ حکمت عملی رہی ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے ,,قوم پرستی،، کا حربہ استعمال کرتی ہے، اس کی بہت سے مثالیں ہمارے دور میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں، اس اشرافیہ نے ایرانی قوم پرستی کی تحریک اٹھائی اور حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایرانی علاقوں میں بار بار بغاوتیں پیدا کیں جو کہ ناکام رہیں، ان میں اصطخر اور جور کی بغاوتیں زیادہ مشہور ہیں، اس کے علاوہ بلخ، طبرستان، کرمان، سجستان وغیرہ کے علاقوں میں بھی بغاوتیں ہوتی رہیں جنہیں ان علاقوں کے گورنر بآسانی دباتے رہے، جنگ صفین کے موقع پر ایرانی قوم پرست اشرافیہ نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور اس

زمانے میں ایران میں بغاوت برپا کی، ان کا مسئلہ یہ تھا کہ یزدگرد (30ھ/651ء) کی موت کے بعد اب ان کا کوئی مرکزی بادشاہ نہ تھا، جس کی وجہ سے قوم پرستی کی یہ تحریک زور نہ پکڑ سکی، عام ایرانی بھی اس بغاوت سے دور رہے کیونکہ اس میں ان کا سراسر نقصان تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد اپنے قریبی ساتھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو یہ بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا اور وہ ایرانی قوم پرستوں کو روندتے ہوئے چلے گئے، اس طرح انہوں نے ایران میں دوبارہ امن و امان قائم کر دیا۔ (تاریخ الامم والملوک: 2/ 556)

دوسری طرف مغرب میں قیصر روم نے بھی جنگ صفین کا فائدہ اٹھانے کے لیے شام پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> قیصر روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ ملانے کی خواہش ظاہر کی چونکہ ان کا اقتدار رومی سلطنت کے لیے خطرہ بن چکا تھا، اور شامی افواج اس کی فوجوں کو مغلوب کر کے سرنگوں کر چکی تھیں، اس لیے اس نے جب یہ دیکھا معاویہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ (درحقیقت باغی تحریک نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے جنگ میں مشغول ہیں تو وہ بڑی فوج کے ساتھ قریبی علاقے میں چلا آیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لالچ دیا کہ وہ اس کے ساتھ مل جائیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو لکھا:
>
> واللہ! اگر تم نہ رکے اور اے لعین! اپنے ملک واپس نہ گئے تو میں اور میرا چچازاد بھائی (علی رضی اللہ عنہ) آپس میں اتحاد کر لیں گے اور تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں گے، روئے زمین کو تم پر تنگ کر کے رکھ دیں گے، اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان ہی لی ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (علی رضی اللہ عنہ) سے صلح کر لوں گا، پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہو گا، اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا دوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا، یہ خط پڑھ کر قیصر روم ڈر گیا اور اس نے جنگ بندی کی اپیل کی۔
>
> (البدایہ والنہایہ: 11/ 400 ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان، سنہ 60ھ)

اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امت کے لیے خلوص کا اندازہ ہوتا ہے، باغی راویوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تہمت عائد کی ہے کہ انہوں نے اقتدار کے لالچ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی، اگر ان کا مقصد محض اقتدار پر قبضہ ہوتا تو وہ جھٹ سے قیصر روم کی پیشکش قبول کر لیتے اور اس کی فوجوں کو ساتھ ملا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے لیکن ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ باغی تحریک سے اپنا دفاع کیا جائے، انہوں نے

آگے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ نہیں کیا بلکہ جب باغیوں نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے محض اپنا دفاع کیا۔

واقعہ تحکیم

واقعہ تحکیم تاریخ صحابہ کا نہایت ہی مبارک واقعہ ہے جس کی بدولت مسلمانوں میں خونریزی رک گئی اور وہ ایک نتیجہ پر پہنچ گئے لیکن اس واقعے کو باغیوں کو سخت نقصان پہنچا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں اتفاق رائے کا پیدا ہو جانا ان کی موت تھی، یہی وجہ ہے کہ ان باغیوں نے واقعہ تحکیم کی ایسی مکروہ تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس سے ظاہر ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم دشمنی تھی اور ان کا کردار ہمارے دور کے دنیادار سیاستدانوں سے مختلف نہ تھا عجیب بات یہ ہے کہ تاریخ طبری میں جنگ صفین کی طرح واقعہ تحکیم کی بھی کل روایات بھی ابومخنف ہی کی روایت کردہ ہیں ان صاحب کے بارے میں یہ بات معلوم و معروف ہے کہ وہ انہی باغیوں کے ساتھی ہیں۔

فیصلہ کرنے والے کون تھے اور ان کا تعین کیسے ہوا؟

فیصلہ کرنے کے لیے جن دو حضرات کے نام پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا، وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہیں ان دونوں حضرات کی جلالت شان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظامی عہدے دیے تھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پہلے تینوں خلفائے راشدین کے دور میں مختلف علاقوں کے گورنر رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آپ کوفہ کے گورنر تھے، آپ ایسے صائب الرائے تھے کہ طویل عرصہ حکومتی امور چلاتے رہے، آپ کی روایت کردہ احادیث سے آپ کے فہم دین و دنیا کا اندازہ ہوتا ہے، اس کے برعکس تحکیم کی روایات میں انہیں معاذ اللہ ایک بے وقوف شخص کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسری طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں جن پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کئی لشکروں کا امیر بنایا اور انہیں عمان کا گورنر مقرر فرمایا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کے علاقے عدن کا گورنر مقرر فرمایا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے: ''اے عمرو! آپ صاحب رائے ہیں اور اسلام کے معاملے میں ہدایت یافتہ ہیں۔''

(تاریخ دمشق: 46/ 134 باب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ)

اور فرمایا: ''عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں سے ہیں'' (تاریخ دمشق: 46 / 137)
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ابومخنف اور ان کی قبیل کے راویوں نے دنیا پرست ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے برعکس آپ کی دنیا سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مہم کا سربراہ بنا کر بھیجا اور فرمایا:
''عمرو بن العاص! میں آپ کو ایک سمت میں بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھیں گے اور آپ کو مال غنیمت عطا فرمائیں گے اور اس مال سے ہم بھی آپ کو دیں گے'' انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں نے مال کے لالچ میں اسلام قبول نہیں کیا، میں تو جہاد کی رغبت اور آپ کی صحبت میں رہنے کے لیے مسلمان ہوا ہوں'' آپ نے فرمایا: ''اے عمرو بن العاص! صالح مال، صالح شخص کے لیے اچھا ہوتا ہے''۔ (تاریخ دمشق: 46 / 143)
عہد فاروقی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ پایہ کے منتظم اور جرنیل بن کر ابھرے، فلسطین اور مصر آپ کے ہاتھوں فتح ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ مصر کے گورنر رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور ان کی حکمت عملی نے باغی تحریک کو ناکوں چنے چبوائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بطور حکم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا گیا جو نہایت ہی جلیل القدر صحابی تھے اور جنگ صفین میں غیر جانبدار رہے تھے، ابومخنف نے اپنی روایتوں میں یہ زور لگانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے خوش نہیں تھے اور مالک الاشتر کو حَکَم بنانا چاہتے تھے مگر آپ کے ساتھیوں نے آپ کو مجبور کر کے انہی کو مقرر کروا دیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بھی حکم بننے پر خوش نہ تھے، سوال یہ ہے کہ اوپر بیان کردہ روایت میں یہ شرط طے کی گئی تھی:
''آپ اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلے کے لیے متعین کیجیے جس پر ہم راضی ہوں اور ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں جس پر آپ راضی ہوں'' مالک الاشتر کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کس طرح قبول کر سکتے تھے جبکہ یہی قاتلین عثمان کا سربراہ تھا، دوسری طرف اگر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ویسے ہی تھے، جیسا کہ روایات میں بیان کیا گیا ہے، تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قبول کیوں کر لیا؟ حکم کے لیے یہ شرط طے کی گئی تھی کہ وہ غیر جانبدار ہوں، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ غیر جانبدار نہیں تھے بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے سربراہ تھے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی امانت و دیانت پر اعتماد نہ ہوتا، تو انہیں کیسے بطور حکم کے قبول

کر لیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو ان دونوں جلیل القدر صحابہ پر کوئی اعتراض نہ تھا مگر یہ باغی چاہتے تھے کہ ان کا لیڈر مالک الاشتر حکم بنے تا کہ ان کے مفادات پورے ہوں، جب ایسا نہ ہو سکا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی کردارکشی کی بھرپور کوشش کی، اس کے برعکس بلاذری کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی ان دونوں حضرات سے راضی تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نامزد کرتا ہوں، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نامزد کرتا ہوں'' وہ دونوں ان کے ناموں پر راضی ہو گئے اس بات پر ایک معاہدہ تحریر کیا گیا جس پر دونوں لشکروں کے دس دس افراد نے بطور گواہ دستخط کیے۔'' (انساب الاشراف: 1/ 332)

کیا صلح کا معاہدہ لکھا گیا تھا؟

ابومخنف نے صلح کا معاہدہ بھی نقل کیا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ کام انہوں نے ٹھیک کیا ہے کیونکہ بلاذری نے دیگر اسناد سے اس معاہدے کا متن دیا ہے معاہدے کے الفاظ یہ تھے:

بسم الله الرحمن الرحيم، هذا ما تقاضى عليه علي بن أبي طالب ومعاوية بن أبي سفيان، قاضى علي على أهل العراق ومن كان من شيعتهم من المؤمنين والمسلمين، وقاضى معاوية على أهل الشام ومن كان من شيعتهم من المؤمنين والمسلمين، أنا ننزل عند حكم الله وبيننا كتاب الله فيما اختلفنا فيه من فاتحته إلى خاتمته، نحيي ما يحيي ما أمات، فما وجد الحكمان في كتاب الله فإنهما يتبعانه، وما لم يجداه مما اختلفنا فيه في كتاب الله أمضيا فيه السنة العادلة الحسنة الجامعة غير المفرقة. والحكمان: عبد الله بن قيس، وعمرو بن العاص، وأخذنا عليهما عهد الله وميثاقه ليحكمان بما وجدا في كتاب الله نصا، فما لم يجداه في كتاب الله مسمى عملا فيه بالسنة الجامعة غير المفرقة. وأخذا من علي ومعاوية ومن الجند كليهما وممن تأمرا على من الناس عهد الله ليقبلن ما قضيا به عليهما وأخذا لأنفسهما الذي يرضيان به من العهد والثقة من الناس، انهما آمنان على أنفسهما وأهليهما وأموالهما، وأن الأمة لهما أنصار على ما يقضيان به على علي ومعاوية، وعلى

المؤمنین والمسلمین من الطائفتین کلیهما، وان علی عبد الله بن قیس وعمرو بن العاص عهد الله ومیثاقه أن یصلحا بین الأمة، ولا یرداها إلی فرقة ولا حرب، وان أجل القضیة إلی شهر رمضان، فإن أحبا أن یعجلاها دون ذلك عجلا، وإن أحبا أن یؤخراها من غیر میل منهما أخراها، وإن مات أحد الحکمین قبل القضاء فإن أمیر شیعته وشیعته یختارون مکانه رجلاً، لا یألون عن أهل المعدلة والنصیحة والإقساط وأن یکون مکان قضیتهما التی یقضیانها فیه مکان عدل بین الکوفة والشام والحجاز، ولا یحضرهما فیه إلا من أرادا، فإن رضیا مکاناً غیره فحیث أحبا ان یقضیا، وأن یأخذ الحکمان من کل واحد من شاء من الشهود ثم یکتبوا شهادتهم فی هذه الصحیفة أنهم أنصار علی من ترك ما فیها: اللهم نستنصرك علی من ترك ما فی هذه الصحیفة، وأراد فیها إلحاداً أو ظلماً.

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ وہ معاہدہ ہے جو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم کیا ہے، علی کا فیصلہ اہل عراق اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ ان کی جماعت میں سے ہیں یا عام مومنین میں سے ان کے ساتھ ہیں معاویہ کا فیصلہ اہل شام اور ان صاحب ایمان لوگوں پر نافذ ہو گا جو معاویہ کے ساتھ ہیں، ہم اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا، اللہ عزوجل کی کتاب میں اول تا آخر جو کچھ بھی موجود ہے، ہم اس پر عمل کریں گے، جس چیز کے احیاء کا یہ کتاب حکم دیتی ہے، اسے رائج کریں گے اور جس چیز کے ختم کرنے کا حکم دیتی ہے، اسے ختم کر دیں گے، دونوں حکم یعنی ابوموسیٰ اشعری یعنی عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص القرشی کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے، اس پر عمل پیرا ہوں گے، اگر اس معاملہ میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل وانصاف پر مبنی ہوگی اور جس پر سب کا اتفاق ہوگا اور کسی کو اس سے اختلاف نہ ہو گا، دونوں حکم، علی اور معاویہ اور ان کے لشکروں سے عہد و پیمان لیں گے، اسی طرح دیگر معتبر لوگوں سے بھی وعدہ لیں گے کہ ان دونوں کی جان ومال محفوظ رہیں گی، جو فیصلہ یہ دونوں کریں گے، اس پر تمام امت ان کی معاون ومددگار ہوگی، دونوں فریقوں کے مسلمانوں پر اللہ کے نام

پر یہ عہد لازم ہو گا کہ جو کچھ اس معاہدہ میں تحریر ہے، وہ ہمیں قبول ہے اور ہم نے ان دونوں ثالثوں کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے، یہ سب لوگ ہتھیار اتار کر رکھ دیں گے اور سب لوگوں کو امن حاصل ہو گا، جہاں چاہیں، وہ چلے جائیں، ان کی جان و مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے، وہ تمام لوگ جو یہاں موجود ہیں اور جو غائب ہیں، سب لوگوں کو یہ امن حاصل ہو گا، عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص پر اللہ کا یہ عہد و میثاق ہو گا کہ وہ اس امت کا فیصلہ کر دیں اور انہیں دوبارہ جنگ اور اختلاف میں مبتلا نہ کریں، یہ دوسری چیز ہے کہ کوئی ان کا فیصلہ قبول نہ کرے، اس معاہدے کی مدت رمضان تک ہو گی، اگر یہ دونوں حکم اس مدت کو بڑھانا چاہیں تو باہمی رضامندی سے بڑھا سکتے ہیں اگر دونوں حکموں میں سے کسی ایک حکم کا انتقال ہو جائے تو اس کی پارٹی کا امیر اس کی جگہ دوسرا حکم مقرر کرے گا اور وہ شخص اہل عدل و انصاف میں سے منتخب کیا جائے گا، ان دونوں کے فیصلے کا مقام، جس میں وہ فیصلہ کریں گے، وہ جگہ ہو گی جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان واقع ہے، یہ دونوں حکم فیصلہ پر جن لوگوں کی گواہی لینا چاہیں، لے سکتے ہیں اور ان کی گواہی وہ اس فیصلہ پر تحریر کر دیں گے، یہ گواہ اس فیصلے کی ان لوگوں کے مقابلے میں حمایت کریں گے، جو اسے مٹانا چاہے یا اس کی مخالفت کرے، اے اللہ! ہم آپ سے اس شخص کے مقابلے میں امداد طلب کرتے ہیں، جو اس فیصلہ کو چھوڑ دے۔

(انساب الاشراف: 1/ 332، 333) (تاریخ الامم والملوک: 3/ 104)

اہل تشیع کی کتاب اخبار الطوال کی روایت کے مطابق اس میں یہ الفاظ بھی موجود تھے:

عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ) اور عمرو بن عاص نے علی اور معاویہ سے اللہ کے نام پر میثاق لیا ہے کہ یہ دونوں ثالثوں کے فیصلے پر راضی ہوں گے جو کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت کی بنیاد پر کیا جائے، ان دونوں (علی اور معاویہ) کو اجازت نہ ہو گی کہ وہ ثالثوں کے فیصلے کو توڑ دیں اور اس کی خلاف ورزی کر کے کسی اور چیز کی طرف مائل ہوں۔ (الاخبار الطوال: ص 208)

معاہدے کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنا مبارک معاہدہ تھا کہ اس کی بدولت مسلمانوں کی طاقت اکٹھی ہو رہی تھی، معاہدے کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی کے دل میں اسلام کے بارے میں کس درجے کا خلوص پایا جاتا تھا معاہدے کے آغاز میں۔

هذا ما تقاضى عليه علي بن أبي طالب ومعاوية بن أبي سفيان، قاضى علي علي

أهل الكوفة ومن معهم من شيعتهم من المؤمنين والمسلمين، وقاضى معاوية على أهل الشأم ومن كان معهم من المؤمنين والمسلمين.

کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کے ساتھیوں کو صاحب ایمان اور مسلمان سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابہ نے بطور گواہ اس پر دستخط کیے اور اس معاہدے پر عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، ابومخنف ہی کے بیان کے مطابق معاہدے کے بعد دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

باغیوں نے صلح کے اس معاہدے کے سلسلے میں ردعمل کیا تھا؟

جہاں اہل اسلام کے لیے یہ معاہدہ نہایت مبارک ثابت ہوا وہاں باغیوں کے لیے یہ معاہدہ موت کے مترادف تھا، ان کے ہاں صف ماتم بچھ گئی، خود ابومخنف نے باغی تحریک کے لیڈر مالک الاشتر کی حالت کچھ یوں نقل کی ہے:

قال أبو مخنف حدثني أبو جناب الكلبي عن عمارة بن ربيعة الجرمي قال لما كتبت الصحيفة دعي لها الأشتر فقال لا صحبتني يميني ولا نفعتني بعدها شمالي إن خط لي في هذه الصحيفة اسم على صلح ولا موادعة أولست على بينة من ربي ومن ضلال عدوي أولستم قد رأيتم الظفر لو لم تجمعوا على الجور فقال له الأشعث بن قيس إنك والله ما رأيت ظفرا ولا جورا هلم إلينا فإنه لا رغبة بك عنا فقال بلى والله لرغبة بي عنك في الدنيا للدنيا والآخرة للآخرة ولقد سفك الله عز و جل بسيفي هذا دماء رجال ما أنت عندي خير منهم ولا أحرم دما قال عمارة فنظرت إلى ذلك الرجل وكأنما قصع على أنفه الحمم يعني الأشعث.

جب یہ معاہدہ تحریر کیا گیا تو اس کی گواہی کے لیے اشتر کو بھی طلب کیا گیا، اس نے کہا: ''اللہ کرے، یہ دایاں ہاتھ میرے پاس نہ رہے اور نہ میں اس بائیں ہاتھ سے کوئی نفع حاصل کرسکوں، اگر میں اس معاہدے پر دستخط کروں جو صلح کے نام پر تحریر کیا گیا ہے، کیا میں اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر نہیں ہوں اور میں اپنے دشمن کی گمراہی پر یقین رکھتا ہوں'' اشعث بن قیس، (جنہوں نے اس معاہدے کی تکمیل میں بنیادی کردار

ادا کیا) بولے: "واللہ! تم نے نہ کوئی کامیابی دیکھی اور نہ کوئی ظلم دیکھا، ہمارے ساتھ آؤ، ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں" اشتر بولا: "کیوں نہیں ہے؟ واللہ! میں تم سے دنیا میں دنیا کی خاطر اور آخرت میں آخرت کی خاطر نفرت کرتا ہوں، اللہ عزوجل نے میری اس تلوار کے ذریعے بہت سے افراد کا خون بہایا ہے اور تم میرے نزدیک ان سے بہتر نہیں ہو اور نہ ہی میں تمہارا خون حرام سمجھتا ہوں، عمارہ (راوی) کہتا ہے کہ میں نے اس شخص (اشعث) کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی ناک پر کوئلے رکھ دیے گئے ہوں، یعنی وہ (غصے سے) اتنی سیاہ تھی۔ (تاریخ الامم والملوک:3/ 104)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باغیوں کی اس معاہدے کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اشعث بن قیس رحمہ اللہ نے چونکہ صلح کے اس معاہدے میں بنیادی کردار ادا کیا، اس وجہ سے وہ ان باغی راویوں کے غیض وغضب کا نشانہ بنے، انہی ابو مخنف نے اپنے ساتھیوں سے نقل کیا ہے کہ اشعث نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے خارجی جماعت بنائی، ظاہر ہے کہ ان پر یہ تہمت اسی وجہ سے لگائی گئی ہے کہ وہ صلح میں پیش پیش تھے اور اس صلح کے ذریعے انہوں نے باغیوں کا پلان خراب کر دیا تھا، خود ابو مخنف ہی کی روایت میں یہ بات موجود ہے کہ اشعث بن قیس خوارج کے مقابلے میں پیش پیش تھے (تاریخ الامم والملوک:3/ 104)

اشعث کے باغی ہونے کو طبری نے اس سند سے بیان کیا ہے۔

فحدثني عبد الله بن أحمد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني سليمان بن يونس بن يزيد، عن الزهري.

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَيُونُسُ يَرْوِي أَحَادِيْثَ مِنْ رَأْيِ الزُّهْرِيِّ، يَجْعَلُهَا عَنْ سَعِيْدٍ، يُونُسُ كَثِيْرُ الخَطَأِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعُقَيْلٌ أَقَلُّ خَطَأً. وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ النَّصْرِيُّ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: فِي حَدِيْثِ يُونُسَ بنِ يَزِيْدَ مُنْكَرَاتٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مِنْهَا: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، مَرْفُوْعاً: (فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ العُشْرُ). وَرَوَى: المَيْمُوْنِيُّ، عَنْ أَحْمَدَ، قَالَ: رَوَى يُونُسُ أَحَادِيْثَ مُنْكَرَةً.

(سیر اعلام النبلاء: 11/ 368 رقم 126)

یہ سند کمزور ہے یونس بن یزید الایلی کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا کہنا یہ ہے کہ یہ زہری سے منکر (انتہائی عجیب وغریب) قسم کی روایتیں کرتے ہیں، شہاب الزہری سے منسوب کرتے ہیں جو کہ اس واقعہ کے 21

برس بعد 58ھ میں پیدا ہوئے اگر زہری نے واقعی یہ روایت بیان کی ہے تو عین ممکن ہے کہ انہوں نے یہ روایت کسی ایسے شخص سے سنی ہو جو کہ باغی تحریک کا حصہ ہو۔

صلح کے معاہدے کے بعد دونوں افواج واپس چلی گئیں

ابومخنف کی روایت کے مطابق اس کے بعد باغیوں میں پھوٹ پڑ گئی جو کچھ ہوا، وہ ان کے اپنے الفاظ میں پڑھیے:

قال أبو مخنف حدثنا أبو جناب الكلبي عن عمارة بن ربيعة قال خرجوا مع علي إلى صفين وهم متوادون أحباء فرجعوا متباغضين أعداء ما برحوا من عسكرهم بصفين حتى فشا فيهم التحكيم ولقد أقبلوا يتدافعون الطريق كله ويتشاتمون ويضطربون بالسياط.

ابومخنف نے ابو جناب الکلبی کے واسطے عمارہ بن ربیعہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان صفین میں گئے تھے تو باہم ایک دوسرے کے دوست تھے اور ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا تھا جب یہ میدان صفین سے واپس لوٹ کر آئے تو یہ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے، ہر ایک، دوسرے سے کینہ رکھتا تھا یہ لوگ میدان صفین میں جب تک علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں رہے، خوش رہے لیکن جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو یہ سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے اور ایک دوسرے کو کوڑے مارتے۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 108)

ابومخنف کی اس گھر کی گواہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ صفین کے بعد اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا حرکت میں آیا اور باغیوں کی پیٹھ پر بری طرح برسا، اب اس تحریک میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں باہمی دشمنی عروج کو پہنچ گئی۔ ابومخنف کی ان روایات کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان صاحب کا مقصد اپنے زمانے کی باغی تحریک کو تاریخی دلائل کی بنیاد پر منظم کرنا تھا، انہوں نے جنگ صفین، تحکیم اور پھر کربلا کے واقعات پر کتابیں لکھیں اور ان میں اپنی تحریک کی غلطیاں بھی بیان کر دیں تاکہ اس کے ساتھی آئندہ ان غلطیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ باغی تحریک میں بہت سے عناصر شامل تھے جن کے مفادات ایک دوسرے سے مختلف تھے یقینی طور پر اب ان کے مابین مفادات کا ٹکراؤ ہوا ہو گا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے

کے دشمن بن گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو مخلص مسلمان تھے، وہ پہلے ہی ان باغیوں سے نفرت کرتے تھے، دوسری جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو لوگ تھے، وہ نہایت ہی مخلص اور یکجان تھے اور ان کے اندر کسی قسم کا کوئی اختلاف موجود نہ تھا، اسی موقع پر باغی تحریک دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور ان کے الگ ہو جانے والے گروہ کو، خوارج، کا نام دیا گیا۔

واقعہ تحکیم کی روایات کس حد تک درست ہیں؟

طبری میں واقعہ تحکیم کی بھی تمام تر روایات ابو مخنف ہی کی روایت کردہ ہیں اور ان صاحب نے صحابہ کرام سے متعلق اپنے بغض کو حسب عادت ان روایات میں داخل کر دیا ہے ان صاحب نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دونوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ بے وقوف اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مکار اور دھوکے باز ظاہر کیا ہے اس تاثر کا جھوٹ اسی سے واضح ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو ذمے دار اور حساس عہدوں پر فائز کیا تھا۔

ابو مخنف کے بیان کے مطابق رمضان 37ھ/657ء میں دومۃ الجندل کے مقام پر دونوں حکم اکٹھے ہوئے دونوں کے ساتھ چار چار سو ساتھی تھے۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/111)

راوی کا کہنا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں زبردست پھوٹ پڑی ہوئی تھی کیونکہ ان کی بڑی تعداد آپ سے مخلص نہیں تھی، تفصیل ان صاحب کے اپنے الفاظ میں پڑھیے:

ابو مخنف نے مجالد بن سعید اور شعبی کے واسطے زیاد بن النضر الحارثی کا بیان نقل کیا ہے:

قال أبو مخنف حدثني المجالد بن سعيد عن الشعبي عن زياد بن النضر الحارثي أن عليا بعث أربعمائة رجل عليهم شريح بن هانئ الحارثي وبعث معهم عبدالله بن عباس وهو يصلي بهم ويلي أمورهم وأبو موسى الأشعري معهم وبعث معاوية عمرو بن العاص في أربعمائة من أهل الشأم حتى توافوا بدومة الجندل بأذرح قال فكان معاوية إذا كتب إلى عمرو جاء الرسول وذهب لا يدري بما جاء به ولا بما رجع به ولا يسأله أهل الشأم عن شيء وإذا جاء رسول علي جاؤوا إلى ابن عباس فسألوه ما كتب به إليك أمير المؤمنين فإن كتمهم ظنوا به الظنون فقالوا ما نراه كتب إلا بكذا و كذا فقال ابن

عباس أما تعقلون أما ترون رسول معاوية يجيء لا يعلم بما جاء به ويرجع لا يعلم ما رجع به ولا يسمع لهم صياح ولا لفظ وأنتم عندي كل يوم تظنون الظنون.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار سو افراد روانہ فرمائے اور ان کا امیر شریح بن ہانی الحارثی کو مقرر کیا، ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان آدمیوں کے کاموں کا انتظام کرتے ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ انہی کے ساتھ تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو افراد روانہ کیے تھے یہ دونوں گروہ اذرح میں دومۃ الجندل کے مقام پر جمع ہوئے، معاویہ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی قاصد کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے تو وہ آتا اور واپس چلا جاتا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ وہ کیا پیغام لایا ہے اور کیا پیغام لے کر واپس چلا گیا ہے؟ اہل شام اس سے کوئی سوال نہ کرتے، اس کے برعکس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی قاصد ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتا تو اہل عراق فوراً ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے کہ امیر المومنین نے کیا لکھا ہے؟ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی بدگمانیاں کرتے اور کہتے، ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا لکھا ہوگا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر فرمایا: کیا تم لوگوں میں ذرا سی بھی عقل نہیں ہے؟ کیا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد کو نہیں دیکھتے کہ وہ پیغام لے کر آتا ہے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی، یہاں سے پیغام لے کر جاتا ہے تو کسی کو علم نہیں ہوتا کہ کیا پیغام لے کر گیا ہے، نہ اس پر شامی چیختے چلاتے ہیں اور نہ زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں، ایک تم ہو کہ ہر وقت نئی نئی بدگمانیاں کرتے ہو۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 111)

ابومخنف اور دیگر باغی راویوں نے واقعہ تحکیم سے متعلق لکھا ہے کہ اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مابین تنہائی میں گفتگو ہوئی، پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ پوری ہی گفتگو مکالمے کی صورت میں اس طرح نقل کرتے ہیں کہ گویا خود ان حضرات کے ساتھ موجود تھے اور یا تو ٹیپ ریکارڈر ان کے پاس تھا یا پھر شارٹ ہینڈ میں نوٹس لے رہے تھے اس ضمن میں وہ ان کا پورا مکالمہ نقل کرتے ہیں جس کی دو روایتیں ہیں جو ایک دوسرے کے متضاد ہیں:

(1) پہلی روایت یہ ہے:

فحدثني عبدالله بن أحمد قال حدثني أبي قال حدثني سليمان بن يونس بن يزيد

عن الزهري قال قال صعصعة بن صوحان ......قال بلى قال عمرو اكتبها فكتبها أبو موسى قال عمرو يا أبا موسى أأنت على أن نسمي رجلا يلي أمر هذه الأمة فسمه لي فإن أقدر على أن أتابعك فلك على أن أتابعك وإلا فلي عليك أن تتابعني قال ابو موسى أسمي لك عبدالله بن عمر وكان ابن عمر فيمن اعتزل قال عمرو إني أسمي لك معاوية بن أبي سفيان فلم يبرحا مجلسهما حتى استبا ثم خرجا إلى الناس فقال أبو موسى إني وجدت مثل عمرو مثل الذين قال الله عز وجل واتل عليهم نبأ الذي آتيناه آياتنا فانسلخ منها فلما سكت أبو موسى تكلم عمرو فقال أيها الناس وجدت مثل أبي موسى كمثل الذي قال عز وجل مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل أسفارا

اس روایت کے مطابق حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی اور پھر یہ دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے باہر آئے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت پڑھی: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا یعنی "انہیں اس شخص کا قصہ سنائیے جسے ہم نے اپنی آیات دیں تو وہ ان سے نکل گیا، اس پر حضرت عمرو نے ان کے بارے میں یہ آیت پڑھی: مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا یعنی جنہیں تورات دی گئی، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھایا ہو۔ (تاریخ الامم والملوک: 3/ 105، 106)

(2) دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی کو معزول کر دیا جائے اور فیصلہ عام مسلمانوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنالیں۔

اس کے بعد یہ حضرات باہر آئے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں، اس وجہ سے آپ اعلان پہلے کیجیے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کہا بھی کہ انہیں ہی پہلے اعلان کرنے دیجیے، آپ پہلے اعلان نہ کریں مگر انہوں نے بات نہ مانی، آگے کی روایت یہ ہے:

قال أبو مخنف حدثني أبو جناب الكلبي أن عمرا وأبا موسى .... فقال له عمرو فإن الرأى ما رأيت فأقبلا إلى الناس وهم مجتمعون فقال يا أبا موسى أعلمهم بأن رأينا قد اجتمع واتفق فتكلم أبو موسى فقال إن رأيي ورأى عمرو قد اتفق على أمر نرجو أن يصلح الله عز و جل به أمر هذه الأمة فقال عمرو صدق وبر يا أبا موسى تقدم فتكلم فتقدم أبو موسى ليتكلم فقال له ابن عباس ويحك والله إنى لأظنه قد خدعك إن كنتما قد اتفقتما على أمر فقدمه فليتكلم بذلك الأمر قبلك ثم تكلم أنت بعده فإن عمرا رجل غادر ولا آمن أن يكون قد أعطاك الرضا فيما بينك وبينه فإذا قمت فى الناس خالفك وكان أبو موسى مغفلا فقال له إنا قد اتفقنا فتقدم أبو موسى فحمد الله عز و جل وأثنى عليه ثم قال ايها الناس إنا قد نظرنا فى أمر هذه الأمة فلم نر أصلح لأمرها ولا ألم لشعثها من أمر قد أجمع رأيي ورأى عمرو عليه وهو أن نخلع عليا ومعاوية وتستقبل هذه الأمة هذا الأمر فيولوا منهم من أحبوا عليهم وإنى قد خلعت عليا ومعاوية فاستقبلوا أمركم وولوا عليكم من رأيتموه لهذا الأمر أهلا ثم تنحى وأقبل عمرو بن العاص فقام مقامه فحمد الله وأثنى عليه وقال إن هذا قد قال ما سمعتم وخلع صاحبه وأنا أخلع صاحبه كما خلعه وأثبت صاحبي معاوية فإنه ولى عثمان بن عفان والطالب دمه وأحق الناس بمقامه فقال أبو موسى مالك لا وفقك الله غدرت وفجرت إنما مثلك كمثل الكلب إن تحمل عليه يلهث أو تتركه يلهث قال عمرو إنما مثلك كمثل الحمار يحمل أسفارا وحمل شريح بن هانئ على عمرو فقنعه بالسوط وحمل على شريح ابن لعمرو فضربه بالسوط وقام الناس فحجزوا بينهم وكان شريح بعد ذلك يقول ما ندمت على شيء ندامتي على ضرب عمرو بالسوط ألا أكون ضربته بالسيف آتيا به الدهر ما أتى والتمس أهل الشأم أبا موسى فركب راحلته ولحق بمكة قال ابن عباس قبح الله رأى أبي موسى حذرته وأمرته بالرأى فما عقل فكان أبو موسى يقول حذرني ابن عباس غدرة

الفاسق ولكني اطمأننت إليه وظننت أنه لن يؤثر شيئا على نصيحة الأمة ثم انصرف عمرو وأهل الشأم إلى معاوية وسلموا عليه بالخلافة ورجع ابن عباس وشريح بن هانئ إلى علي وكان إذا صلى الغداة يقنت فيقول اللهم إلعن معاوية وعمرا وأبا الأعور السلمي وحبيبا وعبدالرحمن بن خالد والضحاك بن قيس والوليد فبلغ ذلك معاوية فكان إذا قنت لعن عليا وابن عباس والأشتر وحسنا وحسينا.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پہلے اعلان کیا:

لوگو! ہم نے اس امت کی خلافت کے معاملے پر غور کیا تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھی جس پر میرا اور عمرو بن العاص کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ہم معزول کر دیں اور اس خلافت کو امت پر چھوڑ دیں کہ وہ جسے پسند کریں، اپنا خلیفہ منتخب کر لیں، اس لیے میں نے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کیا، آپ لوگ اس کام میں خود غور کر لیجیے اور جسے آپ اس خلافت کا اہل سمجھیے، اسے یہ خلافت سونپ دیجیے، اس کے بعد آپ پیچھے ہٹ گئے اور

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا:

انہوں (ابوموسیٰ اشعری) نے جو کہا، وہ آپ نے سن لیا انہوں نے اپنے امیر کو معزول کر دیا ہے، میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں جنہیں انہوں نے معزول کیا لیکن میں اپنے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے وارث اور ان کے قصاص کے طلب گار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کے حق دار ہیں۔

اس پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں نیک کام کی توفیق دے، تم نے وعدہ خلافی کی اور دھوکہ دیا، تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ''اس کی مثال اس کتے کی سی ہے اگر اسے کچھ ڈالو، تب بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دو، تب بھی زبان نکالے رہتا ہے اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تمہاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں اس کے بعد شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر کوڑے کے ذریعے حملہ کر دیا، اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے شریح کو کوڑے مارنے شروع کر دیے اور مار

کٹائی شروع ہوگئی شامیوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو وہ مکہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے اس فیصلے کی اطلاع جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے نمازوں میں حضرت معاویہ، عمرو بن عاص، ابوالاعور اسلمی، حبیب بن مسلمہ، عبدالرحمٰن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجنا شروع کر دی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے نمازوں میں حضرت علی، ابن عباس، اشتر، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجنا شروع کر دی۔ (تاریخ الامم والملوک:3/ 112، 113)

افسوس کہ بعد کے مؤرخین نے اسی دوسری روایت کو سوچے سمجھے بغیر بیان کرنا شروع کر دیا، جس سے یہ مشہور ہوگئی، نہ تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسی بدگمانی کر سکتے ہیں کہ جن صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن قرار دیا، ان کے لیے دوران نماز لعنت کا اہتمام فرمائیں اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر لوگوں کے خلاف ایسی جوابی کاروائی کریں۔

اب ہم ان دونوں روایات کا موازنہ اور تجزیہ کرتے ہیں ان روایات کی سند اور متن میں غور کیا جائے تو یہ امور سامنے آتے ہیں۔

(1) پہلی روایت کی سند طبری نے یہ بیان کی ہے:

فحدثني عبد الله بن أحمد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني سليمان بن يونس بن يزيد، عن الزهري: باغیوں نے اس سند کو ابن شہاب الزہری (پ58ھ) سے منسوب کیا ہے جو واقعہ تحکیم کے 21 سال بعد پیدا ہوئے، وہ واقعے کے عینی شاہد نہیں تھے اور معلوم نہیں کہ انہوں نے کس سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے اگر بیس برس کی عمر میں بھی انہوں نے اس روایت کو سنا ہو، تو کم از کم ایک ایسا شخص ہے جو اس سند میں نامعلوم ہے ممکن ہے کہ یہ نامعلوم شخص باغی تحریک کا کوئی کارکن ہو، پھر زہری سے اس روایت کو سلیمان بن یونس بن یزید روایت کر رہے ہیں، سلیمان براہ راست زہری کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ ان کے والد یونس بن یزید الایلی زہری کے شاگرد ہیں اور ان کا ناقابل اعتماد ہونا واضح ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَيُونُسُ يَرْوِي أَحَادِيثَ مِنْ رَأْيِ الزُّهْرِيِّ، يَجْعَلُهَا عَنْ سَعِيْدٍ، يُونُسُ كَثِيْرُ الخَطَأِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعُقَيْلٌ أَقَلُّ خَطَأً. وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ النَّصْرِيُّ:

سَمِعْتُ أَحْمَدَ بنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: فِي حَدِيْثِ يُوْنُسَ بنِ يَزِيْدَ مُنْكَرَاتٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مِنْهَا: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، مَرْفُوْعاً: (فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ العُشْرُ). وَرَوَى: المَيْمُوْنِيُّ، عَنْ أَحْمَدَ، قَالَ: رَوَى يُوْنُسُ أَحَادِيْثَ مُنْكَرَةً.

(سیر اعلام النبلاء: 11/ 368 رقم 126)

(2) دوسری روایت کی سند طبری نے یوں بیان کی ہے:

قال أبو مخنف: حدثني أبو جناب الكلبي.

اس سند میں سب سے پہلے تو یہی ابومخنف (157ھ) ہیں جو صحابہ کرام سے متعلق دل میں نہایت بغض رکھتے ہیں اور ان کے جھوٹ گھڑنے پر محدثین کا اتفاق ہے دوسرے صاحب ابو جناب الکلبی (150ھ) ہے جن کا اصلی نام یحیی بن ابی الحیہ الکلبی الکوفی ہے۔

ان کے بارے میں جرح وتعدیل کے مختلف ماہرین کے ارشادات یہ ہیں:

قال يحيى القطان: لا أستحل أن أروي عنه. وقال النسائي والدارقطني: ضعيف. وقال أبو زرعة: صدوق يدلس. وقال ابن الدورقي عن يحيى: أبو جناب ليس به بأس إلا أنه كان يدلس. وروى عثمان عن ابن معين: صدوق. ثم قال عثمان: هو ضعيف. وقال الفلاس: متروك.

یحیی القطان کہتے ہیں: میں جائز نہیں سمجھتا کہ اس کی روایتیں نقل کروں، نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ یہ ضعیف راوی ہے ابوزرعہ اور یحیی بن معین کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے مگر تدلیس کرتا ہے ابن الدورقی عن یحیی: ابو جناب میں ویسے تو حرج نہیں مگر یہ تدلیس کرتا ہے عثمان، ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ صدوق ہے، پھر کہتے ہیں ضعیف ہے فلاس کا کہنا ہے کہ متروک راوی ہے۔

(میزان الاعتدال: 4/ 371، راوی نمبر 9491)

ابن عدی بیان کرتے ہیں۔

وَهو من جملة المتشيعين بالكوفة.

کہ یہ کوفہ کے شیعہ گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ (الکامل فی الضعفاء: 9/ 54 ت 2112)

ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔

قال: لا تكتب منه شيئا. ليس بالقوي.

کہ اس سے کوئی بات نہ لکھو، وہ قوی نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل: 9/ 139 ت 587)

اس روایت کو ابومخنف اور ابو جناب الکلبی کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا ہے اور ابو جناب سے لے کر واقعہ تحکیم کے عینی شاہدوں تک کسی کا نام بیان نہیں ہوا، ابو جناب الکلبی 150ھ/ 766ء میں فوت ہوئے اور انہوں نے یہ روایت واقعہ تحکیم کے سو برس بعد بیان کی ہو گی لیکن درمیان کے تمام راوی غائب ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کس قسم اور کس درجے کے لوگ ہیں۔

دونوں روایات میں شدید تضاد پایا جاتا ہے، پہلی روایت کے مطابق حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں اختلاف تنہائی ہی میں ہو گیا تھا اور وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے باہر نکلے اور پھر باہر نکل کر ایک دوسرے کی قصیدہ گوئی فرمائی۔

دوسری روایت کے مطابق دونوں اتفاق رائے کر کے بڑے اچھے انداز میں نکلے پھر اپنے اپنے اعلانات کیے اور اس کے بعد ان میں تلخ کلامی ہوئی جس میں انہوں نے آیات پڑھیں، اب ان دونوں متضاد روایتوں میں سے کس روایت کو مانا جائے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جو آیت پڑھی، اس کے بارے میں یہ روایتیں متضاد تصاویر پیش کرتی ہیں پہلی روایت کے مطابق آیت 7:175 کا ایک ٹکڑا آپ نے تلاوت کیا جبکہ دوسری روایت کے مطابق آیت 7:176 کا ایک حصہ پڑھا، اگر یہ دونوں جلیل القدر حضرات ایک دوسرے کے خلاف ایسی بدزبانی کرتے تو معاملہ پھر یہیں تک محدود نہ رہتا، فریقین کے چار چار سو آدمی موجود تھے، ان میں جنگ بھی چھڑ سکتی تھی، پھر معاملہ صرف کوڑوں سے پیٹنے تک محدود نہ رہتا بلکہ تلواریں نکل آتیں۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ واقعہ تحکیم کے وقت دونوں جانب سے چار چار سو افراد وہاں موجود تھے لیکن کسی نے یہ تفصیلات بیان نہیں کی ہیں صرف زہری اور ابو جناب الکلبی اسے بیان کرتے ہیں جن میں سے ایک اس واقعے کے اکیس برس بعد پیدا ہوئے اور دوسرے کا زمانہ بھی اس واقعے کے سو برس بعد کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت نماز میں ایک دوسرے پر لعنت کی بات ایسی ہے جو عقل میں نہیں آتی، کہاں تو یہ حضرات ایک دوسرے کی تعریفیں کرتے ہیں اور کہاں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے ہیں اوپر بیان کردہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط ہی دیکھ لیجیے، اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ارشادات ہیں اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق رائے ہم آگے بیان کریں گے یہ محض ان راویوں کا بغض ہے جسے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے کہلوانے کی ناکام کوشش کی ہے، اگر حضرت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دھوکہ دہی کی ہوتی، جیسا کہ ان روایات میں بیان کیا گیا ہے، تو مخلص مسلمانوں کی کثیر تعداد، جو ابھی غیر جانبدار تھی، اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتی، اسی طرح آپ کے ساتھ جو لوگ ابھی تردد کا شکار تھے، ان کا تردد بھی دور ہو جاتا، بعد کے واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسا نہیں ہوا، ابو جناب کلبی اور ابو مخنف نے یہ روایت گھڑتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں سے عمر میں کون بڑا ہے چنانچہ انہوں نے بڑے دھڑلے سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اس لیے آپ پہلے اعلان کریں تو میں بھی اعلان کروں۔''

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں اسی طرح ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیتے تھے اور اسی طرح ہر معاملہ میں انہیں کہہ دیا کرتے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ ان سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ختم کرنے کا اعلان کرا دیں۔ (تاریخ الامم والملوک:3/ 112،113)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے 63 برس کی عمر میں 50ھ/673ء میں وفات پائی۔

(الاستیعاب:1/ 588 صحابی نمبر 1650)

اس حساب سے ان کی تاریخ پیدائش سن ہجری کی ابتدا سے تیرہ برس پہلے 609ء میں ہوئی اس کے برعکس حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے 43ھ/664ء میں 80 برس سے زائد عمر میں وفات پائی۔

(الاستیعاب:2/ 100 صحابی نمبر 1941)

اگر وفات کے وقت ان کی عمر کو بالفرض 81 سال بھی مان لیں تو اس حساب سے ان کا سن پیدائش سن ہجری کی ابتدا سے 38 سال پہلے 585ء بنتا ہے اس طرح، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے عمر میں کم از کم 24،25 سال بڑے ضرور تھے پھر اس بات کا کیا مطلب ہے کہ ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اس لیے آپ پہلے اعلان کریں تو میں بھی اعلان کروں گا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طویل العمری کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ وہ سن ہجری کی ابتداء سے آٹھ برس پہلے 614ء میں ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی کے دربار میں قریش کے سفیر کے طور پر گئے تھے۔

(تاریخ الامم والملوک:1/ 549)

اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پانچ سال کے ہوں گے اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان سے

چھوٹے تھے تو کیا قریش نے کسی دو تین سال کے بچے کو سفیر بنا کر بھیج دیا تھا؟ سچ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

محدثین نے اگرچہ واضح کر دیا تھا کہ ابومخنف ایک جھوٹے آدمی ہیں اور ان کی بیان کردہ روایات کا کوئی اعتبار نہیں، افسوس کہ طبری اور بلاذری جیسے محقق علماء نے ابومخنف کی ان روایات کو جوں کا توں اپنی کتاب میں درج کرلیا اور محض سند میں اس کا نام دے کر یہ فرض کرلیا کہ بعد کی نسلوں کے لوگ اس کا نام دیکھ کر ان روایات کو پرکھ لیں گے یقیناً محققین تو ایسا کر سکتے تھے لیکن عام مؤرخین نے ایسا نہ کیا کیونکہ انہیں ابومخنف سے ہٹ کر کسی اور کی روایات نہ ملیں، اس طرح سے یہ روایات ایک کتاب سے دوسری کتاب میں نقل ہوتی چلی گئیں اور کچھ ہی عرصہ میں اس جھوٹے پراپیگنڈے کو مستند تاریخ کی حیثیت مل گئی ابن کثیر رحمہ اللہ نے البتہ ان روایات کا جعلی ہونا بیان کر دیا ہے۔

واقعہ تحکیم کی صحیح تفصیلات کیا ہیں؟

اوپر کی تفصیل سے واضح ہو چکا ہے کہ واقعہ تحکیم کی جو روایات طبری میں بیان ہوئی ہیں، ان کا کوئی سر پاؤں نہیں ہے اور وہ انہی باغی راویوں کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر صحیح روایات سے اس واقعے کی کیا تصویر سامنے آتی ہے، یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب نے ہمیں اس مجبور کر دیا ہے کہ ہم احادیث و آثار اور تاریخ کے پورے ذخیرے کا جائزہ لیں، عجیب بات یہ ہے کہ تحکیم جیسا اہم واقعہ، جس کے عینی شاہدین 800 کے قریب تھے، کے بارے میں کتب تاریخ میں بہت کم مواد موجود ہے، جو روایتیں ملتی ہیں، وہ یہی یونس بن یزید ایلی اور ابومخنف کی بیان کردہ ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس واقعے کی تفصیلات کو جان بوجھ کر یا تو چھپایا گیا ہے، یا اس درجے مسخ کر دیا گیا ہے کہ حقیقت تک رسائی ممکن نہیں، البتہ بعد میں جو واقعات پیش آئے، ان سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے اور انہوں نے معاملے کو مہاجرین و انصار کے سپرد کر دیا تھا ہاں یہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ جب تک اتفاق رائے نہیں ہو جاتا، اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق پر، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام پر حکومت کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں اتفاق کی کوئی صورت پیدا کر دے۔

واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خوارج اور پھر ایرانیوں کی جانب سے بغاوت کا سامنا کرنا پڑا، جس

کی وجہ سے اہل شام کے ساتھ اتفاق کی کوئی صورت نہ نکل سکی، خوارج کے ساتھ جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو اتفاق رائے تک پہنچا دیا۔

واقعہ تحکیم کے بعد کے واقعات

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ واقعہ تحکیم کے بعد باغی تحریک میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کا ایک بڑا حصہ خوارج کی شکل میں الگ ہو گیا تین برس تک صورتحال یہ رہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے علاقوں پر حکومت کرتے رہے، ابن جریر طبری کا بیان ہے کہ 40ھ/660ء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ بندی کا معاہدہ ہوا اور یہ طے پایا کہ دونوں اپنے اپنے علاقوں پر حکومت کرتے رہیں:

اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ بندی کا فیصلہ ہوا، باہمی طویل خط وکتابت رہی، فیصلہ یہ قرار پایا کہ باہمی جنگ بندی کر دی جائے، عراق علی رضی اللہ عنہ کی حکومت میں شمار ہوگا اور شام رضی اللہ عنہ معاویہ کی حکومت میں، دونوں فریق ایک دوسرے کے علاقے پر نہ لشکر کشی کریں گے اور نہ کسی قسم کی غارت گری مچائیں گے، یہ معاہدہ یقیناً ہوا ہوگا اور ان دونوں جلیل القدر صحابہ سے اسی کی امید کی جا سکتی ہے، تاہم ابن جریر طبری نے اس سال 40ھ/660ء کے بعض ایسے واقعات نقل کر دیے ہیں، جن پر سوال اٹھایا جا سکتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک فوج حجاز اور یمن پر حملہ کے لیے بھیجی جس نے وہاں ان کی فوج نے ظلم ڈھائے، اس کا کیا جواز تھا؟

جواباً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ رضی اللہ عنہ اور وہب بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فوج دے کر بھیجا جنہوں نے نجران اور مکہ کے لوگوں پر ظلم وستم کیا اس کا جواز کیا تھا؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا، اس کی وجہ کیا تھی؟

یہاں ہم ان دونوں سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ نے حجاز و یمن میں فوج کشی کی؟

ابن جریر طبری کی روایت میں بیان ہوا ہے۔

فمما كان فيها من ذلك توجيه معاوية بسر بن أبي أرطاة في ثلاثة آلاف من

المقاتلة إلى الحجاز . فذكر عن زياد بن عبد الله البكائي عن عوانة قال أرسل معاوية بن أبي سفيان بعد تحكيم الحكمين بسر بن أبي أرطاة وهو رجل من بني عامر بن لؤي في جيش فساروا من الشام حتى قدموا المدينة وعامل على على المدينة يومئذ أبو أيوب الأنصاري ففر منهم أبو أيوب فأتى عليا الكوفة ودخل بسر المدينة قال فصعد منبرها ولم يقاتله بها أحد فنادى على المنبر يا دينار ويا نجار ويا زريق شيخي شيخي عهدي به بالأمس فأين هو يعني عثمان ثم قال يا أهل المدينة والله لولا ما عهد إلى معاوية ما تركت بها محتلما إلا قتلته ثم بايع أهل المدينة وأرسل إلى بني سلمة فقال والله مالكم عندي من أمان ولا مبايعة حتى تأتوني بجابر بن عبد الله فانطلق جابر إلى أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه و سلم فقال لها ماذا ترين إني قد خشيت أن أقتل وهذه بيعة ضلالة قالت أرى أن تبايع فإني قد أمرت ابني عمر بن أبي سلمة أن يبايع وأمرت ختني عبد الله بن زمعة وكانت ابنتها زينب ابنة أبي سلمة عند عبد الله بن زمعة فأتاه جابر فبايعه وهدم بسر دورا بالمدينة ثم مضى حتى أتى مكة فخافه أبو موسى أن يقتله فقال له بسر ما كنت لأفعل بصاحب رسول الله صلى الله عليه و سلم ذلك فخلى عنه و كتب أبو موسى قبل ذلك إلى اليمن إن خيلا مبعوثة من عند معاوية تقتل الناس تقتل من أبي أن يقر بالحكومة ثم مضى بسر إلى اليمن وكان عليها عبيد الله بن عباس عاملا لعلي فلما بلغه مسيره فر إلى الكوفة حتى أتى عليا واستخلف عبد الله بن عبد المدان الحارثي على اليمن فأتاه بسر فقتله وقتل ابنه ولقي بسر ثقل عبيد الله بن عباس وفيه ابنان له صغيران فذبحهما وقد قال بعض الناس إنه وجد ابني عبيد الله بن عباس عند رجل من بني كنانة من أهل البادية فلما أراد قتلهما قال الكناني علام تقتل هذين ولا ذنب لهما فإن كنت قاتلهما فاقتلني قال أفعل فبدأ بالكناني فقتله ثم قتلهما ثم رجع بسر إلى الشام وقد قيل إن الكناني قاتل عن الطفلين حتى قتل وكان اسم

أحد الطفلين اللذين قتلهما بسر عبدالرحمن والآخر قثم وقتل بسر في مسيره ذلك جماعة كثيرة من شيعة علي باليمن وبلغ عليا خبر بسر فوجه جارية بن قدامة في ألفين ووهب بن مسعود في ألفين فسار جارية حتى أتى نجران فحرق بها وأخذ ناسا من شيعة عثمان فقتلهم وهرب بسر وأصحابه منه وأتبعهم.

اس کا خلاصہ یہ ہے: کہ 40ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار جنگجوؤں کا ایک لشکر حجاز بھیجا اس لشکر نے مدینہ پر قبضہ کر لیا اور شہر کا کوئی شخص بھی مقابلے پر نہ نکلا، اہل مدینہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، اس کے بعد یہ لشکر مکہ کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا، وہاں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے گورنر تھے بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے ان سے اچھا سلوک کیا، اس کے بعد یہ لشکر یمن کی طرف بڑھا جہاں عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ گورنر تھے، عبید اللہ رضی اللہ عنہ خوف سے فرار ہو کر کوفہ چلے آئے مگر اپنے گھر والوں کو یمن ہی چھوڑ آئے، بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے یمن میں شیعان علی کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا اور اس کے ساتھ عبید اللہ کے دو بچوں عبد الرحمٰن اور قثم کو بھی قتل کیا، اس کی اطلاع ملتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار کا لشکر دے کر بھیجا، جاریہ نے نجران شہر کو آگ لگا دی اور پورے شہر کو جلا کر راکھ کر دیا، اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت سے حامیوں کو قتل کیا، بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی شام بھاگ گئے۔

(تاریخ الامم والملوک: 3/ 153 ذکر سنۃ اربعین)

اس روایت میں سند اور متن کے اعتبار سے بہت سے مسائل ہیں، پہلے ہم اس روایت کو سند کے اعتبار سے تجزیہ کرتے ہیں اور پھر متن کے لحاظ سے، ابن جریر طبری میں اس روایت کی یہ سند بیان ہوئی ہے:

فذكر عن زياد بن عبد الله البكائي، عن عوانة.

(تاریخ الامم والملوک: 3/ 153 ذکر سنۃ اربعین)

اب ان دونوں حضرات کے بارے میں ماہرین جرح وتعدیل کی آراء پڑھیے۔

زیاد بن عبد اللہ البکائی:

زیاد بن عبد اللہ البکائی بارے میں ماہرین کی آراء یہ ہیں:

قال أحمد: حديثه حديث أهل الصدق.وقال ابن معين: لا بأس به في المغازي، وأما في غيرها فلاوقال ابن المديني: ضعيف، كتبت عنه وتركته.وقال أبو حاتم: لا يحتج به.وقال أبو زرعة: صدوق.وقد روى له البخاري حديثا واحدا مقرونا بآخر.وقال النسائي: ضعيف.وقال مرة: ليس بالقوي.وقال ابن سعد: كان عندهم ضعيفا، وقد رووا عنه.

امام احمد کہتے ہیں کہ اس کی حدیث سچے لوگوں کی حدیث ہے ابن معین کے مطابق جنگوں کی تاریخ کے بارے میں ان کی روایتوں میں حرج نہیں لیکن دیگر امور میں ان کی روایتیں قبول نہ کی جائیں گی ابن المدینی کے مطابق یہ ضعیف راوی ہیں، میں نے ان سے روایتیں لکھی بھی ہیں اور ترک بھی کی ہیں، ابو حاتم کہتے ہیں کہ بکائی سے روایت کرنا درست نہیں، اور ابو زرعہ کہتے کہ صدوق ہے اور بخاری نے اس سے مقروناً روایت لی ہے نسائی کے نزدیک یہ صاحب ضعیف ہیں ابن سعد کا کہنا ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف تھے لیکن ان کی روایتیں نقل کی جاتی تھیں۔

(میزان الاعتدال:2/91،ت2949)

ان آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ سوائے احمد بن حنبل کے، اکثر ماہرین کے نزدیک زیاد البکائی ضعیف ہے۔

دوسرے راوی عوانہ ہیں، جو عوانہ بن حکم الکلبی ہے۔

ان صاحب کی زیادہ تفصیلات ہمیں فن رجال کی کتب میں نہیں مل سکیں صرف اتنا لکھا ہے:

امام ذہبی لکھتے ہیں:

عَوَانَةُ بنُ الحَكَمِ بنِ عِيَاضِ بنِ وِزْرٍ الكَلْبِيُّ *

العَلاَّمَةُ، الأَخْبَارِيُّ، أَبُو الحَكَمِ الكُوْفِيُّ، الضَّرِيْرُ، أَحَدُ الفُصَحَاءِ.لَهُ كِتَابُ (التَّارِيْخِ)، وَكِتَابُ (سِيَرِ مُعَاوِيَةَ، وَبَنِي أُمَيَّةَ)، وَغَيْرُ ذَلِكَ.يَرْوِي عَنْهُ: هِشَامُ بنُ الكَلْبِيِّ، وَغَيْرُهُ.وَكَانَ صَدُوقاً فِي نَقْلِهِ.قَالَ مُحَمَّدُ بنُ إِسْحَاقَ النَّدِيْمُ: تُوُفِّيَ سَنَةَ سَبْعٍ وَأَرْبَعِيْنَ وَمائَةٍ.

عوانہ بن الحکم بن عیاض بن وزر الکلبی جن کی کنیت ابو الحکم کوفی تھی، بڑے اخباری (ماہر تاریخ) تھے اور فصیح لوگوں میں سے ایک تھے ان کی کتابوں میں، التاریخ، اور، سیر معاویہ و بنی امیہ، اور دیگر کتب شامل ہیں ان سے ہشام کلبی وغیرہ روایتیں کرتے تھے وہ نقل کرنے کے معاملے میں

صدوق یعنی سچے آدمی تھے (یعنی جو سچ یا جھوٹ ان کے سامنے بیان ہوتا، اسے ٹھیک نقل کر دیتے تھے) محمد بن اسحاق الندیم کا قول ہے کہ وہ 147ھ میں فوت ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء: 7/201 ت78)

واضح رہے کہ عوانہ جب 147ھ میں فوت ہوئے تو انہوں نے یہ روایت اس واقعے کے تقریباً سو برس بعد بیان کی ہوگی، عوانہ ہرگز اس واقعے کے عینی شاہد نہیں ہو سکتے درمیان میں نجانے کتنی کڑیاں غائب ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ یہ نامعلوم راوی کس قسم کے لوگ ہیں، قابل اعتماد ہیں بھی یا نہیں، جتنی نامکمل سند اس روایت کی موجود ہے، وہ تو قابل اعتماد نہیں ہے یہ بھی ممکن ہے کہ عوانہ کے شاگرد ہشام کلبی، جو انہی کے ہم قبیلہ ہیں، نے ان سے یہ باتیں منسوب کر دی ہوں۔

درایت کے اعتبار سے دیکھیے تو اس روایت کا سر پاؤں ہی سمجھ میں نہیں آتا اس پر یہ سوال وارد ہوتے ہیں:

(1) کیا تین ہزار کا لشکر اتنا بڑا ہو سکتا ہے جسے دیکھ کر مدینہ، مکہ اور یمن کے لوگ ذرا سی بھی مزاحمت نہ کریں اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کے خوف سے فرار ہو کر کوفہ چلے آئیں؟ یمن آج بھی ہمارے سامنے ہے جہاں لڑائی جھگڑے ختم ہونے کا نام نہیں لیتے، کیا اس دور کے اہل یمن نے چوڑیاں پہن رکھی تھیں کہ تین ہزار کے لشکر کو دیکھتے ہیں اپنی گردنیں جھکا دیں کہ آؤ اور ہمیں قتل کر دو۔

(2) جب انسان کسی خطرے کے سبب اپنا وطن چھوڑتا ہے تو سب سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو وہاں سے نکالتا ہے عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی جان تو بچا لی لیکن اپنے بچوں کو وہیں چھوڑ آئے یہ کیسے ممکن ہے؟

(3) کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ایسے نامعقول لوگوں کو بھیجیں گے جو پورے شہر نجران کو جلا کر راکھ کر دیں۔

(4) عبداللہ اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، دونوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں یہ دونوں حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود تھے اور ان کے وفادار رہے انہوں نے کبھی ان بچوں کے قتل کا گلہ تک نہ کیا، کیا کوئی شخص اپنے بچوں کے قاتل کے ساتھ وفادار رہ سکتا ہے؟ دلچسپ امر یہ ہے کہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بیٹی لبابہ کی شادی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی۔ (نسب قریش: ص133)

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بچوں کو قتل کروایا ہوتا تو یہ رشتہ کیسے طے پاتا؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت کسی نامعلوم شخص نے اس لیے وضع کی ہے کہ اس کی مدد سے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو بدنام کیا جاسکے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا؟

راویوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت باندھی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا یہ روایت تاریخ طبری میں موجود ہے مگر طبری نے اس ضمن میں خود ہی بیان کر دیا ہے کہ اس معاملے میں ان تک دو مختلف روایتیں پہنچی ہیں لکھتے ہیں:

عام تاریخ نگار کہتے ہیں کہ اس سال یعنی 40ھ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے تھے لیکن بعض اہل تاریخ نے اس کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ برابر بصرہ کے گورنر رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، اس کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے تھے۔ (تاریخ الامم والملوک:3/155)

اس کے بعد طبری نے ابو مخنف کی وہ روایت بیان کی ہے جس کے مطابق ایک باغی ابوالاسود وائلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایتی خط لکھا جس میں ان پر مال میں کرپشن کا الزام لگایا یہ باغی گروہ کا ساتھی تھا اور اقتدار پر کنٹرول کے لیے بصرہ کا قاضی بنا ہوا تھا، خط کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تعریفی سند جاری کی، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مال کا حساب طلب کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ اس پر غصے ہو کر بصرہ چھوڑ گئے اور یہاں تک کہ بیت المال کا سارا مال لے گئے، اس موقع پر لوگوں میں ہاتھا پائی بھی ہوئی۔ (تاریخ الامم والملوک:3/154)

واقعے کی سند طبری میں یہ بیان ہوئی ہے:

حدثني عمر بن شبة، قال: حدثني جماعة عن أبي مخنف، عن سليمان ابن أبي راشد، عن عبد الرحمن بن عبيد أبي الكنود......

اس روایت کے جھوٹ ہونے سے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند میں ابو مخنف موجود ہے پھر ابو مخنف سے بھی ایک جماعت نے یہ روایت سنی ہے جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ یہ کون لوگ تھے اور کس درجے میں قابل اعتماد تھے۔

یہ بات البتہ تسلیم کی جاسکتی ہے کہ باغیوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کرپشن کا الزام عائد کیا ہو کیونکہ ان کی یہ عادت رہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخلص ساتھیوں کو ان سے دور کیا جائے اور ان کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ ان مخلصین میں تھے جو شروع سے لے کر اب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور باغی انہیں

علیحدہ نہیں کر سکتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے البتہ یہ امید نہیں کی جا سکتی ہے کہ وہ ایسے کسی الزام کے سبب اپنے چچا زاد بھائی، جسے وہ بچپن سے جانتے ہیں، پر شک کریں اور باغیوں کو تعریفی سرٹیفکیٹ جاری کریں عین ممکن ہے کہ ان باغیوں نے وہ خط خود ہی آپ کی جانب سے لکھ مارا ہو۔

اس طرح باغیوں نے ہر جھوٹ تاریخ کے اندر داخل کرنے کی کوشش کی جس کو اکثر بعد والوں نے بغیر تحقیق کے قبول کیا آخر کار جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں صلح ہو گئی اور حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مل گئی تو پھر ان باغیوں کا قلع قمع کر دیا گیا اور پورے عالم اسلام میں امن آ گیا اور اس کے بعد فتوحات اسلامی رکا ہوا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت میں اسلام کا جھنڈا آدھی دنیا تک لہرا دیا اللہ تعالیٰ کی ان پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔

جنگ صفین اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

تحقیق کا صحیح طریقہ یہ ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر اعتماد کیا جائے اور ان کے فہم کو مانا جائے اس لیے کہ سلف کے فہم پر اعتماد ہماری گھٹی میں شامل کر دیا گیا ہے، سو، اسی لئے ہم صحابہ کے سلسلے میں خاموشی اختیار کیا کرتے ہیں، پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، ہم نے یہ جانا کہ مشاجرات میں حد سے زیادہ بحث مباحثہ کرنے والے لوگ، کسی نہ کسی انتہاء پر نکل جاتے ہیں، ان کے اصولوں میں نفاق آ جاتا ہے، دوغلے سے ہو جاتے ہیں، تعصب پال لیتے ہیں وہ اصول بناتے ہیں، پھر اپنے ہی اصول کو توڑ دیتے ہیں، ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ کچھ ضابطے تراش کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وارد ہونے والی احادیث کو ان پر پرکھتے ہیں اور ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔

اور جب اپنی پسندیدہ شخصیات کے فضائل بیان کرنے ہوں تو اپنی ہی کارخانے میں تیار کردہ اصولوں کو یکسر ٹھکرا کر آگے نکل جاتے ہیں، بلکہ انتہائی جھوٹی اور بے سند باتوں سے بھی استدلال کر لیتے ہیں۔

ایسا ہی معاملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کا ہے، مودودی صاحب کی مثال لیجیے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مثالب ڈھونڈتے وقت راویوں کی چھان پھٹک کو حرام سمجھا، جب کسی نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، تو کہا کہ میں تو صرف تاریخ سامنے لایا ہوں، لیکن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ درپیش ہوا تو حضرت فوراً مکر گئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عمومی مزاج ایسا نہیں تھا، حالانکہ جھوٹی تاریخ نے علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ظالم ہی باور کروایا ہے، نعوذ باللہ!

کچھ ایسا ہی قصہ اسحاق جھالوی کا ہوا، اس کے تناقضات گننے بیٹھ جائیے تو تھک جائیں، یہ باب مکمل نہ ہو، یہی

حال قاری ظہور احمد فیضی کا ہے مرزا محمد علی جہلمی کے لیکچرز میں تناقض اور نفاق کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں، اس نے اپنے نظریات بیچنے کا وہی سستا طریقہ اپنایا، وہ ایک جھوٹ علماء کی طرف منسوب کر کے صحابہ دشمنی کے بیج بوتا رہا، اس نے یہ راگ الاپا کہ اہل سنت صحابہ کے متعلق احادیث کو چھپاتے تھے، فلاں حدیث بھی چھپا لی، فلاں بھی چھپا لی، اب بندہ پوچھے کہ اگر چھپالی تھیں تو آپ کو کیسے معلوم ہو گئیں؟

آپ کون سی نئی روایت بیان کرتے ہو، جو کتب احادیث میں شروحات حدیث میں مذکور نہیں ہوئی، علماء کی کتب میں اس کا ذکر اور اس پر تبصرہ نہیں؟

ارے میاں! روایات چھپائی نہیں تھیں، البتہ علماء عوام الناس کے سامنے ایسے مسائل پر بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں، اس کی وجوہات ہمارے معاشرے میں بکھری پڑی ہیں، مودودی صاحب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کے قائل نہیں تھے، لیکن آج ان کے ہزاروں ماننے والے دن رات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے نظر آتے ہیں، مرزا جہلمی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی کہتا ہے، اس کے پیروکار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت سے انکاری اور ان کو منافق باور کروانے کے درپے ہیں، یہ الگ بات کہ مرزا بھی ایسے ہی اشارے دیتا ہے۔

علماء جانتے تھے کہ یہ عوام کی ضرورت کے موضوع نہیں ہیں، عوام نے ان سے سوائے تعصبات کے کچھ نہیں نکال لینا، عوام کو عمل بتائیں، ان کو ایسی باتوں میں نہ الجھائیں، یہاں تو پڑھے لکھے لوگ بے اصولی کا شکار ہو گئے، عوام تو پھر عوام ہے، پھر مرزا کے اصولوں کو بھی دیکھئے، اس کے نزدیک بھی صرف وہی باتیں قابل قبول ہیں، جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بقول اس کے نہیں جاتیں، لیکن یہی مرزا ان کی حمایت کی روایتیں اور اقوال اور احادیث رسول کبھی بھی بیان نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا گروہ جو بحری جہاد کرے گا، جنت میں جائے گا، صحیح البخاری کے مطابق یہ جہاد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں لڑا گیا لیکن مرزا اس کو بیان نہیں کرے گا، چھپالے گا اور الٹا اہل سنت کو گالیاں بھی دے گا کہ یہ لوگ احادیث کو چھپاتے ہیں، اعمش کی مدلس روایات کو مرزا ضعیف کہتا ہے، لیکن خود ان سے استدلال بھی کرتا ہے۔

آپ دوسرے محاذ کی طرف آجائیں، فیض عالم صدیقی کو دیکھ لیں، اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے بے سند روایات کا سہارا لیا ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہونے والی صحیح روایات کو بھی ٹھکرا دیا ہے، اس قسم کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں، جو جابجا اہل سنت کے نظریے کو صحیح ثابت کر رہی ہیں، اسی طرح شاہ حسین گردیزی صاحب نے تفتازانیہ، علامہ تفتازانی کے دفاع میں لکھی، مگر سارا زور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لگا دیا

بعل شاہ بخاری نے بھی ، استخلاف یزید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں لکھی مگر الٹا انہی کے خلاف پورا زور لگایا ، یہ سب بے اصولی کے شاہکار ہیں ۔ ایک ایسے ہی صاحب جو سند نامی کسی چیز سے واقف نہیں ، لیکن دھڑلے سے بحث کر رہے تھے کہ دیکھو جناب سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی ، پر انہوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صفین بھی تو برپا نہیں کی ، گویا حد ہوتی ہے ، صفین کا سارا مدعا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا گیا ، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ تو شروع دن سے صلح کے حامی رہے تھے ، ان کی طرف لشکر لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ (حقیقتاً باغی گروہ لے کر) گئے ، وہ لشکر لے کر نہیں آئے ، پھر جنگ میں تحکیم کی دعوت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دی ۔ (مسند احمد: رقم 15975 ، وسندہ صحیح)

حتیٰ کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ جب لشکر لے کر آئے تب بھی صلح کی طرف معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا ۔
(صحیح البخاری: رقم 2704)

یعنی اس صحابی کو صفین کا مجرم بنایا جا رہا ہے ، جو سرے سے جنگ چاہتے ہی نہ تھے ؟

یہاں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مقدمہ غلط کرنا چاہتے ہیں ، وہ خلیفہ تھے ، بیعت نہ کرنے والے سے جنگ کا حق رکھتے تھے ، انہوں نے اپنا حق استعمال کیا ، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت اپنانی چاہئے تھی ، جیسے انہوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہیں کی ، آپ بھی اہل شام سے جنگ نہ کرتے ، تو ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ جنگ جمل وصفین دو اور دو چار کی گیم نہیں تھی ، کہ یوں کر لیتے توں کر لیتے فتنہ برپا تھا اور فتنہ بھی ایسا کہ بڑے بڑے صحابہ پریشان تھے ، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو سنانے والوں نے وہ آیات بھی سنائیں تھیں ، کہ اگر مومنوں کے دو گروہ قتال کریں ، تو باغی کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے ، تب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ عار برداشت کر سکتا ہوں کہ میں نے قرآن کے اس حکم پر عمل نہیں کیا ، لیکن مسلمان پر تلوار نہیں اٹھا سکتا ، کئی صحابہ نے اپنی تلواریں نیام میں ڈال دیں ، کئی صحابہ کرام نے بے آباد بستیاں اپنے مسکن بنا لیں کہ ہم اس فتنے میں نہ پڑ جائیں ، خود وہاں موجود صحابہ حیران تھے کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے ؟

سیدنا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم نے جب بھی کسی معاملے میں تلواریں اٹھائیں ، اللہ نے وہ معاملہ حل کر دیا ، ہائے مگر صفین ، اس کے ایک کونے کو بند کرتے تھے ، دوسرا کونہ کھل جاتا تھا جب اس طرح کے حالات برپا ہو چکے ہوں ، اور وہ لوگ علم وعقل میں خیر پر ہوں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہوں ، ان کو چودہ سو سال بعد آنے والے لوگ مشورے دیتے اچھے نہیں لگتے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قصاص عثمان کے طالب تھے اسی لئے

بیعت نہیں کر رہے تھے، اس پر ان کے پیش نظر بھی کئی احادیث رہی تھیں، ایک تو وہی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، فتنے کے دور میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھی حق پر ہوں گے، اس کے راوی سیدنا نعمان بن بشیر ہیں۔ (فضائل الصحابہ احمد بن حنبل: رقم 816، وسندہ صحیح)

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لاَ يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ مَا يَضُرُّهُمْ مَنْ كَذَّبَهُمْ، وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَالِكَ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ وَهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُولُ وَهُمْ بِالشَّامِ.

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، مالک بن یخامر وہیں پر موجود تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے، حق پر رہنے والا گروہ اہل شام کا گروہ ہوگا۔

(صحیح بخاری: 9/167 رقم 7460)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہو گئے، یہ وہ روایات ہیں جو بخاری و مسلم میں موجود ہیں، کتب صحاح میں موجود ہیں، لیکن مودودی، جھالوی اور مرزا جہلمی، شاہ حسین گردیزی، لعل شاہ بخاری، ظہور احمد فیضی اور ان جیسے مخالفین معاویہ آپ کو نہیں بتائیں گے، کیونکہ یہ روایات معلوم ہو جانے کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوزیشن سامنے آجاتی ہے، ان کا موقف واضح ہو جاتا ہے اور یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ صفین کا معرکہ ایک فتنہ تھا، امت کی بری یادیں اس سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ دوبارہ وہ حالات نہ لائے کہ مسلمان مسلمان سے ٹکرا جائے، یقینا ایسے گھمبیر حالات میں صحابہ کرام کو صفین کا مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا، جمل اور صفین کے مجرم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین تھے۔

صحابہ اس فتنے میں پڑ گئے تھے، گو کہ صحابہ کی اکثریت اس سے الگ ہی رہی، لیکن جو اس میں شامل ہوئے، ہم ان کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں، کیونکہ قرآن ان کے ایمان کی گواہی دے چکا، وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان، کی گارنٹیاں دی جا چکیں، ان قرآنی گارنٹیوں کے باوجود اگر کوئی ان کے دلوں میں جھانک کر دیکھے، ان کی نیتوں پر شک کرے، تو ہم اس شخص کی عقل پر شک کرنے میں حق بجانب ہیں، کہ دنیا کا ہر رشتہ مقدس ہو سکتا ہے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے بعد! واللہ اعلم

اعتراض نمبر 1:

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے

شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:
حضرت ملا علی قاری نے جو اکابر باغی کہتے ہیں ان کے موقف کو صحیح قرار دیا ہے اور اہل سنت کا صحیح موقف یہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنا درست ہے۔ (تکنازانیہ: ص391)

جواب:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدفِ ملامت بنانا کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے یہ تو روز اول ہی سے روافض کی اہم عبادتوں میں سے ایک رہا ہے، ہر دور میں رافضیوں نے اس کو اپنی بحث و تحقیق کا موضوع بنایا ہر رافضی عالم نے کتاب الطہارہ کی طرح اس کو لکھا پڑھا اور رٹا ہے اس لئے اگر آج یہ مسئلہ کھڑا ہوتا تو کوئی افسوس کی بات نہیں تھی، مگر حد درجہ افسوس اس وقت ہوا جب اہل سنت کے اہل مدارس کی زبانیں بھی بغض معاویہ رضی اللہ عنہ سے لبریز ہونے لگیں، وہ زبان و قلم جنہیں دفاع معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے چلنا چاہئے تھا وہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر بہتان تراشیاں کرنے لگیں، اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، شاہ حسین گردیزی صاحب تو پختہ عمر کے عالم ہیں انہیں علامہ تکنازانی رحمہ اللہ کا دفاع کرنا تو آتا ہے مگر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کا دفاع کرنا کیوں نہیں آتا اللہ رحم فرمائے۔

اس وقت کے حالات کیا تھے

جمل و صفین کا ابتدائیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بھی پہلے ہو چکا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس کا شکار ہوئے پوری مملکت اسلامیہ میں غلط فہمیوں اور افواہوں کا تانہ بانا بنا گیا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اندوہ ناک سانحہ پیش آیا تو اس کے بعد عوام الناس تو درکنار بڑے بڑے صحابہ کرام بھی حیران و پریشان تھے کسی کے سامنے بھی صورت حال واضح نہیں تھی ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حالات کس طرف جا رہے ہیں اور کونسا رخ اختیار کر رہے اس وقت صحابہ کی کیفیت کو علامہ نووی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ

وكانت القضايا مشتبهة حتى ان جماعة من الصحابة تحيروا فيها فاعتزلوا الطائفين ولم يقاتلوا: (المنہاج لشرح مسلم ابن الحجاج: 10/ 18 کتاب الفتن و اشراط الساعۃ)

اور (صورت حال کے متعلق) صحیح فیصلے کرنا ان پر مشتبہ ہو گیا تھا یہاں تک کہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت اس سلسلہ میں حیران تھی پس وہ فریقین سے جدا ہو گئے اور قتال نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ

انا مع اهل المدينة لا افارقهم فان يخرجوا اخرج معهم وان يقعدوا اقعد.

ترجمہ: میں اہل مدینہ کے ساتھ ہوں اگر وہ نکلتے ہیں تو میں بھی نکلوں گا اور اگر وہ بیٹھ جاتے ہیں (یعنی جنگ میں شرکت نہیں کرتے) تو میں بھی بیٹھ جاؤں گا۔ (تاریخ طبری: 4/446 استئذان طلحۃ والزبیر)

اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلہ میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ:

لا والله ماندری کیف نصنع فاالامر لمشتبهة علينا ونحن مقيمون حتى يضىء لنا ويسفر: کہ قسم بخدا ہم (خود) نہیں جانتے کہ کیا کریں؟ اس لئے کہ یہ معاملہ ہم پر مشتبہ ہو گیا ہے اور ہم یہیں رہیں گے جب تک کہ معاملہ ہم پر صاف اور واضح نہ ہو جائے۔

(تاریخ طبری: 4/446 استئذان طلحۃ والزبیر طبع دار المعرفہ بیروت)

تیسری صدی ہجری کے محدث ابوبکر ابن خلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ایک ہزار سے زائد صحابہ موجود تھے اور اکثریت غیر جانبدار رہی۔ (السنۃ للخلال 3/458 ذکر صفین والجمل طبع دار الرایۃ ریاض)

یہاں تک کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ حالات کیا سے کیا ہو جائیں گے چنانچہ آپ رنجیدہ ہو کر فرمانے لگے:

والله لوددت انی کنت مت قبل هذا اليوم بعشرين سنة.

اللہ کی قسم! کاش میں آج سے بیس سال پہلے دنیا سے جا چکا ہوتا۔ (البدایۃ والنہایۃ: 10/472)

الغرض جب اہل مدینہ کو صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں تھا تو پھر حضرت۔ معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیسا الزام؟ جو کہ شام میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے وہی کیا جس کو انہوں نے حق سمجھا، ایسے حالات میں صحیح فیصلہ کرنا ناممکن سے ناممکن تر ہو جاتا اسی لئے علماء نے باب مشاجرات صحابہ کو کھولنے سے منع فرمایا ہے۔

مشاجرات صحابہ کے متعلق اہل سنت کا مؤقف

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ إِحْسَانُ الظَّنِّ بِهِمْ، وَالْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ: حق اہلسنت کا مذہب صحابہ کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور ان کے درمیان ہونے والے واقعات سے چشم پوشی کرنا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم: 9/ 265 تحت رقم 5139)

شارح بخاری ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واتفق اهل السنة على وجوب منع الطعن على احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم

صحابہ کے درمیان ہونے والے واقعات کی بناء پر کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع سے بچنا واجب ہے اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ (فتح الباری: 13/ 37 کتاب الفتن)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

كما تقرر الكف عن كثير مما شجر بينهم.

جیسا کہ صحابہ کے درمیان ہونے والے بہت سے واقعات کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کرنا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: 10/ 92 ط: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مشاجرات کے متعلق سوالات کا جواب نہ دیا جائے

ائمہ اہل سنت کا ہمیشہ معمول رہا ہے کہ وہ عمومی طور پر مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کرتے تھے اور اپنی زبان و قلم کو مشاجرات صحابہ کے تذکرہ کے لئے جنبش نہیں دیتے تھے امام شافعی رحمہ اللہ سے جب مشاجرات صحابہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

تلك دماء طهر الله ايدينا عنها فَلِمَ نلوث السنتنا بها؟

کہ وہ ایسے جانیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے بچائے رکھا پھر کیوں ہم اپنی زبانوں کو ملوث کریں؟ (شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص 309 ط: دار البشائر الاسلامیہ، دمشق)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ:

ما تقول فيما كان من علي ومعاويه؟

کہ تم علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں کیا کہتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

ما اقول فيها الا الحسنى: کہ میں خیر کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔

ایک اور موقع پر فرمایا کہ:

من انا؟ اقول فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
کہ میں ہوتا کون ہوں؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں کچھ کہوں؟
(السنۃ لابن الخلال: 3/659 ط: دار الرایہ ریاض)

اسی طرح ایک اور موقع پر جواباً قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی کہ۔
تلك امة قد خلت لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت.
وہ گزر چکے ان کے ساتھ ان کے اعمال تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ: 11/427 طبع دار ھجر قاہرہ)
اس کو نقل کرنے کے بعد ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
و كذا غير واحد من السلف.
کہ اکثر اسلاف کا یہی طریقہ کار رہا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ: 11/427 طبع دار ھجر قاہرہ)
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے۔
امر اخرج الله يدي منه فلا ادخل فيه لساني.
کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو اس سے بچا لیا ہے پس میں اپنی زبان کو اس مسئلہ میں داخل نہیں کروں گا۔ (السنۃ لابن الخلال: 3/460 طبع دار الرایہ ریاض)

مشاجرات صحابہ کا حکم

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ اس وقت حالات انتہائی غبار آلود تھے اس لئے اہل ہوس نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب روایتیں گھڑی اور واقعات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ اصل حقیقت کا پتہ لگانا ناممکن ہو گیا اس لئے علماء نے مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں آئی ہوئی روایات کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
فاكثره باطل و كذب وافتراء۔
کہ ان میں کی اکثر روایتیں باطل جھوٹی اور بہتان باندھی گئی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: 10/92)
ملا علی قاری رحمہ اللہ ایسی روایتوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
فلا يلتفت اليه وما كان صحيحا اولناه تاويلا حسنا لان الثناء عليهم من الله
کہ ایسی روایتوں کی طرف توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں، رہی جو روایتیں صحیح ہیں ان کی بھی اچھی تاویل کی جائے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (صحابہ) کی تعریف کی ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص 309)

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئی ہیں نیک محمل پر محمول کرنا چاہیے۔
(مکتوبات امام ربانی: 2/ 515 مکتوب نمبر 251 طبع پروگریس بکس لاہور)

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تحقیق

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو اینٹ اٹھا رہے تھے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ
تقتلك الفئة الباغية: کہ تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ (صحیح بخاری: 4/ 25)

کیا حضرت معاویہ باغی رضی اللہ عنہ تھے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی ثابت کرنے کے لیے شاہ حسین گردیزی صاحب نے صحیح بخاری کی ایک روایت کو دلیل بنایا ہے کہ جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ عمار کی کم بختی! اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار تو انہیں جنت کی طرف بلا رہا ہو گا اور وہ عمار کو آگ کی طرف بلا رہے ہوں گے، صحیح بخاری کی اس روایت کے بارے صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ الفاظ "تقتله الفئة الباغية" کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اپنی صحیح بخاری میں درج نہیں کیے تھے، یہ صحیح بخاری میں راویوں کا ادراج اور اضافہ ہے۔

تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ کے الفاظ کی تحقیق صحیح بخاری کے قدیم نسخوں کی روشنی میں

صحیح بخاری میں موجود ایک روایت کی تحقیق پیش خدمت ہے جس کو بنیاد بنا کر رافضی و نیم رافضی حضرت معاویہ کو باغی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جیسے کہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے بھی اس روایت کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اسی کا جواب حاضر خدمت ہے۔
یہ حدیث "حدیثِ عمار" کے نام سے مشہور ہے بخاری کے اردو ترجمے میں اس حدیث کا نمبر 447 ہے۔

حدیث کچھ یوں لکھی گئی ہے کہ "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی تو ہم تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھارہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس! (تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ) عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، عمار ان کو جنت کی دعوت دے رہے ہوں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہو گی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"

(صحیح بخاری مترجم: حدیث نمبر 447)

جیسا کہ آپ نے حدیث پڑھی اس میں لکھا ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا لیکن یہ الفاظ بخاری کے قدیم نسخوں میں موجود ہی نہیں ہیں، ان الفاظ کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کو نقل کس کس امام نے کیا ہے اور اس میں ہم اسی سند کو بیان کریں گے جو سب سے زیادہ مقبول ہے۔

حافظ فربری کا نسخہ

ان کا نام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہے 320 ہجری میں فوت ہوئے۔ انہوں نے کتاب بخاری کو امام بخاری رحمہ اللہ سے دو مرتبہ سنا ہے، ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فربر میں سنا، فربر میں امام بخاری رحمہ اللہ سے 248ھ میں الجامع الصحیح کو سنا اور 252ھ میں بخارا میں سنا، فربری والا نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ شہرت یافتہ ہے فربری سے آگے اس نسخہ کو نقل کرنے والے نو افراد ہیں ان نو آدمیوں میں سے تین ابو اسحاق ابراہیم بن احمد مستملی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد سرخسی اور ابو الہیثم محمد بن مکی کشمیہنی مشہور ہیں ان تینوں کے آگے بیان کرنے والے بزرگ ابو ذر عبد اللہ بن احمد ہروی ہیں، اس نسخہ کا نام نسخہ ابی ذر ہے فربری سے اس نسخہ کو نقل کرنے والے 9 آدمی ہیں، ان سے آگے اس نسخہ کو سترہ آدمی نقل کرتے ہیں اگر شاگردوں کے لحاظ سے نسخوں کا اعتبار کیا جائے تو فربری والا نسخہ سب سے زیادہ معتبر ہے، فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کے سترہ نسخے ہو جائیں گے ان سترہ میں سے ابو ذر والا نسخہ زیادہ قابل اعتبار ہے۔

حافظ نسفی کا نسخہ

ان کا نام ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی ہے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں 294ھ میں فوت ہوئے

انہوں نے جامع بخاری کو امام بخاری رحمہ اللہ سے براہ راست سنا ہے ابوعلی جیانی اپنی کتاب "تقیید المہمل" میں لکھتے ہیں کہ حافظ نسفی نے ساری کتاب امام بخاری سے نہیں سنی، چند اوراق رہ گئے تھے وہ اوراق امام بخاری رحمہ اللہ سے اجازۃ نقل کرتے ہیں، اس طرح یہ معمولی سا نقص رہ گیا، فربری نے تمام کتاب امام بخاری رحمہ اللہ سے سنی ہے تو فربری کا نسخہ زیادہ عمدہ ہے ابراہیم بن معقل کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے ان کے آگے ہمیں یہ نسخہ صرف ایک شاگرد کے واسطہ سے پہنچ رہا ہے اس کے برعکس فربری سے آگے نو آدمی نقل کرتے ہیں اس وجہ سے حافظ نسفی کے اس نسخہ کو وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی جو نسخہ فربری کو ہوئی۔

حافظ نسوی کا نسخہ

ان کا نام حماد بن شاکر نسوی ہے انہوں نے کتاب بخاری کو امام بخاری رحمہ اللہ سے براہ راست سنا ہے لیکن کچھ مقامات کی سماعت ان سے بھی رہ گئی ان کی وفات تقریباً 290ھ میں ہوئی، ان کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے، ان سے آگے اس نسخہ کو بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے تو فربری کے نسخہ کی نسبت حماد بن شاکر کے نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

حافظ بزدوی کا نسخہ

ان کا نام ابوطلحہ منصور بھی محمد بن علی بن قرینہ بزدوی ہے۔ حافظ بزدوی 329ھ میں فوت ہوئے۔ امام بخاری کے شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ان کے نسخہ کو بھی نقل کرنے والا ایک ہی شخص ہے اس وجہ سے اس نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد محمد بن یوسف الفربری نے نقل کیا، ان سے ابومحمد عبداللہ بن احمد بن الحمویی نے، ان سے ابوذر عبداللہ بن احمد بن الھروی نے، ان سے ابو ولید سلیمان بن خلف الباجی نے، ان سے ابوعلی حسین بن محمد بن الصدفی نے، ان سے ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن سعادۃ نے (اور آج بخاری کے قدیم ترین نسخوں میں انہی کا نسخہ موجود ہے) تو یہ تھے بخاری کو نقل کرنے والے امام جیسا کہ ہم بتا چکے کہ آج کے دور میں بخاری کے قدیم نسخوں میں صرف ابن سعادۃ (ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن سعادۃ) کا نسخہ موجود ہے تو جب ہم بخاری میں موجود حدیث عمار کو اسی نسخے میں دیکھتے ہیں اس سے پہلے میں یہ بتاتا چلوں کہ بخاری کے بعض قدیم نسخوں میں "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ حدیث میں شامل کر کے حواشی میں

اس کے بارے بتایا گیا تھا کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔
ابن سعادۃ کے نقل کردہ بخاری کے نسخے میں "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں اس میں الفاظ کچھ یوں ہیں۔
"ویقول (نبی ﷺ نے فرمایا) ویح عمار یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار.
افسوس عمار تم ان کو جنت کی طرف بلاتے ہو اور وہ تم کو جہنم کی طرف"
(صحیح البخاری فرع نسخہ ابن سعادۃ: 1/ 105)
ابن سعادۃ کے نسخے میں "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ موجود نہیں ہیں، حق ماننے والے کے لیے اتنی دلیل ہی کافی ہے لیکن ہم ذرا اور بھی نسخوں کا مطالعہ کر لیتے ہیں تا کہ کسی قسم کا اعتراض باقی نہ رہے۔
اب ہم آتے ہیں جامعہ الملک سعود کے قدیم قلمی نسخے کی جانب تو اس میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ الفاظ وہی ہیں جو ابن سعادۃ کے نسخے میں ہیں۔
"ویقول ویح عمار یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار.
(مخطوط اخری من جامعۃ الملک سعود صفحہ نمبر 141)
اب ہم امام مہلب بن ابی صفرۃ التمیمی المالکی الاندلسی کے نقل کردہ بخاری نسخے کی جانب بڑھتے ہیں اس نسخے میں بھی "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ موجود نہیں ہیں اور تخریج کرتے وقت ان اضافی الفاظ کی حقیقت کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ "اس کے کچھ طُرق ایسے ہیں جن میں (تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ) زائد الفاظ موجود ہیں اور امام حمیدی (امام بخاری کے استاد، امام بخاری نے بخاری کی پہلی حدیث ہی ان سے نقل کی ہے) نے ان الفاظ کو اپنی الجامع میں نہیں لکھا، اور ساتھ امام حمیدی کا قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "اور بخاری نے ان زائد الفاظ کو بخاری میں نقل نہیں کیا تھا اور ان کو لکھ کر خود مٹا دیا تھا"۔
(المختصر النصیح فی تہذیب الکتاب الجامع الصحیح جلد 1 صفحہ نمبر 324)
اب ہم دیکھتے ہیں بخاری کے قدیم نسخوں میں سے ایک اور نسخے کی جانب جس کو نسخہ یونینیہ کہا جاتا ہے۔
اس نسخے کو بخاری کے مختلف نسخوں کو مدِنظر رکھ کر نقل کیا گیا تھا اور ان میں جو اختلافی الفاظ تھے ان کو حدیث میں شامل کر کے ان کے اوپر ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔
اس نسخے میں حدیث عمار کو نقل کرتے ہوئے "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ کو حدیث میں شامل کیا گیا ہے اور ان الفاظ کے اوپر لکھا گیا ہے "ساقط" (یعنی یہ الفاظ ساقط ہیں)۔

(صحیح بخاری نسخہ الیونینیہ جلد 1 صفحہ نمبر 97)

بخاری کا ایک اور نسخہ دیکھیں جو کہ سلطان عبد الحمید نے مرتب کروایا تھا اس نسخے کو نسخہِ سلطانیہ کہا جاتا ہے اور اسے نسخہِ یونینیہ کو مدِنظر رکھ کر تیار کیا گیا اور اُسی طرح اختلافی الفاظ کو حدیث میں لکھ کر حاشیے میں ان کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

اس نسخے میں بھی "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ کو حدیث میں شامل کر کے نیچے حاشیے میں لکھا ہے کہ "ساقط عند ابی ذر، والاصیلی"

یعنی کہ یہ الفاظ ابوذر الھروی اور اصیلی کے نسخے میں ساقط ہیں۔ (صحیح بخاری نسخہِ سلطانیہ صفحہ نمبر 491)

ابوذر الھروی کا نسخہ امام بخاری کے بعد تیسرے نمبر کا نسخہ ہے، یعنی امام بخاری سے امام الفربری (1) نے ان سے امام الحموی (2) نے ان سے امام ابوذر الھروی (3) نے نقل کیا یعنی کہ امام ابن سعادۃ کے نسخے سے بھی پہلے کا نسخہ جس میں یہ الفاظ موجود نہیں تھے۔

مشرق میں اس وقت بخاری کا نسخہِ سلطانیہ رائج ہے اس نسخے میں بھی نسخہِ یونینیہ کی طرح اختلافی الفاظ کو حدیث میں شامل کر کے ان کے بارے بتایا گیا تھا لیکن آج کل کے نسخوں میں اختلافی الفاظ کو تو حدیث میں شامل کر دیا گیا لیکن حاشیے میں ان کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

آج کل شائع ہونے والے جو اردو تراجم والے نسخے ہیں ان میں سے ایک نسخہ دارالسلام سے شائع ہوتا ہے اس نسخے میں "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ بریکٹس [ ] میں لکھے گئے ہیں یعنی کہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ الفاظ حدیث میں شامل نہیں۔ (صحیح بخاری طبع دارالسلام جلد 1 حدیث نمبر 447)

ان تمام نسخوں کی نقول نیٹ پر بھی موجود ہیں۔

اب جیسا کہ ہم ثابت کر چکے کہ "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کے الفاظ بخاری کے اصل نسخوں میں شامل نہیں تو اب ہم اس حدیث کی شرح دیکھتے ہیں۔

(1) صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ثالثها أنه شرح على ظاهر ما وقع في هذه الرواية الناقصة ويمكن حمله على أن المراد بالذين يدعونه إلى النار كفار قريش كما صرح به بعض الشراح لكن وقع في رواية بن السكن و كريمة وغيرهما و كذا ثبت في نسخة الصغاني التي ذكر أنه قابلها على نسخة الفربري التي بخطه زيادة توضح المراد وتفصح بأن

الضمير يعود على قتلته وهم أهل الشام ولفظه ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الحديث وأعلم أن هذه الزيادة لم يذكرها الحميدى فى الجمع وقال إن البخارى لم يذكرها أصلا وكذا قال أبو مسعود قال الحميدى ولعلها لم تقع للبخارى أو وقعت فحذفها عمدا قال وقد أخرجها الإسماعيلى والبرقانى فى هذا الحديث قلت ويظهر لى أن البخارى حذفها عمدا وذلك لنكتة خفية وهى أن أبا سعيد الخدرى اعترف أنه لم يسمع هذه الزيادة من النبى صلى الله عليه وسلم فدل على أنها فى هذه الرواية مدرجة والرواية التى بينت ذلك ليست على شرط البخارى.

ترجمہ: تیسرا یہ کہ اس نے اس نامکمل روایت میں جو ہوا اس کے ظاہری مفہوم پر بیان کیا اور اس کی تشریح کی جا سکتی ہے کہ اسے جہنم کی طرف بلانے والے کا فر قریش ہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے لیکن ایسا ہی ہوا، ابن السکان، کریمہ اور دیگر کی روایت میں، اور الصغانی کے نسخہ میں بھی ثابت ہے، جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ اسے الفربری کے نسخے پر ملا ہے جو زیادہ لکھی ہوئی تھی، اس کا مطلب یہ واضح کرتا ہے کہ ضمیر اس کے قاتلوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو اہل شام کے لوگ ہیں، اور اس کا لفظ، عمار کی موت، ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ اضافہ الحمیدی نے مجموعہ میں ذکر نہیں کیا ہے، اور انہوں نے کہا کہ بخاری نے اس کا ذکر بالکل نہیں کیا، اسی طرح ابو مسعود نے کہا کہ حمیدی نے کہا، شاید یہ امام نے نہیں لکھا تھا، یا بخاری نے لکھا تھا پھر حذف کر دیا، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا کہ انہوں نے یہ اضافہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس روایت میں شامل ہے اور وہ روایت جو واضح کرتی ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر نہیں ہے۔ (فتح الباری لابن حجر: 1/ 543)

(2) ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولكن لفظة: تقتله الفئة الباغية لم يسمعها أبو سعيد من النبى، إنما سمعها من بعض أصحابه عنه. وقد خرج الإمام أحمد من رواية داود بن أبي هند، عن أبي نظرة، عن أبي سعيد، عن النبى فذكر قصة بناء المسجد، وقال: حدثني أصحابي ولم أسمعه، أن النبى جعل ينفض التراب عن عمار، ويقول:

ويح ابن سمية، تقتلك الفئة الباغية .
ترجمہ: لیکن یہ لفظ: باغی گروہ اسے قتل کر دے گا، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، بلکہ انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے سنا ہے امام احمد نے داؤد بن ابی ہند کی روایت سے، وہ ابونضرہ سے، وہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، انہوں نے مسجد کی تعمیر کا قصہ ذکر کیا، اور کہا: میرے اصحاب نے بتایا، مجھے اور میں نے اسے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار کو خاک کرنا شروع کر دیا اور فرمایا: ابن سمیہ پر افسوس، باغی گروہ تمہیں قتل کر دے گا۔ (فتح الباری ابن رجب: 2/491)

(3) ابو مسعود الدمشقی متوفی 401ھ نے اپنی کتاب ''اطراف الصحیحین'' میں کہا ہے کہ:

قال أبو مسعود الدمشقي من كتابه لم يذكر البخاري هذه الزيادة.

ابو مسعود (دمشقی) کہتے ہیں کہ (امام) بخاری نے اس زیادت کو ذکر نہیں کیا۔
(الجمع بين الصحيحين للحمیدی: 2/346 تحت رقم 1794)

(4) امام بیہقی رحمہ اللہ متوفی 458ھ اپنی کتاب دلائل النبوہ میں کہتے ہیں کہ:

ورواه البخاري في الصحيح عن مسدد عن عبد العزيز إلا إنه لم يذكر قوله تقتله الفئة الباغية (دلائل النبوہ للبیہقی: 2/546)

امام بخاری نے اس روایت کو "تقتله الفئة الباغية" کے الفاظ کے بغیر نقل کیا ہے۔

(5) امام حمیدی رحمہ اللہ متوفی 488ھ اپنی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' میں لکھتے ہیں:

هذا الحديث زيادة مشهورة لم يذكرها البخاري أصلاً في طريقي هذا الحديث ولعلها لم تقع إليه فيهما أو وقعت فحذفها لغرضٍ قصده في ذلك وأخرجها أبو بكر البرقاني وأبو بكر الإسماعيلي قبله.

حدیث ایک مشہور اضافہ ہے جسے بخاری نے اس حدیث میں پہلی جگہ ذکر نہیں کیا، یہ حدیث اور شاید ان میں ان کے ساتھ نہ لکھی تھی، یا لکھی ہوئی تھی، اس لیے انہوں نے اسے جس مقصد کے لیے لکھی وہ پورا ہوا تو اسے حذف کر دیا، اور اسے ابوبکر البرقانی اور ان سے پہلے ابوبکر اسماعیلی نے نکالا تھا کہ یہ الفاظ امام بخاری نے صحیح بخاری میں درج نہیں کیے تھے، یا اگر کیے بھی تھے تو انہیں حذف کر دیا تھا۔ (الجمع بين الصحيحين للحمیدی: 2/345 تحت رقم 1794)

(6) ابن الاثیر الجزری متوفی 606ھ کہتے ہیں کہ:
میں نے صحیح بخاری کے ایک نسخے میں، وہ بھی متن میں نہیں بلکہ حواشی میں یہ الفاظ دیکھے ہیں جبکہ بقیہ نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

(7) امام مزی متوفی 742ھ اپنی کتاب تحفۃ الاشراف میں لکھتے ہیں:
عن إبراهيم بن موسى، عن عبد الوهاب الثقفي كلاهما عن خالدٍ الحذَّاء، عنه به وليس فيه: تقتل عمّاراً الفئة الباغية.
ترجمہ: ابراہیم بن موسیٰ، عبدالوہاب الثقفی سے، دونوں خالد الحذاء سے، اور اس میں نہیں: عمار باغی گروہ کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا۔ (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: 3/ 427 تحت رقم 4248)

(8) امام ذہبی رحمہ اللہ متوفی 748ھ اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں کہتے ہیں کہ:
أخرجه البخاري دون قوله تقتله الفئة الباغية.
بخاری نے اسے بغیر یہ کہے روایت کیا کہ باغی گروہ اسے قتل کردے گا۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: 2/ 38)

(9) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ومن زاد في هذا الحديث بعد تقتلك الفئة الباغية لا أنالها الله شفاعتي يوم القيامة فقد افترى في هذه الزيادة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإنه لم يقلها إذلم تنقل من طريق تقبل والله أعلم.
یہ روایت اتنی ہی ہے اس پر مزید جو اضافے کئے گئے ہیں: تقتلك الفئة الباغية لا أنالها الله شفاعتي يوم القيامة یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء پردازیاں ہیں یہ (اضافہ) پہلے سے نقل ہو کر نہیں آرہا واللہ اعلم۔ (البدایۃ والنہایۃ: 3/ 265)

اس تحقیق کے پیش کا مقصد یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت صرف اتنی سی ہے کہ اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ عمار تو انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہیں اور وہ عمار کو آگ کی طرف بلا رہے ہیں اور اس سے مراد مشرکین مکہ تھے۔ صحیح بخاری کے اصل نسخوں میں 'تقتله الفئة الباغية' کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، کے الفاظ نہیں ہیں۔
یہ الفاظ 'تقتله الفئة الباغية'' صحیح بخاری میں ادراج یعنی اضافہ ہیں اور امام بخاری نے انہیں صحیح بخاری میں درج کرنے کے بعد نکال دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

نے خود کہا تھا کہ انہوں نے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنے جبکہ بقیہ روایت سنی ہے۔
یہاں بعض کم علم لوگ دوسروں پر ''منکرین حدیث'' کا فتویٰ لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ بخاری مسلم کی حدیثوں کو نہیں مانتے، وہی پروپیگنڈا مہم جوئی، جس میں دلیل کی بجائے لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کا کام زیادہ ہوتا ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی صحت پر اجماع ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات پر جرح نہیں ہوئی یا جس نے جرح کی وہ منکر حدیث ہوگیا تو اس طرح تو سب سے پہلے منکر حدیث تو امام الدارقطنی ہوئے، تو محدثین ہی کی جماعت کی طرف سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر جو نقد ہوئی ہے اور اس کے جو جوابات محدثین ہی کی ایک دوسری جماعت کی طرف سے دیے گئے ہیں، تو اس ساری رد و قدح سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے وہ چند ایک مقامات متعین ہو گئے ہیں کہ جن میں کچھ علل یا اوہام ہیں، اب بعد میں آنے والے، محدثین کی اس نقد کو نقل کریں تو اس کی تو گنجائش آج بھی ہے لیکن کسی نئی جرح یا نقد کا دروازہ کھولیں تو یہ درست منہج نہیں ہے، تو ہم نے تو صرف محدثین کو نقل کیا ہے، کوئی ایسی بات نہیں کی جو پہلوں نے نہ کی ہو، دوسری بات یہ ہے کہ محدثین کی اس نقد سے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی کوئی مکمل روایت ضعیف نہیں ہوتی بلکہ علامہ ابن تیمیہ کے بقول ان روایات میں موجود کچھ کلمات علل اور اوہام کی وجہ سے درجہ ثبوت کو نہیں پہنچ پاتے، بقیہ روایت صحیح ہوتی ہے ابھی آگے جا کر اس روایت کے بارے کہ یہ بخاری کے نسخوں میں ان الفاظ کے ساتھ موجود تھی کہ نہیں ایک تحقیق پیش کریں ان شاءاللہ، یہ الفاظ یعنی 'تقتله الفئة الباغية'' صحیح بخاری کے علاوہ بھی کتب حدیث میں منقول ہیں، یہ تو ان الفاظ کے ثابت ہونے کی بحث ہوئی اور جہاں تک ان الفاظ کے معنی کی بات ہے تو ''بغی'' کا اصل معنیٰ 'چاہت'' ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات 'ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ ''یعنی اللہ کی رضا چاہنے کے لیے اور حدیث کے الفاظ ''یا باغي الخير ''یعنی اے خیر کو چاہنے والے، میں یہی معنیٰ مراد ہے، شاہ صاحب عربی کے اس لفظ کو اردو کے 'باغی'' کے معنیٰ میں مراد لے رہے ہیں جبکہ عربی زبان میں ''باغی'' کا اصل معنیٰ ''چاہنے والا'' ہے۔
البتہ بعض اوقات اس لفظ میں 'چاہت'' کے ساتھ کسی معنیٰ کا اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ 'تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ''اور 'فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى ''میں وہ چاہنا ہے جو اپنے حق سے زائد ہو جبکہ 'وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ'' اور ''وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ''میں ''بغی'' سے مراد وہ چاہنا ہے جو آپ کا حق نہ ہو، یہ گہرا نکتہ ہے جسے کٹھی ذہن کے لیے سمجھنا ممکن نہیں اور دوسرا جذباتی مزاج کے لیے بھی، تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو اس معنیٰ میں ''باغی'' کہا گیا ہے کہ وہ اپنا حق تو چاہ رہے ہیں

یعنی قاتلین عثمان کا بدلہ لیکن اس سے زیادہ چاہ رہے ہیں جتنا ان کا بنتا ہے یعنی ان حالات میں قصاص چاہ رہے ہیں کہ جن حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وہ قصاص لینا ممکن نہ تھا تو "باغی" اگر "متاول" یعنی تاویل کرتا ہو تو غلطی، اجتہادی ہوتی ہے تو "بغی" دو قسم میں ہے اپنے حق سے زیادہ مانگنا اور دوسرا جو حق نہیں ہے، وہ مانگنا۔

پہلے میں اجتہادی خطاء ہوتی ہے اور دوسرے میں خطاء ہی خطاء ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی "بغی"، اجتہادی تھی اور اس کے دلائل یہ ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی نہ ہونا بلکہ اس کا انکار کرنا کہ ہم نے تو کیا ہی نہیں بلکہ انہوں نے کیا ہے جو انہیں میدان جنگ میں لائے ہیں تو یہی اجتہادی خطا ہے، بھلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب درست ہو لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قتل عمار کا عقیدہ بھی نہیں ہے اور رضا بھی نہیں ہے تو یہ تو کم از کم ثابت ہو گیا کہ اسی لیے تو تاویل کی ہے، چاہے دوسروں کے نزدیک ان کی تاویل غلط بھی ہو، یہ گہری بحث ہے۔

دوسرا صحابہ کی ایک جماعت حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی کی طرف سے بھی نہیں لڑی، اس حدیث کے معلوم ہونے کے بعد بھی، تو انہوں نے اس مسئلہ کو اجتہادی سمجھا، قطعی نہیں جیسا کہ سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بلکہ اکثر کبار صحابہ کسی طرف سے بھی نہیں لڑے، تو یہ ان کے لیے جواب ہوا کہ جو "تقتله الفئة الباغية" کو روایت کا صحیح جز سمجھتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ صحیح بخاری: رقم 3608 میں ہے:

"لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ"

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو جماعتیں آپس میں نہ لڑیں اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دو جماعتوں سے مراد حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتیں ہیں اور ان کے دعویٰ سے مراد "اسلام" ہے کہ دونوں "اسلام" کے نام پر لڑیں گے، یا پھر ان کے دعویٰ سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں "حق" پر ہونے کے دعویدار ہوں گے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ مسلمان تین گروہوں میں بٹ جائیں گے جن میں ایک خوارج ہوں گے اور مسلمانوں میں سے بقیہ دو گروہوں میں سے جو زیادہ حق پر ہوگا، وہ ان خوارج سے قتال کرے گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے قتال کیا جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں: "أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ" یعنی مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو

گروہ حق سے زیادہ قریب ہوگا، یہ نہیں کہا کہ جوحق پر ہوگا بلکہ دونوں کوحق پر کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو"احق" یعنی زیادہ حق پر کہا ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی یعنی اپنا حق چاہنے والا گروہ ہے، اگرچہ احق نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ الفاظ "تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" بخاری میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان تم ان کو جنت کی طرف بلاتے ہو وہ تم کو جہنم کی طرف سے مراد کفار قریش ہیں یعنی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور وہ ان کو کفر کی دعوت دیتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب عمار کو باقی تمام صحابہ کرام سے زیادہ محنت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا تھا اس لیے اس حدیث کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر پر لگانا بالکل بے جا اور جہالت ہے، ایسی دلیل سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی وہ بھی شرعی لحاظ سے فرد جرم لگانا درست نہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور مخالف ان کو جہنم کی طرف کیا یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے مروی روایت میں جو (منکر) متن ہے، کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہونگے اور مخالف ان کو جہنم کی طرف کیا یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟

اس روایت میں ہم سب سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ تمام اسناد کی تخریج کرتے ہیں اور یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ اس متن کے ساتھ یہ الفاظ روایت کرنے میں عکرمہ کا متفرد ہے اور عکرمہ سے یہ الفاظ روایت کرنے میں خالد الحذاء کا تفرد ہے اور عکرمہ سے اس متن میں اضافہ اور کمی دونوں ثابت ہے جس سے عکرمہ کے متن میں اضطراب واقع ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے دلائل آگے پیش کریں گے عکرمہ کے علاوہ دوسری جن اسناد سے یہ الفاظ آئے ہیں ان کی اسناد متصل نہیں یعنی انقطاع ہے سب سے پہلے وہ طریق پیش کرتے ہیں جو عکرمہ کے علاوہ ہے اور ان کی سند میں ضعف ہے!

پہلا طریق مرسل:

حدثنا عبد الله، قثنا أبي، قثنا وكيع قثنا سفيان، عن سلمة بن كهيل، عن مجاهد، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: »ما لهم ولعمار يدعوهم إلى الجنة، ويدعونه إلى النار وذاك دأب الأشقياء الفجار« [فضائل الصحابہ، مرسل، 1598]

اس سند میں انقطاع ہے امام مجاہد رحمہ اللہ نے اپنا ماخذ بیان نہیں کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی طریق:

حدثنا أحمد بن عمرو البزار، ثنا خالد بن يوسف السمتي، ثنا عبد النور بن عبد الله، عن عبد الملك بن أبي سليمان، عن ليث، عن طاوس، عن ابن عمر، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: »أولعتهم بعمار يدعوهم إلى الجنة، ويدعونه إلى النار.

(المعجم الکبیر 13457، موضوع)

اس روایت میں عبدالنور شیعہ کذاب راوی ہے دیکھیے ابو الحسن علی بن محمد بن العراق الکنانی لکھتے ہیں:

عبد النور بن عبد الله المسمعي عن شعبة رافضي متهم بالكذب.

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: 1/82 ترجمہ 208)

(2) امام عقیلی لکھتے ہیں:

عبد النور بن عبد الله المسمعي كان غاليا في الرفض ويضع الحديث خبيثا.

(الضعفاء للعقیلی: 3/114 ترجمہ 1087)

نیز لیث بھی ضعیف ہے

عکرمہ کا پہلا طریق:

أخبرنا أحمد بن علي بن المثنى، حدثنا محمد بن المنهال الضرير، حدثنا يزيد بن زريع، حدثنا خالد الحذاء، عن عكرمة عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ويح ابن سمية، تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة، ويدعونه إلى النار قال ابن المنهال: فحدثت به أبا داود فدلسه عني.

(صحیح ابن حبان: 15/554 رقم 7078)

اس طریق میں خالد الحذا منفرد ہے عکرمہ سے مذکورہ متن روایت کرنے میں اور عکرمہ منفرد ہے اور عکرمہ یہ روایت حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

عکرمہ سے دوسرا طریق:

حدثنا مسدد، قال: حدثنا عبد العزيز بن مختار، قال: حدثنا خالد الحذاء، عن عكرمة، قال لي ابن عباس ولابنه علي: انطلقا إلى ابي سعيد فاسمعا من حديثه. فانطلقنا فإذا

هو في حائط يصلحه فاخذ رداءه فاحتبى، ثم انشا يحدثنا حتى اتى ذكر بناء المسجد، فقال: كنا نحمل لبنة لبنة، وعمار لبنتين لبنتين فرآه النبي صلى الله عليه وسلم فينفض التراب عنه، ويقول:" ويح عمار تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار". قال: يقول عمار: اعوذ بالله من الفتن. (صحیح بخاری، برقم:447)

مذکورہ روایت میں خالد اس متن میں، عکرمہ سے روایت کرنے میں منفرد ہے اور عکرمہ مذکورہ متن حضرت ابو سعید الخدری سے روایت کرنے میں منفرد ہے اور ابو سعید مذکورہ متن حضرت نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کر رہے ہیں جبکہ یہی روایت جب خالد سے امام شعبہ روایت کرتے ہیں تو اس میں مذکورہ متن موجود نہیں ہوتا:

حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن خالد، عن عكرمة، عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعمار: "تقتله الفئة الباغية"

[مسند احمد، برقم:11166]

جبکہ تمام اسناد پر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت حضرت ابو سعید الخدری نے خود نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنی تھی بلکہ انہوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنی تھی جیسا کہ مروی ہے:

حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن أبي مسلمة قال: سمعت أبا نضرة يحدث، عن أبي سعيد الخدري قال: أخبرني من هو خير مني، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعمار حين جعل يحفر الخندق وجعل يمسح رأسه ويقول: "بؤس ابن سمية تقتلك الفئة الباغية حدثنا حسن بن يحيى من أهل مرو، أخبرنا النضر بن شميل، حدثنا شعبة، عن أبي مسلمة، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد الخدري قال: أخبرني من هو خير مني أبو قتادة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعمار بن ياسر: " تقتلك الفئة الباغية. (مسند احمد، برقم:22609،22610)

جب امام شعبہ امام خالد کی بجائے ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو نضرہ سے اور وہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھے مجھ سے بہتر (یعنی حضرت ابو قتادہ) نے بیان کیا لیکن اب یہ واقعہ مسجد کی تعمیر کی بجائے جنگ خندق کا بیان کیا گیا ہے اور اس میں مذکورہ متن نہیں ہے یعنی یہاں تک یہ ثابت ہو گیا کہ خالد عکرمہ سے اور عکرمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، جہنم کی طرف بلانے

والے، متن کو بیان کرنے میں منفرد ہیں اور امام شعبہ جب خالد سے روایت عکرمہ کے طریق سے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں تب بھی روایت میں مذکورہ متن جہنم کی طرف بلائیں گے موجود نہیں ہے۔ اور جب امام شعبہ خالد کے علاوہ ابی سلمہ کے طریق سے ابو نضرہ سے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں تو وہ مذکورہ روایت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں تو اس میں بھی مذکورہ متن موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے مذکورہ روایت کو بعد میں اپنی صحیح میں سے نکال دیا تھا ان کے مطابق حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنے اور احتمال ہو گیا کہ یہ شاید کسی صحابی کا قول ہے جس کو ان سے روایت کرنے والے نے مرفوع روایت میں ضم کر دیا، اب ہم بقیہ تمام اسناد نقل کرتے ہیں جس میں فقط اتنے الفاظ مروی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کرے گا۔

أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ أَحْمَدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ خُزَيْمَةَ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ الدَّوْرَقِيُّ، ثنا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، وَخَالِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي عَمَّارٍ: »تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ« .وَقَالَ خَالِدٌ: تَقْتُلُهُ. (أمالی ابن بشران: الجزء الثانی رقم 1359)

مذکورہ روایت میں امام شعبہ نے خالد اور خالد کا متابع ایوب کو روایت کیا ہے اور ان دونوں نے یہ روایت (عکرمہ کے علاوہ) حسن بن علی حسن سے روایت کی اور انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اس میں بھی جہنم کی طرف بلانے والا متن موجود نہیں ہے۔ اسکے علاوہ امام شعبہ کا متابع ابن عون بھی ہے جس نے مذکورہ روایت حسن بن علی سے روایت کی ہے اور اس میں بھی مذکورہ متن نہیں ہے:

أخبرنا الحسين بن حريث قال: أخبرنا ابن علية، عن ابن عون، عن الحسن، عن أمه، عن أم سلمة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعمار: »تقتلك الفئة الباغية.

(سنن الکبری للنسائی برقم: 8217)

اور ابن عون سے بیان کرنے والے ابن علیہ کا متابع ایک دوسرا راوی یزید بن زریع بھی ہے جس نے یہ روایت اسی طریق سے روایت کی اور اس میں بھی مذکورہ متن نہیں ہے:

أخبرنا حميد بن مسعدة، عن يزيد وهو ابن زريع قال: حدثنا ابن عون، عن الحسن، عن أمه، عن أم سلمة قالت: »لما كان يوم الخندق، وهو يعاطيهم اللبن، وقد اغبر شعر صدره « قالت: فوالله ما نسيته، وهو يقول: »اللهم إن الخير خير الآخرة فاغفر

للأنصار والمهاجرة« قالت: وجاء عمار فقال: »ابن سمية تقتلك الفئة الباغية«.
[سنن الکبریٰ للنسائی، برقم:8492)

خالد الحذا (جو عکرمہ سے مذکورہ متن کو بیان کرنے میں منفرد ہے) امام شعبہ نے مذکورہ روایت جب اس سے بیان کی تو خالد الحذا نے حسن بن علی کی بجائے یہ روایت سعید بن ابوالحسن سے بھی روایت کر رکھی ہے لیکن اس میں بھی مذکورہ متن نہیں ہے أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو الحسن علي بن محمد السبعي، قالا: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا إبراهيم بن مرزوق، ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث، ثنا شعبة، عن خالد الحذاء، عن سعيد بن أبي الحسن، عن أمه، عن أم سلمة، رضي الله عنها، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعمار: " تقتلك الفئة الباغية.
[سنن الکبریٰ للبیہقی برقم:16786]

الغرض یہ روایت دیگر درجن صحابہ سے مروی ہے لیکن ان میں کسی نے بھی وہ متن بیان نہیں کیا ہے جو عکرمہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور عکرمہ سے خالد الحذا روایت کرتا ہے۔ جبکہ عکرمہ و خالد الحذا مذکورہ متن کے بغیر بھی اس کو روایت کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں خالد الحذا سے متن میں نکارت وارد ہوئی ہے اور خالد ثقہ راوی ہے لیکن اس پر کچھ ایسی جروحات موجود ہیں جس سے اس متن میں نکارت کا وبال اس راوی پر آتا ہے جیسا کہ ناقدین کہتے ہیں:

أبو حاتم الرازي: يكتب حديثه، ولا يحتج به.
ابوحاتم کہتے ہیں اسکی روایت لکھی جائے گی احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

إسماعيل بن علية: ضعف أمره.
اسماعیل نے اس پر تضعیف کا حکم لگایا۔

حماد بن زيد الجهضمي: قدم علينا قدمة من الشام فكأنا أنكرنا حفظه.
حماد بن زید کہتے ہیں جب یہ شام سے آیا ہماری طرف تو ہم نے اس کے حافظہ پر نکارت (پر مطلع) ہوئے بلکہ امام شعبہ کی خاص جرح بھی ہے خالد پر عکرمہ کے حوالے سے:

ابن أبي خيثمة قال: سمعت يحيى بن معين قال شعبة: خالد يشك في حديث عكرمة عن ابن عباس امام خیثمہ کہتے ہیں میں نے امام یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے ہیں کہ امام شعبہ کہتے ہیں خالد عکرمہ کی حضرت ابن عباس سے مروی حدیث میں شک کرتا تھا۔

(قبول الأخبار ومعرفۃ الرجال، برقم:368) (اکمال فی تہذیب الکمال)
یعنی کوئی روایت خالد عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کرتے تو شک کرتے تھے کہ یہ روایت میں نے عکرمہ سے سنی ہے یا نہیں... اس کے علاوہ اس روایت کی اسناد 25 سے زیادہ ہے لیکن کسی نے بھی مذکورہ متن جہنم کی طرف بلانے والا بیان نہیں کیا، سوائے خالد الحذا کے ذریعہ عکرمہ کے طریق سے، اور اس کے علاوہ جو مرویات ہیں وہ سب ضعیف و معلل ہیں۔

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے استدلال مخالفین اہل سنت کا وطیرہ ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث شہادت مخالفین کے نزدیک قرآن کا درجہ رکھتی ہے ہر دور کی مخالفین کی کتابیں اس روایت سے بھری پڑی ہیں جلاء العیون، حق الیقین، نہج البلاغہ وغیرہ کتب میں یہ روایت سرخیوں میں نظر آئے گی، مگر کبھی بھی اہلسنت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اس کو دلیل نہیں بنایا بلکہ ہر دور میں ائمہ اہلسنت نے اس کا دفاع کیا ہے امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے لیکر آج تک ہر سنی صحیح العقیدہ عالم جلیل نے اس کے وافی شافی جوابات دیے ہیں مگر افسوس کہ آج کے فضلاء غیر محسوس طور پر مخالفین کی سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مصداق کون؟

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی مصداق باغی جماعت ضرور ہے مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں، یہ وہی جماعت ہے جس نے پہلے پہل بغاوت کا آغاز خلیفہ برحق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلوم شہادت سے کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ کے دستوں میں ناپاک مقاصد کے لئے داخل ہوئے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نیز زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے بھی منہ پھیر لیا اور خوارج کہلائے ، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ: انما قتل عمار من جاءوا... کہ عمار رضی اللہ عنہ کو انہوں نے قتل کیا جو ان کے پاس ارادہ قتل سے آئے تھے۔
(مجمع الزوائد: 7/241)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیث عمار کے مصداق نہیں ہیں

اوپر کی بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ حدیث عمار رضی اللہ عنہ کے مصداق صرف وہی لوگ ہیں جنہوں

نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کو قتل کیا اور جو اس فعل شنیع پر راضی تھے وہ بھی اسی حکم کے تحت ہیں اب وہ شواہد ملاحظہ فرمائیں جن سے یہ بات قطعاً طے ہو جاتی ہے کہ اس باغی فرقہ سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر گز نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے جو پیشگوئی فرمائی اسکے الفاظ یہ ہیں۔

يصلح بين فئتين من المسلمين.

کہ وہ دو مسلمان جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

(صحیح بخاری: 1 / 662 کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین)

اور بعض روایتوں میں فئتين عظيمتين من المسلمين، آیا ہے کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں۔

(فتح الباری: 13 / 71 کتاب الفتن)

اگر اس باغی گروپ سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہوتے تو حدیث یوں ہوتی کہ يصلح بين المسلمين والبغاة.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی گواہی

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تالیف شہیر التاریخ الصغیر میں اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو فرمایا کہ:

حدثنا مكي بن إبراهيم ثنا عبيد الله بن أبي زياد حدثني عبد الكريم بن أبي المخارق حدثني سعيد بن عامر القرظي قال حدثتني أم عمارة حاضنة لعمار قالت اشتكى عمار قال لا أموت في مرضي حدثني حبيبي رسول الله صلى الله عليه وسلم أني لا أموت إلا قتلا بين فئتين مؤمنتين. (التاریخ الصغیر: 1 / 104 طبع دار المعرفہ، بیروت)

میں اپنی بیماری میں نہیں مرتا، میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ میں اس وقت نہیں مرتا سوائے اس کے کہ مومنوں کے دو گروہوں کے درمیان قتل ہو جائے۔

اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوتے تو اس روایت میں بھی فئتین مؤمنین، دو مومن جماعتیں" نہ آتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث عمار رضی اللہ عنہ کو بنیاد نہیں بنایا

اگر یہ روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نص صریح ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو ضرور بنیاد بناتے مگر کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ نہیں فرمایا کہ اس روایت کی بناء پر امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ باغی ہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو اس کے برخلاف جنگ بندی پر راضی ہو گئے تھے اور ہو چکی جنگ کے تعلق سے نہایت ہی رنجیدہ تھے، نیز آپ نے فریقین کے مقتولین کو جنت کی بشارت بھی دی جیسا کہ آگے آرہا ہے نیز تحکیم کے لئے راضی ہو گئے تھے اگر یہ حدیث نص صریح ہوتی تو پھر تحکیم کیوں؟

تیسری صدی ہجری کے معروف محدث ابو بکر ابن خلال کی تحقیق کے مطابق اس وقت ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام باحیات تھے مگر اکثریت غیر جانبدار رہی۔ (السنۃ لابن الخلال: 3/ 458 طبع دار الرایہ ریاض)

اگر اس روایت کی بنیاد پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ٹھہرتے تو پھر صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ اور جنہوں نے ساتھ دیا انہوں نے بھی معاونت کی وجہ کبھی بھی اس روایت کو قرار نہیں دی الغرض کسی بھی زاویہ سے اس روایت کا مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں بنایا جا سکتا لیکن اگر کوئی بغض وعناد ہی کو شیوہ بنالے تو پھر اس کا کوئی علاج ہی نہیں۔

کچھ نیم روافض یہ اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی گئی کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو انہوں نے رجوع نہ کیا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن لینے کے بعد اور بطور دلیل مسند احمد کی مذکورہ روایت پیش کرتے ہیں:

محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بتلایا کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں، جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک باغی گروہ عمار کو قتل کرے گا یہ سن کر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی حالت دیکھ کر پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: عمار قتل ہو گئے تو پھر کیا ہوا؟ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک باغی گروہ عمار کو قتل کرے گا یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم اپنے پیشاب میں پھسلو، کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟ اسے تو علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مروایا ہے، وہ لوگ انہیں لے آئے اور لا کر ہمارے نیزوں یا تلواروں کے درمیان لا کھڑا کیا۔

(مسند احمد: 4/ 199 رقم 17813)

اس روایت کے دو قسم کے جوابات ہیں۔

پہلا تحقیقی جواب:

اس مذکورہ روایت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کرتے ہوئے تاویل کی ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ہمارے مخالف گروہ نے جان بوجھ کر اس بزرگی کی عمر میں فوجوں کے سامنے کر کے شہید کروایا تاکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم پر الزام لگا سکیں وگرنہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا نہ حکم دیا اور نہ ہی مجھ سے پوچھ کر کیا گیا۔

دوسرا الزامی جواب:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں سے چند ایک کو یہ خبر دے دی تھی کہ جب معاملہ آئے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کا تو تم لکڑی کی تلواریں بنا لینا یعنی لڑائی کرنے سے گریز کر لینا اور جب ایسے صحابہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ میں شامل ہونے کے لیے دعوت دی تو ان صحابہ کرام نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی لیکن مولا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بات تسلیم نہ کی یعنی انہوں نے بھی اس کی تاویل کی ہوگی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے اور اس مؤقف کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں، امام طبرانی اپنی سند سے روایت بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ زَهْدَمِ بْنِ الْحَارِثِ الْغِفَارِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: قَالَ لِي أُهْبَانُ بْنُ صَيْفِيٍّ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »يَا أُهْبَانُ، أَمَا إِنَّكَ إِنْ بَقِيتَ بَعْدِي فَسَتَرَى فِي أَصْحَابِي اخْتِلَافًا، فَإِنْ بَقِيتَ إِلَى ذَلِكَ الْيَوْمِ، فَاجْعَلْ سَيْفَكَ مِنْ عَرَاجِينَ« قَالَ: فَجَعَلْتُ سَيْفِي مِنْ عَرَاجِينَ، فَأَتَانِي عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَخَذَ بِعِضَادَتَيِ الْبَابِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أُهْبَانُ، أَلَا تَخْرُجُ؟ فَقُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا أَبَا الْحَسَنِ، قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أَوْصَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ تَقَدَّمَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَّ ابْنُ زَهْدَمٍ فَقَالَ: »يَا أُهْبَانُ، أَمَا إِنَّكَ إِنْ بَقِيتَ بَعْدِي فَسَتَرَى فِي أَصْحَابِي اخْتِلَافًا، فَإِنْ بَقِيتَ إِلَى ذَلِكَ الْيَوْمِ فَاجْعَلْ سَيْفَكَ مِنْ عَرَاجِينَ« فَأَخْرَجْتُ إِلَيْهِ سَيْفِي فَوَلَّى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ترجمہ: یحییٰ بن زہدم بن حارث کہتے ہیں میرے والد نے مجھے بیان کیا کہ مجھے حضرت اھبان بن

صیفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اہبان! تو میرے بعد زندہ رہے گا، میرے صحابہ کرام میں اختلاف دیکھے گا، اگر تو ان دنوں میں موجود ہو تو اپنی تلوار کھجور کی لکڑی سے بنا لینا،، (یعنی ان دو گروہوں میں سے کسی بھی ایک کی طرف سے قتال نہ کرنا) تو میں نے اپنی تلوار کھجور کی لکڑی سے بنالی، میرے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، میرے دروازے کی چوکھٹ پکڑی، پھر سلام کیا، فرمایا: اے اہبان! کیا نکلیں گے؟ (حضرت ابن زبیر وطلحہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے لڑنے کے لیے) میں نے کہا: اے ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) میرے ماں باپ آپ رضی اللہ عنہ پر قربان! مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ لیا تھا، ابن زھدم کو شک ہے، فرمایا اے اہبان! تو میرے بعد زندہ رہے گا، میرے صحابہ کرام میں اختلاف دیکھے گا، اگر تو ان دنوں زندہ رہا تو، تو اپنی تلوار کھجور کی لکڑی سے بنا رکھنا میں نے اپنی تلوار رکھ لی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔

(1) المعجم الکبیر للطبرانی: 1/ 295 رقم 868 وسندہ حسن (2) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم: 1/ 288 رقم 943

اور ایسے ہی دوسرے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا جو کہ درج ذیل ہے:

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اس کو نقل کیا ہے۔

امام حاکم بیان کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ التَّاجِرُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ إِذْ جَاءَهُ رَسُولُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَقَالَ: إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، يَقُولُ لَكَ: إِنَّكَ أَحَقُّ مَنْ أَعَانَنَا عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ خَلِيلِي ابْنَ عَمِّكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا كَانَ الْأَمْرُ هٰكَذَا أَوْ مِثْلَ هٰذَا أَنِ اتَّخِذْ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ.

ترجمہ: ابو حاجب کہتے ہیں میں عمرو بن حکم کے پاس تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا ان کے پاس اس نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ زیادہ حق دار ہیں جو اس معاملہ (امیر معاویہ کے خلاف) میں میری مدد کریں، انہوں (حضرت حکم بن عمرو) نے عرض کی: میں نے اپنے دوست اور آپ رضی اللہ عنہ کے چچا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: " جب معاملہ اس طرح ہو تو لکڑی کی تلوار بنانا، تو میں نے لکڑی کی تلوار بنائی ہے، امام ذہبی نے اس روایت پر سکوت کیا ہے اور امام حاکم کا رد نہیں کیا۔

(مستدرک للحاکم: 3/ 442 رقم 5867 سکت عنہ الذہبی فی التلخیص وسندہ صحیح)

اب مولا علی رضی اللہ عنہ نے جیسے صحابہ کرام سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر اس کی کوئی تاویل کی اور جنگ کی، اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی تاویل کی اس لیے ان دونوں صحابہ کا شمار اہل سنت میں مجتہدین میں ہوتا ہے اور مجتہد اپنے اجتہاد میں صحیح اجتہاد پر دو اجر اور خطاء اجتہادی پر ایک اجر پاتا ہے۔

تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے جو بھی اجتہاد کیا ہوگا ان کا اجتہاد مقدم ہے ان کو دو اجر ملے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو اجتہاد کیا اس پر بے شک ان کو خطاء اجتہادی ہوئی لیکن ایک اجر تو قطعی طور پر ملا اس لیے اہل سنت کسی پر بھی ذاتی طعن نہیں کرتے نہ صحابہ کرام کی آڑ میں اہل بیت پر اور نہ ہی اہل بیت کی آڑ میں صحابہ کرام پر۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قول میں ضلالت، باطل، فاسق اور ظالم کا اطلاق و معنی

مخالفین معاویہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی چند مرویات پیش کر کے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باطل، ضلالت، یا فاسق و ظالم جیسے الفاظ کا اطلاق کرتے ہیں۔

مرویات میں لفظ ضلالت کا استعمال

امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْوَضِيءَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ تَكْتَنِفَهُ الْحُورُ الْعِينُ فَلْيَتَقَدَّمْ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ مُحْتَسِبًا. فَإِنِّي لَأَرَى صَفًّا لَيَضْرِبَنَّكُمْ ضَرْبًا يَرْتَابُ مِنْهُ الْمُبْطِلُونَ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ ضَرَبُونَا حَتَّى يَبْلُغُوا بِنَا سَعَفَاتِ هَجَرَ لَعَرَفْتُ أَنَّا عَلَى الْحَقِّ، وَأَنَّهُمْ عَلَى الضَّلَالَةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: 15/ 288 رقم 38994)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہمیں تلواروں سے ماریں یہاں تک کہ ہمیں تہس نہس کر دیں پھر بھی مجھے یقین ہوگا کہ ہم حق پر اور وہ گمراہی پر ہیں۔

مرویات میں لفظ باطل کا استعمال

امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ، أَوْ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَمَّارٍ، قَالَ: لَوْ ضَرَبُونَا حَتَّى يُبْلِغُونَا سَعَفَاتِ هَجَرَ لَعَلِمْنَا أَنَّا عَلَى الْحَقِّ، وَأَنَّهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہمیں تلواروں سے ماریں یہاں تک کہ ہمیں تہس نہس کر دیں پھر بھی مجھے یقین ہوگا کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 15/ 288 رقم 38995)

امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَمَّارًا يَوْمَ صِفِّينَ شَيْخًا آدَمَ طِوَالاً وَيَدَاهُ تَرْتَعِشُ وَبِيَدِهِ الْحَرْبَةُ، فَقَالَ: لَوْ ضَرَبُونَا حَتَّى يَبْلُغُوا بِنَا سَعَفَاتِ هَجَرَ لَعَلِمْتُ أَنَّ مُصْلِحِينَا عَلَى الْحَقِّ وَأَنَّهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہمیں تلواروں سے ماریں یہاں تک کہ ہمیں تہس نہس کر دیں پھر بھی مجھے یقین ہوگا کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 15/ 296 رقم 39021)

امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ سَمِعَهُ يَقُولُ: رَأَيْت عَمَّارًا يَوْمَ صِفِّينَ شَيْخًا آدَمَ طِوَالاً آخِذٌ حَرْبَةً بِيَدِهِ وَيَدُهُ تُرْعَدُ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ ضَرَبُونَا حَتَّى يَبْلُغُوا بِنَا سَعَفَاتِ هَجَرَ لَعَرَفْت أَنَّ مُصْلِحِينَا عَلَى الْحَقِّ، وَأَنَّهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ.... اگر وہ ہمیں تلواروں سے ماریں یہاں تک کہ ہمیں تہس نہس کر دیں پھر بھی مجھے یقین ہوگا کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 15/ 298 رقم 39027)

مرویات میں فاسق اور ظالم کا اطلاق

امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ، عَنْ حَنَشِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ شَيْخٍ لَهُ يُقَالُ لَهُ رِيَاحٌ، قَالَ: قَالَ عَمَّارٌ: لاَ تَقُولُوا: كَفَرَ أَهْلُ الشَّامِ، وَلَكِنْ قُولُوا: فَسَقُوا ظَلَمُوا.

(مصنف ابن ابی شیبہ:15 /289 رقم 38097)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل شام کو کافر نہ کہو مگر فاسق ظالم کہو۔

امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رِيَاحٍ، عَنْ عَمَّارٍ، قَالَ: لاَ تَقُولُوا: كَفَرَ أَهْلُ الشَّامِ وَلَكِنْ قُولُوا: فَسَقُوا ظَلَمُوا. (مصنف ابن ابی شیبہ:15 /289 رقم 38098)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل شام کو کافر نہ کہو مگر فاسق ظالم کہو۔

پیش کردہ مرویات سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین میں اپنے مخالفین پر ضلالت، باطل، فاسق اور ظالم کا اطلاق کیا، انہی الفاظ سے دیگر کتب احادیث میں ان مفہوم بالا کی روایات منقول ہیں، مخالفین ان عربی الفاظ کو لے کر عوام الناس میں ان عربی الفاظ کے خاص معنی کو اپنے سیاق وسباق سے ہٹا کر اردو میں مستعمل الفاظ کے ساتھ جوڑ کر خاص مطلب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں عربی زبان میں کہیں پر بھی یہ اصول نہیں کہ ہر جگہ لفظ کا لغوی اور حقیقی معنی کیا جائے بلکہ سیاق وسباق کے ساتھ ساتھ جس ذات کے لئے لفظ مستعمل ہے اس کو بھی مدنظر رکھا جائے گا یعنی مرادی معنی کیا جائے گا، لغوی حقیقی مجازی اصطلاحی اور عرفی معنی کے ساتھ ساتھ مرادی معنی بھی کیا یہاں مراد لے سکتے ہیں یا نہیں۔

لفظ ضلالت پر لغوی بحث

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قول میں لفظ "ظلموا" مروی ہے۔

ضَلَّ ضَلًّا وضَلاَلاً وضَلَالَةً [عام] [فعل] گمراہ کرنا (راہ حق سے ہٹا دینا) گمراہ قرار دینا۔

دھوکہ دینا لغت میں ضل یا ضلالۃ کے معنی میں گمراہ، دھوکا دینا اور راہ حق سے ہٹنا بھی شامل ہے۔

لغت کی کتاب الرائد معجم لغوی عصری، المؤلف: جبران مسعود: ص 511 میں لکھا ہے

ضل، يضل ويضل، ضلالا وضلالة وضلا

(1) ضل: حاد ومال عن طريق أو حق.

(2) ضل السبيل أو عنه: لم يهتد إليه.

(3) ضل الشيء عنه: ضاع.

(4) ضل الناسی: غاب عنه حفظ الشیء.
ضلالۃ کے مختلف معنوں میں ایک معنی راستہ سے ہٹنا یا راہ حق سے ہٹنا ہے۔

لفظ فسق پر لغوی بحث

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قول میں لفظ "فسقوا" مروی ہے، القاموس الوحید ص 1231 پر لکھا ہے۔
فسق فلاں: نافرمان ہونا، حدود شریعت سے تجاوز کرنا، خیر وصلاح کے راستہ سے ہٹ جانا
الفَاسِقُ [عام] [اسم] نافرمان، بدکار، راہ حق سے دور۔

لفظ ظالم پر لغوی بحث

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قول میں لفظ "ظلموا" مروی ہے، فعل: ظلم اور فاعل جمع: عربی زبان میں مستعمل لفظ ضلالت اور باطل، اور انہی الفاظ کا اردو میں ترجمہ اور اس کے اطلاق کی بحث تو اپنے مقام پر ہے۔
لفظ ظالم کے معنی لغت میں کچھ یوں درج ہیں۔
ظلم: مادہ "ظ.ل.م" ہے، اس کے بنیادی معنی کسی دوسرے کی ملکیت میں بے جا تصرف کرنا، نقص ڈالنا اور کم کرنا ہیں۔
امام راغب نے کہا کہ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا، خواہ کمی یا زیادتی کر کے، یا اسے اس کی صحیح وقت اور اصلی جگہ سے ہٹا کر کسی چیز کا توازن بگاڑ دینا۔
قاموس الوحید میں اس کا ترجمہ ہے:
ظلم، ظلما و مظلمۃ: زیادتی کرنا، غلط روش اختیار کرنا، ناانصافی کرنا، حق تلفی کرنا، بدسلوکی کرنا، حد سے تجاوز کرنا، کسی چیز کا غلط جگہ استعمال کرنا، بے موقع استعمال کرنا۔ (قاموس الوحید ص 1033)
دیگر لغت کی کتب میں ہے۔
ظَلَمَ ظُلْماً و مَظْلِمَةً [عام] [فعل] زیادتی کرنا، غلط روش اختیار کرنا، ناانصافی کرنا، حق تلفی کرنا، بدسلوکی کرنا، حد سے تجاوز کرنا، کسی چیز کا غلط جگہ استعمال کرنا، بے موقع استعمال کرنا۔
کہاوت ہے:
من اشبه اباه فما ظلم:

جو اپنے باپ کا مشابہ ہو تو اس نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ یہ مشابہت صحیح جگہ پر ہے۔
کہاوت ہے:
من استرعى الذئب فقد ظلم:
جس نے بھیڑیئے سے رکھوالی کرائی اس نے غلطی کی کیونکہ رکھوالی بے محل ہوئی یعنی جو شخص بے ایمان آدمی کو ایمان دار سمجھتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے۔
هو ظالم وظلام وهو وهي ظلوم.
لسان العرب میں لکھا ہوا ہے۔
ظُلْمُ وَضْعِ الشيء في غير موضِعِه وفي حديث ابن زِمْلٍ لَزِموا الطَّرِيق فلم يَظْلِمُوه أي لم يَعْدِلوا عنه وأصل الظُّلم الجَوْرُ ومُجاوَزَة الحد.
لغت میں ظلم کے متعدد معانی بیان ہوئے ہیں جس کے متعدد معنوں میں کسی چیز کو اپنی اصل مقام پر نہ رکھنا، بے موقع استعمال، زیادتی کرنا، بدسلوکی کرنا، حد سے تجاوز کرنا وغیرہ شامل ہے۔
اب ایک طریقہ تو یہ ہے کہ "ظلم" کا معنی خود سے تعین کر کے اس کو عمومی طور پر اردو زبان میں عرفی معنی پر محمول کر کے ظالم یا ظلم یعنی زیادتی، بدسلوکی کیا جائے یا پھر اس معنی کا تعین خود راوی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کیا جائے۔

باطل، ضلالت کے معنی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ لفظ ضلالت اور باطل کے معنی کی وضاحت خود حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ میں کی ہے، امام ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔
حَدَّثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ رِياحِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: كُنْتُ إِلَى جَنْبِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِصِفِّينَ، وَرُكْبَتِي تَمَسُّ رُكْبَتَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: كَفَرَ أَهْلُ الشَّامِ، فَقَالَ عَمَّارٌ: لَا تَقُولُوا ذَلِكَ نَبِيُّنَا وَنَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ، وَقِبْلَتُنَا وَقِبْلَتُهُمْ وَاحِدَةٌ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ مَفْتُونُونَ جَارُوا عَنِ الْحَقِّ، فَحَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نُقَاتِلَهُمْ حَتَّى يَرْجِعُوا إِلَيْهِ.
ترجمہ: تابعی ریاح بن الحارث فرماتے ہیں کہ وہ جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے کسی شخص نے اہل شام کو کافر کہا، اس کے جواب میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں کافر نہ کہو، ان کا اور ہمارا نبی ایک ہے، ان کا اور ہمارا قبلہ ایک ہے مگر یہ لوگ اہل شام حق سے دور ہو گئے ہیں ہم ان سے جنگ کر رہے ہیں

تاکہ وہ واپس حق کی طرف لوٹ آئیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 15/ 289 رقم 38996)
صحابی رسول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا خود یہ ماننا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام حق سے دور ہو گئے ہیں اور ان کو حق پر واپس لانا ہے، جس سے ان کی دیگر روایات میں ضلالت اور باطل کے معنی واضح ہو گئے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا ضلالت اور باطل پر کہنے کا مطلب حق سے دوری ہے اور ان پر کفر کا اطلاق کرنا ممنوع ہے، اس لیے مخالفین کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی لڑنے اور مخالفت کرنے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ پر کفر، ناصبیت اور باطل وضلالت کو گمراہی کا معنی کر کے اردو زبان میں مستعمل الفاظ کو سیاق وسباق اور تشریح سے ہٹ کر بیان کرنا مردود عمل ہے۔
اس تحقیق سے یہ بات تو واضح ہوئی کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں لفظ ضلالت [مخالفین کے نزدیک گمراہی]، باطل، فسق وظلم سے مراد گناہ گار، یا ظالم بدکار نہیں بلکہ حد سے تجاوز یا راہ حق سے تجاوز مراد ہے جس کو بغاوت کہا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین جنگ جمل خصوصاً جنگ صفین پر باغی، ظالم، اور فاسق کا اطلاق کیا گیا۔ مگر اگر تحقیق کی جائے تو یہ واضح ہوگا کہ باغی کے لغوی اور عرفی معنی میں ظالم، جائر اور فاسق کا اطلاق ہوتا ہے، مقصد یہ کہ ان چاروں الفاظ بطور مشترک المعنی استعمال ہوئے ہیں نہ کہ الگ الگ بطور وصف استعمال ہوئے ہیں، مخالفین ان چاروں الفاظ کو الگ الگ بیان کر کے ان کو مستقل صفت یا خصلتوں کے طور پر پیش کرتے ہیں جبکہ باغی پر لغوی اور عرفی معنوں میں ظالم، جائر اور فاسق کہا جاتا ہے یعنی ان پیش کردہ الفاظ میں جس لفظ کا اطلاق سیاق وسباق کے تناظر میں ایک ہی ہے اور وہ ہے باغی۔
خلاصہ یہ ہے کہ مخالفین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کبھی علماء کی عبارات سے فاسق، کبھی ظالم، کبھی جائر اور کبھی باطل کے الفاظ پیش کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ من ذالک باغی کے ساتھ ظالم، فاسق، جائر اور باطل پر تھے، نعوذ باللہ من ذالک، مگر ان علماء نے ظالم، فاسق، جائر اور باطل یا ناحق ہونے سے مراد عرف عام یا مستعمل معنی میں نہیں کیا بلکہ باغی کے لغوی یا عرفی معنی کے طور پر کیا ہے۔ یعنی ان تمام علماء نے چاہے فاسق، باطل، ظالم یا جائر کے لفظ استعمال کیے تو ان کی مراد صرف بغاوت ہے نہ کی ایسا فاسق جس سے گناہ کبیرہ ہوا ہو یا ظالم سے مراد ان کی یہ نہیں کہ وہ دوسروں پر ظلم کرنے والا ہو، یہ فرق سمجھنا بہت ضروری ہے اور اس کی وضاحت پر متعدد روایات اور علماء کے اقوال موجود ہیں۔

باغی پر ظالم، جور یا فاسق کا اطلاق

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین جنگ جمل خصوصاً جنگ صفین پر باغی، ظالم، اور فاسق کا اطلاق کیا گیا، مگر اگر تحقیق

کی جائے تو یہ واضح ہوگا کہ باغی کے لغوی اور عرفی معنی میں ظالم، جائر اور فاسق کا اطلاق ہوتا ہے، مقصد یہ کہ یہ چاروں الفاظ بطور مشترک المعنی استعمال ہوئے ہیں نہ کہ الگ الگ بطور وصف استعمال ہوئے ہیں، مخالفین ان چاروں الفاظ کو الگ الگ بیان کر کے ان کو مستقل صفت یا خصلتوں کے طور پر پیش کرتے ہیں جبکہ باغی پر لغوی اور عرفی معنوں میں ظالم، جائر اور فاسق کہا جاتا ہے یعنی جس لفظ کا اطلاق بھی ہو اس سے مراد ایک ہی ہے اور وہ ہے باغی۔

(1) علامہ ابن فارس باغی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بَغْيٌ : اَلْبَاءُ وَالْغَيْنُ وَالْيَاءُ، أَصْلَانِ : أَحَدُهُمَا طَلَبُ الشَّيْءِ، وَالثَّانِي : جِنْسٌ مِنَ الْفَسَادِ... وَالْأَصْلُ الثَّانِي : قَوْلُهُمْ بَغَى الْجُرْحُ، إِذَا تَرَامَى إِلَى فَسَادٍ... ثُمَّ يُشْتَقُّ مِنْ هَذَا مَا بَعْدَهُ. فَالْبَغِيُّ الْفَاجِرَةُ... وَمِنْهُ أَنْ يَبْغِيَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْآخَرِ ... وَإِذَا كَانَ ذَا بَغْيٍ فَلَا بُدَّ أَنْ يَقَعَ مِنْهُ فَسَادٌ... وَالْبَغْيُ : اَلظُّلْمُ.

ترجمہ: ''بغی کا مادہ ب، غ اور ی ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں، پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی کے مطابق یہ فساد کی ایک قسم ہے..... دوسرے معنی کی مثال دیتے ہوئے اہل زبان کا کہنا ہے: بغی الجرح، زخم فساد کی حد تک بڑھ گیا یعنی بہت زیادہ خراب ہو گیا..... اسی سے اس نوعیت کے دیگر الفاظ مشتق ہوتے ہیں مثلاً بَغِيٌّ بری عورت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ شرم و حیا کی حدیں پھلانگ کر بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے.... اور اسی مادے سے بَغْيٌ کا معنی ایک انسان کی طرف سے دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے......جب بغاوت کسی شخص کی عادت بن جائے تو اس سے فساد خود بخود جنم لیتا ہے؛ اور (اسی لیے) بَغْيٌ ظلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔''

(معجم مقاييس اللغۃ: (مادہ ''بغی''): 1/ 272 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(2) علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (م 970ھ) بغاوت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وَالْبُغَاةُ جَمْعُ بَاغٍ من بَغَى على الناس ظَلَمَ وَاعْتَدَى وَبَغَى سَعَى بِالْفَسَادِ وَمِنْهُ الْفِرْقَةُ الْبَاغِيَةُ لِأَنَّهَا عَدَلَتْ عن الْقَصْدِ.... وَفِئَةٌ بَاغِيَةٌ خَارِجَةٌ عن طَاعَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ.

ترجمہ: ''البغاۃ باغی کی جمع ہے، بغی علی الناس کا معنی ہے، اس نے لوگوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے، بغی کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے، اور اسی سے فرقہ باغیہ ہے اس لیے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ گیا ہے..... اور فئۃ باغیۃ کا معنی امام عادل کی اطاعت تسلیم نہ کرنے والا گروہ ہے۔''

(البحر الرائق: 5/ 150 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(3) علامہ حصکفی رحمہ اللہ (م 1088ھ) در المختار میں بغاوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البغی لغة الطلب، ومنه: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ. وعرفا: طلب ما لا يحل من جورٍ وظلمٍ.

ترجمہ: "لغت کی رو سے بغی کا معنی ہے: "طلب کرنا" مثلاً ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ، میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور عرف میں اس سے مراد ناجائز ظلم وستم کرنا ہے۔"

(الدر المختار شرح تنویر الابصار: 4 / 261 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہی معنوی تفصیلات تہذیب اللغۃ، الصحاح اور لسان العرب میں بھی مذکور ہیں، ان لغوی تعریفات سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ بغاوت کے لفظ میں ہی ظلم اور زیادتی کا معنی پایا جاتا ہے مزید یہ کہ اس میں شرعی قیود اور قانونی و آئینی حدود کو توڑ کر معاشرے میں بدامنی، زیادتی اور ظلم کا مرتکب ہوا جاتا ہے۔

"بغی کا مادہ ب، غ اور ي ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں، پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی) ابن فارس کے حوالہ میں بغی کے معنی میں طلب کرنا، دوسرے معنی: فساد، فاسق، ظلم وجور، اس سے واضح ہوا کہ علماء و متکلمین کے اقوال میں جدھر بھی حضرت معاویہ ؓ کی طرف فساد، فاسق، ظالم، جائر یا متعدی کے الفاظ ہیں اس سے مراد ان کی بغاوت ظاہری یا طلب قصاص ہے، بہت چالاکی سے فساد، فاسق، ظالم اور جائر کے لفظ کو عرفی معنی میں پیش کر کے عوام الناس اور خواص کے عقائد کو خراب کیا جاتا ہے۔

شاہ حسین گردیزی صاحب کا اعتراض اور اس کا تحقیقی جواب

شاہ حسین گردیزی صاحب حضرت امیر معاویہ ؓ پر یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اس حدیث (فیئة الباغیه) کے مطابق حضرت امیر معاویہ ؓ باغی ٹھہرے۔

جواب: اس کا جواب سمجھنے کے لیے پہلے بغاوت اور باغی کو سمجھنا ہوگا اہل علم کے ہاں باغی کسے کہا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

بغاوت کیا ہے اور باغی کون ہوتا ہے؟

بغاوت کی لغوی تعریف:

بغاوت البغی سے مشتق ہے اور البغی لغوی طور پر کبھی طلب کے لئے آتا ہے اور کبھی تعدی (ظلم وزیادتی) کے لئے، اصطلاحِ فقہاء میں بغاوت سے مراد ایسی حکومت کے احکام کو نہ ماننا اور اس کے خلاف مسلح خروج کرنا

ہے جس کا حق حکمرانی قانون کے مطابق قائم ہوا ہو۔

(1) علامہ ابن فارس باغی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بَغْيٌ : اَلْبَاءُ وَالْغَيْنُ وَالْيَاءُ، أَصْلَانِ : أَحَدُهُمَا طَلَبُ الشَّيْءِ، وَالثَّانِي : جِنْسٌ مِنَ الْفَسَادِ... وَالْأَصْلُ الثَّانِي : قَوْلُهُمْ بَغَى الْجَرْحُ، إِذَا تَرَامَى إِلَى فَسَادٍ... ثُمَّ يُشْتَقُّ مِنْ هَذَا مَا بَعْدَهُ. فَالْبَغِيُّ الْفَاجِرَةُ... وَمِنْهُ أَنْ يَبْغِيَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْآخَرِ ... وَإِذَا كَانَ ذَا بَغْيٍ فَلَا بُدَّ أَنْ يَقَعَ مِنْهُ فَسَادٌ... وَالْبَغْيُ : اَلظُّلْمُ.

ترجمہ: ''بغی کا مادہ ب، غ اور ي ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں، پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی کے مطابق یہ فساد کی ایک قسم ہے..... دوسرے معنی کی مثال دیتے ہوئے اہل زبان کا کہنا ہے: بغي الجرح، زخم فساد کی حد تک بڑھ گیا یعنی بہت زیادہ خراب ہوگیا..... اسی سے اس نوعیت کے دیگر الفاظ مشتق ہوتے ہیں مثلاً بَغِيٌّ بری عورت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ شرم وحیا کی حدیں پھلانگ کر بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے.... اور اسی مادے سے بَغْيٌ کا معنی ایک انسان کی طرف سے دوسرے پر ظلم وزیادتی ہے...... جب بغاوت کسی شخص کی عادت بن جائے تو اس سے فساد خود بخود جنم لیتا ہے؛ اور (اسی لیے) بَغْيٌ ظلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔'' (معجم مقاییس اللغہ: (مادہ ''بغی''): 1/ 272 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(2) علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (م 970ھ) بغاوت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وَالْبُغَاةُ جَمْعُ بَاغٍ من بَغَى على الناس ظَلَمَ وَاعْتَدَى وَبَغَى سَعَى بِالْفَسَادِ وَمِنْهُ الْفِرْقَةُ الْبَاغِيَةُ لِأَنَّهَا عَدَلَتْ عن الْقَصْدِ.... وَفِئَةٌ بَاغِيَةٌ خَارِجَةٌ عن طَاعَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ.

ترجمہ: ''البغاۃ باغی کی جمع ہے، بغی علی الناس کا معنی ہے، اس نے لوگوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے، بَغَی کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے، اور اسی سے فرقہ باغیہ ہے اس لیے کہ وہ راہ راست سے ہٹ گیا ہے..... اور فئۃ باغیۃ کا معنی امام عادل کی اطاعت تسلیم نہ کرنے والا گروہ ہے۔''

(البحر الرائق: 5/ 150 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(3) علامہ حصکفی رحمہ اللہ (م 1088ھ) در المختار میں بغاوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البغي لغة الطلب، ومنه: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ. وعرفا: طلب ما لا يحل من جورٍ وظلمٍ.

ترجمہ: ''لغت کی رو سے بغی کا معنی ہے: ''طلب کرنا'' مثلاً ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ، میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور عرف میں اس سے مراد ناجائز ظلم وستم کرنا ہے۔''

(الدر المختار شرح تنویر الابصار: 4 / 261 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہی معنوی تفصیلات تہذیب اللغۃ، الصحاح اور لسان العرب میں بھی مذکور ہیں، ان لغوی تعریفات سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ بغاوت کے لفظ میں ہی ظلم اور زیادتی کا معنی پایا جاتا ہے مزید یہ کہ اس میں شرعی قیود اور قانونی و آئینی حدود کو توڑ کر معاشرے میں بدامنی، زیادتی اور ظلم کا مرتکب ہوا جاتا ہے۔

بغاوت کی اصطلاحی تعریف

اہل لغت نے بغاوت کی کئی تعریفات بیان کی ہیں اور وہ سب ایک ہی معنوی اصل کی طرف لوٹتی ہیں، اسی طرح مختلف فقہی مذاہب میں بھی بغاوت کی کئی تعریفات کی گئی ہیں، ان سب میں بھی معنوی اصل ایک ہی ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

فقہائے احناف اور بغاوت کی تعریف

(1) فقہائے احناف میں سے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (م 861ھ) انہوں نے فتح القدیر میں بغاوت کی سب سے جامع تعریف کی ہے اور باغیوں کی مختلف اقسام بیان کی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

وَالْبَاغِي فِي عُرْفِ الْفُقَهَاءِ: الْخَارِجُ عَنْ طَاعَةِ إِمَامِ الْحَقِّ. وَالْخَارِجُونَ عَنْ طَاعَتِهِ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ: أَحَدُهَا الْخَارِجُونَ بِلَا تَأْوِيلٍ بِمَنَعَةٍ وَبِلَا مَنَعَةٍ يَأْخُذُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ وَيَقْتُلُونَهُمْ وَيُخِيفُونَ الطَّرِيقَ وَهُمْ قُطَّاعُ الطَّرِيقِ. وَالثَّانِي قَوْمٌ كَذَلِكَ إِلَّا أَنَّهُمْ لَا مَنَعَةَ لَهُمْ لَكِنْ لَهُمْ تَأْوِيلٌ، فَحُكْمُهُمْ حُكْمُ قُطَّاعِ الطَّرِيقِ، إِنْ قَتَلُوا قُتِلُوا وَصُلِبُوا، وَإِنْ أَخَذُوا مَالَ الْمُسْلِمِينَ قُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ عَلَى مَا عُرِفَ. وَالثَّالِثُ قَوْمٌ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَحَمِيَّةٌ خَرَجُوا عَلَيْهِ بِتَأْوِيلٍ يَرَوْنَ أَنَّهُ عَلَى بَاطِلٍ كُفْرٍ أَوْ مَعْصِيَةٍ يُوجِبُ قِتَالَهُ بِتَأْوِيلِهِمْ، وَهَؤُلَاءِ يُسَمَّوْنَ بِالْخَوَارِجِ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ وَيَسْبُونَ نِسَاءَهُمْ وَيُكَفِّرُونَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَحُكْمُهُمْ عِنْدَ جُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ وَجُمْهُورِ أَهْلِ الْحَدِيثِ حُكْمُ الْبُغَاةِ.....وَالرَّابِعُ قَوْمٌ مُسْلِمُونَ خَرَجُوا عَلَى إِمَامِ الْعَدْلِ وَلَمْ يَسْتَبِيحُوا مَا اسْتَبَاحَهُ الْخَوَارِجُ مِنْ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَسَبْيِ ذَرَارِيِّهِمْ وَهُمُ الْبُغَاةُ.

ترجمہ: "فقہاء کے ہاں عرف عام میں آئین وقانون کے مطابق قائم ہونے والی حکومت کے نظم اور اتھارٹی

کے خلاف مسلح جدو جہد کرنے والے کو باغی کہا جاتا ہے، حکومت وقت کے نظم کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی چار قسمیں ہیں:

"پہلی قسم ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو طاقت کے بل بوتے یا طاقت کے بغیر بلا تاویل حکومت کی اتھارٹی اور نظم سے خروج کرنے والے ہیں اور لوگوں کا مال لوٹتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، یہ لوگ راہزن ہیں۔

"دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس غلبہ پانے والی طاقت وقوت تو نہ ہو لیکن مسلح بغاوت کی غلط تاویل ہو، پس ان کا حکم بھی راہزنوں کی طرح ہے اگر یہ قتل کریں تو بدلہ میں انہیں قتل کیا جائے اور پھانسی چڑھایا جائے اور اگر مسلمانوں کا مال لوٹیں تو ان پر شرعی حد جاری کی جائے۔

"تیسری قسم کے باغی وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت وقوت اور جمعیت بھی ہو اور وہ کسی من مانی تاویل کی بناء پر حکومت کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور ان کا یہ خیال ہو کہ حکومت باطل ہے اور کفر و معصیت کی مرتکب ہو رہی ہے ان کی اس تاویل کے باوجود حکومت کا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہوتا ہے، ایسے لوگوں پر خوارج کا اطلاق ہوتا ہے جو مسلمانوں کے قتل کو جائز اور ان کے اموال کو حلال قرار دیتے تھے اور مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بناتے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکفیر کرتے تھے، جمہور فقہاء اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کا حکم بھی خوارج اور باغیوں کی طرح ہی ہے.....

"چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے حکومت وقت کے خلاف مسلح بغاوت تو کی لیکن ان چیزوں کو مباح نہ جانا جنہیں خوارج نے مباح قرار دیا تھا جیسے مسلمان کو قتل کرنا اور ان کی اولادوں کو قیدی بنانا وغیرہ یہی لوگ باغی ہیں۔" (فتح القدیر:13/ 299،302)

(2) علامہ زین الدین بن نجیم حنفی رحمہ اللہ (م970ھ) باغی کی تعریف یوں کرتے ہیں:

وَأَمَّا الْبُغَاةُ فَقَوْمٌ مُسْلِمُونَ خَرَجُوا علی الْإِمَامِ الْعَدْلِ ولم يَسْتَبِيحُوا ما اسْتَبَاحَهُ الْخَوَارِجِ من دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَسَبْيِ ذَرَارِيِّهِمْ.

ترجمہ: "جہاں تک باغیوں کا تعلق ہے تو یہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ ہیں جو عادل امام (خلیفہ وقت) کے خلاف مسلح ہو کر مقابلے میں نکل آتے ہیں، بے شک جس چیز کو خوارج نے حلال قرار دیا ہے یہ اس کو حلال قرار نہ دیتے ہوں مثلاً مسلمان کا خون بہانا اور ان کی اولادوں کو قید کرنا۔"

(البحر الرائق فی شرح الکنز الدقائق:5/ 151)

(3) علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (م 1252ھ) نے رد المحتار میں بغاوت کی تعریف اس طرح کی ہے:

أَهْلُ الْبَغْيِ كُلُّ فِئَةٍ لَهُمْ مَنَعَةٌ يَتَغَلَّبُونَ وَيَجْتَمِعُونَ وَيُقَاتِلُونَ أَهْلَ الْعَدْلِ بِتَأْوِيلٍ يَقُولُونَ الْحَقُّ مَعَنَا وَيَدَّعُونَ الْوِلَايَةَ.

ترجمہ: "باغیوں سے مراد ہر وہ گروہ ہے جس کے پاس مضبوط ٹھکانے اور طاقت ہو اور وہ غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لوگوں کو منظم کر کے اہل عدل کے خلاف تاویل کی بناء پر جنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور وہ حکومت کا دعویٰ کرتے ہیں۔" (رد المحتار علی در المختار: 16/ 377)

فقہائے مالکیہ اور بغاوت کی تعریف

مالکی فقہاء میں سے امام محمد بن احمد بن جزی الکلبی الغرناطی رحمہ اللہ (م 741ھ) نے "القوانین الفقھیۃ" میں لکھا ہے:

البغاۃ: هم الذی یقاتلون علی التأویل، والذین یخرجون علی الإمام، أو یمتنعون من الدخول فی طاعته، أو یمنعون حقاً وجب علیهم کالزکاۃ وشبهها.

ترجمہ: "باغی وہ لوگ ہیں جو امام کے خلاف تاویلات کی بناء پر مسلح بغاوت کرتے ہیں یا اس کی اطاعت کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور وہ حق ادا نہیں کرتے جس کی ادائیگی ان کے ذمہ لازم تھی جیسا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی یا اس طرح کے دیگر واجبات۔" (القوانین الفقھیہ لابن جزی: 3/ 63)

امام دسوقی المالکی رحمہ اللہ نے "حاشیۃ علی الشرح الکبیر" کے باب ذکر فیہ البغی وما یتعلق بہ میں لکھا ہے:

وَهُوَ لُغَةً التَّعَدِّي وَبَغَى فُلَانٌ عَلَى فُلَانٍ اسْتَطَالَ عَلَيْهِ وَشَرْعًا قَالَ ابْنُ عَرَفَةَ هُوَ الِامْتِنَاعُ مِنْ طَاعَةِ مَنْ ثَبَتَتْ إمَامَتُهُ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ بِمُغَالَبَةٍ وَلَوْ تَأَوُّلًا.

ترجمہ: "لغت کی رو سے بغاوت کا معنیٰ "سرکشی" ہے اور "بغی فلان علی فلان" کا مطلب ہے: فلاں نے فلاں پر سرکشی کی اور ابن عرفہ نے فرمایا: شرعی طور پر کسی قانونی حکومت پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس کی اطاعت سے ان کاموں میں انکار کرنا بغاوت کہلاتا ہے جو معصیت نہ ہوں، اگرچہ وہ بغاوت کسی تاویل کی بناء پر ہی کیوں نہ ہو۔" (حاشیہ دسوقی علی شرح الکبیر: 18/ 273)

فقہائے شافعیہ اور بغاوت کی تعریف

(1) فقہائے شافعیہ میں سے امام نووی رحمہ اللہ (م 676ھ) نے اپنی کتاب "روضۃ الطالبین" میں ایک

مستقل باب "قتال البغاۃ" کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دیگر تفصیلات کا تذکرہ کرنے سے قبل باغی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الباغي في إصطلاح العلماء هو المخالف لإمام العدل، الخارج عن طاعته بامتناعه من أداء واجب عليه أو غيره بشرط.

ترجمہ: "علماء کی اصطلاح میں باغی امام عادل کے اس مخالف کو کہتے ہیں جو اس کی اطاعت تسلیم نہ کرے اس طرح کہ جو اس پر یا دوسروں پر واجب ہے وہ مشروط طور پر روک لے۔"

(روضۃ الطالبین: 10/ 50 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

(2) علامہ زکریا انصاری الشافعی رحمہ اللہ (م 926ھ) باغیوں کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

البغاة: هم مخالفو إمام بتأويل باطل ظنا وشوكة لهم، ويجب قتالهم. وأما الخوارج: وهم قوم يكفرون مرتكب كبيرة ويتركون الجماعات. فلا يقاتلون مالم يقاتلوا.

ترجمہ: "باغی وہ لوگ ہیں جو تاویل باطل کا سہارا لیتے ہوئے اپنی قوت و طاقت کی بناء پر حکومت کی مخالفت کریں، ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے، خوارج تو ایسی قوم ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ اکٹھا ہونے کو ترک کر دیتے ہیں، مگر ان سے اس وقت تک جنگ نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں۔" (منہج الطلاب فی فقہ الامام الشافعی: ص 258)

(3) امام شربینی رحمہ اللہ (م 977ھ) الاقناع میں لکھتے ہیں:

البغاة: جمع باغ. والبغي: الظلم ومجاوزة الحد. سموا بذلك لظلمهم وعدولهم عن الحق. والأصل فيه آية: وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا... وليس فيها ذكر الخروج على الإمام صريحاً لكنها تشمله بعمومها أو تقتضيه. لأنه إذا طلب القتال لبغي طائفة على طائفة فللبغي على الإمام أولى. وهم مسلمون مخالفو إمام ولو جائرا، بأن خرجوا عن طاعته بعدم انقيادهم له أو منع حق توجه عليهم كزكاة بالشروط الآتية. ويقاتل أهل البغي وجوبا كما استفيد من الآية المتقدمة.

ترجمہ: "البغاۃ: باغ کی جمع ہے "البغی" کا معنی ظلم ہے اور حد سے تجاوز کرنا بھی، باغیوں کو باغی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم بھی کرتے ہیں اور حق سے بھی ہٹ جاتے ہیں، اس میں اصل یہ آیہ کریمہ ہے: (اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں) اس میں صراحتاً امام کے خلاف خروج کا ذکر تو نہیں لیکن یہ

آیت مبارکہ اپنے عموم کی وجہ سے خروج کو شامل ہے یا اس خروج کا تقاضا کرتی ہے، اس لیے کہ جب ایک گروہ کا دوسرے کے خلاف بغاوت کے سبب جنگ کرنا واجب ہے تو امام (خلیفہ) کے خلاف بغاوت کرنے والے گروہ کے خلاف جنگ تو بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی اور وہ خلیفہ مخالف مسلمان ہیں اگرچہ وہ حکومت ظالم ہی کیوں نہ ہو، انہوں نے خلیفہ کی اطاعت کو تسلیم نہ کرکے اس کے ظلم سے خروج کیا ہے یا ان حقوق کی ادائیگی سے انکار کردیا جو ان پر لازم تھی جیسے زکوٰۃ، اہل بغاوت کے ساتھ وجوبی طور پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ مذکورہ آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔" (الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع: 2/ 202)

امام شربینی نے یہی تفصیل "مغنی المحتاج: 4/ 123" میں بھی بیان کی ہے۔

فقہائے حنابلہ اور بغاوت کی تعریف

(1) فقہائے حنابلہ میں ابن ہبیرہ رحمہ اللہ الحنبلی (م 587ھ) نے باغیوں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

واتفقوا على أنه إذا خرج على إمام المسلمين طائفة ذات شوكة بتأويل مشتبه، فإنه يباح قتالهم حتى يفيؤا.

ترجمہ: اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر مسلمانوں کے امام کے خلاف کوئی فرقہ مشتبہ تاویل کے ساتھ بغاوت کرے تو ان سے اس وقت تک لڑنا جائز ہے جب تک کہ وہ صلح نہ کرلیں۔ (الافصاح: ص 402)

(2) امام ابن قدامہ رحمہ اللہ (م 620ھ) نے بغاوت کی تعریف میں لکھا ہے:

قوم من أهل الحق خرجوا على الإمام بتأويل سائغ، وراموا خلعه، ولهم منعة وشوكة.

ترجمہ: اہل حق میں سے کچھ لوگوں نے معقول تاویل کے ساتھ امام کے خلاف بغاوت کی اور انہیں معزول کرنا چاہا اور ان کے پاس طاقت ہے۔ (تو وہ بھی ایک قسم کے باغی ہیں)۔

(الکافی فی فقہ ابن حنبل: 4/ 54)

(3) محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ (م 763ھ) "الفروع" میں لکھتے ہیں:

أَهْلُ الْبَغْيِ وَهُمُ الْخَارِجُونَ عَلَى الْإِمَامِ بِتَأْوِيلٍ سَائِغٍ، وَلَهُمْ شَوْكَةٌ. لَا جَمْعٌ يَسِيرٌ، خِلَافًا لِأَبِي بَكْرٍ، وَإِنْ فَاتَ شَرْطٌ فَقُطَّاعُ طَرِيقٍ. وَفِي التَّرْغِيبِ: لَا تَتِمُّ الشَّوْكَةُ إِلَّا وَفِيهِمْ وَاحِدٌ مُطَاعٌ، وَأَنَّهُ يُعْتَبَرُ كَوْنُهُمْ فِي طَرَفِ وِلَايَتِهِ. (الفروع: 11/ 304)

ترجمہ: "باغی وہ لوگ ہیں جو بظاہر پرکشش تاویل کی بناء پر حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں اور ان کے

پاس قوت و طاقت یعنی اسلحہ اور افرادی قوت خوب ہو اور ان کی جماعت چھوٹی نہ ہو، اس میں امام ابو بکر (المروزی) کا اختلاف ہے اور اگر کوئی ایک شرط مفقود ہو تو ان کو راہزن کہیں گے اور الترغیب میں لکھا ہے کہ اس وقت تک طاقت و قوت کی شرط پوری نہیں ہوتی جب تک اس جماعت کے اندر ایک لیڈر نہ ہو، اور سلطنت کے کسی ایک کونے میں ان کی مکمل داری اور قبضہ و تصرف کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔"

فقہائے جعفریہ اور بغاوت کی تعریف

(1) فقہ جعفریہ کے فقیہ ابو جعفر محمد بن حسین طوسی (م 460ھ) نے اپنی تصنیف "الاقتصاد الهادی إلی طریق الرشاد" میں الگ فصل قائم کر کے باغیوں کے احکام بیان کیے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

الباغي: هو كل من خرج على امام عادل وشق عصاه. فان على الامام أن يقاتلهم. ويجب على كل من يستنهضه الامام أن ينهض معه ويعاونه على قتالهم. ولا يجوز لغير الامام قتالهم بغير اذنه. فاذا قوتلوا لا يرجع عنهم الا أن يفيؤا الى الحق أو يقتلوا. ولا يقبل منهم عوض ولا جزية.

ترجمہ: "باغی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو امام عادل کے خلاف مسلح بغاوت کرے اور اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرے، پس حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان کے خلاف جنگ کرے، اور ہر اس شخص پر لازم ہے جسے حکومت ان کے خلاف اٹھنے کا حکم دے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرے، اور حکومت وقت کے علاوہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے ان باغیوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز نہیں، جب ان کے ساتھ جنگ شروع کر دی جائے تو اس وقت تک حکومت اس سے پیچھے نہ ہٹے جب تک وہ حق کی طرف لوٹ نہ آئیں یا قتل نہ کر دیئے جائیں، اور ان سے کسی قسم کا معاوضہ اور خراج بھی قبول نہ کیا جائے۔" (الاقتصاد: ص 315)

(2) فقہ جعفریہ کے ایک اور مفسر و فقیہ فضل بن حسن الطبرسی (م 548ھ) نے اپنی کتاب "المؤتلف من المختلف" میں باغی کی تعریف اس طرح کی ہے:

الباغي: هو الذي يخرج على إمام عادل ويقاتله، ويمنع من تسليم الحق اليه.

"باغی سے مراد وہ شخص ہے جو امام عادل کے خلاف مسلح خروج اور جنگ کرتا ہے اور اس کی اطاعت ماننے سے انکار کرتا ہے۔" (المؤتلف من المختلف: 2/377 کتاب قتال أهل البغي)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ باغی کون ہوتا ہے اور امام عادل کے خلاف مسلح خروج کرے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کبھی بھی حملہ کرنے میں پہل نہیں کی، اور نہ کبھی خروج کیا، اور نہ

ہی بھی بیعت سے انکار کیا، صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا، اور اس پر تو سب صحابہ کرام کا اجماع تھا کہ ان کا قصاص لیا جائے گا بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ صلح فرمائی اور بعد میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی صلح فرمائی، اگر وہ ان کو ایسا باغی مانتے جیسا کہ آج کے تفضیلی یا شاہ حسین گردیزی صاحب جانتے ہیں تو وہ کبھی صلح نہ فرماتے جب تک کہ وہ ان کی بیعت نہ کر لیتے مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ایسے باغی نہ تھے جیسا کہ تعریفات سے بھی واضح ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے عمل سے بھی واضح ہے۔

باغی گروہ کون تھا؟

اس حدیث میں جس باغی گروہ کی بات کی گئی ہے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود خارجی گروہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بالکل بھی مراد نہیں اور نہ ان کا نام موجود ہے حدیث میں، اسی طرح کے خارجی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی موجود تھے جب ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کو خوشخبری ہو میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (جو جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں موجود تھے) کو قتل کر دیا ہے تو اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھے جہنمی ہونے کی خوشخبری دیتا ہوں کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو حدیث رسول تھی کہ جو ان کو قتل کرے گا وہ جہنمی ہوگا اب جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں (کیوں کہ وہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے تھا) اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی باغی ہونے کا کوئی الزام نہیں لگ سکتا۔

اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر میں شامل تھے جنہیں حدیث پاک میں منافقین فرمایا گیا ہے حدیث رسول ملاحظہ کریں:

وَقَالَ : يَا عُثْمَانُ ، إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ عَسَى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيصًا ، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ عَلَى خَلْعِهِ، فَلَا تَخْلَعْهُ حَتَّى تَلْقَانِي، يَا عُثْمَانُ، إِنَّ اللهَ عَسَى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيصًا، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ عَلَى خَلْعِهِ، فَلَا تَخْلَعْهُ حَتَّى تَلْقَانِي ثَلَاثًا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اللہ تعالیٰ آپ کو خلافت کی قمیص پہنائیں گے، اگر منافق آپ سے وہ قمیص خلافت چھیننا چاہیں تو آپ نے اسے اتارنا نہیں، یہاں تک مجھے آ ملو (شہید ہو جاؤ) پھر فرمایا: اے عثمان! اللہ تعالیٰ آپ کو خلعت خلافت پہنائیں گے، اگر منافق

اسے اتارنے کی کوشش کریں تو آپ نے شہید ہونے تک اسے نہیں اتارنا یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (مسند احمد: 6/ 86 رقم 25073، وسندہ صحیح)

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے واضح طور پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فتنہ کے وقت حق پر ہونے کی بشارت ارشاد فرمائی تھی اور شہادت کو ان کے لیے بطور اعزاز ارشاد فرمایا تھا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے دی گئیں انہی بشارتوں کی وجہ سے جب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین اور باغیوں کو جو مدینہ کی حرمت پامال کرنے کے بھی مجرم تھے اور مدینہ منورہ کی حرمت پامال کرنے والوں پر حدیث میں لعنت بھیجی گئی ہے، انہیں باغیوں اور قاتلوں کو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے جھنڈے تلے دیکھا تو غلط فہمیوں اور بدگمانیاں کا پیدا ہونا لامحالہ لازم تھا جو کہ جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔

صحابی رسول حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر کے مقابل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے کیا فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ: كُنَّا مُعَسْكِرِينَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ، فَقَامَ كَعْبُ بْنُ مُرَّةَ الْبَهْزِيُّ فَقَالَ: لَوْلَا شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُمْتُ هَذَا الْمَقَامَ. فَلَمَّا سَمِعَ بِذِكْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْلَسَ النَّاسَ، فَقَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ مَرَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مُرَجِّلًا قَالَ:. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَتَخْرُجَنَّ فِتْنَةٌ مِنْ تَحْتِ قَدَمَيَّ، أَوْ مِنْ بَيْنِ رِجْلَيَّ، هَذَا، يَوْمَئِذٍ وَمَنِ اتَّبَعَهُ عَلَى الْهُدَى قَالَ: فَقَامَ ابْنُ حَوَالَةَ الْأَزْدِيُّ مِنْ عِنْدِ الْمِنْبَرِ. فَقَالَ: إِنَّكَ لَصَاحِبُ هَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَحَاضِرٌ ذَلِكَ الْمَجْلِسَ، وَلَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي فِي الْجَيْشِ مُصَدِّقًا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ بِهِ.

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے پس کعب بن مرہ بہزی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فلاں چیز نہ سنی ہوتی تو آج میں اس مقام پر کھڑا نہ ہوتا پس جب انہوں (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سنا تو لوگوں کو بٹھا

دیا اور کہا: ایک دن ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ وہاں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پیدل گزرے، راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور بالضرور اس جگہ سے جہاں میں کھڑا ہوں ایک فتنہ نکلے گا، یہ شخص اس دن (مسند خلافت پر) ہوگا جو اس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پر ہوگا پس عبداللہ بن حوالہ ازدی منبر کے پاس سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تو اس آدمی کا دوست ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ابن حوالہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جس مجلس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا میں اس مجلس میں موجود تھا اور اگر میں جانتا ہوتا کہ اس لشکر میں میری تصدیق کرنے والا کوئی موجود ہے تو سب سے پہلے یہ بات میں ہی کر دیتا۔

(1) مسند احمد: 4/ 236 رقم 18235 (2) معجم الکبیر للطبرانی: 15/ 249 رقم 17138

(3) مجمع الزوائد: 8/ 397 رقم 14537 (4) الاحاد والمثانی: 3/ 84 رقم 1381

جس طرح ان باغیوں اور قاتلوں جن کو احادیث میں منافق اور موجب لعنت فرمایا گیا کہ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر میں ہونے کی بنا پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو معتوب نہیں کیا جا سکتا اور نہ معاذ اللہ ناحق کہا جا سکتا ہے کیونکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ برحق تھے اور اپنے اس مؤقف پر بھی حق پر تھے کہ باغیوں کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی میں قصاص لینے پر باغی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد کسی اور بڑے نقصان کا موجب بن سکتے تھے اس لیے قصاص لینے کو مؤخر فرمایا، جبکہ مقابل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوری قصاص لینے کے اپنے مؤقف کو حق سمجھنے کے باوجود خطائے اجتہادی پر تھے مگر اجتہادی خطاء مطلقاً خطا یا گناہ نہیں ہوتی۔

دل تھام کر سوچیے کہ اگر اس مقام پر اہلسنت کا مؤقف نہ اپنایا جائے اور اپنی عقلوں کے گھوڑے دوڑا کر رافضیوں یا ناصبیوں کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدگمانی کی جائے تو کیا ہم اپنا ایمان محفوظ رکھ سکتے ہیں؟ اگر ہم کذاب راویوں کی جھوٹی کہانیوں پر اعتماد کر کے ایک طرف کو بدگمانی پیدا کر لیں تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بدگمان ناصبیوں کو کس منہ سے روکیں گے جو ان کے لشکر میں موجود باغیوں کے سبب انہیں معتوب کرتے ہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد محض اپنی خلافت قائم کرنا نہ تھا بلکہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل اور خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے تاریخ الاسلام میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ:

وحدثني يعلى بن عبيد: ثنا أبي قال: قال أبو مسلم الخولاني وجماعة لمعاوية: أنت تنازع عليا هل أنت مثله فقال: لا والله إني لأعلم أن عليا أفضل مني وأحق بالأمر، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، وإنما أطلب بدمه، فأتوا عليا فقولوا له: فليدفع إلى قتلة عثمان وأسلم له، فأتوا عليا فكلموه بذلك، فلم يدفعهم إليه.

ترجمہ: حضرت ابومسلم خولانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا: آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کے بارے میں تنازع کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ جیسے ہیں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں لیکن تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کر دیا گیا؟ اور میں ان کا چچا زاد بھائی ہوں اور ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہوں تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے کر دیں اور میں یہاں کا نظام ان کے سپرد کر دوں گا۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: 3/ 540)

اس سے معلوم کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو محض خلافت سے کوئی غرض نہیں تھی ان کا مطالبہ صرف قتل عثمان کا قصاص لینا تھا اور یہی بات مولا علی رضی اللہ عنہ کے مکتوب میں بھی موجود ہے۔

وكان بدء أمرنا أنا التقينا والقوم من أهل الشام. والظاهر أن ربنا واحد ونبينا واحد، ودعوتنا في الاسلام واحدة. لا نستزيدهم في الإيمان بالله والتصديق برسوله صلى الله عليه وآله ولا يستزيدوننا. الأمر واحد إلا ما اختلفنا فيه من دم عثمان.

ترجمہ: ہمارے معاملے کی ابتداء یہ ہے کہ ہم شام کے لشکر کے ساتھ ایک میدان میں جمع ہوئے جب کہ بظاہر دونوں کا خدا ایک تھا رسول ایک تھا پیغام ایک تھا نہ ہم اپنے ایمان وتصدیق میں اضافہ کے طلبگار تھے نہ وہ اپنے ایمان کو بڑھانا چاہتے تھے معاملہ بالکل ایک تھا صرف اختلاف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا۔

(نہج البلاغہ: خطبات الامام علی علیہ السلام، مکتوب 58، ص 448)

دوسری بات یہ کہ بخاری شریف میں فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں یہ الفاظ کہ امام حسن

رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائیں گے ایسے الفاظ ہیں کہ جن سے امام حسن رضی اللہ عنہ والے گروہ کی بھی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والے گروہ کے صاحب ایمان ہونے کی خود زبان نبوت نے تصدیق فرما دی اور صلح اور بیعت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کر کے امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے اس کی تائید مزید فرمادی۔

یہ حدیث شیعہ کتاب کشف الغمہ میں بھی موجود ہے۔

روى عن أبي بكرة قال بينما رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخطب إذ صعد إليه الحسن فضمه إليه وقال إن ابني هذا سيد وان الله عله أن يصلح به بين فئتين من المسلمين عظمتين.

ترجمہ: ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران یکا یک امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے تو آپ نے انہیں سینے سے لگا یا اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (کشف الغمہ: 2/320)

ذرا دل سے پوچھیے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام ایک صلح کی بشارت ارشاد فرمائیں اور یہ بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صلح کروائے گا تو کیا کوئی صاحب ایمان نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت اور اللہ تعالیٰ کے صلح کروانے کو خیر و برکت کے بجائے ظلم وستم کی نہ ختم ہونے والا سلسلہ سمجھ سکتا ہے؟

ہاں اس صلح کو خیر و برکت والا سمجھنے کے لیے ایمان کی شرط لازمی ہے اس صلح کے بعد مسلمانوں میں کم از کم بیس سال تک ہر طرح کی خانہ جنگی رک گئی، بے شمار فتوحات ہوئیں، مسلمانوں میں خوشحالی آئی، امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما بذات خود فتوحات میں شامل ہوئے۔

تیسری بات یہ کہ اگر بالفرض اس حدیث کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ٹھہرے تو پھر امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے کیوں کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہ صرف بیعت کی بلکہ انہیں مسلمانوں کا امیر بھی بنا دیا کیا امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما ایک باغی جہنمی کی بیعت کر سکتے ہیں اور انہیں سلطنت دے سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں، اور اگر کوئی رافضی کہے کہ کر سکتے ہیں تو پھر امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یزید کی بیعت نہ کرنا اور سارا گھر لٹا دینا چہ معنی دارد؟ کیا یہ حدیث امام حسن رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی جو ان کی بیعت کر لی اور کیا اس حدیث کا مفہوم آج کل کے شیعہ اور شیعہ نواز یا شاہ حسین گردیزی، مرزا جہلمی، یا قاری ظہور احمد فیضی زیادہ بہتر سمجھتے ہیں یا امام حسن رضی اللہ عنہ؟ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دلائل اور بھی ہیں لیکن اختصار کے طور پر ایک حوالہ رجال کشی کا دے دیتے ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو مع ساتھیوں کے شام بلایا جب یہ سب آگئے تو:

وأعدلهم الخطباء، فقال يا حسن قم فبايع فقام فبايع، ثم قال للحسين عليه السلام قم فبايع فقام فبايع، ثم قال قم يا قيس فبايع فالتفت إلى الحسين عليه السلام ينظر ما يأمره، فقال يا قيس انه امامي يعني الحسن عليه السلام

ترجمہ: ان کے لیے خطیب مقرر کیے گئے پھر کہا اے حسن رضی اللہ عنہ اٹھیے اور بیعت کیجیے وہ اٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو کہا آپ اٹھیے اور بیعت کیجیے تو انہوں نے بھی اٹھ کر بیعت کی پھر قیس کو فرمایا اٹھ کر بیعت کرو اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی تاکہ مرضی معلوم کر سکے آپ نے فرمایا اے قیس امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں۔ (رجال الکشی: 2/ 104)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوگئی تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے، وہ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے، انہیں خوش آمدید کہتے اور عطیات دیتے۔

عن عبد الله بن بريدة قال دخل الحسن والحسين على معاوية فأمر لهما في وقته بمائتي ألف درهم.

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں حکم دیا اپنے زمانے میں دو لاکھ درہم ادا کریں۔

(تاریخ دمشق ابن عساکر: 59/ 193)

أخبرنا أبو علي الحسن بن المظفر أنا محمد بن علي بن الحسن أنا أبو الحسن علي بن معروف بن محمد البزاز نا عبد الله بن سليمان نا محمد بن عقيل نا علي ابن الحسين حدثني أبي حدثني ابن بريدة قال دخل الحسن بن علي بن أبي طالب على معاوية بن أبي سفيان فقال أما والله لأجيزنك بجائزة لم أجزها أحد من قبلك من العرب ولا أجيزها بعدك قال فأعطاه أربع مائة ألف.

ترجمہ: ابن بریدہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ دیا ہو گا چنانچہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ درہم دیے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/193)

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برابر ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے رہے وہ انہیں عطیہ دیتے اور ان کی بھرپور عوت کرتے۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر: 11/477)

کچھ تواریخ کے مطابق سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیے گئے لشکر میں بھی شرکت فرمائی۔

چوتھی اہم بات یہ کہ جس کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ باغی اور منافق نہ کہیں انہیں آج کل کے لوگ کس منہ سے کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو انہیں اپنا بھائی کہا ہے۔

شیعوں کے معروف ومعتبر عالم عبداللہ بن جعفر الحمیری اپنی معتبر کتاب، قرب الاسناد، میں بسندِ صحیح روایت کرتا ہے اس سند کے دو راوی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں خود آئمہ معصومین ہیں اور باقی تین راوی معتبر اور ثقہ شیعہ راوی ہیں جن کو جمہور شیعہ علماء نے ثقہ اور صحیح کہا ہے۔

جعفر، عن أبيه: أن عليا عليه السلام كان يقول لأهل حربه إنا لم نقاتلهم على التكفير لهم، ولم نقاتلهم على التكفير لنا، ولكنا رأينا أنا على حق، ورأوا أنهم على حق.

ترجمہ: امام جعفر علیہ السلام اپنے والد امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے مدِمقابل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی لشکر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ان سے لڑائی اس لیے نہیں کی کہ وہ ہمیں یا ہم ان کو کافر سمجھتے تھے لیکن ہوا یوں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ (قرب الاسناد: ص93)

جعفر، عن أبيه عليه السلام: أن عليا عليه السلام لم يكن ينسب أحدا من أهل حربه إلى الشرك ولا إلى النفاق، ولكنه كان يقول: " هم إخواننا بغوا علينا.

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے مدمقابل (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں) میں سے

کسی کو مشرک یا منافق کی نسبت یاد نہیں کرتے تھے لیکن یوں کہتے تھے وہ ہمارے بھائی تھے ان سے زیادتی ہوئی۔ (قرب الاسناد: ص94)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد کیا تھا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں اور خلفاء راشدین میں شامل ہیں اس لئے ان تمام جنگوں اور معرکوں میں حق بجانب وہی تھے خطاء آپ کی مخالف جماعت سے ہوئی تھی، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ علماء اہل سنت نے اس خطاء کو خطائے اجتہادی قرار دیا ہے نیز اس پر فریق مخالف کے لئے اجر وانعام کو بھی ثابت فرمایا ہے، کیونکہ ان کی بغاوت (یہاں بغاوت سے مراد خلیفہ وقت کے خلاف نکلنا ہے حدیث عمار رضی اللہ عنہ کی بنیاد پر نہیں) مقصد حق ہی کے لئے تھی۔

ہر بغاوت بری نہیں ہوتی

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر بغاوت بری نہیں ہوتی چنانچہ امام ابو راغب اصفہانی رحمہ اللہ بغاوت کے متعلق لکھتے ہیں:

البغی قد یکون مذموما ومحمودا.

بغاوت کبھی بری ہوتی ہے اور کبھی اچھی۔ (مفردات القرآن ص126 ط: دار القلم دمشق)

نیز حق کے لئے بغاوت تو اہل محبت کا امتیاز رہا ہے حق کے لئے بغاوت تو غیرت دینی وحمیت اسلامی کی علامت ہے ذرا غور فرمائیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف بغاوت ہی تو کی تھی یزید کے ہاتھ پر سوائے چند افراد کے جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے سب نے بیعت کرلی تھی اس کے باوجود حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے حق کے لئے بغاوت کی اور وہ محمود تھی اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت بھی حق ہی کے لئے تھی اس بغاوت سے آپ کا مقصد فساد نہیں تھا۔

امام دحیم کا فیصلہ فیئة الباغیہ کے بارے میں

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قتل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کی طرف سے کسی نے کیا ہے، البتہ یہ طے ہے کہ ان کا قتل باغی گروہ نے کیا ہے اور اس وقت باغی گروہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے ان کو شہید کیا اور لوگوں کی جہنم کی طرف بلایا، بعض لوگوں

کا حضرت امیر معاویہ ﷜ کے گروہ کو باغی باور کرانا سراسر خلاف حقیقت ہے، کیونکہ امیر معاویہ ﷜ نے نہ تو کسی امام کی بیعت توڑی ہے، اور نہ کسی کے ساتھ کوئی بدعہدی کی ہے، اور باغی اسے کہتے ہیں جو پہلے کسی کی بیعت کرلے بعد میں یہ بیعت توڑ دے، لیکن جس نے کسی کی شروع ہی سے بیعت نہیں کی وہ اس کا باغی کیسے ہو گا؟

دراصل حدیث عمار ﷜ میں فئۃ باغیۃ کا مصداق نہ تو حضرت علی ﷜ کا گروہ ہے اور نہ ہی امیر معاویہ ﷜ کا گروہ کیونکہ ان لوگوں نے کسی کی بیعت کر کے ان کی بیعت نہیں توڑی ہے، البتہ حضرت عثمان ﷜ کے قاتلین یہ پہلے حضرت عثمان ﷜ کی بیعت کر چکے ہیں اور بعد میں ان کی بیعت توڑ دی حتیٰ کہ حضرت عثمان ﷜ کو شہید بھی کر دیا بعد میں یہ لوگ حضرت علی ﷜ کے ساتھ مل گئے اس لئے یہی لوگ حدیث میں مذکور فئۃ باغیہ کے مصداق ہیں یہی لوگ جہنم کی طرف بلانے والے تھے۔

"الفئة الباغية" سے اہل شام کو مراد لینے والوں پر امام دحیم رحمہ اللہ کا فیصلہ

امام دحیم (المتوفیٰ 245ھ) کے معاصر امام عجلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 261ھ) فرماتے ہیں:

"عبد الرحمن بن إبراهيم الدمشقي ويعرف بدحيم أبو سعيد ثقة كان يختلف إلى بغداد سمعوا منه فذكروا الفئة الباغية هم أهل الشام فقال من قال هذا فهو ابن الفاعلة"

"عبدالرحمن بن ابراہیم الدمشقی یہ دحیم کے لقب سے معروف ہیں، ان کی کنیت ابوسعید ہے یہ ثقہ ہیں، آپ بغداد آیا جایا کرتے تھے، وہاں کے لوگوں نے ان سے احادیث سنی، ایک دن لوگوں نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ "الفئة الباغية" (باغی گروہ) اہل شام ہیں، اس پر امام دحیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص ایسا کہے وہ فاحشہ کی اولاد ہے" [معرفة الثقات للعجلی: 2/ 72، رقم 1016، تاریخ بغداد للخطیب، طبع بشار: 11/ 549]

امام دحیم رحمہ اللہ زبردست ثقہ، حافظ اور متقن امام ہیں، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ان کی احادیث موجود ہیں، جرح وتعدیل میں ان کا بہت بڑا مقام ہے، بالخصوص شام کے لوگوں کے بارے میں ان کی رائے فیصلہ کن ہے۔

امام أبو یعلی الخلیلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 446ھ) فرماتے ہیں:

"أحد حفاظ الأئمة، متفق عليه، يعتمد عليه في تعديل شيوخ الشام وجرحهم"
"ائمہ حفاظ میں سے ایک ہیں، ان کے ثقہ و مستند ہونے پر اجماع ہے، شام کے مشائخ کی تعدیل اور ان پر جرح میں ان ہی کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے" [الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی: 1/ 450]

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفیٰ 354ھ) فرماتے ہیں:

"من المتقنين الذي يحفظون علماء أهل بلده بشيوخهم وأنسابهم"
"یہ ان زبردست ثقہ ائمہ میں سے ہیں جو اپنے شہر کے علماء، ان کے مشائخ اور ان کے نسب و خاندان کے حالات یاد رکھتے تھے" [الثقات لابن حبان: 8/ 381]

امام أبو داود رحمہ اللہ (المتوفیٰ 275) فرماتے ہیں:

"دحيم حجة، لم يكن بدمشق في زمانه مثله"
"دحیم حجت ہیں، ان کے زمانہ میں دمشق میں ان کے ہم پلہ کوئی نہ تھا"

[سؤالات أبي عبيد الآجري لأبي داود: ص: 237]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفیٰ 852ھ) فرماتے ہیں:

"ثقة حافظ متقن" "آپ ثقہ، حافظ اور متقن ہیں" [تقریب التھذیب لابن حجر: رقم 3793]

نوٹ: راقم الحروف کی نظر میں بھی یہی بات راجح ہے کہ "الفئة الباغية" سے مراد اہل شام یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ نہیں ہے بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے انہیں شہید کیا اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپس میں لڑوایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے آواز کیوں اٹھائی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب ترین رشتہ دار تھے نیز انتقام کا حق صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کو نہیں تھا بلکہ ہر مسلمان کو حاصل تھا چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تحفہ اثناء عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خلیفہ عادل کا بدلہ لینا ہر مسلمان کا حق ہے ورثاء کے ساتھ یہ مخصوص نہیں۔
(تحفہ اثناء عشریہ ص 232)

اور خلیفہ عادل بھی وہ جس کی صرف شہادت کی افواہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے موت پر بیعت لی تھی کیا ایسے صحابی کے خون کا بدلہ لینا حق نہیں ہے؟
اسی لئے ابن خلدون فرماتے ہیں:

الفتنة بين علي ومعاوية وهي مقتضى العصبية كان طريقهم فيها الحق والاجتهاد ولم يكونوا في محاربتهم لغرض دنيوي أو لايثار باطل أو لاستشعار حقد كما قد يتوهمه متوهم وينزع إليه ملحد وإنما اختلف اجتهادهم في الحق وسفه كل واحد نظر صاحبه باجتهاده في الحق فاقتتلوا عليه وإن كان المصيب عليا فلم يكن معاوية قائما فيها بقصد الباطل إنما قصد الحق.

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑا اور یہ گھبراہٹ کا تقاضا ہے جس میں ان کا راستہ سچائی اور تندہی تھا اور وہ کسی دنیاوی مقصد کے لیے لڑائی میں نہیں تھے، یا جھوٹی خود غرضی کے لیے، یا بغض کو محسوس کرنے کے لیے، جیسا کہ ایک وہم پرست تصور کر سکتا ہے، اور ایک ملحد اس کی طرف مائل ہوتا ہے، بلکہ حق اور اس کی حماقت کے بارے میں ان کے اجتہاد میں اختلاف تھا، ہر ایک نے اپنے ساتھی کو حق میں متعدی کے ساتھ دیکھا تو وہ اس پر لڑے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ مصیب تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں باطل کی نیت سے نہیں کھڑے تھے بلکہ حق کی نیت سے کھڑے تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون: 1/ 205)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صورتاً باغی تھے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغاوت حق کے لیے کی تھی مگر وہ چونکہ خلیفہ برحق کے خلاف تھی اس لئے انہیں صورتاً باغی مانا گیا اسی لئے علماء نے ان کو صورتاً باغی مان کر ان کی خطاء کو خطائے اجتہادی سے تعبیر فرما کر انہیں مطعون ٹھہرانے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولا يلزم تسمية اصحاب معاوية بغاة تكفيرهم كما يحاوله جهلة الفرقة الضالة من الشيعة.

کہ اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کا تکفیری طور پر باغی ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ شیعہ کا جاہل اور گمراہ فرقہ سمجھتا ہے۔ (البدایة والنهایة: 4/ 538 فصل فی بناء المسجد الشریف)

کیا بغاوت صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی؟

معاندین معاویہ رضی اللہ عنہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی پر بغاوت کا لبادہ اڑھاتے ہیں جبکہ اس بغاوت میں بشمول ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور کئی صحابہ شامل تھے اور عجیب بات ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی مگر حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما (جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) نے تو بیعت کرنے کے باوجود بھی بغاوت میں شریک رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ:

واللہ إن طلحة والزبير لأول من بايعني وأول من غدر.

اللہ کی قسم! طلحہ وزبیر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجھ سے بیعت کی اور پہلے ہیں جنہوں نے غداری کی۔ (الکامل فی التاریخ لابن اثیر:2/39)

اب کیا کوئی ان کو بھی (نعوذ باللہ) باغی، باغی کہہ سکتا ہے؟

اگر نہیں تو پھر یہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حقیقی باغی نہ ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے اگر بغاوت کو حقیقی مانیں گے تو پھر کئی صحابہ کی ذات مجروح ہوگی جن میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں اسی لئے مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اے بھائی! معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا اس معاملے میں نہیں ہے کم وبیش آدھے صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملے میں شریک ہیں پس اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے فاسق یا کافر ہوں تو دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرسکتا۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 251 ط: پروگریس بکس لاہور)

مشاجرات صحابہ اجتہاد پر مبنی تھے

مختصرا یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء، خطائے اجتہادی ہے اس لئے ان کو مطعون کرنا جائز نہیں۔

(1) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ "الفقہ الاکبر" میں فرماتے ہیں:

تولاهم جميعا.

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک نسخہ میں آخری الفاظ یوں ہیں:

ولا نذكر احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الا بخير.

کہ ہم سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور کسی بھی صحابی کا ذکر بھلائی کے بغیر نہیں کرتے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کے شرح میں رقم طراز ہیں:

یعنی وان صدر علی بعضهم بعض ماهو فی الصورة شر فانه اما کان عن اجتهاد ولم یکن علی وجه فساد من احرار و عناد بل کان رجوعهم عنه الی خیر میعاد بناء علی حسن ظن بهم۔ (شرح الفقہ الاکبر ص153 اردو مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ترجمہ: یعنی کو بعض صحابہ کرام سے صورۃً شر صادر ہوا ہے مگر وہ کسی فساد یا عناد کے نتیجہ میں نہ تھا بلکہ اجتہاد کی بناء پر ایسا ہوا اور ان کا شر سے رجوع بہتر انجام کی طرف تھا ان سے حسن ظن کا بھی یہی تقاضا ہے۔

الفقہ الاکبر کے ایک اور شارح علامہ ابو المنتہی احمد بن محمد المگنیساوی لکھتے ہیں:

اعتقاد اهل السنة والجماعة تزکیة جمیع الصحابة والثناء علیهم کما اثنی الله ورسوله علیهم وما جری بین علی و معاویة کان مبنیا علی الاجتهاد.

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم کی جائے اور ان کی اسی طرح تعریف کی جائے جیسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی وہ اجتہاد کی بناء پر تھی۔

(شرح الفقہ الاکبر مطبوعہ مجموعۃ الرسائل السبعہ حیدر آباد دکن 1948)

(2) امام ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فأما ما جرى من علي والزبير وعائشة رضي الله عنهم أجمعين فإنما كان على تأويل واجتهاد وعلي الإمام وكلهم من أهل الاجتهاد وقد شهد لهم النبي صلى الله عليه وسلم بالجنة والشهادة فدل على أنهم كلهم كانوا على حق في اجتهادهم وكذلك ما جرى بين سيدنا علي ومعاوية رضي الله عنهما فدل على تأويل واجتهاد وكل الصحابة أئمة مأمونون غير متهمين في الدين وقد أثنى الله ورسوله على جميعهم وتعبدنا بتوقيرهم وتعظيمهم وموالاتهم والتبري من كل من ينقص أحدا منهم رضي الله عنهم أجمعين.

ترجمہ: جو جنگ حضرت علی اور حضرت زبیر وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے مابین ہوئی یہ تاویل اور اجتہاد کی بنیاد پر تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی امام تھے اور یہ تمام کے تمام مجتہدین تھے اور ان کے

لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی گواہی دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تمام اپنے اجتہاد میں حق پر تھے، اسی طرح جو جنگ حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہوئی اس کا بھی یہی حال ہے، یہ بھی تاویل واجتہاد کی بنیاد پر ہوئی، اور تمام صحابہ پیشوا ہیں، مامون ہیں، دین میں ان پر کوئی تہمت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام کی تعریف کی ہے، ہم پر لازم ہے کہ ہم ان تمام کی تعظیم وتوقیر کریں، ان سے محبت کریں اور جو ان کی شان میں کمی لائے اس سے براءت اختیار کریں۔ (الابانہ عن اصول الدیانہ: ص 251 دار الانصار قاہرہ)

(3) قاضی ابوبکر باقلانی محمد بن الطیب رحمہ اللہ (المتوفی 403ھ) فرماتے ہیں:

ويجب أن يعلم: أن ما جرى بين أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم من المشاجرة نكف عنه، ونترحم على الجميع، ونثني عليهم، ونسأل الله تعالى لهم الرضوان، والأمان، والفوز، والجنان. ونعتقد أن علياً عليه السلام أصاب فيما فعل وله أجران وأن الصحابة رضي الله عنهم إنما صدر منهم ما كان باجتهاد فلهم الأجر، ولا يفسقون ولا يبدعون. والدليل على قوله تعالى: " رضي الله عنهم ورضوا عنه " وقوله تعالى: لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم وأثابهم فتحاً قريباً وقوله صلى الله عليه وسلم: إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران، وإذا اجتهد فأخطأ فله أجر فإذا كان الحاكم في وقتنا له أجران على اجتهاده فما ظنك باجتهاد من رضي الله عنهم ورضوا عنه.

ترجمہ: واجب ہے کہ ہم جان لیں جو امور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین واقع ہوئے اس سے ہم کف لسان کریں، اور ان تمام کے لیے رحمت کی دعا کریں، تمام کی تعریف کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے رضا، امان، کامیابی اور جنتوں کی دعا کرتے ہیں، اور اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان امور میں اصابت پر تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ان معاملات میں دو اجر ہیں، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جو صادر ہوا وہ ان کے اجتہاد کی بنیاد پر تھا ان کے لیے ایک اجر ہے، نہ ان کو فاسق قرار دیا جائے گا اور نہ ہی

بدعتی اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور یہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انھیں جلد آنیوالی فتح کا انعام دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے جب حاکم اجتہاد کرے اور اس میں اصابت پر ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور جو اجتہاد کرے اور اس میں خطاء کرے، تو اس کے لیے اجر ہے جب ہمارے وقت میں حاکم کے لیے اس کے اجتہاد پر دو اجر ہیں تو پھر ان کے اجتہاد پر تمہارا کیا گمان ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ (الانصاف للباقلانی: ص22)

(4) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَلِيّ رَضِيَ الله عَنْهُ فَخِلَافَته صَحِيحَة بِالْإِجْمَاعِ ، وَكَانَ هُوَ الْخَلِيفَة فِي وَقْته لَا خِلَافَة لِغَيْرِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَة رَضِيَ الله عَنْهُ فَهُوَ مِنْ الْعُدُول الْفُضَلَاء ،وَالصَّحَابَة النُّجَبَاء رَضِيَ الله عَنْهُ وَأَمَّا الْحُرُوب الَّتِي جَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَة شُبْهَة اِعْتَقَدَتْ تَصْوِيب أَنْفُسهَا بِسَبَبِهَا ،وَكُلّهمْ عُدُول رَضِيَ الله عَنْهُمْ ،وَمُتَأَوِّلُونَ فِي حُرُوبهمْ وَغَيْرهَا ،وَلَمْ يُخْرِج شَيْء مِنْ ذَلِكَ أَحَدًا مِنْهُمْ عَنْ الْعَدَالَة. لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ اِخْتَلَفُوا فِي مَسَائِل مِنْ مَحَلّ الِاجْتِهَاد كَمَا يَخْتَلِف الْمُجْتَهِدُونَ بَعْدهمْ فِي مَسَائِل مِنْ الدِّمَاء وَغَيْرهَا ،وَلَا يَلْزَم مِنْ ذَلِكَ نَقْص أَحَد مِنْهُمْ .

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے، اپنے وقت میں وہ خلیفہ تھے ان کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل فضلاء اور نجباء صحابہ میں سے تھے ان کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں اس کی وجہ یہ شبہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک گروہ اپنی حقانیت کا اعتقاد رکھتا تھا یہ سبھی عادل ہیں، جنگوں اور دیگر اس قسم کے معاملات میں متاول ہیں ان میں سے کوئی چیز ان میں سے کسی کو عدالت سے خارج نہیں کرتی اس لیے کہ وہ سب مجتہد تھے۔

(شرح النووی علیٰ مسلم:8/ 118)

دوسرے مقام پر امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَذْهَب أَهْل السُّنَّة وَالْحَقّ إِحْسَان الظَّنّ بِهِمْ ، وَالْإِمْسَاك عَمَّا شَجَرَ بَيْنهمْ ،

وَتَأْوِيلِ قِتَالِهِمْ ، وَأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ مُتَأَوِّلُونَ لَمْ يَقْصِدُوا مَعْصِيَةً وَلَا مَحْضَ الدُّنْيَا ، بَلِ اعْتَقَدَ كُلُّ فَرِيقٍ أَنَّهُ الْمُحِقُّ ، وَمُخَالِفَهُ بَاغٍ ، فَوَجَبَ عَلَيْهِ قِتَالُهُ لِيَرْجِعَ إِلَى أَمْرِ اللهِ . وَكَانَ بَعْضُهُمْ مُصِيبًا ، وَبَعْضُهُمْ مُخْطِئًا مَعْذُورًا فِي الْخَطَأِ ؛ لِأَنَّهُ لِاجْتِهَادٍ ، وَالْمُجْتَهِدُ إِذَا أَخْطَأَ لَا إِثْمَ عَلَيْهِ ، وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ هُوَ الْمُحِقُّ الْمُصِيبُ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ . هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ .

ترجمہ: اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے، ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے، وہ بلا شبہ مجتہد اور صاحب رائے تھے، معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے اور باغی کے ساتھ قتال ضروری ہے تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطاء پر تھے اور خطاء کے باوجود وہ معذور تھے کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطاء پر بھی گنہگار نہیں ہوتا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے اہل سنت کا یہی موقف ہے۔

(شرح النووی علی مسلم:9/ 265 تحت رقم 5139)

(5) امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان كان معاوية مجتهدا وهو ماجور ان شاء الله.

اور اگر چہ معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان شاء اللہ، اللہ کے پاس اجر کو پائیں گے

(البدایۃ والنہایۃ:10/ 563، ذکر خروج الخوارج ط: دار ہجر قاہرہ)

(6) امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كما كان بين علي ومعاوية وكان علي رضي الله تعالى عنه هو المصيب ومخالفه مخطيء معذور في الخطأ لأنه بالاجتهاد والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه وقال إذا أصاب فله أجران وإذا أخطأ فله أجر.

ترجمہ: جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا، اور علی رضی اللہ عنہ صحیح تھے، اور جس نے ان سے اختلاف کیا وہ خطاء پر تھے اور خطاء میں عذر ہے، کیونکہ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے، اگر اس سے خطاء ہو جائے، اس پر کوئی گناہ نہیں، اور فرمایا کہ اگر وہ صحیح ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور اگر

وہ خطاء کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری: 24/ 167)

(7) حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والظن بالصحابة فی تلك الحروب انهم كانوا فيها متاولين وللمجتهد المخطى اجر واذا ثبت هذا فی حق احادی الناس فثبوته للصحابة بالطريق الاولى.

ترجمہ: ان لڑائیوں میں صحابہ کرام کے بارے میں گمان یہی ہے کہ وہ ان میں تاویل کرنے والے تھے مجتہد اگر اجتہاد میں خطاء کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے جب یہ حکم کسی ایک مجتہد کے لیے ثابت ہے تو صحابہ کرام کے حق میں یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہوا، اس لیے اگر کسی صحابی سے اجتہادی خطاء ہوئی تو وہ پھر بھی مستحق اجر ہے نہ کہ مستوجب مواخذہ۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 7/ 312)

حافظ ابن حجر عسقلانی اسی بحث کے ضمن میں ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف المحق منهم لأنهم لم يقاتلوا فی تلك الحروب الا عن اجتهاد وقد عفا الله تعالىٰ عن المخطئ فی الاجتهاد بل ثبت أنه يؤجر أجرا واحدا وان المصيب يؤجر أجرين.

ترجمہ: اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کے مابین واقع ہونے والے حوادث کی بناء پر ان میں کسی ایک صحابی پر طعن و تشنیع سے اجتناب واجب ہے اگر چہ یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں صحابی کا مؤقف حق تھا کیونکہ انہوں نے ان لڑائیوں میں صرف اپنے اجتہاد کی بناء پر حصہ لیا اور اللہ نے مجتہد مخطی کو معاف فرما دیا ہے بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ مجتہد کے اجتہاد میں خطاء ہو جائے تب بھی اسے ایک گنا اجر ملے گا اور جس کا اجتہاد درست ہو گا اسے دو گنا اجر ملے گا۔

(فتح الباری: 13/ 43, کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان)

(8) علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام المتوفی 861 شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں:

واعتقاد اهل السنة تزكية جميع الصحابة رضی الله عنهم وجوبا باثبات الله انه لكل منهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه وتعالىٰ واثنى عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وما جرى بين معاوية وعلی من الحروب كان مبنيا على الاجتهاد لا منازعة فی الامامة.

ترجمہ: اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام کو لازمی طور پر پاک صاف مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تزکیہ فرمایا ہے اور اہل سنت ان کے بارے میں طعن و تشنیع نہیں کرتے اور ان سب کی مدح وثناء بیان کرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے ان کی تعریف کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تعریف کی ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اجتہاد پر مبنی تھیں، یہ جنگیں امامت وخلافت کے جھگڑا کی بناء نہ تھیں۔

(المسامرہ بشرح المسایرہ ص259 باب الرکن الرابع الاصل الثامن)

(9) امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لیکن چونکہ یہ خطاء خطائے اجتہادی کی طرف تھی اس لئے ملامت سے دور ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 251 ط: پروگریس بکس لاہور)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق وضلال کا گمان جائز نہیں۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 251 ط: پروگریس بکس لاہور)

(10) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

واما آن که حضرت عائشه و طلحه و زبیر رضی الله عنهم مجتهد مخطی معذور بودند ازاں قبیل که من اجتهد فقد اخطا فله اجر واحد پس ازاں جهت که متمسک بودند بشبه هر چند دلیل دیگر ارجح ازوی بعد و موجب آن شبه دو چیز است الخ.

ترجمہ: رہا یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم خطاء کرنے والے معذور تھے اس اصول پر کہ جس نے اجتہاد کیا اور خطاء کھائی تو وہ ایک اجر کا مستحق ہے تو وہ اس اعتبار سے معذور ہیں کہ انہوں نے شبہ سے استدلال کیا اگرچہ اس سے زیادہ راجح دوسری دلیل بھی موجود تھی، اس شبہ کا موجب دو چیزیں تھیں۔ (ازالۃ الخفاء: 6/456)

اس کے بعد انہوں نے ان دو شبہات کو بیان کیا ہے اور دونوں کے قرائن و دلائل بھی بیان کیے ہیں اس تفصیل کے بعد شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں: انہی شبہات کی بناء پر ہی حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ صفین ہوئی آپ رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

واما آنکه معاویه مجتهد مخطی معذور بود پس ازاں جهت که متمسک بود بشبه
هر چند دلیل دیگر در میزان شرح راجح تر ازاں بر آمد مانند آنچه در قصر اہل
جمل تقریر گردم بازیادات اشکال۔

ترجمہ: اور رہا یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مخطی اور معذور تھے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شبہ کے ساتھ دلیل پکڑے ہوئے تھے اگرچہ دوسری دلیل بھی موجود تھی جو میزان شریعت میں اس سے زیادہ وزن رکھتی تھی، اسی طرح جس کی تقریر ہم اہل جمل کے قصہ میں بیان کر چکے ہیں بعض اشکال کے اضافہ کے ساتھ۔ (ازالۃ الخفاء: 6/460)

گویا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل جمل سے بھی زیادہ اشکالات تھے جن کی بناء پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کر سکے اور بالآخر اس کا نتیجہ جنگ صفین کی شکل میں سامنے آیا ان اشکالات کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی معذور تھے گو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف ان سے راجح اور دلائل کے اعتبار سے زیادہ صحیح تھا۔

(11) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے صلح امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ لکھا تھا کہ:

اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے تو وہ الزام امام حسن رضی اللہ عنہ پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبار مسلمین وانتظام شرع دین باختیار خود ایسے شخص کو تفویض فرما دیا اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ: 29/378)

ان کی خطاء خطائے اجتہادی تھی وہ صورتاً باغی تھے ورنہ حقیقت میں ان کا جنگ کرنا بھی حق کی خاطر ہی تھا اس لئے ان پر ملامت کرنا زندیقیت کی علامت ہے۔

حقیقت یہ کہ محققین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر فسق کے اطلاق کی ممانعت کی ہے چہ جائیکہ ان پر ظالم کے لفظ کا استعمال کیا جائے لفظ ظالم اس سے مراد اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہے جو کہ امام کی اطاعت سے خروج پر استعمال ہوتا ہے لفظ ظالم سے وہ عرفی معنی نہیں جو کہ عوام الناس کے ذہن میں متشدد، اور ناانصاف شخصیت پر بولا جاتا ہے اس لیے لفظ باغی اور ظالم کے لفظ چند حوالہ جات سے دکھا کر عوام الناس کو دھوکا دینا باطل و مردود ہے جب کہ یہ واضح ہے کہ ظلم لفظ کا استعمال لغوی طور پر کیا گیا ہے نہ عرفی اصلاحی طور پر کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام برحق کی اطاعت اپنے اجتہاد وفہم سے ایک خاص شرط کے پورا ہونے تک مؤخر رکھی اس لیے صرف اس پر باغی یا ظلم جیسے لفظ کا لغوی طور پر استعمال ہوا۔

قارئین کرام کے سامنے اس نکتہ کی وضاحت بھی اہم ہے کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے باغی جیسے لغوی الفاظ کا استعمال بھی صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائیوں تک رکھا اور بعد صلح امام حسن اس لفظ کا اطلاق کو مناسب نہ سمجھا جمہور متکلمین و محققین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر کسی طرح کے اعتراض کرنے سے منع کرنے کا لکھا ہے جس کے حوالہ جات بہت سارے موجود ہیں اس لیے شاذ اقوال سے نہ تو موقف ثابت ہوتا ہے اور نہ مسلک۔

شاہ صاحب نے متعدد فقہاء احناف کے نام درج کیے ہیں جن کو لکھنے کا مقصد ان فقہاء کرام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بغاوت، ظلم، خطاء اور فساد جیسے طعن کو ثابت کرنا تھا کیونکہ موصوف نے صرف عوام الناس کو دھوکا دینا ہے اس لیے ایسے الفاظ جو کہ لغوی طور پر استعمال ہوئے ان کو عوام الناس کے سامنے اصطلاحی بنا کر پیش کیا گیا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی کتاب سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک فسق اعتقادی سے مراد خطاء اجتہادی ہے، اور ملا علی قاری نے سب صحابہ کی تعظیم کرنے کا لکھا جو موصوف نے بیان نہیں کیا۔

متکلمین اہل سنت اور لفظ باغی کا اطلاق

لفظ باغی کے اطلاق پر متکلمین اہل سنت کے دو موقف ہیں۔

اول: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کا اطلاق کرنا جائز نہیں۔ دوم: باغی کا اطلاق کیا مگر فاسق کہنے سے منع فرمایا۔

نوٹ: باغی کا اطلاق بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی سے لے کر صلح امام حسن رضی اللہ عنہ تک ہے، صلح امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد تو ان متکلمین نے بھی اس کا طلاق ممنوع لکھا ہے تفصیل کے لیے امام نسفی ماتریدی کی کتاب تبصرۃ الادلۃ: 2/ 1173 کا مطالعہ کریں۔

باغی کا اطلاق کس معنی میں؟

جن علماء نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لفظ باغی کا اطلاق کیا وہ فقہی اصطلاحی کے طور پر استعمال کیا کیونکہ فقہاء کرام کے نزدیک امام برحق کے خلاف خروج کو بغاوت کہا جاتا ہے، فقہاء کرام کا کسی کو باغی کہنا اس کو فاسق سمجھنے کو متلزم نہیں، فقہاء کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لفظ باغی استعمال کیا اس سے مراد امام برحق سے خروج پر کیا، جس سے مذمت یا طعن ثابت نہیں ہوتی۔

امام ابن الہمام رحمہ اللہ کی تصریح

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلطان جائر ہونے کی تشریح میں امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

هٰذَا تَصْرِيْحٌ بِجَوْرِ مُعَاوِيَةَ، وَالْمُرَادُ فِي خُرُوجِهِ لَا فِي أَقْضِيَتِهِ

یعنی: یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے جور (خطاء) کی تشریح ہے، اور اس سے مراد ان کا (علی رضی اللہ عنہ سے) خروج ہے نہ کے ان کے فیصلے۔ (فتح القدیر:16/334)

امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ جور سے مراد خروج اور خطاء اجتہادی ہے نہ کہ ظالم اور باطل اور ناحق ہونا۔

امام ابن نجیم المصری رحمہ اللہ کی تصریح

امام زین الدین بن ابراہیم بن نجیم المعروف ابن نجیم المصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهٰذَا تَصْرِيْحٌ بِجَوْرِ مُعَاوِيَةَ، وَالْمُرَادُ فِي خُرُوجِهِ لَا فِي أَقْضِيَتِهِ، ثُمَّ إِنَّمَا يَتِمُّ إِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ وَلِيَ الْقُضَاةَ قَبْلَ تَسْلِيمِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَهُ.

ترجمہ: یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے جور (خطاء) کی تشریح ہے، اور اس سے مراد ان کا (علی رضی اللہ عنہ سے) خروج ہے نہ کے ان کے فیصلے، پھر یہ صرف اس صورت میں کیا جاتا ہے جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے پہلے تک۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق:17/380)

علامہ بدر الدین العینی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ عینی رحمہ اللہ ہدایہ کی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں۔

هو عند أهل السنة رَحِمَهُمُ اللهُ، معاوية رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كان باغيا في نوبة علي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وبعده إلى زمان ترك أمير المؤمنين حسن رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الخلافة إليه فانعقد الإجماع على خلافة معاوية رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بعده.

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں باغی تھے اور اس دور تک جب تک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے حوالے نہیں کی تھی، اس (صلح) کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوگیا تھا۔ (البنایہ شرح ہدایہ:8/15)

فقہاء احناف کی ان واضح عبارات کے مطابق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خطاء پر ہونا اور باغی ہونا بھی صرف سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک تھا۔

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ کا مؤقف

امام اعظم رحمہ اللہ کے فرمان ہم صحابہ کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتے ہیں کی شرح میں فرماتے ہیں:

أي مجتمعين ومنفردين وفي نسخة: ولا نذكر أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إلا بخير، يعني وإن صدر من بعضهم بعض ما هو في الصورة شر، فإنه إما كان عن اجتهاد ولم يكن على وجه فساد من إصرار وعناد كان رجوعهم إلى خير معاد بناء على حسن الظن بهم.

ترجمہ: "یعنی اجتماعی طور ذکر کریں یا انفرادی طور پر، ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں، اور ایک نسخہ میں یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں، یعنی اگرچہ ان میں سے بعض سے وہ کام صادر ہوئے جو صورتاً شر ہیں، کیونکہ یہ امور ان سے اجتہاد کی بنیاد پر صادر ہوئے ہیں نہ کہ اصرار و عناد کے سبب فساد کی وجہ سے، ان سے حسن ظن کی بنیاد پر ان تمام کا مقصود بہترین انجام کی طرف تھا۔ (منح الروض الأزہر شرح فقہ الاکبر: ص209)

شم العوارض میں اپنا مؤقف بیان کرتے ہیں:

وأما من سب أحدا من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالإجماع إذا اعتقد أنه مباح.

"جو صحابہ میں کسی کو بھی برا کہے وہ بالاجماع فاسق مبتدع ہے جب کہ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ برا کہنا مباح ہے۔"
(شم العوارض ضمن مجموعہ رسائل ملا علی القاری: ص349)

شرح الشفا میں فرماتے ہیں:

ومعاوية وإن أسلم عام الفتح لكن له سبق ظاهر على من أسلم بعده دونوں كان من الصحابة أتابعين.

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ فتح مکہ کے سال ایمان لے کر آئے لیکن آپ کو اپنے بعد ایمان لانے والے چاہے وہ صحابہ ہوں یا تابعین پر واضح سبقت حاصل ہے۔ (شرح الشفاء للملا علی قاری: 1/ 97)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنی مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

جو بعض فقہاء نے اپنی عبارات میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں لفظ ''جور'' استعمال کیا ہے اور کہا ہے کان معاویہ اماما جائر (معاویہ جور کرنے والے امام تھے) تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے حق دار نہیں تھے، نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق و ضلالت ہے (یہ توجیہ اس لئے ہے) تاکہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو جائے اس کے باوجود استقامت والے حضرات ایسے الفاظ سے اجتناب کرتے ہیں جن سے مقصود کے خلاف وہم پیدا ہوتا ہو اور ''خطاء'' سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جور کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ صحیح طور پر تحقیق ہو چکا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم ص 188، 189)

علامہ عبد اللطیف سندھی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ عبد اللطیف سندھی رحمہ اللہ نے معین ٹھٹھوی کے جواب میں بھی یہ لکھا کہ

ان پر بغاوت اور جور کے لفظ کا اطلاق جو بعض الائمہ کرام کے کلام میں آیا ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کے فعل پر عصیان اور غوٰی کا اطلاق قرآن مجید میں آیا ہے۔

(ذب ذبات الدراسات ص 261)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ بعض عبارت میں جو لفظ جور یا ظلم استعمال ہوا ہے اس سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے جو کہ درست نہیں تھی، اس لفظ جور یا ظلم سے مراد فسق و گمراہی ہرگز نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی تصریح

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

روافض کا قول کذب محض ہے، عقائد نامہ میں خطاو منکر بود نہیں ہے بلکہ خطائے منکر بود، اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطاء، خطاء اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو قسم ہے، مقرر و منکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اس پر برقرار رکھا جائے گا اور اس سے

تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا، اور منکر وہ جس پر انکار کیا جائے گا جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطاء یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، بایںہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مداخلت حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: 29/ 335،336 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی لئے ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قد شهدت الاحاديث الصحيحة بالاسلام الفريقين من الطرفين

طرفین کے مسلمان ہونے پر احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: 11/ 430)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وہ مخالفتیں تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں نہ کہ ہواء و ہوس پر یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 251)

اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب یوم صفین کے مقتولین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ الْمَوْصِلِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ قَتْلَى يَوْمِ صِفِّينَ، فَقَالَ: قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ.

یزید بن اصم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صفین مقتولین کے بارے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا ہمارے اور ان کے مقتولین جنت میں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 15/ 302 رقم 39035 باب ماذکر فی صفین)

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے فریق مخالف کے مقتولین کی نماز جنازہ بھی پڑھائی ہے۔

(تاریخ طبری: 4/ 538 توجع علی علی قتلی الجمل ط: دار المعرفہ، مصر)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہا جائے

جب یہ طے ہوگیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتاً باغی نہیں تھے تو اب ان کے خلاف زبان درازی کرنا بھی جائز نہیں۔

امام ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق۔

کہ تم کسی آدمی کو صحابہ کو برا بھلا کہتا دیکھو تو سمجھو کہ وہ زندیق ہے۔ (تہذیب الکمال: 19/ 96)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لم ینقل عن السلف المجتهدین والعلماء الصالحین جواز لعن معاویة واحزابه.

مجتہدین سلف اور علماء صالحین سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو برا بھلا کہنے کا جواز منقول نہیں ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص 309)

لہٰذا آج اگر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں تو اپنی عاقبت خود خراب کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اختلاف کے اصولوں جو انہیں دین نے سکھائے تھے کے پوری طرح پابند تھے ان کے اختلاف میں بھی امت کے لیے نمونہ تھا یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان قاتلان عثمان کے مسئلہ پر اختلاف کے باوجود ادب و احترام کا تعلق تھا، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دینی مسئلے پر فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی لیتے تھے مزید شیعہ کی اپنی کتابیں گواہ ہیں کہ حضرت علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے اور ان کے اختلاف کو دینی اختلاف سمجھتے تھے بات سمجھنے کے لئے ہم صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ، عَنْ أَهْلِ الْجَمَلِ، قَالَ: قِيلَ: أَمُشْرِكُونَ هُمْ، قَالَ: مِنَ الشِّرْكِ فَرُّوا، قِيلَ: أَمُنَافِقُونَ هُمْ، قَالَ: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ إِلَّا قَلِيلاً، قِيلَ: فَمَا هُمْ، قَالَ: إِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے موقع پر پوچھا گیا جو لوگ آپ کے مقابلے میں آئے کیا وہ مشرک ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مشرک نہیں ہیں پوچھنے والے نے کہا: کیا وہ منافق ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ منافق بھی نہیں ہیں پوچھنے والے نے کہا: پھر آپ کی نگاہوں میں ان کی حیثیت کیا ہے؟ جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ لوگ ہمارے بھائی ہیں،

انہوں نے ہمارے اوپر زیادتی کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق محمد عوامہ: 15/ 255 رقم 38918)

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّينَ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ أَبَدًا، فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا، وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ كَانَ لَا يَتَحَدَّثُ بِهَا، فَقَالَ فِيمَا يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ، وَاللهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ لَقَدْ رَأَيْتُمَ الرُّؤُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ.

ترجمہ: جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! آپ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت کریں اگر آپ نے انہیں کھو دیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق محمد عوامہ: 15/ 292 رقم 39009)

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ الْمَوْصِلِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ قَتْلَى يَوْمِ صِفِّينَ، فَقَالَ: قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَيَّ وَإِلَى مُعَاوِيَةَ.

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دونوں لشکروں کے مقتولین کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ کا ان کے متعلق کیا خیال ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے: ہمارے لشکر کے مقتول اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتول سب جنت میں جائیں گے اور معاملہ اب میرے اور معاویہ کے درمیان چلا گیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق محمد عوامہ: 15/ 302 رقم 39035)

أخبرنا أبو القاسم الخضر بن الحسين بن عبدان أنا أبو القاسم بن أبي العلاء أنا أبو زكريا يحيى بن عمار بن يحيى بن شداد أنا إبراهيم بن أحمد بن محمد الأنصاري نا سعيد ابن يحيى بن سعيد نا خالد بن حيان الرقي عن جعفر بن برقان عن يزيد بن الأصم قال لما وقع الصلح بين علي ومعاوية خرج علي فمشى في قتلاه فقال هؤلاء في الجنة ثم مشى في قتلى معاوية فقال هؤلاء في الجنة وليصير الأمر إلي وإلى معاوية فيحكم لي ويغفر لمعاوية هكذا أخبرني حبيبي رسول الله (صلى الله عليه وسلم).

یزید بن الاصم فرماتے ہیں جب مولا علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہوگئی، مولا علی رضی اللہ عنہ نکل کر اپنے مقتولین کی جگہ پر گئے اور فرمایا یہ سب جنت میں ہیں اور پھر معاویہ کے مقتولین کے پاس گئے اور فرمایا یہ سب بھی جنت میں ہیں، معاملہ ضرور میرے اور معاویہ کی طرف چلا جائے گا میرے حق میں فیصلہ ہوگا اور معاویہ کی مغفرت ہوگی، اسی طرح آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی
(تاریخ دمشق:59/139)

أخبرنا أبو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو البلخي أنا أبو الحسن علي بن الحسين بن أيوب أنا أبو علي بن شاذان أنا أبو الحسن أحمد بن إسحاق بن نيخاب الطيبسي نا أبو إسحاق إبراهيم بن الحسين بن علي الكسائي الهمذاني نا يحيى بن سليمان أو سعيد الجعفي نا عبد الله بن إدريس قال سمعت أبا مالك الأشجعي ذكر عن رجل من أشجع يقال له سالم بن عبيد الاشجعي قال رأيت عليا بعد صفين وهو آخذ بيدي ونحن نمشي في القتلى فجعل علي يستغفر لهم حتى بلغ قتلى أهل الشام فقلت له يا أمير المؤمنين إنا في أصحاب معاوية فقال علي إنما الحساب علي وعلى معاوية.

ترجمہ: عبداللہ بن ادریس کہتے ہیں کہ میں نے ابو مالک اشجعی کو اشجع کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے سنا جسے سالم بن عبید الاشجعی کہتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو صفین کے بعد دیکھا اور وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے جب ہم مردوں کے درمیان چل رہے تھے، تو میں نے ان سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حساب مجھ پر اور معاویہ پر ہے۔ (تاریخ دمشق:1/343)

شیعہ کی مشہور کتاب نہج البلاغہ میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام شہریوں کی طرف گشتی مراسلہ جاری کیا کہ صفین میں ہمارے اور اہل شام کے درمیان جو جنگ ہوئی اس سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو، ہمارا رب، نبی اور دعوت ایک ہے ہم شامیوں کے مقابلے میں اللہ و رسول پر ایمان و یقین میں زیادہ نہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں ہمارا اختلاف صرف قتل عثمان میں ہے۔ (نہج البلاغہ جلد 2، صفحہ 114 مکتوب نمبر 58)

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے جیسا ایماندار اور مسلمان بتا رہے ہیں،

معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتولین کو جنتی قرار دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ہمارے اور اہل شام کے درمیان جو جنگ ہوئی اس سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو، ہمارا رب، نبی اور دعوت ایک ہے ہم شامیوں کے مقابلے میں اللہ و رسول پر ایمان و یقین میں زیادہ نہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں ہمارا اختلاف صرف قتل عثمان میں ہے، اور دشمنانِ صحابہ، ان کو کافر اور منافق قرار دینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، جنہیں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نہ منافق کہیں، نہ مشرک کہیں بلکہ انہیں اپنا بھائی قرار دیں آج محبت حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے دعویدار کھلے رافضی اور سنیوں کے لبادے میں چھپے رافضی، انہیں منافق، کافر، لعنتی نہ جانے کیا کیا کہیں، کیا یہ حُب حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا تقاضا ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ اس طرح جہاں یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی توہین کر رہے ہیں وہیں براہ راست حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو جھٹلا اور ان کی توہین کر رہے ہیں ذرا سوچو بغض معاویہ رضی اللہ عنہ میں یہ کس حد تک گر چکے اور اندھے ہو چکے ہیں کہ فرامین حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا بھی پاس نہیں رہا اللہ ہدایت عطاء فرمائے آمین۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کی نظر میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اس وقت مطلع بالکل صاف ہو چکا تھا حالات کے ماتھے سے گرد و غبار چھٹ چکے تھے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوتے تو صحابہ نہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور نہ انہیں خلافت دینے کے حق میں ہوتے مگر اسکے برعکس تمام صحابہ اولیاء و صالحین نے شیر و شکر کی طرح ان کی اطاعت فرمائی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ

مارایت رجلا کان اخلق للملك من معاویة.

کہ میں حکومت کرنے کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کسی کو لائق نہ پایا۔

(مصنف عبدالرزاق:11 /453 رقم:20985 باب ذکر ناحسن ط: المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو مکمل غیر جانبدار تھے کسی بھی جنگ میں شریک نہیں ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین فیصلے کرنے والے ہیں۔ (البدایۃ النہایۃ:11 /435)

الغرض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انیس سالہ دور حکومت میں ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حاکمیت سے کسی نے بیزاری کا اعلان کیا ہو یا ان کے دور حکومت کو ظلم و زیادتی سے تعبیر فرمایا ہو یہاں تک کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی نہیں۔

چنانچہ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ادركت خلافة معاوية جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينتزعوا يدا من طاعة ولا فارقوا جماعة.
صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے دور خلافت معاویہ کو پایا مگر کسی نے بھی امیر معاویہ کی اطاعت سے روگردانی نہیں کی اور نہ ہی الگ تھلگ ہوئے۔ (الاستیعاب:1 /446)

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنا صریح گستاخی نرا تعصب اور کھلی گمراہی ہے جو کسی کے لئے خیر نہیں ہو سکتی، اس لئے علماء امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شان معاویہ رضی اللہ عنہ ومقام معاویہ رضی اللہ عنہ کو خوب واضح کریں اور اپنا کردار ادا کریں۔

علماءِ حق پر کیوں شانِ معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنا لازم ہے؟

حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ الْعَبَّاسُ بْنُ يُوسُفَ الشِّكْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُهَلَّبِ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ السَّاحِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَالْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَدَثَ فِي أُمَّتِي الْبِدَعُ وَشُتِمَ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ: فَقُلْتُ لِلْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ: مَا إِظْهَارُ الْعِلْمِ؟ قَالَ: إِظْهَارُ السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری اُمت میں بدعتیں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے گا اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی، عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ولید بن مسلم سے دریافت کیا کہ حدیث میں اظہار علم سے کیا مراد ہے، فرمایا: اظہار سنت۔

(1) الشریعہ للآجری:5 /292 رقم 2003 (2) الاعتصام للشاطبی:1 /77
(3) الجامع الاخلاق الراوی:4 /72 رقم 1366 (4) تاریخ دمشق:54 /80

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حالات ناگفتہ بہ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے صحیح اور غلط کا فیصلہ مشکل ہو گیا تھا ایسی صورت میں صحابہ نے انہیں جو حق محسوس ہوا وہ کیا کسے نے حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور اکثر غیر جانبدار رہے ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے راہ حق اختیار کی اس لئے کسی کو بھی برا بھلا کہنا جائز نہیں سب کے سب حق پر تھے، رہی حدیث عمار رضی اللہ عنہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں کو باغی قرار دیا ہے تو اس سے وہ جماعت مراد ہے جنہوں نے آپ کو شہید کیا اور آپ کے قتل پر راضی ہوئے اور اپنے ناپاک مقاصد کے تحت لشکر معاویہ رضی اللہ عنہ میں داخل ہو گئے تھے وہی اس حدیث کا مصداق ہیں۔

مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے ہر گز مراد نہیں اگر اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مراد لیا جائے تو بہت سارے صحابہ خاص کر عشرہ مبشرہ میں داخل زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی زد میں آئیں گے البتہ خلیفہ برحق حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کی وجہ سے علماء اہلسنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھ دینے والے صحابہ اور ان کی جماعت کے فعل کو خطائے اجتہادی قرار دیا ہے ساتھ ہی اس پر اجر و ثواب کو بھی بیان فرمایا نیز اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ اس پر انہیں کوئی گناہ نہیں ہوا اور نہ ہی انہوں نے ملامت والا کام کیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَوْ نَظَرْتُمْ مَا بَيْنَ جَابَرْسَ إِلَى جَابَلْقَ مَا وَجَدْتُمْ رَجُلاً جَدُّهُ نَبِيٌّ غَيْرِي وَغَيْرَ أَخِي وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْتَمِعُوا عَلَى مُعَاوِيَةَ (وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ) {غ} قَالَ مَعْمَرٌ : جَابَرْسُ وَجَابَلْقُ الْمَغْرِبُ وَالْمَشْرِقُ. (سنن الکبریٰ للبیہقی:8 /173 رقم17156)

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم مشرق و مغرب کے درمیان کوئی بھی ایسا شخص نہیں پاؤ گے کہ جس کا نانا نبی ہو میرے اور میرے بھائی کے علاوہ تو میری رائے یہ ہے کہ تم معاویہ پر جمع ہو جاؤ: {وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ} [الانبیاء ۱۱۱] معمر نے کہا: جابرا اور جبلاق مغرب اور مشرق میں ہیں۔

اسی روایت کو امام طبرانی نے معجم الکبیر میں لکھا:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بن إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ،

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَنَّ الْحَسَنَ بن عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ: "لَوْ نَظَرْتُمْ مَا بَيْنَ جَابَرْسَ إِلَى جَابَلْقَ مَا وَجَدْتُمْ رَجُلا جَدُّهُ نَبِيٌّ غَيْرِي وَأَخِي، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْتَمِعُوا عَلَى مُعَاوِيَةَ، {وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ} [الأنبياء: 111]". قَالَ مَعْمَرٌ: "جَابَرْسُ وَجَابَلْقُ: الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ"

(معجم الکبیر للطبرانی: 3/ 147 رقم 2682)

مجمع الزوائد میں بھی اس روایت کو بیان کیا گیا ہے دیکھیے:

(مجمع الزوائد: 4/ 242 رقم 7073 رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح)

اسی لئے علماء نے اس موضوع کو چھیڑنے ہی سے منع فرمایا اور ان کا تذکرہ خیر ہی سے کرنے کی تاکید فرمائی ہے خاص کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی لعن طعن کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ دونوں فریق حق پر تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت بھی بالکل حق پر تھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بسرو چشم اس کو قبول کیا اور تاحیات امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے رہے اور ان کے حق میں کلمہ خیر ہی کہتے رہے اس لئے ہمیں بھی ان کے تعلق سے خیر کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہئے واللہ اعلم۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے ملا علی قاری رحمہ کے موقف کی تحقیق

حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے حدیث سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شرح میں علامہ ابن الملک کے حوالے سے یہ لکھا کیا کہ فئہ باغیہ سے مراد حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے، پھر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دو تاویلیں ذکر کیں کہ آپ باغی بمعنی طالب لیتے تھے، یعنی بغی کا معنی قصاص عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو طلب کرنا لیتے تھے، دوسری تاویل آپ یہ کرتے تھے کہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید ہم نے نہیں مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس لیے کہ وہی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں لے کر آئے تھے، جس کا جواب لاجواب مولا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ پھر حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بنے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں لے کر آئے تھے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان دونوں تاویلوں کو رد کیا اور ان کا جواب ذکر کیا، پھر اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے لکھا:

ثم رأيت الشيخ أكمل الدين قال: الظاهر أن هذا أى التأويل السابق عن معاوية. وما حكي عنه أيضا من أنه قتله من أخرجه للقتل وحرضه عليه كل منهما افتراء عليه، أما الأول فتحريف للحديث، وأما الثاني فلأنه ما أخرجه أحد، بل هو خرج بنفسه وماله مجاهدا في سبيل الله قاصدا لإقامة الغرض، وإنما كان كل منهما افتراء على معاوية لأنه رضي الله تعالى عنه أعقل من أن يقع في شيء ظاهر الفساد على الخاص والعام.

مفہوم: ملا علی قاری رحمہ اللہ یہاں شیخ اکمل الدین بابرتی رحمہ اللہ کا رد کرتے ہیں کہ اگر آپ کی بات تسلیم کر لی جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تاویل نہیں کی تھی تو ان کی جنگ کس بنیاد پر تھی؟ پھر تو ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی اس بغاوت سے خلیفہ یعنی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے اور مخالفت کو ترک کرتے اور اس صورت میں تو ان کا مطالبہ محض خلافت رہ جاتا اس کو بھی ترک کرتے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ للملا علی قاری: 11/18 باب فی المعجزات تحت رقم الحدیث: 5878 طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قلت: فإذا كان الواجب عليه أن يرجع عن بغيه بإطاعته الخليفة، ويترك المخالفة وطلب الخلافة المنيفة

میں کہتا ہوں اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر واجب تھا کہ وہ اپنی بغاوت سے خلیفہ کی طرف اطاعت کے ساتھ رجوع کرتے اور مخالفت اور خلافت منیفہ کی طلب کو ترک کرتے، تاویل کو تسلیم نہ کرنے میں اور پھر وہ رجوع بھی نہ کرنے میں تو ظاہر ہے نتیجہ فسق کا نکلتا ہے کہ یہ خوامخواہ کی جنگ تھی۔

جواب: لیکن نہ صرف ملا علی قاری رحمہ اللہ بلکہ بکثرت ائمہ اہل سنت کی تصریحات موجود ہیں کہ یہ مشاجرات اجتہاد کی بنیاد پر تھے، لہذا فسق مندر ہا یہ ایک اجتہادی خطاء ہوئی۔ لیکن امام اکمل الدین بابرتی کے انکار کا نتیجہ تو یہ نکلا کہ تاویل ہے ہی نہیں اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ تفریع بیان کرتے ہیں: عبارت دیکھیے:

فتبين بهذا أنه كان في الباطن باغيا وفي الظاهر متستر بدم عثمان مراعيا مرائيا. فجاء هذا الحديث عليه ناعيا. وعن عمله نها. لكن كان ذلك في الكتاب مسطورا. فصار عنده كل من القرآن والحديث مهجورا.

ترجمہ: "پھر اس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ وہ باطن میں باغی ہی تھے اور ظاہر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے پردے میں چھپے ہوئے تھے، فقط ظاہری طور پر دکھانے والے تھے، پھر یہ حدیث ان کی غلطی کو ظاہر کرنے والی، اور ان کے فعل کا انکار کرنے والی ہوئی ہاں وہی ہوا جو تقدیر میں لکھا ہوا تھا، اور قرآن وحدیث میں جو کچھ تھا وہ ان کے نزدیک مجبور ہو گیا۔"

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ للملا علی قاری: 11 / 18 باب فی المعجزات تحت رقم الحدیث: 5878 طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے محض نتیجہ بیان کیا ہے کہ علامہ بابرتی رحمہ اللہ عنہ کا مطلقاً تاویل سے ہی انکار کر دینا غلط ہے، اس سے تو یہ نتیجہ نکلے گا، حالانکہ ایسا نہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں:

فرحم الله من أنصف ولم يتعصب ولم يتعسف، وتولى الاقتصاد في الاعتقاد لئلا يقع في جانبي سبيل الرشاد من الرفض والنصب بأن يحب جميع الآل والصحب.

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو جنہوں نے انصاف کیا (یعنی اہل سنت جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاء اجتہادی پر مانتے ہیں) اور تعصب نہیں برتا اور حد سے بھی نہیں بڑھے، اور اعتقاد میں اعتدال کو پسند کیا تاکہ وہ ہدایت کے دونوں کناروں سے جدا ہو کر رفض (جو حضرت معاویہ پر طعن و تشنیع، سب وشتم کرنے والوں کا مذہب ہے) اور ناصبیت (جو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھنے کو نام ہے) میں جا نہ پڑے اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو تمام آل واصحاب سے محبت رکھے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ للملا علی قاری: 11 / 18 باب فی المعجزات تحت رقم الحدیث: 5878 طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری کا موقف کیا ہے اب ہم اس بات کو بیان کریں گے کہ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا موقف ہے اور ان کی مرقاۃ کی ایک عبارت جو امام بابرتی رحمہ اللہ کی بات کے رد پر تفریعاً تھی اس کا معنی اوپر بیان کر چکے۔

حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں:

وأما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علي رضي الله تعالى عنه والخروج معه إلى المحاربة ومن محاربة طائفة منهم له كما في حرب الجمل وصفين فلا يدل على

عدم صحة خلافته ولا على تضليل مخالفيه في ولايته، إذ لم يكن ذلك عن نزاع في حقيقة إمارته، كان عن خطأ في اجتهادهم حيث أنكروا عليه ترك القود من قتلة عثمان رضي الله تعالى عنه، بل زعم بعضهم أنه كان مائلا إلى قتله.والمخطئ في الاجتهاد لا يضلل ولا يفسق على ما عليه الاعتماد.

ترجمہ: بہر حال صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کرنا، آپ کے ساتھ جنگ پر نکلنے سے رکنا، اور ان میں سے ایک گروہ کا آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کا جو واقعہ پیش آیا جیسا کہ جنگ جمل اور صفین میں تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی عدم صحت پر دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کی حکومت میں آپ سے مخالفت کرنے والوں کی گمراہی پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ یہ تنازع حقیقتاً حکومت کے لیے نہیں تھا بلکہ ان کے اجتہاد کی وجہ سے تھا جیسا کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہ لینے پر مولائے کائنات رضی اللہ عنہ پر انکار کیا، بلکہ ان میں سے بعض نے تو یہ گمان کیا کہ (نعوذ باللہ) آپ رضی اللہ عنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مائل تھے، اور معتمد قول کے مطابق اجتہاد میں خطاء کرنے والے کی نہ تضلیل کی جاتی ہے، نہ تفسیق کی جاتی ہے۔ (منح الروض الأزہر شرح الفقہ الأکبر ص192)

مزید فرماتے ہے:

ثم كان معاوية مخطئا إلا أنه فعل ما فعل عن تأويل فلم يصر به فأسقا. واختلف أهل السنة والجماعة في تسميته باغيا فمنهم من امتنع من ذلك والصحيح قول من أطلق لقوله عليه الصلاة والسلام لعمار تقتلك الفئة الباغية.

ترجمہ: پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر تھے مگر یہ کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ تاویل کی وجہ سے کیا تو وہ فاسق نہ ہو، اور اہل سنت و جماعت کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کو باغی کہا جائے گا یا نہیں تو بعض ائمہ نے اس سے منع کیا ہے اور صحیح ان لوگوں کا قول ہے جو باغی کے اطلاق کو درست کہتے ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا عمار سے ارشاد فرمایا تھا: ''تجھے باغی گروہ شہید کرے گا''۔ (منح الروض الازہر ص200)

امام اعظم رحمہ اللہ کے فرمان ہم صحابہ کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتے ہیں کی شرح میں فرماتے ہیں:

أي مجتمعين ومنفردين وفي نسخة: ولا نذكر أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إلا بخير، يعني وإن صدر من بعضهم بعض ما هو في الصورة شر، فإنه إما كان عن اجتهاد ولم يكن على وجه فساد من إصرار وعناد كان رجوعهم إلى خير

معاد بناء على حسن الظن بهم.

ترجمہ: "یعنی اجتماعی طور ذکر کریں یا انفرادی طور پر، ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں، اور ایک نسخہ میں یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں، یعنی اگرچہ ان میں سے بعض سے وہ کام صادر ہوئے جو صورتاً شر ہیں، کیونکہ یہ امور ان سے اجتہاد کی بنیاد پر صادر ہوئے ہیں نہ کہ اصرار وعناد کے سبب فساد کی وجہ سے، ان سے حسن ظن کی بنیاد پر ان تمام کا مقصود بہترین انجام کی طرف تھا" (منح الروض الأزہر شرح فقہ الاکبر: ص209)

شم العوارض میں اپنا موقف بیان کرتے ہیں:

وأما من سب أحدا من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالإجماع إذا اعتقد أنه مباح.

"جو صحابہ میں کسی کو بھی برا کہے وہ بالاجماع فاسق مبتدع ہے جب کہ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ برا کہنا مباح ہے۔
(شم العوارض ضمن مجموعہ رسائل ملا علی القاری: ص349)

شرح الشفا میں فرماتے ہیں:

ومعاوية وإن أسلم عام الفتح لكن له سبق ظاهر على من أسلم بعده دونوں كان من الصحابة أتابعين.

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ فتح مکہ کے سال ایمان لے کر آئے لیکن آپ کو اپنے بعد ایمان لانے والے چاہے وہ صحابہ ہوں یا تابعین پر واضح سبقت حاصل ہے۔ (شرح الشفاء للملا علی قاری: 1/ 97)

مرقات میں بیان کرتے ہے:

وأما معاوية فهو من العدول الفضلاء والصحابة الأخيار، والحروب التي جرت بينهم كانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب أنفسها بسببها. وكلهم متأولون في حروبهم، ولم يخرج بذلك أحد منهم من العدالة لأنهم مجتهدون اختلفوا في مسائل كما اختلف المجتهدون بعدهم في مسائل، ولا يلزم من ذلك نقص أحد منهم.

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل فاضل اور بہترین صحابہ میں سے تھے، وہ جنگیں جو ان کے درمیان ہوئیں، ان میں سے ہر ایک گروہ کو شبہ تھا جس کے سبب وہ اپنے آپ کو صواب (یعنی حق) پر ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا، اور یہ تمام اپنی جنگوں میں تاویل کرنے والے تھے، اس سبب ان میں سے کوئی عدالت سے خارج نہیں ہوا، اس لیے کہ یہ تمام مجتہد تھے، اور انہوں نے مسائل میں اختلاف کیا جیسا کہ ان کے بعد آنے والے مجتہدین

نے مسائل میں اختلاف کیا، اور ان میں سے کسی میں بھی اس سبب نقص واقع نہ ہوا۔
(مرقاۃ المفاتیح: 10/ 355)
حضرت ملا علی قاری حنفی مکی رحمہ اللہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں سے مطلق مزید فرماتے ہے:
ولعل المراد بهذه الفتنة الحرب التي وقعت بين أمير المؤمنين علي رضي الله عنه وبين معاوية رضي الله عنه ولا شك أن من ذكر أحدا من هذين الصدرين وأصحابهما يكون مبتدعا، لأن أكثرهم كانوا أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم اهـ وقد قال صلى الله عليه وسلم: "إذا ذكر أصحابي فأمسكوا" أي: عن الطعن فيهم، فإن رضا الله تعالى في مواضع من القرآن تعلق بهم، ابد أن يكون مآلهم إلى التقوى ورضا المولى وجنة المأوى، وأيضا لهم حقوق ثابتة في ذمة الأمة، فلا ينبغي لهم أن يذكروهم إلا بالثناء الجميل والدعاء الجزيل....الخ.
ترجمہ: شاید اس فتنے سے مراد وہ جنگ تھی امیر المؤمنین مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوئی تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ان دونوں گروہوں کے سرداروں اور ساتھیوں کے بارے منفی بات کرے گا، وہ بدعتی (بدمذہب) ہے کیونکہ ان دونوں گروہوں کے اکثر لوگ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ (منہ بند رکھو) یعنی ان پر طعن کرنے سے رک جاؤ کیونکہ قرآن کریم میں ان اصحاب کے لیے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رضا ثابت ہے تو ضروری طور پر ان کا انجام تقویٰ، رب تعالیٰ کی رضا اور جنت ماویٰ ہے اور اس کے ساتھ امت پر بھی ان کے حقوق ثابت ہیں، تو جائز نہیں کسی کے لیے کہ ان کا ذکر کرے، مگر فضائل، تعریفات اور دعاؤں کے ساتھ۔
(اس کے ساتھ تقریبا دو صفحات اور پچاس سے زائد سطروں میں اپنا عقیدہ بیان کیا)
دونوں گروہ مجتہد تھے، حق مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوئی، کوئی عالم، ولی حتیٰ کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہو سکتے جو ان پر شتم کے ذریعے یا غیبت کے ساتھ زبان چلائے یا جو ان کو مارنے کا قصد کرنے اس کے اور ان کافروں کے کاموں میں کوئی فرق نہیں جنھوں نے صحابہ سے جنگ کی، ان پر طعن سے زبان کو روکا جائے گا کیونکہ دونوں مجتہد تھے، مسلمانوں کے لیے نفع مند یہی ہے کہ وہ ان کے معاملے میں نہ پڑیں، عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ نے ان کے خون سے ہمارے ہاتھ بچائے ہیں تو ہم اپنی زبانوں کو ان معاملات کے ذکر سے پاک رکھیں

گے امام نووی فرماتے ہیں: بعض حق پر تھے بعض خطاء پر اور وہ خطاء میں معذور تھے کیونکہ سب اجتہاد کی وجہ سے تھا مجتہد کی خطاء پر اسے گناہ نہیں ملتا الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح:10/ 31)

عَن زفر أن الإمام سُئِل عَن عَلی وَمَعاویة وَقتلی صفین. فقال: ((إذا قدمت عَلی الله یَسألنی عَما کلفنی وَلاَ یَسألنی عَن أمورهم)).وروی أنه قالَ: ((تلكَ دماء طهّرَ اللهُ مِنْها سناتنا أفلاَ نطهر مِنها لسَاننا؛ وَفی روَایة قرأ تلك الآیة.

امام زفر رحمہ اللہ سے مروی ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مولا علی رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شہداء صفین کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: جب میں اللہ کی بارگاہ میں جاؤں گا تو اللہ مجھ سے ان امور کے متعلق پوچھے گا جن کا میں مکلف ہوں وہ مجھ سے صحابہ کے معاملات کے بارے میں سوال نہ کرے گا اور فرمایا: ان کے خون سے اللہ نے ہمارے نیزے محفوظ رکھے تو کیوں نہ ہم ان کے خون سے اپنی زبانوں کو پاک رکھیں؟ (شم العوارض فی ذم الروافض: ص66)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

فلا یدل علی عدم صحة خلافته ولا علی تضلیل مخالفیه فی ولایته اذلم یکن ذلك عن نزاع فی حقیة امارته بل کان عن خطا فی اجتهادهم حیث انکروا علیه ترك القود من قتلة عثمان رضی الله عنه ......والمخطی فی الاجتهاد لا یضل ولا یفسق علی ما علیه الاعتماد..... (شرح فقہ الاکبر ص114 مکتبۃ المدینہ)

پس یہ (فتنہ قتل عثمان) مولا علی کی خلافت کے درست نہ ہونے پر بھی دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے مخالف گمراہی پر تھے کیونکہ یہ معاملہ حکومت کی طلب کے لیے نہیں تھا یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی جو انہوں نے قتل عثمان کا قصاص نہ لینے پر حضرت علی کی خلافت کا انکار کیا اور اجتہاد میں خطا کرنے والے پر معتمد قول کے مطابق گمراہیت اور فسق کا حکم نہیں لگتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: ان عبارات صریحہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ کا موقف واضح ہوا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام جو مولائے کائنات مولا علی رضی اللہ عنہ کے مقابل آئے۔

(1) یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی، جس کی وجہ سے وہ فاسق نہیں ہوئے۔

(2) بلکہ ان پر باغی کے اطلاق میں ائمہ اہل سنت کا اختلاف ہے، اگرچہ باغی کے اطلاق کو درست کہنے والوں کا قول صحیح ہے، یہ اطلاق ظاہر کے اعتبار سے ہے، اور اصطلاحی معنی یعنی امام برحق کے خلاف خروج کیا

اس وجہ سے ہے اور یہاں ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت سے بھی واضح ہے کہ یہ خروج اجتہاد کی وجہ سے تھا اور اب اس کا اطلاق ممنوع ہے کیونکہ صلح حسن ہوئی۔

(3) صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر ایک کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کیا جائے گا۔

(4) جو کچھ ان میں سے بعض سے صادر ہوا وہ صرف "صورتاً" "شر" تھا حقیقتاً ان کا مقصود خیر تھا، فساد کی نیت سے نہیں تھا۔

(5) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ اسلام فتح مکہ کے موقع پر لائے لیکن ان کو بعد والے افراد چاہے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہوں یا تابعین میں سے ان پر واضح سبقت حاصل ہے۔

(6) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین، عادل، فاضل، مجتہد صحابی تھے۔

اعتراض نمبر 2:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتال کا حکم

شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتال کا حکم:

حضرت ابن عبدالبر قدس سرہ لکھتے ہیں:

روی من حدیث علی و من حدیث ابن مسعود و من حدیث ابی ایوب الانصاری: انہ امر بقتال الناکثین، القاسطین والمارقین.

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اس بات کے راوی ہیں کہ مجھے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے قتال کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما دونوں اس بات کے راوی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناکثین وغیرہ سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ (تنکا زانیہ: ص 303، 304)

دوسرے مقام پر شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

بہر کیف! اس مقام میں قاسطین کا معنی، ظلم کرنے والے ہیں اور وہ اہل صفین ہیں جن کے سربراہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ (تنکا زانیہ: ص 305)

جواب: سب سے پہلے اس روایت کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں کہ یہ کس درجہ کی ہے یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت علی، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عمار، حضرت ابن مسعود، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اب ان کے تمام طرق کا جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی سند کا تحقیقی جائزہ

ابن عساکر نے تاریخ دمشق: 43/ 468 پر ابوالجارود کے طریق سے روایت کیا وہ زید بن علی بن حسین سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم۔

اس سند میں ایک راوی ہے ابوالجارود، یہ زیاد بن المنذر الہمدانی الکوفی الاعمی ہیں انہی کی طرف فرقہ جارودیہ منسوب کیا جاتا ہے ان کے متعلق ابوحاتم رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن انا عبد اللہ بن احمد (بن حنبل) فیما کتب إلی قال سمعت ابی یقول:

أبو الجارود زياد بن المنذر متروك الحديث وضعفه جدا.حدثنا عبد الرحمن قال قرء على العباس بن محمد الدوري عن يحيي بن معين انه قال: أبو الجارود زياد بن المنذر كذاب ليس بثقة.حدثنا عبد الرحمن قال سألت ابي عن زياد بن المنذر الثقفي أبو الجارود فقال: منكر الحديث جدا.حدثنا عبد الرحمن قال سمعت ابا زرعة يقول: زياد بن المنذر أبو الجارود كوفي ضعيف الحديث واهي الحديث.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابوالجارود زیاد بن المنذر متروک الحدیث ہے اور بہت ضعیف ہے، امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہے ابو الجارود زیاد بن المنذر کذاب ہے اور ثقہ نہیں ہے ،عبدالرحمٰن اپنے باپ سے زیاد بن المنذر کے بارے سوال کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں وہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے، ابوزرعہ فراماتے ہیں زیاد بن المنذر ابوالجارود کوفی ضعیف الحدیث ہے، واہی الحدیث ہے۔

(الجرح والتعدیل:3 /545، 546 ترجمہ: زیاد بن المنذر رقم2462)

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

زياد بن المنذر أبو الجارود الثقفي الكوفي يروى عن أبي الطفيل والأعمش قال أحمد والنسائي متروك الحديث وقال يحيي كذاب عدو الله لا يساوى فلسا وقال ابن حبان كان رافضيا يضع الحديث في مثالب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله لا يحل كتب حديثه وقال الدارقطني متروك الحديث وقال إنما هو منذر بن زياد.

(الضعفاء والمتروکین لابن جوزی: 1 /301 ترجمہ1305)

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زياد بن المنذر أبو الجارود متروك الحديث. (الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص114 ترجمہ225)

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

زياد بن المنذر أبو الجارود الكوفي الاعمى عن أبي بردة والحسن وعنه البرساني ومحمد العوقي رافضي متهم له أتباع وهم الجارودية.

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: 1 /413 ترجمہ:1709)

ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں:

زياد بن المنذر أبو الجارود كوفي.حدثنا ابن حماد، حدثنا معاوية بن صالح عن يحيى قال

زیاد بن المنذر أبو الجارود كذاب عدو الله ليس يساوي فلسا ،حدثنا ابن حماد ،حدثنا العباس عن يحيى قال زياد بن المنذر أبو الجارود كذاب يحدث عنه مروان الفزازي بحديث أبي جعفر أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر عليا بثلم الحيطان.أنا بن حماد ، حدثنا عبد الله ،عن أبيه قال أبو الجارود متروك الحديث ،وهو زياد بن المنذر.

(الکامل فی الضعفاء الرجال:4/ 132، 133 ترجمہ:690)

ابراہیم بن محمد بن سبط ابن العجمی أبو الوفا الحلبی الطرابلسی لکھتے ہیں:

زیاد بن المنذر الهمداني ت قيل الثقفي ويقال النهدي أبو الجارود الكوفي الأعمى قال بن حبان كان رافضيا يضع الحديث في الفضائل والمثالب انتهى فائدة هذا الرافضي له أتباع يقال لهم الجارودية. (الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث: ص121 ترجمہ:298)

أبو بشر محمد بن أحمد بن حماد الدولابی لکھتے ہیں:

قال : وسمعت العباس يقول : سمعت يحيى يقول : زياد بن المنذر ، أبو الجارود كذاب خبيث. (الکنی والأسماء:1/ 425)

الامام الحافظ محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم التیمی البستی لکھتے ہیں:

زیاد بن المنذر أبو الجارود الثقفي ، يروي عن الاعمش وعطيه، روى عنه مروان ابن معاوية كان رافضيا يضع الحديث في مثالب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم: ويروي في فضائل أهل البيت أشياء مالها أصول، لا تحل كتابة حديثه. قال يحيى: زياد بن المنذر أبو الجارود كذاب عدو الله ليس يساوي فلسا. وقال أحمد: أبو الجارود متروك الحديث. وقال البخاري: رماه ابن معين وقال ابن عدي وابن معدان: تكلم فيه وضعفه لانه كان يروي أحاديث في فضائل أهل البيت، ويروي ثلب غيرهم ويفرط. فلذلك ضعفه مع رواة أبي الجارود وهذه أحاديث غير مروي عنهم وفيها نظر.

(المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین:1/ 306)

أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان المعروف بابن شاہین لکھتے ہیں:

وزیاد بن المنذر. أبو الجارود. كذاب يحدث عنه الفزاري، قال ابن معين..

(تاریخ أسماء الضعفاء والکذابین: ص93 ترجمہ:213)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

زیاد ابن المنذر أبو الجارود الأعمى الكوفي رافضي كذبه يحيى ابن معين.

(تقریب التہذیب:1 /221 ترجمہ:2101)

امام یوسف بن الزکی عبدالرحمن ابوالحجاج المزی لکھتے ہیں:

قال عَبد الله بن أحمد بن حنبل، عَن أبيه: متروك الحديث، وضعفه جدا. وَقَال معاوية بن صالح، عن يحيى بن مَعِين: كذاب عدو الله، ليس يسوى فلسا. وَقَال عَباس الدُّورِيُّ، عن يحيى: كذاب، يحدث عنه الفزاري بحديث أبي جعفر: أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر عليا أن يثلم الحيطان. وَقَال أبو عُبَيد الآجري: سألت أبا داود عن زياد بن المنذر أبي الجارود، فقال: كذاب، سمعت يحيى يقوله. وقَال البُخارِيُّ: يتكلمون فيه. وَقَال النَّسَائي: متروك. وَقَال في موضع آخر: ليس بثقة. وَقَال أبو حاتم: ضعيف. وَقَال محمد بن عقبة السدوسي: قال يزيد بن زريع لابي عوانة: لا تحدث عَن أبي الجارود فإنه أخذ كتابه فأحرقه. وَقَال أبو حاتم بن حبان: كان رافضيا، يضع الحديث في مثالب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ويروي في فضائل أهل البيت أشياء ما لها أصول، لا يحل كتب حديثه. وَقَال أبو أحمد بن عدي: عامة أحاديثه غير محفوظة، وعامة ما يرويه في فضائل أهل البيت، وهو من المعدودين من أهل الكوفة المغالين، ويحيى بن مَعِين إنما تكلم فيه وضعفه لانه يروي في فضائل أهل البيت، ويروي ثلب غيرهم ويفرط، مع أن أبا الجارود هذا أحاديثه عمن يروي عنه فيها نظر. وَقَال الحسن بن موسى النوبختي في كتاب "مقالات الشيعة" في ذكر فرق الزيدية العشرة: قالت الجارودية منهم وهم أصحاب أبي الجارود زياد بن المنذر: إن علي بن أبي طالب عليه السلام افضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأولادهم بالامر من جميع الناس، وتبرؤوا من أبي بكر وعُمَر رضي الله عنهما وزعموا أن الإمامة مقصورة في ولد فاطمة عليها السلام وأنها لمن خرج منهم يدعو إلى كتاب الله وسنة نبيه، وعلينا نصرته ومعونته، لقول النبي صلى الله عليه وسلم: من سمع داعينا أهل البيت فلم يجبه أكبه الله على وجهه في النار". وبعضهم يرى الرجعة

، ویحل المتعۃ. (تہذیب الکمال مع حاشیہ: 9/ 518، 519، 520)

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

سمعت يحيى يقول زياد بن المنذر أبو الجارود كذاب يحدث عنه الفزاری بحديث أبي جعفر أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر عليا أن يثلم الحيطان

(تاریخ یحییٰ بن معین روایۃ الدوری: 3/ 366 ترجمہ: 1779)

دوسری سند کا تحقیقی جائزہ

امام خطیب البغدادی نے تاریخ بغداد: 8/ 340 رقم 4447 میں اس سند سے روایت کیا ہے

خليد بن عبد الله أبو سليمان العصری تابعی حضر مع علی بن أبي طالب يوم النهروان وحدث عنه وعن أبي ذر الغفاری وأبي الدرداء روى عنه قتادة بن دعامة وأبان بن أبي عياش أخبرنی الأزهری حدثنا محمد بن المظفر حدثنا محمد بن احمد بن ثابت قال وجدت فی كتاب جدی محمد بن ثابت حدثنا أشعث بن الحسن السلمی عن جعفر الأحمر عن يونس بن أرقم عن أبان عن خليد العصری قال سمعت أمير المؤمنين عليا يقول يوم النهروان أمرنی رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتال الناكثين والمارقين والقاسطين.

جواب: اسی طرح تاریخ دمشق: 42/ 470 میں ابن عساکر نے بھی ابان بن ابی عیاش کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس سند میں ایک راوی ابان بن ابی عیاش ہے اس کے بارے اسماء الرجال کے اماموں کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

(1) امام ابوحاتم رازی لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن نا محمد بن حمويه بن الحسن قال سمعت ابا طالب قال قال احمد يعنی ابن حنبل: لا تكتب عن ابان بن عياش شيئا. قلت كان له هوى؟ قال: كان منكر الحديث.

حدثنا عبد الرحمن نا علی بن الحسين قال سمعت ابا حفص - يعنی عمرو بن علی

الصیرفی یقول کان؛ حیی وعبد الرحمن لا یحدثان عن ابان بن ابی عیاش. حدثنا عبد الرحمن انا ابن ابی خیشمة فیما کتب إلی قال سمعت یحیی ابن معین یقول: ابان بن ابی عیاش لیس حدیثه بشئ.سمعت ابی یقول: ابان بن ابی عیاش متروك الحدیث وكان رجلا صالحا لكن بلی بسوء الحفظ.سئل أبو زرعة عن ابان بن ابی عیاش فقال: بصری متروك حدیثه.

(الجرح والتعدیل:2/ 296)

(2) امام عقیلی لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش وهو أبان بن فيروز بصري، حَدَّثَنَا أحمد بن صدقة، قال: حَدَّثَنَا محمد بن حرب الواسطي، قال: سَمِعْتُ يزيد بن هارون يقول قال شعبة ردائي وحماري في المساكين صدقة إن لم يكن أبان بن أبي عياش يكذب في هذا الحديث. (الضعفاء للعقیلی:1/ 38 ترجمہ:32)

(3) امام دارقطنی لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش بصري وهو ابن فيروز يحدث عن أنس متروك

(الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ص11 ترجمہ:101)

(4) امام ابن الجوزی لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش واسم أبي عياش فيروز وقيل دينار ويكنى أبان أبا إسماعي بصري مولى أنس يحدث عنه قال شعبة لأن أزني أحب إلي من أن أحدث عن أبان بن أبي عياش وقال أحمد بن حنبل لا يكتب عنه كان منكر الحديث ترك الناس حديثه وقال يحيى بن معين هو متروك ليس حديثه بشيء وقال النسائي والرازي والدارقطني هو متروك وكان أبو عوانة يقول لا أستحل أو أروي عنه شيئا وقال ابن عدي أرجو أنه لا يتعمد الكذب لكنه يشتبه عليه ويغلط وعامة ما أتي فيه من رواية المجهولين.

(الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی:1/ 19 ترجمہ:15)

(5) امام نسائی لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش متروك الحديث وهو أبان بن فيروز أبو إسماعيل
(الضعفاء والمتروكين للنسائی: ص45 ترجمہ: 21)

(6) امام ابن سعد طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

وَهُوَ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ. (طبقات الکبریٰ لابن سعد: 7/ 254)

(7) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سألته عن أبان بن أبي عياش فقال متروك الحديث ترك الناس
(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: 1/ 412 ترجمہ: 872)

(8) امام ابن عدی الجرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش واسم أبي عياش فيروز وقيل دينار وأبان يكنى أبا إسماعيل بصري .... متروك الحديث. حَدَّثَنَا أحمد بن مُحَمد بن شبيب، حَدَّثنا أحمد بن أسد أبو جعفر، حَدَّثَنا شُعَيب بن حرب، قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَة يقول لأن أشرب من بول حمار حتى أروى أحب الى من حديث أبان بن أبي عياش. (الکامل فی الضعفاء الرجال: 1/ 381)

(9) امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أخبرنا محمد بن صالح الحنبلي ثنا أحمد بن زهير عن يحيى بن معين قال. أبان بن أبي عياش ليس بشئ. (المجروحین لابن حبان: 1/ 97)

(10) امام ابن شاہین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وعن يحيى بن معين قال أبان بن أبي عياش متروك الحديث.
(المختلف فیہم للحافظ ابن شاہین: ص1 ترجمہ: 1 ابان بن عیاش)

(11) امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش فيروز تابعي واه (المقتنی فی سرد الکنی: 1/ 77)

(12) امام یوسف بن الزکی عبدالرحمن ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَال عَبد الله بن أحمد أيضا، عَن أبيه: أبان بن أَبي عياش، متروك الحديث، ترك الناس حديثه منذ دهر من الدهر، كان وكيع إذا أتى على حديثه يقول: رجل، ولا يسميه استضعافا له. وَقَال أبو طالب أحمد بن حميد: سمعت أحمد بن حنبل يقول: لا

يكتب عن أبان بن أَبِي عياش. قلت : كان له هوى ؟ قال : كان منكر الحديث.وَقَال معاوية بن صالح، عن يحيى بن مَعِين : ضعيف.وَقَال أبو بكر بن أَبِي خيثمة، عن يحيى : ليس حديثه بشيءٍ.وَقَال عَباس الدُّورِيُّ، عن يحيى : قال لي عفان: قال لي أبو عوانة : جمعت أحاديث الحسن عن الناس، ثم أتيت بها أبان ابن أَبِي عياش، فحدثني بها، قال يحيى : وأبان متروك الحديث وقَال البُخارِيُّ، عن يحيى بن مَعِين، عن عفان، عَن أبي عوانة : لما مات الحسن، اشتهيت كلامه، فجمعته من أصحاب الحسن، فأتيت أبان بن أَبِي عياش، فقرأه علي عن الحسن، فما أستحل أن أروى عنه شيئا.وَقَال عَبد الله بن أحمد عَن أبيه، عن عفان : أول من أهلك أبان بن أَبِي عياش : أبو عوانة، جمع حديث الحسن، عامته، فجاء به إلى أبان، فقرأه عليه.وَقَال أبو حاتم الرازي : متروك الحديث، وكان رجلا صالحا، ولكنه بلي بسوء الحفظ.وَقَال عبد الرحمن بن أَبِي حاتم : سئل أبو زُرْعَة عنه فقال: ترك حديثه ولم يقرأ علينا حديثه، فقيل له: كان يتعمد الكذب؟ قال : لا، كان يسمع الحديث من أنس ومن شهر ومن الحسن، فلا يميز بينهم.وقَال البُخارِيُّ : ان شعبة سيئ الرأى فيه.وَقَال النَّسَائي : متروك الحديث.وَقَال في موضع آخر : ليس بثقة، ولا يكتب حديثه.وَقَال أبو أحمد بن عدى : عامة ما يرويه لا يتابع عليه، وهو.

(تہذیب الکمال مع حاشیہ:2 /21،22 ترجمہ:142)

(13) امام عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن ایوب البغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وعن يحيى بن معين قال أبان بن أبي عياش متروك الحديث.

(ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيه: ص40)

(14) امام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی لکھتے ہیں:

وسألت عليا عن أبان بن أبي عياش فقال كان ضعيفا ضعيفا عندنا

(سؤالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة لعلي بن المديني: ص54 ترجمہ:17)

(15) امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت لأبي داود أبان بن أبي عياش يكتب حديثه قال لا يكتب حديث أبان.

(سؤالات أبي عبيد الآجرى: ص390 ترجمہ:490)

(16) امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال وسمعت يحيى وقيل له ابان بن ابى عياش فقال كان يكذب.

(معرفة الرجال عن يحيى بن معين رواية ابن المحرز: 1 / 64)

سمعت يحيى يقول قال لى عفان قال لى أبو عوانة جمعت أحاديث الحسن عن الناس ثم أتيت بها أبان بن أبي عياش فحدثني به قال يحيى وهو متروك الحديث يعنى أبان.

(تاریخ ابن معین الدوری: 4 / 146 ترجمہ: 3625)

تیسری سند کا تحقیقی جائزہ

اس کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق: 42 / 469 پر عبد الجبار الہمدانی کے طریق سے وہ انس بن عمرو سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

جواب: اس سند میں ایک راوی انس بن عمرو ہے جو کہ مجہول راوی ہے

(1) امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أنس بن عمرو عن أبيه عن على قال الحافظ عن عبد الرحمن بن خراش مجهول انتهى وقال بن أبي حاتم روى عنه عبد الجبار بن العباس وذكره بن حبان فى الثقات وقال يروى عن على روى محمد بن أبي يحيى عن أبيه عنه وكان هذا هو الصواب وقال الطوسى فى رجال الشيعة أنس بن عمرو الأزدى كوفى حافظ يروى عن أبي جعفر الباقر رضى الله عنه. (لسان المیزان طبع ہند: 1 / 469 ترجمہ: 1446)

(2) امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أنس بن عمرو عن أبيه عن على قال الحافظ عن عبد الرحمن بن خراش مجهول

(میزان الاعتدال: 1 / 277 ترجمہ: 1039)

چوتھی سند کا تحقیقی جائزہ

ابن عساکر نے تاریخ دمشق: 42 / 469 پر محمد بن الحسن کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ عطیہ بن سعد العوفی سے وہ اپنے والد سے وہ عمرو بن عطیہ بن سعد سے وہ حسن بن عطیہ بن سعد سے وہ سعید بن جنادہ سے وہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے.....

جواب:

(1) عطیہ بن سعد العوفی:

اس سند میں ایک راوی عطیہ بن سعد العوفی ہے ائمہ جمہور نے اس کے ضعف، پر جرح کی ہے جن کے اقوال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ ذہبی نے جمع کیے ہیں۔

(1) امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مجمع علی ضعفه. (المغنی فی الضعفاء:2 /436)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

عطية بن سعد العوفی الكوفی تابعی شهير ضعيف.....وقال سالم المرادي: كان عطية يتشيع.وقال ابن معين: صالح.وقال أحمد: ضعيف الحديث.وكان هشيم يتكلم فی عطية.وروی ابن المديني، عن يحيى، قال: عطية، وأبو هارون، وبشر بن حرب عندی سواء.وقال أحمد: بلغنی أن عطية كان يأتی الكلبی فيأخذ عنه التفسير، وكان يكنی بأبی سعيد فيقول: قال أبو سعيد.قلت: يعنی يوهم أنه الخدری.وقال النسائی وجماعة: ضعيف.

ترجمہ: عطیہ بن سعید العوفی الکوفی مشہور تابعی ہے اور روایت میں ضعیف ہے سالم المرادی نے کہا کہ عطیہ شیعی تھا اور ابن معین نے کہا کہ صالح ہے امام احمد نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے یحییٰ سے ابن مدینی نے روایت کیا کہ عطیہ، ابو ہارون اور بشری بن حرب میرے نزدیک روایات حدیث میں ایک جیسے ہیں امام احمد نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ عطیہ ،کلبی کے پاس آتا اور اس سے تفسیر قرآن حاصل کرتا تھا اور اس کی کنیت ابو سعید اس لئے ذکر کرتا تا کہ لوگوں کو وہم میں ڈالے کہ اس (ابوسعید) سے مراد ابوسعید الخدری ہیں امام نسائی اور ایک جماعت محدثین نے کہا کہ عطیہ حدیث میں ضعیف ہے (میزان الاعتدال:3 /79 رقم 5667)

(2) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضعفه الثَّوْرِيّ وهشيم وَيحيى وَأحمد والرازي وَالنَّسَائِيّ. (الضعفاء والمتروکون:2 /230)

عطیہ کی تضعیف، امام سفیان ثوری، ہشیم بن بشیر، امام یحییٰ، امام احمد بن حنبل، ابو حاتم رازی اور امام نسائی

نے کی ہے۔

(3) امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فلا يحل الاحتجاج به ولا كتابة حديثه إلا على جهة التعجب.

یعنی اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے مگر صرف تعجب کے لیے۔ (المجروحین: 2/ 176)

(4) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سمعت أبي ذكر عطية العوفي فقال هو ضعيف الحديث قال أبي بلغني أن عطية كان يأتي الكلبي فيأخذ عنه التفسير وكان يكنيه بأبي سعيد فيقول قال أبو سعيد وكان هشيم يضعف حديث عطية. (العلل ومعرفۃ الرجال: 1/ 548 ترجمہ: 1306)

(5) امام ابن شاہین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عطية العوفي. ضعفه أحمد ويحيى.

(تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین لابن شاہین: ص 148 ترجمہ: 480)

(6) امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال البخاري قال لي علي عن يحيى عطية وأبو هارون وبشر بن حرب عندي سوي وكان هشيم يتكلم فيه وقال مسلم بن الحجاج قال أحمد وذكر عطية العوفي فقال هو ضعيف الحديث ثم قال بلغني ان عطية كان يأتي الكلبي ويسأله عن التفسير وكان يكنيه بأبي سعيد فيقول قال أبو سعيد وكان هشيم يضعف حديث عطية.

قال أحمد وحدثنا أبو أحمد الزبيري سمعت الكلبي يقول كناني عطية أبو سعيد وقال الدوري عن ابن معين صالح وقال أبو زرعة لين وقال أبو حاتم ضعيف يكتب حديثه وأبو نضرة أحب إلي منه وقال الجوزجاني مائل وقال النسائي ضعيف وقال ابن عدي قد روى عن جماعة من الثقات ولعطية عن أبي سعيد أحاديث عدة وعن غير أبي سعيد وهو مع ضعفه يكتب حديثه وكان يعد مع شيعة أهل الكوفة. (تہذیب التہذیب: 7/ 200، 201 ترجمہ: 414)

(7) امام مزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال البخاري : قال لي علي عن يحيى وهو ابن سَعِيد: عطية، وأبو هارون، وبشر بن حرب عندي سواء، وكان هشيم يتكلم فيه.وَقَال مسلم بن الحجاج : قال أحمد وذكر عطية العوفي، فقال: هو ضعيف الحديث.ثم قال: بلغني أن عطية كان يأتي الكلبي ويسأله عن التفسير وكان يكنيه بأبي سَعِيد فيقول : قال أبو سَعِيد، وكان هشيم يضعف حديث عطية.وَقَال أحمد : حَدَّثَنَا أبو أحمد الزبيري، قال : سمعت الكلبي قال : كناني عطية أبا سَعِيد.وَقَال عبد الله بن أحمد بن حنبل عَن أبيه نحو ذلك. وَقَال : كان الثوري وهشيم يضعفان حديث عطية.وَقَال عَبَاس الدُّورِيُّ ، عن يحيى بن مَعِين : صالح .وَقَال أبو زُرْعَة :لين.وَقَال أبو حاتم : ضعيف، يكتب حديثه، وأبو نضرة أحب إلي منه.وَقَال إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني : مائل.وَقَال النَّسَائي : ضعيف.وَقَال أبو أحمد بن عدي : وقد روى عنه جماعة من الثقات، ولعطية عَن أبي سَعِيد أحاديث عدد، وعن غير أبي سَعِيد وهو مع ضعفه يكتب حديثه، وكان يعد مع شيعة أهل الكوفة.

(تہذیب الکمال مع حاشیہ:20/147،148 ترجمہ:3956)

(2) عمرو بن عطیہ بن سعد العوفی:

اس سند میں ایک راوی عمرو بن عطیہ بن سعد العوفی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے

(1) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمرو بن عطية العوفي روى عن ابيه روى عنه الحسن بن عبد الله بن حرب المصيصي، نا عبد الرحمن قال سألت ابازرعة عن عمرو بن عطية فقال ليس بقوى.

(الجرح والتعدیل:6/250 ترجمہ:1385)

(2) امام عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنِي آدم بن موسى، قال: سَمِعْتُ البخاري قال عمرو بن عطية العوفي في حديثه نظر.

(الضعفاء العقیلی:3/290 ترجمہ:1291)

(3) امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عمرو بن عطية العوفي، ضعيف. (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ص29 ترجمہ:385)

(4) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمرو بن عطية العوفي قال أبو زرعة ليس بقوي وقال الدارقطني ضعيف.

(الضعفاء والمتروکین لابن جوزی: 2/ 230 ترجمہ: 2576)

(5) امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عمرو بن عطية العوفي. حدث عنه سعيد بن محمد الجرمي. ضعفه الدارقطني وغيره.

(میزان الاعتدال: 3/ 281 ترجمہ: 6411)

اس سند کے سارے راوی ہی ایسے ہیں کیونکہ عطیہ بن سعد العوفی کا پورا گھرانہ ضعیف ہے اور یہ وہی روایت کر رہا ہے۔

پانچویں سند کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ثنا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رضي الله عنه يَقُولُ: أُمِرْتُ بِقِتَالِ النَّاكِثِينَ وَالْقَاسِطِينَ وَالْمَارِقِينَ قَالَ الْبَزَّارُ: لا نَعْلَمُ رَوَاهُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ إِلا حَكِيمٌ، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ الأَعْمَشُ، وَالثَّوْرِيُّ، وَغَيْرُهُمَا.

(کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستۃ: 3/ 300)

حَدَّثنا الحسين بن علي بن يزيد الصدائي حَدَّثنا أبي عن فطر عن حكيم بن جبير عن إبراهيم النخعي عن علقمة قال سمعت علي بن أبي طالب رضي الله عنه يوم النهروان يقول أمرت بقتال المارقين وهؤلاء المارقون.

(السنۃ لابن ابی عاصم: 2/ 439 رقم 907)

اسی طرح حکیم بن جبیر کے طریق سے ابن عساکر نے تاریخ دمشق: 42/ 469 پر روایت کیا ہے

جواب:

اس روایت کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے اس کے بارے ائمہ اسماء الرجال کے اقوال ملاحظہ

ہوں۔

(1) إبراہیم بن یعقوب الجوزجانی أبو إسحاق (م259):

حکیم بن جبیر کذاب (احوال الرجال: ص48 ترجمہ:21)

(2) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حكيم بن جُبير، عن سعيد بن جبير، وإبراهيم، روى عنه الثوري، هو الكوفي، كان شعبة يتكلم فيه. (الضعفاء للبخاری: ص49 ترجمہ:84)

(3) امام ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حكيم بن جبير الأسدي الكوفي مولى الحكم بن أبي العاص يروي عن سعيد بن جبير والنخعي قال شعبة لا أستحل أن أروي عنه وقال أحمد ضعيف الحديث مضطرب وقال يحيى مرة ليس بشيء وقال السعدي.

(الضعفاء والمتروکین لابن جوزی: 1/ 230 ترجمہ:974)

(4) امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حكيم بن جبير ضعيف كوفي. (الضعفاء والمتروکین: ص81 ترجمہ:129)

(5) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سألت أبي عن حكيم بن جبير وزيد بن جبير أخوان هما فقال لا زيد بن جبير جشمي ثم من بني تميم وهو صالح الحديث وحكيم ضعيف الحديث مضطرب وهو مولى بني أمية. (العلل ومعرفۃ الرجال: 1/ 396 ترجمہ:799)

(6) امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حكيم بن جبير عن أبي جحيفة وعلقمة وعنه زائدة وابن عيينة ضعفوه وقال الدارقطني متروك (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایہ فی الکتب الستہ: 1/ 347 ترجمہ:1197)

(7) امام ابن عدی الجرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنا الحسن بن سفيان، حَدَّثَنا عَبد العزيز بن سلام، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمد بن عَبد الرحمن العنبري عن عَبد الرحمن بن مهدي وسئل عن حكيم بن جبير فقال إنما روى أحاديث يسيرة وفيها أحاديث منكرات. (الکامل فی الضعفاء الرجال: 2/ 506)

(8) امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حکیم بن جبیر الاسدی من أهل الکوفة، یروی عن سعید بن جبیر والنخعی، روی عنه الثوری وشریك، کان غالیا فی التشیع کثیر الوهم فیما یروی، کان أحمد بن حنبل [رحمه الله] لا یرضاه. (المجروحین لابن حبان: 1/246)

(9) امام ابن شاہین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حکیم بن جبیر الاسدی من أهل الکوفة، یروی عن سعید بن جبیر والنخعی، روی عنه الثوری وشریك، کان غالیا فی التشیع کثیر الوهم فیما یروی، کان أحمد بن حنبل [رحمه الله] لا یرضاه. (تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین: ص79 ترجمہ: 151)

(10) امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حکیم بن جبیر الاسدی ویقال مولی الحکم بن أبی العاص الثقفی الکوفی روی عن أبی جحیفة وأبی الطفیل وعلقمة وموسی بن طلحة وأبی وائل وابراهیم النخعی وجمیع بن عمیر التیمی ومحمد بن عبدالرحمن بن یزید النخعی وأبی صالح السمان وغیرهم.وعنه الاعمش والسفیانان وزائدة وفطر بن خلیفة وشعبة وشریك وعلی ابن صالح وجماعة.قال أحمد ضعیف الحدیث مضطرب وقال ابن معین لیس بشیء وقال ابن المدینی سألت یحیی بن سعید عنه فقال کم روی إنما روی شیئا یسیرا قلت من ترکه قال شعبة من أجل حدیث الصدقة یعنی حدیث من سأل وله ما یغنیه وقال معاذ بن معاذ قلت لشعبة حدثنی بحدیث حکیم بن جبیر قال أخاف النار وقال القطان عن شعبة نحو ذلك وقال یعقوب بن شیبة ضعیف الحدیث وقال الجوزجانی قرأت وقال ابن أبی حاتم سألت أبا زرعة عنه فقال فی رأیه شیء قلت ما محله قال الصدق إن شاء الله وقال أبو حاتم ضعیف الحدیث منکر الحدیث له رأی غیر محمود نسأل الله السلامة غال فی التشیع وقال البخاری کان شعبة یتکلم فیه وقال النسائی لیس بالقوی وقال الدارقطنی متروك.

قلت: وقول شعبة فیه یدل علی أنه ترك الروایة عنه وقال ابن مهدی إنما

روى أحاديث يسيرة وفيها منكرات وقال الفلاس كان يحيى يحدث عنه وكان عبدالرحمن لا يحدث عنه وقال البخاري في التاريخ كان يحيى وعبد الرحمن لا يحدثان عنه وقال الساجي غير ثبت في الحديث فيه ضعف وروى عنه الحسن بن صالح حديثا منكرا وقال الآجري عن أبي داود ليس بشئ.

(تہذیب التہذیب: 2/383 ترجمہ: 773)

اس مضمون کی تمام روایتوں میں کذاب، رافضی، متروک الحدیث، منکر الحدیث اور واہی قسم کے راوی پائے جاتے اس لیے ائمہ اسماء الرجال اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

قاسطین، ناکثین اور مارقین روایت کے ضعیف وموضوع ہونے پر محدثین کی آراء

(1) امام عقیلی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ عليا على منبركم هذا يقول عهد الى النبى عليه السلام أنى مقاتل بعده القاسطين والناكثين والمارقين قال الأسانيد في هذا الحديث عن علي لينة الطرق والرواية عنه في الحرورية صحيح.

(الضعفاء للعقیلی: 2/51)

ترجمہ: امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث کی سندیں کمزور ہیں اور آپ سے حروریہ والی روایات صحیح ہیں۔

دوسرے مقام پر امام عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولا يثبت في هذا الباب شيء، اور اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں (الضعفاء للعقیلی: 3/480)

(2) امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ عَهِدَ إِلَيْنَا أَنْ نُقَاتِلَ مَعَ عَلِيٍّ النَّاكِثِيْنَ، فَقَدْ قَاتَلْنَاهُمْ، وَالقَاسِطِيْنَ، فَهَذَا وَجْهُنَا إِلَيْهِمْ يَعْنِي: مُعَاوِيَةَ وَالمَارِقِيْنَ، فَلَمْ أَرَهُمْ بَعْدُ. هٰذَا خَبَرٌ وَاهٍ.

یہ خبر واہ ہے یعنی جھوٹی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 3/360)

میزان الاعتدال: 1/584 پر فرماتے ہیں:

ولكنه حديث منكر ،اور لیکن یہ حدیث منکر ہے۔
ایک اور مقام پر اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت لم يرو لأحد من الصحابة في الفضائل أكثر مما روى لعلي -عليه السلام- لكنها ثلاثة أقسام قسم صحاح وحسان وقسم ضعاف وواهيات وفيها كثرة وقسم أباطيل وموضوعات وهي كثيرة إلى الغاية لعل بعضها ضلال وزندقة قاتل الله من افتراها وغالب ما هنا من القسم الثالث.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جتنی حدیثیں مروی ہیں کسی دوسرے صحابی کے بارے اتنی حدیثیں مروی نہیں ہیں، لیکن وہ تین قسم پر ہیں، ایک قسم صحیح حدیثیں ہیں، دوسری قسم حسن کی ہیں، اور تیسری قسم ضعیف وواہیات حدیثیں ہیں اور اس قسم کی بہت ہیں، اور اباطیل وموضوعات قسم کی بہت زیادہ ہیں، جو انتہاء تک پہنچی ہوئی ہیں، شاید بعض گمراہوں اور زندیق لوگوں نے انہیں گھڑا ہے جنہوں نے اسے گھڑا ہے انہیں اللہ تباہ و برباد کرے اور یہاں پر اکثر روایات تیسری قسم پر ہیں۔

(تلخیص کتاب الموضوعات للذہبی: ص 81)

(3) امام حسین بن ابراہیم الہمذانی الجورقانی اس روایت کے بارے لکھتے ہیں:

خلاصة الدرجة: موضوع.

اس روایت کا درجہ موضوع ہے۔ (الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر: 1/ 329 رقم 73)

دوسرے مقام پر ایک اور سند سے یہی روایت لکھ کر فرماتے ہیں:

الراوي: سعد بن جنادة خلاصة الدرجة: منكر شبيه بالباطل.

(الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر: 1/ 394 رقم 91)

(4) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو لکھ کر فرماتے ہیں:

موضوع والمعلى متروك يضع وأبو أيوب لم يشهد صفين.

(اللآلی المصنوعہ فی الأحادیث الموضوعہ: 1/ 374)

(5) امام ابن جوزی رحمہ اللہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا حديث موضوع بلا شك.

اس حدیث کے موضوع (جھوٹی) ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (الموضوعات لابن جوزی: 2/ 12)

(6) امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو لکھ کر فرماتے ہیں:

فإنه حديث غريب ومنكر، على أنه قد روى من طرق عن علي وعن غيره ولا تخلو واحدة منها عن ضعف والمراد بالناكثين. (البداية والنهاية: 7/338)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

أمره بقتال المارقين والقاسطين والناكثين وفسروا الناكثين بأصحاب الجمل والقاسطين بأهل الشام والمارقين بالخوارج والحديث ضعيف.

(البداية والنهاية: 7/398)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

اعتراض نمبر 3:

کیا حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے؟

شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت عمار قتل ہو گئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے دو آدمیوں ابو غادیہ اور ابن جز سکسکی نے انہیں قتل کیا۔ (تکازانیہ: ص 317)

جواب:

حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قاتل نہیں ہیں جو لوگ ان کو قاتل جن دلائل کی بنیاد پر کہتے ہیں وہ اس لائق نہیں کہ ان سے کسی کا اتنا بڑا جرم ثابت ہو، اور وہ بھی کسی پر ان کمزور روایات کی بنا پر قاتل مانا جائے، اگر بقول آپ کے وہ روایات صحیح ہیں تو ان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنا بھی ثابت ہے خلیفہ راشد کو سب وشتم کرنا آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ لہٰذا ان دلائل کا علمی وتحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے؟

شاہ صاحب بھی ایسی ہی روایات کو مانتے ہوئے حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کو قاتل قرار دیتے ہیں۔

اسی کا جواب حاضر خدمت ہے۔

(1) اس سلسلہ میں جو پہلی روایت پیش کی جاتی ہے حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قاتل ثابت کرنے کے لیے وہ درج ذیل ہے:

قَالَ : أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ : أَخْبَرَنَا أَبُو حَفْصٍ، وَكُلْثُومُ بْنُ جَبْرٍ، عَنْ أَبِي غَادِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقَعُ فِي عُثْمَانَ يَشْتِمُهُ بِالْمَدِينَةِ . قَالَ : فَتَوَعَّدْتُهُ بِالْقَتْلِ ، قُلْتُ : لَئِنْ أَمْكَنَنِي اللهُ مِنْكَ لَأَفْعَلَنَّ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ صِفِّينَ جَعَلَ عَمَّارٌ يَحْمِلُ عَلَى النَّاسِ. فَقِيلَ: هٰذَا عَمَّارٌ فَرَأَيْتُ فُرْجَةً بَيْنَ الرِّئَتَيْنِ وَبَيْنَ السَّاقَيْنِ ، قَالَ : فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فِي رُكْبَتِهِ ، قَالَ : فَوَقَعَ فَقَتَلْتُهُ ، فَقِيلَ : قَتَلْتَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ ، وَأُخْبِرَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ قَاتِلَهُ وَسَالِبَهُ فِي النَّارِ فَقِيلَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: هُوَ ذَا أَنْتَ تُقَاتِلُهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا قَالَ:

قَاتِلَهُ وَسَالِبَهُ.

ترجمہ: ابن سعد کہتے ہیں مجھے عفان بن مسلم نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے خبر دی اور انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو حفص اور کلثوم بن جبر نے خبر دی اور انہوں نے ابو غادیہ سے جس نے کہا کہ میں نے عمار بن یاسر کو عثمان کو برا بھلا اور گالیاں دیتے مدینہ میں سنا تو میں نے اس کو قتل کرنے کا عندیہ دیا اور مزید کہا کہ اگر اللہ نے مجھے تم پر کنڑول دیا تو ضرور بالضرور کروں گا یوم صفین میں عمار لوگوں پر حملے کرنے لگے تو کہا گیا کہ یہ عمار ہیں میں (ابو غادیہ) نے انکی زرہ میں سے ایک سوراخ دونوں پھیپھڑوں اور پنڈلیوں کے درمیان میں دیکھا۔ ان پر حملہ کیا اور گھٹنے میں نیزا مارا جس سے وہ گر پڑے میں نے ان کو قتل کر دیا اور کہا گیا کہ توں نے عمار بن یاسر کو قتل کر دیا، اور خبر دی گئی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے اسے قتل کیا اور اسے جہنم میں گیا عمرو بن العاص سے کہا گیا: دیکھو تم اس سے لڑ رہے ہو، تو اس نے کہا: اس نے صرف اتنا کہا: اس سے لڑو اور اسے لوٹ لو۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 3 / 261 رقم 3748)

اس روایت میں دو علتیں ہیں اس روایت کو ابن سعد نے عفان سے بیان کیا ہے اور اس میں منکر متن بھی بیان کر دیا ہے جبکہ اسی روایت کو بالکل اسی سند سے امام احمد بن حنبل نے عفان سے بیان کیا ہے لیکن اس میں وہ اضافی متن جو شروع میں ابن سعد نے بیان کیا بالکل نہیں ہے امام احمد بن حنبل ابن سعد سے اوثق اور حجت ہیں لہذا یہ اضافہ امام احمد کی بیان کردہ روایت کے مقابلے میں شاذ و مردود ہے۔

اور اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کلثوم بن جبر آگے کہتے ہیں واخبر عمرو بن العاص سے اگلا حصہ بیان کرتے ہیں جبکہ کلثوم بن جبر کا سماع حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں ہے جیسا کہ اوپر پیش کی گئی ابن سعد والی عفان سے مروی روایت کو امام احمد اپنی مسند میں یوں بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَفْصٍ، وَكُلْثُومُ بْنُ جَبْرٍ، عَنْ أَبِي غَادِيَةَ، قَالَ: قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَأُخْبِرَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ قَاتِلَهُ، وَسَالِبَهُ فِي النَّارِ، فَقِيلَ لِعَمْرٍو: فَإِنَّكَ هُوَ ذَا تُقَاتِلُهُ، قَالَ: إِنَّمَا قَالَ: قَاتِلَهُ، وَسَالِبَهُ.

(مسند احمد: 4 / 198 رقم 17776)

اس میں وہ اضافی متن جو شروع میں ابن سعد نے بیان کیا ہے وہ بالکل نہیں ہے اور سند دونوں روایوں کی ایک ہے عفان، حماد بن سلمہ، وہ ابو حفص وکلثوم بن جبر اور وہ ابی غادیہ سے بیان کرتے ہیں ابو حفص مجہول ہے اور کلثوم بن جبر مختلفیہ راوی ہے لیکن کلثوم بن جبر کا سماع، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے جو کہ وہ وہ فاخبر کہہ کر عمرو بن العاص سے مرفوع روایت بیان کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال وغیرہ میں عمار بن یاسر کا قاتل ابو غادیہ کو قرار دیا جو کہ ان کی بہت بڑی خطاء تھی لیکن انہوں نے اپنی اس خطاء سے رجوع کرتے ہوئے سیر اعلام النبلاء جو کہ ان کی آخری تصنیف ہے اس میں اس روایت جس کی بنیاد پر عمار بن یاسر کے قاتل کو ابو غادیہ قرار دیا اس سے رجوع کرتے ہوئے اس روایت کو منقطع قرار دے کر ضعیف ثابت کیا ہے اور اپنے قول جو میزان الاعتدال میں لکھا تھا اس سے رجوع کر لیا امام ذہبی رحمہ اللہ اس پیش کردہ روایت کو لکھ کر اس کو منقطع قرار دیتے ہیں لکھتے ہیں:

رَوَى: حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ كُلْثُوْمِ بنِ جَبْرٍ، عَنْ أَبِي غَادِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّاراً يَشْتُمُ عُثْمَانَ، فَتَوَعَّدْتُهُ بِالقَتْلِ، فَرَأَيْتُهُ يَوْمَ صِفِّيْنَ يَحْمِلُ عَلَى النَّاسِ، فَطَعَنْتُهُ، فَقَتَلْتُهُ. وَأُخْبِرَ عَمْرُو بنُ العَاصِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: (قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُهُ فِي النَّارِ). إِسْنَادُهُ فِيْهِ انْقِطَاعٌ.

(سیر اعلام النبلاء: 3/474 رقم 114 أَبُو الغَادِيَةِ الصَّحَابِي)

حماد بن سلمہ ثقہ راوی ہے اگر اس روایت کی تصحیح مان بھی لی جائے تو اس تصحیح کے بعد یہ علت پیدا ہو گئی کہ بعض محدثین کے بقول حماد بن سلمہ مختلط ہیں۔ (الخلافیات للبیہقی، تحت الرقم 3043)

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وأما الشيوخ ألذين تكلم في رواية حماد عنهم: فمنهم: قيس بن سعد. قال أحمد: ضاع كتابه عنه. فكان يحدث من حفظه فيخطئ.

ترجمہ: جہاں تک ان کے شیوخ کا تعلق ہے جنہوں نے حماد کی روایت کے بارے میں ان سے کہا: ان میں سے: قیس بن سعد، احمد کہتے ہیں: اس کی کتاب اس سے گم ہو گئی تھی، اس لیے وہ اس کے حافظے کے بارے میں بات کرتے تھے کہ وہ غلطی کرتے تھے۔ (شرح علل الترمذی لابن رجب: ص 336)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال جعفر الطيالسي عن يحيى بن معين: من سمع من حماد بن سلمه الأصناف ففيها

اختلاف، ومن سمع من حماد بن سلمه نسخها فهو صحيح.
ترجمہ: جعفر الطیالسی، یحیی بن معین کی سند سے کہتے ہیں جس نے حماد بن سلمہ سے مختلف قسم میں سنا ہے ان میں اختلاف ہے اور جس نے حماد بن سلمہ سے ان کو (کتاب سے) نقل کرتے ہوئے سنا ہے وہ صحیح ہے۔
(شرح علل الترمذی لابن رجب:2/ 229)
انجینیر مرزا محمد علی جہلمی کے ممدوح زبیر علی زئی کی تحقیق ہے کہ حماد بن سلمہ مختلط تھے اور ان کی صرف وہی روایت صحیح ہوگی جسے ان کے قدیم شاگردوں نے اختلاط سے قبل سنا ہوگا۔
دیکھئے (الحدیث شمارہ135، 136 ص93، 94)

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ثقة عابد أثبت الناس في ثابت، و تغير حفظه بأخرة.
یہ ثقہ اور عابد تھے اور ثابت سے روایت میں سب سے موثق تھے اور ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا۔
(تقریب التہذیب: ص268، 269)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
وقال أحمد في رواية الأثرم: حماد بن سلمه إذا روى عن الصغار أخطأ.
ترجمہ: امام احمد روایت اثرم میں فرماتے ہیں حماد بن سلمہ جب صغار سے روایت کرتے ہیں تو خطا کرتے ہیں۔ (شرح علل الترمذی لابن رجب:2/ 228)
اوران کی دو حیثیتیں ہیں آپ بعض اساتذہ سے حدیث بیان کرنے میں خطاء کرتے ہیں اور بعض شاگردوں نے آپ سے بعد از اختلاط سنا ہے تو یہ روایت آپ نے کلثوم بن جبر سے بیان کی ہے۔
اور کلثوم بن جبر آپ کے چھوٹے شیوخ میں سے ہیں یعنی ان کی روایات انتہائی قلیل ہیں چار پانچ ہوں گی۔
کلثوم بن جبر مختلفیہ راوی ہے امام ذہبی لکھتے ہیں:
كلثوم بن جبر بصري عن بن الزبير وأنس وعنه الحمادان وعبد الوارث وثقوه وقال النسائي ليس بقوي. (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ:2/ 149 ترجمہ:4666)
امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
كلثوم بن جبر أبو محمد ويقال أبو جبر البصري......وقال أحمد وابن معين ثقة وقال النسائي ليس بالقوي وذكره ابن حبان في الثقات وقال مات سنة

ثلاثين ومائة. (تہذیب التہذیب:8/ 396، 397 ترجمہ:800)

یہ تو اس روایت کی سند کی بات، مگر اس حوالے سے جو طبقات ابن سعد کا متن ہے وہ سخت ترین معلول ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں۔

پہلی علت:

اس مذکورہ روایت کے حوالے سے طبقات ابن سعد کے الفاظ ہیں:

قَتَلْتَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ.

تم نے عمار بن یاسر کو قتل کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد:3/ 261 رقم 3748)

جبکہ مسند احمد میں امام احمد نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ وہاں الفاظ ہیں:

قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ

عمار کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (مسند احمد:4/ 198 رقم 17776)

یعنی مسند احمد اور ابن سعد کے متن میں ٹکراؤ ہے جبکہ سند ایک ہی ہے دونوں جملوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے مسند میں ہے عمار کو قتل کر دیا گیا ہے یعنی قاتل کا پتہ نہیں جبکہ دوسری روایت کے مطابق قاتل ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہیں تو ٹکراؤ کی صورت میں بھی ترجیح مسند احمد والی روایت کو ہو گی کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، ابن سعد رحمہ اللہ سے کئی گناہ زیادہ احفظ، اور اوثق ہے لہٰذا طبقات ابن سعد کا متن بھی معلول ہے۔

حافظ ابن حجر التقریب میں احمد بن حنبل کے ترجمے میں کہتے ہیں:

أحد الأئمة ثقة حافظ فقيه حجة. (تقریب التہذیب:1/ 84 ترجمہ:96)

اور ابن سعد کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

صدوق فاضل. (تقریب التہذیب:2/ 480 ترجمہ:5903)

دونوں شخصیتوں کا فرق واضح ہے۔

دوسری علت:

ابن سعد کے اندر الفاظ ہیں ابو غادیہ کہتے ہیں کہ:

سمعت عمار بن ياسر يقع في عثمان يشتمه بالمدينة قال: فتوعدته بالقتل قلت: لئن أمكنني الله منك لأفعلن.... الخ

میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا مدینہ کے اندر۔

اب آپ بتائیں کہ خلیفہ برحق سیدنا امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ گالیاں کیسے دے سکتے ہیں؟ یہ بھی قادح نکارت موجود ہے اس متن میں، اس روایت کی ایک اور بھی سند بھی ہیں لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔

ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:

وَسَأَلتُ أَبِي عَن حَدِيثٍ؛ رَوَاهُ هِشَامُ بن عَمَّارٍ، عَن سَعِيدِ بن يَحيَى اللَّخمِيّ، عَن حَسَّانِ بن دِينَارٍ، عَن كُلثُومِ بن جَبرٍ، عَن أَبِي الغَادِيَةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: قَاتِلُ عَمَّارٍ فِي النَّارِ وَهُوَ الَّذِي قَتَلَهُ. قَالَ أَبِي: هُوَ حَسَنُ بن دِينَارٍ.
(علل الحدیث لابن ابی حاتم: 6/ 572 رقم 2769)

جبکہ ابن عدی الکامل فی الضعفاء الرجال میں لکھتے ہیں:

القاسم بن الليث الرسعني بتنيس وعبد الصمد بن عبد الله الدمشقي قال ثنا هشام بن عمار ثنا سعيد بن يحيى حدثنا الحسن بن دينار عن كلثوم بن جبر المرادي عن أبي الغادية قال: سمعت رسول الله يقول: قاتل عمار في النار وهو الذي قتل عمار. (الکامل فی الضعفاء الرجال: 2/ 300)

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث لا يعرف إلا بالحسن بن دينار من هذا الطريق أبو الغادية اسمه يسار بن سبع. اس روایت کو نہیں جانا جاتا مگر حسن بن دینار کی اس سند کے ساتھ ابو الغادیہ اس کا نام یسار بن سبع ہے۔ (الکامل فی الضعفاء الرجال: 2/ 300)

اور حسن بن دینار سخت ضعیف ترین راوی ہے۔

اسکے بارے میں ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

متروك الحديث. (علل الحدیث لابن ابی حاتم: 5/ 223 تحت رقم 1936)

ابن حبان رحمہ اللہ اسے کتاب المجروحین (ج 1 ص 206 الرقم: 206) میں ذکر کرتے ہیں۔

امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثنا محمد بن عيسى، قال: حَدَّثَنا عباس بن محمد، قال: سَمِعْتُ يحيى بن مَعِين يقول الحسن بن دينار ليس بشيء وحدثنا محمد بن أحمد، قال: حَدَّثَنا

معاوية بن صالح، قال: سَمِعْتُ يحيى بن مَعِين يقول الحسن بن دينار ضعيف.
(الضعفاء للعقیلی: 1/ 222 تحت رقم 271 ترجمہ حسن بن دینار)
اور بھی محدثین کے اقوال ذکر کرتے ہیں جو اسے مردود کہتے ہیں ان میں سے یحییٰ بن معین بھی ہیں۔
امام عقیلی نقل کرتے ہیں:

قال: سَمِعْتُ بن المبارك يقول أما الحسن بن دينار فكان يرى رأي القدر فكان يحمل كتبه الى بيوت الناس ويخرجها من يده ثم يحدث منها وكان لا يحفظ. حَدَّثنا عَبد الله بن أحمد بن حنبل، قال: حَدَّثَنا الحسن بن عيسى قال ترك بن المبارك الحسن بن دينار. حَدَّثَنِي آدم، قال: سَمِعْتُ البخاري يقول الحسن بن دينار واصل أبو سعيد التميمي البصري تركه وكيع وابن المبارك وابن مهدي.

عقیلی اس کو الضعفاء میں ذکر فرماتے ہیں اور ابن مبارک اور وکیع رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کی روایت کو ترک کر دیا۔
(الضعفاء للعقیلی: 1/ 222 تحت رقم 271 ترجمہ حسن بن دینار)
امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ اس کو ضعیف راویوں میں نقل کرتے ہیں
(الضعفاء اجوبۃ ابی زرعۃ الرازی: 2/ 607 ترجمہ: 62)
اسی طرح ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔
(الضعفاء لابن جوزی: 1/ 201 ترجمہ: 815)
امام ابن شاہین نے بھی اس کو ضعیف لکھا ہے (تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین: ص 72 ترجمہ: 115)
امام ابن ابی خیثمہ لکھتے ہیں:

فأما الْحَسَن بن دِينَار هذا الَّذِي رَوَى عَنْه إِبْرَاهِيم بن سَعْدٍ: فَسَمِعْتُ أَبِي يقول: الْحَسَن بن دِينَار كذاب. (تاریخ ابن ابی خیثمہ: 1/ 403 ترجمہ: 1446)

اسی طرح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ أبي يقول: الحسن بن دينار ضَعِيف. (تاریخ ابن ابی خیثمہ: 4/ 86 ترجمہ: 1849)

امام المدینی لکھتے ہیں:

وسمعت عليا يقول الحسن بن دينار ضعيف ليس بشیء۔

(سوالات ابن ابی شیبہ: ص170 رقم 249)

اسی طرح دیگر محدثین مثلا ابوداود، نسائی، فلاس، رحمہم اللہ نے بھی اس راوی پر سخت جرح کی ہے دیکھیے لسان المیزان، مختصر الکامل فی الضعفاء للمقریزی، میزان الاعتدال وغیرہ۔

لہذا یہ روایت مختلف علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے اور قابل قبول نہیں۔

طبقات ابن سعد سے ایک اور سند کے ساتھ روایت پیش کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالُوا: أَخْبَرَنَا رَبِيعَةُ بْنُ كُلْثُومِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: " كُنْتُ بِوَاسِطِ الْقَصَبِ عِنْدَ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ، فَقُلْتُ: الْإِذْنُ، هَذَا أَبُو غَادِيَةَ الْجُهَنِيُّ، فَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: أَدْخِلُوهُ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ مُقَطَّعَاتٌ لَهُ، فَإِذَا رَجُلٌ طُوَالٌ، ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ، كَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، فَلَمَّا أَنْ قَعَدَ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صلّى الله عليه وسلم قُلْتُ: بِيَمِينِكَ، قَالَ: نَعَمْ، وَخَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صلّى الله عليه وسلم يَوْمَ الْعَقَبَةِ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ إِلَى أَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟»، فَقُلْنَا: نَعَمْ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ»، ثُمَّ قَالَ: «أَلَا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ». قَالَ: ثُمَّ أَتْبَعَ ذَا فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا نَعُدُّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ فِينَا حَنَانًا، فَبَيْنَا أَنَا فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ إِذْ هُوَ يَقُولُ: أَلَا إِنَّ نَعْثَلًا هَذَا لِعُثْمَانَ، فَالْتَفَتُّ فَلَوْ أَجِدُ عَلَيْهِ أَعْوَانًا لَوَطِئْتُهُ حَتَّى أَقْتُلَهُ، قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِنْ تَشَأْ تُمَكِّنِّي مِنْ عَمَّارٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ صِفِّينَ أَقْبَلَ يَسْتَنُّ أَوَّلَ الْكَتِيبَةِ رَجُلًا، حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ فَأَبْصَرَ رَجُلٌ عَوْرَةً فَطَعَنَهُ فِي رُكْبَتِهِ بِالرُّمْحِ، فَعَثَرَ فَانْكَشَفَ الْمِغْفَرُ عَنْهُ، فَضَرَبْتُهُ فَإِذَا رَأْسُ عَمَّارٍ. قَالَ: فَلَمْ أَرَ رَجُلًا أَبْيَنَ ضَلَالَةً عِنْدِي مِنْهُ إِنَّهُ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا سَمِعَ، ثُمَّ قَتَلَ عَمَّارًا قَالَ: " وَاسْتَسْقَى أَبُو غَادِيَةَ فَأُتِيَ بِمَاءٍ فِي زُجَاجٍ فَأَبَى أَنْ يَشْرَبَ فِيهَا، فَأُتِيَ بِمَاءٍ فِي قَدَحٍ فَشَرِبَ، فَقَالَ رَجُلٌ عَلَى رَأْسِ الْأَمِيرِ قَائِمٌ

بِالنَّبَطِيَّةِ: أَوْي يَدٍ كَفَتَا، يَتَوَرَّعُ عَنِ الشَّرَابِ فِي زُجَاجٍ وَلَمْ يَتَوَرَّعْ عَنْ قَتْلِ عَمَّارٍ"

ترجمہ: کلثوم بن جبر کہتے ہے کہ ہم عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر کے ساتھ واسط القصب میں تھے تو اجازت لینے والا نے کہا ابو غادیہ الجھنی ہے تو عبدالاعلیٰ نے کہا اس کو اندر لاؤ تو ابو غادیہ جو بکھرے شدہ کپڑے پہنا اور طویل قامت والا تھا گویا کہ وہ اس علاقے کا نہ تھا داخل ہوا چنانچہ جب وہ بیٹھ گیا تو کہا ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو میں نے کہا پختہ بیعت کی تو ابو غادیہ نے کہا بالکل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے دن خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگوں تمہارا خون اور مال ایسے ہی ایک دوسرے کے لئے حرام ہے جیسے اس دن، اس مہینہ اور اس شہر میں حرام ہو، پس پھر کہا کیا میں نے پیغام ارسال کیا تو حاضرین نے کہا بیشک تو کہا گواہ رہنا اور مزید کہا کہ میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہوئے اور ابو غادیہ نے مزید کہا کہ ہم عمار بن یاسر کو بہت اچھا سمجھا کرتے تھے اور ماجرہ یہ ہوا کہ ہم مسجد قباء میں تھے تو عمار بن یاسر نے عثمان کو نعثل کہا (یہودی بڈھا) (معاذ اللہ) تو میں نے سوچا کہ اگر مجھے مددگار ملیں تو اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیتا اور میں نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے عمار پر قابو دے سکتا ہے چنانچہ صفین کی جنگ میں عمار پیدل چلتے ہوئے ہراول دستہ میں تھے اور یوں جنگ چل رہی تھی کہ ایک بندے نے موقعہ دیکھ کر عمار کی ران پر تیر مارا جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گئے اور ان کا سر منکشف ہوا چنانچہ میں نے ان کے سر پر مارا مبادا معلوم ہوا کہ وہ عمار کا سر تھا راوی نے کہا میں نے اس شخص سے غیر ہدایت یافتہ شخص کو نہیں دیکھا اگرچہ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عمار کے بارے میں جو سنا سو سنا، چنانچہ ابو غادیہ نے پانی مانگا تو ایک شیشہ کے برتن میں لا کر اس کو دیا گیا جس کو اس نے منع کیا اور پھر ایک مٹی کے پیالہ میں لایا گیا تو اس نے پی لیا، تو ایک شخص جو تیر باندھے امیر کے سر پر کھڑا تھا اس نے کہا یہ شیشہ کے جام میں تو پینے سے کتراتا ہے اور قتل عمار میں ذرا سا بھی نہیں کترایا۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد: 3/ 260)

جواب:

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر مجہول ہے ان کے بارے میں کوئی جرح و تعدیل نہیں ملتی، امام بخاری نے التاریخ الکبیر: 6/ 71 ترجمہ 1742 میں صرف تذکرہ کیا ہے۔

عبد الاعلی بن عبد الله بن عامر بن کریز القرشی عن عبد الله بن الحارث، روى عنه خالد الحذاء، نسبه عمرو بن الاصبغ هو البصری.

اسی طرح ابو حاتم الرازی نے، الجرح والتعدیل: 6 / 27، میں ان کا صرف تذکرہ کیا اور کوئی جرح وتعدیل نہیں کی، لکھتے ہیں:

عبد الاعلی بن عبد الله بن ابی فروة روى عن الزهری وزید ابن اسلم وابن المنکدر سمع منه عطاف بن خالد وسلیمان بن بلال سمعت ابی یقول ذلك، قال أبو محمد وروى عن المطلب بن عبد الله بن حنطب وروى عنه عبد العزیز ابن محمد الدراوردی وابن وهب. (الجرح والتعدیل: 6 / 27 ترجمہ: 140)

(2) ایک اور روایت الاحاد والمثانی کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، سَمِعْتُ لَيْثًا يُحَدِّثُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَتَى عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي أَمْرِ عَمَّارٍ وَسَلَبِهِ، فَقَالَ: خَلِّيَاهُ وَاتْرُكَاهُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُولُ: اللَّهُمَّ أُولِعَتْ قُرَيْشٌ بِعَمَّارٍ، قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُهُ فِي النَّارِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: دو آدمی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان میں کسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا، اور وہ باہم دست و گریباں تھے پس وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: وہ فرماتے ہیں: اے اللہ، قریش نے عمار کو سپرد کیا عمار کو قتل کرنے والا اور اس کے سامان کو چھیننے والا آگ میں جائے گا۔ (الاحاد والمثانی: 2 / 121 رقم 803)

جواب:

اس سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے

(1) امام دارقطنی فرماتے ہیں:

قال الدار قطنی فی لیث بن أبی سلیم: إنما أنکروا علیه الجمع بین عطاء، وطاوس، ومجاهد. (شرح علل الترمذی: 1 / 385)

(2) امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:

قال المیمونی: سمعت یحیی ذکر لیث بن أبی سلیم فقال: هو ضعیف الحدیث.

(شرح علل الترمذی: 1/ 386)

(3) امام بخاری لکھتے ہیں:

لیث بن أبي سلیم منکر الحدیث. (الضعفاء للبخاری: ص13)

(4) امام عقیلی لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الله، قال: سمعت أبي یقول لیث بن أبي سلیم مضطرب الحدیث. (الضعفاء للعقیلی: 4/ 16)

(5) امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

لیث بن أبي سلیم بن زنیم اللیثي الکوفي واسم أبي سلیم أنس روی عن مجاهد وطاوس وابن سیرین ضعفه ابن عیینة والنسائي وقال أحمد مضطرب الحدیث ولکن قد حدث عنه الناس وقال السعدي یضعف حدیثه وقال أبو حاتم الرازي وأبو زرعة لا یشتغل به وهو مضطرب الحدیث وقال ابن حبان اختلط فی آخر عمره فکان یقلب الأسانید ویرفع المراسیل ویأتي عن الثقات بما لیس من حدیثهم ترکه یحیی القطان ویحیی بن معین وابن مهدي وأحمد. (الضعفاء والمتروکین لابن جوزی: 3/ 29 ترجمہ: 2815)

(6) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

سمعت أبي یقول لیث بن أبي سلیم مضطرب الحدیث.

(العلل ومعرفۃ الرجال: 2/ 379 ترجمہ: 2691)

(7) امام ذہبی فرماتے ہیں:

لیث بن أبي سلیم أبو بکر القرشي مولاهم الکوفي عن مجاهد وطبقته لا نعلمه لقي صحابیا وعنه شعبة وزائدة وجریر فیه ضعف یسیر من سوء حفظه.

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: 2/ 151 ترجمہ: 4692)

(8) امام ابن عدی لکھتے ہیں:

حدثنا بن أبي عصمة ثنا أحمد بن أبي یحیی قال سمعت یحیی بن معین یقول لیث بن أبي سلیم ضعیف. (الکامل فی الضعفاء الرجال: 5/ 362)

(9) امام مسلم لکھتے ہیں:

لیث بن أبي سلیم متروك الحدیث. (الکنی والاسماء للامام مسلم بن الحجاج: 1/ 41)

(10) معاویہ بن یحیی بن صالح فرماتے ہیں:

مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحِ بنِ يَحْيَى، قَالَ: لَيْثٌ ضَعِيفٌ. (سیر اعلام النبلاء: 6/ 180 ترجمہ: 84)

(11) امام دارمی فرماتے ہیں:

سمعت محمد بن محمود يقول: سمعت الدارمي يقول: قلت ليحيى بن معين: ما حال ليث بن أبي سليم؟ فقال ضعيف. (المجروحین لابن حبان: 2/ 232)

(12) امام ابن شاہین لکھتے ہیں:

ليث بن أبي سليم. ليس حديثه بذاك. وقال أحمد بن حنبل: ليث بن أبي سليم. مضطرب الحديث. (تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین: ص 162 ترجمہ: 531)

(13) امام نووی لکھتے ہیں:

هو أبو بكر، ويقال: أبو بكير ليث بن أبي سليم بن أبي ذنيم الكوفي القرشي..... واتفق العلماء على ضعفه، واضطراب حديثه، واختلال ضبطه.

(تہذیب الاسماء واللغات: ص 598)

لہذا یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس سند میں لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

(3) ایک اور روایت جو پیش کی جاتی ہے:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَة قَالَ حَدَّثَنَا مرثد بن عَامر الْهنائِي قَالَ حَدثنِي كُلْثُوم بن جُبَير قَالَ كنت بواسط الْقصب فِي منزل عنيسة بن سعيد الْقرشِي وَفينَا عبد الْأَعْلَى بن عبد الله بن عَامر الْقرشِي فَدخل أَبُو غادية قَاتل عمار بصفين.

(تاریخ الاوسط للبخاری: 3/ 57 رقم 98، تاریخ الصغیر للبخاری: 1/ 271)

جواب:

اس کی سند بھی ضعیف ہے اس سند میں مرثد بن عامر الھنائی ہے جسکی توثیق سوائے ابن حبان کے اور کسی محدث سے ثابت نہیں ہے اور امام ابن حبان الثقات میں کثیر مجھولین کی توثیق کرنے میں اپنے منہج کی وجہ سے متساہل ہیں چونکہ ان کا منہج اس کتاب کا جمہور محدثین کے مقابلے میں شاذ ہے جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ کے بارے تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإذا لم يكن في الراوي جرح ولا تعديل، وكان كل من شيخه والراوي عنه ثقة، ولم يأت بحديث منكر فهو عنده ثقة، وفي كتاب الثقات له كثير ممن هذه حاله.ولأجل هذا ربما اعترض عليه في جعلهم من الثقات من لم يعرف اصطلاحه، ولا اعتراض عليه، فإنه لا يشاحح في ذلك.

یعنی ایسا راوی جس پر نہ جرح ہو اور نہ ہی تعدیل ہو، اور جس کے شیوخ اور ان سے روایت کرنے والے سب ثقہ ہوں اور جس سے کوئی منکر روایت مروی نہ ہو تو وہ ان کے (امام ابن حبان) نزدیک ثقہ ہوتا ہے اور امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں کثیر ایسی حالت والوں کو درج کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان پر بعض اوقات اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مجہول راویوں کو اپنی ثقات میں درج کر دیا ہے لیکن وہ ان کی (ابن حبان) کی اصطلاح سے ناواقف ہیں اس لیے ان پر متساہل کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے۔ (فتح المغیث: 1/ 36)

یہی بات ہم کہتے ہیں کہ امام ابن حبان اپنے منفرد منہج کی وجہ سے متساہل قرار پاتے ہیں نہ کہ ان میں فی نفسی کوئی تساہل تھا کیونکہ جب ان کا کسی راوی کو فقط اس وجہ سے ثقہ سمجھنا کہ اس پر جرح کوئی نہیں اور ان سے روایت کرنے والے اور ان کے شیخ ثقہ ہیں تو امام ابن حبان ان کو ثقہ گردانتے تو یہ منہج چونکہ جمہور سے ٹکراتا ہے تو اس کی بنیاد پر امام ابن حبان کو عرفی طور پر متساہل کہہ دیا جاتا ہے جبکہ ان کے منہج کو سامنے رکھا جائے تو امام ابن حبان میں تساہل نہیں بلکہ ان کا منہج ہی ایسا تھا جس میں مجہول راویوں کی توثیق غیر معتبر طریقے سے توثیق کر دیتے تھے اس لیے ابن حبان کی توثیق پر اعتماد کر کے بے شک امام متاخرین میں کوئی بھی امام جیسا کہ امام سمہودی، امام ابن ملقن، امام سیوطی، اور امام ہیثمی وغیرہ کسی روایت کی توثیق اور تصحیح کر دیں تو ان کی تصحیح سے روایت صحیح ثابت نہیں ہوگی بلکہ ان اماموں کی توثیق ابن حبان پر اعتماد کرنے کی وجہ سے باطل قرار پائے گی جیسا کہ ان روایات کو نقل کر کے امام ہیثمی سے تسامح ہوئے وہ ثابت کرتے ہیں:

وعن أبي غادية قال: قتل عمار، فأخبر عمرو بن العاص، فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إن قاتله وسالبه في النار". فقيل لعمرو: فإنك هو ذا تقاتله؟ قال: إنما قال: "قاتله وسالبه". رواه أحمد، والطبراني بنحوه، إلا أنه قال: عن عبد الله بن عمرو أن رجلين أتيا عمرو بن العاص يختصمان في دم عمار وسلبه، فقال: خليا عنه، فإني سمعت رسول الله صلى

الله عليه وسلم يقول: "إن قاتل عمار وسالبه في النار". ورجال أحمد ثقات
(مجمع الزوائد: 7/ 176، 177 رقم 12064)

جبکہ یہ روایت امام طبرانی کے طریق سے بھی ضعیف ہے اور نہ ہی اس کے سارے رجال صحیحین کے ہیں جیسا کہ امام ہیثمی نے حکم لگایا ہے کیونکہ سند میں عبداللہ بن عمران ہے یہ بھی مجہول ہے اس کی توثیق سوائے ابن حبان کے اور کسی نے نہیں کی جو اپنے منفرد منہج کی وجہ سے متساہل ہیں اور نہ ہی یہ راوی صحیحین کی کتاب کا راوی ہے تو یہ امام ہیثمی کا واضح تسامح ہے جب تک علتیں دور نہ کی جائیں گی ان کی توثیق کوئی حجت نہیں ہے اور ان کو اپنی اس کتاب میں متعدد احادیث پر حکم میں تسامح ہوئے ہیں جیسا کہ یہاں ثابت کر دیا ہے یہ دو روایات اپنی تمام اسناد سے ضعیف ہیں کوئی بھی ایک درجہ قبولیت تک نہیں ثابت، اس کے علاوہ جو امام دارقطنی، یا امام ابن معین سے جو بات بیان کی جاتی ہے یا امام ابن عبدالبر سے تو ان تینوں محدثین نے اپنے قول کی کوئی بھی دلیل نہیں دی ہے نہ ہی کوئی سند سے بیان کیا جبکہ یہ سب صدیوں بعد پیدا ہونے والے ہیں اور کسی کے قول سے فقط کسی کو قاتل ثابت نہیں کیا جاتا اور ان محدثین کا منہج ہی یہی ہے کہ بغیر سند کوئی روایت قبول نہیں ہوگی تو ان کا قول بغیر دلیل کے کیسے قبول کیا جائے جس کی کوئی دلیل ہی نہیں کسی سند صحیح سے اور باقی بعد والے محدثین یا کچھ مفسرین نے ان کی تقلید میں یہ باتیں لکھ بھی دی تو وہ خود بخود غلط ثابت ہوئیں کیونکہ انہوں نے ان کی تحقیق پر اعتماد کیا جو کہ کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔

مسند احمد والی روایت جو کہ ان تمام ضعیف روایات کے خلاف بھی ہے اور اس میں بھی مبہم بات ہے کہ عمار بن یاسر کو قتل کرنے والا کون تھا نیز یہ تو ہم بھی مانتے ہیں عمار بن یاسر کو جس خارجی نے قتل کیا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پارٹی میں بھی پھیلے تھے اور وہی خارجی گروہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی پارٹی میں بھی گھسے ہوئے تھے اور یہ دونوں اصحاب یعنی امیر معاویہ اور مولا علی رضی اللہ عنہما اس بات سے انجان تھے جس طرح صحابی رسول ،حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مولا علی رضی اللہ عنہ کی پارٹی والے بندے نے قتل کر کے جہنم کی وعید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پائی اور مولا علی رضی اللہ عنہ پر تو اعتراض وارد نہیں ہوتا اسی طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو مولا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں تھے ان کو قتل کرنے والا بھی وہی خارجی گروہ ہے جس کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے مسند احمد کی روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، حَدَّثَنِي أَسْوَدُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْعَنَزِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ،

يَقُولُ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: لِيَطِبْ بِهِ أَحَدُكُمَا نَفْسًا لِصَاحِبِهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا بَالُكَ مَعَنَا؟ قَالَ: إِنَّ أَبِي شَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا، وَلَا تَعْصِهِ فَأَنَا مَعَكُمْ وَلَسْتُ أُقَاتِلُ.

حنظلہ بن خویلد عنبری سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا کہ دو آدمیوں نے ان کے ہاں آ کر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں جھگڑنا شروع کر دیا، ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اس نے ان کو قتل کیا ہے، ان کی باتیں سن کر سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے ہر ایک اپنے اس کارنامے پر اپنا دل خوش کر لے، میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ باغی گروہ اسے قتل کرے گا، ان سے یہ حدیث سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو پھر آپ ہمارا ساتھ کیوں دیتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: تمہارا والد جب تک زندہ ہے، تم اس کی اطاعت کرتے رہو، اس حدیث کی وجہ سے میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں، لیکن پھر بھی لڑائی میں حصہ نہیں لیتا۔

(مسند احمد: 2/ 164 رقم 6538، سندہ صحیح)

اس روایت سے واضح معلوم ہو جاتا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جن لوگوں نے بھی قتل کیا ان کے درمیان بھی اختلاف تھا ایک کہتا میں نے قتل کیا جبکہ دوسرا کہتا میں نے قتل کیا جب اس قتل کے دعوے دار، دو ہیں صحیح سند سے تو اس کے مقابلے میں ایک ضعیف روایت پر صحابی رسول پر الزام وارد کرنا تفضیلوں کا طریقہ ہے نہ کہ اہلسنت کا، ابو الغادیہ کے دعویٰ صحابیت سے قطع نظر اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہی قاتل عمار ہیں تو یہ فیصلہ کرنا بھی آسان نہیں ہے علامہ ابن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں:

وروى الشعبي عن الأحنف بن قيس في خبر صفين قال: ثم حمل عمار فحمل عليه ابن جزء السكسكي، وأبو الغادية الفزاري فأما أبو الغادية فطعنه، وأما ابن جزء فاحتز رأسه.

الشعبی نے صفین کے قصیدہ میں احنف بن قیس سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: پھر اسے عمار نے اٹھایا،

ابن جز سکسکی نے اور ابو الغادیہ الفزاری نے، ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کے لیے، اس نے اسے وار کیا، اور ابن جز نے اس کا سر اتارا۔ (الاستیعاب: 1/ 352)

اس روایت کے مطابق ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار کے نیزہ ضرور مارا لیکن ان کو قتل ابن جزء سکسکی نے کیا تھا۔

طبقات میں ابن سعد نے لکھا ہے۔

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟ فَبَرَزَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ السَّكَاسِكِ فَاضْطَرَبَا بِسَيْفَيْهِمَا...فَضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي حَتَّى بَرَدَ. قَالَ: وَنَادَى النَّاسُ: قَتَلْتَ أَبَا الْيَقْظَانِ.

کہ ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمار نے میدان میں دعوت مبارزت دی تو ایک سکسکی آیا دونوں کی تلواریں لڑیں اور عمار نے اس کا قتل کر دیا، پھر عمار نے مبارزت کی دعوت دی تو میں آگے بڑھا ہماری تلواریں آپس میں لڑیں میں نے اپنی تلوار سے وار کیا اور وہ قتل ہو گئے۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد: 3/ 261)

اب یہ فیصلہ کیسے ہو گا کہ عمار کو قتل کرنے والا سکسکی تھا یا وہ پہلے ہی قتل ہو چکا تھا اور ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار کو قتل کیا؟

محمد بن یحییٰ بن ابی بکر المالقی الأندلسی، اپنی کتاب التمهيد والبيان فی مقتل الشهيد عثمان میں لکھتے ہیں: وقيل ضربه مروان على ركبته فكبا ثم قتلوه وكان عمره لما قتل.

اور کہا جاتا ہے کہ مروان نے اسے گھٹنے پر مارا تو وہ گر پڑا، پھر انہوں نے اسے قتل کر دیا، اور وہ اس وقت اس کی عمر کا تھا۔ (التمهيد والبيان فی مقتل الشهيد عثمان: ص 224)

اس روایت کے مطابق مروان نامی شخص کا بھی قاتلین عمار کی فہرست میں اضافہ ہو گیا لیکن یہ فہرست ابھی طویل ہے، اس میں مزید نام جڑنے ہیں اہل سنت کے یہاں قاتلین عمار میں نام کچھ اس طرح آتے ہیں:

ابو الغادیہ المزنی اور ابن حوی سکسکی۔ (طبقات ابن سعد)

ابو الغادیہ اور ابن حوی (ابن اثیر فی الکامل)

عقبہ بن عامر، عمر بن حارث شریک بن سلمہ اور ابو الغادیہ المزنی (حاکم فی المستدرک)

شیعہ مصنفین کے نزدیک قاتلین عمار کے نام اس طرح ہیں:

ابو الغادیہ الفزاری، ابن جوین سکسکی (مروج الذهب)

ابو الغادیہ العاملی، ابن جوین سکسکی۔ (مروج الذهب)

ابو الغادیہ الفزاری، ابن جون (وقعۃ صفین لنصر بن مزاحم)

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابو الغادیہ یسار بن سبع (جن کی اہل سنت کی کتابوں میں دو نسبتیں ہیں: جہنی اور مزنی) ہی قاتل عمار ہیں درست نہیں، اس لیے کہ یقین کے ساتھ یہ کہنا کہ ابو الغادیہ الجہنی جو کہ صحابیِ رسول ہیں اور بیعت رضوان میں شریک تھے وہی قاتل عمار ہیں اس ناچیز کی رائے میں درست نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان قاتلوں کو نہ پہچانتے تھے کہ ان کے گروہ میں خارجی موجود تھے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں خارجی موجود تھے جن میں سے ایک نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جہنم کی وعید پائی تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جو واقعی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے ساتھ تھے وہ نہ باغی ہیں نہ گمراہ بلکہ وہ مسلمین میں سے ہیں اور عظیم گروہ میں شامل ہیں جس کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بتا دیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں یہ روایت متعدد اسناد و متن سے آئی ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ الحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الحَسَنَ، فَصَعِدَ بِهِ عَلَى المِنْبَرِ، فَقَالَ: ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ المُسْلِمِينَ.

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر تشریف فرما تھے اور امام حسن کے بارے میں فرمایا میرا یہ بیٹا سید یعنی امت کا سردار ہے اور شاید جب مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

(صحیح بخاری: 4/ 249 رقم 3629)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہ کے لیے عظیم مسلمین کا لفظ استعمال کیا ہے بخاری میں دوسری جگہ یوں فرمایا:

ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ.

کہ یہ (حسن) سردار ہے جو صلح کرائے گا دو عظیم گروہوں کی جب وہ آپس میں ٹکرائیں گے۔

(صحیح بخاری: 5/ 32 رقم 3746)

پھر ان الفاظ سے مروی ہے:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ المُسْلِمِينَ.

یعنی ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کے دو بڑے گروہ آپس میں ٹکرائیں گے (اور امت میں ایک بہت بڑا انتشار ہوگا، میری امت ٹکڑے ہو رہی ہوگی، دو بڑے گروہوں میں بٹ چکی ہوگی) دونوں طرف مسلمان ہوں گے اور میرا یہ بیٹا اُن میں صلح کرا دے گا۔

(صحیح بخاری: 9/71 رقم 7109)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمار بن یاسر کے قاتلوں کو باغی قرار دے رہے ہیں اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پارٹی میں تھے اور نبی پاک رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو جہنمی قرار دے رہے ہیں جن کا قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پارٹی میں تھا جبکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے فرمارہے ہیں یہ دو عظیم مسلمین کے گروہ کی صلح کرائیں گے جب خون کی ندیاں بہہ چکی ہوں گی اور امت مسلمہ دو بڑے گروہ میں تقسیم ہو چکی ہوگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ آگے بڑھیں گے اور ان دو مسلمین کے عظیم بڑے گروہوں کی صلح قائم کرائیں گے اور یہ بات سورج کی طرح عیاں ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی اور جو قتال اور لڑائیاں چل رہی تھیں وہ سب ختم ہوئیں اور نا صرف صلح کی بلکہ بیعت بھی اور اپنے بھائی کو بھی بیعت کرائی، اب یہ کیسے ہو سکتا ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو گروہ جن کے سرداران مولا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے لیکن خطاء پر تھے، ان دونوں کے گروہ کو مسلمین اور عظیم گروہ بھی کہہ رہے ہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی صلح کروانے کی بشارت بھی دے رہے ہیں اور ان دونوں گروہ میں موجود دو اصحاب رسول جن میں ایک عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھے اور ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تھے ان دونوں کے قاتلوں کے بارے فرمایا ان کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایک کے بارے فرمایا اسکو جہنمی قتل کرے گا معلوم ہوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو گروہ میں نشاندہی کے طور پر یہ بشارت فرمائی کہ دونوں گروہ تو عظیم مسلمین کے ہوں گے لیکن ان دونوں کو قتل کرنے والا ایک باغی ہوگا اور ایک جہنمی ہوگا اب کہا جاتا ہے کہ تیسری پارٹی کون تھی؟ ہم نے تو حدیث رسول سے ثابت کر دیا کہ تیسری پارٹی وہی تھی جو ان دو عظیم گروہ میں شامل ہو چکی تھی اگر وہ واقعی ہی ان گروہ کا حصہ ہوتے اور اپنے لیڈران کے لیے لڑ رہے ہوتے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زبیر اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کے قاتلین کو باغی اور جہنمی نہ فرماتے، اگر ان کے قاتلین باغی اور جہنمی ہیں تو پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لیے یہ نہ فرماتے کہ یہ دو عظیم مسلمین کے گروہ کی صلح کروائے گا بلکہ یہ کہتے کہ سید حسن مسلمین اور باغیوں کی صلح کرائے گا یا مسلمین یا گمراہوں کی صلح کرائے گا اگر تیسری پارٹی نہ ہوتی یا ان کا وجود نہ مانا جائے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال میں تضاد ثابت ہوتا ہے جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت برحق ہے اور واقعی یہ

تیسرا خارجی گروہ وہی تھا جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کو قتل کیا تھا ان قاتلین کا تعلق نہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے تھا اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، ان کی اس حرکت نے ہی ان کو باغی بنایا اور پھر مولا علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ شروع کروائی اور جان بوجھ کر یہ تیسرا خارجی گروہ نے چن چن کے ان صحابہ کو شہید کیا، جس کی وجہ سے ثابت ہو سکے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجروح قرار دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ان کے آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اس سے ان کی شان میں کمی کی جائے معاذ اللہ، لیکن اس مسئلے پر اہلسنت کے علماء نے جب تفضیلوں کا تحقیقی اور مدلل رد کیا تو بالکل اسی صحیح نتیجے پر پہنچے جس پر متاخرین نے توجہ نہ فرمائی کیونکہ اہلسنت میں جن اماموں سے تسامح ہوئے ہیں وہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا اطلاق کرتے بھی ہیں تو لفظی اور عرفی طور پر کرتے ہیں نہ کہ شرعی، جس کے دلائل ہم پچھلے صفحات دے چکے ہیں لیکن پھر اہلسنت کہتے ہیں جب صلح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی قرار پا گئی اب بغاوت کا اطلاق بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ ایک خاص وقت تک، جب تک امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح نہ ہوئی تھی اس وقت تک عرفی بغاوت جاری تھی لیکن تفضیلی کہتے ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح کرنے کے بعد شرائط توڑ دی اس طرح کے حیلے بہانے بناتے ہیں جبکہ یہ اعتراض، امام حسن رضی اللہ عنہ پر آتا ہے جو بڑے ہوئے جنہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اپنے والد کی جنگ کو دیکھا تو کیا وہ گروہ امیر معاویہ کو سمجھنے میں غلطی کر گئے اور امت محمدی ان کے حوالے کر دی اور بیعت کر لی تو بھی اس میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی سوجھ بوجھ اور سمجھ پر ضرب لگتی ہے یا اگر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحیح طرح جانتے تھے تو پھر بھی ان کو امت محمدیہ کا امیر بنا دیا تو بھی امام حسن رضی اللہ عنہ پر اعتراض بنتا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ ایسے بندے کے ہاتھوں بیعت کر لی اور امت کا امیر بنا دیا جو معاذ اللہ دشمن اہل بیت ہے، ہم کون ہوتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اعتراض یا کیڑے نکالنے والے البتہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اور بیعت ان بدعتی بدبختوں کے لیے لٹکتی تلوار ہے تا قیامت تک چو یا تو امام حسن رضی اللہ عنہ کو تقیہ باز ثابت کرتے ہیں یا ان کے اس فیصلے میں خطاء ثابت کرتے مریں گے جبکہ جو تحقیق اہل سنت کی ہے اس میں صحابہ و اہل بیت سب کی تعظیم ہے اور وہ سب جنتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطاء فرمائے۔

اعتراض نمبر 4:

شاہ حسین گردیزی صاحب لکھتے ہیں:

اور ملوکیت غالب آگئی جمعہ کے خطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کی جانے لگی، اور علی نام رکھنے پر پابندی ہوگئی۔ (تکتازانیہ: ص395)

جواب:

اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم مرزا جہلمی کے اعتراض نمبر 1 میں دے چکے ہیں اس کو وہیں ملاحظہ فرمائیں ،شاہ صاحب نے تو بغیر دلیل کے لکھا تھا مگر ہم نے ان تمام وسوسوں کا جواب بادلائل پیش کیا ہے، قارئین پڑھ کر خود ہی فیصلہ فرمائیں گے کہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے کتنا سچ لکھا ہے اللہ رب العزت ہم سب کو ہدایت عطاء فرمائے آمین، چند نکات ملاحظہ فرمائیں۔

اول: تمام اسنادی طور پر مجروح وضعیف روایات ہیں۔

دوم: کوفہ میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم ہوتا رہا، اس کا سبب شاہ صاحب کیا فرمائیں گے؟

سوم: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کرنا ثابت ہے۔ اب ان صحیح روایات کے مدمقابل مجروح اور ضعیف روایات پر انحصار کیوں؟

چہارم: علی نام رکھنے پر پابندی کی کیا دلیل ہے کیا اسی کو تحقیق کہتے ہیں کہ جھوٹے الزام لگائے جائیں۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مالک بن حارث الاشتر نخعی

اب ہم مالک بن حارث الاشتر جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث تھا کی تحقیق پیش کریں گے اور قارئین کرام دیکھیں گے کہ رافضی و تفضیلی مالک اشتر کے کیسے قصیدے پڑھتے ہیں اور انہیں یہ روایتیں ضعیف اور موضوع نظر آتی ہیں ان سے پوچھیے کہ جب کسی صحابی کے بارے اس قسم کی روایات آئیں تو آپ کو صحیح روایات نظر آتی ہیں آخر کیوں یہی حال ہر مخالفین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ان کے خلاف ہر جھوٹی اور ضعیف روایت انہیں صحیح اور سچی نظر آتی ہے اور ان کے حق میں ہر صحیح اور سچی روایت جھوٹی نظر آتی ہے آخر ایسا کیوں ہے کہیں یہ بغض صحابہ کی بیماری تو نہیں ہے۔

مالک اشتر کی تاریخ ولادت کے بارے میں کوئی معلومات تاریخ میں ثبت نہیں ہے لیکن اس بات میں شک نہیں کہ اشتر یمن میں پلے بڑھے ہیں اور سنہ 11 یا 12 ہجری قمری کو وہاں سے ہجرت کی۔

(المہاجر، مالک الاشتر سیرتہ ومقامہ فی بعلبک، ص33)

اشتر زمانہ جاہلیت میں بھی اپنی قوم کے سرکردگان میں سے تھا یمن سے آنے کے بعد کوفہ میں مقیم ہوئے اور ان کے بعد کوفہ میں ان کی نسل باقی رہی ہے جنگ یرموک میں شرکت کی اور اسی جنگ میں ان کی ایک آنکھ پر تیر لگا اور اشتر ایک آنکھ سے محروم ہو گیا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: 56/ 380)

امام ابن حجر عسقلانی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

مالك بن الحارث بن عبد يغوث بن مسلمة بن ربيعة بن الحارث ابن جذيمة بن مالك بن النخع النخعي الكوفي المعروف بالاشتر...... وذكره ابن سعد في الطبقة الاولى من تابعي أهل الكوفة.قال وكان من اصحاب علي وشهد معه الجمل وصفين ومشاهده كلها.قال وولاه علي مصر فلما كان بالقلزم شرب شربة عسل فمات وقال العجلي كوفي تابعي ثقه وذكره ابن حبان في الثقات قال شهد اليرموك فذهبت عينه يومئذ وكان رئيس قومه وكان ممن يسعى في الفتنة والب على عثمان وشهد حصره.

ترجمہ: مالک بن حارث بن عبد یغوث بن مسلمہ بن ربیعہ بن الحارث ابن جذیمہ بن مالک بن النخع النخعی الکوفی المعروف بالاشتر..ابن سعد نے تابعین اہل کوفہ کے پہلے طبقہ میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ اصحاب علی میں سے تھا جنگ جمل اور صفین میں موجود تھا اور کہا کہ جب اس کو مصر کا حاکم بنایا گیا تو مصر جاتے ہوئے بحیرہ قلزم

کے پاس ایک زہر ملا پانی پینے سے فوت ہوا اور امام عجلی نے کہا کوفی تابعی ہے ثقہ ہے ابن حبان نے اس کو ثقات میں لکھا جنگ یرموک میں شامل تھا تو اس دن اس کی آنکھ چلی گئی اور وہ اپنی قوم کا سردار تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے فتنہ برپا کیا تھا اور حضرت عثمان کے خلاف جو محاصرہ کیا گیا ان میں سے تھا۔

(تہذیب التہذیب:10/10،11 ترجمہ:8)

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے تاثرات

امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ شُرَحْبِيلُ بْنُ حَسَنَةَ : لَا تُصَلُّوا الصُّبْحَ إِلَّا عَلَى ظَهْرٍ .فَنَزَلَ الْأَشْتَرُ فَصَلَّى عَلَى الْأَرْضِ، فَمَرَّ بِهِ شُرَحْبِيلُ، فَقَالَ: مُخَالِفٌ، خَالَفَ اللَّهُ بِهِ.قَالَ: فَخَرَجَ الْأَشْتَرُ فِي الْفِتْنَةِ.

شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کہا: صبح کی نماز نہ پڑھو سوائے جب روشنی ہو جائے چنانچہ اشتر نیچے گئے اور زمین پر نماز پڑھی، پھر شرحبیل اس کے پاس سے گزرے اور کہا: نافرمان، کیا تیرے لیے اللہ کی ہی مخالفت تھی فرمایا: اشتر نے فتنہ برپا کیا (المغنی فی الفقہ الامام احمد:2/264)

اسی بات کو ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

وهذا الاثر رواه عمرو بن أبي سلمة عن الاوزاعي قال قال شرحبيل بن السمط لاصحابه لا تصلوا صلاة الصبح إلا على ظهر فنزل الاشتر فصلى على الارض فانكر عليه شرحبيل وكان الاوزاعي يأخذ بهذا في طلب العدو. (تہذیب التہذیب:10/11 رقم8)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إن أول من بايعه الأشتر.

بے شک اشتر نے سب سے پہلے (حضرت علی) کی بیعت کی۔ (تاریخ الامم والملوک:2/700)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مالک اشتر کے بارے تاثرات

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: قَالَ أَبِي: فِي حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: نَبَّأَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُمَرَ مَعَاشِرَ مَذْحِجٍ، وَكُنْتُ مِنْ أَقْرَبِهِمْ مِنْهُ مَجْلِسًا، فَجَعَلَ عُمَرُ يَنْظُرُ إِلَى الْأَشْتَرِ وَيَصْرِفُ بَصَرَهُ، فَقَالَ: أَمِنْكُمْ هَذَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ مَا لَهُ، قَاتَلَهُ اللهُ.

عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں ہم قبیلہ مذحج کے لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو آپ (مالک) اشتر کو دیکھنے لگے اور وہ نظریں چرانے لگا۔ آپ نے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ آیا ہے؟ ابن سلمہ کہتے ہیں: میں نے کہا جی امیر المؤمنین! ہمارے ساتھ ہی آیا ہے۔ فرمایا: اس کا کیا معاملہ ہے، اللہ اسے برباد کرے اور امتِ محمد کو اس کے شر کے مقابلے میں کافی ہو جائے، اللہ کی قسم مجھے لگتا ہے اس کی طرف سے لوگوں کو بڑا پریشان کن دن دیکھنا پڑے گا۔

(کتاب السنہ للخلال: 3/ 516 رقم 836) (تفسیر قرطبی: 10/ 44)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مالک اشتر کے بارے تاثرات

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْحُبَابِ أَبُو خَلِيفَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْحَجَبِيُّ، ثنا حَزْمٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ طَلِيقَ بْنَ خَشَّافٍ، يَقُولُ:...... قَالَتْ: »قُتِلَ وَاللهِ مَظْلُومًا، لَعَنَ اللهُ قَتَلَتَهُ......سَاقَ اللهُ إِلَى الْأَشْتَرِ سَهْمًا مِنْ سِهَامِهِ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: 1/ 88 رقم 133)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ظلماً شہید کیا گیا اللہ کی ان قاتلوں پر لعنت ہو، اور اے اللہ مالک اشتر سے بدلہ لے، اور اپنے تیروں میں سے خاص تیر بھیج کر اس کا کام تمام کر دے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مالک اشتر کے بارے تاثرات

جن دنوں ظالم باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اس دوران ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر سے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے کھانا پینا بھیجنے کی کوشش کرتی رہتیں تھیں، ایک روز وہ خود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر گیری و مدد کیلئے نکلیں، امام بخاری رحمہ اللہ تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں کہ:

وقال احمد بن یونس نا زهير قال نا كنانة مولى صفية قال كنت اقود بصفية لترد عن عثمان فلقيها الاشتر فضرب وجه بغلتها حتى قالت ردوني ولا يفضحني هذا الكلب.

ترجمہ: کنانہ کہتے ہیں جو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک خچر پر سوار ہو کر نکلیں، میں ان کے خچر کو ہانک رہا تھا، راستے میں اشتر ملا، اس نے ان کو روکا اور خچر کے منہ پر مارنے لگا، اس پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے واپس لے چلو تاکہ یہ کتا مجھے رسوا نہ کرے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری: 7/ 237 رقم 1017)

امام ابن حجر عسقلانی اسی روایت کو حسن کہتے ہیں اور لکھتے ہیں:

وأخرج بن سعد أيضا بسند حسن عن كنانة مولى صفية قال قدمت بصفية بغلة لترد عن عثمان فلقينا الأشتر فضرب وجه البغلة فقالت ردوني لا يفضحني.

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: 7/741)

مالک اشتر کا اقرار کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عَبْدُ اللهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيُّ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْمِنْهَالِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: .... قَالَ: اذْهَبْ بِهِ إِلَى عَائِشَةَ وَقُلْ: يُقْرِئُكَ ابْنُكَ مَالِكٌ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: خُذِي هَذَا الْجَمَلَ فَتَبَلَّغِي عَلَيْهِ مَكَانَ جَمَلِكِ. فَقَالَتْ: لَا سَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ، إِنَّهُ لَيْسَ بِابْنِي .... قَالَ: فَخَرَجَ أَبِي مِنْ عِنْدِهِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ، قَالَ: فَقَالَ: قَدْ قَامَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَبْلُ خَطِيبًا، فَاسْتَعْمَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَزَعَمَ أَنَّهُ سَائِرٌ إِلَى الشَّامِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَرَجَعَ أَبِي فَأَخْبَرَ الْأَشْتَرَ، قَالَ: فَقَالَ لِأَبِي، أَنْتَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: فَقَالَ أَبِي: لَا. قَالَ: فَنَهَرَهُ، وَقَالَ: اجْلِسْ، إِنَّ هَذَا هُوَ الْبَاطِلُ، قَالَ: فَلَمْ أَبْرَحْ أَنْ جَاءَ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ مِثْلَ خَبَرِي؛ قَالَ: فَقَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَ ذَاكَ؟ قَالَ: فَقَالَ: لَا، فَنَهَرَهُ نَهْرَةً دُونَ الَّتِي نَهَرَنِي؛ قَالَ: لَحَظَ إِلَيَّ وَأَنَا فِي جَانِبِ الْقَوْمِ. أَيْ إِنَّ هَذَا قَدْ جَاءَ بِمِثْلِ خَبَرِكَ، قَالَ: فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عَتَّابٌ التَّغْلِبِيُّ وَالسَّيْفُ يَخْطِرُ أَوْ يَضْطَرِبُ فِي عُنُقِهِ فَقَالَ: هَذَا أَمِيرُ مُؤْمِنِيكُمْ قَدِ اسْتَوْلَى ابْنَ عَمِّهِ عَلَى الْبَصْرَةِ، وَزَعَمَ أَنَّهُ سَائِرٌ إِلَى الشَّامِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: قَالَ لَهُ الْأَشْتَرُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ يَا أَعْوَرُ؟ قَالَ: إِي وَاللهِ يَا أَشْتَرُ لَأَنَا سَمِعْتُهُ بِأُذُنَيَّ هَاتَيْنِ، فَتَبَسَّمَ تَبَسُّمًا فِيهِ كُشُورٌ، قَالَ: فَقَالَ: فَلَا نَدْرِي إِذًا عَلَامَ قَتَلْنَا الشَّيْخَ بِالْمَدِينَةِ؟

ترجمہ: پھر (اشتر) کہنے لگا اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہنا کہ آپ کا بیٹا مالک سلام عرض کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اونٹ قبول کیجیے اور اس پر سوار ہو کر اپنے اونٹ کی جگہ پہنچ جائیں پس حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اونٹ لینے سے انکار کر دیا...... عاصم بن کلیب کہتے ہیں کہ میرے والد وہاں سے اٹھے اور باہر آگئے میرے والد کو ایک آدمی ملا اس نے خبر دی کہ امیر المؤمنین نے خطبہ دیا اور اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا ہے اور حضرت فلاں دن شام کو جانے والے ہیں پس انہوں نے اشتر کے پاس آکر خبر دی اشتر نے میرے والد سے پوچھا کیا یہ بات تم نے خود سنی ہے میرے والد نے کہا نہیں تو اشتر نے میرے والد کو ڈانٹا اور کہا بیٹھ جاؤ بے شک یہ جھوٹی خبر ہے میرے والد کہتے ہیں کہ میں اسی جگہ بیٹھا تھا کہ ایک اور شخص نے ایسی ہی خبر دی اشتر نے بھی اس سے یہی سوال کیا کہ تم نے خود سنا ہے اس نے کہا نہیں، پھر اسے بھی کچھ کہا جب کہ میں لوگوں کی ایک سمت بیٹھا تھا اشتر نے کہا کہ اس نے تمہاری طرح کی خبر دی ہے تھوڑی ہی دیر میں عتاب ثقفی آیا اس کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور کہا یہ تمہارا امیر المؤمنین ہے اس نے بصرے کا متولی اپنے چچازاد کو مقرر کیا ہے اور رفلاں فلاں دن وہ شام کو جانے والا ہے اشتر نے اس سے کہا اے کانے کیا تو نے یہ بات خود سنی ہے اس نے کہا اے اشتر، اللہ کی قسم میں ان دو کانوں سے خود سنی ہے اشتر مسکرایا اور کہنے لگا اگر ایسا ہوا تو ہم نہیں جانتے کہ ہم نے شیخ (حضرت عثمان) کو مدینہ میں کیوں قتل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 7/532 رقم 37757، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اس روایت میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مالک اشتر کو بیٹا ماننے سے انکار کیا اور اس کا بھیجا ہوا اونٹ قبول نہیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ یہ قاتل عثمان ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اسی روایت میں مالک اشتر کا خود اقرار ہے کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کیا ہے مطلب صاف ہے کہ: قتل عثمان میں شریک اشتر نخعی جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ جمل میں اہم منصب پر قائم ہو کر لڑا اسے بڑی توقع رہی ہوگی کہ قتل امام کے صلہ کوئی اہم منصب مجھے بھی ضرور ملے گا، سو بصرہ کی امارت کی سیٹ سامنے تھی وہی اسکی خوابوں کا محل بن گئی، لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہاں تقرری نے یہ خواب چکنا چور کر دیا، اور اس کے منہ سے کڑوی بات نکل گئی، کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل تو ہم کریں، اور اس کے بعد اہم مناصب دوسروں کو مل جائیں۔

ایک اور روایت ہے:

إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: أَنْبَأَنِي وَثَّابٌ، وَكَانَ مِمَّنْ أَدْرَكَهُ عِتْقُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ، وَكَانَ يَكُونُ بَعْدُ بَيْنَ يَدَيْ عُثْمَانَ، قَالَ: فَرَأَيْتُ فِي حَلْقِهِ أَثَرَ طَعْنَتَيْنِ، كَأَنَّهُمَا كَيَّتَانِ، طُعِنَهُمَا يَوْمَ الدَّارِ دَارِ عُثْمَانَ، قَالَ: بَعَثَنِي أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانُ، قَالَ:

ادْعُ لِيَ الْأَشْتَرَ فَجَاءَ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَظُنُّهُ قَالَ: فَطَرَحْتُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وِسَادَةً وَلَهُ وِسَادَةً، فَقَالَ: يَا أَشْتَرُ، مَا يُرِيدُ النَّاسُ مِنِّي؟ قَالَ: ثَلَاثًا لَيْسَ لَكَ مِنْ إِحْدَاهُنَّ بُدٌّ، يُخَيِّرُونَكَ بَيْنَ أَنْ تَخْلَعَ لَهُمْ أَمْرَهُمْ وَتَقُولَ: هَذَا أَمْرُكُمْ، اخْتَارُوا لَهُ مَنْ شِئْتُمْ، وَبَيْنَ أَنْ تَقُصَّ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنْ أَبَيْتَ هَاتَيْنِ فَإِنَّ الْقَوْمَ قَاتِلُوكَ....

(مصنف ابن ابی شیبہ: 7/441 رقم 37079)

ترجمہ: حضرت وثاب سے روایت ہے جن کو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آزاد کیا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے تھے انہوں نے کہا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلق میں دو نیزے دیکھے جیسا کہ دو داغنے کی جگہ میں داغنے کے آلے ہوتے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں مارے گئے وہ (وثاب) کہتے ہیں کہ مجھے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا کہ میرے لیے اشتر کو بلا لاؤ پس وہ آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اشتر کے لیے ایک تکیہ رکھا گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے، اشتر لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اس نے کہا تین باتوں میں کسی ایک کے بغیر چارہ نہیں، اس بات میں کہ آپ امر خلافت چھوڑ دیں، اور ان سے کہہ دیں یہ تمہارا امر خلافت ہے، اس کے لیے جس کو چاہتے ہو چن لو اور اپ اپنی ذات کو قصاص کے لیے پیش کر دو، پس اگر آپ ان دو باتوں سے انکار کرتے ہیں تو بلاشبہ یہ لوگ آپ کو قتل کریں گے۔

امام ابن سعد نے بھی طبقات الکبریٰ میں اس بات کو لکھا ہے:

قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَنْبَأَنِي وَثَّابٌ، وَكَانَ فِيمَنْ أَدْرَكَهُ عِتْقُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ، وَكَانَ بَيْنَ يَدَيْ عُثْمَانَ وَرَأَيْتُ بِحَلْقِهِ أَثَرَ طَعْنَتَيْنِ كَأَنَّهُمَا كَيَّتَانِ طُعِنَهُمَا يَوْمَئِذٍ يَوْمَ الدَّارِ دَارِ عُثْمَانَ قَالَ: بَعَثَنِي عُثْمَانُ فَدَعَوْتُ لَهُ الْأَشْتَرَ فَجَاءَ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَظُنُّهُ قَالَ: فَطَرَحْتُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وِسَادَةً، وَلَهُ وِسَادَةً، قَالَ: يَا أَشْتَرُ، مَا يُرِيدُ النَّاسُ مِنِّي؟ قَالَ: ثَلَاثٌ، لَيْسَ لَكَ مِنْ إِحْدَاهُنَّ بُدٌّ، قَالَ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: يُخَيِّرُونَكَ بَيْنَ أَنْ تَخْلَعَ لَهُمْ أَمْرَهُمْ فَتَقُولَ: هَذَا أَمْرُكُمْ فَاخْتَارُوا لَهُ مَنْ شِئْتُمْ، وَبَيْنَ أَنْ تَقُصَّ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنْ أَبَيْتَ هَاتَيْنِ فَإِنَّ الْقَوْمَ قَاتِلُوكَ، قَالَ: أَمَا مِنْ إِحْدَاهُنَّ بُدٌّ؟ قَالَ: لَا، مَا مِنْ إِحْدَاهُنَّ بُدٌّ، قَالَ: أَمَّا أَنْ أَخْلَعَ لَهُمْ أَمْرَهُمْ فَمَا كُنْتُ لِأَخْلَعَ سِرْبَالًا سَرْبَلَنِيهِ اللَّهُ، قَالَ: وَقَالَ غَيْرُهُ: وَاللَّهِ لَأَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَخْلَعَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، قَالُوا: هَذَا أَشْبَهُ بِكَلَامِ عُثْمَانَ، وَأَمَّا أَنْ أُقَصَّ مِنْ نَفْسِي، فَوَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ صَاحِبَيَّ بَيْنَ يَدَيَّ قَدْ كَانَا

يُعَاقِبَانِ وَمَا يَقُومُ بُدٌّ فِي الْقِصَاصِ، وَأَمَّا أَنْ تَقْتُلُونِي، فَوَاللهِ لَئِنْ قَتَلْتُمُونِي لَا تَتَحَابُّونَ بَعْدِي أَبَدًا، وَلَا تُصَلُّونَ بَعْدِي جَمِيعًا أَبَدًا، وَلَا تُقَاتِلُونَ بَعْدِي عَدُوًّا جَمِيعًا أَبَدًا، ثُمَّ قَامَ فَانْطَلَقَ، فَمَكَثْنَا، فَقُلْنَا: لَعَلَّ النَّاسَ، فَجَاءَ رُوَيْجِلٌ كَأَنَّهُ ذِئْبٌ فَاطَّلَعَ مِنْ بَابٍ ثُمَّ رَجَعَ، فَجَاءَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فِي ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً حَتَّى انْتَهَى إِلَى عُثْمَانَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، فَقَالَ بِهَا حَتَّى سَمِعَ وَقْعَ أَضْرَاسِهِ..

(طبقات الکبریٰ لابن سعد: 3/ 72، 73 رقم 2992)

ترجمہ: حضرت وثاب سے روایت ہے جن کو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آزاد کیا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے تھے انہوں نے کہا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلق میں دو نیزے دیکھے جیسا کہ دو داغنے کی جگہ میں داغنے کے آلے ہوتے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں مارے گئے وہ (وثاب) کہتے ہیں کہ مجھے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا کہ میرے لیے اشتر کو بلاؤ پس وہ آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اشتر کے لیے ایک تکیہ رکھا گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے، اشتر لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اس نے کہا تین باتوں میں کسی ایک کے بغیر چارہ نہیں، اس بات میں کہ آپ امر خلافت چھوڑ دیں، اور ان سے کہہ دیں یہ تمہارا امر خلافت ہے، اس کے لیے جس کو چاہتے ہو چن لو اور اپ اپنی ذات کو قصاص کے لیے پیش کر دو، پس اگر آپ ان دو باتوں سے انکار کرتے ہیں تو بلاشبہ یہ لوگ آپ کو قتل کریں گے آپ نے فرمایا: یہ تو ممکن نہیں کہ میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں، میں (خلافت کے) اس کرتے کو اتارنے والا نہیں، جو مجھے اللہ نے پہنایا ہے پھر مالک اشتر اٹھ کر چلا گیا، ہم دیکھنے لگے کہ کیا (رد عمل ہوتا ہے) شاید وہ لوگ مان جائیں؛ اتنے میں ایک شخص جو بھیڑیے کی مانند تھا آیا، وہ دروازے سے جھانک کے پلٹ گیا، پھر محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں کے ساتھ آیا، وہ اندر سیدھا سیدنا عثمان کے پاس پہنچا ، اور آپ کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور اسے کھینچا، اس کے داڑھیں گرنے کی آواز آئی۔

مالک اشتر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثم قال: ألا إني مرتحل غدا فارتحلوا، ولا يرتحل معي أحد اعان على قتل عثمان بشيء من أمور الناس. فلما قال هذا اجتمع من رؤوسهم جماعة كالاشتر النخعي، وشريح بن أوفى، وعبد الله بن سبأ المعروف بابن السوداء، وسالم بن ثعلبة، وغلاب بن الهيثم،

وغيرهم في ألفين وخمسمائة، وليس فيهم صحابي ولله الحمد، فقالوا: ما هذا، الرأي وعلي والله أعلم بكتاب الله ممن يطلب قتلة عثمان، وأقرب إلى العمل بذلك، وقد قال ما سمعتم، غدا يجمع عليكم الناس، وإنما يريد القوم كلهم أنتم، فكيف بكم وعددكم قليل في كثرتهم؟ فقال الاشتر: قد عرفنا رأي طلحة والزبير فينا، وأما رأي علي فلم نعرفه إلى اليوم، فإن كان قد اصطلح معهم فإنما اصطلحوا على دمائنا، فإن كان الامر هكذا ألحقنا عليا بعثمان، فرضي القوم منا بالسكوت.

ترجمہ: پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: سوائے اس کے کہ میں کل سفر کروں گا تو وہ لوگ میرے ساتھ سفر کریں گے اور میرے ساتھ کوئی ایسا شخص سفر نہیں کرے گا جس نے لوگوں کے کسی کام میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں مدد کی ہو، جب آپ نے یہ فرمایا، تو ان (باغیوں) کے سرداروں کی ایک جماعت جیسے اشتر نخعی، شریح بن اوفی، عبداللہ بن سباء المعروف ابن سوداء، سالم بن ثعلبہ، اور غلاب بن الہیثم وغیرہ اور اڑھائی ہزار لوگ اکھٹے ہو گئے اور ان میں کوئی ایک صحابی نہ تھا الحمدللہ، وہ آپس میں کہنے لگے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کل یہ اکٹھے ہوں گے اور قصاص عثمان طلب کریں گے اور ہم ان ساروں کے مقابلے میں کم ہیں ہم کیا کریں، تو اشتر نے کہا کہ طلحہ وزبیر کی جو رائے ہمارے بارے میں ہے جانتے ہیں مگر حضرت علی کی آج کیا رائے ہے ہم نہیں جانتے، اگر ان کی صلح ہوئی تو ہمارے خون پر صلح ہو گی، اور اگر یہ ایسے ہی ہے تو ہم علی کو بھی عثمان کے پاس بھیج دیں گے اور ہمارے ساتھ خاموشی اختیار کر کے راضی ہو جائیں گے۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر: 7/ 265، 266)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس بیان سے واضح ہے کہ یہ مالک اشتر نہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے بلکہ قارئین یہ بات جانتے ہیں کہ واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا گیا اور یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کرنے کا عندیہ دیا جا رہا ہے دوبارہ مالک اشتر کے الفاظ پر غور کریں مگر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی آج کیا رائے ہے ہم نہیں جانتے،، اگر ان کی صلح ہوئی تو ہمارے خون پر صلح ہو گی، اور اگر یہ ایسے ہی ہے تو ہم علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھیج دیں گے،، اب بھی کوئی اس سے محبت کرتا ہے جو صحابہ کا دشمن اور قاتل ہو تو اللہ کی بارگاہ میں دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اسے ہدایت عطاء فرمائے۔

مختار ثقفی کذاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

ترجمہ: بے شک کبھی اللہ فاجر آدمی سے بھی دین کا کام لیتا ہے۔ (صحیح بخاری: 5/ 69 رقم 4203)

مختار بن ابی عبید ثقفی، بنی ہوازن کے قبیلہ ثقیف کی وجہ سے مختار ثقفی کہلاتا ہے والد کا نام حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ہیں اور جنہوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں، قادسیہ، کی لڑائی لڑتے ہوئے شہادت پائی، مختار ثقفی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بہن کا شوہر اور مختار کی بہن (صفیہ بنت ابو عبید) کا نکاح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، البتہ مختار ثقفی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچنا چاہتا تھا۔ (تاریخ الامم والملوک: 36/ 165، الکامل فی التاریخ: 2/ 107)

مختار ثقفی کی ولادت ہجرت کے پہلے سال ہوئی اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و روایت یعنی صحابیت کا شرف حاصل نہیں ہوا، ابتدا میں یہ شخص علم و فضل اور نیکی و تقوی کے ساتھ مشہور تھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ خبث باطن کا شکار ہے اور محض دنیا سازی کے لئے علم و تقوی کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا پہلے یہ شخص اہل بیت نبوت سے سخت بغض و عناد رکھتا تھا پھر اچانک اس میں ایسا انقلاب آیا کہ اہل بیت نبوت کی محبت کا دم بھرنے لگا اور اس بارے میں صحیح فکر و عقیدے کا حامل نظر آنے لگا اہل بیت کے تئیں اس کی یہ ظاہری محبت اتنی بڑھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزیدیوں کا کھلم کھلا دشمن ہو گیا اور ان میں سے بہت لوگوں کو اس نے خون حسین کے قصاص میں موت کے گھاٹ بھی اتارا، غرضیکہ اس نے طلب دنیا اور حب جاہ میں بہت پینترے بدلے، اپنی نت نئی حرکتوں سے طرح طرح کے فتنے اٹھائے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف عراق میں علم بغاوت بلند کیا مکر و فریب اور عیاریوں کے ذریعہ جاہل اور کمزور عقیدہ لوگوں پر اپنی نام نہاد روحانی بزرگی و کرامت کا ایسا سکہ جمایا کہ اس کے حامیوں کی اور معتقدوں کی ایک بہت بڑی جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی اس کا حلقہ اثر جوں جوں بڑھتا گیا اتنا ہی وہ عقیدہ کی خرابی رائے و خیال کی گمراہی اور نفس کی خواہشات کا شکار ہوتا گیا جھوٹ اور فریب کاری کے سہارے اس نے پوری خلافت اسلامیہ پر قبضہ کر لینے کا منصوبہ بنایا اور اپنی فتنہ انگیزیوں کے ذریعہ کوفہ پر قابض بھی ہو گیا، نبوت کا مدعی بھی بنا اور اس بات کا دعوی کرنے لگا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس وحی لے کر آتے ہیں آخر کار

حضرت مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف بصرہ کے گورنر تھے اپنی فوج لے کر کوفہ پر چڑھائی کی مختار نے بھی مقابلہ کیا مگر شکست کھا گیا اور مقتول ہوا مختار کے انہی فریب اور جھوٹ سے بھرے حالات کی بناء پر علماء نے اس کو کذابوں میں سے ایک بڑا کذاب شمار کیا ہے اور حدیث کے الفاظ یخرج من ثقیف کذاب ومبیر (قبیلہ ثقیف میں ایک انتہا درجہ کا جھوٹا اور ایک انتہا درجہ کا مفسد و ہلاکو پیدا ہوگا) کا مصداق و محمول مختار اور حجاج کو قرار دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كان أولا ناصبيا يبغض عليا بغضا شديدا،

شروع شروع میں وہ ناصبی تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شدید بغض رکھتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ:8/ 319 ترجمۃ المختار)

اسی طرح مختار ثقفی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتا رہا ہے جس پر اس کو 100 کوڑے لگائے گئے۔ (سیر اعلام النبلا :3/ 544)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ دعوت دینے والوں میں مختار بھی شامل تھا لیکن واقعہ کربلا میں کہاں تھا اس میں کوئی بات یقینی نہیں ہے کہ کیوں نہیں تھا اور کہاں غائب ہوا؟ یہ کہا جاتا ہے کہ جب کوفہ پہنچا تو حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ شہید ہو چکے تھے۔ (انساب الاشراف:6/ 376) (تاریخ طبری:5/ 569)

تاریخ میں یہ بھی آتا ہے کہ مختار الثقفی کو عبیداللہ بن زیاد نے قید کر دیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے قید سے رہائی ملی اور اس نے کہا کہ میں تین دن سے زیادہ کوفہ نہیں رہوں گا اس لیے مختار وہاں سے نکل کر مکہ مکرمہ آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (تاریخ ابن خلدون:2/ 37)

مختار الثقفی یزید کی ہلاکت کے بعد بیعت توڑ کر واپس کوفہ آگیا۔ (تاریخ ابن خلدون:2/ 43)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن مطیع کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو مختار نے اس سے مقابلہ کر کے کوفہ پر اپنی حکومت قائم کر لی (تاریخ ابن خلدون:2/ 44)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت عبدللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں مختار ثقفی ملعون نے دعویٰ نبوت کیا تو آپ کو جب اس کے دعویٰ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کیلئے لشکر روانہ فرمایا جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان 67 ہجری میں یہ بدبخت ملعون و کذاب مارا گیا۔ (تاریخ الخلفاء مترجم اردو ص 215 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حاکم بننے کے بعد مختار ثقفی نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قتل کرنے کا اعلان کیا، اس لیے شمر ابن ذی الجوشن، خولی ابن یزید، عمر ابن سعد اور عبید اللہ ابن زیاد کو قتل کیا۔ (اسد الغابہ: 4/ 347)

امام مسلم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَدَّثَنَا أَنَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابًا وَمُبِيرًا . فَأَمَّا الْكَذَّابُ فَرَأَيْنَاهُ وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَلاَ إِخَالُكَ إِلاَّ إِيَّاهُ.

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنو ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ظالم ہوگا، کذاب کو تو ہم نے دیکھ لیا اور ظالم تو ہے۔ (صحیح مسلم: 7/ 190 رقم تحت 6660)

اسی طرح معجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

فَقَالَتْ: أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابًا وَمُبِيرًا فَأَمَّا الْكَذَّابُ فَقَدْ رَأَيْنَاهُ، وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَأَنْتَ هُوَ" (معجم الکبیر للطبرانی: 24/ 103)

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(إن في ثقيف كذابا ومبيرًا، أما الكذاب فرايناه): تَعْنِي المختار بن أبي عبيد.
(اکمال المعلم شرح صحیح مسلم: 7/ 295)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهَا فِي الْكَذَّاب: (فَرَأَيْنَاهُ) تَعْنِي بِهِ الْمُخْتَارَ بْنَ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيِّ، كَانَ شَدِيدَ الْكَذِبِ، وَمِنْ أَقْبَحِهِ ادَّعَى أَنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِ. وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْكَذَّابِ هُنَا الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، وَبِالْمُبِيرِ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

اس قول کہ کذاب ہم نے دیکھ لیا یعنی مختار بن ابی عبید الثقفی مراد ہے جو شدید قسم کا جھوٹا تھا اور دعوی کرتا تھا کہ جبریل میرے پاس وحی لے کر آتا ہے علماء کا اتفاق ہے کہ کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید الثقفی ہے اور مبیر حجاج بن یوسف ہے واللہ اعلم (شرح النووی علی مسلم: 8/ 328 تحت رقم 4617)

امام بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الكذاب هو المختار بن أبي عبيد، والمبير: الحجاج بن يوسف.

ترجمہ: کذاب وہ مختار بن ابی عبید اور مبیر حجاج بن یوسف ہے۔ (شرح السنہ للبغوی: 13/ 308)

حضرت رفاعہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: كُنْتُ أَقُومُ عَلَى رَأْسِ الْمُخْتَارِ، فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ كِذَابَتَهُ هَمَمْتُ وَايْمُ اللهِ أَنْ أَسُلَّ سَيْفِي، فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، حَتَّى ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَمَّنَ رَجُلاً عَلَى نَفْسِهِ فَقَتَلَهُ، أُعْطِيَ لِوَاءَ الْغَدْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں مختار کے سرہانے کھڑا تھا تو مجھے اس کے کذاب ہونے کا معلوم ہوا تو اللہ کی قسم میں اس کی گردن اڑانا چاہتا تھا حتیٰ کہ مجھ سے عمرو بن حمق نے ایک حدیث بیان کی تھی یاد آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو کوئی کسی شخص کو امان دے اور پھر اسے قتل کر ڈالے تو قیامت کے دن تو اسے قیامت کے دن خیانت کا جھنڈا دیا جائے گا تو میں رک گیا۔ (مسند احمد: 5/ 223 رقم 22292)

امام ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال میں تحت الترجمہ مختار بن ابو عبید ثقفی لکھتے ہیں:

المختار بن أبي عبيد الثقفي الكذاب. لا ينبغي أن يروى عنه شيء لانه ضال مضل. كان يزعم أن جبرائيل عليه السلام ينزل عليه.

کہ یہ کذاب ہے، ایسے شخص سے کوئی بھی روایت نقل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ نا صرف خود گمراہ شخص تھا بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا تھا یہ کہتا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس پر نازل ہوتے تھے۔

(میزان الاعتدال: 4/ 80 رقم 8378 تحت الترجمہ مختار بن ابو عبید ثقفی)

تفسیر ابن ابی حاتم میں قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ کی تفسیر کے تحت امام ابن ابی حاتم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا صحیح سند سے قول لائے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لابْنِ عُمَرَ: إِنَّ الْمُخْتَارَ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ. قَالَ: صَدَقَ فَتَلا هَذِهِ الآيَةَ: وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ.

ترجمہ: ابو اسحاق نے کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بندے نے کہا کہ مختار اس غلط فہمی میں ہے کہ اس پر وحی آتی ہے، اس پر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مختار سچ کہہ رہا ہے اور ساتھ یہ آیت بھی پڑھی کہ شیاطین اپنے ساتھیوں پر وحی کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 4/ 1379 رقم 7840)

آخر کار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ جو بصرہ کے گورنر تھے اپنی فوج

لے کر کوفہ پر چڑھائی کی، مقابلہ ہوا اور مارا گیا۔ اس لیے اہلسنت کے نزدیک اس کا اچھا کام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مارنا مگر بدترین کام نبوت کا دعویٰ کرنا ہے۔

مختار بن ابی عبید ثقفی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آخر میں وہ دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہوگیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہنے لگا کہ میرے پاس جبریل امین آتا ہے اور مجھ پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں مختار ثقفی ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوعبید ابن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا دعویٰ نبوت کے بعد یہ ملعون مرتد ہوگیا جس طرح یزید ملعون قاتل اہلبیت ہو کر ملعون ٹھہرا اور اسے عظیم المرتبت صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونا کوئی فائدہ نہ دے سکا اسی طرح مختار ثقفی بھی ملعون و مرتد ٹھہرا جب اس نے دعویٰ نبوت کیا تو اسے جلیل القدر صحابی حضرت ابوعبید ابن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونا کوئی فائدہ نہ دے سکا مگر آج کل بعض سنیوں کے لبادے میں چھپے رافضی اس ملعون و مرتد کو اپنا رہنما مانتے ہیں ان کے لیے وہی حکم ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹے نبوت کے دعوے دار کے پیروکاروں کا ہے۔

مختار بن ابوعبید بن مسعود ثقفی کی شہرت اس وقت ہوئی جب اس نے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے خون کا بدلہ لینے کا اعلان محض اس غرض سے کیا کہ لوگوں کو اپنی جانب مائل کر سکے، اور امارت (حکومت) کے حصول کا راستہ آسان بنا سکے، علم و فضل میں پہلے یہ بہت مشہور تھا، آگے چل کر اس نے اپنی شیطنت کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ اس کے عقیدے اور دین کا بگاڑ لوگوں پر واضح ہوگیا، یہ امارت اور دنیا کا طالب تھا، بالآخر 67 ہجری میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مارا گیا، حجاج بن یوسف ثقفی اپنے ظلم، قتل، اور خون ریزی میں ضرب المثل ہے، یہ عبدالملک بن مروان کا گورنر تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اندوہناک حادثہ اسی کے ہاتھ پیش آیا مقام واسط پر 75 ہجری میں اس کا انتقال ہوا۔

شیعہ کی کتب سے مختار ثقفی کے بارے اہل بیت کی رائے

مختار الثقفی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو غداری سے بیچنا چاہتا تھا

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

امام حسن سعد بن مسعود ثقفی کے گھر میں تشریف لے گئے کہ وہ حضرت کی طرف سے والی مدائن تھا نزول جلال فرمایا اور وہ مختار کا چچا تھا، پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا کہ چلو امام حسن کو ہم معاویہ کو دے دیں شاید

معاویہ اس کے عوض میں ہم کو ولایت دے دے، سعد نے کہ تیرا برا ہو، یہ کیا بکتا ہے میں امام حسن اور ان کے پدر بزرگوار کی طرف سے مدائن کا حاکم ہوں ان کا حق نعمت فراموش کر دوں اور فرزند رسول خدا کو معاویہ کو دے دوں جب شیعان امام حسن نے یہ کلام سنا چاہا مختار کو قتل کر دیں اور آخر بشفاعت عم مختار اس کی تقصیر سے درگزر گیا۔ (جلاء العیون اردو از ملا باقر مجلسی: 1/ 370 مطبوعہ لکھنو انڈیا)

مختار ثقفی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا

عثمان بن حامد قالا حدثنا محمد بن بزداد الرازی عن محمد بن الحسین بن ابی الخطاب عن عبداللہ المزخرف عن حبیب الخشعی عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان المختار یکذب علی علی بن الحسین علیہما السلام۔ (رجال الکشی: ص 83)

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے مختار علی بن حسین علیہ السلام پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ مختار پر لعنت بھیجتے تھے

امام زین العابدین کے لیے مختار نے ایک لاکھ درہم بھیجے حضرت چاہتے تھے قبول نہ کریں اور خوف بھی تھا کہ مبادا واپس دینے سے مختار کچھ ضرر رسانی کرے لہٰذا حضرت نے اس مال کو گھر میں اسی طرح رہنے دیا جب مختار قتل ہوا حضرت نے حقیقت حال عبدالملک کو لکھی کہ یہ مال تمہارا حق ہے تم کو گوارا ہو حضرت مختار پر لعنت فرماتے تھے کہ خدا پر اور رہم پر دروغ باندھتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

(جلاء العیون: 2/ 341 مطبوعہ لکھنو انڈیا)

ان دلائل کے بعد بھی کوئی آدمی مختار الثقفی کو ہیرو مانے تو ضد اور بغض کا علاج تو ہمارے پاس نہیں ہے بس اس کے لیے دعا ہی کی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

محمد بن ابی بکر کا قتل اور تاریخی حقائق

مخالفین معاویہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مظالم جہاں ذکر کرتے ہیں ان میں محمد بن ابوبکر کو قتل کر دینے اور ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلانے کے وحشیانہ سلوک کا اعتراض بڑی آب و تاب سے بیان کرتے ہیں۔

اعتراض کا مدلل جواب

اس اعتراض کے جواب کے لیے ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان کے ملاحظہ کر لینے سے صحیح صورت حال واضح ہو سکے گی۔

(1) یہاں یہ چیز پہلے ذکر کر دینا ضروری ہے کہ واقعہ صفین کے بعد تحکیم کے موقع پر فیصل حضرات (جو کہ فریقین کی جانب سے فیصلہ کرنے پر مقرر تھے) جب کسی متفقہ فیصلہ پر نہیں پہنچ سکے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان سے علاقے واپس لینا شروع کیے، اسی دوران میں مصر میں محمد جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے ان کے قتل کا واقعہ 38ھ میں پیش آیا۔

(2) محمد بن ابوبکر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت جوان ہوئے تھے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا تو حملہ آوروں کی شورش میں یہ برابر کے شریک رہے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوئے۔

(3) محمد بن ابوبکر کا ان شورشوں میں شریک رہنا اور بغاوت کرنے والوں کی حمایت کرنا ان کا ایک ذاتی معاملہ تھا اس معاملے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہرگز شریک نہیں تھے۔

محمد بن ابوبکر کا یہ مسئلہ اس طرح ہے جس طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعض صورتوں میں خلاف رائے رکھتے تھے اور دیگر صحابہ کرام، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ہم نوا نہیں تھے۔

(4) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں محمد بن ابوبکر کے مخالفانہ و معاندانہ رویہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا درست نہیں سمجھتی تھیں اور ان کو ان حرکات سے منع کرتی رہتیں لیکن یہ اپنے رویہ سے باز نہیں رہتے تھے۔

(5) جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقع صفین کے بعد ایک فریق کے دوسرے فریق

کے ساتھ معارضات جاری تھے اور مختلف علاقوں میں ہر دو فریق کے مقابلے اور مسابقتیں ہو رہی تھیں اور یہ شورشیں قتل وقتال تک پہنچی تھیں، تو ان ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابو بکر کو مصر کا حاکم بنا کر روانہ کیا، وہاں انھیں مشکلات کا سامنا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو ان کی معاونت کے لیے بھیجا مگر وہ راستے ہی میں قلزم کے مقام پر زہریلا پانی پینے کی وجہ سے فوت ہو گیا اسی دوران میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا والی مقرر کیا اور وہ اپنے حامیوں سمیت مصر پہنچ گئے، علاقہ مصر میں لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے کافی متاثر تھے خصوصاً، خربتا، کے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف رائے رکھتے تھے اور مظلومیت عثمان رضی اللہ عنہ کو بڑی اہمیت دیتے تھے، یہ لوگ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حمایت میں ان کے ساتھ ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فریق مخالف کے لیے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو مقرر کر کے روانہ کیا، معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کا پہلے معارضہ کنانہ بن بشیر وغیرہ کے ساتھ پیش آیا، باہم قتال ہوا اور کنانہ بن بشیر مقتول ہوا، اس کے بعد ان کا معارضہ محمد بن ابو بکر اور اس کے ساتھیوں سے ہوا اور محمد بن ابو بکر مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور قتل ہوئے۔

محمد بن ابو بکر کے قتل کے متعلق مؤرخین نے اس مقام پر متعدد صورتیں ذکر کی ہیں۔

واقعہ کی تفصیلات البدایہ لابن کثیر: 7/ 313، 314 (محمد بن ابی بکر) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے اور اصابہ لابن حجر عسقلانی: 3/ 415 تحت حرف المیم میں بھی موجود ہے۔

ہم یہاں بالاختصار ذکر کرتے ہیں:۔

(1) ایک صورت تو یہ ہے کہ معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ان کا مقابلہ ہوا اور اس معارضہ کے دوران میں قتل ہو گئے۔

(2) دوسری صورت یہ ذکر کی جاتی ہے کہ معارضہ کے بعد ان کو گرفتار کر کے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا وہاں ان کی باہمی سخت کلامی ہوئی اور پھر ان کو قتل کر دیا گیا۔

محمد بن ابو بکر کے قتل کی وجہ فریق مخالف کی زبانی اسی طرح مذکور ہے کہ معاویہ بن خدیج کندی رضی اللہ عنہ کی ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے ملاقات ہوئی تو عبدالرحمٰن نے بطور طعن کہا:

(یا معاویة (ابن خدیج) قد اخذت اجرك من معاویة بن ابی سفیان لما قتلتمحمد بن ابی بکر لیولیك مصر فقد ولا کها فقال ما قتلت محمدا الولایة وانما قتلة لقتله عثمان)

یعنی اے ابن خدیج! تو نے معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہم) سے میرے بھائی محمد بن ابو بکر کے قتل کا اجر حاصل کر لیا اور تجھے مصر کا والی بنا دیا گیا تو ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ولایت مصر کے لیے محمد بن ابی بکر کو نہیں قتل کیا تھا بلکہ میں نے تو اس لیے قتل کیا تھا کہ وہ قاتلین عثمان میں شریک تھا۔
(البیان المغرب فی اخبار المغرب (ابن عذاری المراکشی) تحت اخبار معاویہ بن خدیج الکندی (طبع بیروت)
مختصر یہ ہے کہ کنانہ بن بشیر اور محمد بن ابی بکر وغیرہ کا مقتول ہونا فریق مخالف کی طرف سے اس بنا پر ہے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورشوں میں شریک تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ان کا پورا پورا حصہ تھا۔
(3) مؤرخین نے محمد بن ابی بکر کے قتل کی ایک یہ صورت بھی ذکر کی ہے کہ جب دونوں جماعتوں کا باہم قتال ہوا تو محمد بن ابی بکر شکست کھا کر بھاگ گئے اور ایک مقام میں مخفی ہو گئے پھر وہاں سے ان کو تلاش کر کے قتل کر دیا گیا۔
اولاً: تو اس بات کی نفی کہ محمد بن ابی بکر کو جلایا نہیں گیا۔
علامہ خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں کہ
لم یحرق ودفنت جثة مع راسه فی مسجد یعرف مسجد "زمام "خارج مدینة الفسطاط قال ابن سعید وقد ذرت قبره فی الفسطاط.
محمد بن ابی بکر کو جلایا نہیں گیا بلکہ اس کے جسم کو اس کے سر کے ساتھ ایک مسجد میں دفن کیا گیا جس کو مسجد زمام کہتے ہیں اور جو فسطاط شہر سے باہر ہے ابن سعید کہتے ہیں کہ میں نے اس کی قبر فسطاط میں دیکھی۔
(الاعلام للزرکلی: 7/79)
ثانیاً: کیا محمد بن ابی بکر کو قتل کرنا ٹھیک تھا؟
یہ جنگ قاتلین عثمان کی شدید خواہش کے مطابق ان کے خلاف لڑی گئی جس میں محمد بن ابی بکر، کنانہ بن بشر، اور ان کے دیگر ہمراہی جو قتل عثمان میں براہ راست شریک تھے اپنے انجام کو پہنچے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جن لوگوں نے حملہ کیا ان میں محمد بن ابی بکر بھی شامل تھے بلکہ محمد بن ابی بکر نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑا۔
حافظ ابن عبد البر اندلسی لکھتے ہیں:
وکان ممن حضر قتل عثمان وقیل انه شارك فی دمه...وقیل انه اشار علی من کان معه

فقتلوہ۔ (الاستیعاب مع الاصابۃ: 3/ 349)

ترجمہ: محمد بن ابی بکر ان لوگوں میں سے ہے جو قتل عثمان کے وقت موجود تھے اور کہا گیا ہے کہ یہ ان کی خون ریزی میں بھی شامل تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے اشارے پر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔

طبری کی جس روایت سے مخالفین معاویہ نے اعتراض کیا ہے اسی روایت میں محمد بن ابی بکر کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ جب اس سے کہا گیا کہ میں تجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں قتل کرنا چاہتا ہوں تو محمد بن ابی بکر نے کہا:

(وما انت وعثمان؟ ان عثمان عمل بالجور ونبذ حکم القرآن وقد قال اللہ تعالیٰ. وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰہُ فَأُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ...... فنقمنا ذالک علیہ فقتلناہ... فغضب معاویۃ (ابن خدیج) فقدمہ فقتلہ ثم القاہ فی جیفۃ حمار ثم احرقہ بالنار.

(تاریخ طبری: 6/ 20 تحت واقعہ ہذا سنہ 38ھ)

کہاں تم اور کہاں عثمان! بے شک عثمان نے ظلم کا راستہ اپنایا اور احکام کو پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتا وہ فاسق ہے ہم نے تو عثمان سے اسی لیے انتقام لیا ہے اور اسے قتل کر دیا ہے ادھر تو اور تیرے ساتھی عثمان کے اس طریقہ کو اچھا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس گناہ سے بری کر دے گا اور تو اس کے گناہ میں شریک ہے اور اس کے گناہ کو بڑا کرنے والا ہے اور اپنے آپ کو اسی طریقے پر ڈالنے والا ہے..... یہ سن کر حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے اور آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا، پھر ایک مردہ گدھے کی کھال میں ڈال کر جلا دیا۔

یہاں مؤرخ طبری (تاریخ طبری: 6/ 20 تحت واقعہ ہذا سنہ 38ھ) نے ابو مخنف سے یہ روایت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا پھر اس کی لاش کو گدھے کی کھال میں داخل کر کے جلا دیا گیا۔

فقدمہ فقتلہ ثم القاہ فی جیفۃ حمار ثم احرقہ بالنار.

اسی روایت کے آخر میں طبری نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب محمد بن ابو بکر کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر قنوت پڑھنی شروع کر دی یعنی نمازوں کے آخر میں بد دعا فرمائی تھی یہاں یہ بات نہایت اہم ہے کہ گدھے کی کھال میں ڈال کر جلانے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بد دعائیں کرنے کی یہ روایت ابو مخنف لوط بن یحییٰ رافضی سے مروی ہے، ابو مخنف کی تحقیق ہم پچھلے صفحات میں درج کر چکے ہیں، نیز اسناد میں ابو مخنف ایک واسطہ کے

ذریعے سے عن شیخ من اہل المدینہ سے نقل کرتا ہے وہ شیخ اپنی جگہ پر مجہول الذات والصفات ہے۔ لہٰذا ایسی مجروح روایت ہرگز قابل اعتماد نہیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن قائم کیا جاسکے، نیز واضح رہے کہ طبری سے بعد والے مؤرخین اس روایت کو طبری سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں ہم نے یہاں قتل کے وجوہ اور مختلف صورتیں ذکر کرنے کے علاوہ روایت کی باعتبار سند کی حقیقت حال درج کردی ہے فلہٰذا مذکورہ بالا اعتراض کا بے جا ہونا واضح ہوگیا اور وحشیانہ سلوک کی حقیقت بھی سامنے آگئی کہ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ آخر میں گزارش ہے کہ اس ساری کتاب میں، میں نے جو کچھ لکھا اس میں کہیں کوئی علمی غلطی ہو تو اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ مطلع فرمائیں بندہ ناچیز کو فوراً رجوع کرتا پائیں گے اللہ تعالیٰ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی غفرلہ

مؤرخہ 09 ذوالحج 1444ھ بتاریخ 28/06/2023ء

نام کتب و رسائل مولانا ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

(1) الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ
(ظہور احمد فیضی کی کتاب الاحادیث الموضوعہ کا جواب صفحات طبع شدہ)
(2) القول الاحسن فی جواب کتاب صلح الامام الحسن
(ظہور احمد فیضی کی کتاب صلح امام حسن کا جواب طبع شدہ)
(3) سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین
(زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب نور العینین کا مکمل جواب 2 جلد طبع شدہ)
(4) الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول کی شرعی حیثیت (طبع شدہ)
(5) اربعین ظفر
(فاتحہ خلف الامام کے متعلق چالیس احادیث اور غیر مقلدین کے دلائل کا جواب طبع شدہ)
(6) فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات (طبع شدہ)
(7) مسنون نماز (183 احادیث سے نماز حنفی کا مکمل ثبوت طبع شدہ)
(8) باغ فدک اور حدیث قرطاس (طبع شدہ)
(9) تین طلاقوں کی شرعی حیثیت (طبع شدہ)
(10) مقالات بکھروی جلد اول (42 تحقیقی مقالات 760 صفحات مطبوعہ)
(11) خلافت ابو بکر اور باغ فدک (غیر مطبوعہ)
(12) نماز نبی بجواب نماز پیغمبر (حسین الامینی رافضی کی کتاب کا جواب غیر مطبوعہ)
(13) حدیث رسول اور حنفی نماز جنازہ (طبع شدہ)
(14) بیس رکعات تراویح مسنون تو آٹھ رکعات تراویح کیا؟ (طبع شدہ)
(15) مقدمہ جامع ترمذی (غیر مطبوعہ)
(16) موجودہ مسیحت کی تحقیق، بائبل کی تحقیق (2 مقالے طبع شدہ)

(17) عمر عائشہ رضی اللہ عنہا، مستشرقین اور منکرین احادیث (طبع شدہ)

(18) مروجہ چھ کلموں کا ثبوت (طبع شدہ)

(19) ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کی وجوہات (طبع شدہ)

(20) ترک رفع یدین اور چالیس احادیث (طبع شدہ)

(21) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن کا جواب (طبع شدہ)

(22) مروجہ قسطوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت (طبع شدہ)

(حرام و سود کہنے والوں کا مکمل رد، پاکستان بھر کے مفتیان کرام کی تصدیقات کے ساتھ فتویٰ)

(23) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و وصال کی تاریخ کی تحقیق (طبع شدہ)

(24) قربانی 4 دن نہیں صرف 3 دن ہے (طبع شدہ)

(25) نماز (عیدین) کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنا کیسا؟ (طبع شدہ)

(26) قرآن، حدیث اور فقہ حنفی (طبع شدہ)

(27) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات (طبع شدہ)

(28) علوم حدیث کا انسائیکلو پیڈیا (3 جلدیں) (طبع شدہ)